فتاویٰ مفتی محمود

جلد دوم

فقیہِ ملت مفکرِ اسلام مولانا مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ
شیخ الحدیث جامعہ قاسم العلوم ملتان۔

جلد دوم

فقیہِ ملت مفکرِ اسلام مولانا مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ

شیخ الحدیث جامعہ قاسم العلوم ملتان۔

متصل مسجد پائیلٹ ہائی سکول، وحدت روڈ، لاہور۔ فون : ۰۴۲-۵۴۲۷۹۰۱-۲

Fatawa Mufti Mahmood Vol.2
By
Maulana Mufti Mahmood
ISBN : 969-8793-20-8

قانونی مشیر : سیّد طارق ہمدانی (ایڈووکیٹ ہائی کورٹ)

ضابطہ

نام کتاب	:	فتاویٰ مفتی محمود (جلد دوم)
اشاعت اوّل	:	مئی ۲۰۰۲ء
اشاعتِ پنجم (جدید)	:	جنوری ۲۰۱۱ء
ناشر	:	محمد ریاض درانی
بہ اہتمام	:	محمد بلال درانی
سرورق	:	جمیل حسین
کمپوزنگ	:	رشید احمد صدیقی
مطبع	:	اشتیاق اے مشتاق پریس' لاہور
قیمت	:	-/400 روپے
شوروم	:	رحمٰن پلازہ مچھلی منڈی اُردو بازار' لاہور

انتساب

والدِ مکرم

اُستاذ العلماء

حضرت مولانا مہابت خان رحمۃ اللہ علیہ

کے نام

تحقیق و تخریج

زیرِ سرپرستی

حضرت مفتی روزی خان دام مجدہ (دارالافتاء ربانیہ، کوئٹہ)

مرتبین

مولانا نعیم الدین مدظلہم (اُستاذ الحدیث جامعہ مدنیہ، لاہور)

مولانا عبدالرحمٰن (خطیب جامع مسجد عالی موڑ سمن آباد، لاہور)

حافظ محمد ریاض درانی (خطیب جامع مسجد پائلٹ ہائی سکول، وحدت روڈ، لاہور)

تصحیح

مولانا محمد عارف (اُستاد جامعہ مدنیہ، لاہور)

فہرست

باب فی تسویۃ الصفوف

باب فی اللاحق والمسبوق

باب فی الذکر بعد الصلوٰۃ

باب فی السنن والنوافل

باب فی الدعاء بعد الصلوٰۃ

باب فی الدعاء بعد الصلوٰۃ

باب فی القراءۃ

باب الجمعہ

باب سجود السھو

باب فی احکام اللباس

باب فی احکام المسجد

باب فی التراویح والوتر

باب فی احکام السفر

باب فی احکام العیدین

عرضِ ناشر

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور مفکرِ اسلام حضرت مولانا مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ کی محبت وعقیدت کی برکت سے مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ کے فتاویٰ کی ترتیب واشاعت کی سعادت حاصل ہوئی اور گزشتہ سال جولائی ۲۰۰۱ء میں حضرت مولانا نعیم الدین اُستاد حدیث جامعہ مدنیہ لاہور کی نگرانی میں مولانا عبدالرحمٰن خطیب عالی مسجد لاہور اور مولانا محمد عرفان صاحب استاذ جامعہ مدنیہ لاہور کی محنتوں اور کوششوں سے فتاویٰ مفتی محمود کی پہلی جلد شائع کرنے کی سعدت ہوئی۔ ہماری کم علمی اور بے بضاعتی کی وجہ سے اندیشہ اور خوف تھا کہ بہت ساری کوتاہیوں کی بناء پر علماء کرام کی طرف سے سرزنش ہوگی لیکن رب کائنات کے فضل وکرم اور حضرت مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ کی کرامت اور بزرگوں کی شفقت ومحبت ہے کہ اس کتاب کی بہت زیادہ پذیرائی ہوئی اور علماء کرام نے ہماری غلطیوں کو درگزر کرتے ہوئے حضرت مفتی محمودؒ کے مدلل فتاویٰ سے بہت زیادہ استفادہ کرتے ہوئے اس کو ایک علمی نادر خزانہ قرار دیتے ہوئے مطالبوں کی بھرمار فرمادی کہ بقیہ جلدیں فوری طور پر منظرِ عام پر لائی جائیں۔ اس بنا پر مندرجہ بالا اکابرین سے درخواست کی گئی کہ وہ کام کی رفتار کو تیز فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے کہ انہوں نے اپنی تدریسی، تعلیمی اور دیگر مصروفیات کے باوجود دوسری جلد مکمل کر کے دے دی جس کو کمپوزنگ کے مراحل سے گزار کر فوری طور پر اشاعت کے لیے تیار کیا گیا۔ اس مرحلہ پر میں برادرِ عزیز مولانا محمد عرفان، اُستاد جامعہ مدنیہ کی کاوشوں کا ذکر بطورِ خاص کرنا چاہتا ہوں جو انہوں نے فتاویٰ کی دوسری جلد کی تیاری کے سلسلے میں کی ہیں۔ پروف ریڈنگ اور عنوانات کی ترتیب سے لے کر حوالہ جات کے اصل ماخذ سے رجوع تک اور حوالہ جات کی درستگی کا دقت طلب کام بھی مولانا محمد عرفان کی وجہ سے ہی مکمل ہو سکا۔ میں ان کی اس محنت پر دعا گو ہوں کہ اللہ پاک ان کو اجرِ عظیم عطا فرمائے۔

پہلی جلد میں ہر سوال پر عنوان نہیں تھے۔ احباب کے مشورہ کے مطابق اس جلد میں عنوانات قائم کر دیے گئے ہیں تاکہ مسئلہ کی تلاش میں آسانی ہو۔ پہلی جلد کے دوسرے ایڈیشن میں بھی عنوانات شامل کر دیے گئے ہیں۔

تیسری اور چوتھی جلد کا کام بھی تکمیل کے آخری مراحل میں ہے۔ اُمید ہے کہ جلد ہی قارئین کی خدمت میں پیش کر دی جائیں گی۔

اس جلد میں حضرت مفتی نظام الدین شامزئی شیخ الحدیث جامعہ بنوری ٹاؤن کراچی، حضرت مولانا فضل الرحمٰن مدظلہ' نے اپنے تاثرات ارسال فرما کر حضرت مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ سے اپنے تعلق کا اظہار فرمایا ہے۔ اس موقع پر برادر مکرم مفتی محمد جمیل خان کا بھی ممنون ہوں انہوں نے مجھ ناکارہ کی جس انداز سے حوصلہ افزائی کی اس سے جو حوصلہ اور قوت ملی میں تہہ دل سے ان کا شکر گزار ہوں۔ مجھے اُمید ہے کہ پہلی جلد کی طرح دوسری جلد کو بھی علماء کرام پسند فرمائیں گے اور میری کوتاہیوں سے درگزر فرماتے ہوئے اس سے استفادہ فرمائیں گے۔ ہماری درخواست ہے کہ اس میں کمی محسوس فرمائیں تو اس سے مطلع فرمائیں تاکہ اگلے ایڈیشنوں میں اس کمی کو دور کیا جا سکے۔

محمد ریاض درانی

مسجد پائلٹ ہائی سکول وحدت روڈ، لاہور

نقشِ ثانی

حضرت مولانا مفتی محمود ہمارے عہد کے بالغ نظر فقیہ و محدث تھے۔ انھوں نے تمام عمر فقہ و حدیث کی خدمت میں بسر کی۔ ان کی سیاسی سرگرمیاں بھی انھی علوم کی تعلیمات کے فروغ اور نفاذ کے لیے تھیں۔ آپ فقہی جزئیات پر گہری نظر رکھتے تھے اور اس کے مراجع و منابع کو خوب اچھی طرح سمجھتے تھے۔ آپ میں وہ تحمل، تدبر، بالغ نظری، وسیع الظرفی اور دردمندی و دلسوزی تھی جو ایک فقیہہ اور مفتی کے لیے لازم ہے۔ مفتی صاحب نے ایک عمر قاسم العلوم ملتان کے دارالحدیث اور دارالافتاء کو رونق بخشی۔ وہ جب دنیا سے گئے تو تلامذہ کے علاوہ امالی اور فتاویٰ کا ایک ذخیرہ یادگار چھوڑا۔

ہم نے اللہ تعالیٰ کی استعانت کے بھروسے پر مفتی صاحب کے آثارِ علمیہ کی اشاعت کا بیڑا اُٹھایا تاکہ یہ آثارِ علمی آنے والی نسلوں کے لیے بھی مفید ہوسکیں۔ ابتداءً ہم نے ان کے فتاویٰ کی ترتیب و اشاعت سے کام کا آغاز کیا۔ پہلی جلد کو بہت پذیرائی ہوئی اور قارئین کے وسیع حلقے نے اس خزانہ علمی سے استفادہ کیا۔ انھوں نے ہمیں بہت حوصلہ دیا اور ہماری ہمت افزائی کی جس کے نتیجے میں ہم نے اس گنجینہ کو دفینہ بننے کی بجائے سفینہ بنا دیا۔ اس کام میں بہت سے احباب کی علمی محنت اور توجہ شامل حال رہی، خصوصاً برادرِ مکرم حضرت مفتی محمد جمیل خاں شہید کی توجہ اور محنت ہمارے بہت کام آئی۔ انھوں نے اس جلد کی دوسری اشاعت کے وقت پوری جلد کو عنوانات سے مزین کیا۔ اس تمام سفر میں امیر مکرم حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب زید مجدھم کی محبت اور توجہ بھی ہمارے شامل حال رہی۔ انھوں نے نہ صرف فراخ دلی سے ہمیں اشاعت کی اجازت دی بلکہ فتاویٰ مفتی محمود اور تفسیر محمود کے علاوہ حضرت مفتی صاحب کے تمام علمی جواہر پاروں کو گورنمنٹ آف پاکستان کے کاپی رائٹ ایکٹ کے تحت رجسٹریشن کروانے کے سلسلہ میں بھی مسلسل سرپرستی فرمائی۔ نتیجتاً اس سلسلے کی گیارہ جلدیں بحسن و خوبی شائع ہوچکیں ہیں اور تمام کی تمام گورنمنٹ آف پاکستان کاپی رائٹ ایکٹ کے تحت رجسٹرڈ ہیں۔ توقع ہے کہ مزید چار جلدیں بھی جلد شائع ہوجائیں گی۔

اس ذخیرۂ علمی کو زیادہ سے زیادہ مفید بنانے کے لیے حضرت مفتی نظام الدین شامزئی شہید کی خواہش پر تخریج کا سلسلہ شروع کیا گیا۔ تاکہ مزید تحقیق کو آسان بنایا جاسکے۔ حضرت مفتی نظام الدین شامزئی

صاحبؒ کی خصوصی ہدایت پر ان کے تلمیذ خاص حضرت مولانا مفتی روزی خاں صاحب مدظلہ مہتمم جامعہ ربانیہ کوئٹہ نے اس علمی کام کا آغاز کیا۔ آپ صاحب علم ہونے کے ساتھ ساتھ محنتی مزاج کے حامل ہیں۔ آپ نے بہت محنت سے یہ کام سرانجام دیا جو ہر حال میں کارنامہ کہلانے کا مستحق ہے۔ مولانا کے اس عمل کی بدولت اب فتاویٰ مفتی محمود زیادہ مفید اور نافع ہو گیا ہے۔

ابتدائی اشاعتوں میں بعض جگہوں پر مستفتیین کے نام رہ گئے تھے۔ اس اشاعت میں ان ناموں کو بھی شامل کر دیا گیا ہے۔ اگرچہ اس سارے کام کی وجہ سے کتاب کا حجم کافی بڑھ گیا لیکن افادیت دوچند ہو گئی ہے۔

ہم اس کی جدید اشاعت پر رب العالمین کے حضور سجدۂ شکر بجا لاتے ہیں۔ اس کام کے سلسلے میں مولانا محمد عارف صاحب استاذ جامعہ مدنیہ لاہور، حضرت مفتی رشید احمد العلوی خطیب جامع مسجد ڈیفنس، لاہور کی رفاقت اور محنت ہمارے شامل حال رہی، ہم ان کے لیے دُعا گو ہیں۔ اللہ رب العالمین ان کی محنت کو قبول فرمائے۔ نیز دُعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس سلسلہ علمی کو قارئین کے لیے مزید نافع بنائے۔

والسلام

محمد ریاض درانی

مدیر جمعیۃ پبلی کیشنز، لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد لله رب العالمین والصلوٰة والسلام علی سید الانبیاء والمرسلین وعلیٰ آله وصحبه اجمعین اما بعد

فاعوذ بالله من الشیطان الرجیم - بسم الله الرحمن الرحیم

وقال الله تعالیٰ یرفع الله الذین آمنوا منکم والذین اوتوا العلم درجات

مفکر اسلام فقہ ملت، محدث کبیر، مفسر قرآن، مسند حدیث وفقہ کے شہ نشین مولانا مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ قافلہ شاہ ولی اللہ کے سرخیل اور مسلک حقہ دیوبندی کی عزت و وقار اور علماحق کے وہ ترجمان تھے جن کی زندگی میں بھی جماعت دیوبند ان پر فخر کرتی رہی اور آپ کی وفات کے بعد بھی اُمت مسلمہ آپ کے کارناموں کو خراج تحسین پیش کرتی نظر آتی ہے۔ حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی، امام ابوحنیفہ وقت فقیہ الامت مولانا رشید احمد گنگوہی، شیخ الہند مولانا محمود حسن، شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی، حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی، حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوری کی طرح مفتی محمود رحمۃ اللہ کی زندگی بھی بعد والوں کے لیے مشعل راہ ہے۔ آپ کے اُستاد محترم حضرت مولانا محمد میاں رحمۃ اللہ علیہ کی حسن تربیت اور مدرسہ شاہی مراد آباد کے فیض کو آپ نے جس انداز سے پھیلایا اس پر آپ کے اساتذہ کرام کو آپ پر فخر رہا۔ حکیم الامت حضرت مولانا قاری محمد طیب رحمۃ اللہ علیہ کا آپ کو فرزندان دارالعلوم میں شامل کرنا آپ کی دینی خدمات کا بین ثبوت اور ایک عظیم بزرگ کا اپنے ہم عصر کے لیے سب سے بہترین خراج تحسین وعقیدت ہے۔ آپ نے ایک طرف مسند تدریس کو چار چاند لگائے تو دوسری طرف فقہ کے میدان میں وہ گراں قدر فتاویٰ جاری کیے جس پر مفتی اعظم پاکستان مولانا محمد شفیع محدث العصر سیّد محمد یوسف بنوری مولانا مفتی ولی حسن ٹونکی رحمہم اللہ جیسے علم وحلم کے جبال نے اعتماد کی مہر ثبت کرتے ہوئے آپ کے فہم وتدبر اور تحقیق وتدقیق کو خراج تحسین پیش کیا۔ سیاست کے خاردار اور بددیانت میدان میں آپ کا ورود اسلام کی عظمت وسربلندی کا باعث بنا اور پاکستان کی لادین قیادت ملک کو اسلامی سمت کی طرف لے جانے پر مجبور ہوئی۔ حکمران وقت ہی نہیں اُمت مسلمہ کے بڑے بڑے حکمرانوں کے دربار میں مفتی محمود کا اعلائے کلمۃ الحق علماء دیوبند کی جرأت گوئی کا نشان قرار پایا۔ الغرض مفتی محمودؒ عظمت اسلام کی علامت اور علماء دیوبند کی ان برگزیدہ ہستیوں میں سے تھے جن پر قیامت تک اہل حق ناز کرتے رہیں گے اور مفتی محمودؒ کے علمی جواہر پارہ کی خوشہ چینی پر فخر کرتے رہیں گے۔ آپ کے ہزاروں شاگرد اگر ایک طرف صدقہ جاریہ ہیں تو دوسری

طرف آپ کے علمی نوادرات ونکات علماء کے لیے وہ علمی میراث ہیں جن سے ہر عالم اپنے اپنے حصے کے مطابق استفادہ کرتا رہے گا۔ آپ کے فرزند اور خلف الرشید اور ہمارے دور کے علماء کرام کے رہنما مجاہد ملت مولانا فضل الرحمٰن کی ہدایت پر عزیز گرامی حافظ ریاض درانی نے علماء کرام کی نگرانی میں مرتب کردہ مفتی محمود صاحب کے فتاویٰ کی دوسری جلد شائع کرنے کا ارادہ کیا ہے۔ اس سے قبل وہ پہلی جلد بہت خوبصورت انداز میں شائع کر چکے ہیں۔ جس کو علماء کرام نے پسند کرتے ہوئے فتاویٰ میں ایک اہم اضافہ قرار دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات سے اُمید اور مفتی محمود صاحب کی علمی قابلیت سے اندازہ ہوتا ہے کہ انشاء اللہ یہ جلد بھی مقبولیت حاصل کرتے ہوئے علماء کرام کے اعتماد پر پوری اُترے گی۔ ذات باری تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو شرف قبولیت فرمائے اور اُمت کے لیے نافع بنائے۔ وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد والہ وصحبہ اجمعین.

ڈاکٹر مفتی نظام الدین شامزئی
شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

پیش لفظ

الحمد لله رب العالمین، والصلوٰۃ والسلام علی سید الانبیاء والمرسلین وعلی اله وصحبه اجمعین.

فتاویٰ مفتی محمود کی اشاعت کی خواہش اور آرزو اگرچہ بہت دیر سے پوری ہوئی، اپنی سیاسی مصروفیت اور ملکی حالات کی وجہ سے بظاہر اس کی تکمیل کی صورت نظر نہیں آتی تھی۔ مگر اللہ کا خاص کرم ہے کہ اس نے ایسا بندوبست فرما دیا کہ یہ علمی ذخیرہ استفادہ عام کے لیے طبع ہو سکا۔

پہلی جلد کی اشاعت کے بعد اس کی مقبولیت اور علماء کرام کی طرف سے داد تحسین اور مزید جلدوں کی اصرار اور طلب نے اپنی کوتاہی کا زیادہ شدت سے احساس دلایا کہ اس علمی ذخیرہ اور نادر خزانوں کو مخفی رکھ کر جہاں حضرت مفتی محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حق کی ادائیگی میں بہت زیادہ کوتاہی ہوئی وہیں علماء اُمت اور اہل علم کو بھی اس علمی ذخیرہ سے محروم رکھنے کا بھی عظیم جرم سرزد ہوا۔ کتنے اہل علم اور اکابر علماء کرام اس علمی ذخیرہ کے استفادہ کی حسرت لیے اس دنیا سے رُخصت ہو گئے اور ان کے ان حسرت زدہ دل کو اس کوتاہی سے کتنی زیادکوفت ہوئی ہوگی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں حضرت مفتی محمود کے متعلقین کی اس کوتاہی کو درگزر فرمائے۔ بہرحال پہلی جلد کی اشاعت کے بعد علماء کرام کے طبقہ کی طرف سے جس پسندیدگی کا اظہار کیا گیا اور حضرت مولانا مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ کے مدلل اور مستند فتاویٰ کی جس طرح داد تحسین کی گئی اس نے مزید جلدوں کی فوری اشاعت کے تقاضوں کی شدت میں اضافہ کیا اور ہر طرف سے یہ صدائیں کانوں میں پڑنے لگیں کہ دوسری جلد کب آئے گی لیکن جیسا کہ آپ کو اور ہمیں اندازہ ہے کہ دینی مدارس میں نقل فتاویٰ کا زیادہ اہتمام نہیں کیا جاتا اور اگر کیا بھی جاتا ہے تو احتیاط کے تقاضوں کو ملحوظ نہیں رکھا جاتا۔ بیشتر جید علماء کے بہت ہی اہم فتاویٰ نقل فتاویٰ کا انتظام نہ ہونے کی وجہ سے ضائع ہو گئے۔ اس بنا پر مفتی محمودؒ کے فتاویٰ کی نقل حاصل کرنا اور پھر ان فتاویٰ میں یہ دیکھنا کہ نقل میں کوئی عبارت رہ تو نہیں گئی اور پھر حوالہ جات وغیرہ کا موازنہ کرنا یہ سب اتنے کٹھن امور ہیں جو کہ ایک محنتی اور محقق عالم دین اور صاحب فتاویٰ سے محبت وعقیدت رکھنے والے سے ہی ممکن تھا۔ ابتدا میں بہت سارے لوگوں نے اس کام کا بیڑہ اُٹھایا لیکن مشکلات سے سینہ

سپر ہونے کی بجائے وہ سرنگوں ہوتے رہے۔ تاآنکہ ہمارے مولانا نعیم الدین استاد حدیث جامعہ مدنیہ، مولانا عبدالرحمٰن خطیب عالی مسجد لاہور، مولانا محمد عرفان استاذ جامعہ مدنیہ لاہور نے کام کا بیڑہ اُٹھایا اور الحمدللہ ان کی کاوشیں بارآور ثابت ہوئیں۔ پہلی جلد کے بعد اب دوسری جلد الحمدللہ طباعت کے لیے جا رہی ہے۔ جس انداز سے یہ حضرات کام میں دلچسپی لے کر اس کو دلجمعی کے ساتھ کر رہے ہیں اُمید ہے کہ اگلے دو سالوں میں یہ مجموعہ جو کہ آٹھ جلدوں پر محیط ہوگا اشاعت کے مراحل طے کرے گا۔ (انشاءاللہ) دوسری جلد میں زیادہ مسائل ''صلوٰۃ'' سے متعلق ہیں۔ اس کے آغاز کے لیے امامت کے مسائل کا انتخاب کیا گیا۔ اس کے بعد نماز کے دیگر ابواب کو پیش نظر رکھا گیا ہے۔ ترتیب میں حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ رحمۃ اللہ کے طرزِ اسلوب کو اپنایا گیا ہے۔

میں اس جلد کی اشاعت پر اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ شکر بجالاتے ہوئے اپنے مندرجہ بالا مخلص علماء کرام اور خاص طور پر برادر عزیز حافظ ریاض درانی کا بہت زیادہ ممنون و مشکور ہوں۔ اللہ تعالیٰ ان حضرات کو اپنی طرف سے بہترین جزا عطا فرمائے اور اللہ تعالیٰ سے دُعا گو ہوں کہ حضرت مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ کے اس مجموعہ کو ان کے لیے صدقہ جاریہ اور علماء اُمت اور اہل علم اور اُمت کے لیے بہت زیادہ نافع بنائے۔ علماء کرام اور اہل علم سے درخواست ہے کہ اس مجموعہ میں اگر کوئی کمی محسوس فرمائیں یا کسی مسئلہ میں اشتباہ ہو تو فوری طور پر مطلع فرمائیں تاکہ اگلی اشاعتوں میں اس کی تصحیح کی جا سکے۔

واخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین

(مولانا) فضل الرحمٰن
امیر جمعیۃ علماء اسلام پاکستان

باب الامامت

کیا تاش کھیلنے، فحش گانے سننے اور قرآن غلط پڑھنے والا امامت کے لائق ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دریں مسئلہ کہ ایک امام مسجد فسق کے امور یعنی ریڈیو میں فحش قسم کے اور غیر فحش گانے سنتا ہو، تاش کھیلتا ہو، بالوں کو بنا سنوار کر بازار میں ننگے سر چلتا ہو اور قرآن بھی غلط پڑھتا ہو، دیگر پانچ وقت جماعت میں بھی شامل نہ ہوتا ہو، کبھی دو میں حاضر ہوا اور کبھی کسی ایک ہی میں آیا یعنی سال میں ایک مہینہ بھی پورے پانچ وقت حاضر نہیں ہوتا۔ لوگ انتظار کر کے اکیلے پڑھ کر چلے جاتے ہیں۔ کئی دفعہ ایسا بھی ہوا کہ عشاء کی نماز میں نہیں آیا تو لوگ بہت انتظار کے بعد گھر بلانے کے لیے گئے تو بہت آوازیں دینے کے بعد آنکھیں ملتے باہر نکلے۔ پوچھا کیا کام ہے تو کہا کہ لوگ مسجد میں آپ کا انتظار کر رہے ہیں تو گھر سے کرتہ اٹھا کر آئے اور نماز پڑھائی تو کیا ایسے شخص کو امام بنانا اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے اور اس کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے یا نہ۔ دیگر موافق و مخالف بار بار سمجھا چکے ہیں، وعدہ بھی کر لیتا ہے کہ پانچ وقت نماز میں جماعت سے ادا کروں گا لیکن پھر نہیں پڑھتا اور دوبارہ وہی کام کرتا ہے تقریباً دس گیارہ سال سے یہ ہو رہا ہے۔ لیکن اس کی عادت میں ذرہ بھر بھی فرق نہیں آیا ہے۔

﴿ج﴾

گانا سننا نیز تاش کھیلنا شرعاً حرام و ناجائز وفسق ہیں اگر واقعی یہ امام ان افعال مذکورہ کا مرتکب ہے تو وہ شرعاً فاسق ہے[1] قابل امامت نہیں اور جبکہ وہ قرآن بھی غلط پڑھتا ہے اور مزاج و چال بھی فساق و متکبرین

---

۱) قلت وفی البزازیة استماع صوت الملاهی کضرب قصب ونحوه حرام لقوله علیه الصلوة والسلام استماع الملاهی معصیة والجلوس علیها فسق الدرالمختار کتاب الحظر والاباحة۶/۳۴۹ طبع ایچ ۔ ایم ۔ سعید کراتشی. وکذا فی البحر الرائق کتاب الکراهیة . فصل فی الاکل والشرب ۸/۳۴۶طبع مکتبه رشیدیه کوئٹه. وکذا فی خلاصة الفتاوی کتاب الکراهیة. الفصل الثالث فیما یتعلق بالمعاصی ۴/ ۳۴۵. طبع ایچ ۔ ایم ۔ سعید کراتشی.
وکره تحریما (اللعب بالنردو) کذا شطرنج در المختار کتاب الحظر والاباحة فصل فی البیع ۶/ ۳۹۴ طبع ایچ ۔ ایم ۔ سعید کراتشی.

کا رکھتا ہے کہ بال بنا سنوار کر بازار میں ننگے سر چلتا ہے اور نیز جب کہ وہ پانچوں نمازوں میں بھی حاضر نہیں ہوتا گویا وہ خود تارک جماعت ہے (۱) اور عشاء کی نماز میں خصوصاً حاضر نہیں ہوسکتا اور ان افعال کے ترک کرنے پر اس امام کو موافق ومخالف بار بار سمجھا چکے ہیں اور اتنے لمبے عرصہ میں ان افعال سے وہ باز نہیں آیا تو یہ ہرگز امام بننے کی اہلیت نہیں رکھتا (۲) لہٰذا اہل مسجد ومحلّہ پر شرعاً لازم وواجب ہے کہ اس کو امامت سے ہٹا دیں (۳) ورنہ وہ شرعاً مجرم وگنہگار رہوں گے (۴) اور اس کی جگہ کسی جید عالم صالح صحیح قرآن پڑھنے والے امام کو مقرر کرلیں (۵)۔ فقط واللہ اعلم۔

بندہ احمد عفا اللہ عنہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم، ملتان

الجواب صحیح عبداللہ عفا اللہ عنہ

---

۱) الجماعة سنة مؤكدة لا يجوز لاحد التاخير عنها إلا بعذر، تاتارخانيه ۱/ ۶۲۷ طبع ادارة القرآن والعلوم الاسلاميه وفى حاشية الطحطاوى علي مراقى الفلاح (والصلوة بالجماعة سنة) فى الاصح مؤكدة شبيهة بالواجب فى القوة...... وفى رواية درجة فلا يسع تركها إلا بعذرص:۲۸۶، ۲۸۷ طبع قديمى كتب خانه. الجماعة سنة مؤكدة لقوله عليه الصلوة والسلام "الجماعة من سنن الهدى لا يتخلف عنها إلا المنافق ترك الجماعة بغير عذر يجب به التعزير الخ بناية شرح الهداية ۲/ ۳۲۵،۳۲۶ طبع دارا الكتب العلمية.

۲) ويكره تنزيها (إمامة عبد) ...... وفاسق الدرالمختار كتاب الصلوة باب الإمامة ۱/ ۵۵۹طبع ايچ ـ ايم ـ سعيد كراتشى. ومثله فى خلاصة الفتاوىٰ كتاب الصلوة الفصل الخامس عشر فى الامامة والقتداء ۱/ ۱۴۵ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه .

ومثله فى البناية شرح الهداية كتاب الصلوة باب الإمامة ۱/ ۳۳۲، ۳۳۳ طبع دارا الكتب العلمية.

۳) وأما الفاسق فقد عللوا كراهة تقديمه بأنه لا يهتم لامر دينه وبأن فى تقديمه للإمامة تعظيمه وقد وجب عليهم إهانته شرعاً، رد المحتار كتاب الصلوة باب الإمامة ۱/ ۵۶۰ طبع ايچ-ايم ـ سعيد كراتشى.

وكذا فى البناية شرح الهدايه والفاسق لانه لا يهتم لامر دينه كتاب الصلوة باب الإمامة ۲/ ۳۳۳ طبع دارالكتب العلمية بيروت لبنان وكذا فى النهر الفائق والفاسق بجارحة بدليل عطف المبتدع عليه لعدم إهتمامه بأمر دينه كتاب الصلوة باب الإمامة ۱/ ۲۴۲ طبع دارالكتب العلمية بيروت لبنان

۴) عن ابى بكر الصديق رضى الله عنه إنى سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول ان الناس إذا رأوا منكراً فلم يغيروه يوشك ان يعمهم الله بعقابه رواه إبن ماجه والترمذى. مشكوة المصابيح باب الامر بالمعروف الفصل الثانى ۱/ ۴۳۶ طبع قديمى كتب خانه . وكذا فى الترمذى باب ما جاء فى نزول العذاب إذا لم يغير المنكر، ۲/ ۳۹ طبع ايچ- ايم - سعيد.

۵) وفى فتاوى الارشاد: يجب أن يكون إمام القوم فى الصلوة أفضلهم فى العلم والورع والتقوى والقراءة والحسب والنسب والجمال على هذا إجماع الامة. تاتارخانيه كتاب الصلوة من هو أحق بالامامة ۱/ ۶۰۰ طبع إدارة القرآن والعلوم الاسلاميه .

وكذا فى الدر المختار والاحق بالإمامة تقديما بل نصبا مجمع الانهر الاعلم بأحكام الصلوة (ثم الاحسن تلاوة) للقراءة ،ثم الاورع ثم الأسن، ثم الاحسن خلقاً ثم الاحسن وجها ثم الاشرف نسبا كتاب الصلوة باب الإمامة . ۱/۵۵۷، ۵۵۸طبع ـ ايچ ـ ايم ـ سعيد.

وكذا فى النهر الفائق كتاب الصلوة باب الإمامة ۱/۳۳۹طبع دار الكتب العلمية بيروت لبنان.

کیا کبیرہ گناہوں میں مبتلا شخص کے پیچھے نماز جائز ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ:

(۱) ایک مولوی صاحب امامت کراتے ہیں اور ان میں اکثر قبیح عادات جو شرعاً ممنوع ہیں پائی جاتی ہیں۔ مثلاً وعدہ خلافی اور جھوٹی قسم کھانا اور مصلے پر خرافات بکنا اور رشوت لے کر نکاح پر نکاح کرانا اور جھوٹی شہادت دینا۔ علاوہ ازیں صحت تلفظ سے نہیں پڑھ سکتے بلکہ بعض مرتبہ غلط تلفظ اس قدر زیادہ ہوجاتا ہے کہ معنی صحیح طور پر نہیں ہوسکتا اس شخص کے پیچھے نماز جائز ہے یا ناجائز۔

(۲) ایک دوسرا شخص جو کہ معانی وصحت تلفظ پر عبور رکھتا ہے۔ اس شخص کی نماز ایسے شخص کے پیچھے درست ہے یا نہیں اور نیز عام لوگوں کی نماز کا کیا حال ہے اور جو لوگ ایسے شخص کے حامی ہیں ان کے لیے کیا عتاب ہے۔

(۳) ایسے چک میں جمعہ پڑھنا جس میں حوائج پورے نہیں ہوسکتے اور اس چک میں لوگ جمعہ کے عادی ہیں کیا جمعہ ہوتا ہے یا نہیں نیز دوسرے چکوں سے لوگ جمعہ کے لیے آ کر پڑھتے ہیں اور اگر مولوی صاحب کہتے ہیں ان کو کہ جمعہ ناجائز ہے تو مولوی صاحب کو لوگ مجبور کرتے ہیں کہ بعض لوگ جمعہ میں شریک ہو کر وعظ سن کر نماز کے پابند ہوجاتے ہیں۔

﴿ج﴾

(۱) ان عادات والا شخص فاسق ہوجاتا ہے اور فاسق کی امامت مکروہ تحریمی ہے [۱]۔ تمام فقہاء نے اس کی تصریح کی ہے اس لیے اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے اور اگر تلفظ میں کبھی فحش غلطی کرتا ہے تو اس وقت نماز فاسد بھی ہوجائے گی [۲]۔

---

۱) بل مشى فى شرح المنية على أن كراهة تقديمه كراهة تحريم شامى كتاب الصلوة باب الإمامة ۱/ ۵۶۰ طبع ایچ۔ ایم۔ سعید. ومثله كتاب الصلوة باب الإمامة ص ۵۱۳ طبع سعیدی کتب خانه کانسی روڈ کوئٹه (حلبی کبیر).

ومثله فى حاشيه الطحطاوى كتاب الصلوة باب الإمامة ص ۳۰۳ طبع قدیمی کتب خانه.

۲) وان ذكر حرفاً مكان حرف وغير المعنى فإن أمكن الفصل بين حرفين من غير مشقة كالطاء مع الصاد فقراء الطالحات مكان الصالحات تفسد خانيه كتاب الصلوة فصل فى قراءة القرآن ۱/ ۱۴۱ طبع مكتبه علوم اسلاميه. وكذا فى الخلاصة كتاب الصلوة الفصل الثانى عشر فى زلة القارى ۱/ ۱۰۶ طبع مكتبه رشيديه. وكذا فى رد المحتار كتاب الصلوة مطلب مسائل زلة القارى ۱/ ۶۳۱ طبع ایچ۔ ایم سعید.

(۲) ایسے شخص کے پیچھے عالم قاری یا غیر قاری یا عوام سب کی نماز مکروہ تحریمی ہے[1]۔ البتہ تلفظ میں خطا فحش ہونے سے اگر فساد آوے گا تو سب کی نماز فاسد ہوگی۔ اس لیے ایسے شخص کی حمایت نہ کرنا چاہیے بلکہ کسی عالم قاری کو امام بنانا ضروری ہے[2]۔

(۳) حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک جمعہ فی القریٰ جائز نہیں ہے[3] جمعہ ترک کرنا لازم ہے[4]، نہ مولوی صاحب کے لیے جائز کہ وہ پڑھائے اور نہ لوگوں کو اسے مجبور کرنا صحیح ہے[5]۔ وعظ کے لیے جمعہ کے علاوہ بھی اجتماع ہوسکتا ہے۔ اگر لوگ اتنے شوقین ہیں تو کسی بھی دن وعظ کے لیے جمع ہوکر وعظ سن لیا کریں۔ بہرحال جمعہ جائز نہ ہوگا لا جمعة ولا تشريق الا في مصر جامع (الحدیث)[6]۔

---

١) ويكره ان يكون الأمام فاسقا ويكره للرجال أن يصلوا خلفه تاتارخانيه كتاب الصلوة من هو أحق بالامامة ١/ ٦٠٣ طبع مكتبه إدارة القرآن والعلوم الاسلاميه وكذا فى رد المحتار كتاب الصلوة باب الامامة ١/ ٥٥٩ طبع ايچ- ايم- سعيد وكذا فى البحر الرائق كتاب الصلوة باب الامامة ١/ ٦١١ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه .

٢) وفى فتاوى إلارشاد يجب أن يكون امام القوم فى الصلوة أفضلهم فى العلم والورع والتقوى والقراءة كتاب الصلوة من هو أحق بالامامة ١/ ٦٠٠طبع مكتبه ادارة القرآن والعلوم الاسلامية (تاتارخانيه) وكذا فى الدر المختار كتاب الصلوة باب الإمامة ١/ ٥٥٧ طبع ايچ ـ ايم ـ سعيد.
وكذا فى النهر الفائق كتاب الصلوة باب الأمامة ١/ ٢٣٩طبع دارالكتب العلمية بيروت لبنان.

٣) فلا تجب على أهل القرى التى ليست من توابع المصر كتاب الصلوة وأما بيان شرائط الجمعة بدائع الصنائع ١/ ٢٥٩طبع مكتبه رشيديه كوئٹه .
وكذا فى البحر الرائق كتاب الصلوة باب الصلوة الجمعة ٢٤٨/٢ طبع رشيديه كوئٹه .
وكذا فى فتاوى الهندية، كتاب الصلوة الباب السادس عشر فى صلاة الجمعة ١/ ١٤٥ مكتبه علوم اسلاميه چمن .

٤) ولا يصح أداء الجمعة فيها كتاب الصلوة وأما شرائط الجمعة بدائع الصنائع ١/ ٢٥٩ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه . وكذا فى البحر الرائق فان المذهب عدم صحتها فى القرى فضلاً عن لزومها كتاب الصلوة باب الجمعة ٢/ ٢٤٨ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه.
وكذا فى حلبى كبير كتاب الصلوة باب الجمعة ٥٤٩ طبع سعيدى كتب خانه .

٥) عن ابن عمر رضى الله عنه ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال على المرء المسلم الطاعة فيما أحب أو كره إلا يؤمر بمعصية فاذا امر بمعصية فلا سمع ولا طاعة باب اطاعة الامام ص ٢١١ طبع ايچ ـ ايم- سعيد. وكذا فى صحيح البخارى كتاب الجهاد باب السمع والطاعة ١/ ٤١٥ قديمى كتب خانه كراچى. وكذا فى الدر المختار كتاب الجهاد باب البغاة ٤/ ٢٦٤طبع ايچ- ايم ـ سعيد .

٦) عن على رضى الله عنه أنه قال لا جمعة ولا تشريق إلا فى مصر جامع باب عدم جواز الجمعة فى القرى إعلاء السنن ٣/٨ طبع دار القرآن وكذا فى نصب الراية باب صلوة الجمعة ٢٠٢/٢ طبع مكتبه حقانيه .

امامت سے معذوری کی بنا پر سبکدوش ہونے کے بعد کیا سابقہ امام کسی چیز کا مطالبہ کرسکتا ہے

کیا فرماتے ہیں علماء دین ان مسائل کے بارے میں کہ:

(۱) زید مسجد کی امامت سے بیماری بڑھنے وغیرہ کی وجہ سے معذور تھا۔ امامت کے قابل نہ تھا۔ خود اجازت دی امام مقرر کرلو اب امام مقرر کرلیا گیا اور اب اس کی زمین ذاتی کافی ہے۔ بال بچہ دار نہیں صرف میاں بیوی ہیں۔ اس صورت میں مسجد کا حصہ یا وہ زمین جو کہ مسجد کے لیے سرکاری طور پر امام مسجد کے نام مقرر ہوتی ہے کھا سکتا ہے۔ جب کہ دوسرا امام باوجودیکہ امامت، جمعہ، جماعت کراتا ہے بال بچہ دار ہے اور جو مقرر کردہ اشیاء تھیں تمام نہیں ادا کرتے تنگ بہت ہے مقروض ہے۔ اس صورت میں یہ زمین کس امام مسجد کا حق ہے از روئے شریعت اول امام پر حلال ہے یا ناجائز ہے کون کھا سکتا ہے۔

(۲) زید تارک جماعت ہے اور نماز عشاء ہمیشہ بے جماعت پڑھتا رہا۔ امام میں شرعی نقص کوئی نہیں پھر بھی تارک ہے۔ ایسے آدمی کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے جب کہ امام مقرر کردہ موجود نہ ہو۔ امام کے ساتھ اختلاف یا دشمنی رکھتا ہو۔ یہ مقرر کردہ امام کا خلیفہ ہوسکتا ہے یا پھر اجازت امام کے بعد امامت کرا سکتا ہے۔

(۳) زید نے قبل ازیں ڈھول راگ رنگ میں زندگی بسر کی اب آخر عمر میں امامت کے قابل ہوسکتا ہے۔ قرآن ترجمہ کے ساتھ نہیں پڑھتا نہ ترجمہ جانتا ہے۔ سنی سنائی باتیں پکا کر تقریر کرے یا جمعہ پڑھائے جب کہ اس کو علم نہ ہو کہ میں قرآن کے موافق مسئلہ کرر ہا ہوں یا مخالف، کیا یہ جائز ہے۔

(۴) زید امام مقرر ہو چکا سب کی رضامندی سے اب اگر کوئی شخص مقرر کردہ امام سے آکر اختلاف کرے اور اتہام رکھے تو کیا ایسے شخص کی امامت درست ہے۔

(۵) امام مسجد مقرر کیا۔ تمام لوگ خدمت مال نہیں کرتے جو مقرر کی تھی۔ کچھ کرتے ہیں کیا تنگ دستی کی وجہ سے ان کو امام کہے تم کیوں نہیں دیتے۔ مقرر کردہ حق خدمت ادا کرو اس صورت میں اس سوال سے نماز میں کچھ خلل آتا ہے۔ اگر عشر یا زکوٰۃ فطرانہ فقیری کی وجہ سے لے تو کوئی حرج تو نہیں۔ یہ مال دینا درست ہے۔

(۶) امام مسجد امامت کے ساتھ کوئی کسب کرسکتا ہے۔ ایک مقتدی ضد کرتا ہے۔ تاخیر کر کے نماز پڑھواتا ہے۔ امام اس پر راضی نہیں۔ کیا مقتدی کی نماز درست ہے۔ اگر امام خود اذان پڑھے۔ خود ہی تکبیر

کہہ دے۔ خود ہی جماعت کرائے کیا کوئی شرعی نقص یا خرابی ہے یا کراہت ہے امام کے لیے۔

(۷) زید اذان پڑھ کر کہیں جاتا نہیں۔ مسجد میں صف میں آکر ملتا ہے محض اس خیال پر کہ اس طرح مسئلہ ہے کہ اذان کوئی پڑھے۔ تکبیر کوئی پڑھے۔

﴿ج﴾

(۱) مسجد کا فنڈ یا مسجد کی زمین مسجد کے لیے ہوتے ہیں۔ اگر سابقہ بوڑھا امام فی الحال امامت نہیں کرتا، بلکہ امام دوسرا مقرر ہے تو وہ اپنا سابقہ امامت کرنے کی بناء پر مسجد کے فنڈ یا اس مسجد کے امام کے لیے سرکاری زمین سے لینے کا حقدار نہیں، اس کے لیے جائز نہیں۔ خصوصاً اس صورت میں جب کہ اس کا اپنا مال بھی اسے کفایت کرتا ہے[1] اور دوسرا مقرر کردہ امام جب کہ فی الحال وہ امامت کرتا ہے اور نیز وہ لاچار اور مجبور ہے۔ مسجد کے فنڈ اور اس زمین کی آمدنی سے کچھ لے، یہ دوسرا امام لینے کا حقدار ہے۔ اس سے لے سکتا ہے[2]۔

(۲) تارک جماعت فاسق ہے[3]۔ فاسق کی امامت مکروہ ہے[4]۔ وہ امام مقرر نہیں کیا جا سکتا

---

۱) ولو شرط الواقف فی الوقف الصرف إلی إمام المسجد وبین قدره یصرف إلیه إن کان فقیراً وإن کان غنیاً لا یحل کتاب الوقف الفصل الثانی فی الوقف عالمگیریہ ۴۶۳/۲ طبع بلوچستان بکڈپو.
وکذا فی خلاصة الفتاوی کتاب الوقف جنس اخر ۴/ ۴۲۶ طبع متبہ رشیدیہ کوئٹہ.
وکذا فی الهندیه کتاب الوقف الباب الثالث الفصل الثانی ۲/ ۳۷۱ طبع بلوچستان بکڈپو.

۲) إن أراد أن یصرف شیئا من ذالك إلی إمام المسجد...... فلیس له إلا اذا کان الواقف شرط ذالك فی الوقف کتاب الوقف الفصل الثانی فی الوقف عالمکیریہ ۲/ ۴۶۳ طبع بلوچستان بکڈپو.
وکذا فی خلاصة الفتاوی وکذا الوقف علی الفقهاء والمؤذنین، امام المسجد إذا أخذا لغلة وذهب قبل مضی السنة لا یسترد منه غلة بعض السنة والعبرة لوقت الحصاد فان کان الامام وقت الحصاد یؤم فی المسجد یستحق کتاب الوقف جنس آخر ۴/ ۴۲۶ طبع مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ.

۳) الجماعة سنة مؤکدة لا یجوز لاحد التاخیر عنها إلا بعذر تاتارخانیه ،کتاب الصلوة الفصل الثامن فی الحث علی الجماعة ۱/ ۶۲۷طبع ادارة القرآن ، وکذا فی حاشیة الطحطاوی علي مراقی الفلاح کتاب الصلوة ، باب الامامة ، ۲۸۶،۲۸۷ طبع قدیمی کتب خانه، وکذا فی البنایة شرح هدایه، کتاب الصلوة باب الامامة ۲/۳۲۵،۳۲۶ طبع دارالکتب العلمیة.

۴) ویکره تنزیها(إمامة عبد)...... وفاسق در مختار کتاب الصلوة باب الامامة ۱/ ۵۵۹ طبع ایچ۔ ایم۔ سعید.ومثله فی الخلاصة کتاب الصلوة الفصل الخامس عشر فی الامامة والاقتداء ۱/۱۴۵ طبع مکتبه رشیدیه کوئٹه. ومثله فی البنایه شرح هدایه کتاب الصلوة باب الامامة ۲/۳۳۲،۳۳۳ طبع دار الکتب العلمیة.

ہے (۱)۔ جب کہ امام مقرر میں کوئی شرعی نقص نہیں اور کوئی شخص ذاتی دشمنی واغراض کی وجہ سے اس کے پیچھے نماز نہ پڑھتا ہو وہ گنہگار ہے (۲)۔ مقرر امام کے علاوہ جب کہ خود وہ امام مقرر امامت کرتا ہو اس کی اجازت کے بغیر اس کی مسجد میں کسی دوسرے کے لیے جائز نہیں (۳)۔

(۳) زید میں اگر امامت کرنے کی اہلیت ہے۔ شرائط امامت اس میں پائے جاتے ہیں اور اس نے سابقہ زندگی غلط طریقے پر ناجائز کاموں میں صرف کی ہو اور اب وہ دل سے تائب ہو گیا ہو تو اس کی امامت درست ہے (۴) اور اگر واقعی اس میں اہلیت نہیں اور امامت کے موقوف علیہ مسائل سے وہ واقفیت نہ رکھتا ہو تو اس کی امامت شرعاً جائز نہیں (۵) نیز قرآن وحدیث پڑھا ہوا نہ ہو اور اسے غلط وصحیح کہنے کی تمیز نہ ہو کہ (۶)

---

۱) ویکره أن يكون الامام فاسقاً ويكره للرجال أن يصلوا خلفه ، تاتارخانيه كتاب الصلوة باب من هوا حق بالامامة ١/٦٠٣ طبع إدارة القرآن والعلوم الاسلاميه وكذا فى رد المختار كتاب الصلوة باب الامامة ١/ ٥٥٩ طبع ايچ۔ ايم ۔ سعيد . وكذا فى البحر الرائق كتاب الصلوة باب الامامة ١/ ٦١١ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه.

۲) ولو أم قوما وهم له كارهون) إن الكراهة) لفساد فيه أو لانهم أحق بالامامة منه كره له ذلك تحريما درمختار كتاب الصلوة باب الامامة ١/ ٥٥٩ طبع ايچ۔ ايم سعيد۔ وكذا فى التاتارخانيه كتاب الصلوة الفصل السادس فى بيان من هو أحق بالامامة ١/٦٠٣،٦٠٤ طبع إدارة القرآن وكذا فى البحر الرائق كتاب الصلوة باب الامامة ١/٦٠٩طبع مكتبه رشيديه كوئٹه.

۳) واعلم أن (صاحب البيت) ومثله إمام المسجد الراتب) اولى بالامامة من غيره مطلقاً درمختار كتاب الصلوة باب الامامة ١/ ٥٥٩ ايچ۔ ايم ۔ سعيد. وكذا فى البحر الرائق كتاب الصلوة باب الامامة /٦٠٩طبع مكتبه رشيديه كوئٹه وكذا فى الهندية كتاب الصلوة الباب الخامس فى الامامة الفصل الثانى ١/٨٣طبع مكتبه رشيديه كوئٹه.

٤) وإنى لغفار لمن تاب وامن وعمل صالحا ثم اهتدى س۔ طه ۔ت ٨٢. وعن عبد الله بن مسعود رضى الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم التائب من الذنب كمن لا ذنب له مشكوة المصابيح باب التوبة والاستغفار ص ٢٠٦ طبع قديمى كتب خانه وكذا فى ابن ماجه باب ذكر التوبة ص ٣٢٣ طبع ايچ۔ ايم۔ سعيد.

٥) والاحق بالامامة الأعلم باحكام الصلوة فقط صحة وفساداً بشرط اجتنابه للفواحش الظاهرة ثم الاحسن تلاوة للقراءة ، ثم الاورع ثم الاسن ثم الاحسن خلقاً الدر المختار ١/٥٥٧،٥٥٨ طبع ايچ۔ ايم ۔ سعيد. وكذا فى بدائع الصنائع، كتاب الصلوة وأما بيان من هو أحق بالامامة ١/١٥٧ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه. وكذا فى النهر الفائق، كتاب الصلوة ، باب الامامة ، ١/٢٣٩ طبع دارالكتب العلمية.

٦) والأمى يجب عليه كل الاجتهاد فى تعلم ما تصح به الصلوة ثم فى القدر الواجب وإلا فهوا ثم كتاب الصلوة بحر الرائق باب الامامة ١/٦٤٢ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه . وكذا فى حلبى كبير، كتاب الصلوة ، من يصلح إماما لغيره ومن لا يصلح ١/٦٠٦ طبع إدارة القرآن والعلوم الاسلاميه.

آیا میں کتاب اللہ وحدیث رسول اللہ ﷺ کے موافق بولتا ہوں یا مخالف یا بغیر تحقیق کے سنی سنائی باتیں کرتا ہو اور کوئی وعظ کرتا ہو۔ ایسے شخص کے لیے وعظ وتقریر کرنا شرعاً جائز نہیں (۱)۔

(۴) اپنے اغراض کے لیے بلا وجہ کسی کو متہم کرنا شرعاً فسق ہے۔ ایسا شخص شرعاً امامت نہیں کرسکتا۔ مستقل امام نہیں رکھا جاسکتا (۲)۔

(۵) امام اس صورت میں اپنے مقرر کردہ حق کا مطالبہ کرسکتا ہے (۳)۔ نیز اگر وہ صاحب نصاب نہیں فقیر ہے مصرف ہے زکوٰۃ، عشر، فطرانہ وغیرہ کا تو لے سکتا ہے (۴)۔ جبکہ خدمت کے عوض کے طور پر نہ ہو اس کے امامت کرنے میں شرعاً کوئی قباحت نہیں آتی۔

(۶) امام بلاشبہ امامت کے ساتھ دوکانداری کرسکتا ہے۔ جب کہ معاملۂ دوکانداری میں منہیات و مکروہات سے بچتا ہو اور نیز دکان میں مشغول ہونے کی وجہ سے جماعت بے وقت نہ کراتا ہو۔ کسب حلال ثواب ہے۔ کمانا چاہیے (۵)۔

---

۱) القصص المكروه أن يحدثهم بما ليس له أصل معروف أو يعظهم بما لا يتعظ به أو يزيد وينقص يعنى فى أصله الدر المختار كتاب الحظر والإباحة فصل فى البيع ٦/ ٤٢٢ طبع ايچ۔ ايم ۔سعيد.
كذا فى البحر الرائق كتاب الصلوة باب الامامة ١/ ٦١١ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه.

۲) يكره ان يكون الامام فاسقاً ويكره للرجال أن يصلوا خلفه تاتار خانيه كتاب الصلوة من هو أحق بالامامة ١/ ٦٠٣ طبع إدارة القرآن والعلوم الاسلامية وكذا فى ردالمحتار ، كتاب الصلوة باب الامامة ٥٥٩ طبع ايچ۔ ايم ۔سعيد.
وكذا فى البحر الرائق كتاب الصلوة باب الامامة ١/ ٦١١ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه.

۳) يفتى اليوم بصحتها لتعليم القرآن والفقه والامامة والأذان كتاب الحظر و الاجارة باب الاجارة الفاسدة ٦/ ٥٥ طبع ايچ۔ ايم ۔ سعيد الدر المختار وكذا فى البحر الرائق كتاب الاجارة باب الاجارة الفاسدة ٨/ ٣٣ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه.
وكذا فى البنايه شرح الهدايه كتاب الاجارة باب الاجارة الفاسدة ١٠/ ٢٨١. وكذا فى الدر المختار أى مصرف الزكاة والعشر وأما خمس المعدن فمصرفه كالغنائم هو فقير وهو من له أدنى شئ الخ كتاب الزكاة باب المصرف ٢/ ٣٣٩ طبع ايچ۔ ايم۔ سعيد. وكذا فى البحر الرائق كتاب الزكاة باب المصرف ٢/ ٢١٩ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه.

٤) انما الصدقات للفقراء الأية س۔ التوبة۔ ت ٦٠ پ۔ ١٠.
وكذا فى الدر المختار أى مصرف الزكاة والعشر وأما خمس المعدن فمصرفه كالغنائم هو فقير وهو من له أدنى شئ الخ كتاب الزكاة باب المصرف ٢/ ٣٣٩ طبع ايچ۔ ايم ۔ سعيد وكذا فى البحر الرائق كتاب الزكاة باب المصرف ٢/ ٤١٩ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه.

٥) وعن عبد الله رضى الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم طلب كسب الحلال فريضة بعد الفريضة رواه البهيقى فى شعب الايمان مشكوة المصابيح باب الكسب وطلب الحلال الفصل الثالث ص :٢٤٢ طبع قديمى كتب خانه .

(۷) کسی مقتدی کے لیے امام کو اپنے تابع بنانا جائز نہیں مقتدی غلطی پر ہے اسے امام کو اپنے تابع بنانا جائز نہیں۔ زید کا یہ خیال کہ اذان اور دے اور امامت دوسرا کرے یہ خیال محض باطل ہے۔ بلکہ مسئلہ یہ ہے کہ جو اذان دیتا ہے اقامت اسی کا حق ہے[1] مؤذن کے اذن کے بغیر اور کوئی ثواب کی خاطر اقامت کہنا چاہتا ہو کہ اقامت کا ثواب میں حاصل کروں شرعاً اسے یہ حق حاصل نہیں۔ بلکہ اقامت مؤذن کا حق ہے اور مؤذن کسی کو اپنی خوشی سے اقامت کی اجازت دیتا ہو۔ شرعاً اجازت دے سکتا ہے لیکن اس صورت کو اولیٰ سمجھنا اور باعث ثواب سمجھنا صحیح نہیں بنسبت اس کے کہ ایک شخص اذان و اقامت کہے اس لیے کہ خیر القرون سے اس زمانے تک عموماً یہی عمل ہے۔

جس شخص میں فسق وفجور والے نقائص ہوں اس کی امامت کا حکم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین دریں مسئلہ کہ زید امامت کرتا ہے اور اس میں چند نقص ہیں۔ جس کی وجہ سے مقتدی اسے امامت پر رکھنا نہیں چاہتے۔ بعض اوقات جماعت کی حالت میں زید کو غشی ہو جاتی ہے اور مقتدی نماز توڑ کر اس کو اٹھاتے ہیں، حقہ بہت پیتا ہے۔ بدعتی ہے نیز سنی شیعہ کے ساتھ تعلقات ہیں۔ اٹھنا بیٹھنا رکھتا ہے۔ زانی ہے اس بات کی گواہی اکثر اور معتبر لوگ دیتے ہیں اور جن نوجوان بچیوں کو پڑھاتا ہے، ان سے چھیڑ چھاڑ بھی کرتا ہے اور وہ بچیاں اس بات کی گواہ ہیں۔ زید کا بھائی بکر ہے اور بکر زید کی بیوی سے ناجائز تعلقات رکھتا ہے اور زید کی لڑکی جو کہ بالغ نہیں ہوئی اس کا رشتہ بکر کے لڑکے سے ہو رہا ہے جو کہ بہن بھائی بن جاتے ہیں۔ نکاح علی النکاح اکثر پڑھاتا رہتا ہے۔ ان نقائص کی بناء پر مقتدی اسے رکھنا نہیں چاہتے، ایسا شخص امامت کے لائق ہے یا نہیں۔

---

۱) فارا وبلال ان يقيم فقال له النبى صلى الله عليه وسلم ان اخاء صداء هو اذن ومن أذن فهو يقيم قال فاقَمْتُ كتاب الصلوة باب الرجل يؤذن ويقيم ابوداؤد ص: ۸۷ طبع مكتبه رحمانيه . ومثله فى الهندية والافضل أن يكون المؤذن هو المقيم كذا فى الكافى كتاب الصلوة باب الثانى ۵۴/۱ طبع مكتبه علوم إسلاميه چمن. وكذا فى رد المحتار كتاب الصلوة باب الأذان مطلب فى المؤذن إذا كان غير محتسب فى أذان ۳۹٦/۱ طبع ايچ۔ ايم ۔ سعيد.

۲) وإن أذن رجل وأقام رجل آخر إن غاب الاول جاز من غير كراهة وإن كان حاضراً وتلحقه الوحشة باقامة غيره يكره وإن رضى به لا يكره عندنا كتاب الصلوة باب الاذان ، نوع آخر تارتاخانيه ۵۲۰/۱ طبع إدارة القرآن والعلوم الاسلاميه. وكذا فى رد المحتار كتاب الصلوة باب الاذان مطلب فى المؤذن اذا كان غير محتسب فى آذانه ۳۹۵/۱ طبع ايچ ۔ ايم ۔ سعيد وكذا فى الهندية كتاب الصلوة باب الثانى فى الاذان ۵۴/۱ طبع مكتبه علوم إسلاميه چمن.

﴿ج﴾

تحقیق کی جاوے اگر زید میں واقعی یہ نقائص موجود ہیں تو وہ لائق امامت نہیں اس کو امامت سے ہٹایا جاوے(۱)۔ لان فی امامته تعظیمه و تعظیم الفاسق حرام (۲). فقط واللہ تعالیٰ اعلم

گانے سننے والے کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص گانے بجانے اور ریڈیو جان بوجھ کر سنتا ہے کیا اس کی امامت جائز ہے۔

﴿ج﴾

ریڈیو وغیرہ پر گانے بجانے سننا گناہ ہے (۳) شخص مذکور پر لازم ہے کہ اس فعل شنیع سے توبہ تائب ہو اور آئندہ کے لیے عہد کرے کہ میں کبھی ایسا کام نہیں کروں گا اور اگر وہ توبہ تائب ہوگیا تو اس کے پیچھے نماز درست ہوگی (۴) ورنہ امامت سے علیحدہ کردیا جائے (۵)۔ فقط واللہ اعلم۔

---

۱) واما الفاسق فقد عللوا كراهة تقديمه بأنه لا يهتم لامر دينه وبأن فى تقديمه للامامة تعظيمه وقد وجب عليهم إهانته شرعاً، ردالمحتار كتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵٦۰ طبع ايچ۔ ايم ۔ سعيد.
وكذا فى البناية شرح الهدايه كتاب الصلوة باب الامامة ۲/۳۳۳ طبع دارالكتب العلمية بيروت لبنان.
وكذا فى النهر الفائق، كتاب الصلوة باب الامامة ۱/۲٤۲ طبع دارا لكتب العلمية بيروت لبنان.

۲) ومثله وبأن فى تقديمه للامامة تعظيمه وقد وجب عليهم إهانته شرعاً رد المحتار كتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵٦ طبع ايچ۔ ايم ۔ سعيد. ومثله فى حاشيه الطحطاوى كتاب الصلوة باب الامامة ص:۳۰۲،۳۰۳ طبع دارالكتب العلمية بيروت لبنان .
ومثله فى حلبى كبير شرائط الصلوة الاولى باب الامامة ص:۵۱۳ طبع سعيدى كتب خانه.

۳) قلت وفى البزازيه۔ استماع صوت الملاهى كضرب قصب ونحوه حرام لقوله عليه الصلوة والسلام استماع الملاهى معصية والجلوس عليها فسق كتاب الحظر والاباحة ردالمحتار ٦/۳٤۹ طبع ايچ۔ ايم ۔ سعيد. وكذا فى البحر الرائق كتاب الكراهية فصل فى الاكل والشرب ۸/۳٤٦طبع مكتبه رشيديه كوئٹه .

٤) وانى لغفار لمن تاب وآمن وعمل صالحا ثم اهتدى ۔ س ۔ طه ۔ ت ۔ ۸۲ پ ۔ ۱٦ .
وعن عبد الله بن مسعود رضى الله عنه قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم التائب من الذنب كمن لا ذنب له مشكوة المصابيح باب التوبة والاستغفار ص: ۲۰٦طبع قديمى كتب خانه.
وكذا فى إبن ماجه باب ذكر التوبة ص:۳۲۳طبع ايچ۔ايم ۔ سعيد.

۵) بل مشى فى شرح المنية على أن كراهة تقديمه كراهة تحريم۔ شامى كتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵٦۰ طبع ايچ۔ ايم ۔ سعيد. ومثله فى حلبى كبير كتاب الصلوة باب الامامة ص ۵۱۳ طبع سعيدى كتب خانه. ومثله فى حاشيه الطحطاوى كتاب الصلوة باب الامامة ص:۳۰۲ طبع قديمى كتب خانه.

لہو ولعب میں مشغول رہنے والے کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک امام مسجد کی داڑھی بالکل کٹی ہوئی ہو۔ ایسے معلوم ہوتا کہ صافہ پھرا ہوا ہے اور گانے بجانے میں مست ہو۔ کبھی کبھی خود مسجد میں چند بیرونی آدمی جمع کر کے سازوں کے ساتھ آوارہ گانے سماعت کرتا ہے۔ قرآن وحدیث سے ارشاد فرمادیں کہ اس قسم کی حرکات والے آدمی کے پیچھے نماز جائز ہے کہ نہیں اور گلہ غیبت بھی اس کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہو۔

﴿ج﴾

ڈاڑھی منڈے اور گانا بجانا سننے والے شخص کی امامت مکروہ تحریمی ہے۔ اگر ان افعال بد سے توبہ تائب نہ ہوتا ہو تو اس کو امامت سے معزول کرنا چاہیے کیونکہ یہ شخص فاسق ہے اور فاسق کی امامت بتصریح جمیع فقہاء مکروہ تحریمی ہے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۴ ربیع الاول ۱۳۸۵ھ

قوالی اور گانے سننے والے کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں کہ زید امام مسجد ہے اور لوگ اس کو خلافت یافتہ خواجہ کہتے ہیں۔ اس کا رویہ یہ ہے کہ شادی کے موقع پر گھبرو یعنی گھوٹ دولہا کو گانہ دھاگہ اپنے ہاتھ سے باندھتا ہے۔ مرد عورتوں کا لباس پہن کر مسجد کے دروازہ پر ناچ تالیاں گانا بجانا ڈھول باجہ بجا کر رنگ رلیوں میں شریک ہو جاتا ہے اور ویل بھی دیتا ہے۔ اعتراض کرنے پر جواب دیتا ہے کہ یہ قوالی مدح خوانی حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے یہ جائز ہے اس واسطے دیتا ہوں۔ عید کے دن عید پڑھ کر مسجد کے دروازے پر دو آدمی گانے والے بلا کر ڈھول باجہ کے ساتھ گانا کرایا ہے اور یہ کہا یہ بھی قوالی مدح خوانی ہے۔ ویل دینا جائز ہے اگر شرع میں یہ ناجائز ہے تو امامت اس کی جائز ہے یا ناجائز۔ بینوا تو جروا

---

۱) بل مشى فى شرح المنية على أن كراهة تقديمه كراهة تحريم شامى كتاب الصلوة باب الامامة ۵۶۰/۱ طبع ایچ۔ ایم۔ سعید.

ومثله فى حلبى كبير كتاب الصلوة باب الامامة ص:۵۱۳ طبع سعيدى كتب خانه ومثله فى حاشية الطحطاوى كتاب الصلوة باب الامامة ص : ۳۰۲ طبع قديمى كتب خانه.

﴿ج﴾

صورۃ مسئولہ میں مذکورہ بالا سب افعال حرام وفسق ہیں [۱] زید جو کہ ان افعال کا مرتکب ہے فاسق ہے وہ امامت کے قابل نہیں۔ اہل مسجد کو شرعاً لازم ہے کہ اسے امامت سے ہٹا دیں [۲]۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ احمد نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح عبداللہ عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

ٹیلی ویژن دیکھنے والے کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین دریں مسئلہ کہ ایک امام مسجد جو کہ قاری حافظ و عالم بھی ہے، اس کے گھر میں ٹیلی ویژن ہے اور پروگرام دیکھتا ہے۔ داڑھی مشین سے چھوٹی باریک کرواتا ہے تو کیا ایسے امام کی امامت درست ہے اور امام کے لیے کن شرائط کا پورا کرنا لازمی ہے۔

﴿ج﴾

جو مسلمان داڑھی منڈواتے ہیں یا ایک مشت سے کم کترواتے ہیں وہ فاسق ہیں اور ایسے شخص کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے درمختار میں ہے۔ **واما الاخذ منها وهی دون ذلک کما یفعله بعض المغاربة ومخنثة الرجال فلم یبحه احد الخ** [۳] نیز درمختار میں ہے۔ **ولذا یحرم علی الرجل قطع لحیته** [۴] پس صورت مسئولہ میں جو امام مسجد داڑھی باریک کترواتا ہے۔ ٹیلی ویژن میں

---

۱) قلت وفی البزازیه استماع صوت الملاهی کضرب قصب ونحوه حرام لقوله علیه الصلوة والسلام استماع الملاهی معصیة والجلوس علیها فسق در مختار کتاب الحظر والاباحة ۳۴۹/۶ طبع ایچ۔ ایم۔ سعید۔ وکذا فی البحر الرائق کتاب الکراهیة فصل فی الاکل والشرب ۳۴۶/۸ طبع مکتبه رشیدیه کوئٹه. وکذا فی خلاصة الفتاوی کتاب الکراهیة الفصل الثالث فیما یتعلق بالمعاصی ۳۴۵/۴ طبع مکتبه رشیدیه کوئٹه.

۲) وأما الفاسق فقد عللوا کراهة تقدیمه بأنه لا یهتم لامر دینه وبأن فی تقدیمه للامامة تعظیمه وقد وجب علیهم إهانته شرعاً رد المحتار کتاب الصلوة باب الامامة ۵۶۰/۱ طبع ایچ۔ ایم۔ سعید.
وکذا فی حاشیة الطحطاوی کتاب الصلوة باب الامامة ص:۳۰۳،۳۰۲ طبع دارالکتب العلمیه بیروت لبنان ومثله فی حلبی کبیر شرائط الصلوة الاولی بالامامة ص:۵۱۳ سعیدی کتب خانه.

۳) وأما الاخذ منها وهی دون ذالك کما یفعله بعض المغاربة ومخنثة الرجال فلم یبحه أحد شامی کتاب الصوم مطلب فی الأخذ من اللحیة ۴۱۸/۲ طبع ایچ۔ ایم۔ سعید.
وکذا فی البحر الرائق کتاب الصوم باب ما یفسد الصوم وما لا یفسده ۴۹/۲ طبع مکتبه رشیدیه کوئٹه. وکذا فی فتح القدیر کتاب الصوم باب ما یوجب القضاء والکفارة ۲۷۰/۲ طبع مکتبه رشیدیه کوئٹه.

۴) یحرم علی الرجل قطع لحیته در مختار مع رد المختار ۴۰۷/۶ طبع ایچ۔ ایم۔ سعید.
وایضاً فی الدر المختار کتاب الصوم باب ما یفسد الصوم ومالا یفسد ۴۱۸/۲ طبع ایچ۔ ایم۔ سعید.

ہر قسم کی تصاویر کو دیکھتا ہے فاسق ہے اور اس کی امامت جائز نہیں نمازیوں پر لازم ہے کہ اس کو امامت سے الگ کر دیں [۱]۔ امام مسجد کی رعایت پر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم مقدم ہے۔ تمام نمازی کسی متقی دیندار عالم باعمل کو امام مقرر کریں۔ وکراهة تقديمه اى الفاسق كراهة تحريم [۲]. فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ
یکم جمادی الاخری ۱۳۹۸ھ

کبوتر باز گولیاں کھیلنے والے کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ میں کہ ایک شخص داڑھی منڈواتا ہے اور کبوتر بازبھی ہے گولیاں وغیرہ بھی کھیلتا ہے کیا اس کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے اور یہ امامت کے لائق ہے۔

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ داڑھی منڈوانے والا فاسق ہے [۳] اور فاسق کی امامت مکروہ تحریمی ہے [۴] لہٰذا یہ شخص امامت کے لائق نہیں [۵]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ
۱۱ ذوالقعدہ ۱۳۸۹ھ

---

(۱) وقد وجب عليهم إهانته شرعاً ردالمحتار كتاب الصلوة باب الامامة ۱/ ۵۶۰ طبع ایچ۔ ایم۔سعید.
وكذا في حاشية الطحطاوى كتاب الصلوة باب الامامة ۳۰۲، ۳۰۳ طبع دارالكتب العلمية بيروت لبنان. ومثله في حلبي كبير شرائط الصلوة الاولى بالامامة ص: ۵۱۳ سعيدى كتب خانه.

۲) شامی كتاب الصلوة باب الامامة ۱/ ۵۶۰ طبع ایچ۔ ایم۔سعید.
ومثله في حلبي كبير كتاب الصلوة باب الامامة ص: ۵۱۳ طبع سعيدى كتب خانه.
ومثله في حاشية الطحطاوى كتاب الصلوة باب الامامة ص: ۳۰۲ طبع قديمى كتب خانه.

۳) ولذا يحرم على الرجل قطع لحيته رد المحتار كتاب الحظر والاباحة فصل في البيع ۶/ ۴۰۷ طبع ایچ۔ ایم۔ سعید. ومثله في ردالمحتار وأما الا خذمنها وهى دون ذالك كما يفعله بعض المغاربة ومخنثة الرجال فلم يبحه أحد كتاب الصوم باب ما يفسده ومالا يفسده ۲/ ۴۱۸ طبع ایچ۔ ایم۔ سعید.

۴) وكراهة تقديمه كراهة تحريم شامى كتاب الصلوة باب الامامة ۱/ ۵۶۰ طبع ایچ۔ ایم۔ سعید.
ومثله في حلبي كبير كتاب الصلوة باب الامامة ص: ۵۱۳ طبع سعيدى كتب خانه.
ومثلهٗ في حاشية الطحطاوى كتاب الصلوة باب الامامة ص: ۳۰۲ طبع قديمى كتب خانه.

۵) وبان في تقديمه للامامة تعظيمه وقد وجب عليهم إهانته شرعاً رد المحتار كتاب الصلوة باب الامامة ۱/ ۵۶۰ طبع ایچ۔ ایم سعید.
ومثله في حاشية الطحطاوى كتاب الصلوة باب الامامة ص: ۳۰۲، ۳۰۳ طبع دارالكتب العلمية بيروت لبنان. ومثله في حلبي كبير شرائط الصلوة الاولى بالامامة ص: ۵۱۳ طبع سعيدى كتب خانه.

نادرست چال چلن والے کی امامت کا حکم

(س)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہماری مسجد میں ایک امام ہے۔ نازیبا اور ناگفتہ بہ حرکات سے متہم ہو چکا ہے۔ گاؤں میں لوگ اس کے چال چلن پر بھی انگشت نمائی کرتے ہیں۔ بنابریں عوام اس امام کے اطوار چال چلن و کردار روش و آمد و رفت سے چنداں مطمئن نہیں ہیں۔ گاؤں کے نمازیوں کی اکثریت اس امام سے بدظن اور بدعقیدت ہیں۔ مگر مذکورامام طاقت آزمائی کے نظریہ سے ڈنڈے کے زور پر اس مسجد میں امامت پر قائم ہے اور چند حضرات کو اپنے پیچھے کھڑا کر کے جماعت کرا دیتا ہے۔ حالانکہ سمجھ رکھنے والے معتبر حضرات نے بھی کئی بار کہا ہے کہ لوگوں کے دین اور شریعت کی بربادی نہ کرو کسی اور امام کو متعین کرلو۔ اس امام کے علاوہ آپ کوئی ایسا امام لے آؤ جس کے عیوب کا نہ آپ کو علم ہو اور نہ ہم کو۔

(ج)

اگر واقعی امام میں ایسی نازیبا اور ناگفتہ بہ حرکات ہوں جو کہ شرعاً حرام اور کبیرہ گناہ ہوں اور ان سے تائب نہ ہو تو ایسے امام کے پیچھے بوجہ فسق نماز مکروہ تحریمی ہے[1] مقتدیوں پر بالاتفاق ایسے امام کو ہٹانا شرعاً لازم ہے۔ **فقد عللوا کراهة تقديمه بانه لايهتم لا مر دينه وبان فی تقديمه للامامة تعظيمه وقد وجب عليهم اهانته شرعاً الی ان قال فهو كا لمبتدع تكره امامته بكل حال بل مشى فی شرح المنية على ان كراهة تقديمه كراهة تحريم الخ** [2]۔ کیونکہ ایسا امام قابل امامت (جو کہ عزت و کرامت کی جگہ ہے) نہیں۔ بلکہ وہ بوجہ فسق و بدافعالی قابل توہین ہے۔ اس کی

---

۱) بل مشى فی شرح المنية على أن كراهة تقديمه كراهة تحريم ، شامی كتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵٦۰ طبع ایچ۔ایم۔ سعید.
ومثله فی حلبی كبير كتاب الصلوة باب الامامة ص:۵۱۳ طبع سعیدی کتب خانه.
ومثله فی حاشية الطحطاوی كتاب الصلوة باب الامامة ص: ۳۰۲ طبع قدیمی کتب خانه.

۲) شامی كتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵٦۰ طبع ایچ۔ ایم ۔ سعید کراچی.
ومثله فی حلبی كبير كتاب الصلوة باب الامامة ص:۵۱۳ طبع سعیدی کتب خانه.
ومثله فی حاشية الطحطاوی كتاب الصلوة باب الامامة ص: ۳۰۲ طبع قدیمی کتب خانه.

اعانت کرنا امام بنے رہنے میں ناجائز اور گناہ ہے [1]۔ اگر وہ باوجود سمجھانے کے اپنی بداخلاق اور فسق سے باز نہ آئے تو اس سے مسلمان قطع تعلق کریں تاکہ تائب ہو جائے [2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ احمد نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

حقہ نوشی، چھوٹی داڑھی اور غلط قرآن پڑھنے والے کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں ایک مولوی صاحب چک کا امام مسجد ہو اور خطیب بھی اور اس میں مندرجہ ذیل نقائص ہوں۔ شخص مذکور بموجب حکم شرع محمدی امامت کے قابل ہے یا نہیں اس کے پیچھے نماز ہو سکتی ہے یا نہیں، داڑھی ڈیڑھ انگل ہے بلکہ اس سے بھی کم ہے، قرات قرآن میں متعدد غلطیاں جن کو درست کرنے سے انکاری ہے، خواہ دینی یا دنیاوی بات ہو اس میں تمسخر اور مذاق اڑانا اس کا شیوہ ہے، حقہ نوشی ضرورت سے زیادہ اس کی فطرت ہے۔ ہر کس و ناکس کی عیب جوئی اور غیبت۔ علاوہ ازیں مندرجہ بالا نقائص کے ایک دفعہ عام مجمع مسلمانان جو کہ ایک جگہ درود شریف پڑھ رہے تھے۔ اس میں مولوی صاحب موصوف بھی شامل تھے۔ اس مجمع میں سے مولوی صاحب کو ایک آدمی نے کہا کہ مولوی صاحب آپ امام مسجد ہیں۔ داڑھی رکھ لیتے تو بہتر تھا تاکہ ہماری نمازیں قابل قبول اور درست ادا ہو جاتیں۔ مگر مولوی صاحب نے اعلانیہ بآواز بلند فرمایا کہ میری داڑھی سنت والی نہیں ہے۔ میری من مرضی کی داڑھی ہے۔ بینوا توجروا

---

۱) فقد عللوا كراهة تقديمه بانه لا يهتم لامر دينه وبان فى تقديمه للامامة تعظيمه وقد وجب عليهم إهانته شرعاً إلى أن قال فهو كالمبتدع تكره امامته بكل حال بل مشى فى شرح المنية علي أن كراهة تقديمه كراهة تحريم الخ شامى كتاب الصلوة باب الامامة ١/٥٦٠ طبع ايج۔ ايم۔ سعيد.
ومثله فى حلبى كتاب الصلوة باب الامامة ص:٥١٣ طبع سعيدى كتب خانه.
ومثله فى حاشية الطحطاوى كتاب الصلوة باب الامامة ص: ٣٠٢ طبع قديمى كتب خانه.

۲) قال أجمع العلماء على أن من خاف عن مكالمة أحد وصلته ما يفسد عليه دينه أو يدخل مضرة فى دنياه يجوز له مجانبته وبعده ورب صرم جميل خير من مخالطة تؤذيه .... فإن هجره أهل الأهواء والبدع واجبة على مر الاوقات مالم يظهر عنه التوبة والرجوع إلى الحق مرقاة المفاتيح كتاب الاداب باب ما ينهى عنه من التهاجر والتقاطع واتباع العوارات الفصل الاول ٩/٢٣٠ طبع دارالكتب العلمية بيروت لبنان. وكذا فى أوجز المسالك إلى مؤطا إمام مالك كتاب الجامع باب ما جاء فى المهاجرة ١٤/١٦٧ طبع دارالكتب العلمية بيروت لبنان. وكذا فى فتح البارى شرح صحيح البخارى كتاب الاداب باب الهجرة ١٢/١٢١ طبع دارالفكر المعاصر بيروت لبنان.

﴿ج﴾

بشرط صحت واقعہ شخص مذکور کی امامت مکروہ تحریمی ہے (۱) اگر ان مذکورہ عیوب ونقائص کی اصلاح نہ کرے تو امامت سے سبکدوش کر دیا جائے (۲) اور کسی صالح متشرع شخص کو امام متعین کر دیا جائے (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ

۲۵ ربیع الاول ۱۳۸۵ھ

تارکِ نماز کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک آدمی حافظ قرآن ہوکر داڑھی منڈواتا ہے اور فیشن بنواتا ہے اور ظہر کی نماز کبھی کبھی پڑھ لیتا ہے اور عشاء کی نماز لوگوں کو پڑھاتا ہے اور فجر کی نماز بالکل ہی ترک کر دیتا ہے اور دو پہر تک سویا رہتا ہے۔ کیا ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنا صحیح ہے یا نہیں۔

---

۱) بل مشی فی شرح المنية على أن كراهة تقديمه كراهة تحريم شامی كتاب الصلوة باب الامامة ۵٦۰/۱ طبع ایچ۔ ایم۔ سعید کراچی۔

ومثله فی حلبی كتاب الصلوة باب الامامة ص:۵۱۳ طبع سعیدی کتب خانه.

ومثله فی حاشية الطحطاوی كتاب الصلوة باب الامامة ص: ۳۰۲ طبع قدیمی کتب خانه.

۲) فقد عللوا كراهة تقديمه بأنه لا يهتم لامر دينه وبأن فی تقديمه للامامة تعظيمه وقد وجب عليهم إهانته شرعاً الخ شامی كتاب الصلوة باب الامامة ۵٦۰/۱ طبع ایچ۔ایم۔ سعید.

۳) وكذا فی النهر الفائق كتاب الصلوة باب الامامة ۲۳۹/۱ طبع دارالكتب العلمية بيروت لبنان.

ومثله فی حلبی كتاب الصلوة باب الامامة ص:۵۱۳ طبع سعیدی کتب خانه.

ومثله فی حاشية الطحطاوی كتاب الصلوة باب الامامة ص: ۳۰۲ طبع قدیمی کتب خانه.

وفی فتاوى الارشاد يجب أن يكون امام القوم فی الصلواة أفضلهم فی العلم ...... والورع والتقوى والقراءة الخ كتاب الصلوة فصل فی من هو أحق بالامامة تاتارخانیه ۶۰۰/۱ طبع إدارة القرآن والعلوم الاسلاميه . وكذا فی الدر المختار كتاب الصلوة باب الامامة ۵۵۷/۱ طبع ایچ۔ ایم سعید.

﴿ج﴾

ایسا شخص فاسق ہے[۱] اور اس کی امامت مکروہ تحریمی ہے[۲]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ

۱۴ر رجب ۱۳۹۱ھ

شادی پر رقص وسرود کرانے والے کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص نے امام مسجد اور خطیب ہوتے ہوئے اپنے لڑکے کی شادی کے موقع پر طائفہ اور مغنیہ یعنی گانے بجانے اور ناچنے والی عورتوں کو بلا کر راگ ورنگ اور گانا بجانا کرایا اور ان کو ہر طرح سے خوش وخرم کیا۔ کیا وہ خطابت وامامت کے قابل ہے یا نہ۔

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ امام وخطیب نے اگر فی الواقع ایسا ناجائز کام کیا ہے تو وہ امامت کے قابل نہیں ہے[۳] اور اس کی امامت مکروہ ہے[۴]۔ ہاں اگر اس ناشائستہ حرکت سے توبہ کر لے اور نادم و پشیمان

---

۱) ولـذا يـحـرم عـلـى الرجل قطع لحيته در المختار كتاب الحظر والاباحة فصل فى البيع ٤٠٧/٦ طبع ايج۔ ايم سعيد.
وكذا فى الدر المختار كتاب الصوم باب ما يفسده وما لا يفسده ٤١٨/٢ طبع ايج۔ ايم سعيد.

٢) عـلـى أن كـراهة تـقديمه كراهة تحريم الخ شامى كتاب الصلوة باب الأمامة ٥٦٠/١ طبع ايج۔ ايم سعيد. ومثله فى حلبى كتاب الصلوة باب الامامة ص:٥١٣ طبع سعيدى كتب خانه.
ومثله فى حاشية الطحطاوى كتاب الصلوة باب الامامة ص: ٣٠٢ طبع قديمى كتب خانه.

٣) فـقـد عـلـلـوا كراهة تقديمه بأنه لا يهتم لامر دينه وبأن فى تقديمه للامامة تعظيمه وقد وجب عليهم إهانته شرعاً الخ كتاب الصلوة باب الامامة شامى ٥٦٠/١ طبع سعيدى كتب خانه.
ومثله فى حلبى كتاب الصلوة باب الامامة ص:٥١٣ طبع سعيدى كتب خانه.
ومثله فى حاشية الطحطاوى كتاب الصلوة باب الامامة ص: ٣٠٢ طبع قديمى كتب خانه.

٤) عـلـى أن كراهة تقديمه كراهة تحريم الخ شامى كتاب الصلوة باب الامامة ٥٦٠/١ طبع ايج۔ ايم۔ سعيد . ومثله فى حلبى كتاب الصلوة باب الامامة ص:٥١٣ طبع سعيدى كتب خانه.
ومثله فى حاشية الطحطاوى كتاب الصلوة باب الامامة ص: ٣٠٢ طبع قديمى كتب خانه.

ہو جائے اور لوگوں کو اس کی توبہ پر اطمینان حاصل ہو جائے تو اس کو آئندہ کے لیے امام باقی رکھا جا سکتا ہے [1]۔
فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

عبداللطیف غفرلہ، ۲۳ رجب ۱۳۸۶ھ

جس شخص پر مختلف اعتراضات ہوں اس کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں، علمائے دین شاہنواز خان، محمد اعظم خان کے دعویٰ کے بیان کے بارہ میں کہ:

(۱) جناب قاری صاحب ڈسٹرکٹ بورڈ کے درختوں کے تنے نکلواتے ہیں۔ مکان میں اور جلانے کے لیے اسے استعمال کرتے ہیں۔ چنانچہ ان کے ایک ڈیوڑھی میں دروازہ، چوکھٹ اور شہتیر وغیرہ لکڑی لگی ہوئی ہے۔ (۲) قاری صاحب کو بسلسلہ امامت جو سرکاری زمین ملی ہوئی ہے، اس کا مقررہ وقت سے زیادہ طالب علموں کے ذریعہ پائپوں میں پانی بھر کر اپنی زمین کو سیراب کراتے ہیں (۳) قاری صاحب صدقہ کے مال کو کسی طالب علم کی ملک کرنے کے بعد پھر اسے اپنی ملک میں داخل کر لیتے ہیں۔ یعنی وہ طالب علم اس کو دے دیتے ہیں اور وہ اسے ذاتی خرچ میں لاتے ہیں حالانکہ مدرسہ کے لیے ہوتا ہے۔ (۴) قاری صاحب نے اب تک اس مال کا حساب نہیں دیا جو مدرسہ کے لیے صدقہ وخیرات دیا جاتا ہے۔ (۵) قاری صاحب طالب علموں کی مقررشدہ روٹیوں کو جو صرف طالب علموں کے لیے ہوتی ہیں۔ وہ ان کو مل جانے کے بعد اپنی ضرورت کے لیے لے لیتے ہیں۔ (۶) قاری صاحب نابینا ہے۔ (۷) یہاں کی مسجد ملحقہ مدرسہ کے منتظمین نے مدرسہ کے لیے مولانا محمد امین کو مدرس کی حیثیت سے بلایا لیکن قاری صاحب نے نہ تو یہاں ان کے لیے جگہ دی اور نہ درس کے لیے جگہ دی اور ان کو یہاں سے مجبوراً جانا پڑا۔

بیان محمد خان ولد فتح خان۔ چونکہ قاری صاحب نابینا ہیں۔ اکثر دن میں پانچ وقت کے اندر ایک نماز میں جھگڑا ہوتا ہے کہ وہ قبلہ کی طرف رخ ٹھیک نہیں رکھ سکتے ہیں۔ وقت کا پتہ نہیں چلتا۔ اس لیے ہمیں ایک عالم دیا جاوے جو تقریر بھی کرے اور نماز بھی پڑھاوے اور حافظ صاحب با قاعدہ لڑکوں کو قرآن شریف پڑھاوے۔

بیان خان زمان ولد عظمت خان: قاری صاحب اکثر نماز میں دیر کرتے ہیں۔ میرے دل کو تکلیف ہوتی ہے۔

جواب قاری غلام حسین صاحب پیش امام چک نمبر ۳۰:

---

۱) وإني لغفار لمن تاب وآمن عمل صالحاً ثم اهتدى س طه۔ ت۔ ۸۲.

وعن عبد الله بن مسعود رضى الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم التائب من الذنب كمن لا ذنب له مشكوة المصابيح باب التوبة والاستغفار ص: ۲۰۶ طبع قديمى كتب خانه وكذا فى ابن ماجه باب ذكر التوبة ص: ۳۲۳ ايج۔ايم۔ سعيد.

(۱) میں نے ڈیوڑھی میں ایک لکڑی مسجد کی ۳/۱۲ جو مسجد کے کام کی تھی خریدی اور وہ ڈیوڑھی میں لگائی۔ باقی کچھ ذخیرہ والوں سے خریدی۔ البتہ طالب علم جو جلانے کے لیے وہاں سے شاخ کاٹ کر لائے، ان میں بے احتیاطی سے کچھ کام کی لکڑی کاٹ کر یہاں لائے تھے جن میں سے میں نے بھی کچھ ڈیوڑھی میں لگائی ہیں۔ جہاں کمی لکڑی کی ہوگئی تھی تو تھوڑی وہاں بھی لگائیں۔ اس لکڑی کا مجھے بعد میں علم ہوگیا تھا کہ طالب علم کہیں سے لائیں ہیں۔ (۲) میں نے اپنی باری میں صرف کسی کے ذریعہ سے پانی کو بہتر کرنے کے لیے پانی کو تیز کیا تھا۔ یہ بات صرف دو دفعہ ہوئی۔ (۳) میں نے دیدہ دانستہ کبھی ایک پیسہ بھی ذاتی ضرورت میں خرچ نہیں کیا، میں ہر قسم کا حلف اٹھانے کو تیار ہوں، مدعی نے یہ جواب مان لیا اور اعتراض رفع ہوگیا (۴) حساب میں اب بھی دینے کو تیار ہوں، انجمن بنانے کے لیے تیار ہوں۔ (۵) قاری صاحب نے کہا کہ میں نے اپنے لیے روٹی مقرر کرائی میں نے تو کبھی کبھار خود طلبہ کو روٹی دی ہے۔ البتہ کبھی کبھی زیادہ روٹی آجاتی ہے اکثر میں بیچتا ہوں اور پیسہ طلبہ پر تقسیم کرتا ہوں۔ قاری صاحب نے کہا لکڑی کو استعمال کیے ہوئے چھ سال ہوگئے ہیں۔ بات صرف یہ ہے کہ ان کے کنبہ کے ایک شخص نے طلاق مغلظہ دی تھی اور پھر میں نے مفتی کفایت اللہ صاحب مرحوم اور دار العلوم دیوبند سے فتاویٰ منگائے اور میں نے طلاق مغلظہ کا حکم دیا ہے۔ یہ لوگ عورت کو باقاعدہ رکھے ہوئے تھے۔ میں نے ان کے جماعت میں نماز پڑھنے اور تمام تعلقات بند کرائے۔ اس لیے مجھ سے ناراض ہوئے۔

فیصلہ شرعی

قاری غلام حسین صاحب کے متعلق جو سات اعتراضات ہوئے ان کی تفصیل پر مختصر تبصرہ کرنے کے بعد ان کی امامت کا حکم لکھا جائے گا۔

پہلے اعتراض سے متعلق قاری صاحب نے یہ تسلیم کیا کہ واقعی کچھ لکڑی ڈسٹرکٹ بورڈ کی مملوکہ ضرور ان کے مکان میں لگی ہوئی ہے۔ اس بات کو تسلیم کرتے ہوئے کہ قاری صاحب کو اٹھاتے وقت علم نہ تھا قاری صاحب اس الزام سے بری نہیں ہوسکتے۔ بلکہ قاری صاحب پر لازم ہے کہ وہ اس لکڑی کی قیمت ڈسٹرکٹ بورڈ کو ادا کرے یہ حق العبد ہے صرف توبہ سے معاف نہ ہوگا[۱]۔ دوسرے اعتراض کے متعلق

---

۱) وإن كانت عما يتعلق بالعباد فان كانت من مظالم الاموال، فتتوقف صحة التوبة منها مع ما قدمناه فی حقوق الله تعالی علی الخروج عن عهدة الاموال وارضاء الخصم فی الحال والاستقبال بأن يتحلل منهم أويردها إليهم أو إلی من يقوم مقامهم من وكيل أو وارث شرح الفقه الاكبر ملا علی قاری بحث التوبة ص: ۱۵۸ طبع قديمی كتب خانه.

وكذا فی رياض الصالحين شرح اردو مولانا قيام الدين الحسينی صاحب: التوبة واجبة من كل ذنب .... وإن كانت المعصية تتعلق بآدمی فشروطها اربعة هذه الثلثة وأن يتبرأ من صاحبها، فان كانت مالا أو نحوه رده إليه الخ باب التوبة ص ۱/ ۱۵، ۱۶ طبع مكتبه مدنيه اردو بازار لاهور.

بھی قاری صاحب نے یہ تسلیم کیا کہ اگر چہ بالٹیوں سے نہیں لیکن کسی ذریعہ سے انہوں نے اپنی باری میں پانی کو تیز کیا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ زیادتی ہے اور اس طرح کے تمام طریقے استعمال میں لانے شرعاً ناجائز ہیں جس میں پانی کا تیز کرنا بھی ناجائز ہے۔ فقہاء احناف نے اس کو جائز نہیں لکھا اس لیے اگر چہ یہ واقعہ دو مرتبہ ہی پیش آیا اس کا بھی اپنے ان پانی والوں سے تلافی کرائے جنہیں پانی کا نقصان پہنچا اور اگر معلوم نہ ہو سکے کہ نقصان کس کا ہوا تو اللہ تعالیٰ سے معافی مانگنی چاہیے۔ تیسرے اعتراض کا قاری صاحب نے خود اسی وقت جواب دیا کہ میں نے دیدہ دانستہ آج تک ایک پیسہ ذاتی ضرورت پر خرچ نہیں کیا اور حلف اٹھانے کے لیے بھی تیار ہے۔ چنانچہ خود مدعی نے ہی اس اعتراض سے دست برداری کا اعلان کر دیا لہٰذا یہ اعتراض ختم ہو چکا۔ چوتھے اعتراض کے جواب میں قاری صاحب نے مان لیا کہ میں انجمن بنانے کے لیے تیار ہوں اور حساب بھی دینے کے لیے اس لیے میرا مشورہ بھی یہ ہے کہ اتقوا مواضع التهم. الحدیث یعنی تہمت کے مواضع سے بچو اور قاری صاحب اس کی ذمہ داری کو خود نہ اٹھائے بلکہ وہ چک کے ذمہ دار حضرات کی مجلس شوریٰ بنا کر ان کے مشورہ پر عمل کرے اور تمام حساب کتاب اور خرچ ان کے علم میں آجائے تاکہ کسی کو اعتراض کی گنجائش نہ ہو۔ پانچویں اعتراض میں بھی کوئی ضمان نہیں جب روٹی طلباء کی ملک ہوگئی تو طلبہ کی مرضی جسے چاہیں دیں۔ اس پر اب روٹی دینے والے کو کوئی اعتراض کا حق نہیں۔ اب وہ روٹی کے مالک نہیں ہیں بلکہ طلبہ ہی اس کے مالک ہیں۔ چھٹا اعتراض کہ قاری صاحب نابینا ہیں۔ اس کے متعلق عرض یہ ہے کہ قاری صاحب کے اپنے قول کے مطابق اور حالات کے اندازہ سے یہ بات واضح ہو چکی کہ وہ طہارت و نجاست کا بہت خیال رکھتے ہیں اور ان کے کپڑوں وغیرہ پر خود ان کے گھر والے اور طلبہ نظر رکھتے ہیں۔ ایسے نابینا کی امامت جائز ہے۔ حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو جو نابینا صحابی تھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھانے کے لیے مسجد نبوی میں اپنا قائم مقام بنایا تھا۔ جب کہ آپ سفر پر تشریف لے گئے تھے۔ پھر جب کہ قاری صاحب قرآن شریف کو قواعد تجوید کی رو سے بھی اچھا پڑھتے ہیں اور اپنی قوم یعنی مقتدیوں میں علم کے لحاظ سے بھی فائق ہیں تو کراہت کا شبہ باقی نہیں رہتا۔ قاری صاحب اتنا علم دین حاصل کیے ہوئے ہیں کہ امامت کے لیے کافی ہے۔ باقی اوقات میں کبھی کبھی تاخیر کرنا اس کی عادت تو بری ہے لیکن کبھی کبھار ایسا ہونا کوئی بات نہیں۔ علاوہ اس کے تاخیر بھی وہ ناجائز ہے جس سے نماز مکروہ وقت میں ادا ہونے کا خطرہ ہو ورنہ جائز ہے۔ ساتویں اعتراض کا جواب تو جو قاری صاحب نے دیا کہ میں چاہتا ہوں کہ یہاں مدرسے میں میں نے صرف بڑے طالب علموں اور چھوٹے لڑکوں کو علیحدہ ہونے کا اصرار کیا تھا۔ بہر حال حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے مجموعی حالات کے تحت میرا فیصلہ یہ ہے کہ قاری صاحب لکڑی وغیرہ چیزوں کی قیمت ادا کر کے تلافی کرے۔ یہ ان پر خود واجب ہے تاکہ حق العبد سے بری الذمہ ہو جاوے۔

قاری صاحب اوقات کی پابندی کا خیال رکھے تاکہ کسی کا اعتراض نہ ہو اور بطور مشورہ کے یہ بھی کہتا ہوں کہ مجلس شوریٰ ذمہ دار حضرات کی ضرور بنائی جاوے۔ جس میں قاری صاحب خود شریک ہوں اور مجلس شوریٰ کے فیصلہ پر کسی ایسے مدرس عالم کو قاری صاحب کی مرضی سے انتخاب کیا جائے، جو بڑی کتب پڑھانے کے ساتھ ساتھ درس قرآن دیویں۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ

۲۹ جمادی الاول ۱۳۷۷ھ

گانے سننے والے، تاش کھیلنے والے کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص قصداً ریڈیو پر فحش وغیر فحش گانے سنتا ہو اور تاش کھیلتا ہو اور دیگر خلاف شرع امور میں مشغول ہو اور بال بنا سنوار کر بازار میں ننگے سر چلتا ہو اور قرآن بھی خاصا غلط پڑھتا ہو اور اس کے مخالف وموافق سب سمجھ چکے ہوں اور وہ ان کے سامنے تو اقرار کر لیتا ہو کہ اب میں ان تمام امور کو ترک کروں گا لیکن پھر دوبارہ ان کاموں کا مرتکب ہو تو کیا ایسا شخص امام بن سکتا ہے اور ایسا امام جس میں یہ خصلتیں ہوں اگر امام بن جائے تو اس کے پیچھے نماز صحیح ہے یا نہیں۔ بینوا وتوجروا۔

﴿ج﴾

گانا سننا حرام وناجائز ہے۔ شامی میں ہے: **واستماع ضرب الدف والمزمار وغير ذلك حرام** [1] الخ. نیز تاش کھیلنا بھی جائز نہیں۔ حدیث شریف میں آتا ہے: **لهو المؤمن باطل الحديث** درمختار کے صفحہ مذکور میں ہے۔ **وكره تحريما اللعب بالنرد و الشطرنج** علامہ شامی رحمہ اللہ اس پر لکھتے ہیں: [2] **قوله والشطرنج فهو حرام و كبيرة عندنا في اباحته**

---

۱) شامی كتاب الحظر والاباحة فصل فى البيع ٣٩٥/٦ طبع ايج-ايم - سعيد.
وكذا فى البحر الرائق كتاب الكراهية ٣٤٦/٨ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه. وكذا فى خلاصة الفتاوى كتاب الكراهية ، الفصل فيما يتعلق بالمعاصى ٣٥٤/٤ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه.

٢) الدر المختار كتاب الحظر والاباحة فصل فى البيع ٣٩٤/٦ طبع ايج-ايم - سعيد.
وكذا فى البحر الرائق كتاب الكراهية ٣٤٦/٨ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه. وكذا فى خلاصة الفتاوى كتاب الكراهية ، فصل فيما يتعلق بالمعاصى ٣٥٤/٤ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه.

اعانة للشیطن علی الاسلام والمسلمین [1]. الخ. لہٰذا ان مذکورہ امور کا ارتکاب فسق ہے اور ایسے افعال کا مرتکب فاسق ہے [2]۔ اگر یہ امام باوجود سمجھانے کے بھی باز نہ آیا تو وہ امامت کا اہل نہیں ہے۔ اسے امامت سے ہٹا دینا اہل مسجد مسلمانوں کو لازم ہے [3]۔ فقط واللہ اعلم۔

بندہ احمد عفا اللہ عنہ
الجواب صحیح عبداللہ عفا اللہ عنہ

فسق وفجور میں مبتلا جاہل شخص کی امامت

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ہم اہلیان چک ۴۲، ۴۴ میں محکمہ زراعت کے تحت بذریعہ ٹینڈر زمین لے کر اپنا کام زراعت کا کرتے ہیں۔ یہاں ہی آبادکاری ہے۔ ایک شخص مسمی محمد اسی چک کا باشندہ ہے۔ اس کا چال چلن بصورت ذیل مشہور ہے ریچھ اور کتوں کی لڑائی دیکھنا، کشتی و کبڈی کھیلوں وغیرہ میں حصہ لینا جب کہ بوقت کھیل کو دبدن پر صرف جانگیے کا ہونا ران گھٹنے ناف وغیرہ کا کھلا رہنا۔ جو غیر شرعی جہلاء کے کھیل ہیں زنا کرنے اور عشق بازی غیر محرموں سے کرنے کا عادی ہے خود اپنی زبان سے کئی آدمیوں کے روبرو اقرار کیا ہے۔ وطی غیر موضع فطری کا بھی فاعل و عامل سنا گیا ہے بلکہ شیعہ مذہب کے ایک لڑکے سے تو خود اقراری ہے اور اکثر لوگوں کے روبرو اقرار کیا ہے۔ قرآن مجید ناظرہ پڑھا ہوا ہے۔ فرائض وواجبات نماز و وضو وغیرہ کے مسائل سے آٹے میں نمک کے برابر بھی واقف نہیں۔ ایک مولوی صاحب سند یافتہ دینی مدارس نے امتحان لیا مولوی صاحب مذکور نے بتایا کہ یہ مولوی محمد مذکور تو نہ نماز کے واجبات سے واقف ہے اور نہ فرائض سے سنن و مستحبات کو تو کیا جانتا۔ یہ نام نہاد مولوی مذکور خود کہتا ہے کہ میں نے چک والے بچوں کو قرآن مجید پڑھایا ہے، اس لیے امام مسجد مجھے مقرر کیا جائے۔ نیز اس مولوی صاحب کے

---

۱) شامی کتاب الحظر والاباحة فصل فی البیع ۳۹۵/۶ طبع ایچ۔ایم۔ سعید.

۲) قلت وفی البزازیة استماع الملاهی کضرب قصب ونحوه حرام لقوله علیه السلام استماع الملاهی معصیة والجلوس علیها فسق والتلذذ بها کفر الدر المختار کتاب الحظر والاباحة ۳۴۹/۶ طبع ایچ ۔ایم۔ سعید. وکذا فی البحر الرائق کتاب الکراهیة ۳۴۶/۸ طبع مکتبه رشیدیه کوئٹه. وکذا فی خلاصة الفتاوی کتاب الکراهیة ، الفصل فیما یتعلق بالمعاصی ۳۵۴/۴ طبع مکتبه رشیدیه کوئٹه.

۳) فقد عللوا کراهة تقدیمه بأنه لا یهتم لامر دینه وبأن فی تقدیمه للامامة تعظیمه وقد وجب علیهم إهانته شرعاً الخ شامی کتاب الصلوة باب الامامة ۵۶۰/۱ طبع ایچ۔ ایم ۔ سعید.

وکذا فی حلبی کبیر کتاب الصلوة باب الامامة ص:۵۱۳ سعیدی کتب خانه وکذا فی حاشیة الطحطاوی کتاب الصلوة باب الامامة ص:۳۰۲ طبع کتب قدیمی خانه.

گھر شرعی پردہ بھی نہیں ہے۔ اہل خانہ عام بے پردہ عورتوں کی طرح جہاں جی چاہیں چلی جاتی ہیں۔ ہم چک والوں کے ساتھ مل کر ایک مولوی صاحب حافظ القرآن کو مقرر کر رہے ہیں۔ اس مولوی کے گھر پردہ شرعی بھی ہے۔ وضو و نماز و غسل وغیرہ کے مسائل سے بخوبی واقف ہے لیکن اس مولوی صاحب کے مستقل امام بنائے جانے میں اوّل الذکر روڑے اٹکاتا ہے۔ حالانکہ اچھی چال چلن والا بھی نہیں۔ پس فیصلہ درکار ہے کہ اوّل الذکر مولوی صاحب کے امام بنائے جانے پر اس کے پیچھے نماز جائز ہے یا جائز نہیں۔ فتویٰ شرعی سے مطلع فرما کر ممنون فرمائیں۔ چند مخلصین نئے مولوی صاحب سے یہ بھی دریافت کرتے ہیں کہ اگر تمہیں امام مقرر کر لیا گیا تو جمعہ بھی اسی مسجد میں پڑھانا ہوگا۔ مولوی محمد کو نہ ہم جمعہ کے متعلق کہتے ہیں اور نہ روزانہ کے لیے کہتے ہیں۔ آپ کو کہتے ہیں کیا آپ ایسا کر سکیں گے۔ مولوی صاحب نے کہا بھلا نہ یہاں بازار ہے۔ نہ ہی دوکانیں، وذروا البیــــع کا حق کیا ادا ہوتا اور چند گھر ہیں۔ ایک سو کی آبادی ہے۔ پہلے مفتی صاحبان کم ازکم بازار کا ہونا اور تین چار ہزار کی آبادی کا ہونا تو ظاہر فرما گئے ہیں۔ بھلا جمعہ کیسے کرایا جا سکتا ہے۔ لوگوں نے کہا آپ جمعہ کروا دیا کرنا۔ ہم احتیاطاً ظہر ادا کر لیں گے، مہربانی فرما کر جمعہ کرانے یا نہ کرانے کا بھی فیصلہ فرما دیں۔ بینواوتوجروا۔

﴿ج﴾

اول الذکر مولوی صاحب کے اگر واقعی یہی حالات ہوں تو اس کو قطعاً مستقل امام رکھنا شرعاً جائز نہیں [1]۔ اگر دوسرا کوئی مستند جید عالم چک والوں کو نہ ملتا ہو تو اس دوسرے مولوی صاحب کو امام بنانا جائز ہے [2]۔ کتب فقہ سے یہ واضح ہے کہ جمعہ کے لیے مصر ہونا یا مصر کی طرح ہونا (قصبہ ہو یا قریہ کبیرہ ہو جس میں بازار گلی کوچے ہوں اور جملہ ضروریات وہاں پوری ہوتی ہوں اور عرف میں بھی قریہ کبیرہ کہلاتا ہو) ضروری ہے۔ اس لیے مذکورہ چک میں جس کے تقریباً سو گھر ہیں قطعاً جمعہ شروع نہ کریں اور احتیاطی ظہر

---

١) فقد عللوا كراهة تقديمه بأنه لا يهتم لامر دينه وبأن في تقديمه للامامة تعظيمه وقد وجب عليهم إهانته شرعاً الخ شامى كتاب الصلوة باب الامامة ١/ ٥٦٠ طبع ايج۔ايم۔ سعيد.
وكذا فى حلبى كبير كتاب الصلوة باب الامامة ص:٥١٣ سعيدى كتب خانه
وكذا فى حاشية الطحطاوى كتاب الصلوة باب الامامة ص:٣٠٢ طبع كتب قديمى خانه.

٢) وفى فتاوى الارشاد يجب أن يكون امام القوم فى الصلوة أفضلهم فى العلم ...... والورع والتقوى والقرأة كتاب الصلوة من هو أحق بالامامة تاتار خانيه، ١/ ٦٠٠ طبع إدارة القرآن والعلوم الاسلامية.
وكذا فى الدر المختار كتاب الصلوة باب الامامة ١/ ٥٥٧ طبع ايج۔ايم۔سعيد.
وكذا فى النهر الفائق كتاب الصلوة باب الامامة ١/ ٢٣٩ طبع دار الكتب العلمية بيروت لبنان.

پڑھنے کے باوجود بھی شروع کرنا جائز نہیں[۱] اس لیے کہ نوافل کی جماعت مکروہ ہے[۲]۔ اگر جمعہ پڑھنے سے محض پند ونصیحت کرنا مقصود ہوتو یہ ضرورت اس طرح بھی پوری ہو سکتی ہے کہ جمعہ کے دن جمع ہو جایا کریں اور خطبہ نہ پڑھا جائے۔ وعظ وتقریر کے بعد ظہر ہی پڑھ لیا کریں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

بندہ احمد عفا اللہ عنہ

سگریٹ نوشی کرنے والے کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک اجہل مولوی سوائے چند رسائل وقرآن خوانی کے دینی مسائل وفرائض امامت ونماز سے بالکل کورا اور اجہل ہے۔ ظاہری صورت وسیرت حضور اکرم ﷺ کے بالکل خلاف ہے۔ داڑھی ڈیڑھ انگشت اور بدعت کے کام حقہ، سگریٹ نوشی وکبڈی کشتی اس میں یہ عادات پائی جاتی ہیں۔ کیا وہ مولوی جو مذکورہ اوصاف سے متصف ہو اس کو ایک چک کی جامع مسجد کا مستقل امام ومولوی چک کے باشندگان مقرر کردیں۔ جن میں سے چند مقتدی ظاہری صورت سیرت حضور اکرم ﷺ کی سنت کے عامل ومسائل دین سے معمولی طور پر واقفیت رکھتے ہوں۔ ایک ان مقتدیوں میں سے حافظ القرآن ومسائل نماز سے بخوبی واقف ہے۔ کیا مقتدیوں کی نماز اس موصوف امام کے پیچھے ہو جائے گی یا نہ۔ اس امام کو مسجد کا مستقل امام ٹھہرایا جائے یا نکال دیا جائے۔ اکثر چک کے باشندوں نے اس لاعلم امام کو اچھا سمجھ کر باوجود ان تمام مذکورہ بالا اوصاف کے مستقل حالت پر مسجد میں ٹھہرایا ہوا ہے۔ تمام مذکورہ سوالات کا حل کتاب وسنت وفقہ حنفی کی روشنی میں مفصل بیان فرما دیں تا کہ اس فتویٰ کی روشنی میں اس مولوی کے خلاف جو قدم اٹھانا ہو اٹھایا جائے یا مسجد میں رہنے دیا جائے۔

---

۱) فلا تجب على أهل القرى التى ليست من توابع المصر بدائع الصنائع كتاب الصلوة وأما بيان شرائط الجمعة ١/٢٥٩ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه.
وكذا فى البحر الرائق كتاب الصلوة باب صلوة الجمعة ٢/٢٤٨ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه.
وكذا فى فتاوى الهندية كتاب الصلوة الباب السادس عشر فى صلوة الجمعة ١/١٤٥ طبع مكتبه علوم اسلاميه چمن.

۲) "ولا يصلى الوتر" ولا التطوع بجماعة خارج رمضان الخ الدر المختار كتاب الصلوة باب الوتر والنوافل. ٢/٤٨ طبع ايچ-ايم - سعيد.
وكذا فى البحر الرائق كتاب الصلوة باب الوتر والنوافل ٢/١٢٣ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه. وكذا فى تبيين الحقائق كتاب الصلوة باب الوتر والنوافل ١/٤٤٧ طبع دار الكتب العلمية بيروت لبنان.

نوٹ: حقہ وسگریٹ نوشی کی نسبت جو کہ بد بودار اشیاء ہیں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ بد بودار چیزیں کھا کر ہماری مساجد کے قریب نہ آئے۔ اس معاملہ کی بابت بھی تشریح فرمادیں۔

صورت مسئولہ میں ایسا شخص امامت کے قابل نہیں (۱) لیکن چونکہ اکثریت ان لوگوں کی ہے جو جاہل ہیں اور انہوں نے ایسے امام کو منتخب کر لیا ہے، اس لیے ضروری ہے کہ اکثریت کے اندر دینی شعور پیدا کیا جائے تاکہ وہ اچھے امام کو مقرر کریں (۲) اور جب تک اچھا امام میسر نہیں آتا اس کو سمجھاتے رہیں کہ وہ حقہ نوشی اور سگریٹ وغیرہ بد بودار اشیاء کو استعمال کرنا ترک کر دے۔ خصوصاً مسجد کے اوقات میں خاص احتیاط کرے (۳) اور مسائل نماز وروزہ کے اس سے پوچھتے رہیں تاکہ اس کے اندر دین کی طرف دھیان ہو اور داڑھی کٹوانے سے اسے باز رکھیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

عبداللہ عفا اللہ عنہ

---

۱) فقد عللوا كراهة تقديمه بأنه لا يهتم لامر دينه وبأن فى تقديمه للامامة تعظيمه وقد وجب عليهم إهانته شرعاً الخ شامى كتاب الصلوة باب الامامة ۱/ ۵٦۰ طبع ايج۔ ايم۔ سعيد.
ومثله فى حلبى كبير كتاب الصلوة باب الامامة ص:۵۱۳ سعيدى كتب خانه
ومثله فى حاشية الطحطاوى كتاب الصلوة باب الامامة ص:۳۰۲ طبع كتب قديمى خانه.

۲) وفى فتاوى الارشاد يجب أن يكون امام القوم فى الصلوة أفضلهم فى العلم ...... والورع والتقوىٰ والقرأة كتاب الصلوة من هو أحق بالامامة ۱/ ٦۰۰ طبع إدارة القرآن والعلوم الاسلامية.
وكذا فى الدر المختار كتاب الصلوة باب الامامة ۱/ ۵۵۷ طبع ايج۔ ايم۔ سعيد.
وكذا فى النهر الفائق كتاب الصلوة باب الامامة ۱/ ۲۳۹ طبع دار الكتب العلمية بيروت لبنان.

۳) وعن جابر رضى الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من اكل من هذه الشجرة المنتنة فلا يقربن مسجدنا فان الملائكة تتأذى مما يتأذى منه الانس متفق عليه باب المساجد ومواضع الصلوة مشكوة المصابيح ص:٦۸ قديمى كتب خانه.
وكذا فى الشامى " اكل نحو ثوم" أى كبصل ونحوه ماله رائحة كريهة للحديث الصحيح فى النهى عن قربان اكل الثوم والبصل المسجد قال الامام العينى فى شرحه على صحيح البخارى قلت علة النهى اذى الملائكة واذى المسلمين ولا يختص بمسجده عليه السلام...... ويلحق بما نص عليه فى الحديث كل ماله رائحة كريهة مأكولا او غيره، كتاب الصلوة مطلب فى الفرسى فى المسجد ۱/ ٦٦۱ طبع ايج۔ ايم۔ سيعد.
وكذا فى حلبى كبير كتاب الصلوة فصل فى أحكام المسجد ص: ٦۱۰ طبع سعيدى كتب خانه.

مختلف عاداتِ ذمیمہ کے حامل شخص کی امامت کا حکم

کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیان عظام درج ذیل صورت میں کہ ایک جامع مسجد کا امام ان اوصاف و عادات کا حامل ہے۔ دعا بعد الجنازہ، ختم وغیرہ بدعات جو کہ مسجد ہذا کے نمازیوں نے ترک کردی تھیں، امام مذکور نے دوبارہ رائج کردی ہیں اور دلیل دریافت کرنے کی صورت میں لوگوں کے عمل کا حوالہ دیتے ہیں، نہ کہ حدیث اور قرآن کا، جھاڑ پھونک کا مشغلہ جاری کیا ہے۔ جس میں غیر محرم عورتوں سے بلاحجاب آمنا سامنا ہوتا ہے۔ سر دردی کا دم کرتے وقت عورتوں کے بالوں کو پکڑ کر کے دم کرتا ہے اور ان حسین وجمیل عورتوں کے ساتھ تخلیہ میں بیٹھتا ہے کہ جو گھریلو تنازعات کی بنا پر اپنے خاوندوں سے الگ تھلگ بس رہی ہیں اکثر مسائل شرعیہ غلط بلا دلیل بتاتا ہے۔ مثلاً ایک ذابح نے بچھڑا غلطی سے ذبح کیا۔ ایک متقی ذابح آیا اور کہا کہ یہ ہمارا کام ہے اور یہ ذبح شرعاً حرام ہے۔ کسی عالم سے تحقیق کر کے دیکھو۔ مگر مولوی صاحب نے کہا کہ چونکہ سہواً ذبح کیا ہے، اس لیے حلال ہے۔ علاوہ ازیں عشقیہ اشعار پڑھتا رہتا ہے۔ مثلاً

ٹپکتی ہے نگاہوں سے برستی ہے اداؤں سے
محبت کون کہتا ہے کہ پہچانی نہیں جاتی

امیروں کی خوشامد کر کے ان کو اپنا خاص بنا کر غریبوں پر جائز و ناجائز برستا ہے۔ اور اس کے آبائی وطن کے لوگوں کا کہنا ہے کہ مولوی صاحب مذکور زنا کے جرم میں پکڑے گئے تھے۔ منت سماجت کے بعد اس کو رہا کر دیا گیا۔ اب قابل دریافت طلب امر یہ ہے کہ ایسے مولوی صاحب کو امامت کرنی چاہیے یا نہیں اور ایسے مولوی کی اقتداء میں نماز پڑھنا صحیح ہے یا نہیں۔ بینوا وتوجروا۔

﴿ج﴾

اگر بات صحیح ہے کہ شخص مذکور مندرجہ بالا اوصاف کا حامل ہے تو شخص مذکور فاسق ہے [۱]۔ اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے [۲] متقی اور دیندار شخص کو امام بنایا جائے [۳]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

بندہ محمد اسحاق غفرلہ

۲۳ شعبان ۱۳۹۶ھ

فاسق شخص کی امامت کا حکم

جناب مفتی صاحب ہمارے گاؤں میں امام مسجد کے بارے میں اختلاف ہو رہا ہے۔ اس کی حالت اچھی نہیں ہے۔ اس لیے عرض ہے کہ امام کے اوصاف سے مطلع فرمائیں کہ امام کیسا ہونا چاہیے مہربانی ہوگی۔ امام مسجد ماسٹر ہے۔ اس کو سکول سے تنخواہ ملتی ہے امامت بھی کرتا ہے مگر لاپرواہی سے، نماز میں گھر رہ کر بعض مرتبہ نہیں پڑھاتا جمعہ بھی ناغہ کر دیتا ہے مگر غلہ پورا وصول کرتا ہے۔ قربانی کی کھالیں اور صدقہ فطر سب وصول کرتا ہے۔ کیا اس کے لیے جائز ہے، اخلاقی حالت گری ہوئی ہے، زانی بھی ہے چوری بھی کرتا ہے۔ کھیل تماشہ کا شوقین ہے اگرچہ نماز قضا ہو جائے، جوا بھی کھیلتا ہے، علماء کو کافر بھی کہہ دیتا ہے،

---

۱) قوله وفاسق، من الفسق وهو الخروج عن الاستقامة، ولعل المراد به من يرتكب الكبائر كشارب الخمر والزانی وآكل الربو ونحو ذالك كذا فی البرجندی إسماعیل شامی كتاب الصلوة باب الامامة ۱/ ۵۶۰ طبع ایچ۔ایم۔سعید وكذا فی تفسیر روح المعانی سوة البقرة آیت ۲۶ ۱/ ۲۸۴ دار أحیاء الترات العربی.

۲) بل مشی فی شرح المنیة علی أن كراهة تقدیمه كراهة تحریم۔ شامی كتاب الصلوة باب الامامة ۱/ ۵۶۰ طبع ایچ۔ ایم۔ سعید.
وكذا فی حلبی كبیر كتاب الصلوة باب الامامة ص ۵۱۳ طبع سعیدی كتب خانه.
وكذا فی حاشیه الطحطاوی كتاب الصلوة باب الامامة ص:۳۰۲ طبع قدیمی كتب خانه.

۳) وفی فتاوی الارشاد یجب أن یكون امام القوم فی الصلوة أفضلهم فی العلم ...... والورع والتقوی والقرأة كتاب الصلوة من هو أحق بالامامة ۱/ ۶۰۰ طبع إدارة القرآن والعلوم الاسلامیة.
وكذا فی الدر المختار، كتاب الصلوة باب الامامة ۱/ ۵۵۷ طبع ایچ۔ایم۔سعید.
وكذا فی النهر الفائق كتاب الصلوة باب الامامة ۱/ ۲۳۹ طبع دار الكتب العلمیة بیروت لبنان.

ممبروں سے اس کی حالت بیان کی مگر وہ بدنامی کے باعث اور اپنے دینی احساس کی کمی کے باعث اس کو علیحدہ نہیں کرتے ، اب ہم کیا کریں ۔ اس کے پیچھے نماز ادا کریں یا نہ اس کے گناہوں پر دلیری کا ذمہ دار کون ہوگا، آوارگی دیکھنے کے باوجود اس کی امامت محفوظ رکھنے کی کوشش کی جاتی ہے ۔ ممبر خود بھی بداخلاق ہیں ، ایسا شخص امامت کے لائق ہے ۔ وہ کہتے ہیں ، اگر فتویٰ اس کے خلاف مل جائے تو علیحدہ کیا جا سکتا ہے ۔ کم از کم ہم بری الذمہ ہوں گے ، جواب سے سرفراز فرمائیں ۔ (غلام علی)

ج

اگر واقعی امام میں یہ کوتاہیاں جو حد فسق تک پہنچی ہوئی ہیں موجود ہیں تو اسے امامت سے ہٹانا لازم ہے (۱) ۔ امام عالم ، متقی ، پرہیزگار ، قوم میں سب سے افضل ہو (۲) ۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مدرسہ قاسم العلوم ، ملتان

بے ہودہ بات کرنے والے کی امامت

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ شریف نائی نے کسی آدمی کو بھیجا کہ آپ جلدی آ کر ختم پڑھیں ۔ جب میں گیا تو دیکھا کہ بازار میں چند آدمی مسلمان بیٹھے ہوئے تھے ۔ مولوی صاحب نے کہا کہ یہ کس کا ختم ہے ۔ انہوں نے کہا کہ یہ عیسائیوں کا لڑکا نابالغ ہے ۔ میں نے سوال کیا ان لوگوں کا ختم نہیں ہوتا ۔ جب مجھے ان لوگوں نے زور دیا میں نے ختم کو شروع کر دیا ، جب میں ختم شریف سے فارغ ہو کر گھر آ گیا تو پھر ایک اور مولوی صاحب آئے اور انہوں نے مجھے آ کر سخت سست کہا کہ تم نے بہت ہی

---

۱) فقد عللوا كراهة تقديمه بأنه لا يهتم لامر دينه وبأن فى تقديمه للامامة تعظيمه وقد وجب عليهم إهانته شرعاً الخ شامی كتاب الصلوة باب الامامة ١ /٥٦٠ طبع ايج۔ ايم ۔ سعيد.
وكذا فى حلبى كبير ، كتاب الصلوة باب الامامة ص:٥١٣ سعيدى كتب خانه
وكذا فى حاشية الطحطاوى ، كتاب الصلوة باب الامامة ص:٣٠٣ طبع كتب قديمى خانه.

۲) وفى فتاوى الارشاد يجب أن يكون امام القوم فى الصلوة أفضلهم فى العلم ...... والورع والتقوى والقرأة كتاب الصلوة باب الامامة تاتارخانيه ١ /٦٠٠ طبع إدارة القرآن.
وكذا فى الدر المختار ، كتاب الصلوة باب الامامة ١ /٥٥٧ طبع ايج۔ايم۔سعيد.
وكذا فى النهر الفائق كتاب الصلوة باب الامامة ١ /٢٣٩ طبع دارالكتب العلمية بيروت لبنان.

شرک کیا۔ اس وقت میں نے قرآن پاک سامنے رکھ کر توبہ کر لی کہ آئندہ ایسا کام نہ کروں گا۔ اب میں آپ سے گزارش کرتا ہوں کہ آپ اس کے متعلق کیا فرماتے ہیں۔

ج

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ عیسائیوں کے ہاں ختم پڑھنا درست نہیں ہے[1]۔ اس سے گناہ ہوتا ہے شرک و کفر نہیں ہے۔ لہٰذا جب مولوی صاحب اس فعل سے توبہ تائب ہو گیا ہے تو اس کے پیچھے نماز پڑھنی جائز ہے[2] اور توبہ تائب ہو جانے کے بعد اس کو طعنہ دینا اور اس کو پریشان کرنا کسی طرح جائز نہیں ہے[3] کیونکہ حدیث شریف میں وارد ہے[4]۔ التائب من الذنب کمن لاذنب له او کما قال. فقط واللہ تعالیٰ اعلم

فاسق وفاجر شخص کی امامت کا حکم

کیا فرماتے ہیں علماء دین اندریں مسئلہ کہ:

---

١) ما كان للنبي والذين امنوا أن يستغفروا للمشركين ولو كانوا أولى قربى الآية توبة ـ ت ـ ١١٣ پ ١١ ولا يدعو له بالمغفرة ويدعوله بالهدى. البحر الرائق كتاب الكراهية ٨/ ٦٧-٦٨ طبع دارالكتب العلمية بيروت لبنان.

٢) وإني لغفار لمن تاب وآمن وعمل صالحا ثم اهتدى ـ س ـ الرعد ـ ت ـ پ ٣.
مشكوة المصابيح ١ / ٢٠٦ باب التوبة والاستغفار طبع قديمي كتب خانه كراچي.
وكذا في سنن ابن ماجه ص ٣٣٣ باب ذكر التوبة طبع ايچ ـ ايم ـ سعيد.

٣) ويل لكل همزة لمزة)...... وقال سعيد بن جبير وقتادة الهمزة الذى يأكل لحوم الناس ويغتابهم واللمزة الطعان فيهم تفسير مظهرى ١٠،٩/ ٣٣٨ طبع بلوچستان بكڈپو.
وكذا في ابن كثير (همزة لمزة) طعان معياب ٦/ ٥٣٥ طبع مكتبه قديمي كتب خانه.
عن ابن عمر رضى الله عنه قال صعد رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم المنبر فنادى بصوت رفيع فقال ما معشر من أسلم بلسانه ولم يفض الايمان إلى قلبه لا تؤذوا المسلمين ولا تعيروهم، ولا تتبعوا عوراتهم فإنه من يتبع عورة أخيه المسلم يتبع الله عورته، ومن يتبع الله عورته يفضحه ولو فى جوف رحله" (مشكوة المصابيح كتاب الاداب، باب ما ينهى عنه من التهاجر والتقاطع واتباع العورات، الفصل الثانى ص ٤٢٨، ٤٢٩ طبع قديمي خانه۔

٤) مشكوة المصابيح ١/٢٠٦ باب التوبة والاستغفار طبع قديمي كتب خانه۔
وكذا في سنن ابن ماجه ٣٢٣ باب ذكر التوبة طبع ـ ايچ ـ ايم ـ سعيد كراچي۔

۱) ایک شخص ایک عام بستی کو جس میں اس کی محبوبہ رہتی ہے اس کی طرف خط میں لکھتا ہے کہ تیری بستی کی گلیاں مدینہ منورہ کی گلیاں ہیں۔

۲) یہی شخص اپنے رشتہ دار سے مبلغ ۶ ہزار روپے بعوض اپنی دختر کے لے کر بعدہ منحرف ہوگیا ہے۔ قسم بھی کھالی رقم بھی ہضم۔

۳) یہی شخص بطور سودخواری پانچ روپے فی صد کے حساب سے قرض دیتا ہے۔

۴) یہی شخص گندم خرید کر بطور احتکار جمع کر کے رکھ دیتا ہے۔ بوقت مہنگائی کے گندم حسب خواہش منافع گراں پر فروخت کرتا ہے۔

۵) یہی شخص ہے کہ اپنی بیٹی شادی شدہ ۲ سالہ کو تھانے میں محض فرمان روائی اپنی عورت کے پیش اپنے حقیقی بھتیجے سے طلاق کرائی جو آج تک بیٹھی ہے کوئی رشتہ نہیں لیتا۔

۶) یہی شخص سینما دیکھتا ہے اور ساتھ غیر محرم ہوتے ہیں، آتے ہیں جاتے ہیں۔ موصوف غیرت تک محسوس نہیں کرتا بلکہ غیر محرم کو دوست بنا کر گھر لے جاتا ہے جو کہ پردہ کا خیال نہیں کرتا۔

۷) یہی شخص ہے کہ لوگوں کو امر بالمعروف کرتا ہے اور خود اپنی ڈاڑھی کو خضاب لگاتا ہے اور مردے شوئی کرتا ہے اور جہاں کہیں جانور ذبح ہونے کو آئے جبراً جا کر ذبح کرتا ہے۔ اس کے عوض دل و گردے لیتا ہے، جسے حلالہ کہتا ہے۔

۸) ایک گورستان میں زنا کرتا ہے اور محض اپنے اعتبار کی خاطر جلسہ عام میں قرآن پاک اٹھا کر قسم کھاتا ہے کہ میں صاف ہوں۔

۹) اسی شخص کو کسی نے جامع مسجد کے لیے دو عدد شہتیر دیے ہیں خود فروخت کر کے رقم کھا گیا ہے۔

۱۰) اسی شخص کو اپنے والد مرحوم نے جو کہ تحصیل بھر کا عالم تھا غلط کرتوتوں کی بناء پر موصوف کو امامت و خطابت سے علیحدہ کر گیا تھا۔ اس کو منبر نبویؐ سے اتار کر دوسرے بھائی کو مقرر کر گیا تھا۔ کچھ عرصہ بعد وفات والد مرحوم کے چونکہ اس کا عاق تھا۔ دیگر متعلقین و معتبرین دنیاوی سے مل جل کر خطیب بن گیا۔ کیونکہ علاقہ کے اہالیان مطلق جاہل ہیں ان کی حمایت حاصل کی۔ تلک عشرۃ کاملۃ۔ اب اس کے پیچھے نماز جمعہ و عیدین وغیرہ جائز ہیں یا نہیں؟

﴿ج﴾

بشرط صحت سوال جس شخص میں مذکورہ اوصاف پائے جاتے ہیں، وہ شخص منصب امامت کے لائق نہیں فاسق ہے[1] اس کی امامت مکروہ تحریمی ہے[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ایک شخص نے اپنی لڑکی اہل شیعہ کو دی (شیعہ عام صحابہ وامہات المؤمنین رضی اللہ عنہم کو سب (گالی) بکتا ہے) اوران کے جنازے میں شریک ہوتا ہے ایسے شخص کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ مولوی حق نواز ولد میاں مراد قوم بھٹی جس کا مذہب اہل سنت والجماعت ہے۔ اس نے اپنی ایک لڑکی کی شادی اہل شیعہ سے جو کہ برسر عام صحابہ کو اور امہات المؤمنین رضی اللہ عنہم پر سب (گالی) بکتے ہیں کر دی ہے اور دو لڑکیاں دیگر بھی ان کو دی ہوئی ہیں اور اپنے لڑکے کے لیے اہل شیعہ کی لڑکی کا رشتہ لیا ہوا ہے۔ نیز اہل شیعہ کے جنازے میں بھی شریک ہوتا رہتا ہے۔ کیا یہ مولوی حق نواز اہل سنت والجماعت کے ساتھ قربانی میں شریک ہوسکتا ہے۔ اہل سنت والجماعت کو فرض عین اور فرض کفایہ پڑھا سکتا ہے۔ شرع محمدی میں یہ شخص کیسا ہے۔ اگر یہ شخص توبہ کرے تو کس طرح کرے۔ وضاحت سے مکمل مدلل ثبوت دیں۔

---

۱) ویکره إمامة عبد...... وفاسق وأما الفاسق فقد عللوا كراهة تقديمه بأنه لا يهتم لامر دينه ، وبأن فى تقديمه للامامة تعظيمه وقد وجب عليهم إهانته شرعاً۔ رد المحتار۔ كتاب الصلوة باب الامامة ۵٦۰/۱ طبع۔ ایم۔ ایچ۔ سعید۔

وكذا فى الهداية مع شرحه البناية ، ص ۳۲۳، ج۲۔

وفى الهداية مع شرحه فتح القدير وفى الفاسق للاول ظهور تساهله فى الطهارة ونحوها كتاب الصلوة باب لامامة ۳۰٤/۱ طبع مكتبة رشيديه كوئٹه۔

۲) بل مشى فى شرح المنية على ان كراهة تقديمه كراهة تحريم لما ذكرنا قال ولذا لم تجز الصلوة خلفه أصلا عند مالك كتاب الصلوة باب الامارة ۵٦۰/۱ ردالمحتار طبع ایچ۔ایم۔سعید۔

وكذا فى حلبى كبير كتاب الصلوة باب الامامة ص: ۵۱۳ طبع سعيدى كتب خانه كانسى روڈ۔

وكذا فى منحة الخالق على البحر الرائق كتاب الصلوة باب الامامة ٦۱۱/۱ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه۔

﴿ج﴾

اگر یہ شخص اہل سنت والجماعت کے عقیدہ کا ہے۔ قرآن میں انحراف یا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر تہمت (قذف) کا قائل نہیں۔ نہ صحبت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا منکر ہے۔ اسی طرح اور بھی ضروریات دین میں سے کسی بات کا منکر نہیں تو اگر یہ دوسرے مسلمانوں کے ساتھ قربانی میں شریک ہو جائے تو سب کی قربانی درست ہے[1]۔ اگر یہ خود مبتدع اور عاصی نہیں تو امامت اس کی درست ہے[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم، ملتان

۲۹ ذیعقدہ ۱۳۸۹ھ

کیا شیعوں کی مجالس میں جانے والے کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین مندرجہ ذیل مسائل میں کہ:

(۱) کوئی امام مسجد جو کہ اہل سنت کی مسجد میں امامت کے عہدے پر فائز ہو اور اسے با قاعدہ تنخواہ دی جاتی ہو۔ اگر وہ شیعہ حضرات کی مجالس میں شرکت کرے نوحہ خوانی، مرثیہ جات وغیرہ پڑھے اور اپنے عقائد سنی بتائے تو کیا ایسے امام کے پیچھے نماز جائز ہے یا کہ نہیں۔

(۲) یہی امام مسجد جو با قاعدہ تنخواہ دار ہے مسجد کی دیکھ بھال سے بالکل انکار کرے اور یہ کہے کہ میں جو تنخواہ لیتا ہوں وہ نماز پڑھانے کی ہے۔ دیکھ بھال کی نہیں تو کیا اس کا یہ فعل جائز ہے یا نہیں۔

---

۱) وشرائطها الاسلام والاقامة كتاب الاضحية در المختار ۳۱۲/٦ طبع ایچ۔ایم۔سیعد۔
وكذا فى البحر الرائق كتاب الاضحية ۳۸/۸ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه۔
وكذا فى فتاوى الهندية كتاب الاضحية الباب الاول فى تفسيرها وركنها الخ ۲۲/۵ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه۔

۲) والأحق بالامامة ...... الا علم باحكام الصلوة ...... ثم الاورع در المختار كتاب الصلوة باب الصلوة باب الامامة ۵۵۷/۱ طبع ایچ ایم ۔سعید۔
وكذا فى البحر الرائق كتاب الصلوة باب الامامة ٦۰۷/۱ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه۔
وكذا فى التاتارخانيه كتاب الصلوة فصل من هو أحق بالامامة ٦٦۰/۱ طبع إدارة القرآن والعلوم الاسلاميه۔

﴿ج﴾

(۱) جوشخص مرثیہ پڑھنا یا سننا جائز جانے اور تعزیہ نکالنا اچھا جانے اوراس میں شریک ہو وہ سنی نہیں بدعتی اور روافض کا شریک وہم خیال ہے۔ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم من تشبه بقوم فهو منهم [۱] ایسے شخص کی اقتداء سے احتراز لازم ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ص۳۰۳ ج۳ [۲]۔ جدید۔ بتغیر)

(۲) مسجد کی حفاظت اور دیکھ بھال تمام مسلمانوں پر لازم ہے [۳]۔ اگر امام کے ذمہ لگایا گیا ہے کہ وہ امامت کے ساتھ مسجد کی دیکھ بھال بھی کرے گا تو پھر امام کا انکار درست نہیں۔ ویسے بہتر یہ ہے کہ مسجد کی نگرانی کے لیے مستقل آدمی رکھا جائے [۴] اور یہ کام امام کے سپرد نہ ہوتا کہ کام خوش اسلوبی سے نبھایا جاسکے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ ۱۴صفر ۱۳۹۰ھ

امام کا مرزائی سے تنخواہ لینے کا حکم

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک مسجد میں ایک مولوی صاحب امامت کرتے ہیں اور اس کی ماہوار تنخواہ مرزائی ادا کرتا ہے۔ کیا مرزائی سے چندہ لینا درست ہے یا نہ۔

---

۱) ومن انتحل من هذه الاهواء شيئا فهو صاحب بدعة كتاب الصلوة فصل من هو احق بالامامة ۱/۶۰۱ طبع إدارة القرآن والعلوم الاسلاميه۔
كذا فی فتاوى دارالعلوم ديوبند ۳/۳۰۳ باب الامامة والجماعت طبع امداديه ملتان۔

۲) من تشبه بقوم فهو منهم مشكوة المصابيح كتاب اللباس الفصل الثانی ص:۳۷۵ طبع قديمی كتب خانه۔ وكذا فی أبی داؤد كتاب اللباس باب ما جاء فی الاقبيته ۲/۲۰۳ طبع مكتبه رحمانيه لاهور۔

۳) عن عائشة رضی الله عنها قالت أمر رسول الله صلى الله عليه وسلم ببناء المسجد فی الدور وأن ينظف ويطيب مشكوة المصابيح كتاب الصلوة باب المساجد ومواضع الصلوة الفصل الثانی ص:۶۹ طبع قديمی كتب خانه۔
وآداب المسجد ترجع إلى معانى منها تعظيم المسجد ومؤاخذة نفسه أن يجمع الخاطر ولا يسترسل عند دخوله ...... ومنها تنظيفه مما يتقذر ويتنفر منه الخ حجة الله البالغة مع شرحه رحمة الله الواسعة كتاب الصلوة باب: ۵مساجد كابيان فصل آداب مسجد كی بنيادیں۳/۳۴۷ طبع زم زم پبلشرز كراچی۔ ومثله فی المرقات كتاب الصلوة باب المساجد حديث:۷۱۷،۲/۳۹۳ دارالكتب العلمية بيروت لبنان۔

۴) ويدخل فی وقف المصالح قيم إمام خطيب والمؤذن يعبر الخ كتاب الوقف در المختار ۴/۳۷۱ طبع ايچ۔ايم۔سعيد۔

﴿ج﴾

نظراً الی بعض العوارض کا لاحسان علی اهل الاسلام من اهل الکفر. یعنی بوجہ احتمال احسان علی المسلمین فی امر الدین کے مرزائی کا چندہ یا تنخواہ لینا درست نہیں۔ نیز یہ بھی احتمال ہے کہ اہل اسلام ان کے ممنون ہو کر ان کے مذہبی شعائر میں شرکت یا ان کی خاطر سے اپنے شعائر میں مداہنت کرنے لگیں گے۔ اس لیے مرزائی کی تنخواہ قبول کرنا مناسب نہیں۔ فان الاسلام یعلو ولا یعلی [1]. والید العلیا (المعطیة) خیر من الید السفلی (السائلة والآخذة) [2] مسلمانوں کو چاہیے کہ خود اپنی حلال کمائی سے چندہ کریں امام کی تنخواہ ادا کریں [3] اور مسجد کے انتظام کے لیے خود کمیٹی مقرر کریں اور اس مرزائی سے بیزاری اختیار کریں۔ ونخلع ونترک من یفجرک یعنی ہم علیحدہ کر دیتے ہیں اور چھوڑ دیتے ہیں اس شخص کو جو تیری نافرمانی کرے [4] دعائے قنوت پر عمل کرتے ہوئے ان سے دور رہیں۔

مرزائی کی نماز جنازہ پڑھانے والے کی امامت کا حکم

﴿س﴾
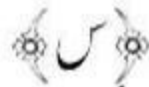
کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص (جو کہ امام بھی ہے) نے ایک مرزائی کی نماز جنازہ پڑھائی کیا اس کے پیچھے نماز پڑھنی جائز ہے یا نہیں۔

---

۱) شامی کتاب الاکراہ ۱۳۸/٦ طبع ایچ۔ایم۔سعید۔

۲) وعن ابن عمر رضی الله عنهما ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال وهو علی المنبر وهویذکر الصدقة والتعفف عن المسئلة الید العلیا خیر من الید السفلی والید العلیا هی المنفقة والسفلی هی السائلة متفق علیه مشکوة المصابیح باب من لا تحل له المسئلة ومن تحل له الفصل الاول ص:١٦٢ طبع قدیمی کتب خانه وکذا فی صحیح البخاری کتاب الزکاة باب لا صدقة الا عن ظهر غنی ١٩٢/١ طبع قدیمی کتب خانه۔
وکذا فی مرقاة المفاتیح شرح مشکوة المصابیح کتاب الزکاة باب من لا تحل له المسئلة ٣٠٤/٤ طبع دار الکتب العلمیة بیروت۔

۳) جمع أهل المحلة للامام فحسن الدر المختار کتاب الحظر والاباحة فصل فی البیع ٤٢٤/٦ طبع ایچ۔ایم۔سعید۔

٤) ونخلع ونترك من یفجرك۔ دعاء قنوت۔

﴿ج﴾

باوجود اس بات کے جاننے کے کہ یہ مرزائی ہے اس کی نماز جنازہ پڑھنے والا شخص عاصی [۱] وفاسق ہے۔ اس کو امام بنانا اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ ہے [۲] یہاں تک کہ وہ توبہ تائب ہو جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ

۱۷ ذوالحج ۱۳۹۰ھ

مرزائی کا نکاح پڑھانے والے کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین دریں مسئلہ کہ زید خطیب وامام ہے قوم کا اور اس کو سردار پور میں مقتدا سمجھا جاتا ہے۔ داڑھی قبضہ سے کم ہے۔ ہمیشہ کتراتا ہے۔ بار بار کہنے سے توبہ نہیں کرتا اور قبضہ بھر پوری نہیں رکھتا اور تاش رات دن کھیلتا ہے۔ اور حقہ نوشی وسگریٹ وغیرہ بھی اس کا شیوہ ہے اور مذاق ولغویت کرتا ہے جس کو ملتانی زبان میں وگئی کہا جاتا ہے اور ہر مجلس میں شامل ہو جاتا ہے اور سرکاری بینکوں کا سود کھانا جائز سمجھتا ہے۔ پھر کہتا ہے اولی الامر کی اطاعت ضروری ہے۔ اصل مطلب جس کی وجہ سے فتویٰ طلب کرنا پڑا' وہ یہ ہے کہ قصبہ سردار پور میں ایک مرزائی قادیانی آدمی رہتا ہے۔ وہ نہری محکمہ میں افسر ہے۔ اس نے ایک عورت کے ساتھ نکاح کیا ہے۔ خدا جانے وہ عورت کس قسم کی ہے۔ زید مذکور معہ چند چیدہ مسلمانوں کے اس مجلس میں شریک ہو کر نکاح خواں بنا ہے اور دس روپے عوض بھی وصول کیا ہے اور مٹھائی وچائے بھی تناول کی۔ اب مسلمانوں کو بڑی پریشانی ہے کہ ہمارے مقتدا صاحب نے کیا کیا ہے۔ لہٰذا شریعت کے مطابق جواب عنایت فرمائیں جو ممانعت ہو اور جس قسم کا گناہ ہو اور جو تعزیر مناسب ہو۔ پوری تفصیل سے جواب فرماویں۔ بینوا وتوجروا۔

---

۱) قوله وفاسق من الفسق وهو خروج عن الاستقامة، ولعل المرادبه من يرتكب الكبائر...... كشارب الخمر الخ شامی، كتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵۶۰ طبع ایچ۔ایم۔سعید۔ وكذا في تفسير روح المعانی سورة البقرة :۲۶ دار أحياء التراث العربی۔
وكذا في حاشية الطحطاوی علی مراقی الفلاح كتاب الصلوة باب الامامة ص:۳۰۳ طبع دارالكتب العلمية بيروت لبنان۔

۲) بل مشی فی شرح المنية علی أن كراهة تقديمه كراهة تحريم الخ كتاب الصلوة باب الامامة ص:۵۱۳ طبع سعيدی كتب خانه۔
وكذا في حاشية الطحطاوی كتاب الصلوة باب الامامة ۱/۳۰۳ طبع قديمی كتب خانه۔

۳) التائب من الذنب كمن لا ذنب له مشكوة المصابيح باب التوبة والاستغفار ص:۲۰۶ طبع قديمی كتب خانه ، وكذا في ابن ماجة باب الذكر والتوبة ص:۳۲۳ طبع ایچ۔ایم۔سعید۔

﴿ج﴾

اگر فی الواقع امام مذکور میں مندرجہ بالا معاصی کا ارتکاب متحقق ہو اور بعد کامل تفتیش و تحقیق کے واقعات اس طرح ثابت ہو جاویں تو اس شخص کی امامت جائز نہیں (۱) بوجوہ ذیل یہ فاسق ہے (۲)

(۱) ''داڑھی کترانے کی وجہ سے'' کیونکہ حدیث شریف میں مختلف الفاظ سے داڑھی بڑھانے کا حکم وارد ہے (۳)۔ اعفوا اللحی. ارخوا اللحی. وفروا اللحی' اوفوا اللحی وغیر ذالک. اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم وصحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس پر مداومت کی ہے۔ امر کا صیغہ اور مواظبت عمل وجوب حکم کا فائدہ دیتا ہے۔ کما هو المنقول فی اصول الفقه (۴). صحیح بخاری میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کا اثر دربارہ قطع مافوق القبضہ موجود ہے۔ قول صحابی فیما لایدرک بالرای حدیث مرفوع کے حکم میں ہے۔ اس لیے علماء نے مافوق القبضہ کے قطع کے جواز کا حکم دیا ہے (۵)۔ اگر ابن عمر رضی اللہ عنہ کا یہ اثر صحیح بخاری میں نہ ہوتا تو

---

۱) وأما الفاسق فقد عللوا كراهة تقديمه بأنه لا يهتم لأمر دينه وبأن فى تقديمه للامامة تعظيمه وقد وجب عليهم اهانته شرعاً۔رد المحتار كتاب الصلوة باب الامامة ۱ /۵٦۰ طبع ايج۔ايم۔سعيدوكذا فى البناية شرح الهداية والفاسق لا يهتم لامر دينه كتاب الصلوة باب الامامة ۲ /۳۳۳طبع دارالكتب العلمية لبنان۔ وكذا فى النهر الفائق كتاب الصلوة باب الامامة /۲٤۲ طبع دار الكتب العلمية بيروت لبنان۔

۲) وقوله وفاسق من الفسق وهو الخروج عن الاستقامة ولعل المراد به من يرتكب الكبائر كشارب الخمر والزانى وآكل الربوا الخ شامى ،كتاب الصلوة، باب الامامة ۱ /۵٦۰ طبع ايج۔ايم۔سعيد۔ وكذا فى تفسير روح المعانى سورة البقرة:۲٦ ،۱ /۲۸٤ دار أحياء التراث العربى۔
وكذا فى حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح كتاب الصلوة باب الامامة ۱ /۳۰۳طبع دارالكتب العلمية بيروت لبنان۔

۳) عن ابن عمر رضى الله عنها عن النبى صلى الله عليه وسلم قال : خالفوا المشركين وفروا اللحى وأحفوا الشوارب وكان ابن عمر اذا حج أو اعتمر قبض على لحيته فما فضل أخذه باب تقليم الاظفار ص ۸۷۵، ج ۲ (بخارى)۔عن نافع عن ابن عمر رضى الله عنه قال:قال رسول الله ﷺ انهكوا الشوارب وأعفو اللحى باب إعفاء اللحى ۲ /۸۷۵ طبع قديمى كتب خانه بخارى)۔

٤) فقال ومنه الامر وهو قول القائل لغيره على سبيل الاستعلاء إفعل ...... انه لفظ وضع لمعنى معلوم وهو الطلب على الوجوب نورالانوار مبحث الامر ص:۲۸ طبع مكتبه حقانيه محله جنگى قصه خوانى پشاور۔ وكذا فى شرح المنار للعلامة الشامى فى اصول الفقه مبحث الامر ص:۲٤ إدارة القرآن كراتشى۔ وكذا فى فتح الغفار بشرح المنار موجب الامر ص:۳۸ طبع مكتبه الاسلاميه۔

۵) عن ابن عمر رضى الله عنه عن النبى صلى الله عليه وسلم قال : خالفوا المشركين وفروا اللحى وأحفوا الشوارب وكان ابن عمر اذا حج أو اعتمر قبض على لحيته فما فضل أخذه بخارى باب تقليم الاظفار ۲ /۸۷۵ طبع قديمى كتب خانه۔

علی الاطلاق داڑھی کا بڑھانا واجب ہوتا بہرحال قبضہ سے کم کترانے کے عدم جواز پر امت کا اجماع ہے اور یہی ائمہ اربعہ رحمہم اللہ کا مذہب ہے۔ شامی میں ہے۔ واما الاخذ منها وهي دون ذالک (ای قدر القبضة) كما يفعله بعض المغاربة والمخنثة من الرجال فلم يبحه احد (۱)۔ اس لیے مادون القبضہ کا کاٹنا اور اس پر دوام و اصرار کرنا گناہ کبیرہ ہے اور مرتکب اس کا فاسق ہے (۲)۔ (۲) تاش کھیلنا جائز نہیں۔ حدیث شریف میں ہے۔ لهو المومن باطل (الحدیث) درمختار (۳) میں ہے۔ وکره تحريماً اللعب بالنرد وكذا الشطرنج شامی لکھتے ہیں (قوله الشطرنج) فهو حرام وكبيرة عندنا وفي اباحته اعانة للشيطان على الاسلام والمسلمين (۴)۔ الخ۔ امام شافعی رحمہ اللہ و امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے جو جواز منقول ہے اس کے لیے یہ شرط ہے کہ اس پر فحش گوئی، کثرت حلف، قمار نہ ہو اور نہ کسی واجب شرعی میں خلل آئے ورنہ بالاجماع حرام ہے۔ کذا فی الدر المختار و الشامی (۵) تاش کا بھی یہی حکم ہے اور شخص مذکور تو حسب سوال فحش گوئی کا عادی ہے لہٰذا فاسق ہے۔ (۳) عام عادت فحش گوئی اور لغویات کی حرمت اور اس کا ناجائز اور موجب گناہ ہونا اظہر من الشمس ہے۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ (۴) سود کی حرمت قرآن کریم میں مصرح ہے (۶)۔ احل الله البيع وحرم الربوا. اور اس کے مرتکب کے لیے شدید

---

۱) شامی كتاب الصوم مطلب في الاخذ من اللحية ۲/ ۴۱۸ طبع ایچ۔ایم۔سعید وكذا في البحر الرائق كتاب الصوم باب ما يفسد وما لا يفسده ۲/ ۴۹۰ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه۔ وكذا في فتح القدير كتاب الصوم باب ما يوجب القضاء والكفارة ۲/ ۲۷۰ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه۔

۲) قوله وفاسق من الفسق وهو خروج عن الاستقامة ولعل المراد به من يرتكب الكبائر كشارب الخمر والزاني وآكل الربا ونحو ذلك الخ شامي كتاب الصلوة باب الامامة ۱/ ۵۶۰ طبع ایچ۔ ایم۔ سعید وكذا في تفسير روح المعاني سورة البقرة آيت ۲۶، ۱/ ۲۸۴ دار أحياء التراث العربي وكذا في حاشية الطحطاوي كتاب الصلوة باب الامامة ص: ۳۰۳ طبع دار الكتب العلمية بيروت۔

۳) الدر المختار كتاب الحظر والاباحة فصل في البيع ۶/ ۳۹۴ طبع ایچ۔ایم۔ سعید۔
وكذا في الهندية كتاب الكراهية الباب السابع عشر في الغنا واللهو وسائر المعاصي ۵/ ۳۵۲ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه۔ وكذا في البحر الرائق كتاب الكراهية فصل في الآكل والشرب ۸/ ۳۴۶ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه۔

۴) شامي كتاب الحظر والاباحة فصل في البيع ۶/ ۳۹۴ طبع ایچ۔ایم۔سعید۔

۵) الدر المختار والشامي، كتاب الحظر والاباحة فصل في البيع ۶/ ۳۴۸ طبع ایچ۔ایم۔سعید۔

۶) سورة البقرة آيت ۲۷۴ پاره ۳ وكذا في ترمذي ابواب البيوع باب ما جاء في ترك الشبهات ۱/ ۲۲۹ طبع ایچ۔ایم۔سعید وكذا في الهندية كتاب البيوع الباب الثاني في احكام العقد بالنظر الى المعقود عليه ۳/ ۲۱۸ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه۔

وعید ہے۔ فاذنوا بحرب من الله ورسوله. الاية [1] احادیث میں بسط وتفصیل سے حرمت موجود ہے۔ اجماع امت نقدین (سونا چاندی) میں تفاضل کی حرمت پر قائم ہے۔ غرضیکہ نقد مال میں سود کی حرمت قطعی ہے [2]۔ اس کا انکار کرنا حبط اعمال کا سبب بن سکتا ہے (حفظنا الله وجميع المسلمين منه) اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے واضح فیصلہ کے بعد کسی مومن کو اس میں کلام کرنا خواہ وہ اولوالامر میں سے کیوں نہ ہو جائز نہیں۔ لقولہ تعالیٰ۔ وما كان لمؤمن ولا مؤمنة اذا قضى الله ورسوله امراً ان يكون لهم الخيرة من امرهم [3] اور نہ ایسے مسئلہ میں اولوالامر کی اطاعت جائز ہے۔ لقوله عليه السلام لاطاعة لمخلوق فى معصية الخالق. وقوله عليه السلام انما الطاعة فى المعروف [4] (متفق علیہ) (۵) مرزائی بالاجماع دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ ان کے نکاحوں میں شریک ہونا کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں۔ چہ جائیکہ خطیب قوم ان کے نکاح میں شرکت کرے یا ان سے میل جول رکھے۔ بوجوہ مذکورہ جب خطیب کا فسق متیقن ہو جاوے تو اس کی امامت ناجائز ہے اور اس کا عزل مسلمانوں پر لازم ہے [5]۔ عامۃ المسلمین پر لازم ہے کہ اس کی تعظیم نہ کریں اور تعلقات اس سے منقطع کر کے اسے توبہ کرنے پر مجبور کریں۔ اس کی امامت اور تعظیم کے بارہ میں حوالہ ذیل شامی رحمہ اللہ کا ملاحظہ ہو رد المحتار میں لکھا ہے [6]۔ فقد عللوا كراهة تقديمه (اى فاسق) بانه

---

۱) سوة البقرة ايت نمبر: ۲۸۷ پاره: ۳۔

۲) عن ابى سعيد الخدرى رضى الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم الذهب بالذهب والفضة بالفضة والبر بالبر والشعير بالشعير والتمر بالتمر والملح بالملح مثلا بمثل يداً بيد فمن زاد واستزاد فقد أربى الاخد والمعطى فيه سواء كتاب البيوع باب الربوا، صحيح مسلم ج ۲، ص ۲۵ طبع قديمى كتب خانه وكذا فى المشكوة ص ۲۴٤ و كذا فى الهندية، كتاب البيوع الباب الثانى فى احكام العقد بالنظر الى المعقود عليه ص ۲۱۸، ج ۳، طبع مكتبه رشيديه كوئٹه،
وكذا فى الهداية كتاب البيوع، باب الربوا، ص ۳، ج ۸۱، طبع مكتبه رحمانيه۔

۳) سوة الاحزاب س: ۳٦ پاره: ۲۲۔

٤) مشكوة المصابيح كتاب الامارة والقضاء ص: ۳۲۱ طبع قديمى كتب خانه، وكذا فى سنن ابى داؤد كتاب الجهاد باب الطاعة ۱/۳۷۷ طبع مكتبه رحمانيه وكذا فى صحيح مسلم، كتاب الجهاد باب وجوب طاعة الامير ۲/۱۲۵ طبع قديمى كتب خانه۔

۵) فقد عللوا كراهة تقديمه أى فاسق بانه لا يهتم لامر دينه وبأن فى تقديمه للامامة تعظيمه وقد وجب عليهم إهانته شرعاً شامى كتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵٦۰ طبع ايچ۔ايم۔سعيد كراچى۔
وكذا فى البناية شرح الهداية كتاب الصلوة باب الامامة ۲/۳۳۳ طبع دار الكتب العليمة بيروت لبنان۔
وكذا فى النهر الفائق كتاب الصلوة باب الامامة ۱/۲٤۲ طبع دار الكتب العلمية بيروت لبنان۔

٦) كتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵٦۰ طبع ايچ۔ايم۔سعيد۔

لایھتم لامر دینه وبان فی تقدیمه للامامة تعظیمه وقد وجب علیهم اهانته شرعاً الخ واللہ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

مرزائیوں سے تعلقات رکھنے والے کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ ایک شخص امام مسجد ہے اور اس کے اعتقادات علماء دیوبند کی طرح ہیں مگر اس کے رشتہ دار مرزائی ہیں۔ جن کے ساتھ اس مولوی امام کا کھانا پینا اٹھنا بیٹھنا عموماً ہوتا رہتا ہے۔ اب آیا اس مولوی صاحب کے پیچھے نماز پڑھنی درست ہے یا نہیں۔ بینوا وتوجروا

﴿ج﴾

مرزائی مرتد ہیں، اسلام سے خارج ہیں، اسلام سے خارج ہو جانے کے بعد ان سے سارے رشتے ٹوٹ جاتے ہیں [1]۔ اس لیے ان کے ساتھ تعلقات رکھنا، رشتہ ناطہ کرنا ناجائز ہے [2]۔ اگر سوال میں مذکورہ صورتِ حال صحیح ہے تو مولوی صاحب مذکور کو لازم ہے کہ اس سے توبہ کرے [3] ورنہ اس کو

---

۱) ویبطل منه) اتفاقاً ما یعتمد الملة وهی خمس النکاح، والذبیحة ، والصید ، والشهادة، والارث۔الخ
الدر المختار کتاب الجهاد ، باب المرتد، ۲۴۹/۴ طبع ایچ۔ایم۔سعید۔
وکذا فی البحر الرائق کتاب السیر، باب أحکام المرتدین ۲۲۴/۵ طبع مکتبه رشیدیه کوئٹه۔
وکذا فی الخانیة علی هامش الهندیة باب الردة وأحکام اهلها ۵۸۰/۳ طبع مکتبه رشیدیه کوئٹه۔

۲) لا یجوز له أن یتزوج إمراء ة مسلمة ولا مرتدة ولا ذمیة لا حرة ولا مملوکة خانیه علی هامش الهندیه کتاب السیر باب الردة وأحکام أهلها ۵۸۰/۳ طبع مکتبه رشیدیه کوئٹه۔
وکذا فی البحر الرائق کتاب السیر باب أحکام المرتدین ۵/ ۲۲۵ طبع مکتبه رشیدیه کوئٹه۔
وکذا فی الهندیه کتاب السیر الباب التاسع فی أحکام المرتدین ۲۵۵/۲ طبع مکتبه رشیدیه کوئٹه۔

۳) والذین إذا فعلوا فاحشة أو ظلموا أنفسهم ذکروا الله فاستغفرو الذنوبهم س، ال عمران آیت: ۱۳۵ پاره ۴،۔ وعن انس رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم کل بنی آدم خطاء وخیر الخطائین التوابون رواه الترمذی۔
باب التوبة والاستغفار ص:۲۰۴ مشکوة المصابیح طبع قدیمی کتب خانه۔
و کذا فی ابن ماجه باب التوبة والاستغفار ص: ۳۲۳ طبع ایچ۔ایم۔سعید۔

امامت سے معزول کر دیا جاوے (۱)۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم، ملتان
۲۷ ذ والقعدہ ۱۳۷۲ھ

شیعہ سے تعلقات رکھنے والے کی امامت کا حکم

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اندریں مسئلہ کہ ایک امام جو اس محلّہ میں لوگوں کو نماز پڑھاتا ہے اور بار بار اس کو منع کیا گیا کہ تم کسی شیعہ کے گھر روٹی نہ کھایا کرو وہ امام روٹی کھانے سے نہیں رکتا۔ جو امام کو روٹی دیتا ہے وہ مذہب شیعہ کا بڑا سرکردہ ہے اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا واصحاب ثلاثہ رضی اللہ عنہم کو بکواس کرتا ہے اور ایک دفعہ کا یہ واقعہ ہے کہ مولوی سنی حنفی نے تقریر کی اس شیعہ نے جھوٹا مقدمہ بنا کر اس حنفی مولوی کو قید کروا دیا۔ کیا جو امام اس شیعہ کے گھر روٹی کھائے اور اس کو پکا مسلمان سمجھے اور محبت رکھے ایسے امام کے پیچھے مسلمانوں کو نماز پڑھنی جائز ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

ایسے شخص کو امام بنانا جائز نہیں ہے (۲)۔ واللہ تعالیٰ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم

صحابی رسول کو برا کہنے اور اہلِ اسلام کو کافر کہنے والے کی امامت کا حکم

﴿س﴾
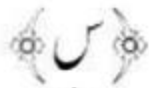
کیا فرماتے ہیں علماء دین مسئلہ ذیل میں کہ ایک شخص کہتا ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ شرارتی

---

۱) وأما الفاسق فقد عللوا كراهة تقديمه بأنه لا يهتم لا مردينة، وبأنه فى تقديمه للامامة تعظيمه وقد وجب عليهم إهانته شرعاً۔ رد المحتار، كتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵٦۰ طبع ۔ ایم ۔ ایچ ۔ سعید۔
وكذا فى البناية على شرح الهداية كتاب الصلوة باب الامامة ۲/۳۳۳ طبع دار الكتب العلمية بيروت لبنان۔
وكذا فى النهر الفائق كتاب الصلوة باب الامامة ۱/۲٤۲ طبع دار الكتب بيروت لبنان۔
۲) ويكره أن يكون فاسقاً ويكره للرجال أن يصلوا خلفه تاتار خانيه كتاب الصلوة باب من هو أحق بالامامة ۱/٦۰۳ طبع إدارة القرآن والعلوم الاسلاميه ۔
وكذا فى البحر الرائق كتاب الصلوة باب الامامة ۱/٦۱۱ طبع مكتبه رشيديه۔

تھے (العیاذ باللہ) اور اس نے کہا ہے کہ میرے نزدیک دیوبندی اور بریلوی دونوں جماعتیں کافر ہیں اور اس نے کہا ہے کہ ض کو مشابہ ظا پڑھنے والے (یعنی جس طرح عام طور پر قاری پڑھتے ہیں) کافر ہیں اور داڑھی باریک مشین سے کٹاتا ہے اور کالا خضاب بھی داڑھی کو لگاتا ہے۔ کیا شریعت کے نزدیک ان وصفوں والے آدمی کے پیچھے مسلمان کی نماز ہو جاتی ہے یا نہیں؟ اور یہ آدمی ایک جامع مسجد کا امام مقرر کیا جا سکتا ہے یا نہیں؟

ج

یہ شخص جو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابی کی توہین کرتا ہے اور علماء اہل سنت کو العیاذ باللہ کافر کہتا ہے۔ صحیح قرآن پڑھنے والوں کو خارج از اسلام بتلاتا ہے۔ نیز عملاً اتباع سنت سے محروم ہے۔ ایسے شخص کو توبہ پر مجبور کیا جائے۔ اس سے عامۃ المسلمین ہر قسم کے تعلقات شادی و غمی منقطع کر دیں۔ یہاں تک کہ تائب ہو جائے [1] نہ اس کے پیچھے نماز پڑھنی جائز ہے اور نہ امام مقرر کیا جا سکتا ہے [2]۔ واللہ تعالیٰ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۱۹ جمادی الاخری ۱۳۶۷ھ

شیعہ کا سنیوں کی مسجد میں نماز پڑھنے کا حکم

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ مسجد اہل سنت والجماعت کی ہے اور امام بھی اہل سنت ہے۔

---

۱) قال أجمع العلماء على أن من خاف من مكالمة أحد وصلته ما يفسد عليه دينه أويدخل مضرة فى دنياه يجوز له مجانبته وبعده ورب صرم جميل خير من مخالطة تؤذيه ...... فإن هجرة أهل الاهواء والبدع واجبة على مر الاوقات ما لم يظهر منه التوبة والرجوع إلى الحق مرقاة المفاتيح كتاب الاداب باب ما ينهى عنه من التهاجر والتقاطع واتباع العورات الفصل الاول ۲۳۰/۹ طبع دارالكتب العلمية بيروت لبنان۔ ص ۷۵۹، ج ۸، مكتبه رشيديه كوئٹه۔
وكذا فى أوجز المسالك إلى مؤطا امام مالك كتاب الجامع باب ما جاء فى المهاجره ۱٦۷/۱٤ طبع دارالكتب العلمية بيروت لبنان۔ وكذا فى فتح البارى بشرح صحيح البخارى كتاب الهجرة كتاب الاداب باب الهجرة ۱۲۱/۱۲ طبع دارالفكر المعاصر بيروت لبنان۔

۲) ويكره ان يكون الامام فاسقا ويكره للرجال أن يصلوا خلفه تاتارخانيه كتاب الصلوة باب من هو احق بالامامة ٦۰۳/۱ طبع إدراة القران والعلوم الاسلاميه وكذا فى رد المحتار كتاب الصلوة باب الامامة ٥٦۰/۱ طبع ايچ۔ايم۔سعيد كراچى ۔وكذا فى البحر الرائق كتاب الصلوة باب الامامة ٦۱۱/۱ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه۔

اس امام کے پیچھے شیعہ مذہب کا آدمی نماز پڑھ سکتا ہے۔ کیا اس کی نماز ہو جائے گی۔ نیز نماز فرض پڑھنے کے بعد رافضی شخص ذرا زور سے درود پڑھتا ہے، جس سے دوسروں کی نماز میں خلل آتا ہے اور باقی مقتدی اس کام کو مکروہ جانتے ہیں کہ یہ شخص ہماری نماز کو خراب کرتا ہے۔ کیا باقی مقتدی یا امام اس شخص کو مسجد سے یا اپنے پیچھے نماز پڑھنے سے روک سکتے ہیں یا وہ شخص اس مسجد میں نماز علیحدہ پڑھے۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اگر سکون و اطمینان سے شیعہ شخص نماز پڑھے تو اس کو مسجد سے نہ روکا جائے [1]۔ اور اگر ایسے طریقے پر نماز وغیرہ پڑھتا ہے جس سے دوسروں کو تکلیف پہنچتی ہو اور فتنہ کا باعث بنتا ہو تو اس کو مسجد سے روک دیا جائے [2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ عبداللطیف غفرلہ
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم، ملتان
۲۵ ربیع الثانی ۱۳۸۷ھ

شیعہ کی امامت میں سنی کی نماز کا حکم

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ شیعہ امام کے پیچھے نماز پنجگانہ یا نماز جنازہ پڑھنا سنی کے لیے جائز ہے یا نہیں۔

---

۱) سورة بقرة آیت: ۱۱٤ پاره: ۱۔

۲) ویمنع منه و کذا کل موذولو بلسانه الدر المختار کتاب الصلوة ۱/۲٦۱ طبع ایچ۔ایم۔سعید کراچی۔

عن معاذ بن جبل رضی الله عنه ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال جنبوا مساجدکم صبیانکم ومجانینکم وشرائکم وبیعکم وخصوماتکم ورفع اصواتکم الخ کتاب الصلوة باب أحکام المساجد حلبی کبیر ص: ٦۱۱ طبع سعیدی کتب خانه۔

ج

شیعہ رافضی کے پیچھے سنی کی نماز نہیں ہوتی ۔ لہٰذا رافضی شخص کو امام نہیں بنانا چاہیے ۔ عالمگیریہ میں ہے۔
ولا تجوز الصلوٰۃ خلف الرافضی والجھمی والمشبہ ومن تقول بخلق القران [1]. فقط
واللہ تعالیٰ اعلم

مرزائی متولی کی ولایت میں امامت درست نہیں

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اندریں مسئلہ کہ ایک جگہ نماز پڑھائی ہے ۔ نماز پڑھنے والے تو سب اہل سنت والجماعت ہیں لیکن جو آدمی تنخواہ دیتا ہے اور جس کے اختیار میں امام مقرر کرنا اور ہٹانا ہے وہ ایک مرزائی ہے ۔ جو اپنی گرہ سے رقم دیتا ہے ۔ اور جو امام رکھتا ہے اس کو یہ حکم دیتا ہے کہ کوئی اختلافی مسئلہ نہ بیان کرنا ۔ اس حکم سے اصل مقصد اس کا یہ ہے کہ مرزائیوں وغیرہ کو کچھ نہ کہنا ۔ اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ مذکورہ بالاقسم کی امامت کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں اور اس کی شرط کے موافق کوئی اختلافی مسئلہ نہ بیان کرنا خواہ وہ مسئلہ ختم نبوت کیوں نہ ہو یہ کتمان حق ہے یا نہیں ۔ بینوا بالکتاب توجروا یوم الحساب ۔

ج

مرزائی چونکہ بالاتفاق مرتد اور خارج از اسلام ہیں اس لیے ان سے عقد اجارہ کرنا جائز

---

۱) الهندية الباب الخامس فی الامامة الفصل الثالث فی بیان من یصلح إماما لغیره ۸٤/۱ طبع مکتبه رشیدیه وکذا فی الدر المختار کتاب الصلوة باب الامامة مطلب البدعة خمسة أقسام ٥٦۲/۱ طبع ایچ۔ایم۔سعید ۔
وکذا فی البحر الرائق کتاب الصلوة باب الامامة ٦۱۱/۱ رشیدیه کوئٹه۔

نہیں (۱)۔اس کے علاوہ ان کا احسان لینا مسلمان کے لیے خلاف مروت ہے (۲) جس سے بچنا لازم ہے اور کتمان حق بہت بڑا گناہ ہے (۳)۔اس لیے اس صورت میں امامت کرنا جائز نہیں ہے (۴)۔ واللہ تعالی اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان شہر

اپنے کو مرزائی کہنے والے کی امامت

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ان مسائل میں کہ:

(۱) ایک امام مسجد جس نے گزشتہ دنوں اپنے مقتدیوں کے سامنے اعلان کیا کہ میں مرزائی ہو گیا ہوں۔ میرا مسلک وہی ہے جو مرزائیوں کا ہے۔اب امامت بھی کر رہا ہے اور توبہ نامہ تحریری کسی عالم کے پاس جا کر تائب ہونے کا اس کے پاس کوئی ثبوت نہیں ہے۔کیا ایسے امام کے پیچھے نماز جائز ہے شرعاً وہ امام مسلمان ہے۔

(۲) شیعہ حضرات میں سے کسی نے صف خرید کر سنیوں کی مسجد میں ڈال دی۔ کچھ لوگ اعتراض کر رہے ہیں کہ شیعہ حضرات صحابہ کرام کو برا کہتے ہیں اور گالیاں دیتے ہیں اس لیے ان لوگوں کا ہماری مسجد پر پیسہ لگانا جائز نہیں۔سنیوں کی مسجد پر پیسہ خرچ کرنے والا کہتا ہے کہ میں صحابہ کو گالیاں نہیں دیتا ہوں۔ بلکہ صحابہ کی تعریف کرتا ہوں اور مدح کا قائل ہوں۔دلائل سے روشنی ڈالیں۔

(۳) کنجر جس کی آمدنی قطعی طور پر حرام کی ہے۔وہ رقم مسجد پر لگ سکتی ہے۔دلائل سے واضح فرمائیں۔

(۴) جس مسجد میں پانچوں وقت کی نماز باجماعت نہ ہوتی ہو،اس مسجد میں نماز جمعہ جائز ہے یا نہیں؟

---

۱) ویتوقف منه ......وهو المفاوضة ...... والصرف والسلم والعتق والتدبير والكتابة والهبة والرهن والاجارة كتاب الجهاد باب المرتد الدر المختار ٤/٢٥٠ طبع ايچ-ايم-سعيد۔
وكذا فى البحر الرائق كتاب السير باب أحكام المرتدين ٥/٢٢٢ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه۔
وكذا فى الخانية على هامش الهندية باب الردة وأحكام أهلها ٣/٢٨٠ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه۔

۲) ان الاسلام يعلوا ولايعلى عليه شامى كتاب الاكراه ٦/١٣٨ طبع ايچ-ايم-سعيد۔

۳) ولا تلبسوا الحق بالباطل وتكمتوا الحق وأنتم تعلمون سورة البقرة آيت: ٤٢ پاره: ١۔
عن ابى هريرة رضى الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من سئل عن علم ثم كتمه الجم يوم القيمة بلجام من نار رواه احمد و ابو داؤد والترمذى ورواه ابن ماجة عن انس مشكوٰة كتاب العلم الفصل الثانى ص: ٣٤ طبع قديمى كتب خانه۔

٤) ويكره إمامة عبد ...... وفاسق الدر المختار كتاب الصلوة باب الامامة ١/٥٥٩ طبع ايچ-ايم-سعيد۔
وكذا فى الخلاصة كتاب الصلوة الفصل الخامس عشر فى الامامة والاقتداء ١/١٤٥ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه۔ وكذا فى البناية شرح الهداية كتاب الصلوة باب الامامة ٢/٣٣٢،٣٣٣ طبع دارالكتب العلمية بيروت لبنان۔

﴿ج﴾

(۱) اس امام کے بارے میں تحقیق کی جائے اگر واقعی اس نے مرزائیوں والے عقیدے اختیار کر لیے ہوں تو جب تک وہ توبہ تائب نہ ہو اس کی امامت جائز نہیں ہے؟ (۱)

(۲) اگر واقعی یہ شیعہ سنیوں جیسا عقیدہ رکھتا ہو اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو برا یاد نہ کرتا ہو جیسے کہ وہ کہتا ہے تو اس کی خرید کردہ صف پر نماز پڑھنا جائز ہے (۲)۔ بشرطیکہ مال حلال سے خرید کی ہو۔

(۳) حرام مال مسجد پر صرف کرنا جائز نہیں (۳)۔ **لحدیث ان الله طیب لایقبل الاطیبا۔** (۴)

(۴) ایسی مسجد میں نماز جمعہ جائز ہے بشرطیکہ جمعہ کے دیگر شروط پائے جائیں (۵)۔ مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ اس مسجد کو پانچ وقتہ نماز کے ساتھ آباد کریں (۶)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

۱) ویکره إمامة عبد ...... ومبتدع لا یکفر بها (وان انکر بعض ما علم من الدین ضروة کفر بها کقوله إن الله جسم کالا جسام وإنکاره صحبة الصدیق فلا یصح الاقتداء به أصلا فلیحفظ رد المحتار کتاب الصلوة باب الامامة مطلب البدعة خمسة أقسام ۱/۵۵۹،۵۶۲ طبع ایچ۔ایم۔سعید کراچی)۔وکذا فی البحر الرائق کتاب الصلوة باب الامامة ۱/۶۱۱ طبع مکتبه رشدیه کوئٹه۔وکذا فی الفتاوی الهندیة کتاب الصلوة الباب الخامس فی الامامة الفصل الثالث ۱/۸٤ طبع مکتبه رشیدیه کوئٹه۔

۲) قلت فی البحر عن الحاوی ولا بأس أن یدخل الکافر وأهل الذمة المسجد الحرام وبیت الله المقدس وسائر المساجد لمصالح المسجد وغیرها من المهمات ، شامی ج ٤، ص ۳۷۸، طبع ایچ— ایم— سعید وکذا فی البحر الرائق ،کتاب الوقف فصل فی أحکام المسجد ٥/٤۲۰ طبع مکتبه رشیدیه کوئٹه۔وکذا فی العالکیریه کتاب الوقف الباب الاول ۲/۳٥۲،۳٥۳ طبع مکتبه رشیدیه کوئٹه۔

۳) عن ابی هریر رضی الله عنه قال قال : رسول الله صلی علیه وسلم من تصدق بعدل تمرة من کسب طیب ولا یقبل الله الا الطیب باب لا یقبل الله صدقة من غلول الخ ۱/۱۸۹ طبع قدیمی کتب خانه صحیح البخاری۔ وکذا فی مشکوة المصابیح باب الکسب وطلب الحلال الفصل الاول ٥/۲٤۱ طبع قدیمی کتب خانه۔ قال تاج الشریعة أما لو أنفق فی ذالك مالا خبیثا ومالا سببه الخبیث والطیب فیکره لان الله تعالی لا یقبل الله الا الطیب یکره تلویث بیته بما لا یقبله شر نبلالیة کتاب الصلوة مطلب کلمة لا باس دلیل علی أن المستحب غیره لان الباس الشدة ردالمحتار ۱/٦٥۸ طبع ایچ۔ایم۔سعید کراچی۔

٤) صحیح البخاری باب لا یقبل الله صدقة من غلول ۱/۱۸ طبع قدیمی کتب خانه۔ وکذا فی مشکوة المصابیح باب الکسب وطلب الحلال الفصل الاول ص:۲٤۱ طبع قدیمی کتب خانه۔

٥) الجمعة فریضة علی الرجال الاحرار العاقلین المقیمین فی الامصار الخ خانیه علی هامش الهندیه کتاب الصلوة باب الجمعة ۱/۱۷٤ طبع مکتبه رشیدیه کوئٹه۔ وکذا فی فتاوی الهندیه کتاب الصلوة الباب السادس عشر فی صلوة الجمعة ۱/۱٤٤ طبع مکتبه رشیدیه کوئٹه۔
وکذا فی حلبی کبیر کتاب الصلوة فصل فی صلوة الجمعة ٥٤۸ طبع سعیدی کتب خانه۔

٦) إنما یعمر مسجد الله من امن بالله والیوم الاخر واقام الصلوة وأتی الزکوة ولم یخش الا الله فعسی أولئك أن یکونوا من المهتدین سورة التوبة آیت: ۱۸ پاره نمبر ۱۰

مرزائیوں سے تعلق رکھنے والے کی امامت کا حکم

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ:

(۱) ایک عالم دین جو ایک مرکزی جامع مسجد کا خطیب ہو اور تنخواہ دار ہو مرزائیوں کے ساتھ پرتپاک انداز میں ملتا جلتا ہو بڑی عزت واحترام بجالاتا ہو۔ جب موصوف سے عرض کرتے ہوئے دریافت کیا گیا ہو کہ آپ کا دشمنان ختم نبوت سے اس انداز میں میل جول رکھنا عوام کے لیے نہایت ناپسندیدہ و ناگوار ہے تو جواباً کہتا ہے کہ ہم علماء کے لیے ایسا کرنا جائز ہے اور عوام کے لیے جائز نہیں کیا ان کا یہ جواب درست ہے، اگر نہیں تو خدا کے لیے شرعی دلائل سے فتویٰ عنایت فرما کر مشکور فرمادیں۔

(۲) کیا تنخواہ دار عالم دین کے لیے فتویٰ لکھ کر دینے کی فیس لینی جائز ہے۔

(۳) آیا ایسے عالم دین کے لیے بازار میں چلتے پھرتے چیز کھانا جائز ہے اگر نہیں تو پھر ایسے امام کی امامت میں نماز ادا کرنی جائز ہے۔ ازراہ کرم شرعی دلائل سے فتویٰ صادر فرما کر مشکور فرمائیں تاکہ عوام کی عبادت میں فرق نہ آئے۔

ج

(۱) اگر یہ عالم دین مستقل طبیعت کا پختہ کار عالم ہے اور وہ اپنے اخلاق کے ذریعہ سے لوگوں کو ہدایت کرتا ہے۔ اس کے برتاؤ سے منکر ختم نبوت متاثر ہو کر صحیح العقیدہ بن سکتا ہے تو جائز ہے اور یہ رویہ اس کا درست ہے ورنہ نہیں (۱)۔

(۲) اگر تنخواہ فتویٰ نویسی کی لیتا ہے تو فتویٰ نویسی کی فیس جائز نہیں ہے (۲) اور اگر تنخواہ کسی دوسرے

---

۱) لایتخذ المؤمنون الکفرین اولیاء من دون المؤمنین ومن یفعل ذالك فلیس من الله فی شئی إلا أن تتقوا منهم تقة ویحذرکم الله نفسه وإلی الله المصیر، سورة اٰل عمران، آیت نمبر ۲۸، پاره ۳
وفی فتاوی الهندیه، یکره للمشهور المقتدی به الاختلاط إلی رجل من أهل الباطل والشر الابقدر الضرورة لانه یعظم أمره بین أیدی الناس، کتاب الکراهیة: الباب الرابع عشر فی أهل الذمة والاحکام التی تعود الیهم، ج ۵، ص ۳۴۶، طبع مکتبه رشیدیه کوئٹه۔

۲) والثانی وهو الاجیر الخاص ویسمی أجیر وحد (وهو من یعمل لواحد عملا مؤقتاً بالتخصیص...... کمن استؤجر شهرللخدمة اوشهر الرعی الغنم...... ولیس للخاص أن یعمل لغیره الدرالمختار کتاب الاجارة، باب ضمان الاجیر، ص ۶۹، ج۶، طبع ایچ ایم سعید کراچی۔
وکذا فی الهندیه، کتاب الاجارة، الباب الثالث فی الاوقات التی یقع علیها الاجارة، ص ۴۱۶، ج۴، طبع مکتبه رشیدیه کوئٹه۔ وکذا فی الفقه الاسلامی، الفصل الثالث عقد الایجارة: احکام الاجارة، ص ۳۸۴۵، ج ۵، طبع دارالفکر المعاصر بیروت، لبنان۔

عمل کی ہے اور اس کے علاوہ اپنے مخصوص اوقات میں فتویٰ نویسی کرتا ہے تو فیس لینا جائز ہے (۱)۔

(۳) بازار میں چلتے پھرتے کھانے کی عادت غلط اخلاق کی علامت ہے (۲)۔ مروت کے خلاف ہے امام کو ایسی عادت ترک کرنی چاہیے۔ اگر ترک نہ کرے تو کسی ایسے شخص کو جو زیادہ باوقار اور بااخلاق ہو امام بنالیا جائے (۳) لیکن اس کے باوجود بھی اس کے پیچھے نماز جائز ہے (۴)۔ واللہ اعلم۔

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم

تاجر آدمی کی امامت درست ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک تاجر آدمی یعنی دوکاندار جو کہ غیر شرعی یا نازیبا کام بھی بظاہر کوئی نہیں کرتا اور مسائل وغیرہ اچھی طرح جانتا ہے اور شریعت کے مطابق داڑھی بھی رکھی ہوئی ہے۔ کیا ایسا شخص شریعت محمدی کی رو سے امامت کرا سکتا ہے۔

---

۱) یجوز للمفتی أخذ الاجرة علی کتابة الجواب بقدره سواء کان فی تلك البلدة غیره أولم یکن لان الکتابة لیست بواجبة علیه لان الواجب علیه الجواب اما باللسان أو بالکتابة الفتاوی الهندیة الباب الثانی والثلاثون فی المتفرقات، ص ۵۹، ج ٤، طبع مکتبه رشیدیه، وکذا فی خلاصة الفتاوی، کتاب القضاء الباب العاشر، فی الحظر والاباحه، ص ٤۸، ج٤۔

۲) الاکل علی الطریق مکروه ولابأس بالا کل مکشوف الرأس وهو المختار، کذا فی الخلاصه الهندیه، کتاب الکراهیة، الباب الحادی عشر فی الکراهة فی الاکل ص ۳۳۷، ج ۵، طبع مکتبه رشیدیه کوئٹه۔

۳) وفی فتاوی الارشاد یجب أن یکون امام القوم فی الصلوٰة أفضلهم فی العلم والورع والتقوی والقرأة والحسب والنسب والجمال علی هذا اجماع الامة، تاتارخانیه، کتاب الصلوٰة، باب من هواحق بالامامة، ص ٦۰۰، ج ۱، طبع ادارة القرآن، وکذا فی الدرالمختار، کتاب الصلوٰة، باب الامامة، ص ۵۵۷-۵۵۸، ج ۱۰۔

وکذا فی النهر الفائق، کتاب الصلوٰة، باب الامامة، ص ۲۳۹، ج۱، طبع دارالکتب، العلمیة، بیروت، لبنان۔

٤) ویکره تنزیها إمامة عبد وفاسق درمختار، کتاب الصلوة باب الامامة، ص ۵۵۹، ج۱، طبع ایچ-ایم سعید، ومثله فی الخلاصة، کتاب الصلوٰة، الفصل الخامس عشر فی الامامة والاقتداء، ص ۱٤۵، ج۱، طبع مکتبه رشیدیه، کوئٹه، ومثله فی البنایة علی شرح الهدایه، کتاب الصلوٰة، باب الامامة ص ۳۳۲-۳۳۳، طبع دارالکتب العلمیة۔

﴿ج﴾

اس شخص کی امامت جائز ہے۔احل اللہ البیع و حرم الربوا [1]. الایة. فقط واللہ تعالیٰ اعلم
حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۸صفر ۱۳۹۰ھ

دکاندار کی امامت کا حکم

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص مثلاً زید عالم ہے اور امام مسجد بھی ہے لیکن اس نے بغرض بے نیازی وطمع از خلائق وکسب حلال اپنے ذاتی پیسہ سے ایک دوکان بنائی ہوئی ہے اور اس میں لین دین اور معاملات میں حسب طاقت بشریہ کے محتاط ہے اور صفائی رکھتا ہے اور اس علاقہ میں اس کا علم میں کوئی ہمسر نہیں ہے اور نہ تقویٰ دیانتداری میں، نہ عقائد کے لحاظ سے کوئی پختہ آدمی ہے جو کہ نیابت یا امامت کے فرائض سرانجام دے سکے تو ایسے شخص مذکور کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا کہ نہ اور اس کا امامت کرنا درست ہے یا نہ۔ کیونکہ بعض لوگوں کے دلوں میں ایک وہم سا پیدا ہوگیا ہے کہ ترازو سے تولنے والے کے پیچھے از روئے شرع نماز پڑھنا جائز نہیں ہے اور ایسا شخص امامت کے لائق نہیں ہے۔ واضح فرمایا جائے کہ شخص مذکور امام بننے کا اہل ہے یا کہ نہیں کیا یہ شخص اپنا ہمسر نہ ہونے کی وجہ سے افضل ہوگا۔ بینوا توجروا عند ربکم

﴿ج﴾

احل اللہ البیع و حرم الربوا. الایة [2]. اس شخص کی امامت جائز ہے کسی قسم کا وہم نہ

---

۱) سورۃ البقرۃ، آیت نمبر ۲۷۵، پارہ ۳، وکذا فی مشکوۃ المصابیح، عن عبداللہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طلب کسب الحلال فریضۃ بعد الفریضۃ رواہ البیہقی فی شعب الایمان کتاب البیوع باب الکسب وطلب الحلال الفصل الثانی، ص ۲۴۲، طبع قدیمی کتب خانہ۔

۲) سورۃ البقرہ، آیت نمبر ۲۷۵، پارہ نمبر ۳

وکذا فی مشکوۃ المصابیح، عن عبداللہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طلب کسب الحلال فریضۃ بعد الفریضہ۔ رواہ البیہقی فی شعب الایمان، کتاب البیوع، باب الکسب وطلب الحلال، ص ۲۴۲، طبع قدیمی کتب خانہ۔

کریں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

جھوٹے کو امام بنانا درست نہیں

گزارش ہے کہ ایک شخص جو امام مسجد ہے۔ اس سے ایک شخص نے ٹکڑا زمین خریدا اور کل رقم متعلقہ زمین ادا کر کے اشٹام لکھوایا جس پر بائع اور گواہوں کے دستخط بھی ہوگئے۔ بائع نے وعدہ کیا کہ رجسٹری بعدالت تصدیق کروادیگا لیکن اس اثنا میں بائع مذکور نے چپکے سے وہ ٹکڑا زمین کسی اور کے پاس بیچ دیا اور بعدالت رجسٹرار اس کی تصدیق بھی کرادی۔ یہ دوسرا شخص جانتا تھا کہ زمین پہلے فروخت ہو چکی ہے اور بائع روپیہ وصول کر چکا ہے۔ بائع ہمارے ساتھ لیت و لعل کرتا رہا۔ چنانچہ ہم نے اسے سب رجسٹرار کی عدالت میں بلایا تو زر ثمن وصول پانے اور بیع نامہ کی تحریر و تکمیل کرنے سے قطعی انکاری ہوگیا، جس کی وجہ سے رجسٹری تصدیق نہ ہوسکی۔ آپ سے درخواست ہے کہ اس معاملہ میں فتویٰ صادر فرمائیں کہ ایسے شخص کی دین متین کی رو سے کیا حیثیت ہے اور کیا ایسے امام کے پیچھے نماز جائز ہے اور جو لوگ ایسے امام کو جھوٹا سمجھتے ہوئے دھوکا دہی کی خاطر اس کو سچا بتاتے ہیں ان کی دین متین کی رو سے کیا حیثیت ہے۔ بینوا توجروا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ بشرط صحت سوال امام مسجد موصوف نے ایک دفعہ ایک زمین کو جب فروخت کر دیا اور رقم وصول کر لی تو بیع تام ہوگئی (۲) اور اب وہ زمین کا مالک نہ رہا۔ لہٰذا اس کا اس زمین کو دوسری جگہ

---

۱) وفی فتاوی الارشاد یجب أن یکون إمام القوم فی الصلوٰۃ أفضلهم فی العلم والورع والتقوی والقرأۃ والحسب والنسب والجمال علی هذا إجماع الامة تاتارخانیه کتاب الصلوٰۃ باب من هو أحق بالامامة ص ۶۰۰، ج ۱، طبع إدارۃ القرآن والعلوم الاسلامیة، وکذا فی الدرالمختار کتاب الصلوٰۃ باب الامامة، ص ۵۵۷–۵۵۸، طبع ایچ– ایم– سعید کراچی، وکذا فی النهرالفائق کتاب الصلوٰۃ باب الامامة، ص ۲۳۹، ج ۱، طبع دارالکتب العلمیة بیروت، لبنان۔

۲) واذاحصل الایجاب والقبول لزم البیع ولا خیار لواحد منهما الامن عیب أو عدم رویة الهدایة۔ کتاب البیوع، ص ۲۰، ج ۳، طبع مکتبه رحمانیه لاهور

ومثله فی الدرالمختار مع ردالمحتار، مطلب یبطل الایجاب سبعة، ص ۵۲۸، ج ۴، طبع ایچ ایم– سعید کراچی، ومثله فی البحرالرائق – کتاب البیوع، ص ۴۳۸، ج ۵، طبع مکتبه رشیدیه کوئٹه۔

فروخت کرنا قطعاً ناجائز ہے [۱] اور پھر جب کہ امام نے جھوٹ بول کر اس سودے سے سرے سے انکار کر دیا تو اس سے یہ شخص فاسق ہو گیا [۲] اور فاسق کی امامت مکروہ تحریمی ہے [۳]۔ لہٰذا اس کے بجائے کسی اور دیندار امام کو مقرر کیا جاوے [۴] اور اس کو جھوٹا جانتے ہوئے اس کو سچا کہنا بھی حق کو چھپانا اور جھوٹ بولنا موجب فسق ہے [۵]۔ لہٰذا امام موصوف کا اور دیگر متعلقین کا اپنے جھوٹ سے توبہ تائب ہونا ضروری ہے [۶]۔ لقوله عليه السلام والكذب يهلك الحديث. فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم، ملتان

۸ ذی قعدہ ۱۳۸۹ھ

---

۱) عن أبي حرة الرقاشي رضي الله عنه عن عمه رضي الله عنه قال: قال النبي صلى الله عليه وسلم ألا لاتظلموا، ألا لايحل مال امرئ إلا بطيب نفس منه۔ مشكوٰة المصابيح۔ باب الغصب والعارية، الفصل الثاني ص ۲۵۵، طبع قديمي كتب خانه۔
لايجوز لاحد أن يتصرف في ملك غيره بلا إذنه أووكالة منه أوولاية وإن فعل ذالك كان ضامناً۔ (شرح لمجلة لرستم باز) ماده ص ۹۶۷، ص ۶۱، تاجران كتب خانه۔
ومثله في الدرالمختار: كتاب الغصب، مطلب فيما يجوز من التصرف في مال الغير۔ ص ۲۰۰، ج ۶، طبع ايچ، ايم۔ سعيد كراچي۔

۲) وفاسق من الفسق وهو خروج عن الاستقامة ولعل المرادبه من يرتكب الكبائر كشارب الخمر والزاني واكل الرباونحو ذالك الخ، شامي، كتاب الصلوٰة، باب الامامة، ص ۵۶۰، ج ۱، طبع ايچ- ايم، سعيد۔ وكذا في تفسير روح المعاني۔ سورة البقرة، آيت نمبر ۲۶،، ص ۲۸۴، ج ۱، طبع داراحياء التراث العربي۔ وكذا في حاشية الطحطاوي، كتاب الصلوٰة، باب الامامة، ص ۳۰۳، طبع دارالكتب العلمية، بيروت۔

۳) بل مشى في شرح المنية على أن كراهة تقديمه كراهة تحريم، شامي، كتاب الصلوٰة، باب الامامة، ص ۵۶۰، ج ۱، طبع ايم سعيد۔
ومثله في حلبي كبير: كتاب الصلوٰة، باب الامامة، ص ۵۱۳، طبع سعيدى كتب خانه۔
ومثله في حاشية الطحطاوي، كتاب الصلوٰة، باب الامامة، ص ۳۰۳، طبع قديمي كتب خانه

۴) في فتاوى الارشاد: يجب أن يكون إمام القوم في الصلوٰة أفضلهم في العلم والورع والتقوى والقراء ة والحسب والنسب والجمال على هذا اجماع الامة، تاتارخانيه، كتاب الصلوٰة باب من هو أحق با لامامة، ص ۶۰۰، ج ۱، طبع ادارة القرآن والعلوم الاسلامية۔
وكذا في الدرالمختار، كتاب الصلوٰة، باب الامامة، ص ۵۵۷—۵۵۸، ج ۱ طبع ايچ— ايم سعيد كراچي وكذا في النهر الفائق: كتاب الصلوة، باب الامامة، ص ۲۳۹، ج ۱، طبع دارالكتب العلمية، بيروت لبنان۔

۵) وفاسق من الفسق وهو خروج عن الاستقامة ولعل المرادبه من يرتكب الكبائر كشارب الخمر والزاني واكل الربا ونحو ذالك الخ، شامي۔ كتاب الصلوٰة باب الامامة، ۱ وكذا في تفسير روح المعاني، سورة البقرة، نمبر ۲۶، ص ۲۸۴، ج ۱، طبع داراحيا التراث العربي، وكذا في حاشية الطحطاوي، كتاب الصلوٰة، باب الامامة، ص ۳۰۳، طبع دارالكتب العلمية بيروت۔

۶) والذين اذا فعلوا فاحشة اوظلموا انفسهم ذكروا الله فاستغفروالذنوبهم ،سورة ال عمران، ص ۱۳۵، پاره ۴۔

ناجائز قسمیں کھانے والے کی امامت کا حکم

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ:

(۱) ایک امام مسجد نے ناجائز حلفیہ بیان دے کر ایک مرد وعورت کا نکاح جائز ثابت کیا حالانکہ ان کے بجائے شرعی نکاح کے ناجائز تعلقات تھے ان کا کوئی نکاح نہیں تھا۔

(۲) اسی امام مسجد نے ایک عورت کو ناجائز حلفیہ بیان دے کر عدالت میں طلاق دلا دی کہ اس کا مرد اس عورت کو بسانے سے انکار کرتا ہے۔ حالانکہ اس مرد نے کوئی انکار نہیں کیا تھا۔ یہ بھی اس نے غلط بیانی کی ہے۔ لہٰذا یہ امام مسجد امامت کے لائق ہے یا کہ نہیں؟ بینوا توجروا۔

بشرط صحت سوال ایسا شخص جو ناجائز قسمیں کھاتا ہو فاسق و فاجر ہے [۱] اور لائق امامت نہیں [۲]، امامت سے اس کو ہٹانا چاہیے [۳] اور کسی معتمد علیہ دیندار عالم کو امام مقرر کرنا چاہیے [۴]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

۱) وفاسق من الفسق وهو خروج عن الاستقامة ولعل المرادبه من يرتكب الكبائر كشارب الخمروالزانی واكل الربا و نحوذالك، شامی كتاب الصلوٰة، باب الامامة، ص ٥٦٠، ج١، طبع ایچ–ایم سعید کراچی۔
وكذا فی تفسير روح المعانی، سورة البقره، نمبر ٢٦، ص ٢٨٤، ج١، طبع داراحياء التراث العربی
وكذا فی حاشية الطحطاوی، كتاب الصلوٰة، باب الامامة، ص ٣٠٣، طبع دارالكتب بيروت۔

۲) بل مشى فی شرح المنية على أن كراهة تقديمه كراهة تحريم شامی، كتاب الصلوٰة باب الامامة، ص ٦٥٠، ج١، طبع ایچ ایم، سعید کراچی، ومثله فی حلبی كبير كتاب الصلوٰة باب الامامة، ص ٥١٣، طبع سعيدی كتب خانه، ومثله فی حاشية الطحطاوی، كتاب الصلوٰة باب الامامة، ص ٣٠٣ طبع قديمی كتب خانه۔

۳) وأما الفاسق فقد عللوا كراهة تقديمه بأنه لايهتم لامردينه وبأن فی تقديمه للامامة تعظيمه وقد وجب عليهم إهانته شرعاً، ردالمحتار كتاب الصلوٰة، باب الامامة، ص ٥٦٠، ج١، طبع ایچ–ایم، سعید کراچی، وكذا فی البناية على شرح الهديه، كتاب الصلوٰة، باب الامامة، ص ٣٣٣، ج٢، طبع دارالكتب العلمية، بيروت، لبنان

٤) وفی فتاوى الارشاد يجب أن يكون إمام القوم فی الصلوٰة أفضلهم فی العلم والورع والتقوى والقراءة والحسب والنسب والجمال على هذا إجماع الامة تاتارخانيه كتاب الصلوٰة باب من هو أحق بالامامة، ص ٦٠٠، ج١، طبع ادارة القران والعلوم الاسلاميه۔

جھوٹ بولنے والے اور اپنے بچوں پر ظلم کرنے والے کے پیچھے نماز پڑھنے کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اندریں مسئلہ کہ:

(۱) اگر کوئی شخص مسجد میں امام ہو اور وہ جھوٹ بولتا ہو جس کا ہمارے پاس شریعت کی رو سے پورا پورا ثبوت ہو اور وہ شخص پورا پورا خائن بھی ہو اور اپنے کام کو صحیح طور پر انجام بھی نہ دیتا ہو جس کی وہ تنخواہ بھی لیتا ہے۔ براہ کرم اس کا جواب تفصیلی طور پر عنایت فرمائیں۔

(۲) اگر کوئی شخص مسجد میں امام ہو اور عالم بھی ہو وہ اپنے بیوی بچوں پر ظلم بھی کرتا ہو ناجائز الزام لگا کر اپنی بیوی کو طلاق بھی دیدی ہو اور اس کے نابالغ بچے جس میں ایک شیر خوار بچی جس کی عمر اڑھائی ماہ ہو اور اس بچی کی پیدائش کے وقت دائی کو بھی نہ بلایا ہو، جس کا وہ اقراری بھی ہو اور دوسرے بچے کی عمر تقریباً دو سال ہو اور ایک لڑکی جس کی عمر پانچ چھ سال ہو جو کہ بیوی مطلقہ سے جبراً چھین لیے ہوں اور جبراً لکھوا لیے ہوں، ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں۔ براہ کرم اس کا جواب تفصیلی طور پر عنایت فرماویں۔

﴿ج﴾

اگر واقعی کوئی امام مسجد جھوٹ اور اپنے بیوی بچوں پر ظلم جیسے کبائر کا ارتکاب کرتا ہو تو اس کے پیچھے نماز پڑھنا درست نہیں[1]۔ ویکرہ امامة عبد الخ و فاسق[2] الخ. فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم، ملتان

۲۵ شوال ۱۳۸۹ھ

---

۱) بل مشى فى شرح المنية على أن كراهة تقديمه كراهة تحريم۔ شامى، كتاب الصلوٰة باب الامامة، ص ۵۶۰، ج۱، طبع سعيد، كراچى۔ ومثله فى حلبى كبير: كتاب الصلوٰة، باب الامامة، ص ۵۱۳، طبع سعيدى كتب۔ ومثله فى حاشية الطحطاوى، كتاب الصلوٰة، باب الامامة، ص ۳۰۳، طبع قديمى كتب خانه

۲) كتاب الصلوٰة باب الامامة، ص ۵۵۹، ج۱، طبع ايچ ايم سعيد كراچى
ومثله فى الخلاصة۔ كتاب الصلوٰة، الفصل الخامس عشر فى الامامة والاقتداء، ص ۱۴۵، ج۱، طبع مكتبه رشيديه كوئٹه۔ ومثله فى البناية على شرح الهدايه۔ كتاب الصلوٰة، باب الامامة، ص ۳۳۲-۳۳۳، ج۲، طبع دار الكتب العلمية، بيروت لبنان۔

وعدہ خلافی کرنے والے کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ہندہ جب پیدا ہوئی اس کی پھوپھی نے اس کو روبرو والدین کے گانا ہاتھ میں بطور نشان باندھا کہ یہ میرے لڑکے عبدالرشید کی امانت ہے اس کے ساتھ نکاح کروں گی۔ کچھ عرصہ کے بعد ہندہ مائی کی پھوپھی نے اپنے بھائی مسمی محمد ایوب کو کہا کہ اس کا نکاح کردو۔ اس نے کہا یہ عبدالرشید کی امانت ہے۔ خود اس کا نکاح کروں گا۔ اس طرح ٹال مٹول کرتا رہا۔ آخر محمد ایوب امام مسجد کے لڑکے کی شادی کے دن مقرر ہوئے تو محمد ایوب مذکور نے اپنے بہنوئی محمود کو کہا کہ تم شامل شادی ہو۔ اس نے انکار کردیا کہ جب تک میرے لڑکے عبدالرشید کا نکاح کر کے نہ دو گے ہم شامل نہیں ہوتے۔ تو چک کے دو تین معزز آدمی لے آیا کہ شادی میں شامل ہو جاؤ، بعد میں نکاح کروں گا۔ مگر محمود نے انکار کردیا کہ تم نکاح کر کے نہ دو گے تو اس پر روبرو معززین کے کہا کہ ضرور کردوں گا تو معززین نے کہا کہ یہ ہمارا امام مسجد ہے ہمارے روبرو اقرار کرتا ہے انکار نہ کرے گا۔ تو اس کا بہنوئی اور ہمشیرہ دونوں شادی میں شامل ہوئے بعد میں محمود نے انکار کردیا۔ اس کے بعد محمد ایوب کے گھر اس کا بہنوئی محمود اور اس کی ہمشیرہ موجود تھے تو محمود نے محمد ایوب کی بیوی کو کہا کہ تم میری ہمشیرہ ہو تم اگر میرے لڑکے عبدالرشید کو لڑکی کا نکاح کردو تو ہوسکتا ہے۔ کیونکہ محمد ایوب نہیں کرسکتا تم سے اور لڑکے سے ڈرتا ہے۔ اس نے اقرار کیا کہ دوں گی تو اس پر محمد ایوب نے بیوی کو کہا کہ لالہ کی بات سمجھی، اس نے جواب دیا کہ سمجھ گئی۔ تو اس پر محمد ایوب کے بہنوئی نے کہا کہ ہاتھ کھڑے کرو تو محمد ایوب مذکور کی بیوی نے ہاتھ کھڑے کیے۔ محمد ایوب نے ہاتھ کھڑے نہیں کیے مگر مجلس میں موجود تھا تو محمد ایوب کے بہنوئی کو اس کی بیوی یعنی محمد ایوب کی ہمشیرہ نے کہا کہ اب مٹھائی تقسیم کراؤ۔ تو محمد ایوب کے بہنوئی نے ایک روپیہ محمد ایوب کی بیوی کو دیا۔ اس نے اپنے چھوٹے لڑکے کو مٹھائی کے لیے دیا۔ وہ کھجوریں لے آیا جو تقسیم کی گئیں۔ اس کے بعد نکاح کر کے دیا اور ایک دو دن کے بعد محمد ایوب کے پھوپھی زاد بھائی نے کہا کہ تم لڑکی نہیں دیتے اس طرح جھوٹا وعدہ کرتے ہو تو اس نے کہا کہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ میں اس کلمے سے محروم ہوں، خدا کا بندہ نہیں ہوں، حضور ﷺ کا اُمتی نہیں ہوں کہ ہرگز جھوٹ کہوں۔ ضرور نکاح کردوں گا ناراض نہ ہو تو اس کے پھوپھی زاد بھائی نے کہا کہ اگر وہ انکاری ہو جائے تو پھر؟ اس نے جواب دیا کہ اگر وہ مان جائے تو بہتر ورنہ جبراً اس کی رضامندی کے بغیر اس کو ڈنڈا مار کر نکاح کردوں گا۔ چنانچہ اس کا لڑکا چھٹی کاٹ کر چلا گیا اور نکاح کر کے میرے سے سچا نہ ہوا۔ اب علماء سے استفسار ہے کہ

نکاح تو نہیں ہوا جب کہ کئی دفعہ اقرار کیا کہ نکاح کر دوں گا بلکہ دو دفعہ مکرر وعدہ کیا کہ نکاح کے بعد نکاح کر دوں گا اور کہا دوسرا لڑکا آنے والا ہے۔ اس نے نہ مانا تو پھر بھی جبراً ڈنڈے کے ذریعے نکاح کر دوں گا۔ کیا اس پر عہد وفا کرنا لازم ہے یا نہیں اور ایسے جھوٹے امام کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟

﴿ج﴾

حتی الامکان ایفائے عہد ضروری ہے۔ احادیث میں وعدہ خلافی کی سخت مذمت وارد ہے (۱) اور وعدہ خلافی کرنا گناہ کبیرہ ہے۔ چنانچہ امام نووی اذکار ص ۱۳۹ میں تحریر فرماتے ہیں۔ **وقد اجمع العلماء على ان من وعد انسانا شيأ ليس بمنهي عنه فينبغي ان يفي بوعده وهل ذلك واجب او مستحب فيه خلاف بينهم ذهب الشافعي و ابوحنيفة والجمهور الى انه مستحب فلو تركه فاته الفضل و ارتكب المكروه كراهة تنزيهية شديدة ولكن لاياثم وذهب جماعة الى انه واجب** (بحواله امداد الفتاوى (۲) بغیر سچی توبہ کیے اس کی امامت مکروہ ہے (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم، ملتان

۲۱ صفر ۱۳۹۰ھ

---

۱) وأوفوا بالعهد إن العهد كان مسئولا، سورة بنى اسرائيل، آيت نمبر ۳٤، پاره، ۱٥
وعن أبى هريرة رضى الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اية المنافق ثلث زاد مسلم وان صام وصلى وزعم أنه مسلم ثم اتفقا إذا حدث كذب واذا وعد أخلف وإذا أوتُمِنَ خان، مشكوٰة المصابيح، باب الكبائر وعلامات النفاق۔ الفصل الاول، ص ۱۷، طبع قديمى كتب خانه۔
وكذا فى الاشباه والنظائر۔ الخلف فى الوعد حرام كذا فى أضحية الذخيرة وفى القنية وعده أن يأتيه فلم يأته لاياثم ولا يلزم الا اذا كان معلقاً كما فى كفالة البزازيه وفى بيع الوفاء كما ذكره الزيلعى۔ كتاب الحظر والاباحة، ص ۲۸۱، ص ۲۸۱، طبع قديمى كتب خانه۔
۲) امداد الفتاوى كتاب الحظر والاباحة، مسائل شتى، ص ۵۱۸، ج ٤، طبع دار العلوم كراچى۔
۳) ويكره إمامة عبد)...... وفاسق، در مختار، كتاب الصلوٰة، باب الامامة، ص ۵۵۹، ج ۱، طبع ايچ ايم سعيد كراچى
ومثله فى الخلاصة۔ كتاب الصلوٰة، الفصل الخامس عشر فى الامامة والاقتداء، ص ۱٤۵، ج ۱، طبع مكتبه رشيديه كوئٹه۔
ومثله فى البناية شرح الهدايه، كتاب الصلوٰة، باب الامامة، ص ۳۳۲-۳۳۳، ج ۲، طبع دار الكتب العلمية۔

جھوٹ بول کر غیر حقدار کو جائیداد دلوانے کی کوشش کرنے والے کی امامت کا حکم

س

جو شخص گناہ کبیرہ کا مرتکب ہو وہ فاسق ہو گیا یا نہیں۔ مثلاً ایک عورت متوفیہ کی جائیداد کافی آمدہ از ہندوستان کو متوفیہ کے اولیاء و اقرباء کی موجودگی میں ان سے خفیہ طور پر سرکار میں جا کر افسران کے سامنے جھوٹی قسمیں کھا کر کہتا ہے کہ اس متوفیہ کا حقدار کوئی بھی زندہ موجود نہیں۔ سب کے سب مر گئے ہیں، ایک غیر حقدار کے بارہ میں کہتا ہے کہ متوفیہ کی تمام جائداد کو اس کے نام کیا جاوے۔ جب غیر حقدار کے نام انتقال ہو گیا اور حقیقی حقدار نے دعویٰ کر کے غیر حقیقی کو جھوٹا ثابت کر دیا تو پھر بھی بے شرمی سے کہتا ہے کہ متوفیہ وصیت نامہ لکھ کر دے گئی ہے کہ میری تمام جائیداد اسی غیر حقدار کو دی جائے اور میرے حقدار وارثوں کو نہ دیا جاوے جب شخص مذکور سے پوچھا گیا کہ وہ وصیت نامہ دکھائے کہاں ہے۔ تو کہتا ہے کہ مخالفین نے مجھ سے جبراً چھین کر پھاڑ دیا ہے۔ ایسے ایسے جھوٹے افتراء اور بہتان باندھتا ہے۔ مسلمانوں کو بدنام کرنے کے لیے حکومت میں جھوٹی ڈائریاں دیتا ہے اور بیگانہ حق کو جھوٹ بول کر حرام کھاتا ہے اور کسی کو اس کے رشتہ داروں کے پاس جا کر کہتا ہے کہ فلاں تمہارے رشتہ دار نے فلاں بیوہ کا حق اپنے نام لکھوایا ہے۔ الغرض جس کے ایسے جھوٹ اور حرام خوریاں ثابت ہو جائیں تو وہ شخص فاسق ہو گیا یا نہیں۔ اگر فی الواقع عیوب مذکور بالا ثابت ہو جاویں تو بنت الصالح کا کفو ہے یا غیر کفو اور مبلغ بن کر سٹیجوں پر چڑھنے اور امام بننے کا مجاز ہے یا نہیں؟

اگر باقاعدہ طور پر یہ دھوکہ بازیاں اس کی ثابت ہو جاویں تو ایسے شخص کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے[1] اس کے پیچھے نماز نہیں پڑھنی چاہیے ایسے شخص کو بطریق احسن سمجھایا جاوے کہ ایسے فعل سے باز آ جاوے جو

---

۱) بل مشی فی شرح المنیة علی أن کراهة تقدیمه کراهة تحریم۔ شامی، کتاب الصلوٰة، باب الامامة، ص ۵۶۰، ج ۱، سعید۔
وکذا فی حلبی کبیر۔ کتاب الصلوٰة، باب الامامة، ص ۵۱۳، طبع سعیدی کتب خانه
وکذا فی حاشیة الطحطاوی، کتاب الصلوٰة، باب الامامة، ص ۳۰۳، طبع قدیمی کتب خانه

علی الاعلان ایسے افعال کرتا ہے اور ایسے قبیح افعال میں شہرت تک پہنچ جاتا ہے تو بنت الصالح کا کفو نہیں ہے[۱]۔ باقی رہی تبلیغ تو اس کے متعلق عرض ہے کہ اچھی بات قوم کو پہنچانے کا مجاز ہے[۲]۔ اگرچہ اس پر لازم ہے کہ اپنے نفس کی اصلاح کی بھی کوشش کرے۔ اتامرون الناس بالبر وتنسون انفسکم[۳] کا مطلب ہے کہ امر بالمعروف کرتے ہوئے اپنے آپ کو نہ بھولو۔ یہ مطلب نہیں ہے کہ اپنے آپ کو بھولنے کی صورت میں امر بالمعروف نہ کرو۔ جلالین سے لے کر تمام مفسرین نے یہ مطلب بیان کیا ہے[۴]۔ باقی اگر قوم کو بری باتوں ہی کی تلقین کرتا ہے تو اس کو روک دینا ضروری ہے[۵]۔ خوب غور کرلیا جاوے۔

نمازوں کی پابندی نہ کرنے والے، جھوٹ بولنے والے اور دیگر غلط صفات کے حامل شخص کی امامت کا مسئلہ

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین دریں مسائل کہ:

---

۱) وتعتبر (الکفاءة) دیانة أی تقوی فلیس فاسق کفؤًا لصالحة أوفاسقة بنت صالح معلنا کان أولا علی الظاهر (الدر المختار کتاب النکاح، باب الکفاءة ص ۸۸، ج۳، طبع ایچ– ایم، سعید کراچی
وکذا فی الهندیه: کتاب النکاح، الباب الخامس فی الاکفاره، ص ۱۹۱، ج۱، طبع مکتبه رشیدیه کوئٹه۔
وکذا فی البحر الرائق: کتاب النکاح فصل فی الکفاءة، ص ۲۳۲، ج۳، طبع مکتبه رشیدیه کوئٹه

۲) والمؤمنون والمؤمنات بعضهم اولیاء بعض یأمرون بالمعروف وینهون عن المنکر الایة، سورة التوبة، آیت نمبر ۷۱، پاره ۱۰، مشکوٰة المصابیح، عن عبدالله بن عمرو رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم بلغوا عنی ولو ایة۔ کتاب العلم، الفصل الاول، ص ۳۲، ج۱، طبع قدیمی کتب خانه۔ وکذا فی مشکوٰة المصابیح، قال کلا والله لتامرن بالمعروف ولتنهون عن المنکر ولتأخذن علی یدالظالم الخ۔ باب الامر بالمعروف، الفصل الثانی، ص ۴۳۸، طبع قدیمی کتب خانه۔

۳) أتامرون الناس بالبر وتنسون أنفسکم، سورة البقره۔ آیت نمبر ٤٤، پاره (۱)

٤) أتامرون الناس بالبر أی بالایمان بمحمد صلی الله علیه وسلم (وتنسون أنفسکم) تترکونها فلا تأمرونهابه الایة، سورة البقره۔ آیت نمبر ٤٤، پاره نمبر (۱) تفسیر جلالین ص ٥۔

٥) حاشیة الجمل علی الجلالین، ص ٤٨، ج۱، طبع قدیمی کتب خانه، وکذا فی تفسیر مظهری، قال البیضاوی المراد بالایة حث الواعظ علی تزکیة النفس وتکمیله لامنع الفاسق عن الوعظ، سورة البقره، آیت نمبر ٤٤، پاره نمبر۱، ص ٦٤، ج۱، طبع بلوچستان بك ڈپو۔
وکذا فی تفسیر ابن کثیر، أن العالم یأمربالمعروف وإن لم یفعله، وینهی عن المنکر وإن ارتکبه، سورة البقره، آیت نمبر ٤٤، پاره نمبر (۱) طبع قدیمی کتب خانه۔

(۱) کوئی امام نماز میں وقت کی پابندی نہ کرے۔ بار بار تنبیہ کرنے پر بھی اپنی عادت کو نہ چھوڑے اور مقتدی بار بار اس کی غلطی کی نشان دہی کریں تو امام اپنے مقتدیوں سے جانور کی طرح لڑ پڑے اور بداخلاقی سے پیش آوے تو ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے' یا ناجائز۔

(۲) اگر امام نماز میں سوتا ہو، ایک ایک دو دو آیت چھوڑ جائے یا نماز کی ترتیب غلط کر دے اور مقتدی اس کی غلطی کی طرف اشارہ کریں تو امام کہدے کہ کیا ہوا نماز تو ہوگئی اور اپنی غلطی کو محسوس نہ کرے تو اس امام کے پیچھے نماز ہوتی ہے یا نہیں۔

(۳) اگر کوئی امام نصیحتیں کرتا ہو اور جھوٹ بھی بولتا ہو یا کسی آدمی کے کہنے کے بعد قرآن اٹھا کر ۱۰۰؍روپے کی رقم وصول کرے جب کہ اس آدمی کے لڑکوں نے مرنے پر اعلان کیا کہ مرنے والے کی طرف سے کوئی قرض مانگتا ہو تو بتائے۔ اس وقت کوئی شخص اس کی طرف کوئی قرض کی رقم نہ بتائے اور بعد ماہ دو ماہ کے اس امام سے دوکان خالی کرانے کو کہا جائے تو بجائے دوکان خالی کرنے کے اس کے والد کی طرف قرض بتا دیے اور وہ بچے اس امام کو قرض بتائی ہوئی رقم بھی دے دیں اور یہ امام وعدہ کرے کہ فلاں تاریخ کو دوکان خالی کروں گا پھر وعدہ پورا نہ کرے اور ٹال مٹول کرتا رہے تو اس کے پیچھے نماز ہوتی ہے یا نہیں۔

(۴) جو امام غلہ لے کر جمع کرے اور اونچا نرخ آنے کا انتظار کرتا رہے اور جب اونچا نرخ آ جائے تب فروخت کرے تو اس کے لیے کیا حکم ہے۔

(۵) اگر کوئی امام مرزائی یعنی قادیانیوں کے نکاح کے فارم بھرے اور اس کے نکاح میں شریک ہو اس کے لیے کیا حکم ہے۔

(۶) جو امام جھوٹ بول کر کسی کو غلط سرٹیفکیٹ دلوا دے اپنی ذمہ داری پر اور مقتدی یہ کہیں کہ آپ نے غلط کام کیا ہے اور آپ امام ہیں تو امام یہ جواب دے کہ کیا ہوا۔ میری وجہ سے کسی کا بھلا ہو جائے تو اس شخص کا کیا حکم ہے۔

(۷) جو امام بلیک مارکیٹ کرتا ہو۔

(۸) جو امام کسی شخص کو کام کے لیے رقم دے اور منافع ہو تو لے لے اور جب نقصان ہو تو نقصان کا مالک نہ بنے اور کہدے میں نقصان نہیں دوں گا تو ایسے امام کے لیے شرعی کیا حکم ہے اور اگر یہ سود میں جاتا ہے تو پھر ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا ناجائز۔

ج

مسجد کی منتظمہ کمیٹی تحقیق کرے اگر امام واقعی نماز میں سوتا ہے، آیات کو چھوڑتا ہے، ترتیب میں اکثر

غلطی کا ارتکاب کرتا ہے، جھوٹ بولتا ہے، مرنے والے پر قرآن اٹھا کر رقم وصول کرتا ہے۔ وغیرہ۔
اگر ان امور کے ارتکاب کا ثبوت بطریق شرعی ہو جائے تو اس کی امامت مکروہ ہے[1] اور لائق امامت نہیں[2]۔ فقط واللہ اعلم۔

تہمتیں لگانے اور جھوٹی قسمیں اٹھانے والے کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص نے ناجائز فائدہ حاصل کرنے کے لیے ذاتی عناد کی وجہ سے غلط پروپیگنڈہ شروع کر دیا کہ تین دفعہ عدالت میں قسم اٹھوائی گئی ہے اور نکاح خوان نے انکار کر دیا ہے کہ میں نے نکاح نہیں پڑھا ہے۔ یعنی کسی پر بغیر ثبوت کے جھوٹا الزام لگانا شرعاً جائز ہے یا نہیں۔ جب کہ خود دکان پر ایک روپے کی چیز آٹھ روپے میں فروخت کرتا ہے۔ غرض مند بے چارے مجبوراً لیتے ہیں۔ اپنی جائیداد زرعی والا سے تملیک کروائی جب کہ ایک بہن اور ایک بھائی کا حصہ غصب کر لیا۔ اگر چہ بھائی نے دیوانی دعویٰ کر کے اپنا حصہ لے لیا۔ پھر بھی بہن کا حصہ غصب کر چکے ہیں۔
ایک مرغی کے انڈے چوری کر کے مولوی صاحب مہینہ تک کھاتے رہے اور مالک کے روبرو انکار کرتے رہے کہ ہمیں کوئی علم نہیں اور پھر مرغی سات روپے میں فروخت کر دی جو کہ اصل مالک نے بارہ روپیہ میں فروخت شدہ واپس لے لی اور پنچائیت اکٹھی کی۔ جس پر مولوی صاحب نے قسم اٹھائی کہ مرغی میری اپنی ہے۔ جھوٹی قسم اٹھا کر مرغی انڈوں سمیت ہضم کر لی۔ کیا ایسے اوصاف والے شخص کی امامت محفوظ ہے یا نہیں جب کہ مقتدی کئی دفعہ مسجد سے گالیاں دے کر نکال چکے ہوں۔
ایک شخص نے دعویٰ کیا کہ میری دکان کی چوری ہوگئی ہے۔ واویلا کرنے پر چند معززین مہاجر و انصار

---

۱) ویکرہ (امامة عبد) وفاسق (درمختار) کتاب الصلوٰة، باب الامامة، ص ۵۵۹، ج۱، طبع ایچ ایم سعید کراچی
ومثلہ فی الخلاصة، کتاب الصلوٰة الفصل الخامس عشر فی الامامة والاقتداء، ص ۱۴۵، ج۱، طبع مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ، ومثلہ فی البنایة علی شرح الهدایہ۔ کتاب الصلوٰة، باب الامامة، ص ۳۳۲-۳۳۳، ج۲، طبع دارالکتب العلمیة، بیروت۔
۲) بل مشی فی شرح المنیة علی أن کراهة تقدیمه کراهة تحریم، شامی۔ کتاب الصلوٰة، باب الامامة، ص ۵۶۰، ج۱، طبع ایچ ایم، سعید
ومثله فی حلبی کبیر: کتاب الصلوة، باب الامامة، ص ۵۱۳، طبع سعیدی کتب خانہ۔
ومثله فی حاشیة الطحطاوی، کتاب الصلوٰة، باب الامامة، ص ۳۰۳، طبع قدیمی کتب خانه

کی پنچائیت اکٹھی کی گئی اور مدعی نے کہا کہ فلاں شخص جب کہ میں سودا لے رہا تھا ایک ٹین جس میں نوٹ لاتعداد پڑے ہیں۔ جن کا مجھے علم نہیں کہ کتنے پڑے ہیں دیکھ رہا تھا۔ اسی نے چوری کر لی ہے۔ پنچائیت نے ملزم کو بلا کر مجبور کیا کہ چوری واپس کرے یا صفائی دے ملزم نے کہا کہ آپ جونسی قسم چاہیں اور جس جگہ چاہیں میں دینے کو تیار ہوں۔ ملزم کا بھائی بھی قسم دینے کو تیار ہو گیا۔ لیکن مدعی نے انکار کیا کہ مجھے قسم پر اعتبار نہیں اور قسم لے لوں تو میری رقم ضائع ہوتی ہے۔ گفت وشنید کے بعد ملزم نے کہا کہ میں قرآن پاک پر پیسے رکھتا ہوں مولوی صاحب اٹھالیں۔ مولوی صاحب روپے اٹھانے پر تیار ہو گئے۔ دوسرے دن جمعہ تھا جس پر جلسہ عام میں وضو کر کے جمعہ نماز ادا کر کے مسجد میں قرآن مجید مولوی صاحب کے سامنے لا کر رکھا گیا اور اس پر سات سو روپے رکھے گئے۔ مولوی صاحب نے پانچ سو روپیہ اٹھالیا اور باقی واپس کر دیے۔ عام لوگوں نے لعن طعن کیا کہ بہت برا کیا ہے کہ نہ دوکان کو نقب لگی ہے نہ چھت کو شگاف کیا گیا ہے۔ نہ دروازہ کھلا ہے اور شارع عام راستہ پر بارہ بجے دن کے کیسے چوری ہوگئی ہے۔ دوسرے یہ کہ جس ٹین میں ہزاروں کی تعداد میں نوٹ موجود ہیں۔ چور چوری کرتا تو اسے گننے کی کیا ضرورت تھی مولوی صاحب روپے واپس کرنے پر تیار ہو گئے۔ لیکن آج کل پر ٹالتے ٹالتے ہضم کر گئے۔ اب عرض یہ ہے کہ ان حالات کے ہوتے ہوئے جب مدعی کو علم بھی نہیں کہ پانچ روپے گم ہوئے ہیں یا پانچ صد روپے گم ہوئے ہیں۔ چوری ہے یا نہیں یا کتنی چوری ہوئی ہے۔ قرآن مجید پر سے اتنی دلیری سے اٹھا سکتا ہے یا نہیں اور ایسے اوصاف والے شخص کے پیچھے نماز ہو سکتی ہے یا نہیں۔

ج

تحقیق کی جاوے اگر واقعی یہ شخص بلا وجہ تہمت لگاتا ہے۔ جھوٹ بولتا ہے اور ناجائز طور پر قسمیں اٹھاتا ہے۔ تو اس کی امامت مکروہ تحریمی ہے (۱) اور لائق امامت نہیں (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

۱) بل مشی فی شرح المنية على أن كراهة تقديمه كراهة تحريم۔ شامی کتاب الصلوة باب الامامة ۵٦۰/۱ طبع ایچ۔ ایم۔ سعید کراچی.
ومثله فی حلبی کبیر کتاب الصلوة باب الامامة ص ۵۱۳ طبع سعیدی کتب خانه .
ومثله فی حاشية الطحطاوی کتاب الصلوة باب الامامة ص: ۳۰۳ طبع قدیمی کتب خانه.

۲) أما فقد عللوا كراهة تقديمه بأنه لا يهتم لامر دينه وبأن فی تقديمه للامامة تعظيمه وقد وجب عليهم إهانته شرعاً ، شامی ، کتاب الصلوة باب الامامة ۵٦۰/۱ طبع ایچ۔ ایم۔ سعید .
وكذا فی البناية على شرح الهداية كتاب الصلوة باب الامامة ۳۳۲/۲ طبع دارالكتب العلمية بيروت.
وكذا فی النهر الفائق كتاب الصلوة باب الامامة ۲٤۲/۱ طبع دارالكتب العلمية بيروت لبنان.

ایسے شخص کی امامت کا حکم جس میں کئی عیوب پائے جاتے ہوں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ زید ایک مسجد کا امام ہے اور یہ عیوب اس میں پائے جاتے ہیں' بعض لوگوں کا خیال ہے کہ وہ اس منصب کا اہل نہیں اور بعض لوگ اس کے بال بچوں پر ترس کھاتے ہیں اور بعض دیگر وجوہات کی بنا پر اسے امام رہنے دینا چاہتے ہیں۔ براہ کرم شریعت اسلامیہ کی روشنی میں فرمائیے کہ اس کو اس منصب پر رہنے دیا جائے یا نہ۔ اس لیے کہ اس منصب پر اس شخص کا بحال رہنا دین کی بدنامی مسجد کی ویرانی اور نمازیوں کے تنفر کا باعث بن رہا ہے۔ وہ اپنے فرائض کا پابند نہیں' نماز وغیرہ سے اکثر غیر حاضر رہتا ہے اور نشان دہی کرنے پر کہتے ہیں کہ آپ کب پانچ وقت آتے ہیں۔ ان کا یہ عیب بدنامی کا باعث ہے۔ جھوٹ بولنے کے مرتکب بھی ہوتے ہیں اور ان کے مقتدیوں میں یہ بات مشہور ہے اس کی انتہا یہ ہے کہ ان کو باقاعدہ بنانے کے لیے جب رجسٹر حاضری کا اہتمام کیا گیا تو انھوں نے بعض ان اوقات کی بھی حاضری لگادی جن میں وہ نماز میں حاضر نہیں تھے وہ معاملات اور لین دین کے کھرے نہیں۔ لوگوں سے قرض لینا' وقت پر ادا نہ کرنا اور لوگوں کا تنگ آ کر اسے معاف کر دینا۔ یہ معاملہ بھی کئی مقتدیوں سے پیش آ چکا ہے۔ اس لیے ان کو قابل اعتبار نہیں سمجھا جاتا۔ ان پر ہیرا پھیری کرنے کا اور غلط بیانی کا الزام بھی لگایا جاتا ہے۔ جن میں سے بعض ثابت بھی ہو چکے ہیں۔ لوگ ان کی اقتداء میں نماز پڑھنا پسند نہیں کرتے جو پڑھتے ہیں وہ بھی کراہتہ اور بامر مجبوری۔ بعض لوگوں سے یہ بات بھی سننے میں آئی کہ کچھ لوگ جب ان کی اقتداء میں جمعہ کی نماز پڑھتے ہیں تو امام کی نیت نہیں کرتے۔ امام صاحب اور ان کے مقتدیوں میں لڑائی جھگڑے اور توں تراک کی نوبت بھی آتی رہتی ہے۔ بعض لوگوں کو جب وہ منانے گئے تو ان کا جواب یہ تھا کہ چونکہ ہم آپ کو امامت کے قابل نہیں سمجھتے اس لیے آپ کی اقتداء میں نماز نہیں پڑھتے ان کو مقتدیوں میں مقبولیت، ہر دلعزیزی اور اعتماد حاصل نہیں ہے۔ الغرض وہ علم دین سے بے بہرہ' امانت و دیانت سے کورے اور ہر دلعزیزی و مقبولیت سے محروم ہیں۔

﴿ج﴾

مسجد کی منتظمہ کمیٹی پوری تحقیق کرے اگر یہ بات ثابت ہو جائے کہ نمازی امام میں کسی دینی نقص کی وجہ سے اس کی امامت سے راضی نہیں تو اس کو امامت سے ہٹایا جائے ایسے شخص کی امامت مکروہ ہے [1]۔ فقط

---

۱) (ومن أم قوماً وهم له كارهون أن) الكراهة لفساد فيه اولانهم أحق بالامامة منه كره له ذالك تحريما لحديث أبي داؤد لا يقبل الله صلوة من تقدم قوما وهم له كارهون الدرالمختار كتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵۵۹ طبع سعيد كراچی.
وكذا فی حاشية الطحطاوی علی مراقی الفلاح كتاب الصلوة باب الامامة ص:۳۰۳ طبع دارالكتب العلمية بيروت لبنان. وكذا فی البحر الرائق كتاب الصلوة باب الامامة ۱/۶۰۹ طبع رشيديه كوئٹه.

واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ محمد انور شاہ غفرلہٗ
الجواب صحیح محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
۱۷صفر ۱۳۹۴ھ

مقتدیوں کی ناپسندیدگی کے باوجود امامت کرنے کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین مندرجہ ذیل مسائل میں کہ:
(۱) کیا کوئی امام بغیر رضامندی مقتدیان امامت کر سکتا ہے۔
(۲) کیا کوئی امام زبردستی مصلّی پر کھڑا ہو کر جماعت کرا سکتا ہے جب کہ مقتدیان کی کثیر تعداد اس سے ناراض ہو۔
(۳) جب امام خائن ہو اس کی اقتداء میں نماز ہو سکتی ہے۔
(۴) کیا کاذب امام کے پیچھے نماز ادا کرنا جائز ہے۔
(۵) جبکہ امام زکوٰۃ کا مال کھاتا ہو اور اکثر لوگوں کا مقروض ہو اس کے پیچھے نماز ہو سکتی ہے۔
(۶) جب کہ امام صاحب کو کہا جائے کہ تم مسجد میں جا کر نماز پڑھا کرو تو وہ کہے کہ میں کتوں کے پیچھے نماز پڑھوں۔ میری نماز نہیں ہوتی کیا دوسروں کی نماز ہو جاتی ہے۔
(۷) جب کہ امام صاحب کے مسجد کے حساب میں گڑ بڑ ہو اور مقتدی امام سے متنفر ہوں کیا اس صورت میں زبردستی امامت کا حقدار رہے۔
(۸) کیا جھوٹ بولنے والے کی امامت جائز ہے۔

﴿ج﴾

۱۔۲ کتب فقہ میں ہے کہ اگر امام میں کچھ نقصان نہیں تو مقتدیوں کی ناراضی کا اثر نماز میں کچھ نہیں۔ امام کی نماز بلا کراہت درست ہے اور گناہ مقتدیوں پر ہے اور اگر امام میں نقص ہو اور اس وجہ سے مقتدی ناخوش ہیں تو امام کے اوپر مؤاخذہ ہے اور اس کو امام بننا مکروہ ہے۔ درمختار میں ہے[1]۔ **ولو ام قوما وهم له كارهون**

---

۱) الدر المختار كتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵۵۹ طبع ایچ۔ایم۔سعید کراچی.
وكذا فی حاشيه الطحطاوی كتاب الصلوة باب الامامة ص:۳۰۳ طبع قديمی كتب خانه.
وكذا فی البحر الرائق كتاب الصلوة باب الامامة ۱/۶۰۹ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه.

ان الکراهة لفساد فیه او لانهم احق بالامامة منه کره له ذلک تحریما لحدیث ابی داؤد لا یقبل اللّٰہ صلوة من تقدم قوما وهم له کارهون (وان هو احق لا) والکراهة علیهم (۳) جو شخص لوگوں کے حقوق وغیرہ باوجود استطاعت کے ادا نہ کرے اور مار لیوے وہ ظالم اور فاسق ہے[1] اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے[2]

(۴) اس کا بھی یہی حکم ہے[3]۔ (۵) اگر وہ مستحق زکوٰۃ ہے تو اس کے لیے زکوٰۃ لینا جائز ہے[4] اور امامت صحیح ہے مقروض کی امامت صحیح ہے[5]۔ (۶) یہ کہنا برا ہے۔ (۷) اس کا حکم جواب (۲۱ میں گزر

---

۱) قوله وفاسق، من الفسق وهو الخروج عن الاستقامة، ولعل المراد به من يرتكب الكبائر كشارب الخمر، والزانی وآکل الربو ونحو ذالك كذا فی البرجندی إسماعیل شامی کتاب الصلوة باب الامامة ۵٦۰/۱ طبع ایچ-ایم- سعید کراچی. وکذا فی تفسیر روح المعانی سوة البقرة آیت ۲٦، ۲۸٤/۱ دار أحیاء الترات العربی . وکذا فی حاشیه الطحطاوی کتاب الصلوة باب الامامة ص:۳۰۳ طبع دارالكتب العلمية بيروت لبنان.

۲) بل مشى فی شرح المنية على أن كراهة تقديمه كراهة تحريم- شامی کتاب الصلوة باب الامامة ۵٦۰/۱ طبع ایچ- ایم - سعید کراچی. وکذا فی حلبی کبیر کتاب الصلوة باب الامامة ص ۵۱۳ طبع سعیدی کتب خانه .

وکذا فی حاشیه الطحطاوی کتاب الصلوة باب الامامة ص:۳۰۳ طبع قدیمی کتب خانه.

۳) بل مشى فی شرح المنية على أن كراهة تقديمه كراهة تحريم- شامی کتاب الصلوة باب الامامة ۵٦۰/۱ طبع ایچ- ایم - سعید کراچی.

وکذا فی حلبی کبیر کتاب الصلوة باب الامامة ص ۵۱۳ طبع سعیدی کتب خانه .

وکذا فی حاشیه الطحطاوی کتاب الصلوة باب الامامة ص:۳۰۳ طبع قدیمی کتب خانه.

٤) أی مصرف الزكاة والعشر هو فقير وهوله ادنى شئ...... ومسكين من لا شئ له كتاب الزكاة باب المصرف ۳۳۹/۲ طبع ایچ-ایم-سعید کراچی، وکذا فی حاشیه الطحطاوی کتاب الصلوة باب الامامة ص:۳۰۳ طبع قدیمی کتب خانه.

وکذا فی النهر الفائق کتاب الزکاة باب المصرف ص:۱۵۸ بیروت لبنان

۵) وفی فتاوی الارشاد: يجب أن يكون إمام القوم فی الصلوة أفضلهم فی العلم والورع والتقوى والقراءة، تاتارخانیه کتاب الصلوة باب من هو احق بالامامة ۱/۶۰۰ طبع إدارة القرآن والعلوم الاسلامیه.

وکذا فی الدر المختار کتاب الصلوة باب الامامة ۵۵۷/۱ طبع ایچ-ایم-سعید کراچی .

وکذا فی النهر الفائق کتاب الصلوة باب الامامة ۲۳۹/۱ طبع دارالكتب العلمية بيروت لبنان.

گیا(۱)۔ (۸) ایسے شخص کی امامت مکروہ ہے(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ

جھوٹ بولنے اور خیانت کرنے والے کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص امام مسجد ہے اور جھوٹا قرآن اٹھاتا ہے۔ امانت میں خیانت کرے اور جب اس کے حساب کو چیک کیا جاوے تو کئی ہزار کا غبن پکڑا جاوے اور مذہب بھی تبدیل کرتا رہے۔ کبھی دیوبندی اور کبھی بریلوی۔ آیا اسلام اس کی مطلق اجازت دیتا ہے کیا اس کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں۔ بینوا وتوجروا

﴿ج﴾

ایسے شخص کی امامت مکروہ تحریمی ہے(۳)۔ اس کو امامت سے ہٹایا جاوے(۴)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ
الجواب صحیح محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
۱۲ شوال ۱۳۹۳ھ

---

۱) ومن أم قوماً وهم له كارهون أن الكراهة لفساد فيه اولانهم أحق بالامامة منه كره له ذالك تحريما لحديث أبي داؤد لا يقبل الله صلوة من تقدم قوما وهم له كارهون الدرالمختار كتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵۵۹ طبع سعيد كراچي.
وكذا في حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح كتاب الصلوة باب الامامة ص:۳۰۳ طبع دارالكتب العلمية بيروت لبنان.
وكذا في البحر الرائق كتاب الصلوة باب الامامة ۱/۶۰۹ طبع رشيديه كوئٹه.

۲) بل مشى في شرح المنية على أن كراهة تقديمه كراهة تحريم۔ شامي كتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵۶۰ طبع ايچ۔ ايم ۔ سعيد كراچي.
وكذا في حلبي كبير كتاب الصلوة باب الامامة ص ۵۱۳ طبع سعيدى كتب خانه .
وكذا في حاشيه الطحطاوي كتاب الصلوة باب الامامة ص:۳۰۳ طبع قديمي كتب خانه.

۳) بل مشى في شرح المنية على أن كراهة تقديمه كراهة تحريم۔ شامي كتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵۶۰ طبع ايچ۔ ايم ۔ سعيد كراچي.
وكذا في حلبي كبير كتاب الصلوة باب الامامة ص ۵۱۳ طبع سعيدى كتب خانه .
وكذا في حاشيه الطحطاوي كتاب الصلوة باب الامامة ص:۳۰۳ طبع قديمي كتب خانه.

٤) أما فقد عللوا كراهة تقديمه بأنه لا يهتم لامر دينه وبأنه في تقديمه للامامة تعظيمه وقد وجب عليهم إهانته شرعاً ، شامي كتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵۶۰ طبع ايچ۔ ايم ۔ سعيد كراچي.
ومثله في حلبي كبير ، كتاب الصلوة باب الامامة ص:۵۱۳ سعيدى كتب خانه .
ومثله في حاشية الطحطاوي، كتاب الصلوة باب الامامة ص:۳۰۲ طبع كتب قديمي خانه.

جھوٹا دعویٰ کرنے والے کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص کسی مسجد کا امام ہوا۔ متولی مسجد نے آ کر مکان ملکیہ مسجد رہائش کے لیے دیا اور کئی سال اس مکان میں رہائش پذیر رہا۔ پھر کسی نے محکمہ سیٹلمنٹ میں درخواست دلوائی۔ طلبی پر جا کر بیان دیا کہ میں سال ۵۷ء میں خانپور آیا۔ موجودہ مکان مقفل پڑا تھا۔ جناب حسن محمود صاحب جو اس وقت وزیر بلدیات تھے۔ انھوں نے تھانیدار کو بلوا کر مجھے قبضہ دلوایا جب سے میں مکان میں رہائش پذیر ہوں۔ میرا خیال ہے کہ یہ مکان ہندوؤں کا ہے۔ مجھے دیا جاوے میں رقم دوں گا۔ متولی مسجد کو بیان دینے سے پہلے ایک اقرار نامہ لکھ دیا ہے کہ یہ مکان مسجد پر وقف ہے یعنی ملکیت ہے میں بسلسلہ امامت اس میں رہائش پذیر ہوں۔ نیز امام مسجد مذکور نے اس مکان کے متصل دو مرلہ کا پلاٹ خرید کیا۔ پٹہ رجسٹری کرایا۔ جس کے حدود اربعہ شمالی جانب مکان مسجد تھا۔ اس کو اپنے نام کا مکان لکھوایا۔ اس کے علاوہ دیگر عادات ناشائستہ اس امام میں موجود ہیں۔ جھوٹ، گالی گوئی، غصب۔ لہٰذا متولی و اکثر مقتدیان سخت متنفر ہو کر دوسری مسجدوں میں جا کر نماز پڑھتے ہیں۔ اس کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے۔ لہٰذا شرعاً ایسے امام کے پیچھے جو غاصب و کاذب ہو اور جماعت اس سے متنفر ہو کیا نماز پڑھنا جائز ہے؟ امام مذکور مسجد میں بیٹھ کر کہتا ہے کہ مکان مسجد کا ہے مجھ پر حرام ہے اور محکمے میں بیانات دیتا ہے کہ مکان ہندو کا ہے مجھے دیا جاوے اور چغل خوری و محلّہ میں فتنہ برپا کرتا ہے۔ فقط

﴿ج﴾

فاسق شخص کی امامت مکروہ ہے [1]۔

اپنے آپ کو سید ظاہر کرنے والے کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص نسباً غیر سید ہوتے ہوئے خود کو عمداً اشد و مد کے ساتھ

---

۱) بل مشى فى شرح المنية على أن كراهة تقديمه كراهة تحريم۔ شامى كتاب الصلوة باب الامامة ۱/ ۵٦۰ طبع ايچ۔ ايم۔ سعيد كراچی۔
وكذا فى حلبى كبير كتاب الصلوة باب الامامة ص ۵۱۳ طبع سعيدى كتب خانه .
وكذا فى حاشيه الطحطاوى كتاب الصلوة باب الامامة ص: ۳۰۳ طبع قديمى كتب خانه.

سید کہلانے پر مصر ہے اور ایک مسجد میں امامت بھی کرتا ہے۔ کیا ایسا کرنا جائز ہے یا اس سے متعلق احادیث میں کوئی وعید وارد ہے۔ بینوا وتوجروا

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اگر فی الواقع یہ شخص نسباً سید نہ ہو اور اپنے کو سید نسباً ظاہر کرتا ہو اور اس پر مصر ہو اور جان بوجھ کر ایسا کرتا ہو تو یہ شخص گناہ گار بنتا ہے اور ایسے شخص پر احادیث میں لعنت وارد ہوئی ہے (۱)۔ اس کو توبہ تائب ہونا چاہیے (۲) ورنہ اس کو امامت سے معزول کر دیا جائے (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۲۱ ذوالحج ۱۳۸۷ھ

طلاق دے کر منحرف ہونے والے کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ہندوستان بذریعہ خط ۱۹۴۸ء میں اپنی دونوں عورتوں کو جو پاکستان میں تھیں طلاق دیدی اور اس کے تین خط اور آئے جن میں بھی طلاق کا ذکر ہے جو کہ پیش خدمت ہیں۔ پھر وہ ۱۹۵۵ء میں خود پاکستان آ گیا پھر اس نے حاجی ولی محمد واسلام الدین سے کہا کہ میرا حلالہ کرادو مگر یہ شخص حلالہ پر راضی نہیں ہوئے۔ پھر وہ شخص اپنی بیوی کے رشتہ داروں کے پاس گیا اور کہا کہ میں نے طلاق نہیں دی ہے۔ پنچایت نے خطوں کو دیکھا وہ خطوں سے انکاری ہو گیا اور اس نے کہا کہ میں نے طلاق نہیں دی اور کہا کہ لفافہ میرا تحریر کردہ اور اندر کا خط میری تحریر نہیں ہے۔ اس کے متعلق قرآن شریف اٹھا لیا۔ اب وہ مسجد میں امام ہے اور سوال یہ ہے کہ آیا ایسے امام کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں۔

---

۱) عن سعد رضی الله عنه قال سمعت النبی صلی الله علیه وسلم یقول من ادعی إلی غیر أبیه وهو یعلم انه غیر أبیه فالجنة علیه حرام باب من ادعی الی غیر أبیه بخاری ۱۰۰۱/۲ طبع ، قدیمی کتب خانه.

۲) والذین إذا فعلوا فاحشة اوظلموا أنفسهم ذکروا الله فاستغفروا لذنوبهم سورة آل عمران آیت ۱۳۵، پاره۴.
وعن أنس رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم کل بنی آدم خطاء وخیر الخطائین التوابون رواه الترمذی . وابن ماجه باب التوبة والاستغفار ص:۲۰۴ مشکوة المصابیح طبع قدیمی کتب خانه. وکذا فی ابن ماجه باب التوبة والاستغفار ص:۳۲۳ طبع ایچ-ایم-سعید کراچی.

۳) أما فقد عللوا کراهة تقدیمه بأنه لا یهتم لامر دینه وبأن فی تقدیمه للامامة تعظیمه وقد وجب علیهم إهانته شرعاً ، شامی کتاب الصلوة باب الامامة ۵۶۰/۱ طبع ایچ- ایم - سعید کراچی.
وکذا فی حلبی کبیر، کتاب الصلوة باب الامامة ص:۵۱۳ سعیدی کتب خانه .
وکذا فی حاشیة الطحطاوی، کتاب الصلوة باب الامامة ص:۳۰۲ طبع کتب قدیمی خانه.

﴿ج﴾

اگر حاجی ولی محمد واسلام الدین اس بات کی گواہی دے دیں کہ اس نے کہا کہ میری عورت سے حلالہ کرادو تو باوجود خطوط سے انکاری ہونے کے بھی طلاق واقع ہوگئی (۱)۔ پھر ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنی مکروہ تحریمی ہے (۲) اوراس کی امامت ناجائز ہے (۳)۔ آئندہ کے لیے وہ عورت اس کے حوالہ بغیر حلالہ کے نہ کی جاوئے۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۲۲ ربیع الاول ۱۳۷۸ھ

وعدہ خلافی اور جھوٹ کے مرتکب کی امامت کا حکم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین دریں مسئلہ کہ ایک مسجد کا امام ہے۔ مقتدی اس کے پیچھے چند خرافات کی وجہ سے نماز پڑھنا مکروہ جانتے ہیں۔ وہ خرافات یہ ہیں: تھانے میں جا کر لوگوں کے ناجائز اور غیر شرعی معاملات میں سفارش کر کے ملزم سے پیسے لے کر خود بھی اور پولیس کو بھی کھلاتا ہے بات بات میں جھوٹ بولتا

---

۱) وما سوى ذالك من الحقوق يقبل فيها شهادة رجلين أورجل وأمرأتين سواء كا ن الحق ما لا أو غير مال مثل النكاح والطلاق هدايه كتاب الشهادة، ج ۳، ص ۱۶۱ طبع مكتبه رحمانيه۔
وكذا في الدر المختار كتا ب الشهادات ٥/٤٥٦ طبع مكتبه ايچ۔ايم۔سعيد كراچی۔
وكذا في البحر الرائق كتاب الشهادات ١٠٤/٧ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه۔

۲) بل مشى في شرح المنية على أن كراهة تقديمه كراهة تحريم۔ شامی كتاب الصلوة باب الامامة ١/٥٦٠ طبع ايچ۔ ايم ۔ سعيد كراچی۔
ومثله في حلبي كبير كتاب الصلوة باب الامامة ص ٥١٣ طبع سعيدی كتب خانه ۔
وكذا في حاشيه الطحطاوی كتاب الصلوة باب الامامة ص:٣٠٢ طبع قديمی كتب خانه۔

۳) ويكره أنه يكون الأمام فاسقا ويكره للرجال أن يصلوا خلفه تاتارخانيه كتاب الصلوة من هو أحق بالامامة ١ / ٦٠٣ طبع مكتبه إدارة القرآن والعلوم الاسلاميه وكذا في رد المختار كتاب الصلوة باب الامامة ١/ ٥٥٩ طبع ايچ۔ ايم۔ سعيد وكذا في البحر الرائق كتاب الصلوة باب الامامة ١/ ٦١١ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه ۔ قال الله تعالى فان طلقها فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجاً غيره الآية: سورة البقرة : ٢٣٠ پاره:٢۔
وإن كان الطلاق ثلاثاً في الحرة...... لم تحل له من بعد حتى تنكح زوجاً غيره نكاحاً صحيحاً ويدخل بها ثم يطلقها أويموت عنها الهداية: ٢/ ٤٠٩ كتاب الطلاق باب الرجعة رحمانيه لاهور۔
وكذا في الدر المختار باب الرجعة ٣/ ٤٠٩ طبع ايچ۔ايم۔سعيد كراچی۔

ہے۔ جھوٹی قسم اٹھاتا ہے۔ وعدہ خلافی کرتا ہے۔ امانت میں خیانت کرتا ہے۔ جس کی چند مثالیں یہ ہیں۔ ایک شخص کی درخواست پر امام صاحب نے ایک شخص کے خلاف کچھ تحریر لکھی۔ نمازیوں نے جب اس سے پوچھا تو اس نے کہا میں نے یہ تحریر نہیں لکھی اور جھوٹا قرآن اٹھالیا۔ نمازیوں نے فوراً وہ درخواست امام صاحب کے سامنے کردی اور اس کی لکھی تحریر اس کو دکھائی تو وہ بہت شرمندہ ہوا۔ اسی طرح سے ایک شخص نے تھانے میں ایک شخص کے خلاف درخواست دی کہ میں نے فلاں آدمی سے ۶۰۰ روپے لینے ہیں۔ ملزم اور امام صاحب تھانے میں موجود تھے۔ ملزم افسر مجاز کے سامنے بدتمیزی سے سگریٹ پینے لگا۔ تو افسر صاحب نے اس کو حوالات میں بند کرایا۔ امام صاحب کے کہنے پر اور یہ وعدہ کرنے پر کہ میں جا کر ان کا آپس میں فیصلہ کرادوں گا اس کو حوالات سے بری کردیں امام صاحب کی زبان پر یقین کرتے ہوئے افسر مجاز نے اس کو چھوڑ دیا۔ امام صاحب اس کو لے کر عدالت میں گئے اور افسر مجاز کے خلاف استغاثہ کر دیا اور خود گواہی دی۔ جب اس واقعہ کا نمازیوں کو پتہ چلا تو انھوں نے امام صاحب کو کہا کہ آپ نے وعدہ خلافی کیوں کی ہے۔ اس نے کہا کہ آپ میری اور افسر مجاز کی صلح کرادیں۔ پھر میں استغاثہ واپس کرادوں گا نمازیوں نے کوشش کر کے صلح کرادی اور سینہ سے سینہ ملا دیا اور یہ طے پایا کہ استغاثہ واپس کرلیں گے۔ لیکن اگلے دن اس صلح اور وعدہ سے امام صاحب پھر گئے۔ اس طرح اپنی زمین ایک شخص کو دس ہزار روپے میں فروخت کر دی اور اس سے رقم بھی لے لی ابھی انتقال نہیں ہوا تھا کہ دوسرے شخص کو بیس ہزار روپے میں فروخت کر دی۔ الغرض اس قسم کے بہت سے واقعات کرتا رہتا ہے۔ جس کی وجہ سے نمازی اس کے پیچھے نماز پڑھنے سے بھاگتے ہیں۔ میں نے علماء سے سنا ہے کہ جس کے پیچھے لوگ نماز پڑھنا پسند نہ کریں اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہوتی ہے۔ آپ مفصل طور پر جواب دیں تاکہ آئندہ ایسے اماموں سے لوگوں کی نمازوں کو نقصان نہ پہنچے۔ بینوا وتوجروا۔

﴿ج﴾

مسجد کی منتظمہ کمیٹی اس کی تحقیق کرے۔ اگر امام میں ان باتوں کا ثبوت ہو جائے کہ لوگوں سے ناجائز طور پر رقم وصول کرتا ہے، جھوٹ بولتا ہے، ناجائز حلف اٹھانے اور وعدہ خلافی اور امانت میں خیانت کرنا اس کی عادت ہے تو اس کی امامت مکروہ تحریمی ہے [1]۔ تمام امور یا کوئی ایک گناہ اس امام میں ثابت ہو جائے تو

---

۱) بل مشی فی شرح المنية على أن كراهة تقديمه كراهة تحريم۔ شامی کتاب الصلوة باب الامامة ۱/ ۵۶۰ طبع ایچ۔ ایم۔ سعید۔
وكذا فی حلبی کبیر کتاب الصلوة باب الامامة ص ۵۱۳ طبع سعیدی کتب خانه.
وكذا فی حاشیه الطحطاوی کتاب الصلوة باب الامامة ص:۳۰۲ طبع قدیمی کتب خانه.

وہ فاسق ہے (۱) اور فاسق کی امامت درست نہیں اس کو امامت سے الگ کیا جاوے (۲)۔ ویسے بھی اگر کسی امام پر کسی شرعی عذر کی وجہ سے اکثر نمازی ناراض ہوں تو اس کو امامت سے الگ کرنا جائز ہوتا ہے۔'' لحدیث ابی داؤد لایقبل اللہ صلوۃ من تقدم قوما وھم له کارھون (۳)۔'' درمختار میں ہے۔ویکرہ امامة عبدالخ وفاسق'' (۴) شامی میں ہے۔ اما الفاسق الخ بل مشی فی شرح المنیة علی ان کراھة تقدیمه کراھة تحریم (۵)

جھوٹی قسم کھانے والے کی امامت کا حکم

(س)

کیا فرماتے ہیں علماءِ دین دریں مسئلہ کہ ایک عالم امام مسجد میں رات کو ایک شخص کے خلاف پروگرام بناتا ہے صبح کو جس وقت لوگوں کو اس پروگرام کا علم ہوتا ہے تو مولانا سے دریافت کیا جاتا ہے تو مولانا قرآن پاک پر ہاتھ رکھ کر صاف انکار کر دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ میں اس شخص سے مباہلہ کرتا ہوں جس نے آپ کو اطلاع دی ہے چند لوگوں نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ مولانا نے یہ پروگرام ہمارے ساتھ کیا تھا تو اب برائے کرم یہ بتائیں کہ اس امام کے پیچھے نماز ٹھیک ہے یا نہیں اور نیز مسجد کی امامت بھی کرا سکتے ہیں یا نہیں۔ بینوا توجروا

---

۱) قوله وفاسق ، من الفسق وهو الخروج عن الاستقامة ، ولعل المراد به من يرتكب الكبائر كشارب الخمر والزانی وآكل الربو ونحو ذالك كذا فی البرجندی (شامی) كتاب الصلوة باب الامامة ۱/ ۵٦۰ طبع سعید
وكذا فی تفسير روح المعانی سوة البقرة آيت ۲٦ ، ۱/ ۲۸٤ دار أحياء التراث العربی .

۲) أما فقد عللوا كراهة تقديمه بأنه لا يهتم لامر دينه وبأنه فی تقديمه للامامة تعظيمه وقد وجب عليهم إهانته شرعاً ، شامی كتاب الصلوة باب الامامة ۱/ ۵٦۰ طبع ایچ۔ ایم ۔ سعید کراچی.
وكذا فی حلبی كبير، كتاب الصلوة باب الامامة ص:۵۱۳ سعيدی كتب خانه .
وكذا فی حاشية الطحطاوی، كتاب الصلوة باب الامامة ص:۳۰۲ طبع كتب قديمی خانه.

۳) الدر المختار كتاب الصلوة باب الامامة ۱/ ۵٦۰ طبع ایچ۔ایم۔سعید کراچی.
وكذا فی حاشية الطحطاوی علی مراقی الفلاح كتاب الصلوة باب الامامة ص:۳۰۳طبع قديمی كتب خانه. وكذا فی حلبی كبير كتاب الصلوة باب الامامة ص:۵۱۳ طبع سعيدی كتب خانه.

٤) الدر المختار كتاب الصلوة باب الامامة ۱/ ۵٦۰ طبع ایچ۔ایم۔سعید کراچی.
وكذا فی الخلاصة كتاب الصلوة باب الامامة الفصل الخامس عشر فی الامامة والاقتداء ۱/ ۱٤۵ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه. وكذا فی البناية علی شرح الهداية كتاب الصلوة باب الامامة ۲/ ۳۳۲،۳۳۳ طبع دارالعلمية بيروت لبنان.

۵) الدر المختار كتاب الصلوة باب الامامة ۱/ ۵٦۰ طبع ایچ۔ایم۔سعید کراچی.
وكذا فی حاشية الطحطاوی علی مراقی الفلاح كتاب الصلوة باب الامامة ص:۳۰۳طبع قديمی كتب خانه. وكذا فی حلبی كبير كتاب الصلوة باب الامامة ص:۵۱۳ طبع سعيدی كتب خانه.

﴿ج﴾

بشرط صحت واقعہ اس طرح جھوٹی قسم کھانا سخت گناہ ہے [1]۔ امام صاحب کو توبہ کرنا چاہیے پھر اس کی امامت درست ہے [2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ خادم الافتاء مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۷ ذوالحج ۱۳۸۸ھ

جھوٹی گواہی دینے والے کی امامت کا حکم

﴿س﴾

بخدمت جناب مولوی صاحب السلام علیکم۔ لڑکی کی پیدائش یکم جون ۱۹۴۰ء کی ہے۔ اس کا نکاح شرعی پڑھایا گیا یکم نومبر ۱۹۵۶ء کو اس کے والد نے دعویٰ تنسیخ نکاح دائر کرایا جو لڑکی کے حق میں ہو گیا ہے۔ مورخہ ۶۸۔۴۔۷ کو فیصلہ ہوا ہے اگر پہلا خاوند جس کے ساتھ نکاح شرعی ہوا تھا وہ طلاق نہ دیوے تو نکاح پہ نکاح کرا سکتی ہے یا نہیں۔ قرآن شریف کے فیصلے پر فتویٰ دیا جائے۔

﴿ج﴾

بشرط صحت سوال اگر یہ نکاح لڑکی کے بلوغ کے وقت کے بعد اس کی اجازت کے شرعی طریقہ سے پڑھایا

---

۱) عن عمران بن حصين رضى الله عنه قال قال النبى صلى الله عليه وسلم من حلف على يمين مصبورة كاذباً فليتبوأ مقعده من النار سنن أبى داؤد، كتاب الايمان باب التغليظ فى اليمين الفاجرة ۱۰۸/۲ طبع رحمانيه لاهور.
من الكبائر الاشراك بالله وعقوق الوالدين وقتل النفس واليمين الغموس اعلاء السنن ۳۴۲/۱۱ طبع إدارة القرآن والعلوم الاسلاميه.
وكذا فى الهندية غموس وهو الحلف على إثبات شئى او نفيه فى الماضى أوالحال يتعمد الكذب فيه فهذا اليمين يأثم فيها صاحبها وعليه فيها الاستغفار والتوبة دون الكفارة كتاب الايمان الباب الاول ۵۲/۲ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه.

۲) والذين اذا فعلوا فاحشة اوظلموا انفسهم ذكروا الله فاستغفروا لذنوبهم الآية (سوره ال عمران: ۱۳۵)
وعن أنس رضى الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم كل بنى آدم خطاء وخير الخطائين التوابون رواه الترمذى.
وابن ماجه باب التوبة والاستغفار ص: ۲۰۴ مشكوة المصابيح طبع قديمى كتب خانه.
وكذا فى ابن ماجه باب التوبة والاستغفار ص: ۳۲۳ طبع ايچ۔ايم۔سعيد كراچى.

گیا ہےتو یہ نکاح نہ قاضی فسخ کر سکتا ہےاور نہ لڑکی خود یا اس کے والد وغیرہ اس نکاح کو فسخ کر سکتے ہیں۔ شرعاً نکاح سابق بدستور باقی ہے۔ لڑکی کا دوسری جگہ نکاح کرنا قطعاً ناجائز اور حرامکاری ہے(۱)۔ دوسری جگہ نکاح پڑھانے والا مولوی صاحب اور نکاح میں موجود دوسرے اشخاص سخت گنہگار بن گئے ہیں(۲) بشرطیکہ ان کو علم ہو کہ یہ نکاح ناجائز نکاح ہو رہا ہے۔ سب کو توبہ کرنا ضروری ہے(۳)۔ توبہ میں یہ بھی داخل ہے کہ نکاح خوان اور موجودہ دوسرے اشخاص طرفین میں تفریق کرانے کے لیے ہر ممکن کوشش کریں۔ نکاح خواں کی امامت مکروہ تحریمی ہے(۴) یہاں تک کہ توبہ تائب ہو جائے۔ اگر طرفین تفریق نہ کریں تو تمام لوگوں کو ان سب کا بائیکاٹ کرنا چاہیے(۵)۔ نیز اگر لڑکی کا نکاح نابالغی میں بعمر چھ سات سال اس کے باپ نے کرایا ہے جیسا کہ گواہ نمبر چار محمد حیات نکاح خوان کا بیان ہے پھر بھی حاکم وغیرہ کو فسخ کا حق نہیں اس لیے

---

۱) أما نكاح منكوحة الغير ومعتدته لانه لم يقل أحد بجوازه فلم ينعقد اصلاً رد المحتار كتاب النكاح باب المهر مطلب فى النكاح الفاسد ص:۱۳۲ ج ۳ طبع سعيد كراچى. وكذا فى البحر الرائق كتاب الطلاق باب العدة ۲٤۲/٤ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه. وكذا فى الهندية كتاب النكاح الباب الثالث فى بيان المحرمات القسم السادس ۲۸۰/۱ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه.

۲) سورة المائدة آيت :۲.

وفى تفسير روح المعانى قوله تعالى ولا تعاونوا فيعم النهى كل ما هو من مقولة الظلم والمعاصى ويندرج فيه النهى عن التعاون على الاعتداء والانتقام سورة المائده آيت:٦ ،٣١٤/٦ طبع دار إحيا التراث العربى بيروت. وكذا فى تفسير ابن كثير سورة المائدة آيت:۲ ،٤٥٣/۲ طبع قديمى كتب خانه.

۳) والذين اذا فعلوا فاحشة أو ظلموا أنفسهم ذكروا الله فاستغفروالذنوبهم الآية: ۱۳٥ ،پاره ٤.

كل بنى آدم خطاء وخير الخطائين التوابون رواه الترمذى وابن ماجه باب التوبة والاستغفار ص:۲۰٤ مشكوة المصابيح طبع قديمى كتب خانه.

وكذا فى ابن ماجه باب التوبة والاستغفار ص:۳۲۳ طبع ايچ۔ايم۔سعيد كراچى.

٤) ويكره إمامة عبد وأعرابى وفاسق قوله فاسق من الفسق وهو خروج عن الاستقامة ولعل المراد به من يرتكب الكبائر كشارب الخمر والزانى وآكل الربوا ونحوذالك بل مشى فى شرح المنية على أن كراهة تقديمه كراهة تحريم (شامى) كتاب الصلوة باب الامامة ٥٦٠/١ طبع ايچ۔ايم۔سعيد.

وكذا فى حلبى كبير كتاب الصلوة باب الامامة ص:٥١۳ طبع سعيدى كتب خانه. وكذا فى حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح كتاب الصلوة باب الامامة ص:۳۰۳طبع قديمى كتب خانه.

٥) قال الله تعالى فلا تقعد بعد الذكرى مع القوم الظالمين سورة الانعام آية:٦٨.

يعنى بعد ما تذكر نهى الله لا تقعد مع القوم الظالمين وذالك عموم فى النهى عن مجالسة سائر الظالمين من أهل الشرك وأهل الملة لوقوع الاسم عليهم جميعا أحكام القرآن للجصاص سورة الانعام باب النهى عن مجالسة الظالمين ١٦٦/٤ دار أحياء التراث العربى بيروت.

فان هجرة اهل الهواء والبدع واجبة على مر الاوقات مالم يظهر منه التوبة والرجوع الى الحق ...... مرقاة شرح مشكوة كتاب الاداب باب ما ينهى عنه من التهاجر الفصل الاول ٢٣٠/٩ طبع دارالكتب العلمية بيروت لبنان.

کہ باپ دادا کے کیے ہوئے نکاح میں خیار بلوغ حاصل نہیں ہوتا[1]۔ کما فی کتب الفقه ولهما خیار الفسخ فی غیر الاب والجد بشرط القضاء [2]۔ نیز اگر شرعی طریقہ سے گواہوں سے ثابت ہو جائے کہ محمد حیات نے غلط گواہی دی ہے تو اس کی امامت مکروہ تحریمی ہے [3]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ

۱۲ ذوالحجہ ۱۳۸۸ھ

جھوٹے دعوے کرنے والے کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ عہد شکنی کرنے والے، زانی اور چور کی امداد کرنے والے، جھوٹے دعوے کرنے والے، مقتدیوں کی مرضی کے بغیر زبردستی امامت کرنے والے، لوگوں سے چاہ اور زمین غصب کرنے والے کی امامت جائز ہے یا نہ۔

﴿ج﴾

جو امام بلا وجہ عہد شکنی کرتا ہو، جھوٹ بولتا ہو اور مقتدی اس کی بے دینی یعنی شرعی نقائص کی وجہ سے امامت

---

۱) ولهما خيار البلوغ فى نكاح الاب والجد عند أبى حنيفة ومحمد فتاوى قاضى خان فصل فى الاولياء ۱/۳۵۷ طبع رشيديه .
وكذا فى الهنديه الباب الرابع فى الاولياء ۱/۲۸۵ رشيديه كوئٹه.
وكذا فى فتح القدير باب الاولياء والاكفاء ۳/۱۵۷ طبع رشيديه كوئٹه.

۲) وان زوجها غير الاب فلكل واحد منهما الخيار إذا بلغ إن شاء أقام على النكاح وإن شاء فسخ ويشترط فيه القضاء كتاب النكاح باب فى الاولياء والاكفاء الهدايه ۲/۳۳۸،۳۳۹ رحمانيه لاهور.
وكذا فى البحر الرائق ولهما خيار الفسخ بالبلوغ فى غير الاب والجد بشرط القضاء كتاب النكاح باب الاولياء والاكفاء ۳/۲۱۱ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه وكذا فى النهر الفائق كتاب النكاح باب الاولياء والاكفاء ۲/۲۰۹ طبع دار الكتب العلمية بيروت.

۳) بل مشى فى شرح المنية على أن كراهة تقديمه كراهة تحريم(شامى) كتاب الصلوة باب الإمامة ۱/۵۶۰ طبع ايچ۔ ايم سعيد كراچى . وكذا فى حلبى كبير كتاب الصلوة باب الامامة ص:۵۱۳ سعيدى كتب خانه ۔ وكذا فى حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح كتاب الصلوة باب الامامة ص:۳۰۳ طبع كتب قديمى خانه.

سے ناراض ہوں تو ایسے شخص کی امامت مکروہ تحریمی ہے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہٗ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

الجواب صحیح بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہٗ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان، ۷ رجب ۱۳۹۶ھ

قرابت داروں کے خلاف جھوٹا کیس کرنے والے کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین مندرجہ ذیل مسائل میں کہ:

(۱) زید جس کی نواسی عرصہ سات سال سے بلوغ کو پہنچی ہوئی ہے اس کی شادی نہیں کرتا۔

(۲) جھوٹا کیس اپنے قرابت داروں پر بابت سرقہ کیا۔

(۳) اہل جماعت کی ایک تہائی اس کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں۔ جب کہ دو تہائی اس سے نفرت کرتے ہیں اور اس کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے۔

(۴) قرآن غلط پڑھتا ہے تو کیا ایسے شخص کی امامت درست ہے۔

﴿ج﴾

منتظمہ کمیٹی اور نمازی پوری تحقیق کریں اگر زید واقعی لوگوں پر جھوٹے مقدمات قائم کرتا ہے اور قرأت میں غلط تلفظ کرتا ہے اور مسجد کے اکثر نمازی کسی شرعی عیب کی بنا پر اس کی امامت پر راضی نہیں تو ایسے شخص کو امامت سے الگ کرنا لازم ہے (۲) اور کسی دیندار متقی عالم کو امام مقرر کرنا لازم ہے (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ

---

۱) ومن أم قوماً وهم له كارهون أن الكراهة لفساد فيه اولانهم أحق بالامامة منه كره له ذالك تحريما الدر المختار كتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵۵۹ طبع سعيد كراچى. وكذا فى حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح كتاب الصلوة باب الامامة ص:۳۰۳ طبع دار الكتب العلمية بيروت لبنان. وكذا فى البحر الرائق كتاب الصلوة باب الامامة ۱/۶۰۹ طبع رشيديه كوئٹه.

۲) وأما الفاسق فقد عللوا كراهة تقديمه بأنه لا يهتم لامر دينه، وبأن فى تقديمه للإمامة تعظيمه وقد وجب عليهم إهانته شرعاً، رد المحتار كتاب الصلوة باب الإمامة ۱/۵۶۰ طبع ايچ-ايم-سعيد كراچى. وكذا فى حلبى كبير كتاب الصلوة باب الامامة ص:۵۱۳ طبع سعيدى كتب خانه. وكذا حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح كتاب الصلوة باب الامامة ص۳۰۳ طبع قديمى كتب خانه.

۳) وفى فتاوى الارشاد: يجب أن يكون إمام القوم فى الصلوة أفضلهم فى العلم والورع والتقوى والقراءة والحسب والنسب والجمال على هذا إجماع الامة كتاب الصلوة باب من هو احق بالامامة تاتارخانيه ۱/۶۰۰ طبع إدارة القرآن والعلوم الاسلاميه. وكذا فى الدر المختار كتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵۵۷، ۵۵۸ طبع ايچ-ايم-سعيد. وكذا فى النهر الفائق كتاب الصلوة باب الامامة ۱/۲۳۹ طبع دار الكتب العلمية بيروت لبنان.

ماں کے نافرمان تاش کھیلنے کے عادی شخص کی امامت کا حکم

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ جس شخص میں مندرجہ ذیل اوصاف ہوں کیا وہ شخص امامت کرنے کے قابل ہے یا کہ نہیں وہ اوصاف مندرجہ ذیل ہیں:

والدین کا نافرمان، تاش کھیلنے والا، یتیموں کا حق کھانے والا، شہادت یعنی جھوٹی گواہی دینے والا مذکورہ بالا شخص والدین کا نافرمان تھا والدین کو تکلیفیں دیتا برے الفاظ استعمال کرتا جو نہ کرنے کے قابل تھے۔ اس شخص نے اپنے والدین سے کئی مرتبہ معافی مانگی مگر عوام کے اصرار پر کیونکہ لوگوں نے کہا کہ اگر معافی نہ مانگی تو مسجد سے علیحدہ کر دیا جائے گا۔ مگر معافی مانگنے کے باوجود بھی اپنی بات پر ہی رہتا تھا، مذکورہ بالا شخص کی والدہ قریب المرگ تھی تو اس وقت مذکورہ بالا شخص کی والدہ نے کہا کہ میرا آخری وقت لگتا ہے میرے بیٹے کو کہو کہ ایک مرتبہ آ کر مجھے اپنا چہرہ دکھا دے۔ اگر نزدیک نہیں آتا تو دور ہی سے چہرہ دکھا دے۔ تو اس کے بارے میں مذکورہ بالا شخص نے جواب دیا کہ اگر وہ یعنی والدہ مر جائے تو میں اس کی قبر پر جا کر پیشاب بھی نہیں کروں گا۔ آخر کار والدہ انتقال کر گئی اور مذکورہ بالا شخص نزدیک بھی نہ گیا یہاں تک کہ جنازہ میں بھی شریک نہ ہوا تاش بہت کھیلا کرتا تھا۔ جب لوگوں کو معلوم ہوا تو انہوں نے منع کیا اور کہا کہ یا تو تاش کھیلنا چھوڑ دو یا پھر مسجد سے علیحدہ ہو جاؤ تو مجبوراً تاش کھیلنے سے توبہ کی مگر اس کے باوجود پھر بھی پوشیدہ تاش کھیلا کرتا تھا تو لوگوں کو پھر معلوم ہو گیا تو پھر عوام کے مجبور کرنے پر توبہ کی اور یہ الفاظ اپنی زبان سے کہے کہ اگر آئندہ مجھ کو تاش کھیلتا دیکھیں یا میں تاش کھیلوں تو میری عورت مجھ پر حرام ہو جائے۔ اس کا ایک مفتی صاحب سے فتویٰ لایا گیا اور پھر امام مقرر کیا گیا۔ اس نے عدالت میں جا کر ایک اغوا شدہ لڑکی کے بارے میں گواہی دی کہ میں نے اس کا عقد فلاں شخص سے کیا ہے۔ مگر مذکورہ بالا الفاظ صریحاً غلط ہیں۔ اس نے اغوا شدہ عورت کا عقد کیا ہی نہیں تھا۔ آخر کار یہ بات لوگوں پر ظاہر ہو گئی انہوں نے پھر امام صاحب پر اعتراض کیا کہ امام صاحب کو یہ جھوٹ نہیں بولنا چاہیے۔ اس جھوٹ کی بنا پر کوئی شخص امامت کے قابل نہیں ہو سکتا ہے۔ اس کو امامت سے علیحدہ کر دینا چاہیے مگر پھر معافی طلب کر لی۔ معافی طلب کرنے کے باوجود پھر جھوٹی گواہی دی اور تاش کھیلتا ہوا پکڑا گیا۔ اس بنا پر لوگوں نے امام صاحب کو مسجد سے علیحدہ کر دیا اور یہ کہا کہ تمہاری عورت تم پر حرام ہو چکی ہے۔ اس کا عقد ثانی از روئے شریعت دوبارہ کرو مگر وہ اسی عورت کے ساتھ باقاعدہ موجود ہے اور شریعت کے سب احکام کو پس پشت ڈال دیا ہے اور اب پھر امام بننے کا خواہش مند

ہے۔تو اب کہیں امامت کرسکتا ہے یانہیں اورکونسی سزا کا مستحق ہے۔وہ اپنی عورت کا عقد ثانی کرے یانہیں، اس کے بارے میں شرع شریف اقوال ائمہ مجتہدین اوراحادیث نبوی کی روشنی میں آگاہ کیا جائے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم! والدین کا نافرمان ہونا(۱)، یتیموں کا مال کھانا(۲)، جھوٹی گواہی(۳) دینا، تاش کھیلنے(۴) پر اصرار کرنا سب گناہ کبیرہ ہیں۔قرآن وحدیث کی صریح نصوص میں ان کے متعلق سخت وعیدیں وارد ہیں۔ان افعال کے مرتکب کی امامت مکروہ تحریمی ہے(۵)۔اس کو ہمیشہ کے لیے مسجد کا امام

---

۱) الكبائر الاشراك بالله وعقوق الوالدين وقتل النفس واليمين الغموس رواه البخارى مشكوة المصابيح باب الكبائر وعلامات النفاق ص:۱۷ طبع قديمى كتب خانه.
وكذا فى اعلاء السنن ۳۴۲/۱۱ طبع إدارة القرآن والعلوم الاسلاميه.
وكذا فى مرقاة المفاتيح كتاب الايمان باب الكبائر وعلامات النفاق ۲۰۶/۱ طبع دارالكتب العلمية بيروت لبنان.

۲) لما فى قوله تعالى إن الذين يأكلون اموال اليتمى ظلما انما ياكلون فى بطونهم نارا وسيصلون سعيرا سورة النساء پاره۴.
عن ابى هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اجتنبوا السبع الموبقات قالو يارسول الله وما هن قال الشرك بالله والسحر وقتل النفس التى حرم الله الا بالحق وآكل الربوا وآكل مال اليتيم مشكوة المصابيح كتاب الايمان باب الكبائر وعلامات النفاق ص:۱۷ طبع قديمى كتب خانه.
وكذا فى مرقاة المفاتيح كتاب الايمان باب الكبائر وعلامات النفاق ۲۰۷/۱، ۲۰۸طبع دارالكتب العلمية بيروت.

۳) ذالك ومن يعظم حرمات الله فهو خيرله عند ربه وأحلت لكم الانعام الا ما يتلى عليكم فاجتنبوا الرجس من الاوثان واجتنبوا قول الزور سورة الحج آية: ۳۰،پاره :۱۷.
رد المحتار كتاب الشهادات باب الشهادة على شهادة ۵۰۳/۵ طبع ايچ۔ايم۔سعيد كراچى.

۴) وكره تحريماً اللعب بالنردو كذا شطرنج در المختار كتاب الحظر والاباحة فصل فى البيع ۳۹۴/۶ طبع ايچ۔ايم۔سعيد كراچى.
وكذا فى البحر الرائق كتاب الكراهية ۳۵۴/۴ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه.
وكذا فى خلاصة الفتاوى فصل فيما يتعلق به ۳۵۴/۴ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه.

۵) بل مشى فى شرح المنية على ان كراهة تقديمه كراهة تحريم شامى كتاب الصلوة باب الامامة ۵۶۰/۱ طبع ايچ۔ايم۔سعيد.
ومثله فى حلبى كبير كتاب الصلوة باب الامامة ص:۵۱۳ طبع سعيدى كتب خانه.
ومثله فى حاشية الطحطاوى كتاب الصلوة باب الامامة ص:۳۰۳ طبع قديمى كتب خانه.

رکھنا ناجائز ہے [۱]۔ کسی صالح اور متقی شخص کو ہی امام رکھا جائے [۲]۔ اگر حلف بالطلاق اٹھانے کے بعد تاش کھیلتے پکڑا گیا تو اس کی بیوی مطلقہ بائنہ ہوگئی [۳] اس کے ساتھ آباد رہنے کے لیے تجدید نکاح ضروری ہے [۴]۔ بدوں تجدید کے اس کے ساتھ آباد رہنا حرام ہے [۵]۔ صورت مسئولہ میں اندریں حالات یہ شخص امام بننے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ ہاں اگر تجدید نکاح اور تمام امور ممنوعہ سے توبہ تائب ہوجائے اور عوام کو اس کی توبہ پر اور اس کے صلاح وتقویٰ پر اعتماد حاصل ہوجائے تب کہیں جا کر امام رکھا جاسکتا ہے۔ نیز والدین میں سے جو زندہ ہو اس سے یہ معافی مانگ لے اور جو ان میں سے مرگیا ہے اس کے لیے تہہ دل سے دعا و استغفار کرے اور رب تعالیٰ سے معافی مانگے۔

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم، ملتان

۲۹ جمادی الاخری ۱۳۸۶ھ

---

۱) لا ينبغي ان يقتدى بالفاسق إلا في الجمعة لانه في غيرها يجد إماماً غيره رد المحتار كتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵٦۰ طبع ايچ۔ايم۔ سعيد كراچی.
وكذا في البحر الرائق كتاب الصلوة باب الامامة ۱/٦۱۱ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه.
وكذا في حلبي كبير كتاب الصلوة باب الامامة ص: ۵۱٤ طبع سعيدی كتب خانه.

۲) وفي فتاوى الارشاد: يجب أن يكون إمام القوم في الصلوة أفضلهم في العلم والورع والتقوى والقراءة كتاب الصلوة باب من هو احق بالامامة ص: ٦۰۰ طبع إدارة القرآن والعلوم الاسلاميه.
وكذا في الدر المختار كتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵۵۷،۵۵۸ طبع ايچ۔ايم۔سعيد كراچی.
وكذا في النهر الفائق كتاب الصلوة باب الامامة ۱/۲۳۹ طبع دار الكتب العلمية بيروت لبنان.

۳) (فيقع بعده) أي يقع الطلاق بعد وجود الشرط كتاب الطلاق باب التعليق ٤/۱۳ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه. وكذا في هداية كتاب الطلاق باب الايمان في الطلاق ۱/۳۹۸ رحمانيه لاهور.
وكذا في الهندية كتاب الطلاق الفصل الثالث في تعليق الطلاق ۱/٤۲۰ طبع رشيديه كوئٹه.

٤) وينكح مبانته بما دون الثلاث في العدة وبعدها با لاجماع الدر المختار كتاب الطلاق باب الرجعة، ۳/٤۰۹ طبع سعيد كراچی.
وكذا في الهندية كتاب الطلاق افضل فيما تحل به المطلقة ۱/٤٧۲ طبع سعيد كراچی.
وكذا في تبيين الحقائق كتاب الطلاق باب الرجعة فصل فيما تحل به المطلقة ۳/۱٦۲ طبع دارالكتب العلمية بيروت.

۵) عن جابر رضي الله عنه قال قال: رسول الله صلى الله عليه وسلم الا لا يبيتن رجل عند امراة ثيب إلا أن يكون ناكحا أو ذا محرم الصحيح المسلم ۱/۲۱۵ كتاب السلام باب تحريم الخلوة إلا جنبية طبع قديمی كتب خانه وكذا في الدر المختار الخلوة بالاجنبية حرام كتاب الحظر والاباحة فصل في النظر والمس ٦/۳٦۸ طبع ايچ۔ايم۔سعيد كراچی.

نااہل شخص کو ووٹ دینے والے کی امامت کا حکم

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ جب بنیادی جمہوریت کے الیکشن ہوئے تو اس موقع پر دو آدمی کھڑے ہوئے تو ان میں سے ایک عالم دین اور خطیب مسجد تھا۔ دوسرا اس کے مقابلے میں اسلام سے کوسوں دور اور برائے نام مسلمان تھا۔ اس لیے اہل محلّہ نے عالم دین کو ترجیح دیتے ہوئے مولوی صاحب کو کامیاب کیا اور دوسرے کی مخالفت کی۔ جب چیئر مین کے لیے الیکشن ہوئے تو اس عالم دین سے محلّہ کے معززین نے جو بنیادی جمہوریت کے الیکشن کے دوران مولانا کے سرگرم رکن تھے۔ جنہوں نے مالی اور جانی امداد سے مولانا کو کامیاب کیا تھا۔ ان حضرات میں سے کچھ معززین مولانا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور استدعا کی کہ حضرت مندرجہ ذیل صفتوں والے آدمی کو ووٹ نہ دیں۔ جس کی صفتیں درج ذیل ہیں۔

شراب پیتا ہے، جوا کھیلتا ہے اور خود اپنے ذاتی مکان میں جوا بازی کرتا ہے اور بھی اس میں کئی عیب پائے جاتے ہیں۔ قمار بازوں کی مالی اور جانی امداد بھی کرتا ہے۔ مولانا صاحب نے ان معززین محلّہ سے وعدہ فرمایا کہ میں ذاتی نقصان کو برداشت کرلوں گا اور ممبری سے استعفادے دوں گا لیکن ایسے شخص کو ووٹ کبھی نہیں دوں گا۔ مولانا صاحب نے اپنے وعدہ سے منحرف ہوکر اس شخص کو ووٹ دیا۔ جس کو ووٹ دینے سے معزز اہل محلّہ نے منع کیا تھا۔ اب ہم دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ اس خطیب وامام مسجد کے پیچھے نماز جائز ہے یا کہ نہیں۔ بینوا وتوجروا۔

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نہ معلوم کہ امام صاحب مذکور نے کن مصلحتوں کی بنا پر یا کسی لالچ میں آکر ایسے شخص کو ووٹ دیا ہے اور نہ یہ معلوم ہے کہ اس امیدوار کے مقابلہ میں دوسرا امیدوار کن صفات کا مالک ہے۔ لہٰذا ہم وہاں کے حالات سے پوری طرح واقفیت حاصل کیے بغیر کوئی فتویٰ نہیں دے سکتے۔ بہتر یہی ہے کہ اس خطیب کے متعلق آپ وہاں کے مقامی علماء کرام سے ہی فتوی حاصل فرمائیں۔

حررہ عبداللطیف غفرلہ

الجواب صحیح لایمکن بدون تنقیح الاحوال محمود عفا اللہ عنہ

۱۹ شوال ۱۳۸۵ھ

جھوٹ بول کر اپنے کو سید ظاہر کرنے والے کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ میں کہ ایک شخص باہر کسی ضلع کا رہنے والا ہے۔ اپنے آپ کو مولوی کہتا ہے۔ حافظ قرآن اور پیر بتلاتا ہے، دعویٰ سید ہونے کا کرتا ہے۔ خوش آواز ہے۔ پیری مریدی اور وعظ کا پیشہ اختیار کیا ہوا ہے لیکن تحقیق سے پتہ چلا ہے کہ قوم کا سید نہیں ہے اور اپنا نام بھی کئی دفعہ تبدیل کر چکا ہے۔ قرآن مجید بہت خوش آوازی سے پڑھتا ہے لیکن آواز بناتے بناتے قرآن مجید کو قواعد تجوید کے خلاف پڑھ جاتا ہے۔ محرم الحرام کے موقع میں شہادت امام حسین رضی اللہ عنہ کا مضمون پڑھتا ہے اور میلاد کے موقع پر میلاد کی مجلس پڑھتا ہے۔ لاؤڈ سپیکر اور نعت خوانوں کے بغیر وعظ نہیں کرتا مسلمانوں میں انتشار پھیلاتا ہے اور اپنے عقیدت مند بنا کر جتھہ بندی کرتا ہے۔ حالانکہ اپنے آپ کو اہل سنت ظاہر کرتا ہے۔ مقصد جتھہ بندی کا صرف یہی ہے کہ میری عزت ہوتی رہے اور مجھے بار بار کہتا ہے کہ مجھے زیادہ سے زیادہ رقم دو۔ فلاں جگہ مجھے بہت پیسے ملتے تھے لیکن تمہاری محبت مجھے یہاں لائی، انتشار کی وجہ سے بعض مقدمے بھی اس پر ہیں، برسراقتدار طبقہ کے خلاف کبھی اس نے کوئی غلط وعظ نہیں کیا۔ کہتا ہے دین الگ ہے سیاست الگ ہے۔ اس لیے سیاست میں حصہ بالکل نہیں لیتا۔ وہ حریص اور لالچی از حد ہے۔ مفتخر مزاج ہے، دین جتنا سمجھتا ہے یا جتنا دین کو بیان کر سکتا ہے وہ پیشہ کے طور پر دولت جمع کرنا مقصود بنایا ہوا ہے۔ پیری مریدی اور تعویذ گنڈوں کا کام بھی خوب کرتا ہے، لوگوں کو بیعت کرتا ہے، کہتا ہے کہ میرے چالیس ہزار مرید ہیں۔ گاہے گاہے جھوٹ بولتا ہے، گاہے گاہے وعدہ خلافی کرتا ہے، ہر وعظ میں تین صد یا چار صد روپے کما لیتا ہے نماز اور وعظ اہل سنت کے علماء کی طرح پڑھتا اور کرتا ہے۔ مدرسہ اور مسجد کے نام پر بھی رقم مانگتا ہے، کوئی نہ کوئی بہانہ مانگنے کا بنالیتا ہے۔ یہ خرابیاں ہمیں تحقیق سے معلوم ہوئیں کیا یہ شخص **یا ایھاالذین امنوا ان کثیراً من الاحبار والرھبان لیاکلون اموال الناس بالباطل ویصدون عن سبیل اللہ** کا مصداق ہے، کیا ایسے مولوی اور پیر کا وعظ سننا اور اس کی بیعت ہونا اور اس کو رقم دینا درست ہے یا نہیں ہے۔ مسلمان آپ علماء دین سے شریعت کا فیصلہ چاہتے ہیں۔

﴿ج﴾

مقامی طور پر خوب تحقیق کی جائے اگر واقعی یہ شخص جھوٹ بولتا ہے، بدعات اور رسومات کا ارتکاب کرتا ہے [1] اور مقتدی اس وجہ سے اس کی امامت پر راضی نہیں تو اس کو امامت سے الگ کرنا جائز ہے [2]۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ

۲۵ رجب ۱۳۹۶ھ

مفعول کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ زید ایک مسجد کا خطیب پیش امام ہے۔ قرآن نہایت اچھا پڑھتا ہے۔ نماز کے مسائل سے بھی خوب واقف ہے۔ تقریر بھی خوب کرتا ہے۔ وضع قطع بھی خوب اور سفید پوش ہے۔ مگر ان تمام خوبیوں کے ساتھ اس میں ایک شرعی بداخلاقی بھی اظہر من الشمس ہے وہ یہ کہ مفعول بننے کا [illegible] ہے۔ اس مسئلہ میں وہ کافی ذلیل بھی ہو چکا ہے اور کئی آدمی اس کے فاعل بھی موجود ہیں۔

ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔ جو لوگ اس کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے، ان کی نماز علیحدہ صحیح ہوتی ہے یا نہیں۔ ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنے کے بجائے جماعت ثانی کرنی جائز ہے کہ نہیں۔ جب کہ اسے علیحدہ کروانے کی غرض سے کی جاوے۔ بینوا توجروا۔

---

۱) فـان الـكـذب يهدى إلى الفجور وإن الفجور يهدى إلى النار باب إجتناب البدع ، ابن ماجه، ص :٦ طبع ايچ۔ايم۔سعيد كراچى.

إيـاكـم و مـحـدثات الامور فان شرالامور محدثاتها وكل محدثة بدعة وكل بدعة ضلالة ابن ماجه باب إجتناب البدع ص:٦ طبع سيعد كراچى.

۲) من ام قوما وهم له كارهون ان الكراهة لفساد فيه اولانهم احق بالامامة منه كره له ذلك تحريما۔ لحديث أبى داؤد لا يـقبـل الله صلوة من تقدم قوما وهـم له كارهون الدر المختار كتاب الصلوة باب الامامة ۵۵۹/۱ سـعيـد كراچى. وكذا فى حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح كتاب الصلوة باب الامامة ص:۳۰۱ طبع دارالكتب العلمية بيروت لبنان.

وكذا فى البحر الرائق كتاب الصلوة باب الامامة ۶۰۹/۱ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه.

﴿ج﴾

ایسا شخص جو سفلی کام کرتا ہو امامت کے قابل نہیں فاسق اور عاصی ہے۔ اگر وہ توبہ کر لے فبہا ورنہ اس کو امام نہ بنایا جاوے کہ اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے، شامی میں ہے۔[1] **واما الفاسق فقد عللوا کراهة تقديمه (الی قوله) بل مشی فی شرح المنية علی ان کراهة تقديمه کراهة تحريم** اس کو امام بنانے والے سب لوگ گنہگار ہوں گے[2]۔ لہٰذا اگر امام توبہ کر لے تو فبہا ورنہ سب پر لازم ہے کہ اس کو امامت سے احسن طریقہ سے علیحدہ کر دیں[3]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم، ملتان

۱۷ ذی قعدہ ۱۳۸۹ھ

سفلی کام کرنے والا (مفعول) فاسق، فاجر ہے اس کی امامت مکروہ تحریمی ہے

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ زید ایک مسجد کا پیش امام وخطیب ہے۔ قرآن مجید صحیح پڑھتا ہے۔ عالم بھی ہے۔ تقریر بھی اچھی کرتا ہے۔ سفید پوش بھی ہے۔ کپڑے صاف ستھرے رکھتا ہے۔ خلیق بھی ہے۔ گفتگو بھی نہایت سنجیدگی سے کرتا ہے۔ ان تمام خوبیوں کے ساتھ ساتھ اس میں ایک مذہبی، اخلاقی اور واضح جرم (مفعول بننا) بھی ہے اور اس کا مفعول ہونا کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں۔ وہ متعدد بار پکڑا گیا اور اس

---

۱) كتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵٦۰ طبع ایچ۔ایم۔سعید.
وكذا فى حلبى كبير كتاب الصلوة باب الامامة ۵۱۳ طبع سعيدى كتب خانه.
وكذا فى حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح كتاب الصلوة باب الامامة ص:۳۰۲ طبع قديمى كتب خانه.

۲) كذا فى حلبى لو قدموا فاسقاً ياثمون بناء على أن كراهة تقديمه كراهة تحريم كتاب الصلوة باب الامامة ص:۵۱۳ طبع سعيدى كتب خانه.

۳) فقد عللوا كراهة تقديمه بأنه لا يهتم لامر دينه، وبأن فى تقديمه للإمامة تعظيمه وقد وجب عليهم إهانته شرعاً، شامى كتاب الصلوة باب الإمامة ۱/۵٦۰ طبع ایچ۔ایم۔سعید کراچی.
وكذا فى حلبى كبير كتاب الصلوة باب الامامة ص:۵۱۳ طبع سعيدى كتب خانه. وكذا حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح كتاب الصلوة باب الامامة ص۳۰۳ طبع قديمى كتب خانه.

کی بے عزتی بھی ہوئی۔ اس کے اس جرم کے موقع پر گواہ بلکہ خود فاعل بھی متعدد موجود ہیں۔ ان حالات کے تحت جبکہ زید جس مسجد میں خطیب ہے اس کے مقتدی اکثر اس کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے اور انہوں نے خطیب برطرف کرنے کا مطالبہ بھی پرزور طریق پر کیا مگر مسجد کا متولی یا منتظمہ کمیٹی اسے علیحدہ نہیں کرتے اور نمازی بحیثیت ایک صنعتی ادارہ کے ملازم ہونے کے اسی مسجد میں نماز پڑھنے پر مجبور ہیں۔ کیا اس امام کے پیچھے نماز پڑھ لیں؟ ان کی نماز صحیح ہوگی؟ یا اپنی اپنی نماز علیحدہ پڑھیں؟ یا اسی مسجد میں یا اس سے ہٹ کر دوسری جگہ علیحدہ جماعت کریں؟ کیا ان وجوہ کی بناپر جماعت ثانیہ ہوسکتی ہے جبکہ یہ علم بھی ہو کہ اول جماعت کی کوئی اہمیت نہیں رہے گی۔ بینوا توجروا۔

ج

واضح رہے کہ سفلی کام کرنے والا شخص فاجر وفاسق ہے[1] اور کتب فقہ میں ہے کہ جس امام میں نقص ہو اور اس وجہ سے مقتدی اس سے ناخوش ہوں تو امام کے اوپر مؤاخذہ ہے اور اس کو امام ہونا مکروہ تحریمی ہے۔ **(لو ام قوما وھم له کارھون ان) الکراھة (لفساد فیه او لانھم احق بالامامة منه کرہ) له ذلک تحریما لحدیث ابی داؤد لایقبل الله صلوة من تقدم قوما وھم له کارھون** [2] لہٰذا متولی مسجد اور منتظمہ کمیٹی پر لازم ہے کہ وہ اس شخص کو منصب امامت جیسے پاک عہدہ سے فوراً برطرف کردے[3] اور **نخلع و نترک** کے ظاہر پر عمل کرے۔ لیکن اگر متولی اور منتظمہ کمیٹی اس امام کو برطرف نہیں کرتے ژ

---

۱) وفاسق من الفسق وھو خروج عن الاستقامة ولعل المراد به من یرتکب الکبائر کشارب الخمر والزانی وآکل الربواونحوذالك فی البرجندی اسماعیل(شامی) کتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵۶۰ طبع ایچ۔ایم۔سعید کراچی۔ وکذا فی تفسیر روح المعانی سورة البقرة آیت : ۲۶، ۱/۲۸۴ دار أحیاء التراث العربی. وکذا فی حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح کتاب الصلوة باب الامامة ص:۳۰۳ طبع دارالکتب بیروت لبنان.

۲) ومن ام قوماً وھم له کارھون أن الکراھة لفساد فیه أولا نھم أحق بالامامة منه کرہ له ذالك تحریما لحدیث ابی داؤد لا یقبل الله صلوة من تقدم قوماً وھم له کارھون الدر المختار کتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵۵۹ طبع ایچ۔ایم۔سعید کراچی. وکذا فی حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح کتاب الصلوة باب الامامة ص:۳۰۱ طبع دارالکتب العلمیة بیروت لبنان. وکذا فی البحر الرائق کتاب الصلوة باب الامامة ۱/۶۰۹ طبع رشیدیه کوئٹه.

۳) فقد عللوا کراھة تقدیمه بأنه لا یھتم لامر دینه، وبأن فی تقدیمه للإمامة تعظیمه وقد وجب علیھم إھانته شرعاً،شامی کتاب الصلوة باب الإمامة ۱/۵۶۰ طبع ایچ۔ایم۔سعید کراچی.
وکذا فی حلبی کبیر کتاب الصلوة باب الامامة ص:۵۱۳ طبع سعیدی کتب خانه. وکذاحاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح کتاب الصلوة باب الامامة ص۳۰۳طبع قدیمی کتب خانه.

اور قریب کوئی اور مسجد بھی نہیں جس میں جماعت کی نماز ادا کی جا سکے تو اسی امام کے پیچھے نماز پڑھنی چاہیے۔ کیونکہ تنہا نماز پڑھنے سے جماعت سے اس کے پیچھے نماز پڑھنی اولیٰ ہے اور جماعت ثانیہ مسجد معلوم میں یعنی جس مسجد کا امام اور مؤذن مقرر ہو جائز نہیں ہے۔ درمختار میں ہے [1]۔ **وفی النهر عن المحیط صلی خلف فاسق او مبتدع نال فضل الجماعة الخ** اور شامی میں ہے۔ **قوله نال فضل الجماعة افادان الصلوٰة خلفهما اولی من الانفراد لکن لاینال کما ینال خلف تقی ورع [2] الخ**، فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم، ملتان

۸ صفر ۱۳۹۰ھ

دوسرے شخص کی منکوحہ عورت اپنے گھر بٹھانے والے کی امامت کے متعلق

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ ہمارے گاؤں میں ایک دوکاندار ہے جس وقت پیش امام موجود نہیں ہوتا تو وہ نماز پڑھاتا ہے اس دوکاندار امام کے متعلق اس کے رشتہ داروں نے ہمیں بتلایا کہ اس کے گھر بغیر طلاق عورت ہے اس کے پیچھے نماز نہیں ہوتی تو ہم نے پوچھا۔ اس نے بتلایا کہ مجھے ٹھٹھ سے فتویٰ مل گیا ہے تو مجھے طلاق کی کیا ضرورت ہے۔ پھر علماء کرام سے دریافت کیا گیا تو انہوں نے کہا کہ اس کے پیچھے نماز نہیں ہوتی جس کی وجہ سے تمام لوگ اس کے پیچھے نماز پڑھنے سے رک گئے اور اس کے بعد پھر یہ

---

۱) ویکره تکرار الجماعة بأذان وإقامة فی مسجد محلة لا فی مسجد طریق قوله ویکره أی تحریماً لقول الکافی لا یجوز الدر المختار مع رد المحتار ۵۵۲/۱ کتاب الصلوة باب الامامة طبع ایچ-ایم-سعید کراچی. وکذا فی بدائع الصنائع کتاب الصلوة فصل وأما بیان محل الوجوب ۱۵۳/۱ طبع مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ. وکذا فی احسن الفتاوی مسجد میں جماعت ثانیہ کا حکم ۳۲۲/۳ طبع ایچ-ایم-سعید کمپنی.

۲) الدر المختار مع رد المحتار کتاب الصلوة باب الامامة ۵۶۲/۱ طبع ایچ-ایم-سعید کراچی.
وکذا فی حلبی کبیر کتاب الصلوة باب الامامة ص:۵۱۴ طبع سعیدی کتب خانه.
وکذا فی حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح کتاب الصلوة باب الامامة ص:۳۰۳ طبع دار الکتب العلمیة بیروت لبنان.

امام حج پر چلا گیا اور حج کر کے واپس آ گیا تو ہماری مسجد کا جو پیش امام تھا وہ گذر گیا جو لوگ اس دوکاندار امام والے تھے انہوں نے اس کو دوبارہ پھر قائم کر دیا۔ جب یہ نماز پڑھانے لگ گیا تو پھر یہ شور ہوا کہ اس کے پیچھے نماز نہیں ہوتی تو مولوی صاحب نے کہا کہ اس وقت تو میں آپ کو فتوے نہیں دکھا سکتا، آپ نماز پڑھ کر دو چار آدمی میرے پاس آئیں تو میں آپ کو فتویٰ دکھا دوں گا جب آدمی اس کے پاس گئے تو اس نے فتویٰ دکھایا جس پر کسی کی کوئی مہر یا دستخط نہیں تھے۔ ان لوگوں نے کہا کہ آپ اس کا فیصلہ کیوں نہیں لیتے تو جواب ملا کہ جن لوگوں نے مقرر کیا ہے میں نماز ضرور پڑھاؤں گا۔ باقی آپ میرے پیچھے نماز نہ پڑھیں اور اس کی جو بیوی ہے اس کا گھر والا زندہ ہے جو کہ ہم سے تین میل کے فاصلہ پر ہے۔ اس سے اس عورت کے متعلق پوچھا تو کہا کہ میں نے طلاق نہیں دی۔ اس کے بھائی بھتیجے وغیرہ تمام کو پوچھا گیا مگر انہوں نے بھی یہی جواب دیا اور جس شخص کو اس کے حال کا علم ہو گیا وہ اس امام کے پیچھے نماز ادا کر سکتا ہے یا نہیں۔ دوسری بات یہ کہ وہ دوسرے نمازیوں کو بتلا سکتا ہے یا کہ نہیں اور ان کی نماز ہو سکتی ہے کہ نہیں۔

﴿ج﴾

حسب سوال جب تک نکاح والی عورت کو اس کے خاوند کے ہاں واپس کر کے توبہ نہ کرے امامت کے قابل نہیں [1] یا طلاق لے کر بعد عدت کے خود نکاح کیے بغیر بلا نکاح کسی عورت کو گھر میں رکھنا اور امام مسجد بننا نہایت درجہ جرأت ہے اگر سوال مطابق واقع کے ہے۔ واللہ اعلم۔

محمد عبدالشکور ملتانی، غفرلہ

۲؍رجب ۱۳۸۹ھ

الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم، ملتان

۳ شعبان ۱۳۸۹ھ

---

۱) لما فی الدر المختار أما نكاح الغير ومعتدته فالدخول فيه لا يوجب العدة إن علم إنها للغير لانه لم يقل أحد بجوازه اصلا كتاب الطلاق باب العدة مطلب فى النكاح الفاسد ۵۱۶/۳ طبع ايخ- ايم سعيد كراچى. وكذا فى الهنديه كتاب النكاح الباب الثالث فى بيان محرمات القسم السادس المحرمات التى يتعلق بها حق الغير ۲۸۰/۱ طبع ، مكتبه رشيديه كوئٹه.
وفاسق من الفسق : وهو خروج عن الاستقامة ولعل المراد به من يرتكب الكبائر كشارب الخمر والزانى وآكل الربواونحو ذالك كتاب الصلوة باب الامامة ۵۶۰/۱ طبع ايچ-ايم-سعيد كراچى.
بل مشى فى شرح المنية على أن كراهة تقديمه كراهة تحريم (شامى) كتاب الصوة باب الامامة ۵۶۰/۱ سعيد كراچى.

ایسے شخص کی امامت کا حکم جس پر غلط کاری کا الزام ہو

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک حافظ قرآن ہے جو لڑکے پڑھاتا ہے اور امام کی غیر موجودگی میں امامت بھی کرواتا ہے اور لڑکے پڑھنے والوں نے کہا ہے کہ یہ اغلام بازی کرتا ہے۔ اور چک کے معزز آدمیوں کے سامنے اور اس حافظ کے منہ پر بھی کہہ دیا ہے کہ یہ اغلام بازی کرتا ہے اور اکثر بچے بھی اس وجہ سے اس کے پاس پڑھنے سے انکار کرتے ہیں۔ آیا ایسے حافظ سے بچوں کو تعلیم دلوانا یا امامت کا کام لینا شریعت محمدی میں کیسا ہے۔

﴿ج﴾

بلا وجہ کسی پر الزام لگانا گناہِ کبیرہ ہے [1]۔ اس لیے پوری تحقیق کی جاوے اگر واقعی حافظ صاحب میں یہ خرابی موجود ہو تو اس کی امامت درست نہیں [2] اور نہ اس سے تعلیم کا فریضہ سرانجام لینا درست ہے [3]۔ یہاں تک کہ وہ توبہ تائب ہو جائے کہ پھر اس کی امامت وغیرہ میں کوئی حرج نہیں [4]۔ بہرحال پوری تحقیق کی جاوے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

۱) كما قال الله تعالى يايها الذين امنوا اجتنبوا كثيرا من الظن إن بعض الظن إثم الاية: سورة الحجرات آية:۱۲.
وأيضاً قال الله تعالى لو لا إذ سمعتموه ظن المؤمنون والمؤمنات بانفسهم خيراً وقالوا هذا إفك مبين سورة النور آية:۱۲ وقوله إن بعض الظن اثم أى ان ظن المؤمن بالمؤمن الشر لا الخير اثم لان الله تعالى قد نهاه عنه فصل ما نهى الله عنه من إثم (تفسير طبرى ۱۳/۱۷٤ بحواله جامع الملكات ص:٤٤ طبع دارالكتب العلمية بيروت.
۲) لا ينبغى ان يقتدى بالفاسق إلا فى الجمعة لانه فى غيرها يجد إماما غيره (رد المحتار) كتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵٦٠ طبع ايچ-ايم-سعيد كراچى. وكذا فى البحر الرائق كتاب الصلوة باب الامامة ۱/٦۱۱طبع مكتبه رشيديه كوئٹه.
وكذا فى حلبى كبير كتاب الصلوة باب الامامة ص:۵۱٤ طبع سعيدى كتب خانه.
۳) وعن ابن سيرين قال ان هذا العلم دين فانظروا عمّن تأخذون دينكم مشكوة كتاب العلم الفصل الثالث بين السطور)حاشية المراد الاخذ من العدول والثقات ص:۳۷ طبع قديمى كتب خانه.
٤) وإنى لغفار لمن تاب وآمن وعمل صالحاً ثم اهتدى سورة طه آيت: ۸۲پاره۱٦.
وعن عبد الله رضى الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم التائب من الذنب كمن لا ذنب له مشكوة المصابيح باب التوبة والاستغفار ص:۲٠٦ قديمى كتب خانه.
وكذا فى ابن ماجه باب ذكر التوبة والاستغفار ص:۳۲۳ طبع ايچ-ايم- سعيد.

حُسن پرستی میں مبتلا شخص کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص جس کی عمر انیس سال ہے اور وہ امام مسجد ہے۔ حافظ قرآن ہے۔ قبل دو سال کا واقعہ ہے کہ وہ خود مفعول تھا۔ چند فاعل اشخاص بھی اور گواہ بھی موجود ہیں۔ جب امامت کے لیے مقرر کیا گیا وہ تائب ہوا اور وعدہ کیا کہ آئندہ کسی گناہ کا مرتکب نہیں ہونگا۔ لہٰذا اب وہ چند دن ہوئے کہ ایک سکول کا لڑکا جس کی عمر ۱۴ سال حسین وجمیل ہے اور وہ عقائد شیعہ کا ہے اور اس کے حالات محلّہ والے سب جانتے ہیں کہ مہذب مفعول ہے۔ اس امام مسجد نوجوان کی بیٹھک جو کہ مسجد کے قریب ہے۔ اس میں اس کے ساتھ بہت محبت کے لہجہ میں مصروف رہتا ہے اور تبت سنو وغیرہ خوب لگا کر ایک دوسرے کا بوسہ لیتے ہیں اور گیارہ بجے تک تقریباً اندر دروازہ بند کر کے لیٹے رہتے ہیں اور امام مسجد ایک کیمرہ آٹھ روپے کا خصوصی طور پر اس لڑکے کا فوٹو لینے کے لیے لایا اور ہر وقت اس کے ساتھ رہتا ہے۔ اگر کوئی مقتدی دیکھ لے تو وہ فوراً ایک دوسرے سے دور ہو جاتے ہیں اور ان کو کئی بار مقتدیوں نے روکا اور کہا کہ اس لڑکے سے دور ہو جا۔ ہمیں زبردست شک ہے اس طرح کی حرکات کرنے سے گناہ ہو جاتا ہے تو وہ کہنے لگا کہ میں محبت سے بیٹھتا ہوں میرا کوئی گناہ نہیں ہے۔ اگر میں نہ دیکھوں تو میرا جی نہیں لگتا اور اسی طرح بٹھاؤں گا اگر تم زیادہ کوئی بات کرو تو جو کچھ ہو سکے کرلو۔ مقتدیوں کو زبردست شک ہے البتہ آنکھوں کی شہادت نہیں مل سکی۔ لہٰذا اب بہت سے مقتدی بروقت نماز پڑھنے سے انکاری ہو گئے تو وہ ہٹا دیا گیا اور امام مسجد دوسرا مقرر کیا گیا اب وہ کہتا ہے کہ ہم وراثتی ہیں۔ یہ مسجد ہمارے چچا کی ہے ہم نہیں ہٹتے کوئی نماز پڑھے یا نہ پڑھے اس کی مرضی نماز تو ہم خود پڑھائیں گے اور قبضہ لے کے چھوڑیں گے۔ کیا ہماری نمازیں جو کہ پڑھی گئیں منظور ہوئیں یا کہ قضا کرنی پڑیں گی اور اس کا ہٹا دینا شریعت کے مطابق ٹھیک ہے اور اس کے پیچھے نماز ہو سکتی ہے یا نہیں اور تقریباً دس دن سے امام مسجد دوسرا مقرر کیا گیا ہے جو کہ شادی شدہ ہے اور کسی کو کسی قسم کا کوئی اعتراض نہیں ہے اور سابقہ امام مسجد نوجوان بغیر شادی کے ہے۔

﴿ج﴾

بشرط صحت سوال اس شخص کی امامت مکروہ تحریمی ہے اس کا معزول کرنا امامت سے ضروری تھا[1] اور

---

۱) وأما الفاسق فقد عللوا كراهة تقديمه بأنه لا يهتم لامر دينه وبأن فى تقديمه للإمامة تعظيمه وقد وجب عليهم إهانته شرعاً (شامی) كتاب الصلوة باب الإمامة ١ / ٥٦٠ طبع ايچ-ايم-سعيد كراچى. وكذا فى حلبى كبير كتاب الصلوة باب الامامة ص: ٥١٣ طبع سعيدى كتب خانه. وكذاحاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح كتاب الصلوة باب الامامة ص ٣٠٣ طبع قديمى كتب خانه.

جونمازیں اس کے پیچھے پڑھی ہیں وہ صحیح ہیں ان کا اعادہ واجب نہیں [۱]۔۔تمام مساجد اللہ کی ہیں مساجد کی وراثت نہیں ملتی [۲]۔حدیث میں ہے: عن ابن عباس رضی الله عنهما قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ثلاثة لاترفع لهم صلوتهم فوق رؤسهم شبرا رجل ام قوما وهم له کارهون (الحدیث) مشکوة [۳] درمختار میں ہے۔ولو ام قوما وهم له کارهون ان الکراهة لفساد فیه اولانهم احق بالامامة منه کره له ذلک تحریما [۴] وفی النهر عن المحیط صلی خلف فاسق او مبتدع نال فضل الجماعة...... ویکره امامة عبد الخ وفاسق...... [۵] بل مشی فی شرح المنیة علی ان کراهة تقدیمه کراهة تحریم [۶] واللہ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہٗ

---

۱) وفی النهر عن المحیط صلی خلف فاسق أومبتدع نال فضل الجماعة أفادان الصلوة خلفهما أولی من الانفراد لکن لا ینال کما ینال خلف تقی ورع، الدر المختار مع رد المحتار کتاب الصلوة باب الامامة ۵۶۲/۱ طبع ایچ۔ایم۔سعید کراچی.

وکذا فی حلبی کبیر کتاب الصلوة باب الامامة ص:۵۱۴ طبع سعیدی کتب خانه.

وکذا فی حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح کتاب الصلوة باب الامامة ص:۳۰۳ طبع قدیمی کتب خانه.

۲) وأن المسجد لله فلا تدعوا مع الله أحداً سورة الجن آیة:۱۸ پاره ۲۹.

۳) مشکوة المصابیح باب الامامة الفصل الثالث ص:۱۰۰ طبع قدیمی کتب خانه.

کما فی الدر المختار وعندهما هو حبسها علی حکم ملك الله تعالی وصرف منفعتها علی من احب ولو غنیا فیلزم فلا یجوز له ابطاله ولا یورث عنه کتاب الوقف ۳۳۸/۴ ، طبع ایچ ایم سعید کراچی.

۴) الدر المختار کتاب الصلوة باب الامامة ۵۵۹/۱ طبع ایچ۔ایم۔سعید کراچی.

وکذا فی حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح کتاب الصلوة باب الامامة ص:۳۰۱ طبع دارالکتب العلمیة بیروت لبنان.

وکذا فی البحر الرائق کتاب الصلوة باب الامامة ۶۰۹/۱ طبع مکتبه رشیدیه .

۵) الدر المختار کتاب الصلوة باب الامامة ۵۶۲/۱طبع ایچ۔ایم۔سعید.

وکذا فی حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح کتاب الصلوة باب الامامة ص:۳۰۳ طبع قدیمی کتب خانه.

۶) شامی کتاب الصلوة باب الامامة ۵۶۰/۱ طبع ایچ۔ایم۔سعید کراچی.

وکذا فی حلبی کبیر کتاب الصلوة باب الامامة ص:۵۱۳ طبع سعیدی کتب خانه. وکذا فی حاشیة الطحطاوی کتاب الصلوة باب الامامة ص:۳۰۳ طبع دارالکتب العلمیة بیروت لبنان.

ایسے شخص کی امامت کا حکم جس پر تہمت لگائی گئی ہو

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین دریں مسئلہ کہ حاجی وحافظ فیض محمد کسی جگہ پنجگانہ نماز کا امام مقرر ہے سالہا سال سے، چندروز ہوئے اس کے متعلق کسی شخص نے یہ بات اڑادی ہے کہ امام فیض محمد مذکور اپنے باپ سے نہیں کسی ناجائز ذریعہ سے اس کا تولد ہوا ہے۔ (یعنی حرامی ہے) جس کے دوگواہ موجود ہیں۔ خدابخش، حاجی مغل حکیم۔ اب دونوں گواہ شہادت سے انکاری ہیں۔ الزام دینے والے کا مقصود یہ ہے کہ امامت سے علیحدہ کیا جاوے۔ اتہام دینے والے کا ساتھ عوام بھی نہیں دیتے۔ وہ بھی کذب سمجھتے ہیں چونکہ ایک شبہ ڈالا گیا اسلیے بعض کے دلوں میں وسوسہ پیدا ہوگیا ہے۔ کیونکہ نماز ایک شرعی فریضہ ہے شائد نہ ہوتی ہو اس لیے ازروئے شرع شریف اس کا حکم شرعی بالتفصیل مطلوب ہے۔ کیا نماز کی امامت ایسا امام کر سکتا ہے اور ایسا شخص ازروئے شرع حرامی بے پدر ہوسکتا ہے کہ جس کے والدین فوت بھی ہوچکے ہیں کیا اتہام دینے والا ازروئے شرع مجرم وعاصی ہے اور اس جرم کی شرعی سزا کیا ہوتی اگر نفاذ قانون شریعت ہوتا۔ بینوا وتوجروا

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں امام کی امامت بلا شبہ جائز ہے اور تہمت لگانے والے سخت گنہگار ہیں [۱]، ان پر لازم ہے وہ توبہ تائب ہوجائیں [۲]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۲۱ ذوالقعدہ ۱۳۹۸ھ

---

۱) كما قال الله تعالىٰ يا ايها الذين آمنو اجتنبوا كثيرا من الظن إن بعض الظن اثم سورة الحجرات آية:۱۲. وايضاً قال الله لولا إذ سمعتموه ظن المؤمنون والمؤمنات بانفسهم خيراً وقالوا هذا إفك مبين سورة النور :۱۲. وكذا في تفسير الطبرى ۱۳/۱۷٤ بحواله جامع الكلمات ص:٤٤ طبع دارالكتب العلمية بيروت لبنان.

۲) والذين إذا فعلوا فاحشة أو ظلموا أنفسهم ذكروا الله فاستغفروا لذنوبهم سورة النساء الآية: ۱۳۵.
واتفقوا على أن التوبة من جميع المعاصى واجبة وأنها واجبة على الفور لا يجوز تأخيرها سواء كانت المعصية صغيرة اوكبيرة شرح النووى على الصحيح المسلم ، كتاب التوبة، ص ۳٥٤، ج۲، قديمى كتب خانه، وقد نصوا على أن اركان التوبة ثلاثة الندم على الماضى والاقلاع على الحال والعزم على عدم العود فى الاستقبال تعريف التوبة ومراتبها ص:٤۳٦ طبع دارالبشائر الاسلامية روض الازهر شرح فقه الاكبر.

جس امام پر فعلِ بد کا الزام ہو اور وہ تردید میں قسم اٹھالے تو اس کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین دریں مسئلہ کہ ایک حافظ قرآن جامع مسجد کے خطیب پر ایک ۱۶ سالہ لڑکے نے زنا اور اغلام بازی کا الزام لگایا ہے حالانکہ اس کے پاس نہ کوئی گواہ ہے اور نہ خود دیکھنے کا اقرار کرتا ہے بلکہ وہ کہتا ہے کہ حافظ نے مجھے خود بتایا ہے اور حافظ صاحب چھ سات سالوں سے یہ کام کرتا ہے اور اس بات پر اس نے قسم بھی اٹھائی ہے اور حافظ صاحب نے پھر جمعہ کے دن ممبر پر کھڑے ہو کر قرآن ہاتھ میں لے کر قسم اٹھائی کہ یہ کام نہ میری عادت اور نہ میں نے کیا ہے۔ تو کیا اس حافظ صاحب کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

حافظ صاحب نے اگر قسم اٹھالی ہے تو اہل محلہ کو اس کی قسم کا اعتبار کر لینا چاہیے اور نمازیں اس کے پیچھے پڑھ لینی چاہئیں اور اس لڑکے کے ذمہ قسم اٹھانا ہی نہیں تھا۔ اس لیے اس کے قسم اٹھانے سے اس کی بات کو درست نہیں کہا جا سکتا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہٗ
۱۳ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۸ھ

اس شخص کی امامت کا حکم جس پر برے کام کا الزام ہو

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک حافظ صاحب جو کہ نابینا ہے ایک مسجد کا امام ہے۔ بچوں کو پڑھاتا ہے اس پر بچوں سے بدفعلی کرنے کا الزام ہے لیکن وہ بالکل منکر ہے اور قسم اٹھانے کو تیار ہے اور ایک لڑکے نے اس بارے میں اس پر گواہی بھی دی ہے کہ مجھ سے حافظ صاحب نے زبردستی بدفعلی کی ہے تو اس بنا پر امامت سے اس کو ہٹا دیا گیا ہے۔ لیکن وہ کہتا ہے کہ مجھے دوبارہ امام بنایا جائے۔ تو کیا اس کے پیچھے نماز درست ہے۔

﴿ج﴾

امام کے لیے لازم ہے کہ وہ مسائل دین کا عالم ہو اور متقی ہو اور مقتدیوں کو اس کے چال چلن پر اعتبار ہو۔ پس صورت مسئولہ میں اگر اس کے چال چلن مشکوک ہیں اور عام نمازی اس سے مطمئن نہیں تو شرعاً

آپ لوگ اس امام کو مقرر کرنے پر مجبور نہیں۔ ایسے شخص کو مقتدی بنانے سے احتراز کرنا چاہیے اور کسی نیک و صالح دیندار عالم کو امام مقرر کریں۔ امامت خالص دینی مسئلہ ہے اس میں پارٹی بازی سے احتراز کریں۔ اور عام نمازیوں کے مشورہ سے دیندار امام کو مقرر کریں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہٗ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

ناجائز تعلقات رکھنے والے کی امامت کا حکم

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اور علمائے حق مندرجہ ذیل مسائل کے متعلق کہ (۱) زید ایک نابالغ لڑکی کے ساتھ نکاح کرالیتا ہے اور زید لڑکی کو ورغلا کر اور بہکا کر چوری سے نکال لاتا ہے اور جب کہ زید امام بھی ہے تو کیا یہ نکاح درست ہے اور زید کے پیچھے بلاتکلف نماز جائز ہے اور پڑھ سکتے ہیں (۲) زید ایک نابالغ لڑکی کو ورغلا کر اور بہکا کر چوری سے نکال لاتا ہے اور بغیر نکاح اپنے گھر میں رکھتا ہے اور اس کے ساتھ وہی برتاؤ کرتا ہے جو کہ اپنی منکوحہ بیوی سے کیا جاتا ہے اور اس لڑکی سے پھر بچے بھی پیدا ہوتے ہیں تو کیا یہ فعل درست ہے اور جب کہ زید امامت بھی کرتا ہے تو کیا زید کے پیچھے نماز پڑھ سکتے ہیں۔ (۳) زید ایک منکوحہ لڑکی کو ورغلا کر اور بہکا کر چوری سے نکال لاتا ہے اور اس منکوحہ لڑکی سے زید کے گھر آ کر بچے بھی پیدا ہوتے ہیں تو کیا یہ بچے زید ہی کے شمار ہوں گے شرعاً اور زید امامت بھی کرتا ہے۔ زید اور بکر دونوں حقیقی بھائی ہیں۔ زید اپنی لڑکی کی شادی اپنے بھائی بکر کے وٹے سٹے سے کسی کے ساتھ وٹا سٹا کر کے اپنی لڑکی کی شادی کرتا ہے اور لڑکی نابالغ ہے۔ شادی کے کچھ عرصہ بعد تقریباً دو یا تین سال بعد زید اپنی لڑکی کو پاکستان لے کر آ جاتا ہے اور دوسری جگہ دس بیگے زمین تقریباً پانچ یا چار سال کے لیے اور پندرہ سو روپیہ زید اپنی لڑکی کے بدلے میں لے کر دوسری جگہ شادی کر دیتا ہے تو کیا یہ درست ہے۔ جب کہ زید امامت بھی کرتا ہے اور جب زید سے سوال کیا جاتا ہے کہ امام بھی ہو اور تم کو یہ مناسب نہ ہے تو زید جواب دیتا ہے کہ یہ شادی میرے والد نے کی تھی۔ جو کہ میری مرضی کے خلاف ہے تو کیا اس عذر کو قبول کر کے زید کے پیچھے بلاتکلف نماز پڑھ سکتے ہیں۔

---

۱) وفی فتاوی الارشاد یجب أن یکون امام القوم فی الصلوة أفضلهم فی العلم ...... والورع والتقوی والقرأة کتاب الصلوة باب الامامة التاتارخانیه ۱/۶۰۰ طبع إدارة القرآن.
وکذا فی الدر المختار، کتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵۵۷ طبع ایچ-ایم-سعید.
وکذا فی النهر الفائق کتاب الصلوة باب الامامة ۱/۲۳۹ طبع دارالکتب بیروت لبنان.

﴿ج﴾

اگر فی الواقع زید ان حرکات قبیحہ کا مرتکب ہوا اور توبہ تائب نہیں ہوا تو وہ امامت کا مستحق نہیں ہے [۱]۔ تمام مسلمانوں کو لازم ہے کہ اپنی قدرت کو استعمال کر کے اس کو ہٹا کر کسی نیک امام کو مقرر کریں اور اگر زید ان حرکات سے صحیح معنی میں تائب ہو کر اپنی باقی زندگی اصلاح احوال کے ساتھ گزارنے لگا ہو تو اسے بھی امام بنانا جائز ہے [۲]۔ فقط واللہ اعلم

عبداللہ عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم، ملتان

ٹونے ٹوٹکے اور دیگر شرعی امور میں متہم شخص کی امامت کا حکم

کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل میں کہ ایک شخص پر مندرجہ ذیل باتوں میں سے کسی ایک بات یا تمام باتوں کی تہمت لگائی گئی ہو اور یہ تہمتیں عوام میں بھی مشہور ہو چکی ہوں تو کیا ایسے شخص کو امام مقرر کیا جا سکتا ہے یا نہیں؟ (۱) جس کی داڑھی قبضہ (یعنی مٹھی بھر سے) کم ہو (۲) جس کو شرعی طور پر تو حد زنا نہیں لگائی گئی لیکن رسمی ورواجی طور پر گاؤں کے عوام کے روبرو سزا دی گئی ہو (۳) ایک شخص جو کہ رات کو کسی غیر کے گھر جاتا ہے جب کہ گھر میں عورتوں کے علاوہ کوئی مرد موجود نہیں اور باہر سے پڑوسی آ کر اسے اندر بند کر دیتا ہے اور صبح گاؤں کے سردار کے کہنے پر تمام عوام کی موجودگی میں اسے باہر نکال دیا جاتا ہے (۴) ایک شخص جس کی اولاد نہ بچتی ہو اور وہ شخص ٹونے ٹوٹکے کے طور پر اپنی عورت کو ایک ایسے شخص کے گھر بھیج دیتا ہے جس کی اولاد کثیر التعداد ہے اور ساتھ ہی یہ شرط ہے کہ اس عورت کو اس گھر میں اکتالیس دن بسر کرنے پڑیں گے۔ بعدہ جب وہ عورت اس کے گھر سے چہلم پورا کر کے نکلے گی تو اس گھر والے اپنے تمام برتن حتی کہ گھر کی چٹائیوں تک کو دھوئیں گے۔

---

۱) فقد عللوا كراهة تقديمه بأنه لا يهتم لامر دينه وبأن في تقديمه للامامة تعظيمه وقد وجب عليهم إهانته شرعاً الخ شامي كتاب الصلوة باب الامامة ١/٥٦٠ طبع سعيد.
وكذا في حلبي كبير، كتاب الصلوة باب الامامة ص:٥١٣ سعيديه كتب خانه۔ وكذا في حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلوة باب الامامة ص:٣٠٣ طبع كتب قديمي خانه.

٢) قال الله تعالى واني لغفار لمن تاب وامن وعمل صالحاً ثم اهتدى سورة طه ٨٢.
وعن عبدالله بن مسعود رضي الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم التائب من كمن لا ذنب له مشكوة المصابيح باب التوبة، والاسغفار ١/٢٠٦ طبع قديمي كتب خانه.
وكذا في سنن ابن ماجة" باب ذكر التوبة ص ٣٢٣ طبع ايج-ايم- سعيد.

﴿ج﴾

اگر واقعی مندرجہ بالا امور میں سے کوئی ایک اس میں موجود ہو تو اس کی امامت میں نماز پڑھنی مکروہ تحریمی ہے (۱)۔ ایسے امور سے متہم ہونے کی صورت میں مستقل امامت سے تو بہرحال معزول کر دیا جائے (۲)۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم، ملتان

۴ شوال ۱۳۷۶ھ

ولد الزنا کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ولد الزنا آدمی کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا مکروہ ہے۔

﴿ج﴾

ولد الزنا اگر افضل القوم اور اعلم القوم ہے یعنی جن لوگوں کی ولد الزنا امامت کرے، ان سب سے وہ زیادہ عالم اور بہتر شخص ہو تو اس کے پیچھے نماز بلا کراہت جائز ہے لیکن اگر وہ قوم میں اعلم و افضل نہ ہو اور

---

۱) ویکرہ امامة عبدا وفاسق من الفسق وهو الخروج عن الأستقامة ولعل المرادبه من يرتكب الكبائر كشارب الخمر والزانی وآكل الربوا ونحو ذلك كذا فی البرجندی إسماعیل، الشامی ، كتاب الصلوة باب الامامة ۱/ ۵٦۰ طبع ایچ۔ایم۔سعید.
وكذا فی تفسیر روح المعانی سورة البقرة، الآية ۲٦، ۱/ ۲۸٤ طبع داراحیاء التراث بیروت.
وكذا فی حاشية الطحطاوی علی مراقی الفلاح كتاب الصلوة باب الامامت ص: ۳۰۳ طبع دارالكتب بيروت.

۲) فقد عللوا كراهة تقديمه بأنه لا يهتم لأمر دينه وبأن فی تقديمه للامامة تعظيمه وقد وجب عليهم إهانته شرعاً الخ شامية كتاب الصلوة باب الامامة ۱/ ۵٦۰ طبع سعيد.
وكذا فی حلبی كبير، كتاب الصلوة باب الامامة ص: ۵۱۳ سعيديه كتب خانه
وكذا فی حاشية الطحطاوی علی مراقی الفلاح، كتاب الصلوة باب الامامة ص: ۳۰۳ طبع كتب قديمی خانه.

لوگ اس کے پیچھے نماز پڑھنے سے نفرت کریں تو اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے(۱)۔فی الدر المختار (قوله غیر الفاسق تبع فی ذالک صاحب البحر حیث قال قید کراهة امامة الاعمی فی المحیط وغیره بان لایکون افضل القوم فان کان افضلهم فهو اولیٰ ثم ذکر انه ینبغی جریان هذا القید فی العبد والاعرابی وولدالزنا الخ (۲). فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

نامحرم عورتوں کو بے پردہ پڑھانے والے کی امامت کا حکم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس نازک مسئلہ میں کہ ایسے امام کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں۔ امام صاحب نامحرم عورتوں کو دم کرتے وقت یا سبق پڑھاتے وقت ہاتھ لگاتا ہو۔ جب کہ وہ نوجوان ہے، جھوٹی قسمیں کھاتا ہے۔لہو ولعب کی باتوں میں دلچسپی لیتا ہے اور چودہ سال کے لڑکوں سے بوس وکنار کرتا ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔

برتقدیر صحت واقعہ شخص مذکورہ فاسق ہے(۳) اس کی امامت مکروہ ہے(۴)۔ امام کے لیے متقی،

---

۱) ویکره امامة عبد وأعرابی وفاسق وأعمی...... ولد الزنا هذا ان وجد غیرهم والا فلا کراهة الدر المختار کتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵۵۹،۵۶۲ طبع سعید کراچی.
وکذا فی الهدایة، کتاب الصلوة باب الامامة ۱/۱۲۳ طبع رحمانی لاهور.
وکذا فی البحر الرائق کتاب الصلوة باب الامامة ۱/۶۱۱ طبع رشیدیه کوئٹه.

۲) الدر المختار کتاب الصلوة باب الامامة ۲/۳۵۶ طبع رشیدیه جدید کوئٹه.

۳) قوله وفاسق ، من الفسق وهو الخروج عن الاستقامة ، ولعل المراد به من یرتکب الکبائر کشارب الخمر ، والزانی وآکل الربو ونحو ذالك کذا فی البرجندی إسماعیل الشامیة کتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵۶۰ طبع ایچ۔ایم۔سعید وکذا فی تفسیر روح المعانی سوة البقرة آیت ۲۶، ۱/۲۸۴ دار أحیاء التراث.
وکذا فی حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح، کتاب الصلوة فصل فی بیان الاحق بالامامة ص:۳۳ بیروت.

٤) ویکره امامة عبد وأعرابی وفاسق وأعمی...... الدر المختار کتاب الصلوة بابا الامامة ۱/۵۵۹ سعید کراچی. وکذا فی حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح، کتاب الصلوة فصل فی بیان الأحق بالامامت ص:۳۰۲ طبع قدیمی کتب خانه.
وکذا فی البحر الرائق کتاب الصلوة باب الامامة ۱/۶۱۰ طبع رشیدیه کوئٹه.

پرہیزگار، دیندار ہونا لازم ہے(۵)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ
۹ شوال ۱۳۹۶ھ

مودودی جماعت میں شامل ہونا اور مودودی نظریات کے حامل شخص کے پیچھے نماز پڑھنے کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ مودودی صاحب کی کتابیں دیکھی بھی گئیں اور علماء کرام سے ان کے متعلق سنتے بھی رہتے ہیں۔ جس میں مودودی صاحب نے بزرگان دین کا مذاق اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین پر جابجا تنقید کی ہے۔ خاص کر حضرت عثمان اور حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر خوب دل کھول کر تنقید کی ہے اور فرشتوں کو دیوی دیوتا کے مثل قرار دیا ہے اور شرعی سزاؤں کو ظلم قرار دیا ہے اور بہت مثالیں موجود ہیں۔ ان سب باتوں کے باوجود ان کے ساتھ تعاون کرنا اور ان کی جماعت میں شامل ہونا اور اگر اس مذہب کا کوئی شخص کسی مسجد کا امام ہو اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ مودودی صاحب کے متعلق اکابر دیوبند مثلاً مولانا حسین احمد صاحب مدنی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا احمد علی صاحب لاہوری قدس سرہ، مولانا نصیر الدین صاحب غورغشتوی رحمہ اللہ اور اسی طرح دیگر علماء کرام کا متفقہ فتویٰ ہے کہ مودودی صاحب ضال اور مضل ہیں۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابہ کرام کی ذوات پر اپنی کتاب خلافت وملوکیت میں ناپاک حملے یہ شخص کر چکا ہے۔ اسی طرح چند دیگر مسائل متفقہ بین الائمہ میں اپنی منفردانہ رائے ذکر کر چکا ہے۔ ان باتوں کی موجودگی

---

۱) وفی فتاوی الارشاد: یجب أن یکون إمام القوم فی الصلوۃ أفضلهم فی العلم...... والورع والتقوی والقراءۃ، کتاب الصلوۃ باب الامامۃ ۱/ ٦٦٠ تاتارخانیہ طبع إدارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ.
وکذا فی الدر المختار، کتاب الصلوۃ باب الامامت ۱/ ۵۵۷ طبع ایچ۔ایم۔سعید کراچی.
وکذا فی النهر الفائق کتاب الصلوۃ باب الامامۃ ۱/ ۲۳۹ طبع دار الکتب بیروت.

میں ان کی جماعت میں شریک ہونا یا ان کی اعانت کرنا جائز نہیں۔ ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان الایة.[۱] مودودی صاحب کے ان غلط الزامات تنقیدات کو درست سمجھنے والے کی امامت درست نہیں[۲]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

مودودی عقائد رکھنے والے کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اندریں مسئلہ کہ ایک شخص جماعت اسلامی کے مودودی صاحب کے عقائد کا ہے اور اس کی تبلیغ کرتا ہے۔ وہ مسجد میں امام ہے۔ مقتدی اہل سنت والجماعت ہیں، وہ اکثر اس کو نہیں چاہتے کیا ایسے شخص کی امامت صحیح ہے۔ اس کے پیچھے نماز درست ہے۔ اس کو مسجد سے الگ کرنا چاہیے یا نہیں۔

﴿ج﴾

مودودی صاحب جو کہ اکثر و بیشتر اجتہاد علی خلاف الاجماع کرتے ہیں اور اس کو جائز اور صحیح سمجھتے ہیں۔ اس کی کئی مثالیں میرے ذہن میں ہیں۔ مشتے نمونہ از خروارے ایک مثال پیش کیے دیتا ہوں، ان کے نزدیک ڈاڑھی بقدر قبضہ رکھنا سنت رسالت نہیں بلکہ فقط بر سبیل عادت رکھی گئی تھی۔ اس میں صریح نصوص اعفوا اللحی. کثروا اللحی. اوفوا الحی. وفروا اللحی[۳]. کے الفاظ موجود ہیں۔ سب صیغے امر کے ہیں جو مواظبت عمل کے ساتھ وجوب کے لیے آتے ہیں۔ کما ھو مقرر عند الاصولیین[۴] اور

---

۱) سورة المائدة الآية ۲.
وكذا فی تفسير روح المعانی تحت قوله تعالى فيعم النهی كل ما هو من مقولة الظلم والمعاصی ويندرج فيه النهی عن التعاون على الاعتداء والانتقام سورة المائدة ۳۱٤/٦ طبع قديمی كتب خانه.

۲) ويكره امامة عبد وأعرابی وفاسق وأعمى الدر المختار ۵۵۹/۱ كتاب الصلوة باب الامامة طبع ايچ ايم سعيد كراچی. كتاب الصلوة الفصل الخامس عشر فی الامامة والاقتداء ۱٤۵/۱ طبع رشيديه.
ومثله فی البناية شرح الهداية كتاب الصلوة باب الامامة ۳۳۳،۳۳۲/۱ طبع دارالكتب بيروت.

۳) وفی الصحيح البخاری باب اعفاء اللحی ۸۷۵/۲ طبع قديمی كتب خانه كراچی.
وكذا فی مشكوة المصابيح باب النزجل ۳۸۰/۲ طبع قديمی كتب خانه كراچی.
وكذا فی جامع الترمذی باب ما جاء فی اعفاء اللحية ۱۰۵/۲ طبع ايچ۔ ايم سعيد كراچی.

٤) فقال وموجبه الوجوب لا الندب والاباحة نورالانوار مبحث الامر ص:۳۱.
وكذا فی الحسامی فصل فی الامر ص:۲۹ طبع رشيديه كوئٹه.

صاحب الدرالمختار نے کتاب الصوم باب مایفسد الصوم وما لا یفسده کے آخر میں لکھا ہے۔ واما الاخذ منها وهي دون ذلک ای قدر القبضة کما یفعله بعض المغاربة ومخنثه الرجال فلم یبحه احد [1] میں نکرہ تحت النفی آ گیا ہے، جو مفید استغراق ہے۔ ڈاڑھی کا کاٹنا کسی نے بھی اس کو مباح نہیں لکھا گویا اس کی حرمت پر اجماع امت ہے۔ اب مودودی صاحب نصوص ومواظبت النبی صلی اللہ علیہ وسلم والصحابۃ والتابعین والصالحین کے خلاف نیز اجماع کے خلاف اس کو جائز قرار دے رہے ہیں اور اجتهاد علی خلاف الاجماع والنصوص ابتداع فی الدین ہے اور ظاہر ہے کہ مبتدع کے پیچھے نماز مکروہ ہے۔ درمختار [2] میں ہے۔ (ومبتدع) ای صاحب بدعة وهي اعتقاد خلاف المعروف عن الرسول (صلی الله علیه وسلم) لابمعاندة بل بنوع شبهة، اس کے علاوہ اگر کسی دینی فساد یا خرابی کی وجہ سے مقتدی امام پر راضی نہ ہوں یا ان کو اس سے بہتر امام مل سکتا ہو، اس وقت امام پر خود لازم ہے کہ امامت سے علیحدہ ہوجائے ونصب وعزل امام کا اختیار مقتدیوں کو حاصل ہے۔ درمختار مع شرحہ الشامی [3] میں ہے (ولو ام قوماً وهم له کارهون ان) الکراهة (لفساد فیه اولانهم احق بالامامة منه کره) له ذالک تحریماً لحدیث ابی داؤد لایقبل الله صلوة من قوماً وهم له کارهون الحدیث. لہٰذا اگر موجودہ امام مسجد مودودی صاحب کے عقائد سے متفق ہے تو اس کی امامت مکروہ تحریمی ہے [4]، جس کو الگ کرنا ضروری ہے اگر اس کے ابتدائی مساعدین میں نہیں بھی ہے تب بھی مقتدیوں کی اکثریت بوجہ عمومیت اتباع مبتدع کے اس سے ناراض ہو تو اس پر خود شرعاً لازم ہے کہ وہ امامت سے علیحدہ

---

۱) الدر المختار مع رد المحتار كتاب الصوم باب ما يفسد ومالا يفسد ٤١٨/٢ طبع سعيد كراچی.
وكذا فی البحر الرائق كتاب الصوم باب ما يفسد وما لا يفسد ٤٩٠/٢ طبع رشديه كراچی.
وكذا فی فتح القدير كتاب الصوم باب ما يوجب القضاء والكفارة ٢٧٠/٢ طبع رشيديه كوئٹه.

۲) وفی الدر المختار كتاب الصلوة باب الامامة ٥٦٠/١ طبع سعيد كراچی. وكذا فی حاشية الطحطاوی كتاب الصلوة باب الامامة ص:٣٠٣ طبع دارالكتب بيروت. وكذا فی خلاصة الفتاوی كتاب الصلوة بفصل الخامس عشر فی الامامة والاقتداء ١٤٥/١ طبع رشيديه .

۳) وفی الدر المختار كتاب الصلوة باب الامامة ٥٥٩/١ طبع ايچ۔ ايم۔ سعيد.
وكذا فی التاتارخانيه كتاب الصلوة من أحق الامامة ٦٠٣/١، ٦٠٤ طبع إدارة القرآن كراچی.
وكذا فی البحر الرائق كتاب الصلوة باب الامامة ٦٠٩/١ طبع رشيديه كوئٹه.

٤) على أن كراهة تقديمه كراهت تحريم رد المحتار كتاب الصلوة باب الامامة ص:٥٦٠ سعيد.
وكذا فی حلبی كبير كتاب الصلوة باب الامامة ص:٥١٣ طبع سعيدی كتب خانه. وكذا فی حاشية الطحطاوی على مراقی الفلاح كتاب الصلوة باب الامامة ص:٣٠٣ طبع دارالكتب بيروت.

ہو جائے للحدیث المذکور ورنہ بوجہ استحقاق عزل کے اس کو معزول کر دیا جائے (۱) بالخصوص جب کہ اس کی امامت سے اختلاف بین المسلمین کا شدید خطرہ بھی لاحق ہے۔ واللہ اعلم

مودودی خیالات رکھنے والے کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ جو شخص مودودی خیالات رکھتا ہو یعنی جماعت اسلامی سے تعلق رکھتا ہو۔ اس کی امامت کا کیا حکم ہے اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہ۔ جواب سے مشکور فرماویں۔

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ مودودی صاحب کے خیالات اور ان کے مسائل شرعیہ میں مخصوص اجتہادات گمراہ کن ہیں۔ جن کی تفصیل علماء حق کے متعدد رسائل میں موجود ہے۔ لہٰذا مودودی صاحب کا ان مخصوص خیالات و مجتہدات میں پیروکار شخص ضال و فاسق شمار ہوگا اور اس کی امامت مکروہ ہوگی۔ اکابر علماء کا یہی فتویٰ ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۲۷ رجب ۱۳۸۷ھ

کبھی کبھار یا مستقل طور پر ایسے شخص کی امامت کا حکم جو مودودی صاحب کے خیالات رکھتا ہو

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین دریں مسئلہ کہ:

---

۱) ویکرہ امامة عبد وأعرابی وفاسق وأعمی الدر المختار کتاب الصلوة باب الامامة ۱/ ۵۵۹، ۵۶۰ طبع سعید کراچی. وکذا فی الخلاصة الفتاوی کتاب الصلوة الفصل الخامس عشر فی الامامة والاقتداء ۱/ ۱۴۵ رشیدیه. وکذا فی البنایة کتاب الصلوة باب الامامة ۲/ ۳۳۲، ۳۳۳ طبع دارالکتب بیروت.

۲) وان رسول الله صلی الله علیه وسلم کان یقول ثلثة لایقبل الله منهم صلوة من تقدم قوما وهم له کارهون الخ کتاب الصلوة باب الرجل یؤم وهم له الخ ابوداؤد شریف ۱/ ۹۸ طبع رحمانیه لاهور. وفی الدر المختار کتاب الصلوة باب الامامة ۱/ ۵۵۹ طبع ایچ۔ایم۔ سعید. وکذا فی التاتارخانیه کتاب الصلوة من هو احق بالامامة ۱/ ۶۰۳، ۶۰۴ طبع إدارة القرآن.

ہمارے گاؤں میں مسجد کے کوئی مستقل امام نہیں ہیں۔ مقامی حضرات میں سے ہی کوئی شخص نماز پڑھا دیتا ہے۔ البتہ یہاں ایک گھرانہ ایسا ہے جس میں عالم اور حافظ ہیں لیکن یہ حضرات جماعت اسلامی سے تعلق رکھتے ہیں اور سید مودودی صاحب کے معتقد ہیں۔ اب گزارش یہ ہے کہ ہم کبھی کبھار جب کوئی دوسرا امامت کرانے والا نہ ہوتو ان کی اقتدا میں نماز پڑھ سکتے ہیں یا نہیں۔ نیز اگر کوئی امام جماعت اسلامی کا رکن ہوتو اس کی اقتداء میں نماز درست ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

مودودی صاحب کے خیالات اور ان کے مسائل شرعیہ میں مخصوص اجتہادات گمراہ کن ہیں، جن کی تفصیل علماء حق کے متعدد رسائل میں موجود ہے لہٰذا مودودی صاحب کے مخصوص خیالات و مجتہدات میں پیروکار شخص کو امام مقرر نہ کیا جائے اس کی امامت مکروہ ہے (۱) مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ مسجد کو آباد کریں کسی صالح اور متقی عالم کو امام مقرر کر دیں اور اس کی اقتداء میں نماز باجماعت پابندی کے ساتھ ادا کریں مسجد کی آبادی کی طرف فوراً توجہ دیں (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ
۷ ذوالقعدہ ۱۳۹۳ھ

مودودی عقائد رکھنے والے کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ آج کل بجائے اصلاح تخریب کا کام بڑے زوروں پر ہے۔ اسلام جو مکارم اخلاق کی تعلیم دیتا ہے۔ یہ اس کے خلاف خدا جانے کیوں دوسرا راستہ اختیار کیا جارہا

---

۱) راجع الى حاشية سابق بر صفحه نمبر ۹۵ انفاً.

۲) وفى فتاوى الارشاد: يجب أن يكون إمام القوم فى الصلوة أفضلهم فى العلم والورع والتقوى والقراءة كتاب الصلوة باب الامامة تاتارخانيه ۱/ ۶۰۰ طبع إدارة القرآن والعلوم الاسلاميه .
وكذا فى الدر المختار كتاب الصلوة باب الإمامة ۱/ ۵۵۷ طبع ايچ ـ ايم ـ سعيد.
وكذا فى النهر الفائق كتاب الصلوة باب الأمامة ۱/ ۲۳۹ طبع دارالكتب بيروت.

ہے۔ مولانا مودودی صاحب کے خلاف بریلوی اور دیوبندی حضرات نے جو اعلان کیے ہیں۔ کہاں تک درست ہیں۔ کیا جماعت اسلامی کے امام کے پیچھے نماز جائز ہے براہ نوازش قیمتی مشورہ اور مستند مسئلہ سے ہماری رہنمائی فرمادیں۔

«ج»

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ واضح رہے کہ مودودی صاحب کے جو مخصوص عقائد ونظریات مذہبی ہیں۔ جن کی نشاندہی علماء کرام نے مختلف رسالوں اور پمفلٹوں کی شکل میں کی ہے۔ خاص کر جو اس نے ابھی تازہ گزشتہ سال رسالہ ترجمان القرآن کے مختلف شماروں میں خلافت راشدہ سے ملوکیت تک کے عنوان نیز دیگر عنوانوں سے جلیل القدر صحابہ کرام خصوصاً خلیفہ راشد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر جو تنقید بلکہ ان کی تنقیص وتعییب کی ہے وہ کسی باغیرت مسلمان کے لیے قابل برداشت نہیں ہے۔ لہٰذا علماء کا متفقہ فصلہ ہے کہ مودودی صاحب ان مخصوص نظریات کی بناپر گمراہ اور گمراہ کن ہیں اور جو شخص ان مخصوص عقائد ونظریات میں ان کی تائید اور تصدیق کرے وہ بھی گمراہ ہے اور اس کی امامت مکروہ تحریمی ہے [1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ عبداللطیف غفرلہ
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ
۳ ربیع الاوّل ۱۳۸۶ھ

مودودی نظریات کے حامی کی امامت کا حکم

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلے میں کہ ایک مولانا صاحب۔ مولانا مودودی صاحب کے عقائد ونظریات کا حامی ہو اور ان عقائد ونظریات کو صحیح سمجھتے ہوئے اشاعت بھی کرتا ہو اور مودودی جماعت کے مدرسہ میں مدرس کی حیثیت سے کام بھی کرتا ہو۔ حالانکہ مولانا مودودی کی کتب میں حسب ذیل عبارتیں

---

۱) اما الفاسق فقد عللوا کراهة تقديمه كراهة تحريم رد المختار مع الدرالمحتار كتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵٦۰ طبع ايچ۔ ايم۔ سعيد.
وكذا فی حلبی كبير كتاب الصلوة باب الامامة ص:۵۱۳ طبع سعيدی كتب خانه. وكذا فی حاشية الطحطاوی علی مراقی الفلاح كتاب الصلوة باب الامامة ص:۳۰۲ طبع دارالكتب بيروت.

موجود ہیں اور بار ہا علماءِ حق نے غلط عبارات ونظریات کو حذف کرنے اور ایسے عقائد سے رجوع کرنے کے متعلق کہا۔ لیکن مولانا مودودی آج تک ہٹ دھرمی پر قائم ہیں اور رجوع نہیں کیا۔ عبارات ونظریات یہ ہیں۔
(۱) تنقیص انبیاء علیہم السلام مثلاً لکھا ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام نے اپنے منصب رسالت کی ادائیگی میں کوتاہی کی ہے۔ (العیاذ باللہ) (۲) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات جسمانی کا انکار (۲) حضور علیہ السلام کی پیشنگوئی کہ قیامت کے قریب دجال آئے گا۔ مگر مولانا مودودی رقمطراز ہے کہ ۱۳ سوسال کی تاریخ نے ثابت کردیا ہے کہ یہ ایک افسانہ تھا۔ (۴) اصحاب رسول اللہ معیار حق نہیں وغیرہ وغیرہ۔ جو شخص ایسے عقائد ونظریات رکھنے والے مودودی صاحب اور ایسی جماعت کا حامی ومؤید ہو بلکہ یہ بھی کہتا ہو کہ اسلام کی صحیح معنوں میں خدمت کرنے والی اور اسلام کی اشاعت کرنے والی جماعت اسلامی ہے اور مولانا مودودی صحیح خدمت اسلام کررہے ہیں اور من وعن مولانا مودودی اور جماعت اسلامی کے عقائد ونظریات کی تائید وتصدیق کرتا ہو۔ بلکہ خود بخود مودودی بن گیا ہو۔ کیا ایسے آدمی کے پیچھے نماز بلا کراہت ہو جاتی ہے اور ایسے آدمی کو کسی ایسی مسجد میں پیش امام وخطیب رکھا جاسکتا ہے جس کے محلّہ کی تمام آبادی مسلکاً حنفی دیوبندی ہو۔ کیا ایسے عقائد رکھنے والے انسان کو امام رکھنے میں شرعاً کوئی حرج تو نہیں۔ نیز جس جماعت اور بانی مبانی جماعت مولانا مودودی کو شیخ الاسلام حضرت مولانا ومخدومنا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے ضال ومضل کہا ہو اور تحریرات میں لکھا ہو۔ اس مسئلہ کو نہایت توضیح وتشریح کے ساتھ تحریر فرمادیں عین نوازش ہوگی۔

ج

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ مودودی صاحب کے مخصوص عقائد ونظریات کو علماءِ حق نے گمراہ کن اور غلط قرار دیا ہے اور اسے ضال ومضل اور متبع ہویٰ کہا ہے اس پر متعدد کتابیں اور رسائل لکھے جاچکے ہیں۔ مزید تشریح وتوضیح کی ضرورت نہیں ہے۔ مختصراً یہ کہ مودودی صاحب اور ان کے مخصوص عقائد ونظریات رکھنے والے اشخاص ضال ومضل اور متبع ھویٰ ہیں۔ اس پر موجودہ زمانہ کے علماء ربانیین کا اتفاق ہے اور متبع ھوی کی امامت مکروہ ہے۔ اس لیے ایسے شخص کو مستقل امام نہ رکھا جائے۔ ہاں منفرداً پڑھنے سے اس کے پیچھے اقتدا کرنی بہتر ہے۔ قال فی الفتاوی العالمگیریہ [1] قال المر غینانی تجوز الصلوۃ خلف صاحب ہوی وبدعۃ ولاتجوز خلف الرافضی والجھمی والقدری والمشبھۃ ومن یقول بخلق القراٰن وحاصلہ ان کان ھوی لایکفربہ صاحبہ تجوز الصلوۃ خلفہ مع الکراھۃ والا فلا ھکذا فی التبیین والخلاصۃ

---

۱) ھندیۃ کتاب الصلوۃ الباب الخامس فی الامامۃ الفصل الثالث فی بیان من یصلح اماما لغیرہ ۱/ ۷۴ طبع رشیدیہ کوئٹہ.
وکذا فی الدر المختار کتاب الصلوۃ باب الإمامۃ مطلب البدعۃ خمسۃ أقسام۱/ ۵۵۹، ۵۶۲ سعید، کراچی. وکذا فی البحر الرائق کتاب الصلوۃ باب الامامۃ ۱/ ۶۱۱ طبع رشیدیہ کوئٹہ.

وهو الصحيح هكذا فى البدائع. فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ عبد اللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان، ۱۳ شوال ۱۳۸۵ھ

مودودی پارٹی کے ساتھ سیاسی جدوجہد میں شریک شخص کی امامت کا حکم

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک عالم دین متقی اور پرہیزگار اور علم تجوید کا سند یافتہ قاری بھی ہے۔ نہایت صحیح العقیدہ ہے۔ تمام بدعات و رسومات مروجہ سے اجتناب کرتا ہے۔ خدا کی توحید کو اپنی اصلی شکل قرآن اور حدیث کی روشنی میں خوب بیان کرتا ہے اور بلا لحاظ کسی امیر وغریب کے مسئلہ حق بیان کرتا ہے اور بلا معاوضہ ۱۵ سال سے امامت وخطابت کا کام سرانجام دے رہا ہے۔ اور روکھی پھیکی کھا کر گزارا کر رہا ہے۔ لیکن سیاست میں جماعت اسلامی کا ساتھ دیتا ہے۔ صرف اس نیت پر کہ خدا کا دین اور نظام شریعت عملاً پاکستان میں جاری ہو جائے۔ کیا ایسے عالم دین کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں۔ شریعت کے مطابق حکم صادر فرمائیں۔ بینوا و توجروا۔

ابو الاعلیٰ مودودی صاحب کے کچھ عقائد اہل سنت والجماعت کے خلاف ہیں۔ مثلاً عصمت انبیاء اور حضرات صحابہ پر تنقید کو جائز سمجھنا اور متعہ کا جواز وغیرہ پس اگر یہ مولوی صاحب جماعت اسلامی کے ساتھ ان مذکورہ عقائد میں اتفاق نہیں رکھتا۔ صرف نظام شریعت کو اپنے زعم کے مطابق عملاً جاری کرنے کی جدوجہد میں ان کے ساتھ شریک ہے تو پھر اس کی اقتداء درست ہے[1] ورنہ مکروہ ہے[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ

---

۱) وكـذا فـي التـاتـارخانيه۔وفي فتاوى الارشاد: يجب أن يكون إمام القوم في الصلوة أفضلهم في العلم والـورع والتـقوى والقراءة والحسب والنسب والجمال على هذا إجماع الامة. كتاب الصلوة من هو أحق بالامامة ۱/ ۶۰۰ طبع إدارة القرآن.
وكذا في الدر المختار كتاب الصلوة باب الإمامة ۱/ ۵۵۸،۵۵۷ طبع سعيد كراچی.
وكذا في النهر الفائق كتاب الصلوة باب الأمامة ۱/ ۲۳۹ طبع دار الكتب بيروت.

۲) ويكـره امـامة عبـد وأعـرابـي وفـاسـق وأعـمـى ومبتـدع الـخ الدر المختار كتاب الصلوة باب الامامة ۱/ ۵۶۰،۵۵۹ طبع سعيد كراچی. وكذا في الخلاصة الفتاوى كتاب الصلوة باب الامامة ۱/ ۱۴۵ طبع رشيديه .وكذا في البناية كتاب الصلوة باب الامامة ۱/ ۳۳۳،۳۳۲ طبع دار الكتب بيروت.

بہتر یہ ہے کہ اپنی مساعی جمعیت علماء اسلام کے تحت استعمال کرے۔

محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

۲۷ جمادی الاخری ۱۳۹۶ھ

مودودی خیالات رکھنے والے کی امامت

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک عالم دین جوخود نیک ومتقی ہے۔ سند یافتہ عالم ہونے کے علاوہ قرآن مجید خوب صورت علم تجوید کے مطابق پڑھتا ہے۔ سند یافتہ قاری ہے۔ بغیر طمع و لالچ کے بلا اجرت ۱۵ سال سے امام اور خطیب کا کام سرانجام دے رہا ہے۔ مسئلہ توحید کو قرآن وحدیث سے خوب بیان کرتا ہے۔ جہاد کے مسئلہ کو بھی بیان کرتا ہے۔ لوگوں کو اس کے وعظ واخلاص سے کافی فائدہ پہنچتا ہے اور تمام بری رسومات وبدعات سے سخت پرہیز کرتا ہے۔ نہ جنازہ کے بعد دعا مانگتا ہے نہ میت کے دوسرے تیسرے دن قل خوانی کو درست کہتا ہے اور نہ شادی بیاہ کی عام مروجہ رسومات وبدعات میں شمولیت کرتا ہے۔ بلکہ دوسروں کو ایسی تمام بدعات سے منع کرتا ہے اور نہ میت کے بعد ختم قرآن پر کھانا کھاتا ہے۔ اور اپنی لڑکی کی شادی پر رات کو نکاح کے بعد فوراً دو تین گھنٹے میں لڑکی دولہا کے گھر پہنچا دی۔ کسی قسم کی معمولی رسم بھی ادا نہیں کی گئی۔ تمام ضلع کے دیوبندی علماء آج تک ایسا کام نہ کر سکے۔ لیکن یہی عالم دین جماعت اسلامی کے ساتھ سیاست میں حصہ لیتا ہے اور تعاون کرتا ہے اور عقائد میں بالکل صاف ستھرا مسلک اہل سنت جیسا رکھتا ہے۔ مودودی ہو یا کوئی بڑا عالم اگر اس کا مسئلہ قرآن مجید اور حدیث رسول اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وعلماء اہل سنت کی کتب کے مطابق ہو تو قبول کرتا ہے ورنہ رد کر دیتا ہے۔ کیا ایسے عالم دین کے پیچھے نماز خمسہ اور نماز جمعہ پڑھنا اور اس کی تقریر سننا درست ہے یا نہیں؟

﴿ج﴾

مودودی صاحب کے متعلق اکابر دیوبند مثلاً مولانا حسین احمد صاحب مدنی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا احمد علی صاحب لاہوری رحمہ اللہ اور مولانا نصیر الدین صاحب غورغشتوی رحمہ اللہ اور اسی طرح دیگر علماء کرام کا متفقہ فتویٰ ہے کہ مودودی صاحب کے خیالات اور ان کے مسائل شرعیہ میں مخصوص اجتہادات گمراہ کن ہیں۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابہ کرام کی ذوات پر یہ شخص اپنی

کتاب خلافت وملوکیت میں ناپاک حملے کر چکا ہے۔ اسی طرح چند دیگر مسائل متفق علیہ بین الائمہ میں اپنی منفردانہ رائے ذکر کر چکا ہے۔ جس کی تفصیل آپ ان کے متعلقہ رسائل میں ملاحظہ کر سکتے ہیں۔ لہٰذا مودودی صاحب کا ان مخصوص خیالات ومجتہدات میں پیروکار شخص ضال وفاسق شمار ہوگا[1]۔ اور اس کی امامت مکروہ ہوگی اکابر علماء کا یہی فتویٰ ہے[2]۔ اور جو عالم مودودی صاحب کو ان مخصوص خیالات میں غلط کار اور ضال سمجھتا ہے اس کی امامت مکروہ نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

پندرہ سال کی عمر والے لڑکے کے پیچھے نماز تراویح پڑھنے کے متعلق

(س)

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک لڑکا جس کی عمر پندرہ سال سے اوپر تقریباً سولہ سال ہے اس کے پیچھے نماز تراویح جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

(ج)

اگر دوسری علامت بلوغ کی مثل احتلام وغیرہ کے لڑکے میں موجود نہ ہو تو شرعاً پندرہ برس کی عمر پوری ہونے پر بلوغ کا حکم دیا جاتا ہے پس جس لڑکے کو سولہواں سال شروع ہو گیا ہے اس کے پیچھے تراویح اور

---

۱) وقوله وفاسق من الفسق وهو الخروج عن الاستقامة ولعل المراد به من يرتكب الكبائر كشارب الخمر والزانى واكل الربو ونحو ذالك الخ الشامية كتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵۶۰ طبع ايچ۔ايم۔ سيعد كراچى.

وكذا فى تفسير روح المعانى سورة البقرة الآية ۲۶، ۱/۲۸۴ طبع داراحياء التراث بيروت.

وكذا فى حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح كتاب الصلوة فصل فى بيان الاحق بالامامة ص: ۳۰۳ طبع بيروت.

۲) بل مشى فى شرح المنية على ان كراهة تقديمه كراهة تحريم رد المحتار كتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵۶۰ طبع ايچ۔ايم۔ سعيد كراچى.

وكذا فى حلبى كبير كتاب الصلوة باب الامامة ص: ۵۱۳ طبع سعيدى كتب خانه.

وكذا فى حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح كتاب الصلوة باب الامامة ص: ۳۰۳ طبع قديمى كتب خانه.

فرض نماز سب درست ہے[۱] اگرچہ بے ریش ہو قال فی الدر المختار[۲] بلوغ الغلام بالاحتلام والاحبال والانزال الخ فان لم یوجد فیھما شیء فحتی یتم لکل منھما خمس عشرة سنة به یفتی لقصرا عمارا ھل زماننا الدر المختار کتاب الحجر فصل بلوغ الغلام فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۲۹ رجب ۱۳۸۹ھ

ایسا بالغ لڑکا جس کی داڑھی نہ آئی ہو، کی امامت کا حکم

کیا فرماتے ہیں علماء کرام دریں مسئلہ کہ ایک لڑکا جس کی عمر تقریباً اٹھارہ سال ہے اور شادی شدہ بھی ہے۔ آیا فرض نماز پڑھانے کے لیے امام بن سکتا ہے یا نہیں۔ اگرچہ داڑھی کا ظہور ابھی نہیں ہوا۔ بینوا توجروا۔

﴿ج﴾

درمختار میں ہے۔ وکذا تکرہ خلف امرد وسفیه الخ۔ اور شامی میں ہے الظاھر انھا تنزیھیة الخ[۳]۔ حاصل یہ ہے کہ امرد کے پیچھے نماز مکروہ تنزیہی یعنی خلاف اولیٰ ہے۔ نماز ہو جاتی ہے جو

---

۱) ویشترط کونه (إی امام) مسلما حرا ذکرا عاقلا بالغا قادرا الخ تنویر الابصار کتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵۴۸ طبع ایچ۔ ایم۔ سعید کراچی.
وکذا فی حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح کتاب الصلوة باب الامامة ص:۲۸۷ طبع دارالکتب بیروت. وکذا فی حلبی کبیر کتاب الصلوة باب الامامة وفیھا مباحث ص:۵۰۸ طبع سعیدی کتب خانه.

۲) وفی الدر المختار مع رد کتاب الحجر فصل بلوغ بالاحتلام الخ ۹/۲۵۹ طبع رشیدیه جدید کوئٹه.
وکذا فی العالمکیریة کتاب الحجر الباب الثانی فی معرفة حد البلوغ ۵/۶۱ طبع رشیدیه کوئٹه.
وکذا فی مجمع الانھر کتاب الحجر فصل یحکم ببلوغ الغلام ۴/۶۰ طبع غفاریه کوئٹه.

۳) ردالمحتار مع الدر المختار کتاب الصلوة باب الامامة مطلب فی امامت الامرد ۲/۳۵۹ جدید رشیدیه. وکذا فی حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح کتاب الصلوة باب الامامة ص:۳۰۳ طبع دار الکتب بیروت.

لوگ اس کے پیچھے نماز جائز سمجھ کر پڑھتے ہیں وہ حق پر ہیں۔نماز اس کے پیچھے صحیح ہے یعنی امرد ہونے کی وجہ سے جماعت کا چھوڑنا درست نہیں (۱)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

ایسے لڑکے کی امامت کا حکم جس کی عمر پندرہ برس ہو

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک حافظ صاحب کی عمر قمری لحاظ سے پندرہ سال ہے۔اس کی داڑھی وغیرہ ابھی نہیں آئی ہے اور زیر ناف کے بال بھی اتارتا رہتا ہے۔کیا وہ امامت کراسکتا ہے یا نہیں شریعت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رو سے صحیح جواب سے مطلع فرماویں۔

﴿ج﴾

پندرہ سال کا لڑکا شرعاً بالغ ہے اور بالغ امرد کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے لیکن خلاف اولیٰ ہے۔درمختار میں ہے۔**وکذا تکرہ امرد وسفیه الخ** اور شامی میں ہے **الظاهر انها تنزیهیة الخ** (۲)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ

۲۸ شعبان ۱۳۹۱ھ

---

۱) فی النهر عن المحیط صلی خلف فاسق او مبتدع نال فضل الجماعة افاد أن الصلوة خلفهما أولی من الانفراد لکن لا ینال کما ینال خلف تقی ورع الخ الدر المختار مع ردالمختار کتاب الصلوة باب الامامة ۵۶۲/۱ طبع سعید کراچی.
وکذا فی حلبی کبیر کتاب الصلوة باب الامامة ص:۵۱٤ طبع سعیدی کتب خانه.
وکذا فی حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح کتاب الصلوة باب الامامة ص:۳۰۳ طبع دارالکتب بیروت.

۲) وفی الدر المختار مع ردالمحتار کتاب الصلوٰة باب الامامة مطلب فی امامة الا مرد۳۵۹/۲ طبع جدید رشیدیه کوئٹه.
وکذا فی حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح کتاب الصلوة باب الامامة ص:۳۰۳ طبع دارالکتب بیروت.

نابالغ کی امامت فرائض وتراویح میں

کیا فرماتے ہیں علماء دین مندرجہ ذیل مسائل میں کہ:

(۱) ایک لڑکا تیرہ چودہ سال کا جو کہ نابالغ ہے۔ قرآن پاک حفظ کر رہا ہے۔ اگر تراویح کی نماز پڑھائے تو کیا جائز ہے یا نہیں۔ اس کے علاوہ فرائض کی جماعت بھی بالغین کو پڑھا سکتا ہے یا نہیں؟ (۲) قطب کی جانب پاؤں کر کے لیٹنا یا پیشاب کرنا اور قضاء حاجت کے وقت منہ کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں اور عام مشہور ہے کہ نبی علیہ السلام کا نور مبارک قطب شمال میں رہتا ہے۔ اس کے بارے میں بھی وضاحت فرمائیں۔

﴿ج﴾

(۱) تیرہ چودہ سال کا لڑکا (جب کہ اس میں بلوغ کی علامت احتلام وغیرہ موجود نہ ہو) شرعاً نابالغ ہے[۱] اور نابالغ کے بارے میں صحیح یہ ہے کہ اس کے پیچھے نہ فرائض وواجب صحیح ہیں اور نہ نوافل وتراویح۔ لہٰذا لڑکے مذکور کو بالغین کا امام بنانا درست نہیں ہے[۲]۔

(۲) یہ مشہور بات غلط ہے۔ ستارہ قطب کی جانب پیشاب پاخانہ وغیرہ میں منہ کرنا درست ہے[۳]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ

۸ شعبان ۱۳۹۶ھ

---

۱) بلوغ الغلام بالاحتلام والاحبال والانزال فان لم يوجد فيهما شئ فحتى يتم لكل منهما خمس عشرة سنة به يفتى الدر المختار مع رد المحتار كتاب الحجر فصل فى بلوغ والاحتلام ٦/ ١٥٣، طبع ايچ- ايم سعيد كراچى۔

وكذا فى العالمكيرية كتاب الحجر الباب الثانى فى معرفة البلوغ ٥/ ٦١ طبع رشيديه كوئٹه.

وهكذا فى مجمع الانهر كتاب الحجر فصل يحكم ببلوغ لغلام ٤/ ٦٠ طبع غفاريه كوئٹه.

۲) ولا تجوز امامة الصبى فى صلاة الفرض ...... لأن الفعل يصح من الصبى نفله لا فرضه الخ المحيط البرهانى كتاب الصلاة الفصل السادس أحكام الامامة والاقتداء ٢/ ١٧٩ طبع إدارة القرآن بيروت. وكذا فى حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح كتاب الصلوة باب الامامة ص: ٢٨٨ طبع دار الكتب بيروت.

۳) عن ابى ايوب الانصارى قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا اتى احدكم الغائط فلا يستقبل القبلة ولا يولها ظهره شرقوا او غربوا صحيح البخارى كتاب الوضوء باب لا تسقبل القبلة الخ ١/ ٢٦ طبع قديمى كتب خانه. وكذا فى سنن ابى داؤد كتاب الطهارة باب كراهية استقبال القبلة عند قضاء الحاجة ١/ ١٣ طبع رحمانيه لاهور.

وكذا فى جامع الترمذى كتاب الطهارة باب فى النهى عن استقبال القبلة ١/ ٨ طبع ايچ- ايم- سعيد.

نابالغ کی اقتداء میں تراویح کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اندریں مسئلہ کہ نابالغ کے پیچھے تراویح کا پڑھنا جائز ہے یا نہ اگر دس سال سے زیادہ عمر کا ہے تو کیا امام محمد رحمہ اللہ کا قول مفتی بہ ہے یا نہ۔ بینوا بالتفصیل وتوجروا

﴿ج﴾

نابالغ کے پیچھے **علی القول المفتی به** بالغین کی تراویح صحیح نہیں **لما فی الدر المختار (ولا یصح اقتداء رجل بامرءة) وخنثی او صبی مطلقاً) ولو فی جنازة ونفل علی الاصح -وقال الشامی تعلیقا علی قوله وقال فی الهدایة وفی التراویح والسنن المطلقة جوزه مشائخ بلخ ولم یجوزه مشائخنا ومنهم من حقق الخلاف فی النفل المطلق بین ابی یوسف و محمد والمختار انه لا یجوز فی الصلوات کلها** [1] **والله تعالیٰ اعلم**

تراویح میں نابالغ کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ میں نے اپنے لڑکے کو حفظ قرآن مجید کرایا ہے جس کو حفظ کیے ہوئے تقریباً چھ ماہ گزر چکے ہیں اب اس کی عمر ۱۲ سال اور ۲ ماہ ہے۔ منزل بحمد اللہ بہت اچھی ہے اس کا جی چاہتا ہے کہ رمضان المبارک میں تراویح وہی پڑھائے تو کیا اس کے پیچھے تراویح پڑھنا صحیح ہے یا نہیں۔

---

۱) الدر المختار مع ردالمحتار کتاب الصلوة باب الامامة ۲/۳۸۷ طبع جدید رشیدیه کوئٹه.

وکذا فی العالمکیریة وعلی قول مشائخ بلخ یصح الاقتداء بالصبیان فی التراویح والسنن المطلقة کذا فی قاضیخان المختار انه لا یجوز فی الصلوات کلها کذا فی الهدایة هوالاصح ، الباب الخامس فی الامامة الفصل الثالث فی بیان من یصلح الخ ۱/۸۵ طبع رشیدیه کوئٹه.

﴿ج﴾

لڑکے کے لیے ادنیٰ مدت بلوغ بارہ سال ہے[1]۔ اگر آثار بلوغ مثلاً احتلام احبال یا انزال ظاہر ہو جائے تو یہ بالغ شمار ہوتا ہے۔ ورنہ پندرہ سال آخری مدت بلوغ ہے اگر کوئی علامت بھی ظاہر نہ ہو تب بھی اس عمر کو پہنچ کر بالغ شمار ہوتا ہے[2] آپ کے لڑکے میں اگر کوئی علامت بلوغ کی نہیں پائی گئی ہے اور یہی ظاہر ہے تو یہ صبی اور مراھق کہلائے گا' اور اس کی امامت بالغ مقتدیوں کے لیے نہ تو فرض میں صحیح ہے اور نہ کسی نفلی نماز تراویح وغیرہ میں۔ قال فی فتاوی عالمگیریہ و علی قول ائمة بلخ یصح الاقتداء بالصبیان فی التراویح والسنن المطلقة کذا فی فتاوی قاضیخان والمختار انه لا یجوز فی الصلوة کلها کذا فی الهدایه وهو الاصح هکذا فی المحیط وهو قول العامة وهو ظاهر الروایة هکذا فی البحر الرائق[3]۔

حضرت مولانا علامہ رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اسی قسم کے ایک سوال کے جواب میں ارشاد فرماتے ہیں[4] نابالغ کی امامت حسب اصل مذہب درست نہیں اس لیے ایسے موقع میں سورت سے تراویح پڑھ لیں۔ پندرہ سالہ لڑکا قابل امامت ہے۔ اگرچہ کوئی علامت اس میں ظاہر نہ ہو۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

۱) وأدنى مدته له اثنتا عشرة سنة ولها تسع سنين وهو المختار الدر المختار. كتاب الحجر فصل بلوغ الغلام بالاحتلام الخ ۲۶۰/۹ طبع جديد رشيديه كوئٹه.
وهكذا فى العالمكيرية كتاب الحجر الفصل الثانى فى معرفة حد البلوغ ۶۱/۵ طبع رشيديه.
وكذا فى مجمع الأنهر كتاب الحجر فصل فى يحكم ببلوغ الغلام ۶۱/۴ طبع غفاريه كوئٹه.

۲) بلوغ الغلام بالاحتلام والإحبال والانزال ...... حتى يتم لكل منهما خمس عشر سنة به يفتى الدر المختار كتاب الحجر فصل بلوغ الغلام بالاحتلام ص ۲۶۰، ج۹، طبع جديد، رشيديه كوئٹه۔
كذا فى العالميكرية كتاب الحجر الفصل الثانى فى معرف حد البلوغ ۶۱/۵ طبع رشيديه.
وكذا فى مجمع الأنهر كتاب الحجر فصل فى يحكم ببلوغ الغلام ۶۱/۴ طبع غفاريه كوئٹه.

۳) وفى الفتاوى العالمكيرية الباب الخامس فى الامامة الفصل الثالث فى بيان من يصلح الخ ۸۵/۱ طبع رشيديه كوئٹه. وكذا فى مجمع الأنهر كتاب الحجر فصل فى يحكم ببلوغ الغلام ۶۱/۴ طبع غفاريه كوئٹه. وكذا فى الدر المختار مع رد كتاب الصلوة باب الامامة ۳۸۷/۲ جديد رشيديه.
وهكذا فى الهداية كتاب الصلوة باب الامامة ۱۲۹/۱ طبع رحمانيه لاهور.

۴) تاليفات رشيديه كتا ب الصلوة امامت اور جماعت کا بیان امامت تراویح یا فرائض کے لیے عمر کا تعین ص: ۳۰۲ طبع ادره اسلاميات لاهور.

اقتداء کے لیے بلوغ شرط ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ میں کہ زید جو کہ حافظ قرآن ہے اور نماز روزہ کے مسائل سے واقف ہے۔ جو کہ عمر اٹھارہ انیس سال بتاتا ہے۔ لیکن ڈاڑھی اس کی ابھی نہیں ہے۔ اس بناء پر چند اشخاص اس کے پیچھے نماز پڑھنے سے انکار کرتے ہیں۔ تو استفسار اس چیز کا ہے کہ ڈاڑھی ہونا امامت کے لیے شرط ہے یا بلوغ اگر بلوغ شرط ہے تو علامات بلوغ کون سی ہیں اور کیا ہونی چاہیے۔

﴿ج﴾

اگر وہ ۱۹/۱۸ سال کی عمر کا ہے۔ تو شرعاً اس کو بالغ ہوئے کئی سال ہو چکے ہیں۔ اس کی اقتداء میں نماز درست ہے[۱]۔ اقتداء کی صحت کے لیے ڈاڑھی کا ہونا شرط نہیں ہے[۲]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ڈاڑھی منڈانے والے کبوتر باز کے پیچھے نماز پڑھنے کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص ڈاڑھی منڈواتا ہے اور کبوتر باز بھی ہے گولیاں وغیرہ بھی کھیلتا ہے کیا اس کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے اور یہ امامت کے لائق ہے۔ بینوا توجروا

---

۱) والسن الذی یحکم ببلوغ الغلام والجاریة اذا انتها الیه خمس عشرة سنة وعلیه الفتوی فتاوی عالمکیریة کتاب الحجر الفصل الثانی فی معرفة حد البلوغ ۶۱/۵ طبع رشیدیه سرکی روڈ کوئٹه.
وکذا فی الدر المختار کتاب الحجر فصل بلوغ الغلام ۲۶۰/۹ طبع جدید رشیدیه.
وکذا فی مجمع الأنهر کتاب الحجر فصل فی یحکم ببلوغ الغلام ۶۰/۴ طبع غفاریه کوئٹه.

۲) فی نور الایضاح فقال وشروط الامامة للرجال الأصحاء ستة الاشیاء الاسلام والبلوغ والعقل والذکورة والقراءة والسلامة من الأعذار کالرعاف الخ رد المحتار کتاب الصلوة باب الامامة ۳۳۷/۲ طبع جدید رشیدیه کوئٹه. وکذا فی حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح کتاب الصلوة باب الامامة ص:۲۸۷ طبع دارالکتب بیروت.
وکذا فی العالمیکریة کتاب الصلوة الباب الخامس فی الامامت ۸۲/۱ طبع رشیدیه.

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ داڑھی منڈوانے والا فاسق ہے[۱] اور فاسق کی امامت مکروہ تحریمی ہے[۲] لہٰذا یہ شخص امامت کے لائق نہیں[۳]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۸ ذی قعدہ ۱۳۸۹ھ

الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۱۱ ذوالقعدہ ۱۳۸۹ھ

قبضہ سے کم داڑھی والے امام کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ داڑھی کی لمبائی کتنی ہونی چاہیے۔ مسجد میں پیش امام کے لیے داڑھی چھوٹی کرانا کیسا ہے۔ سفید داڑھی کو کالا کرنا مثلاً کالا کولا' بھسمہ' کالی مہندی' خضاب وغیرہ سے جائز ہے یا نہیں۔ اگر جائز ہے تو وہ کون سی ایسی وجوہات ہیں جن کی وجہ سے کالی کر سکتا ہے۔ مثلاً جوان عورت یا روزی کمانے میں سفید داڑھی کی وجہ سے رکاوٹ ہو تو کالی داڑھی کر سکتے ہیں۔ کالی داڑھی کرنے والے انسان کو مسجد میں پیش امام رکھا جا سکتا ہے۔ مسجد کے اندر درس دینا، تقریر کرنا، وعظ کرنا ہر ایک کو جہاد سمجھ کر سفید داڑھی کو کالا کرنا جائز ہے۔ جھوٹ بولنے والے انسان کو مسجد میں پیش امام رکھنا کیسا ہے۔

---

۱) ولذا يحرم على الرجل قطع لحيته الدر المختار كتاب الحظر والاباحة فصلٌ فى البيع ٤٠٧/٦ طبع ايچ۔ ايم۔ سعيد. ومثله فى الدر المختار وأما الاخذ منها وهى دون ذالك كما يفعله بعض المغاربة ومخنثة الرجال فلم يبحه احد، كتاب الصوم باب ما يفسده وما لا يفسد ٤١٨/٢ طبع سعيد.

۲) اما الفاسق فقد عللوا كراهة تقديمه كراهة تحريم الشامية كتاب الصلوة باب الامامة ٥٦٠/١ طبع سعيد. ومثله فى حلبى كبير كتاب الصلوة باب الامامة ص:٥١٣ طبع سعيدى كتب خانه.
ومثله فى حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح كتاب الصلوة باب الامامة ص:٣٠٢ طبع قديمى كتب خانه.

۳) لا ينبغى أن يقتدى بالفاسق الا فى الجمعة لانه فى غيرها يجد اماما غيره رد المحتار كتاب الصلوة باب الامامة ٥٦٠/١ طبع سعيد. وكذا فى حلبى كبير كتاب الصلوة باب الامامة ص:٥١٤ طبع سعيدى. وكذا فى التاتارخانيه كتاب الصلوة امن هو أحق بالامامة ٦٠٣/١ طبع إدارة القرآن.

﴿ج﴾

ایک قبضہ (مٹھی) داڑھی رکھنا سنت ہے۔ اس سے چھوٹی کرانا داڑھی کٹانے اور منڈانے کے حکم میں ہے اور یہ حرام ہے اور داڑھی کومنڈوانے اور کترانے والا فاسق ہے[1]۔ اور اس کی امامت مکروہ ہے۔ ولا بأس بنتف الشيب واخذ اطراف اللحية والسنة فيها القبضة الخ ولذا يحرم على الرجل قطع لحيته[2] سیاہ خضاب کا مسئلہ مختلف فیہ ہے۔ مولانا تھانوی رحمہ اللہ نے سیاہ خضاب کو ناجائز لکھا ہے[3]۔ عامۃ المشائخ کا یہی مذہب ہے[4]۔ فتاویٰ دارالعلوم میں سیاہ خضاب کا استعمال کرنے والے کی امامت کو مکروہ لکھا ہے[5]۔ امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے ہاں جائز ہے۔ کفار کے مقابلہ میں جہاد کرنے والے کو کفار پر رعب ڈالنے کے

---

۱) ويكره تقديم العبد والاعرابى والفاسق لانه لا يهتم لامر دينه الخ هدايه كتاب الصلوة باب الامامة ١/١٢٤ طبع رحمانيه لاهور.
وهكذا فى رد المحتار كتاب الصلوة باب الامامة ١/٥٦٠ طبع سعيد كراچى.
وكذا فى خلاصة الفتاوى كتاب الصلوة الفصل الخامس عشرفى الامامة الخ ١/١٤٥طبع رشيديه.

۲) وفى الدر المختار مع شرحه رد المحتار كتاب الحظر والاباحة فصل فى البيع ٩/٦٧١ طبع جديد رشيديه.
وكذا فى الدر المختار واما الاخذ فيها وهى دون ذالك اى قدر القبضة كما يفعله بعض المغاربة ومخنثة الرجال فلم يبحه أحد كتاب الصوم باب ما يفسد وما لا يفسد ٢/٤١٨ طبع ايچ۔ ايم۔ سعيد.

۳) وفى امداد الفتاوى بالوں کے حلق وقصر اور خضاب وغیرہ/ مسائل خضاب ٤/٢١٧طبع دارالعلوم کراچی.

٤) ويكره (اى الخضاب) بالسواد اى لغير الحرب الدر المختار كتا ب الحظر والاباحة فصل فى البيع ٩/٦٩٦ طبع جديد رشيديه كوئٹه.
وكذا فى الهندية كتاب الكراهية الباب العشرون فى الزنية الخ ٥/٣٥٩ طبع رشيديه.
وكذا فى الموسوعة الفقهية ٢/١٠،١١ طبع.

٥) وفى فتاوى دارالعلوم ديوبند كتاب الصلوة باب الامامة سياہ خضاب استعمال کرنے والے کی امامت ٣/١١٨ طبع دارالاشاعت کراچی.

لیے سیاہ خضاب استعمال کرنا جائز ہے[۱]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۳ صفر ۱۳۹۱ھ

فاسق کی امامت کا حکم

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص امام مسجد ہے اور قرآن کا حافظ بھی مگر نماز پڑھا کر مصلی پر بیٹھ کر بہت بے ہودہ باتیں نمازیوں کے سامنے کرتا ہے۔ اور عوام لوگوں سے میل جول کرتا رہتا ہے۔ لہٰذا علماء دین کی خدمت میں تحریر ہے کیا ایسا شخص امام بنانے کے قابل ہے یا کہ نہیں اور ایسے شخص کے پیچھے نماز ہوتی ہے یا نہیں۔ کتب فقہ متداولہ سے تحریر فرماویں۔ نیز داڑھی بھی منڈواتا ہے۔ صرف نظر آتی ہے دوسرا کچھ بھی نہیں۔

ج

درمختار میں ہے کہ چار انگشت سے کم داڑھی کا قطع کرنا حرام ہے۔ **واما قطعها وهی دونها فلم يبحه احد الخ.** [۲] اسی طرح بے ہودہ اور خلاف شرع قسم کی باتیں کرنا بھی ناجائز ہے۔ پس ایسے شخص

---

۱) ولا خلاف انه لا بأس للغازی أن يخضب فی دار الحرب ليكون أهيب فی عين قرنه وأما من اختضب لأجل التزين للنسآ والجواری فقد منع من ذلك بعض العلماء والاصح انه لا بأس به وهو مروی عن ابی يوسف رحمه الله الخ مبسوط للسرخسی كتاب التحری ۱۹۹/۱۰ طبع إدارة القرآن كراچی.
وكذا فی رد المحتار مع الدر كتاب الحظر والاباحة فصل فی البيع ۶۹۶/۹ طبع جديد رشيديه كوئٹه. وكذا فی الهندية كتاب الكراهية الباب العشرون فی الزينة ۳۵۹/۵ طبع رشيديه. ولذا يحرم على الرجل قطع لحيته الدر المختار كتاب الحظر والاباحة فصل فی البيع ۴۰۷/۶ طبع ايچ۔ ايم۔ سعيد. ومثله فی الدر المختار كتاب الصوم باب ما يفسد وما لا يفسد ۴۱۸/۲ طبع ايچ۔ ايم ۔ سعيد كراچی.

۲) وفی الدر المختار كتاب الصوم باب ما يفسد وما لا يفسد ۴۱۸/۲ طبع ايچ۔ ايم ۔ سعيد كراچی.
وكذا فی الدر المختار كتاب الحضر والاباحة فصل فی البيع ۴۰۷/۶ طبع سعيد.

کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے(۱)۔لان فی امامته تعظیمه وتعظیم الفاسق حرام (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۱۱شعبان ۱۳۸۹ھ

ایک مشت سے کم داڑھی والے کے پیچھے نماز کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ داڑھی کترانے والا یعنی جس کی داڑھی قبضہ سے چھوٹی ہو اس کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہ؟ کیا اس نماز کا اعادہ واجب ہے یا نہ داڑھی کترانے اور منڈوانے میں کیا فرق ہے' داڑھی کے متعلق شرعی حیثیت کیا ہے۔ بینوا توجروا۔

اعفوا اللحی (الحدیث)(۳) سے وجوب اعفاء لحیہ ثابت ہوتا ہے اور اس کا تقاضا تو یہ تھا کہ قبضہ سے آگے بڑھایا جاتا لیکن ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ما زاد علی القبضه کا قطع ثابت ہو چکا ہے(۴)۔لہٰذا قبضہ سے کم کرنا کسی صورت میں جائز نہیں(۵) اور اس پر دوام واصرار گناہ کبیرہ ہے جو موجب فسق ہے اس کی

---

۱) فقد عللوا كراهة تقديمه بأنه لا يهتم لأمر دينه وبأن فى تقديمه للامامة تعظيمه وقد وجب عليهم إهانته شرعاً الخ رد المحتار كتاب الصلوة باب الامامة ۱/ ۵۶۰ طبع ايچ۔ ايم ۔ سعيد.
وكذا فى حلبى كبير كتاب الصلوة باب الامامة ص:۵۱۳ طبع سعيدى كتب خانه كوئٹه.
وكذا فى حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح كتاب الصلوة باب الامامة ص:۳۰۳ طبع كتب قديمى خانه.

۲) رد المحتار كتاب الصلوة باب الامامة ۱/ ۵۶۰ طبع ايچ۔ ايم ۔ سعيد.

۳) وفى صحيح البخارى باب اعفاء اللحى ۲/ ۸۷۵ طبع قديمى كتب خانه.
وكذا فى مشكوة المصابيح باب الترجل ۲/ ۳۸۰ طبع قديمى كتب خانه كراچى.

٤) وكان ابن عمر اذا حج او اعتمر قبض على لحيته فما فضل اخذه صحيح البخارى باب اعفاء اللحى ۲/ ۸۷۵ طبع قديمى كتب خانه كراچى.
وفى رد المحتار قال لأنه صح عن ابن عمر راوى هذا الحديث انه كان يأخذ الفاضل عن القبض كتاب الصوم باب ما يفسد ومالا يفسد ۳/ ٤۵۷ طبع جديد رشيديه كوئٹه.

۵) والسنة فيها القبضة ...... ولذا يحرم على الرجل قطع لحيته ...... الدر المختار كتاب الحضر والاباحة فصل فى البيع ۹/ ٦۷۱ طبع جديد رشيديه كوئٹه.
ومثله فى الدر المختار كتاب الصوم باب مايفسد وما لا يفسد ۲/ ٤۱۸ طبع ايچ۔ ايم۔ سعيد.

مستقل امامت جائز نہیں [۱] البتہ اگر کسی موقع پر ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنے کی مجبوری پیش آ جائے تو نماز پڑھ لینی چاہیے اور وہاں سے جانا نہیں چاہیے صلوا خلف کل برو فاجر [۲] داڑھی کی شرعی حیثیت حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی نوراللہ مرقدہ کے رسالہ سے معلوم کرلیں۔

ایک مشت سے کم داڑھی والے حافظ کی تراویح میں امامت کا حکم

س

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص حافظ قرآن ہے اور قرآن پاک صحیح اور اچھا پڑھتا ہے اور وہ رمضان المبارک میں نماز تراویح میں قرآن پاک سنانا چاہتا ہے۔ مگر وہ داڑھی کترواتا ہے اور اس کی داڑھی حد شرعی یعنی مٹھی سے بھی کم ہے۔ اس لیے بعض حضرات معترض ہیں کہ اس کی داڑھی خلاف سنت ہے۔ اس لیے اس کے پیچھے نماز تراویح جائز نہیں۔ لہٰذا اس مسئلہ میں شرعی فیصلہ صادر فرمادیں کہ ایسے حافظ کے پیچھے نماز تراویح جائز ہے یا نہیں اور یہ بات بھی ملحوظ خاطر رہے کہ اس شخص نے کچھ دنوں سے داڑھی کتروانی چھوڑ دی ہے اور آئندہ نہ کتروانے کا وعدہ بھی کیا ہے مگر ابھی تک داڑھی شرعی حد سے کم ہے۔ شاید کہ وہ رمضان المبارک تک بھی حد شرعی تک نہ پہنچے، اس لیے جواب دے کر ممنون فرماویں۔

ج

اگر داڑھی کترانی چھوڑ دی ہے اور توبہ تائب صدق دل سے ہوگیا ہے تو اس کی امامت جائز ہے [۳]

---

۱) لا ینبغی ان یقتدی بالفاسق الا فی الجمعة لانه فی غیرها یجد اماماً غیره الخ رد المختار کتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵۶۰ طبع ایچ۔ایم۔ سعید.

وکذا فی حلبی کبیر کتاب الصلوة باب الامامة ص:۵۱٤ طبع سعیدی.

وکذا فی التاتارخانیه کتاب الصلوة من هو أحق بالامامة ص:٦٠٣.

۲) حلبی کبیر کتاب الصلوة باب الامامة ص:۵۱٤ طبع سعیدی.

وکذا فی حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح کتاب الصلوة باب الامامة ص:۳۰۳ طبع دارالکتب. وکذا فی شرح الفقه الاکبر الکبیرة لا تخرج المؤمن عن الایمان ص:۲۲۷ طبع دار الابشائر الاسلامیه.

۳) التائب من الذنب کمن لا ذنب له ، مشکوة المصابیح کتاب اسماء الله تعالی باب الاستغفار والتوبة الفصل الثالث ۱/۲۰٦ طبع قدیمی کتب خانه.

وکذا فی سنن ابن ماجه باب التوبة ۳۲۲ طبع ایچ۔ایم۔سعید کراچی.

گو رمضان المبارک تک حد شرعی کو نہ بھی پہنچے۔مگر وہ ڈاڑھی پوری ہونے تک امامت نہ کرے کیونکہ دیکھنے والے جائز بالکراہت سمجھیں گے [۱]۔

جہاں ننانوے فیصدی داڑھی منڈوانے یا کتروانے والے ہوں تو امام کون بنے

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک قصبہ میں سارے کے سارے افراد ننانوے فی صدی داڑھی منڈے یا دو دو انگل والے ہیں۔ان میں قاری بھی ہیں اور حافظ بھی اور کچھ دین کا علم جاننے والے بھی ہیں۔لیکن سارے کے سارے داڑھی منڈے یا داڑھی کتروانے والے دو انگل یا تین انگل داڑھی والے ہیں۔ جب کہ چھوٹی داڑھی والے کے پیچھے نماز جائز نہیں' کیا یہ لوگ اکیلے اکیلے نماز پڑھیں یا ان میں سے کوئی امام بن جائے جماعت کرائے تو سب کی نماز ہو جائے گی یا نہیں اور جو ایک فی صدی داڑھی والے ہیں وہ بالکل ان پڑھ ہیں۔قل شریف بھی صحیح نہیں آتی۔ بینوا تو جروا۔

داڑھی قبضہ سے کم کرنا ناجائز ہے [۲] لہٰذا داڑھی کٹوانے اور منڈوانے والے فاسق ہیں اور فاسق کی امامت مکروہ ہے [۳]۔اس لیے ایسے شخص کو امام نہ بنانا چاہیے۔البتہ اگر ایسا شخص امام بن گیا تو جدا نماز پڑھنے

---

۱) دع ما يريبك الى مالا يريبك مشكوة المصابيح باب الكسب وطلب الحلال الفصل الثانى ۲٤۲/۱ طبع قديمى كتب خانه كراچى. وهكذا فى الصحيح البخارى كتاب البيوع باب فى تفسير المشبهات ۲۷۵/۱ طبع قديمى كتب خانه.

۲) واما الاخذ منها وهى دون ذالك كما يفعله بعض المغاربة ومخنثة الرجال فلم يبحه أحد الدر المختار كتاب الصوم باب ما يفسد ومالا يفسد ۲/ ٤۱۸ طبع سعيد.
وكذا فى الدر المختار والسنة فيها القبضة ولذا يحرم على الرجل قطع لحيته الخ كتاب الحظر والاباحة فصل فى البيع ۹/٤۷۵ طبع سعيد كراچى.

۳) ويكره امامة عبد...... وفاسق قال ابن عابدين وفاسق من الفسق وهو الخروج عن الاستقامة ولعل المراد به من يرتكب الكبائر كشارب الخمر والزانى وآكل الربوا ونحو ذالك الدر المختار كتاب الصلوة باب الامامة ۱/ ۵۵۹ طبع ايچ-ايم-سعيد.
وكذا فى خلاصة الفتاوى كتاب الصلوة الفصل الخامس عشر فى الامامة ۱/ ۱٤۵ طبع رشيديه.
وكذا فى حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح كتاب الصلوة فصل فى بيان الاحق بالامامة ص: ۳۰۳ طبع دار الكتب بيروت.

سے اس کے پیچھے نماز پڑھنا بہتر ہے۔ اس صورت مسئولہ میں چھوٹی داڑھی والے کا امام بننا بنسبت داڑھی منڈوانے والے کے اس وقت تک مناسب ہے جب تک کہ کوئی دوسرا صالح اور نیک امام میسر نہ آجائے اور اس کی کوشش کرتے رہنا ضروری ہے اور صلوٰۃ خلف الفاسق واجب الاعادہ نہیں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

امام کن صفات کا حامل ہونا چاہیے

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسائل کہ:

(۱) امام کن خصوصیات کا حامل ہونا چاہیے مفصل بیان کریں۔

(۲) ایسے امام کے پیچھے نماز جائز ہوسکتی ہے جس کی داڑھی شرع کے مطابق پوری نہ ہو یا بالکل ہی صاف ہو؟ شرع کے مطابق کم ازکم داڑھی کتنی ضروری ہے۔ قرآن وسنت کی روشنی میں ثابت کریں۔ جو اس مسئلہ کو نہ مانے اس کے لیے کیا حکم ہے شریعت میں۔

(۳) اس امام کے پیچھے نماز ہوسکتی ہے جس کی داڑھی ابھی اتر رہی ہو مگر شرع کے مطابق پوری نہ ہو۔

ج

(۱) امام کے لیے مسائل نماز سے واقفیت اور صالح ومتقی ہونا ضروری ہے۔ والاحق بالامامة تقديماً بل نصبا الا علم باحكام الصلوة فقط صحةً وفساداً بشرط اجتنابه للفواحش الظاهرة (۲)

---

۱) وفى النهر عن المحيط صلى خلف فاسق أو مبتدع نال فضل الجماعة إفادان الصلوة خلفهما اولى من الانفراد لكن لا ينال كما ينال خلف تقى ورع الخ الدر المختار مع رد كتاب الصلوة باب الامامة ۵۶۲/۱ طبع ايج ـ ايم ـ سعيد. وكذا فى حلبى كبير كتاب الصلوة باب الامامة ص:۵۱۴ طبع سعيدى كتب خانه كوئٹه. وكذا فى حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح كتاب الصلوة باب الامامة ص:۳۰۳ طبع دار الكتب بيروت.

۲) الدر المختار مع شرحه ردالمحتار كتاب الصلوة باب الامامة ۳۵۰/۲ طبع جديد رشيديه كوئٹه.

وكذا فى الفتاوى التاتارخانيه ـ وفى فتاوى الارشاد: يجب أن يكون إمام القوم فى الصلوة أفضلهم فى العلم والورع والتقوى والقراءة والحسب والنسب والجمال على هذا إجماع الامة. كتاب الصلوة من هو أحق بالامامة ۶۰۰/۱ طبع إدارة القرآن كراچى.

وكذا فى النهر الفائق كتاب الصلوة باب الأمامة ۱/ ۲۳۹ طبع دار الكتب بيروت.

(۲) درمختار میں ہے کہ چار انگشت سے کم داڑھی کا قطع کرنا حرام ہے۔ واما الاخذ منها وهی دون ذلک کما یفعله بعض المغاربة ومخنثة الرجال فلم یبحه احد [۱] نیز درمختار [۲] میں ہے۔ والسنة فیها القبضة الخ. ولذا یحرم علی الرجل قطع لحیته پس داڑھی منڈوانے والا اور ایک مشت سے کم کتروانے والا فاسق ہے۔ اور اس کی امامت مکروہ تحریمی ہے [۳]۔

(۳) اس کی امامت جائز بکراہت ہے [۴]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

داڑھی منڈانے، کٹانے، صرف رمضان میں رکھ لینے والوں کی امامت کا حکم

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ بعض حفاظ داڑھی منڈواتے ہیں، بعض شرعی مقدار پوری ہونے سے قبل کترواتے ہیں اور بعض نے عادت بنالی ہے کہ جب رمضان شریف آتا ہے تو ایک دو ماہ قبل کچھ بڑھا لیتے ہیں۔ رمضان شریف کے بعد پھر منڈواتے یا کتروادیتے ہیں۔ خصوصاً ایسے حفاظ کے پیچھے کہ جنھوں نے پہلے داڑھی رکھوائی ہوئی تھی اور اب منڈوادی ہے۔ شرعاً نماز تراویح پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔

---

۱) الدرالمختار مع شرحه ردالمحتار کتاب الصوم باب ما یفسد ومالا یفسد مطلب فی الاخذ من اللحیة ۴۱۸/۲ طبع ایچ-ایم-سعید کراچی.

۲) الدر المختار کتاب الحظر والاباحة فصل فی البیع ۴۰۶،۴۰۲/۶ طبع سعید کراچی.

۳) فی شرح المنیة علی أن کراهة تقدیمه کراهة تحریم رد المحتار کتاب الصلوة باب الامامة ۵۶۰/۱ طبع ایچ-ایم-سعید کراچی.

وکذا فی حلبی کبیر کتاب الصلوة باب الامامة ص:۵۱۳ طبع سعیدی کتب خانه کوئٹه.

وکذا فی حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح کتاب الصلوة باب الامامة ص:۳۰۳ طبع قدیمی کتب خانه.

۴) صلوا خلف کل بروفاجر حلبی کبیر کتاب الصلوة باب الامامة ص:۵۱۴ طبع سعیدی.

وکذا فی حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح کتاب الصلوة باب الامامة ص:۳۰۳ طبع قدیمی کتب خانه.

ویکره تنزیهاً امامة عبد وفاسق الدر المختار کتاب الصلوة باب الامامة ۵۵۹/۱ طبع ایچ-ایم-سعید کراچی.

﴿ج﴾

داڑھی منڈوانا یا حد شرع سے کم کرانا گناہ ہے (۱)۔ جو شخص ایسا کرتا ہے اس کے پیچھے نماز مکروہ ہوتی ہے (۲)۔ درمختار میں ہے کہ چار انگشت سے کم داڑھی کا قطع کرنا حرام ہے۔ **واما الاخذ منها وهی دون ذلک کما یفعله بعض المغاربة ومخنثة الرجال فلم یبحه احد** (۳) نیز درمختار (۴) میں ہے۔ **وکذا یحرم علی الرجل قطع لحیته**۔ اس سے پہلے ہے۔ **والسنة فیها القبضة.**

نیز ردالمحتار (۵) میں ہے۔ **ان کراهة تقدیمه (ای الفاسق) کراهة تحریم**۔ ان جزئیات سے معلوم ہوا کہ چار انگشت سے کم داڑھی قطع کرنے والے یا منڈوانے والے کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے اور ایسا شخص لائق امامت نہیں۔ تراویح میں بھی ایسے شخص کی امامت جائز نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

۱) والسنة فیها القبضه ولذا یحرم علی الرجل قطع لحیته الدرالمختار کتاب الحظر والاباحة فصل فی البیع ٦/٤٠٧ طبع ایچ۔ایم۔سعید کراچی.

وکذا فی الدر المختار کتاب الصوم باب ما یفسد ومالا یفسد مطلب فی الاخذ من اللحیة ٢/٤١٨ طبع سعید.

۲) ویکره امامة عبد ...... وفاسق الدرالمختار کتاب الصلوة باب الامامة ٥٥٩ طبع سعید.

ومثله فی خلاصة الفتاوی کتاب الصلوة الفصل الخامس عشر فی الامامة والاقتداء ١/ ١٤٥ طبع رشیدیه.

وکذا فی البنایة شرح الهدایه کتاب الصلوة باب الامامة ص:٣٣٢ طبع دار الکتب.

۳) وفی الدر المختار کتاب الصوم باب ما یفسد ومالا یفسد مطلب فی الاخذ من اللحیة ٢/٤١٨ طبع سعید.

٤) الدر المختار کتاب الحظر والاباحة فصل فی البیع ٦/٤٠٧ طبع سعید کراچی.

٥) رد المحتار مع الدرالمختار کتاب الصلوة باب الامامة ١/٥٦٠ طبع سعید کراچی.

وکذا فی حلبی کبیر کتاب الصلوة باب الامامة ص:٥١٣ طبع سعیدی کتب خانه کوئٹه.

وکذا فی حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح کتاب الصلوة باب الامامة ص:٣٠٣ طبع قدیمی کتب خانه.

ڈاڑھی کتروانے والے، ناظرہ خواں، واقف از مسائل میں سے نماز پڑھانے کے لیے کسے آگے کیا جائے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین مندرجہ ذیل مسائل میں کہ:

(۱) داڑھی کترانے اور مشت سے کم رکھوانے والے حافظ یا ناظرہ خواں صاحب کے پیچھے نماز فرض عین، فرض کفایہ یا تراویح وغیرہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں اگر جائز ہے تو کس وقت اگر کسی جگہ داڑھی منڈے کے علاوہ دوسرا کوئی آدمی نماز پڑھانے والا ہو تو کیا داڑھی منڈانے یا داڑھی کترانے والے کے پیچھے نماز پڑھ سکتے ہیں یا نہیں۔ کیا داڑھی منڈانے اور کترانے والے کے پیچھے داڑھی کترا اور داڑھی منڈا نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں۔ اگر داڑھی والا نہیں مل سکتا تو داڑھی منڈے یا داڑھی کترے کے پیچھے نماز پڑھ لیں یا جماعت ترک کر دیویں۔

(۲) ایک حافظ جو نماز کے مسئلوں سے واقف نہیں اور دوسرا ناظرہ خوان بھی موجود ہے۔ جو نماز کے مسئلوں سے واقفیت رکھتا ہے۔ ان دونوں صورتوں میں کس کے پیچھے نماز پڑھنی چاہیے۔

(۳) ایک آدمی قرآن کا حافظ ہے اور نماز کے مسئلوں سے بھی واقف ہے۔ مگر ناخن پالش لگا کر نماز پڑھاتا ہے اور دوسرا جو قرآن ناظرہ پڑھا ہوا ہے نماز کے مسائل سے بھی واقف نہیں ان دونوں میں سے کس کے پیچھے نماز پڑھنی چاہیے نماز ویسے ناظرہ خوان بھی پڑھا سکتا ہے۔

﴿ج﴾

(۱) درمختار میں ہے کہ چار انگشت سے کم داڑھی کا قطع کرنا حرام ہے۔ **واما قطعها وهي دونها فلم يبحه احد الخ**[1] نیز درمختار میں ہے۔ **وكذا يحرم على الرجل قطع لحيته**.[2] داڑھی

---

۱) الدر المختار کتاب الصوم باب ما یفسد ومالا یفسد مطلب فی الاخذ من اللحیة ۲/ ٤١٨ طبع سعید.
۲) الدر المختار کتاب الحظر والاباحة فصل فی البیع ٤٠٧/٦ طبع ایچ۔ایم۔ سعید کراچی.

کترانے ،مشت سے کم رکھوانے والے حافظ یا ناظرہ خوان کی امامت مکروہ تحریمی ہے [۱]۔فرض عین،فرض کفایہ،تراویح سب کا ایک حکم ہے۔سب میں ایسے فاسق کی امامت مکروہ ہے [۲]۔اگر شریعت کے مطابق داڑھی رکھنے والا نہیں ہے تو اکیلے پڑھنے سے اس کے پیچھے پڑھ لینا چاہیے [۳]۔لیکن ایسے شخص کو امام بنانا نہ چاہیے۔لان فی امامته تعظیمه وتعظیم الفاسق حرام [۴]۔

(۲) ناظرہ خوان واقف از مسائل زیادہ لائق امامت ہے۔**والاحق بالامامة تقديما بل نصبا الاعلم باحكام الصلوة فقط صحة وفسادا بشرط اجتنابه للفواحش الظاهرة** [۵]

---

۱) فی شرح المنية على ان كراهة تقديمه كراهة تحريم رد المحتار كتاب الصلوة باب الامامة ۱/ ۵٦۰ طبع ايچ-ايم - سعيد كراچی

وفی حلبی کبیر کتاب الصلوة باب الامامة ص: ۵۱٤ طبع سعیدی کتب خانه.

وكذا في حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح كتاب الصلوة باب الامامة ص: ۳۰۳ طبع قديمی کتب خانه.

۲) ويكره امامة عبد ...... وفاسق الخ الدر المختار كتاب الصلوة باب الامامة ۵۵۹ طبع ايچ- ايم-سعيد.

وكذا في خلاصة الفتاوى كتاب الصلوة الفصل الخامس عشر في الامامة ۱/ ۱٤۵ طبع رشيديه.

وكذا في البناية شرح الهدايه كتاب الصلوة باب الامامة ۲/ ۳۳۲،۳۳۳ طبع دارالكتب العمية.

۳) وفي النهر عن المحيط صلى خلف فاسق أو مبتدع نال فضل الجماعة أفادان الصلوة خلفهما أولى من الانفراد لكن لا ينال كما ينال خلف تقى ورع الخ الدر المختار مع رد كتاب الصلوة باب الامامة ۱/ ۵٦۲ طبع سعيد.

وكذا في حلبی کبیر کتاب الصلوة باب الامامة ص: ۵۱٤ طبع سعیدی کتب خانه.

وكذا في حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح كتاب الصلوة باب الامامة ص: ۳۰۳ طبع دارالكتب بيروت.

٤) واما الفاسق فقد عللوا كراهة تقديمه بأنه لا يهتم لامردينه وبأن في تقديمه للامامة تعظيمه وقد وجب عليهم إهانته شرعاً ، ردالمختار كتاب الصلوة باب الامامة ۱/ ۵٦۰ طبع سعيد.

وكذا في البناية شرح الهدايه كتاب الصلوة باب الامامة ۲/ ۳۳۳ طبع دارالكتب العمية.

وكذا في النهر الفائق كتاب الصلوة باب الأمامة ۱/ ۲٤۲ طبع دارالكتب بيروت.

۵) الدر المختار كتاب الصلوة باب الامامة ۱/ ۳۵۰ طبع ايچ - ايم- سعيد كراچی.

وكذا في الفتاوى التاتارخانيه- يجب أن يكون إمام القوم في الصلوة أفضلهم في العلم والورع والتقوى والقراءة والحسب الخ، كتاب الصلوة من هو أحق بالامامة ۱/ ٦۰۰ طبع إدارة القرآن والعلوم الاسلاميه كراچی پاكستان.

وكذا في النهر الفائق كتاب الصلوة باب الأمامة ۱/ ۲۳۹ طبع دارالكتب بيروت.

(۳) ناخن پالش کے اندر سے ناخن تک پانی وضو کے وقت سرایت نہیں کرتا اس لیے ناخن پالش کا استعمال درست نہیں اور ایسے شخص کی امامت درست نہیں بہر حال وضو کے پانی کا وضو کے اعضاء پر پہنچنا ضروری ہے اگر کسی حصہ پر پانی نہ پہنچے تو وضو نہیں ہوتا[۱]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

بودی داڑھی رکھے ہوئے شخص کے پیچھے نماز پڑھنے کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ اگر ایک جگہ پر کوئی باریش یا صاحب شرع آدمی نہیں تو لوگوں نے ایک داڑھی منڈے اور بودی داڑھی والے آدمی کو امام بنایا اور اس کے پیچھے اقتداء کی حالانکہ وہ آدمی صرف نماز کے علاوہ امامت کے احکام سے واقف نہیں۔ اس صورت میں اقتداء کرنے والوں کی نماز ہو جائے گی یا لوٹانی پڑے گی۔ اس صورت میں یہ بھی واضح فرمادیں کہ جماعت اولیٰ ہے یا فرداً فرداً پڑھنی اولیٰ ہے۔ بینوا توجروا۔

﴿ج﴾

درمختار میں ہے کہ چار انگشت سے کم داڑھی کا قطع کرنا حرام ہے۔ **واما قطعها وهى دونها فلم يبحه احد الخ.** [۲] اور نیز درمختار میں ہے۔ **وكذا يحرم على الرجل قطع لحيته** [۳]۔ پس شخص مذکور کے پیچھے نماز مکروہ ہے۔ اگرچہ **بحكم صلوا خلف كل بر وفاجر** [۴] اس کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے لیکن ایسے شخص کو امام نہ بنانا چاہیے **لان فى امامته تعظيمه وتعظيم الفاسق حرام** [۵]۔

---

۱) ويجب اى يفرض كل ما يمكن من البدن بلا حرج مرة كأذن الى اخره ولا يمنع الطهارة ونيم أى خرء ذباب وبرغوث لم يصل الماء تحته وحناء ولوجرمه به يفتي ودرن و وسخ وكذا دهن ودسومة الى اخره ولا يمنع ما على ظفر صباغ ولا طعام بين أسنانه الخ الدر المختار ۱۵۲/۱، ۱۵۴ كتاب الطهارة مطلب ابحاث الغسل طبع سعيد.
وكذا فى الفتاوى العالمكيرية الفصل الاول فى فرائض الوضو طبع رشيديه كوئٹه.
وكذا فى مراقى الفلاح كتاب الطهارة فصل فى تمام احكام الوضو ۶۳/۱ طبع قديمى.

۲) وفى الدر المختار كتاب الصوم باب ما يفسد ومالا يفسد ۴۰۷/۶ طبع سعيد كراچى.

۳) وكذا فى الدر المختار كتاب الحظر والاباحة فصل فى البيع ۴۰۷/۶ طبع ايچ۔ايم۔ سعيد كراچى.

۴) وكذافى حلبى كبير كتاب الصلوة باب الامامة ص۵۱۴ طبع سعيدى. وكذا فى حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح كتاب الصلوة باب الامامة ص:۳۰۳ طبع دارالكتب بيروت.

۵) واما الفاسق فقد عللوا كراهة تقديمه بأنه لا يهتم لامر دينه، وبأن فى تقديمه للامامة تعظيمه وقد وجب عليهم إهانته شرعاً، ردالمحتار كتاب الصلوة باب الامامة ۵۶۰/۱ طبع سعيد.
وكذا فى البناية شرح الهدايه كتاب الصلوة باب الامامة ۳۳۳/۲ طبع دارالكتب العمية.
وكذا فى النهر الفائق كتاب الصلوة باب الأمامة ۲۴۲/۱ طبع دارالكتب بيروت.

اگر ایسا موقع پیش آجائے کہ ایسا شخص جس کی داڑھی سنت کے مطابق ہو اور نماز کے مسائل جانتا ہو موجود نہ ہو تو نماز اسی داڑھی منڈے کے پیچھے باجماعت پڑھ لینی چاہیے اکیلے پڑھنے سے باجماعت پڑھ لینی اولیٰ ہے۔ درمختار میں ہے۔ وفی النہر عن المحیط صلی خلف فاسق او مبتدع نال فضل الجماعة [1]. اس پر علامہ شامی نے لکھا ہے۔ (قولہ نال فضل الجماعة افاد ان الصلوة خلفهما اولی من الانفراد.

فقط واللہ اعلم۔

امام و مقتدی سب داڑھی منڈے ہوں

کیا فرماتے ہیں علمائے دین دریں مسائل کہ:

(۱) داڑھی منڈے کے پیچھے نماز پڑھنی چاہیے یا نہ۔

(۲) خاص کر جب کوئی نماز پڑھانے والا نہیں ہے سوائے داڑھی منڈے کے تو کیا اس وقت نماز فرداً فرداً ادا کی جائے یا مع الجماعت ادا کی جائے۔ جیسے حدیث شریف میں ہے۔ صلوا خلف کل برو فاجر۔

(۳) کیا مقتدی اور امام سب داڑھی منڈے ہیں۔ تو ان کی نماز باجماعت ہونی چاہیے یا فرداً فرداً پڑھیں۔

(۴) شرعاً داڑھی کی اہمیت اور حکم کیا ہے۔

﴿ج﴾

(۱) داڑھی منڈے کے پیچھے نماز جائز ہے مع الکراہت [۲] (۲) ایسے موقع میں انفرادی سے داڑھی منڈے کے پیچھے نماز پڑھنا بہتر ہے۔ درمختار میں ہے وفی النہر عن المحیط صلی خلف فاسق

---

۱) الدر المختار مع رد کتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵٦۲ طبع سعید.
وکذافی حلبی کبیر کتاب الصلوة باب الامامة ص:۵۱٤ طبع سعیدی.
وکذا فی حاشیة الطحطاوی کتاب الصلوة باب الامامة ص:۳۰۳ طبع دارالکتب بیروت.

۲) ویکره امامة عبد وفاسق الخ الدر المختار کتاب الصلوة باب الامامة ۵۵۹ طبع ایچ۔ ایم۔سعید کراچی.
وکذا فی خلاصة الفتاوی کتاب الصلوة الفصل الخامس عشر فی الامامة ۱/ ۱٤۵ طبع رشیدیه.
وکذا فی التاتارخانیه ویکره ان یکون الامام فاسقاً، کتاب الصلوة باب الامامة ۱/٤۳۸ طبع ادارة القرآن والعلوم الاسلامیة کراچی.

او مبتدع نال فضل الجماعة[1] اس پر علامہ شامی رحمہ اللہ نے لکھا ہے۔ افاد ان الصلوۃ خلفهما اولی من الانفراد انتھی[2] (۳) ایسی صورت میں بھی نماز مع الجماعت ہونی چاہیے بلکہ اس میں کراہت بھی نہیں ہے[3]۔ (۴) داڑھی تمام انبیاء علیہم السلام کی سنت ہے اور اس سنت کا تارک بلاشبہ فاسق وفاجر ہوگا حتی کہ اس فعل شنیع پر مداومت کرنے سے یہ گناہ کبائر میں شمار ہوگا اس لیے کہ لا صغیرۃ مع الاصرار ولا کبیرۃ مع الاستغفار[4] ہمارے فقہاء احناف نے محلقین اور مقصرین دونوں پر سخت نکیر فرمائی ہے۔ درمختار میں ہے کہ واما الاخذ منها وهي دون ذلک کما یفعله بعض المغاربة ومخنثة الرجال فلم یبحه احد واخذ کلها فعل یهود الهند ومجوس الاعاجم[5]۔

سونے کی انگوٹھی استعمال کرنے والے کی امامت کا حکم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی امام مسجد داڑھی منڈوا کر یعنی بالکل چٹ کرا کے نماز پڑھائے یعنی امامت کرے ایسے عمل کے ساتھ نماز پڑھا سکتا ہے یا نہیں اگرچہ اس کو پتہ بھی ہو پھر بھی وہ یوں کہے کہ یہ فضول عمل ہے تو ایسے امام مسجد کے پیچھے نماز ہوسکتی ہے یا نہ اور پھر سونے کی انگوٹھی پہنے رکھے شرع محمدی ایسے امام کے بارہ میں کیا حکم دیتی ہے۔

---

۱) الدر المختار مع رد کتاب الصلوۃ باب الامامة ۵۶۲/۱ طبع سعید کراچی. وکذا فی حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح کتاب الصلوۃ باب الامامة ص:۳۰۳ طبع دارالکتب.

۲) رد المحتار مع الدر المختار کتاب الصلوۃ باب الامامة ۵۶۲/۱ طبع سعید کراچی. وکذافی حلبی کبیر کتاب الصلوۃ باب الامامة ص:۵۱٤ طبع سعیدی کتب خانه کراچی. وکذا فی حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح کتاب الصلوۃ باب الامامة ص:۳۰۳ طبع دارالکتب بیروت.

۳) هذا ان وجد غیرهم والا فلا کراهة (قال ابن عابدین) هذا ای ما ذکر من کراهة امامة المذکورین الدر المختار مع رد کتاب الصلوۃ باب الامامة ۳۵۸/۲ طبع جدیدرشیدیه کوئٹه.
وکذا فی حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح وإذا لم یجد غیر المخالف فلا کراهة فی الاقتداء به ...... کتاب الصلوۃ باب الامامة ص:۳۰٤ طبع دارالکتب بیروت.

٤) شرح الفقه الاکبر الانبیاء منزهون عن الکبائر والصغائر ص:۱۷۰ طبع دارالبشائر الاسلامیة.

۵) وفی الدر المختار کتاب الصوم باب ما یفسد وما لا یفسد ٤۱۸/۲ طبع ایج-ایم- سعید.
وکذا فی البحر الرائق کتاب الصوم باب مایفسد الصوم وما لا یفسد ٤۹۰/۱ طبع رشیدیه کوئٹه.
وکذا فی فتح القدیر کتاب الصوم باب ما یوجب القضاء والکفارة ۲۷۰/۲ طبع رشیدیه.

﴿ج﴾

داڑھی منڈوانا حرام ہے اوراس پر اصرار (۱) کرنا بہر حال گناہ کبیرہ ہے۔ سونے کی انگوٹھی مرد کے لیے استعمال کرنا بھی گناہ کبیرہ ہے (۲)۔ اس لیے ایسے شخص کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے (۳)۔ مسجد میں ایسے امام کا رکھنا جائز نہیں اسے معزول کر دیا جائے (۴)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

داڑھی منڈانے والے کی امامت کا حکم

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ داڑھی منڈانے اور کترانے والے کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں۔ اگر درست نہیں تو تفصیلی روشنی ڈالیں اور کسی معتبر کتاب کا حوالہ بھی تحریر فرماویں نیز قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم صلوا خلف کل برو فاجر کی تفصیل بھی مطلوب ہے۔ کیونکہ داڑھی کترانے والے امام اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں۔ کیونکہ حضور ﷺ کی حدیث کے الفاظ عام ہیں۔

---

١) والسنة فيها القبضة ولذا يحرم على الرجل قطع لحيته الدر المختار كتاب الحظر والاباحة فصل فى البيع ٤٠٨/٦ طبع سعيد. وكذا فى البحر الرائق كتاب الصوم باب مايفسد الصوم وما لا يفسد ٤٩٠/٢ طبع رشيديه. وكذا فى فتح القدير كتاب الصوم باب ما يوجب القضاء والكفارة ٢٧٠/٢ طبع رشيديه.

٢) ولايتحلى الرجل بذهب وفضة مطلقاً الخ رد المحتار مع الدر المختار كتاب الحظر والاباحة فصل فى اللبس ٣٥٨/٦ طبع ايچ ـ ايم سعيد كراچى. وكذا فى البحر الرائق كتاب الكراهية فصل فى اللبس ٣٤٨/٨ طبع رشيديه كوئٹه. وكذا فى الفتاوى العالمگيرية كتاب الكراهية الباب العاشر فى استعمال الذهب والفضة ص٣٣٥ ج٥ طبع رشيديه سر كى روڈ كوئٹه.

٣) فى شرح المنية على أن كراهة تقديمه كراهة تحريم رد المحتار كتاب الصلوة باب الامامة ٥٦٠/١ طبع ايچ ـ ايم ـ سعيد كراچى. وكذافى حلبى كبير كتاب الصلوة باب الامامة ص:٥١٣ طبع سعيدى كتب خانه. وكذا فى حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح كتاب الصلوة باب الامامة ص:٣٠٣ طبع قديمى كتب خانه.

٤) ويكره ان يكون الامام فاسقا ويكره للرجال أن يصلوا خلفه التاتارخانيه كتاب الصلوة من هو أحق بالامامة ٦٠٣/١ طبع إدارة القرآن كراچى. وكذا فى رد المحتار كتاب الصلوة باب الامامة ٥٥٩/١ طبع ايچ ـ ايم ـ سعيد. وكذا فى البحر الرائق كتاب الصلوة باب الامامة ٦١١/١ رشيديه كوئٹه.

﴿ج﴾

چونکہ حضور اکرم ﷺ کی احادیث مطہرہ میں مختلف الفاظ سے داڑھی بڑھانے کے حکم بھی وارد ہیں۔ چنانچہ اس قسم کے امر کے صیغے استعمال فرمائے ہیں۔ **اعفوا اللحی اوفوا اللحی. وفروا اللحی. کثروا اللحی وغیر ذالک** [1] اور ساتھ ساتھ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کا اس پر دوامی عمل ہے اور صیغۂ امر مع مواظبۃ العمل وجوب حکم کا فائدہ دیتا ہے۔ **کما ھوا المقرر فی اصول الفقه** [2] اس واسطے داڑھی کا چھوڑنا واجب ہے لیکن چونکہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے صحیح بخاری در بارۂ قطع مافوق القبضہ اثر موجود ہے اور صحابی کا قول **فیما لا یدرک بالرای** مرفوع کے حکم میں ہے۔ اس لیے مافوق القبضہ کے کاٹنے کے متعلق جواز کا حکم دیدیا۔ اگر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا یہ عمل صحیح بخاری میں منقول نہ ہوتا تو علی الاطلاق داڑھی کا بڑھانا واجب ہوتا [3]۔ بہر حال قبضہ سے کم کے کترانے کے عدم جواز پر اجماع ہے اور یہی مذہب ائمہ اربع کا ہے۔ شامی **واما الاخذ منها وهی دون ذالک (ای قدر القبضة) كما يفعله بعض المغاربة ومخنثة الرجال فلم يبحه احد** [4]۔ اس لیے داڑھی کا منڈوانا یا کتروانا اور اس پر دوام و اصرار کرنا گناہ کبیرہ ہے اور مرتکب اس کا فاسق ہے اور

---

۱) صحيح البخاری باب اعفاء اللحی ۸۷۵/۲ طبع قدیمی کتب خانه کراچی. وکذا فی صحیح البخاری باب اخراجهم ۸۷۵/۲ طبع قدیمی کتب خانه کراچی. وکذا فی مشکوة المصابیح باب النزجل ۳۸۰/۲ طبع قدیمی کتب خانه کراچی. وکذا فی جامع الترمذی باب ماجاء فی اعفاء اللحية ۱۰۵/۲ طبع سعید کراچی.

۲) فقال وموجب الوجوب لا الندب والاباحة نور الانوار مبحث الامر ص: ۳۱ طبع رشیدیه کوئٹه.

۳) وكان ابن عمر اذا حج او اعتمر قبض على لحيته فما فضل اخذه صحيح البخاری باب تقليم الاظفار الخ ۸۷۵/۲ طبع قدیمی کتب خانه.

وكذا فی رد المحتار قال لانه صح عن ابن عمر راوی هذا الحديث انه كان يأخذ الفاضل عن القبضة كتاب الصوم باب مام يفسد ومالا يفسد ۴۵۷/۳ طبع سعید کراچی.

وکذا فی البحر الرائق كتاب الصوم باب مايفسد الصوم وما لا يفسد ۴۹۰/۲ طبع رشیدیه.

وكذا فی فتح القدير كتاب الصوم باب ما يوجب القضاء والكفارة ۲۷۰/۲ طبع رشیدیه.

وكذا فی حاشية الطحطاوی على مراقی الفلاح كتاب الصلوة باب الامامة ص: ۳۰۱ طبع دار الكتب بیروت.

۴) ردالمحتار مع الدرالمختار كتاب الصوم باب مايفسدو مالا يفسدو وكذا فی البحرالرائق، کتاب الصوم، باب مايفسد الصوم وما لايفسد طبع رشیدیه، ص ۴۹۰، ج۲۔

وكذا فی فتح القدير كتاب الصوم باب مايوجب القضاء الكفارة، ص ۲۷۰، ج ۲، طبع رشیدیه

فاسق کوامام بنانا جائز نہیں اوراس کو امامت سے علیحدہ کرنا اگر وہ امام رکھا گیا ہے مسلمانوں پر لازم ہے تاکہ فاسق کی تکریم وتعظیم نہ ہو۔ اس لیے کہ مقام امامت کرامت وتعظیم ہے تو گویا کہ امام بنانا مکرم بنانا ہے اور فاسق کا فسق موجب اہانت ہے۔ اس لیے فاسق کا امام بنانا جائز نہیں۔ شامی میں ہے: **اما الفاسق فقد عللوا کراهة تقديمه بانه لا يهتم لا مر دينه وبان فی تقديمه للامامة تعظيمه وقد وجب عليهم اهانته' شرعاً الی ان قال فهو کا لمبتدع تکره امامته بکل حال بل مشی فی شرح المنية علی ان کراهة تقديمه کراهة تحريم کما ذکرنا. قال ولذالم تجز الصلوة خلفه اصلاً عند مالک و رواية عن احمد**[1] **الخ**۔

اور **قوله صلی الله عليه وسلم صلوا خلف کل برو فاجر** کے متعلق گزارش ہے کہ چونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالی نے بعد میں امت میں جو بڑے بڑے امور وواقعات خیر وشر کے درپیش ہونے والے تھے بتلا دیے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم امت پر انتہائی شفقت کرنے والے ہیں۔ اس لیے خیر کے حاصل کرنے اور شر سے بچنے کے متعلق بھی بہت کچھ راستے ارشاد فرماتے ہیں۔ انھیں واقعات میں سے امراء فساق کا تسلط ہے اور پھر جمعہ اور عیدین میں ان کا امام بننا ہے۔ نیز صحابہ کرام جو باطل ومنکر کے لیے ننگی تلوار ہیں نے ان کا سامنا کرنا ہے تو تصادم ہونا اور اختلاف وفتنہ ہونا اور زیادہ ہونا ظاہر تھا۔ اس واسطے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ **صلوا خلف کل برو فاجر** کہ اختلاف وفتنہ اور فساق کے پیچھے نماز پڑھنا ان میں اھون البلیتین اختیار کرلو[2]۔ یعنی اگر اصلاح کی صورت نہ ہو اور نیز ہٹانا بھی اصلح طریقے سے بغیر اختلاف فتنہ کے نہ ہو سکے (حکم شرعی یہ ہے) تو ہر فاسق وصالح کے پیچھے نماز پڑھ لیا کرو کہ نماز ہو جاتی ہے۔ نیز جماعت کی فضیلت بھی حاصل ہوگی[3]۔ لیکن نماز مکروہ ہوگی اور وہ خیر وبرکت

---

۱) الدرالمختار مع رد کتاب الصلوة باب الامامة ۱/ ۵٦۰ طبع سعید.
وکذافی حلبی کبیر کتاب الصلوة باب الامامة ص:۵۱۳ طبع سعیدی کتب خانه. وکذا فی حاشية الطحطاوی علی مراقی الفلاح کتاب الصلوة باب الامامة ص:۳۰۳ طبع قدیمی کتب خانه.

۲) لقوله علیه السلام صلوا خلف کل بر وفاجر شرح الفقه الاکبر الکبیرة لا تخرج المؤمن عن الایمان ص:۲۲۷ طبع دارالبشائر الاسلامیه. وکذافی حلبی کبیر کتاب الصلوة باب الامامة ص:۵۱٤ طبع سعیدی کتب خانه. وکذا فی حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح کتاب الصلوة باب الامامة ص:۳۰۳ طبع دارالکتب.

۳) صلی خلف فاسق او مبتدع نال فضل الجماعة أفادان الصلوة خلفهما اولی من الانفراد الخ ردالمحتار مع رد کتاب الصلوة باب الامامة ۱/ ۵٦۲ طبع سعید کراچی.
وکذافی حلبی کبیر کتاب الصلوة باب الامامة ص:۵۱٤ طبع سعیدی کتب خانه. وکذا فی حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح کتاب الصلوة باب الامامة ص:۳۰۳ طبع دارالکتب.

جو ایک متقی کے پیچھے حاصل ہوتی ہے وہ حاصل نہیں ہوگی (۱) اور باوجود نا اہل ہونے اور فاسق ہونے کے امام بننا اور ہٹانے سے نہ ہٹنے کی بنا پر سارا نقصان وکراہت کا وبال امام پر ہے (۲)۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

عارضی داڑھی والے کی تراویح میں امامت کا حکم

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک حافظ تمام سال داڑھی منڈاتا ہے اور رمضان شریف میں تراویح کی امامت کراتا ہے اور قرآن مجید سناتا ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ اگر فرض نماز کوئی دوسرا شخص پڑھائے اور تراویح داڑھی منڈا حافظ پڑھائے تو کوئی حرج نہیں کیا شرعاً یہ تراویح پڑھا سکتا ہے اور تراویح کی نماز اس کے پیچھے درست ہے۔

﴿ج﴾

شرعاً داڑھی کو مطلق چھوڑنے کا حکم ہے اور متعدد حدیثوں میں داڑھی کا حکم وارد ہے۔ **اعفوا اللحی ارخوا اللحی واوفوا اللحی وغیر ذالک** (۳) امر کے صیغے وارد ہیں اور بقدر مشت کم از کم داڑھی چھوڑنا واجب ہے (۴)۔ داڑھی منڈانا یا قدر مشت سے قبل کتروانا یعنی حد سنت جو کہ بقدر قبضہ ہے اس

---

۱) لکن لا ینال کما ینال خلف تقی ورع الخ الدر المختار مع رد کتاب الصلوة باب الامامة ۵٦۲ طبع ایچ۔ایم۔ سعید کراچی. وکذافی حلبی کبیر کتاب الصلوة باب الامامة ص:۵۱٤ طبع سعیدی کتب خانہ. وکذا فی حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح کتاب الصلوة باب الامامة ص:۳۰۳ طبع دار الکتب.

۲) ومن ام قوماً وهم له کارهون أن الکراهة لفساد فیه أولا نهم أحق بالامامة منه کره له ذالك تحریما لحدیث ابی داؤد لا یقبل الله صلوة من تقدم قوما وهم له کارهون الدر المختار کتاب الصلوة باب الامامة ص:۵۵۹ سعید.

۳) یکره ان یکون الامام فاسقا کتاب الصلوة من هو احق بالامامة ۱/٤۳۸ إدارة القرآن.
ویکره تنزیها امامة عبد وفاسق در مختار کتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵۵۹ سعید.
ومثله فی خلاصة الفتاوی کتاب الصلوة الفصل الخامس عشر فی الامامة ۱/۱٤۵ طبع رشیدیه.

٤) فقد عللوا کراهة تقدیمه بانه لا یهتم لامر دینه وبان فی تقدیمه للامامة تعظیمه وقد وجب علیهم إهانته شرعاً ...... الدر المختار مع رد کتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵٦۰ طبع ایچ۔ایم۔ سعید.
وکذافی حلبی کبیر کتاب الصلوة باب الامامة ص:۵۱۳ طبع سعیدی کتب خانه. وکذا فی حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح کتاب الصلوة باب الامامة ص:۳۰۳ طبع قدیمی کتب خانه.
وکذا فی البحر الرائق کتاب الصلوة باب الامامة ۱/٦۰۹ طبع رشیدیه کوئٹه.

سے کم کرنا اور اس پر دوام واصرار کرنا شرعاً فسق اور کبیرہ گناہ ہے [۱]۔ لہٰذا ایسا شخص جو کہ داڑھی منڈاتا ہے شرعاً فاسق ہے۔ امامت کا اہل نہیں اس کی امامت مکروہ تحریمی ہے [۲]۔ ایسے امام کو فرائض وتراویح دونوں میں امام بنانا جائز نہیں۔ بجائے ایسے حافظ کے غیر حافظ سنت کے مطابق داڑھی رکھنے والے کے پیچھے تراویح بغیر ختم کے پڑھی جائیں۔ فرائض ہوں یا تراویح دونوں میں داڑھی مونڈنے والے کو جو کہ فاسق ہے امام بنانا اس کو معظم بنانا ہے جو کہ شرعاً جائز نہیں [۳]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ احمد عفا اللہ عنہ

داڑھی منڈانے، سر کے بال خوب بڑھانے والے کی امامت کا حکم

کیا فرماتے ہیں علماء دین ان مسائل میں کہ:

(۱) جمعہ پڑھانے والا شخص عالم بھی نہیں داڑھی بھی غائب بلکہ دو سوتر یا ایک سوتر یعنی انچ کا آٹھواں حصہ یا دسواں حصہ یا آدھ حصہ یا ایک انچ داڑھی اور بال سر کے ایک فٹ لمبے یا ڈیڑھ فٹ لمبے تو کیا یہ شخص جمعہ یا جماعت کرا سکتا ہے۔ تکبیر اذان کہہ سکتا ہے۔ یہ شخص کہتا ہے کہ بال جب کبھی حج پر گیا تو وہاں کٹائے گا۔ اس سے پہلے نہیں۔ نماز جماعت وجمعہ کے مسائل سے بھی واقف نہیں ہے۔ (۲) کیا یہ شخص جنازہ پڑھا سکتا ہے (۳) متولی جامع مسجد یہی شخص ہے۔ جمعہ نہیں ہوتا دو مسجدیں اور ہیں۔ مگر کچھ لوگ شہر میں جو یہاں سے ایک سے دو میل دور ہے وہاں جاتے ہیں اور کچھ یہاں پڑھتے ہیں۔ دوسری مسجد میں قاری صاحب تقریباً ۲۰ یا ۲۵ لڑکے لڑکیوں کو روزانہ صبح شام درس قرآن دیتے ہیں۔ مگر جمعہ کے لیے اگر وہ شہر نہ جائیں تو وہاں جا کر پڑھوا دیتے ہیں۔ ورنہ وہی لمبے ڈیڑھ فٹ یا فٹ بھر بالوں والا اذان ونماز کراتا ہے اور یہ شخص قاری صاحب کو جمعہ کے لیے کہنا بھی کسر شان سمجھتا ہے۔ یہی متولی جامع مسجد لوگوں میں ہر دلعزیز بھی نہیں ہے۔ بلکہ زمین باپ دادا کی تھی اور باپ یا دادا نے اللہ کا گھر بنوایا تھا مگر اب بضد اور مصر ہیں۔ حکم شرع متین سے جلدی تحریر فرما کر ثواب دارین حاصل کریں۔

---

۱) وكذا فی صحیح البخاری باب تقلیم الاظفار ۸۷۵/۲ طبع قدیمی کتب خانه.
وكذا فی مشكوة المصابيح باب الترجل ۳۸۰/۲ قدیمی کتب خانه.
وكذا: جامع الترمذی باب ماجاء فی اعفاء اللحية ۱۰۵/۲ طبع سعید.

۲) فقال وموجبه الوجوب لا الندب والاباحة نورالانوار مبحث الامر ص:۳۱ طبع حقانیه پشاور.
وكذا فی الحسامی فصل فی الامر ص:۲۹ طبع رشیدیه سرکی روڈ کوئٹه.

﴿ج﴾

(۱) ایسا شخص جو داڑھی مٹھی بھر سے کم رکھتا ہے اور سر کے بال عورتوں جیسے خوب لمبے رکھتا ہے۔ مسائل نماز وغیرہ سے ناواقف ہے اگر جماعت کرائے تو اس کی امامت مکروہ تحریمی ہے [۱]۔ اگر کہیں دوسرے امام کے پیچھے جماعت میسر آسکے تو اس کے پیچھے ادا نہ کی جائے۔ ورنہ بصورت مجبوری اس کے پیچھے ہی ادا کی جائے [۲] (۲) اس کا حکم بھی وہی ہے جو اوپر بیان کر دیا گیا۔ (۳) صلاح مشورہ کے ساتھ کسی دوسرے مستحق و اہل شخص کو امام مقرر کیا جائے۔ فساد و فتنہ برپا نہ کیا جائے [۳]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۲۳ صفر ۱۳۸۵ھ

جاہل ڈاڑھی منڈانے والے کے پیچھے نماز کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین مندرجہ ذیل مسائل میں کہ:

(۱) کہ ایک شخص کے گھر لڑکی پیدا ہوئی وہ پانچ منٹ زندہ رہی پھر وہ مرگئی۔ اس کا نام بھی نہیں رکھا گیا اور جنازہ بھی نہیں پڑھایا گیا اس کو زمین کے ایک گڑھے کے اندر کر کے ڈالا گیا۔ (۲) وہی شخص قرآن مجید کا

---

۱) فی شرح المنیة علی أن کراهة تقدیمه کراهة تحریم رد المحتار کتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵۶۰ طبع ایچ۔ایم۔ سعید. وکذافی حلبی کبیر کتاب الصلوة باب الامامة ص:۵۱۳ طبع سعیدی کتب خانه. وکذا فی حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح کتاب الصلوة باب الامامة ص:۳۰۳ طبع قدیمی کتب خانه.

۲) وفی النهر عن المحیط صلی خلف فاسق او مبتدع نال فضل الجماعة أفادان الصلوة خلفهما اولی من الانفراد لکن لا ینال کما ینال خلف تقی ورع الدر المختار مع رد کتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵۶۲ طبع ایچ۔ایم۔سعید.
وکذافی حلبی کبیر کتاب الصلوة باب الامامة ص:۵۱۴ طبع سعیدی کتب خانه. وکذا فی حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح کتاب الصلوة باب الامامة ص:۳۰۳ طبع دار الکتب.

۳) بان فی تقدیمه للامامة تعظیمه وقدوجب علیهم اهانته شرعاً ردالمحتار کتاب الصلوٰة باب الامامة، ص ۵۶۰، ج۱، طبع سعید۔ وکذا فی حلبی کبیر کتاب الصلوٰة، باب الامامة، ص ۵۱۳، طبع سعیدی وکذا حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح کتاب الصلوٰة، باب الامامة ص ۳۰۳، طبع قدیمی کتب خانه۔

حافظ ہے' داڑھی منڈواتا ہے' قوم کا امام ہے کیا ایسے شخص کے پیچھے نمازیں پڑھنا ٹھیک ہے' نماز ہو جاتی ہے اگر نماز نہیں ہوتی تو مطلع کریں۔

﴿ج﴾

(۱) لڑکی جب زندہ پیدا ہوگئی تو پھر اس کا نام رکھنا تھا اور موت کی صورت میں اس کو غسل دینا اور کپڑے میں کفنانا اور اس کا جنازہ پڑھانا ضروری تھا[۱] اور بغیر نماز جنازہ کے دفنانے کی صورت میں تین یوم تک اس پر نماز جنازہ پڑھنا فرض کفایہ تھا[۲]، جس شخص کو بھی ان دنوں میں اس لڑکی کے زندہ پیدا ہونے اور بغیر جنازہ کے دفنانے کا علم ہوا اس شخص پر فرض تھا کہ نماز جنازہ ادا کرتا اب تین یوم گزرنے کے بعد نماز جنازہ ساقط ہو گیا ہے۔ ان لوگوں کو توبہ کرنا ضروری ہے[۳]۔

---

۱) ومن ولد فمات يغسل ويصلى عليه ويرث ويورث ويسمى (قال ابن عابدين (ويصلى عليه) ويكفن الخ الدر المختار مع رد المحتار كتاب الصلوة باب صلوة الجنازة ۱۵۲/۳ طبع جديد رشيديه سركى روڈ كوئٹه.

وكذا فى الهداية ومن استهل بعد الولادة سمى وغسل وصلى عليه الخ وكذا فى البناية شرح الهداية كتاب الصلوة باب الجنائز فصل فى الصلوة على الميت ۱۹۳/۱ طبع رحمانيه لاهور.

وكذا فى البناية شرح الهداية كتاب الصلوة باب الجنائز فصل فى الصلوة على الميت ۲۳۲/۳ طبع دار الكتب بيروت.

۲) وان دفن الميت ولم يصل عليه صلى على قبره ولان النبى صلى الله عليه وسلم صلى على قبر إمراة من الانصار ويصلى عليه قبل ان يتفسخ والمعتبر فى معرفة ذلك اكبر الراى هو الصحيح لاختلاف الحال والزمان والمكان الهداية كتاب الصلوة باب الجنائز ۲۱۳/۲، ۲۱٤ طبع دار الكتب بيروت.

وكذا فى الدر المختار مع رد وان دفن بغير صلاة صلى على قبره مالم يغلب على الظن تفسخه من غير تقدير هو الاصح (قال ابن عابدين)(هو الأصح) لانه يختلف باختلاف الأوقات حراً او برداً والميت سمينا وهزالا و الامكنة بحر وقيل يقدر بثلاثة أيام وقيل عشرة وقيل شهر كتاب الصلوة باب الجنائز ۲۲٤/۲ طبع ايچ۔ايم۔سعيد كراچى.

۳) والذين اذا فعلوا فاحشة او ظلموا انفسهم ذكروا الله فاستغفروا لذنوبهم سورة آل عمران الآية قوله تعالى يايها الذين آمنوا توبوا الى الله توبة نصوحاً سورة التحريم الآية ۸.

(۲) ایسا شخص فاسق ہے اور فاسق کی امامت مکروہ تحریمی ہے۔ ایسے شخص کو مستقل امام بنانا جائز نہیں ہے[۱] اور امام ہونے کی صورت میں اسے ہٹانا لازمی ہے[۲]۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ عبداللطیف غفرلہ

بے ریش کی امامت کا حکم

کیا فرماتے ہیں علماء دین ان مسائل میں کہ:

(۱) بے ریش مسلمان شخص جماعت کی امامت کرا سکتا ہے جبکہ مقتدیوں میں اور کوئی بھی امامت کے لیے تیار نہ ہو خواہ وہ باریش بھی کیوں نہ ہو۔ ہاں یہ ایک علیحدہ بات ہے کہ وقتی طور پر پڑھانے کے لیے کوئی رضامند ہو جائے اور صرف مذکور بے ریش مستقل امامت کے لیے موزوں اور مناسب ہو اور وہ امامت کرانے کے لیے رضامند بھی ہو اور مقتدی بھی راضی ہوں لیکن اگر صورت یہ ہو کہ ایک باریش بھی مستقل امامت کے فرائض سرانجام تو دے سکتا ہے۔ لیکن وہ اس امر کے لیے تیار نہ ہو، تو پھر صورت مسئلہ کیا ہوگی؟ نیز ایک شخص جو ریش ایک مٹھی سے کم رکھواتا ہو کیا وہ بھی دوسرے مقتدیوں پر امامت کے لیے فوقیت رکھتا ہے۔

(۲) کیا اُمّی کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے۔ بینوا توجروا۔

---

۱) علی ان کراهة تقدیمه کراهة تحریم رد المحتار کتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵۶۰ طبع ایچ۔ایم۔ سعید.

وکذافی حلبی کبیر کتاب الصلوة باب الامامة ص:۵۱۳ طبع سعیدی.

وکذا فی حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح کتاب الصلوة باب الامامة ص:۳۰۳ طبع دارالکتب بیروت.

۲) فقد عللوا کراهة تقدیمه بانه لا یهتم لامر دینه وبان فی تقدیمه للامامة تعظیمه وقد وجب علیهم إهانته شرعاً ...... رد المحتار کتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵۶۰ طبع ایچ۔ایم۔ سعید.

وکذافی حلبی کبیر کتاب الصلوة باب الامامة ص:۵۱۳ سعیدی.

وکذا فی حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح کتاب الصلوة باب الامامة ص:۳۰۳ طبع قدیمی کتب خانه.

﴿ج﴾

(۱) ڈاڑھی رکھنا سنت مؤکدہ بلکہ واجب ہے۔حدیث شریف میں وارد ہے۔ خمس من الفطرة وفيه ذكر اعفاء اللحية وقال صلى الله عليه وسلم اعفوا اللحى الحديث (۱) وقال في الدر المختار (۲) واما الاخذ منها وهي دون ذلك كما يفعله بعض المغاربة ومخنثة الرجال فلم يبحه احد. لہٰذا قبضہ سے کم ڈاڑھی رکھنے والا فاسق ہے اور فاسق کی امامت مکروہ تحریمی ہے (۳)۔لہٰذا ایسے شخص کو مستقل امام نہ بنایا جائے۔ اگر امام بنانے کی مجبوری بن جائے تو ایسے شخص کو توبہ کرانے کے بعد ڈاڑھی پوری کر لینے کے بعد امام بنالیا جائے (۴)۔ بشرطیکہ اس کے علاوہ کوئی اور علامتِ فسق نہ پائی جائے۔

(۲) اعمٰی کی امامت اس صورت میں بغیر کسی کراہت کے جائز ہے کہ وہ نجاست سے بچنے کے معاملہ میں خوب محتاط ہو۔اس سلسلہ میں وہ اپنے ساتھ کسی شخص کو رکھتا ہو (۵)۔

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح بندہ احمد عفا اللہ عنہ
۱۸ ربیع الثانی ۱۳۸۴ھ

---

۱) وفي الصحيح البخاري باب اعفاء اللحى ۲/۸۷۵ قديمي.
وكذا في صحيح البخاري باب اخراجهم ۲/۸۷۵ طبع قديمي كتب خانه.
وكذا في جامع الترمذي باب ما جاء في اعفاء اللحية ۲/۱۰۵ طبع سعيد.
وكذا في مشكوة المصابيح باب الترجل ۲/۳۸ طبع قديمي كتب خانه.

۲) وفي رد المحتار مع الدر المختار كتاب الصوم باب ما يفسدوما لا يفسد ۲/۴۱۸ سعيد.
وكذا في البحر الرائق كتاب الصوم باب مايفسد وما لا يفسد ۲/۴۹۰ طبع رشيديه.
وكذا في فتح القدير كتاب الصوم باب ما يوجب القضاء والكفارة ۲/۵۶۰ سعيد.

۳) على ان كراهة تقديمه كراهة تحريم رد المحتار كتاب الصلوة باب الامامة ۲/۵۶۰.
وكذافي حلبي كبير كتاب الصلوة باب الامامة ص:۵۱۳ سعيدى. وكذا في حاشية الطحطاوى على مراقي الفلاح كتاب الصلوة باب الامامة ص:۳۰۳ طبع قديمي كتب خانه.

۴) وعن عبد الله بن مسعود رضي الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم التائب من الذنب كمن لا ذنب له مشكوة المصابيح باب التوبة والاستغفار ص:۲۰۶ طبع قديمي كتب خانه.
وكذا في سنن ابن ماجه باب ذكر التوبة ص:۳۳۳ طبع سعيد.

۵) ويكره تنزيها امامة عبد ...... واعرابي وفاسق وأعمى ...... الخ الدر المختار كتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵۵۹ طبع ايچ-ايم-سيعد كراچى.
وكذا في خلاصة الفتاوى كتاب الصلوة الفصل الخامس عشر في الامامة ۱/۱۴۵ طبع رشيديه.
وكذا في البناية شرح الهداية كتاب الصلوة باب الامامة ۲/۳۳۲،۳۳۳ طبع دارالكتب بيروت.

بوقت ضرورت ڈاڑھی منڈے کے پیچھے نماز پڑھنے کا حکم

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک جامع مسجد میں ایک عالم دین خطیب تو ہے لیکن کبھی کبھی کسی ضروری کام کی غرض سے وہ کہیں چلا جاتا ہے تو پھر ہم ایک اور شخص کو مجبور کرتے ہیں کہ وہ نماز پڑھائے حالانکہ وہ شخص بھی مجبوراً خطیب اصل کی عدم موجودگی میں نماز پڑھاتا ہے۔ یہ شخص بھی عالم دین ہے۔ لیکن داڑھی کٹاتا ہے۔ آپ یہ بتائیں کہ آیا اس کے پیچھے نماز ہوجاتی ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

ایسے شخص کے پیچھے نماز مکروہ ہے فرض ادا ہو جاتے ہیں [1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۹ شعبان ۱۳۹۶ھ

ڈاڑھی کی شرعی حیثیت

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ داڑھی رکھوانا شریعت میں فرض ہے یا واجب یا سنت ہے اور اسی طرح آیا امام کے لیے داڑھی رکھنا شرائط امامت میں سے ہے یا کہ نہیں اگر ایک شخص کسی جگہ کا امام ہے اور پھر اس کی داڑھی حد شریعت سے کم ہے۔ کیا اس کو امام بنایا جاسکتا ہے یا کہ نہیں اور پھر یہ مذکور کوئی عالم بھی نہیں صرف قرآن شریف کا حافظ ہے۔ کیا اس کے پیچھے نماز ہوسکتی ہے یا اعادہ ضروری ہے۔ کیا اس کو ہمیشہ کے لیے امام بنایا جاسکتا ہے یا کہ نہیں۔ بینوا توجروا۔

---

۱) ویکره ان یکون الامام فاسقاً التاتار خانیه کتاب الصلوة من هو أحق بالامامة ۱/ ٤٣٨ إدارة القرآن.
وكذا فی الدر المختار کتاب الصلوة باب الامامة ۱/ ٥٥٩ طبع ایچ۔ایم۔سعید.
وكذا فی البحر الرائق کتاب الصلوة باب الامامة ۱/ ٦١١ طبع رشیدیه کوئٹه.
وهذا ذکره فی النهر بحثا أخذا من تعلیل الاعمی بأنه لا یتوقی النجاسة رد المحتار کتاب کتاب الصلوة باب الامامة ۱/ ٥٦٠ طبع ایچ۔ایم۔سعید.

﴿ج﴾

داڑھی رکھوانا شرعاً واجب ہے نہ رکھوانے والا فاسق مردود الشہادۃ ہے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اعفوا اللحی بعض روایت میں ارخوا اللحی بعض میں وفروا اللحی بعض میں کثروا اللحی بعض میں اوفوا اللحی کے مختلف امر کے صیغے مروی ہیں [1]۔ امر وجوب کے لیے ہوتا ہے [2]۔ بالخصوص جب کہ مواظبت عمل سے اس کی تائید ہوئی ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام وسلف صالحین کسی نے بھی قبضہ سے کم داڑھی نہیں کٹوائی صاحب درمختار نے لکھا ہے۔ **واما الاخذ منها وهي دون ذلك كما يفعله بعض المغاربة ومخنثة الرجال فلم يبحه احد واخذ كلها فعل يهود الهند ومجوس الاعاجم** [3] اس لیے ایسے شخص کی امامت مکروہ ہے جو قبضہ سے کم داڑھی رکھتا ہو اس کو امام نہ بنایا جائے جاہل شخص کو بھی امام نہ بنایا جاوے [4] اگرچہ قرآن کا حافظ ہو۔ اگر کسی وقت پڑھ لی تو اگر کوئی مفسد نماز پیش نہ آیا ہو تو نماز ہو جاتی ہے۔ اعادہ لازم نہیں ہے [5]۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

عبدالرحمن نائب مفتی

الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ

---

۱) صحیح البخاری باب اعفاء اللحی ۸۷۵/۲ طبع قدیمی کتب خانہ کراچی.
وکذا فی جامع الترمذی باب ما جاء فی اعفاء اللحیة ۱۰۵/۲ طبع سعید کتب خانہ کراچی.
وکذا فی مشکوة المصابیح باب الترجل ۳۸۰/۲ طبع قدیمی کتب خانہ کراچی.

۲) فقال وموجبه الوجوب لا الندب والاباحة نورالانوار مبحث الامر ص:۳۱ طبع حقانیه پشاور.
وکذا فی الحسامی فصل فی الامر ص:۲۹ طبع رشیدیه سرکی روڈ کوئٹه.

۳) الدر المختار کتاب الصوم باب ما یفسد ومالا یفسد ۴۱۸/۲ طبع ایچ۔ایم۔ سعید.
وکذا فی البحرالرائق کتاب الصوم باب ما یفسد وما لا یفسد ۴۹۰/۲ طبع رشدیه کراچی.
وکذا فی فتح القدیر کتاب الصوم باب ما یوجب القضاء والکفارة ۲۷۰/۲ طبع رشیدیه کوئٹه.

۴) وکره امامة العبد والأعمی والاعرابی وولد الزنا الجاهل الخ کتاب الصلوة باب الامامة ص:۳۰۲ طبع قدیمی کتب خانه کراچی.
وکذا فی الدر المختار مع رد کتاب الصلوة باب الاماة ۵۶۰/۱ طبع ایچ ایم۔سعید.
وکذا فی البنایة شرح الهدایة کتاب الصلوة باب الامامة ۳۳۳،۳۳۲/۲ طبع دارالکتب بیروت.

۵) ویکره تنزیها امامة عبد واعرابی وفاسق واعمی الخ کتاب الصلوة باب الامامة ۵۵۹/۱ سعید.
وکذا فی بدائع الصنائع تجوز امامة العبد والفاسق کتاب الصلوة باب الامامة ۳۸۶/۱ رشیدیه.
وکذا فی خلاصة الفتاوی کتاب الصلوة الفصل الخامس عشر فی الامامة ۱۴۵/۱ طبع رشیدیه کوئٹه.

ایک مشت ڈاڑھی رکھنا واجب ہے، کیا ڈاڑھی منڈانے والے کو قتل کیا جائے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ یہاں پر دو فریقوں کا تنازعہ ہے کہ جو شخص داڑھی کٹواتا ہے۔ منڈواتا ہے۔ یعنی چار انگل سے کم رکھتا ہے وہ شخص امامت نہ کرائے۔ چاہے وہ عالم ہو یا عالم نہ ہو اس کی امامت مکروہ تحریمی ہے اور جو اس کے پیچھے نماز پڑھی ہے وہ دوہرائی جائے اور جو شخص داڑھی منڈاتا ہے اور کٹواتا ہے وہ فاسق اور فاجر ہے اور لائق قتل ہے اور امامت جائز نہیں ہے۔ اس مسئلہ کا صحیح جواب احادیث سے فرمایا جائے۔

﴿ج﴾

حدیث شریف میں ہے **عشر من الفطرة منها اعفاء اللحية** نیز وارد ہے۔ **اعفوا اللحی، ارخوا اللحی واوفوا اللحی. وکثروا اللحی** اور **وفروا اللحی**۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے داڑھی چھوڑنے۔ بڑھانے پورا کرنے لٹکانے کا ان احادیث میں حکم فرمایا ہے [1]۔ نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے تمام انبیاء علیہم السلام کی سنت قرار دیا ہے [2] جس امر کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دائمی عمل بھی ہو اور حکم بھی فرمایا ہو۔ وہ امر واجب ہوتا ہے [3]۔ اس کا ترک اور ترک پر مداومت کرنا فسق ہوتا ہے [4]۔ اس لیے

---

۱) النسائی کتاب الزینة من السنن الفطرة ۲/۲۷٤ طبع قدیمی کتب خانه.
وکذا فی جامع الترمذی باب ما جاء فی اعفاء اللحية ۲/۱۰۵ طبع سعید کراچی.
وکذا فی مشکوة المصابیح باب الترجل ۳۸۰ طبع قدیمی کتب خانه کراچی.

۲) فقال وموجبه (ای الامر) الوجوب لا الندب والاباحة نورالانوار مبحث الامر ص: ۳۱ طبع حقانیه پشاور. وکذا فی الحسامی فصل فی الامر ص: ۲۹ طبع رشیدیه سرکی روڈ کوئٹه.

۳) وفاسق من الفسق وهو الخروج عن الأستقامة ولعل المرادبه من یرتکب الکبائر کشارب الخمر الخ رد المختار کتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵٦۰ طبع سعید کراچی.
وکذا فی تفسیر روح المعانی سورة البقرة الآیة ۲٦، ۱/۲۸٤ طبع دار أحیاء التراث.
وکذافی حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح کتاب الصلوة باب الامامة ۳۰۳ دارالکتب.

٤) اما الفاسق فقد عللوا علی ان کراهة تقدیمه کراهة تحریم رد المختار کتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵٦۰ طبع ایچ۔ایم۔سعید. وکذا فی حلبی کبیر کتاب الصلوة باب الامامة ۵۱۳ سعیدی.
وکذافی حاشیة الطحطاوی کتاب الصلوة فصل فی بیان میں أحق باب الامامة ۳۰۳طبع دارالکتب بیروت.

داڑھی کا قبضہ سے کم کٹوانے والا فاسق اس کی امامت مکروہ ہے۔ امامت کے لیے متقی، متورع، عالم کی ضرورت ہے[1] البتہ یہ کہ اس کو قتل کیا جاوے۔ وغیرہ وغیرہ یہ سب باتیں محض لغو ہیں۔ انھیں بہتر سے بہتر طریق سے سمجھایا جائے[2] تاکہ وہ سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل کرنے پر آمادہ ہو جائیں۔ واللہ اعلم۔

محمود عفا اللہ عنہ

۳ ربیع الاول ۱۳۸۱ھ

دوسروں کو قبضہ سے کم ڈاڑھی کرنے پر اکسانے والے کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ان مسائل میں کہ:

(۱) ایک آدمی کی ڈاڑھی سنت کے خلاف ہے۔ یعنی ڈیڑھ یا دو انگل ہے۔ اس کے پیچھے نماز فرض، نماز نفل، رمضان المبارک میں تراویح پڑھنا جائز ہے یا کہ نہیں؟

(۲) ایک آدمی امام مسجد ہے۔ اس کی ڈاڑھی خلاف سنت ہے یعنی دو انگل ہے۔ ایک تو خود سنت کے خلاف کرتا ہے۔ دوسرے جس آدمی کی ڈاڑھی سنت کے موافق ہے اس کو کہتا ہے میاں کیا ڈاڑھی بڑھاتے جا رہے ہو کوئی شریعت میں ڈاڑھی کا ثبوت نہیں سوائے ایک دو انگل کے مثلاً زید امام ہے اور بکر سے مندرجہ بالا بات کہتا ہے۔ ایسے طریقہ سے کہتا ہے کہ بکر کا دل دکھتا ہے۔ ایسے امام کے لیے کیا حکم ہے۔

﴿ج﴾

(۱) جس کی داڑھی مشت بھر سے کم ہو[3]۔ خواہ بالکل منڈواتا ہو یا کترواتا ہو اور اس فعل پر اصرار

---

۱) یجب أن یکون امام القوم فی الصلوة أفضلهم فی العلم والورع والتقوی التاتارخانیه کتاب الصلوة باب من هو أحق بالامامة ۱/۴۳۶ طبع مکتبه الإدراة القرآن والعلوم الاسلامیة
وکذا فی الدر المختار والاحق بالامامة تقدیما بل نصبا مجمع الانهرالا علم بأحکام الصلوة ثم الاحسن تلاوة للقرأة ثم الاورع ثم الاسن الخ کتاب الصلوة باب الإمامة ۱/۵۵۷ سعید.
وکذا فی النهر الفائق کتاب الصلوة باب الأمامة ۱/ ۲۳۹ طبع دارالکتب العلمیة بیروت.

۲) قوله تعالی ادع الی سبیل ربك بالحکمة والموعظة الحسنة سورة النحل الآیة ۱۲۵.

۳) السنة فیها القبضة ولذا یحرم عل الرجل قطع لحیته الدر المختار کتاب الحظر والاباحة فصل فی البیع ۶/۴۰۷ طبع ایچ۔ایم۔سعید کراچی.
وکذا فی رد المحتار کتاب الصوم باب مام یفسد ومالا یفسد ۲/۴۵۷ طبع سعید کراچی.
وکذا فی البحر الرائق کتاب الصوم باب مایفسد الصوم وما لا یفسد ۲/۴۹۰ طبع رشیدیه.

اور مداومت کرتا ہوا ایسا شخص فاسق ہے اور اس کی امامت مکروہ ہے [۱]۔

(۲) ایسا شخص جو خود اصرار کے ساتھ ڈاڑھی خلاف سنت رکھتا ہے اور پھر دوسرے سنت کے مطابق ڈاڑھی رکھنے والوں سے معارضہ کرتا ہے۔ یہ شخص بڑا گناہ گار ہوتا ہے۔ ایسا امام مستحق عزل ہے [۲] اس کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے [۳]۔ ھکذا فی امداد الفتاوی ج ۴ ص ۲۱۱۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سر پر انگریزی بال رکھنے والے کی امامت کا حکم

ایک حافظ قرآن ڈاڑھی منڈواتا ہے۔ سر پر انگریزی بال ہیں نماز کبھی کبھی پڑھتا ہے۔ ایسے حافظ کے پیچھے نماز تراویح جائز ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

درمختار میں ہے کہ چار انگشت سے کم ڈاڑھی کا قطع کرنا یا منڈانا حرام ہے۔ **واما قطعها وهي دونها فلم يبحه احد** [۴]۔

---

۱) ویکره ان یکون الامام فاسقا الخ التاتارخانیه کتاب الصلوة باب من هو احق بالامامة ۱/ ۴۳۸ طبع إدارة القرآن کراچی. وکذا فی الدر المختار مع رد کتاب الصلوة باب الامامة ۱/ ۵۵۹ طبع سعید کراچی. وکذافی خلاصة الفتاوی کتاب الصلوة الفصل الخامس عشر فی الامامة والاقتداء ۱/ ۱۴۵ طبع رشیدیه سرکی روڈ کوئٹه.

۲) کراهة تقدیمه بأنه لا یهتم لأمر دینه وبأن فی تقدیمه للامامة تعظیمه وقد وجب علیهم اهانته شرعاً ردالمحتار کتاب الصلوة باب الامامة ص: ۵۶۰ طبع ایچ۔ایم۔سعید.

وکذافی حلبی کبیر کتاب الصلوة باب الامامة ص: ۵۱۳ طبع سعیدی. وکذا فی حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح کتاب الصلوة باب الامامة ص: ۳۰۳ طبع قدیمی کتب خانه.

۳) علی ان کراهة تقدیمه کراهة تحریم کتاب الصلوة باب الامامة ۱/ ۵۶۰ طبع ایچ۔ایم۔ سعید.

وکذافی حلبی کبیر کتاب الصلوة باب الامامة ص: ۵۱۳ طبع سعیدی. وکذا فی حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح کتاب الصلوة باب الامامة ص: ۳۰۳ طبع دارالکتب بیروت.

۴) وفی الدر المختار کتاب الصوم باب مایفسد ومالا یفسد ۲/ ۴۱۸ طبع سعید کراچی.

وکذا فی البحر الرائق کتاب الصوم باب مایفسد الصوم وما لا یفسد ۲/ ۴۹۰ طبع رشیدیه.

وکذا فی فتح القدیر کتاب الصوم باب ما یوجب القضاء والکفارة ۲/ ۲۷۰ طبع رشیدیه کوئٹه.

نیز درمختار میں ہے-ولذا یحرم علی الرجل قطع لحیته [۱]-اس سے پہلے ہے والسنة فیھا القبضة [۲]-پس شخص مذکور کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے ویکرہ امامة عبد - الخ و فاسق- (درمختار) ان کراھة تقدیمه ای الفاسق کراھة تحریم [۳]

ایسے شخص کو کسی بھی نماز میں امام نہ بنانا چاہیے-لان فی امامته تعظیمه وتعظیم الفاسق حرام [۴] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ڈاڑھی کٹانے سے توبہ کرلے تو کب امام بنایا جائے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک حافظ قرآن جو کہ پابند صوم وصلوٰۃ ہے اور اعتقاد صحیح رکھتا ہے- لیکن ڈاڑھی منڈاتا ہے- کیا اس کے پیچھے نماز مفروضہ یا تراویح پڑھنا جائز ہے یا ناجائز نیز اگر وہ آج تائب ہو جائے تب شرعاً کیا حکم ہے- بینوا توجروا

شرعاً داڑھی کو مطلق چھوڑنے کا حکم ہے اور بقدر مشت کم از کم ڈاڑھی چھوڑنا واجب ہے- ڈاڑھی منڈانا یا حد سنت یعنی بقدر مشت سے قبل کتروانا اور اس پر دوام واصرار کرنا شرعاً فسق وکبیرہ گناہ ہے- لہٰذا

---

۱) الدر المختار کتاب الحظر والاباحة فصل فی البیع ۴۰۷/۶ طبع سیعد.
وکذا فی خلاصة الفتاوی کتاب الصلوة الفصل الخامس عشر فی الامامة ۱۴۵/۱ طبع رشیدیه.
ومثله فی البنایة شرح الهدایة کتاب الصلوة باب الامامة ۳۳۳،۳۳۲/۲ طبع دار الکتب بیروت.
۲) الدرالمختار/ کتاب الحظروالاباحة/ فصل فی البیع ص ۴۰۷، ج ۲، طبع رشیدیه کوئٹه)
۳) رد المحتار کتاب الصلوة باب الامامة ۵۶۰/۱ طبع سعید.
وکذا فی حلبی کبیر کتاب الصلوة باب الامامة ص:۵۱۳ طبع سعیدی کوئٹه.
وکذا فی حاشیة الطحطاوی کتاب الصلوة باب الامامة ص:۳۰۲ طبع کتب قدیمی خانة.
۵) کراهة تقدیمه بأنه لا یهتم لامر دینه وبأن فی تقدیمه للامامة تعظیمه وقد وجب علهیم إهانته شرعاً، الخ ردالمحتار کتاب الصلوة باب الامامة ۵۶۰/۱ طبع سعید کراچی.
وکذا فی حلبی کبیر کتاب الصلوة باب الامامة ۵۱۳ طبع سعیدی.
وکذا فی حاشیة الطحطاوی کتاب الصلوة ص:۳۰۳ قدیمی کتب خانه.

ایسا شخص جو ڈاڑھی منڈاتا ہے شرعاً فاسق ہے (۱) امامت کا اہل نہیں۔ اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے (۲)۔ ایسے امام کو فرائض وتراویح میں امام بنانا جائز نہیں (۳)۔ ایسے حافظ کے بجائے غیر حافظ سنت کے مطابق ڈاڑھی رکھنے والے کے پیچھے تراویح بغیر ختم کے پڑھنا اچھا ہے (۴)۔ لہٰذا اگر دوسرا کوئی حافظ سنت کے مطابق ڈاڑھی رکھنے والا نہ ملے تو بھی اس کو تراویح میں امام نہ بنایا جائے اور تائب ہو جانے کے بعد بھی جب تک ڈاڑھی قدر سنت یعنی قبضہ سے کم ہو امام نہ بنایا جائے (۵)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

۱) والسنة فيها القبضة ولذا يحرم على الرجل قطع لحيته الدرالمختار كتاب الحظر والاباحة فصل فی البيع ٤٠٧/٦ طبع سعيد كراچی.
وكذا فی الد ر المختار كتاب الصوم باب ما يفسد ومالا يفسد ٤١٨/٢ طبع سعيد كراچی.
وكذا فی البحر الرائق كتاب الصوم باب مايفسد الصوم وما لا يفسد ٤٩٠/٢ طبع رشيديه كوئٹه.

۲) على ان كراهة تقديمه كراهة تحريم رد المحتار كتاب الصلوة باب الامامة ٥٦٠/١ طبع سعيد.
وكذا فی حلبی كبير كتاب الصلوة باب الامامة ص:٥١٣ طبع سعيدی.
وكذا فی حاشية الطحطاوی على مراقی الفلاح كتاب الصلوة باب الامامة ٣٠٣ طبع دارالكتب بيروت.

۳) راجع الى حاشية حاشية نمبر٤، بر صفحه :١٣٦ انفاً.

٤) يجب أن يكون إمام القوم فی الصلوة أفضلهم فی العلم والورع والتقوى والقراءة الخ التاتارخانيه كتاب الصلوة من هو أحق بالامامة ٦٠٠/١ طبع إدارة القرآن.
وكذا فی الدر المختار كتاب الصلوة باب الامامة ٥٥٧/١ طبع سعيد كراچی.
وكذا فی النهر الفائق كتاب الصلوة باب الإمامة ٢٣٩/١ طبع دار الكتب بيروت لبنان.

٥) وعن عبد الله بن مسعود رضی الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم التائب من الذنب كمن لا ذنب له مشكوة المصابيح باب التوبة والاستغفار ص ٢٠٦ طبع قديمی كتب خانه وكذا فی سنن ابن ماجه باب ذكر التوبة ص: ٣٢٣ طبع سعيد.

ڈاڑھی کٹانے والا توبہ کرلے تو اس کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس بارے میں کہ:

(۱) جو لڑکا نابالغ بے ریش ہو اس کی امامت صحیح ہے یا نہیں۔

(۲) جو شخص ریش کٹواتا ہے یا منڈواتا ہے اس کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں۔

(۳) امامت میں ریش کٹوانے یا منڈوانے والا بالغ بے ریش پر فوقیت رکھتا ہے یا نہیں۔

(۴) اگر کسی امام مسجد کی ڈاڑھی قبضہ سے کم ہے اور اس نے یہ وعدہ کیا کہ میں آئندہ اپنی ڈاڑھی کو نہیں کٹواؤں گا تو اس کی امامت اسی وقت سے جائز ہو سکتی ہے یا جب تک کہ ڈاڑھی پوری نہ ہو جائے۔

(۵) قبضہ ہونٹوں سے مراد ہے یا ٹھوڑی سے جواب معتبر کتب حنفیہ سے دیں۔

﴿ج﴾

(۱) امامت بالغ بے ریش کی صحیح ہے لیکن اگر وہ حسین ہے جس کی جانب شہوت سے التفات کا خطرہ ہو تو مکروہ ہوگی۔ لیکن یہ کراہت تنزیہی ہے۔ درمختار میں ہے (**وكذا تكره خلف امرد وقال الشامی الظاهر انها تنزيهة كما قال الرحمتی ان المراد به الصبيح الوجه لانه محل الفتنة**[۱])۔

(۲) ڈاڑھی منڈوانا اور قبضہ سے کم کاٹنا اور کتروانا دونوں جائز نہیں ہیں[۲] ایسا کرنے والا فاسق ہے اور فاسق کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے[۳]۔

---

۱) الدر المختار كتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵۶۲ طبع سعيد. وكذا فی حاشية الطحطاوی علی مراقی الفلاح كتاب الصلوة باب الامامة ۳۰۳ طبع دار الكتب بيروت.

۲) والسنة فيها القبضة ولذا يحرم على الرجل قطع لحيته الدرالمختار كتاب الحظر والاباحة فصل فی البيع ۶/۴۰۷ طبع سعيد كراچی.
وكذ فی البحر الرائق كتاب الصوم باب ما يفسد وما لا يفسد ۲/۴۹۰ طبع رشيديه.
وكذا فی فتح القدير كتاب الصوم باب ما يوجب القضاء والكفارة ۱/۵۶۰ طبع رشيديه.

۳) على ان كراهة تقديمه كراهة تحريم رد المحتار كتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵۶۰ طبع سعيد.
وكذا فی حلبی كبير كتاب الصلوة باب الامامة ص:۵۱۳ طبع سعيدی كتب خانه. وكذا فی حاشية الطحطاوی علی مراقی الفلاح كتاب الصلوة باب الامامة ۳۰۳ طبع قديمی كتب خانه.

(۳) بالغ بے ریش کی امامت مکروہ تنزیہی ہے جیسے کہ سوال نمبر ا کے جواب میں گزر گیا اور فاسق کے پیچھے مکروہ تحریمی ہے۔اس لیے بالغ بے ریش کی امامت ڈاڑھی منڈانے والے اور کٹانے والے سے اولیٰ ہے (۴) اگر چہ توبہ کرتے ہی وہ عادل ہو گیا اس کا فسق جاتا رہا لیکن صورتاً چونکہ وہ فاسق ہے اس لیے احتیاط اس میں ہے کہ ڈاڑھی بڑھ جانے کے بعد امامت کی جائے[1]۔ (۵) قبضہ ٹھوڑی سے ہی ہوتا ہے۔ ہونٹوں سے نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مدرسہ مفتی قاسم العلوم ملتان

ڈاڑھی منڈانے والے قرآنِ پاک درست پڑھ سکتے ہوں اور ڈاڑھی والوں کا تلفظ درست نہ ہو تو امام کس کو بنایا جائے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک گاؤں میں پچانوے فی صدی لوگ ڈاڑھی منڈواتے ہیں اور پانچ فیصدی ڈاڑھی رکھواتے ہیں اور ان میں جو ڈاڑھی رکھواتے ہیں قرآن مجید نہیں پڑھ سکتے کہیں عین کی جگہ الف، ح کی جگہ ھ، ذال کی جگہ ز پڑھتے ہیں کھڑے کو پڑا، پڑے کو کھڑا پڑھتے ہیں اور جو ڈاڑھی کٹواتے ہیں ان میں قرآن مجید ٹھیک پڑھ سکتے ہیں اور لوگ بھی ان کو کہتے ہیں یہ نماز پڑھائیں۔کیا جو ڈاڑھی کٹواتا ہے اور قرآن مجید ٹھیک پڑھتا ہے ان کے پیچھے نماز ڈاڑھی والوں کی ہو جاتی ہے یا نہیں؟ اور ڈاڑھی کٹوانے والے کے پیچھے ڈاڑھی کٹوانے والوں کی ہوتی ہے یا نہیں۔

---

۱) وعن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ مشکوۃ المصابیح باب التوبۃ ص: ۲۰۶ طبع قدیمی کتب خانہ، وکذا فی ابن ماجہ باب ذکر التوبۃ والاستغفار ص: ۳۲۳ طبع ایچ۔ایم۔ سعید.

﴿ج﴾

نمازیوں کو چاہیے کہ کسی اچھا پڑھنے والے نیک، متقی امام کو مقرر کر کے اس کے پیچھے نماز ادا کریں (۱)۔ مستقل امام نہ تو ڈاڑھی کٹوانے والے کو رکھیں اور نہ غلط پڑھنے والے کو دونوں کی امامت ناجائز ہے، البتہ کسی خاص وقت کے لیے اگر ضرورت پڑے تو صحیح پڑھنے والے ڈاڑھی کٹے کے پیچھے پڑھ لیں (۲)۔ اور غلط پڑھنے والے کے پیچھے نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان شہر

ڈاڑھی کترانے والے بے نمازی کی تراویح میں اقتداء

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ:

(۱) ایک امام مسجد فوت ہو گئے۔ ان کے باپ دادا پہلے امامت کراتے تھے۔ ان کے فوت ہو جانے کے بعد ان کی اولاد میں سے کوئی شخص موروثی اور باپ دادا والا حق سمجھ کر خود امامت کے لیے کھڑا ہو سکتا ہے یا کہ مقتدیوں کے استیلاء پر۔ اس مسئلہ کی وضاحت فرمائی جائے۔

(۲) ہماری مسجد میں عرصہ کئی سال سے یہ جھگڑا چل رہا ہے کہ شعبان کا چاند دیکھا جاتا ہے تو کئی صاحبان اس بارہ میں جھگڑا کرتے ہیں کہ ہمارا پسر نماز تراویح کے لیے اس مسجد میں امامت کرے گا۔ وہ حافظ جس کو امامت کے لیے کھڑا کرنے کی استدعا کرتے ہیں وہ قابل امامت نہیں ہوتا، نماز پابندی سے نہیں پڑھتا کئی نمازیں پڑھتا ہے اور کئی نہیں پڑھتا۔ سگریٹ بھی پیتا ہے۔ دوسری بات یہ ہے

---

۱) يجب أن يكون إمام القوم في الصلوة أفضلهم في العلم والورع والتقوى والقراءة والحسب، الخ كتاب الصلوة باب من هو أحق بالامامة ۱/۶۰۰ التاتارخانيه طبع إدارة القرآن.
وكذا في الدر المختار كتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵۵۷ طبع سعيد.
وكذا في النهر الفائق كتاب الصلوة باب الإمامة ۱/۲۳۹ طبع دار الكتب بيروت.

۲) لقوله عليه الصلوة والسلام صلوا خلف كل بر وفاجر حلبي كبير كتاب الصلوة باب الامامة ص:۵۱۴ طبع سعيدى كتب خانه كوئٹه.
وكذا في شرح الفقه الاكبر الكبيرة لا تخرج المؤمن ص:۳۴۶ طبع دار البشائر الاسلاميه بيروت.
وكذا في تبيين الحقائق كتاب الصلوة باب الامامة ۱/۳۴۶ طبع دار الكتب بيروت.

کہ اس کے سر پر انگریزی فیشن کے بال ہوتے ہیں اور ڈاڑھی بھی منڈواتا ہے اس بنا پر مقتدیوں میں انتشار پیدا ہو جاتا ہے اور جھگڑا و فساد برپا ہو جاتا ہے۔ جناب مفتی صاحب اس مسئلہ کی وضاحت فرما کر اس شرارتِ دائمی کو ختم فرمادیں نوازش ہوگی۔

﴿ج﴾

(۱) امامت کا وراثت سے کوئی تعلق نہیں [۱]۔ امامت کی قابلیت رکھنے والے جس شخص کو مقتدی چاہیں امام بنا سکتے ہیں۔ امامت کے شرائط اور قابلیت کا خیال رکھنا ضروری ہے [۲]۔

(۲) ایسے شخص کے پیچھے تراویح یا کوئی دوسری نماز پڑھنی مکروہ تحریمی ہے [۳]۔ ایسے شخص کو امام نہیں بنانا چاہیے۔ امامت کسی شخص کا استحقاق نہیں۔ بلکہ مقتدیوں کی اکثریت جس پابند شریعت شخص کو مقرر کرلیں وہی امام بن سکے گا [۴]۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان شہر

---

۱) انه اذامات الامام أوالمدرس لايصح وظيفته على ابن الصغير، ردالمحتار، كتاب القضاء مطلب فى توجيه الوظائف للابن صغيرا، ص ١٦١، ج ٨، طبع جديد رشيديه كوئٹه۔

٢) يجب أن يكون إمام القوم فى الصلوة أفضلهم فى العلم والورع والتقوى والقراءة والحسب والنسب، التاتارخانيه، كتاب الصلوة من هو أحق بالامامة ١/ ٦٠٠، طبع إدارة القرآن.
وكذا فى الدر المختار كتاب الصلوة باب الامامة ١/ ٥٥٨،٥٥٧ طبع سعيد.
وكذا فى النهر الفائق كتاب الصلوة باب الإمامة ١/ ٢٣٩ طبع دار الكتب بيروت.

٣) على ان كراهة تقديمه كراهة تحريم رد المحتار كتاب الصلوة باب الامامة ١/ ٥٦٠، طبع ايچ، ايم سعيد.
وكذا فى حلبى كبير كتاب الصلوة باب الامامة ص: ٥١٣ طبع سعيدى كتب خانه.
وكذا فى حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح كتاب الصلوة باب الامامة ص: ٣٠٣ طبع دارالكتب بيروت.

٤) فان استووا يقرع بين المستويين (اوالخيار الى القوم)فان اختلفوا اعتبر اكثرهم الخ الدر المختار مع رد كتاب الصلوة باب الامامة ١/ ٥٥٩،٥٥٨طبع سعيد كراچى.
وكذا فى التاتارخانيه كتاب الصلوة باب الامامة ١/ ٦٠٠ طبع ادارة القرآن كراچى.
وكذا فى حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح كتاب الصلوة باب الامامة ص: ٣٠١ طبع دارالكتب بيروت.

ڈاڑھی کترانے والے کی امامت میں ادا کی گئی نمازوں کا حکم

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک امام مسجد جو کہ بر وقت نماز اور جمعہ بھی پڑھاتا ہے۔ رمضان شریف کی تراویح بھی پڑھایا کرتا ہے۔ کیونکہ قرآن مجید کا حافظ ہے لیکن حد شرعی سے اس کی ڈاڑھی کم ہے۔ کٹوایا کرتا ہے۔ بعض لوگوں نے یہ اعتراض کیا ہے کہ حد شرعی سے کم ڈاڑھی رکھنے والے کے پیچھے نماز نہیں ہوتی۔ نہ فرض نہ نفل یعنی تراویح نہیں ہوتی جو پڑھی گئی ہیں ان کو بھی پھر لوٹایا جائے۔ اب پوچھنا یہی ہے کہ کیا ڈاڑھی منڈے یا کترانے والے کے پیچھے نماز نہیں ہوتی۔ اگر نہیں ہوتی تو جو پڑھی گئی ہیں ان کا لوٹانا ضروری ہے یا نہیں؟ مدلل اور معتبر کتابوں کے حوالے دے کر بندہ کی تسلی فرمائیں۔

﴿ج﴾

درمختار میں ہے کہ چار انگشت سے کم ڈاڑھی کا قطع کرنا حرام ہے۔ **واما الاخذ منها وهی دون ذالک فلم یبحه احد** [1] اور نیز درمختار میں ہے۔ **والسنة فیها القبضة الخ - وکذا قال یحرم علی الرجل قطع لحیته** [2] ۔ لہٰذا جو شخص ڈاڑھی منڈوائے یا ایک مشت سے کم کتروائے وہ فاسق ہے۔ اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے۔ **ویکره امامة عبد الخ - وفاسق بل مشی فی شرح المنیة علی ان کراهة تقدیمه (ای الفاسق) کراهة تحریم** [3] اگرچہ **بحکم**

---

۱) الدرالمختار کتاب الصوم باب ما یفسد ومالا یفسد ۲/۴۱۸ طبع سعید.

وکذا فی البحر الرائق کتاب الصوم باب ما یفسد الصوم ومالا یفسد ۲/۴۹۰ طبع سعید.

وکذا فی فتح القدیر کتاب الصوم باب ما یوجب القضاء والکفارة ۲/۲۷۰ طبع رشیدیه.

۲) الدرالمحتار کتاب الحظر والاباحة فصل فی البیع ۶/۴۰۷ طبع سعید کراچی.

۳) رد المحتار کتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵۶۰ طبع سعید کراچی.

وکذا فی حلبی کبیر کتاب الصلوة باب الامامة ص:۵۱۳ طبع سعیدی کتب خانه.

وکذا فی حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح کتاب الصلوة باب الامامة ص:۳۰۳ طبع دارالکتب بیروت.

صلوا خلف کل بر و فاجر اس کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے (۱)۔ لہٰذا جو نمازیں اس کے پیچھے پڑھی ہیں وہ واجب الاعادہ نہیں لیکن ایسے شخص کو امام نہ بنانا چاہیے نہ فرائض میں نہ تراویح وغیرہ میں (۲)۔ لان فی امامته تعظیم وتعظیم الفاسق حرام (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بریلوی عقائد رکھنے والے کے پیچھے نماز پڑھنے کا حکم

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ہم لوگ دیو بندی عقائد کے ۱۰، ۱۵ آدمی ایک ایسی جگہ پر ملازم ہیں جہاں پر صرف ایک مسجد ہے اور اس کا پیش امام ایک حافظ بریلوی خیالات کا آدمی ہے۔ اب ہماری نماز کے لیے کیا فتویٰ ہے۔ براہ کرم تفصیل کے ساتھ فرما دیں کہ ہم کس طرح نماز کا بندوبست کریں تا کہ ہم جماعت کے ثواب سے محروم نہ ہوں۔ ہماری کالونی سے ۴ میل دور ایک اور کالونی ہے۔ جس کی مسجد کا پیش امام توحید والے خیالات کا آدمی ہے۔ ہم جمعہ کی نماز ادھر جا کر ادا کرتے ہیں۔ برائے کرم جواب عنایت فرمائیں تا کہ ہماری نمازوں میں اور زیادہ خلل نہ پڑے۔

اگر امام موصوف بدعات کا ارتکاب کرتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب اور حاضر و ناظر جانتا

---

۱) حلبی کبیر کتاب الصلوة باب الامامة ص: ۵۱٤ طبع سعیدی کتب خانه.
وکذا فی شرح الفقه الاکبر، الکبیرة لا تخرج المؤمن ص: ۲۲۷ طبع دار البشائر الاسلامیه.

۲) ولا یجوز للرجال ان یقتدوا بامرأة او صبی ...... وفی التراویح والسنن المطلقة جوزه مشائخ بلخ ولم یجوزه مشائخنا ...... والمختار انه لا یجوز فی الصلوٰت کلها الهدایة کتاب الصلوة باب الامامة ۱/۱۲٦ طبع رحمانیه لاهور.
وکذا فی العالمکیریة الباب الخامس فی الامامة الفصل الثالث ۱/۸۵ طبع رشیدیه کوئٹه.
وکذا فی الدر المختار کتاب الصلوة باب الامامة ۲/۳۸۷ طبع جدید رشیدیه کوئٹه.

۳) رد المحتار مع الدر المختار کتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵٦۰ طبع سعید.
وکذا فی حلبی کبیر کتاب الصلوة باب الامامة ص: ۵۱۳ طبع سعیدی کتب خانه.
وکذا فی حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح کتاب الصلوة باب الامامة ص: ۳۰۳ طبع دار الکتب بیروت.

ہے تو پھر اس کی اقتداء درست نہیں (۱)۔ آپ اپنا مستقل امام رکھ لیں یا اپنے میں سے کسی ایک کو امام بنایا کریں۔ کسی سے الجھنے یا فساد کرنے کی ضرورت نہیں۔ آپ اگر ہمت کریں گے تو یہ کوئی مشکل کام نہیں۔ سورۃ واللیل اذا یغشی (۲) میں اللہ تعالیٰ کا مومنین متقین کے لیے فسنیسرہ للیسری (۳) کا فرمان ملاحظہ ہو۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۲۹ شوال ۱۳۸۹ھ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے علمِ غیب کلی کا عقیدہ رکھنے والے کے پیچھے نماز کا حکم

﴿س﴾

جو مولوی علم غیب کلی کا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے عقیدہ رکھتا ہے اور بمتابعت مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی، حضرات علماء دیوبند کو کافر کہتا ہے اور باعث فتنہ ہے۔ اس کے پیچھے نماز کیسی ہے۔ بینوا توجروا۔

﴿ج﴾

اس کے پیچھے نماز نہ پڑھنی چاہیے اور اس کی امامت ناجائز ہے (۴)۔ واللہ اعلم۔

---

۱) ویکرہ امامة عبد ...... وفاسق ...... ومبتدع لا یکفر بها وان کفر بها فلا یصح الاقتداء به اصلاً الدر المختار مع رد کتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵۵۹ طبع سعید کراچی.

وکذا فی حلبی کبیر المبتدع والمراد بالمبتدع من یعتقد شیئاً عل خلاف ما یعتقده اهل السنة والجماعة وانما یجوز الاقتداء به مع الکراهة اذا لم یکن ما یعتقده یؤدی الی الکفر عنداهل السنة کتاب الصلوة باب الامامة ص: ۵۱٤ طبع سعیدی کتب خانه.

وکذا فی خلاصة الفتاوی کتاب الصلوة الفصل الخامس عشر فی الامامة الاقتداء ص: ۱٤۵ طبع رشیدیه کوئٹه.

۲) سورة اللیل الآیة: ۱ ۳) سوة اللیل الآیة: ۸ ٤) راجع الی حاشیه ۱

" ما اهل به لغير الله " کوحلال قرار دینے والے کے پیچھے نماز پڑھنے کا حکم

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین ان مسائل میں کہ:

(۱) زید ایک عالم شخص ہے اور پیش امام بھی۔عقیدہ میں بالکل ڈھیلا اور بریلوی ہے۔نذر ونیاز کا قائل ہے اور وما اهل لغير الله به والی چیز کوحلال کر کے مخلوق کو گمراہ کر رہا ہے۔داڑھی کا سخت دشمن ہے۔دو تین انگلی سے بالکل زائد نہیں۔ایک مولوی صاحب نے اس کے ساتھ مناظرہ کیا ہے اور داڑھی کا ثبوت حدیث اور فقہ کی کتب سے دیا ہے تو بریلوی صاحب نے کہا ہے کہ میں تمام کتب کو اکٹھا کر کے آگ جلاتا ہوں (نعوذ باللہ)۔اس کی ہمشیرہ جس کی عمر تقریباً پچاس سال ہے وہ بیٹھی ہے شادی کر دینا نہیں چاہتا۔تمام لوگ اور علماء اور زمیندار طبقہ کہہ چکے ہیں کہ ایسا کام مت کرو۔کسی ایک کی نہیں مانتا اور زانی بھی ہے۔ایسے شخص کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہ۔جو الفاظ اس نے کتب کے متعلق بولے ہیں کیا کافر ہو جاتا ہے یا نہ۔اگر ہو جاتا ہے۔تو اس صورت میں عورت چھوٹ جاتی ہے یا نہ۔ایسے شخص کے ساتھ السلام علیکم کرنا چاہیے یا نہ؟ تمام علماء دیوبند کو کافر کہتا ہے اور پیروں کی قبروں پر جا کر امداد اور مراد مانگتا ہے۔شرعاً کیا حکم ہے۔

(۲) ایک شخص نے کہا ہے کہ یہ آیت قرآن یہود کے لیے ہے ہمارے لیے نہیں۔ہم اس کو نہیں مانتے۔یہ قرآن اس زمانے میں انھیں کے واسطے اترا تھا نہ کہ ہمارے لیے تو اس کے لیے کیا حکم ہے اور اس کے ساتھ کیا سلوک کرنا چاہیے۔

(۳) غیر اللہ سے امداد اور مراد چاہنے والے کے ساتھ کیا برتاؤ رکھنا چاہیے اور وہ مسلمان باقی ہے یا نہ؟ بینوا توجروا

(۱) ایسے شخص کے پیچھے نماز جائز نہیں ان کے بعض اقوال وعقائد کفریہ ہیں[1]۔العیاذ باللہ۔

---

۱) ویکره امامة عبد ...... وفاسق ...... والمبتدع لا يكفر بها وان كفر بها فلا يصح الاقتداء به اصلاً الدر المختار مع رد المحتار كتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵۵۹ طبع سعید کراچی.
وكذا فی حلبی کبیر کتاب الصلوة باب الامامة ص:۵۱٤ طبع سعیدی کتب خانه.
وكذا فی حاشية الطحطاوی علی مراقی الفلاح كتاب الصلوة باب الامامة ص:۳۰۳ طبع دارالکتب بیروت.

(۲) اگر واقعی اس کی مراد یہ ہو کہ قرآن اس زمانے کے یہودیوں کے لیے تھا ہمارے لیے نہیں اور اس میں کوئی تاویل نہیں کرتا تو یہ کفر ہے[۱] اور اگر یہ مطلب ہے کہ اس آیت کا تعلق یہود سے ہے اس میں ان کے متعلق حکم مذکور ہے۔ مومنین کا حکم اس آیت میں مذکور نہیں تو کوئی خرابی نہیں۔ (۳) اس سوال کے جواب میں تفصیل ہے۔ فی الحال وقت میں اتنی گنجائش نہیں۔ واللہ اعلم۔

بدعات ورسومات کے مرتکب امام کے پیچھے نماز پڑھنے والے مؤذن کی امامت کا حکم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین دریں مسئلہ کہ ایک مؤذن صحیح العقیدہ ہے۔ مگر بعض دفعہ بریلوی امام کے پیچھے بھی نماز پڑھ لیتا ہے۔ جو بریلوی علاقہ بھر میں گیارہویں، میلاد، عرس، غیر اللہ کی نذر و نیاز اور غیر اللہ کی پکار کی تبلیغ، شرکیہ اعمال وعقائد میں مشہور ومعروف ہے۔ کیا اس مؤذن کی ایسے غالی مشرک مولوی کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے اور بعض دفعہ مؤذن مذکور امام کی عدم موجودگی میں نماز بھی پڑھاتا ہے۔ کیا اس کے پیچھے اقتداء صحیح ہے یا نہیں۔

تحقیق کی جاوے اگر واقعی اس شخص کے عقائد شرکیہ ہوں تو اس کی امامت درست نہیں اور نماز اس کے پیچھے جائز نہیں[۲] اور اگر عقائد اس کے شرکیہ نہیں البتہ بدعات کا ارتکاب کرتا ہے تو اس کی امامت بھی مکروہ تحریمی ہے[۳]۔ مؤذن اگر صحیح العقیدہ ہے اور مرتکب بدعات کا نہیں تو اس کی امامت جائز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

۱) ومبتدع ای صاحب بدعة وهی اعتقاد خلاف المعروف عن الرسول لا بمعاندة بل بنوع شبهة (قال ابن عابدین) اما لو كان معاندا للادلة القطعية التی لا شبهة له فیها اصلاً كانكار الحشر...... فهو كافر قطعاً الدر المختار مع رد المحتار كتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵٦۰ طبع سعيد كراچی.

۲) ويكره امامة عبد...... ومبتدع لا يكفر بها وان كفر بها فلا يصح الاقتداء به اصلاً تنوير الابصار مع الدر المختار كتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵۵۹ طبع سعيد كراچی.
وكذا فی حلبی كبير كتاب الصلوة باب الامامة ص:۵۱٤ طبع سعيدی كتب خانه.
وكذا فی خلاصة الفتاوى الفصل الخامس عشر فی الامامة والاقتداء ۱/۱٤۵ طبع رشيديه.

۳) علی ان كراهة تقديمه كراهة تحريم رد المحتار كتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵٦۰ طبع سعيد.
وكذا فی حلبی كبير كتاب الصلوة باب الامامة ص:۵۱۳ طبع سعيدی كتب خانه. وكذا فی حاشية الطحطاوی علی مراقی الفلاح كتاب الصلوة باب الامامة ۳۰۳ طبع قديمی كتب خانه.

مماتی، بریلوی، غیر مقلد، شیعہ، مرزائی، مودودی، پرویزی عقائد والے کی امامت

کیا فرماتے ہیں علماء دین اور مفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسائل میں کہ:

(۱) مماتی، بریلوی، غیر مقلد، شیعہ، مرزائی، مودودی، پرویزی، ان کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔ ان کی امامت بھی جائز ہے یا نہیں۔ (۲) یہ سب حضرات ہمارے نزدیک کامل مسلمان ہیں یا نہیں (۳) مماتی دیوبندیوں میں داخل ہیں یا نہیں اور کتنے مسائل میں ہمارا ان کے ساتھ اختلاف ہے اور وہ کون کون سے ہیں۔ بینوا توجروا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم (۱) مماتی اور غیر مقلد مسلمان ہیں اور ان کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے [1]۔ مرزائی اور پرویزی دائرہ اسلام سے خارج ہیں اور ان کی امامت نادرست ہے شیعہ میں اختلاف ہے فاسق ومبتدع ضرور ہیں لہٰذا ان کے پیچھے نماز نہ پڑھی جائے ان کی امامت نادرست ہے [2]۔ بریلوی ومودودی مبتدع وضال ہیں ان کی امامت مکروہ ہے [3]۔ (۲) اس کی تفصیل اوپر گزر گئی۔ (۳) مماتی حضرات اپنے

---

۱) المبتدع والمراد بالمبتدع من يعتقد شيئاً على خلاف ما يعتقده اهل السنة والجماعة وانما يجوز الاقتداء به مع الكراهية الخ حلبى كبير كتاب الصلوة باب الامامة ص:٥١٤ سعيدى.
وكذا فى التاتارخانيه ولكنه مال عن الحق بتأول فاسد تجوز الصلاة خلفه كتاب الصلوة باب من هو أحق بالامامة ١/٦٠١ طبع إداة القرآن.
وكذا فى حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح والصحيح انها تصح مع الكراهة خلف ...... كتاب الصلوة باب الامامة ٣٠٣ طبع دارالكتب بيروت.

۲) ويشترط كونه مسلما حرا ذكرا عاقلا بالغا قادرا الدر المختار كتاب الصلوة باب الامامة ١/٥٤٨ طبع سعيد كراچى.
وكذا فى حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح وشروط صحة الامامة للرجال الأصحاء ستة أشياء الاسلام والبلوغ والعقل والذكورة كتاب الصلوة باب الامامة ص:٢٨٧ طبع دارالكتب بيروت.
وكذاحلبى كبير كتاب الصلوة باب الامامة ص:٥١٢ سعيدى.

۳) ويكره امامة عبد...... ومبتدع در المختار كتاب الصلوة باب الامامة ١/٥٥٩ طبع سعيد كراچى.
وكذا فى خلاصة الفتاوى كتاب الصلوةالفصل الخامس عشر فى الامامة ص:١٤٥ طبع رشيديه.
ومثله فى البناية شرح الهداية كتاب الصلوة باب الامامة ٢/٣٣٢ طبع دارالكتب بيروت.

کو دیو بندیوں میں ہی شمار کرتے ہیں البتہ چند مسائل میں یہ حضرات اکابر دیو بند سے اختلاف رکھتے ہیں۔ مجھے ان کے یہ مسائل بالاستیعاب یاد نہیں ہیں۔ آپ خود ہی تفسیر جواہر القرآن اور تفسیر بلغۃ الحیران وغیرہ کا مطالعہ کر کے یہ مسائل معلوم کر سکتے ہیں۔ یا کسی دوسرے بزرگ سے دریافت فرمالیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۲۷ رجب ۱۳۸۷ھ

قبر پر چراغ روشن کرنے والے کی امامت کا حکم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ:

(۱) ایک شخص اپنے والد ماجد صاحب کے انتقال کے بعد پختہ و چونہ گچ کی قبر بنا کر جمعرات کو وہاں جا کر چراغ روشن کرتا ہے اور روکنے سے الٹا لڑتا ہے اور کہتا ہے کہ از روئے شرع شریف قبروں پر چراغ روشن کرنا جائز بلکہ سعادت دارین کا سبب ہے۔ کیا ایسے شخص کی امامت جائز ہے یا نہیں۔ (۲) وہ اپنے پیر صاحب کے بتلائے ہوئے وظائف کو اس طریقہ سے پڑھتا ہے کہ نماز کی بھی کوئی پروا نہیں اور لوگوں کے کہنے سے یوں فریب کاری کرتا ہے کہ جو اپنے پیر و مرشد کے کہنے پر نہ چلے وہ تو ذلیل وخوار ہو گیا اور میں تو اپنے پیر کے بتلائے ہوئے وظائف کو اس طریق سے کرتا ہوں (۳) مذکور شخص کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو حاضر و ناظر کہنا بے دینی ہے۔ یہ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان ہے اور اگر اس کے اس عقیدہ باطلہ کی تردید قرآنی آیات واحادیث سے کی جائے تو پھر اپنے مولوی احمد یار صاحب گجراتی کی کتاب جاء الحق کا حوالہ دیتا ہے کہ انھوں نے اس طرح تحریر فرمایا ہے بہر حال وہ بھی تو عالم ہیں۔ قرآن کو اچھی طرح سمجھتے ہیں۔ کس طرح اتنی غلطی کر سکتے ہیں۔ (۴) اسی مذکور شخص کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ اولیاء اللہ کو خداوند کریم نے سیاہ وسفید کا مختار بنا دیا ہے۔ جس کو چاہیں جلائیں اور جس کو چاہیں زندہ رکھیں اور اپنے اعلحضرت کی کتاب فتاوی رضویہ و حکیم مولوی امجد علی کی بہار شریعت اٹھا کر دکھاتا ہے کہ انھوں نے اس طرح تحریر فرمایا اور ان جیسا کوئی عالم نہیں گزرا لہذا یہ عقائد عین جزء ایمانی ہوئے۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ ایسے شخص کی امامت جائز ہے یا نہیں اور یہ مذکور شخص ایسے عقائد رکھ کر کون سے گناہ کا مرتکب ہے۔ بینوا توجروا۔

ج

مذکورہ شخص کے عقائد و اعمال سراسر اسلام کے خلاف ہیں اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز نہیں (۱)۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

فرض نمازوں کے بعد ذکر بالجہر اور تین مرتبہ دعاء کا التزام کرنے والے کی امامت کا حکم

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہر فرض نماز کے بعد دعا مانگ کر کلمہ شریف کا ذکر بالجہر کرانا پھر دوسری دعا مانگ کر الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ زور سے کہلوانا پھر تیسری دعا مانگنا اور اس طریقہ کو بالالتزام کرانا جو نہ کرے اس کو برا سمجھنا کیسا ہے یعنی شریعت میں اس طریقے اور آدمی کا کیا مقام ہے اور اس شخص کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے یا نہیں مفصل و مدلل بیان فرما کر ممنون فرمادیں۔

اس ہیئت اور التزام کے ساتھ ذکر جہری کلمہ شریف اور درود شریف بدعت ہے ایسے امام کے پیچھے نماز جائز ہوگی لیکن سخت مکروہ ہوگی (۲)۔ فقط واللہ اعلم

عبداللہ عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

---

۱) ویکرہ امامة عبد......وفاسق...... والمبتدع لا یکفر بها وان کفر بها فلا یصح الاقتداء به اصلاً
الدرالمختار مع ردکتاب الصلوة باب الامامة ص: ۵۵۹ طبع سعید کراچی.
وکذا فی حلبی کبیر المبتدع والمراد بالمبتدع من یعتقد شیئاً علی خلاف ما یعتقده اهل السنة والجماعة الخ کتاب الصلوة باب الامامة ص: ۵۱٤ طبع سعیدی کتب خانه.
وکذا فی حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح کتاب الصلوة باب الامامة ۳۰۳ بیروت.
وکذا فی خلاصة الفتاوی کتاب الصلوةالفصل الخامس عشر فی الامامة ۱/۱٤۵ طبع رشیدیه.

۲) علی ان کراهة تقدیمه کراهة تحریم رد المحتار کتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵٦۰ طبع سعید.
وکذا فی حلبی کبیر کتاب الصلوة باب الامامة ص:۵۱۳ طبع سعیدی کتب خانه. وکذا فی حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح کتاب الصلوة باب الامامة ۳۰۳ طبع دارالکتب بیروت.

بدعقیدہ شخص کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص جو اعتقاد باطل رکھتا ہے۔مثلاً حضور علیہ السلام کو حاضر و ناظر جانتا ہے اور مختار کل سمجھتا ہے اور بدعات کا ارتکاب کرتا ہے۔مثلاً سجدہ وغیرہ قبروں پر کرتا ہے۔ داڑھی قبضہ کے برابر نہیں ہونے دیتا پہلے ہی کٹوا دیتا ہے اور نصف قبضہ بھی نہیں رکھتا۔کیا ایسے شخص کو امام بنانا درست ہے یا نہ اگر امام بنایا جائے تو نماز پڑھنا اس کے پیچھے جائز ہے یا نہ اگر چند دن نمازیں پڑھتا رہا ہو اس کے پیچھے تو اعادہ واجب ہے یا نہ۔اگر صحیح الاعتقاد ہو امام صرف داڑھی کٹواتا ہے قبضہ کی مقدار پوری نہیں رکھتا صرف معمولی سی رکھتا ہے تو کیا اس کے پیچھے نمازیں پڑھنا درست ہے یا نہ۔

﴿ج﴾

مختار کل ہونا اور نیز ہر جگہ حاضر و ناظر ہونا یہ صفات خاص اللہ تعالیٰ کی ہیں **قوله تعالیٰ هو الله فی السموات وفی الارض یعلم سرکم وجهرکم ویعلم ماتکسبون** [1] اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی تمام جگہ حاضر ناظر نہیں ہے۔حضور علیہ السلام کو ہر جگہ حاضر و ناظر سمجھنا اور مختار کل سمجھنا یہ عقیدے کفریہ ہیں [2]۔فقہاءِ احناف کی عبارتیں ملاحظہ فرماویں فتاوی قاضی خان [3] پر ہے۔**رجل تزوج امراة بغیر شهود فقال الرجل للمرأة** خدائے را وپیغمبر گواہ کردیم **قالوا یکون کفرا لانه اعتقد ان رسول الله صلی الله علیه وسلم یعلم الغیب وهو ماکان یعلم الغیب حین کان فی الاحیاء فکیف بعد الموت الخ. عالمگیری** [4] **تزوج رجل امراة ولم یحضر الشهود وقال** خدائے را ورسول را گواہ کردیم **او قال** خدائے را وفرشتگان

---

۱) سورة الانعام الآیة :۳(وکذا فی قوله تعالی واسرواقولکم اواجهروا به انه علیم بذات الصدور سورة الملك الآیة:۱۳.

۲) وذکر الحنفیة تصریحاً بالتکفیر باعتقاده ان النبی صلی الله علیه وسلم یعلم الغیب شرح الفقه الاکبر ص: ٤٢٢ طبع دارا لبشائر بیروت. وکذا فی الدر المختار مع رد المحتارومبتدع لا یکفر بها وان کفر بها فلا یصح الاقتداء به اصلاً کتاب الصلوة باب الامامة ص:٥٥٩ طبع سعید کراچی.

۳) فتاوی قاضی خان علی هامش الهندیه کتاب السیر باب مایکون کفرا من المسلم الخ ٥٧٦/٣ طبع رشیدیه. وکذا فی الدر المختار مع رد کتاب النکاح ٢٧/٣ طبع ایچ۔ایم۔سعید کراچی.

٤) الفتاوی العالمیکریة کتاب السیر الباب التاسع فی احکام المرتدین الخ ٢٦٦/٢ رشیدیه.

را گواہ کردیم یکفر لو قال فرشتہ دست راست را گواہ کردم وفرشتہ دست راست وچپ را گواہ کردم لا یکفر الخ بحرالرائق [1] میں ہے۔ **لو تزوج بشهادة الله ورسوله لا ينعقد ويكفر لاعتقاده ان النبي صلى الله عليه وسلم يعلم الغيب** اسی طرح جملہ کتب فقہ میں ہے۔ صاحب ھدایہ اپنی کتاب تجنیس ص ۲۹۷ میں اور طاہر بن احمد خلاصۃ الفتاویٰ میں اور بزازیہ میں اور ملا علی قاری شرح فقہ اکبر میں علامہ شامی ردالمحتار میں نیز دیگر معتمد فقہاء اس کی تصریح کرتے ہیں کہ اگر کوئی شخص یہ عقیدہ رکھتا ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب تھا یا آپ حاضر ناظر تھے تو ایسا شخص قطعاً کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے اور اسی طرح غیر اللہ کو سجدہ کرنے والا عبادۃً باتفاق کافر ہے اور سجدہ تحیہ کرنے والا محققین کے نزدیک فاسق و مرتکب کبیرہ ہے' اور بعض کے نزدیک یہ بھی کافر ہے۔ لہٰذا ایسے عقیدوں اور اعمال والے امام کے پیچھے نماز پڑھنا ناجائز ہے۔ اس کے پیچھے نماز نہیں ہوتی' اعادہ لازم ہوگا' اسی طرح جو امام داڑھی مقدار قبضہ سے کم کرتا ہو وہ بھی فاسق ہے اور مرتکب کبیرہ ہے۔ اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے [2]۔ جسے امام رکھنا جائز نہیں۔ اسے امامت سے ہٹانا اہل مسجد کو لازمی ہے [3]۔ اور جو امام مذکورہ بالا کفریہ عقائد یا دیگر کفریہ عقائد اور کفریہ اعمال نہ رکھے محض بدعتی ہو اس کے پیچھے بھی نماز مکروہ تحریمی ہے [4]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم ۔۲ صفر ۱۳۲۱ھ

عقائد و اعمال بدعیہ رکھنے والے کی امامت کا حکم

کیا فرماتے ہیں علماء دین ان مسائل میں کہ

(۱) ایک امام جو بریلوی عقیدہ رکھتا ہے۔ داڑھی کترواتا ہے۔ حقہ نوشی اس کی گھٹی میں ہے تو کیا

---

۱) البحر الرائق كتاب النكاح ۸۸/۳ طبع ماجديه كوئٹه.

۲) على ان كراهة تقديمه كراهة تحريم رد المحتار كتاب الصلوة باب الامامة ۱/ ۵٦٠ سعيد.
وكذا فى حلبى كبير كتاب الصلوة باب الامامة ص: ۵۱۳ طبع سعيدى كتب خانه. وكذا فى حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح كتاب الصلوة باب الامامة ۳۰۳ طبع دار الكتب بيروت.

۳) كراهة تقديمه بأنه لا يهتم لامر دينه، وبأن فى تقديمه للإمامة تعظيمه وقد وجب عليهم إهانته شرعاً، رد المحتار مع الرد كتاب الصلوة باب الإمامة ۱/ ۵٦٠ طبع سعيد كراچى.
وكذا فى حلبى كبير كتاب الصلوة باب الامامة ص: ۵۱۳ طبع سعيدى كتب خانه. وكذا فى حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح كتاب الصلوة باب الامامة ۳۰۳ طبع دار الكتب بيروت.

٤) راجع الى حاشية مذكوره بالا

دیو بندی عقیدہ رکھنے والے کی اس کے پیچھے نماز ہو جائے گی۔ (۲) کن کن صورتوں میں کسی امام کے پیچھے نماز نہیں ہوتی ہر پہلو سے وضاحت فرماویں (۳) کیا مکروہ تحریمی نماز کا لوٹانا ضروری ہو جاتا ہے۔ مثلاً اتفاقاً کسی ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھی جو نمبر ا کے زمرے میں آتا ہے۔ لیکن بوقت نماز معلوم نہیں ہوا کہ امام کیسا ہے۔ یا کبھی جا کر کسی ذریعہ سے معلوم ہوا تو ایسی نماز کا لوٹانا بھی ضروری ہے۔ (۴) ختم مروجہ جو اکثر بریلوی صاحبان پڑھا کرتے ہیں اور اس پر سختی سے کاربند ہیں اس کے متعلق روشنی ڈالیں۔ (۵) بریلوی صاحبان اکثر قیام کر کے صلوٰۃ پڑھتے ہیں یعنی یہ لوگ میلاد کا نام رکھ کر کافی دیر تک نعتیں پڑھتے رہتے ہیں اور آخر میں کھڑے ہو کر یا رسول السلام الخ پڑھتے ہیں اس کے متعلق کیا ارشاد ہے۔ بینوا توجروا۔

﴿ج﴾

(۱) ایسا امام تبدیل کرنا ضروری ہے [۱] اگر قدرت ہو ورنہ کسی اور نیک امام کی اقتداء میں نمازیں ادا کی جائیں [۲] اور اگر اتفاق سے نماز پڑھ لی تو ادا ہو جائے گی لیکن مکروہ ہوگی۔ اس میں صحیح العقیدہ وغیرہ کا کوئی امتیاز نہیں ہے۔ بلکہ سب کا ہی یہ حکم ہے اگر جی چاہے لوٹا لے اولی اور افضل ہوگا جب تک کہ بدعت کفر کی حد تک نہ پہنچی ہو اور اگر بدعت کفر تک پہنچی ہو تو نماز صحیح نہ ہوگی اور لوٹانا ضروری ہوگا [۳]۔ (۲) جن اماموں کے پیچھے نماز صحیح نہیں ہوتی بلکہ مکروہ ہوتی ہے۔ وہ بہت سے قسم کے لوگ ہیں ان میں سے ایک فاسق ہے

---

۱) وينزع وجوباً الخ او ظهر به فسق قال الرافعي وان عزله واجب على كل مسلم يستطيعه : الدر المختار كتاب الوقف ٥٨٣/٦ طبع جديد رشيديه. ويعزل به الا لفتنة والمراد أنه يستحق العزل الدر المختار مع رد المحتار كتاب الصلوة باب الامامة ٥٤٩/١ طبع سعيد كراچی.

۲) يجب أن يكون امام القوم في الصلوة أفضلهم في العلم والورع والتقوى، التاتارخانيه كتاب الصلوة باب من هو أحق بالامامة ٦٠٠/١ طبع مكتبه الإدراة القرآن كراچی.
وكذا في الدر المختار مع ردالمحتار كتاب الصلوة باب الإمامة ١ / ٥٥٧، ٥٥٨ طبع سعيد.
وكذا في النهر الفائق كتاب الصلوة باب الأمامة ١ / ٢٣٩ طبع دار الكتب بيروت.

۳) الصلوة خلف أهل الهواء يكون؟ الخ التاتارخانيه كتاب الصلوة باب من هو أحق بالامامة ٦٠١/١ طبع إدارة القرآن كراچی.
وكذا في تبيين الحقائق ..... تجوز الصلاة خلف صاحب هوى او بدعة ولا تجوز خلف الرافضي الجهمي والقدري...... حاصله ان هوى لا يكفر به صاحبه يجوز مع الكراهية والا فلا كتاب الصلوة باب الامامة والحدث في الصلاة ٣٤٥/١ طبع دار الكتب بيروت.

اور مبتدع اور داڑھی منڈانے اور کترانے والا بھی اس میں داخل ہے[1]۔ (۳) اس کا جواب نمبر ا میں آ چکا ہے کہ اگر اتفاق سے ایسے آدمی کے پیچھے نماز پڑھ لی تو نماز ہو جائے گی اور لوٹانا افضل ہوگا (۴) مروجہ ختم بدعت ہے۔ اس سے احتراز کرنا لازم ہے۔ (۵) یہ بھی بدعت ہے سلف صالحین میں اس کا نام ونشان تک نہ تھا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عبداللہ عفا اللہ عنہ

۱۲ رمضان ۱۳۹۲ھ

ایضاً

﴿س﴾

میرے تیسرے سوال کے جواب میں جناب نے صرف اہل بدعت کا لفظ اختیار فرمایا ہے۔ اس سے میرے نزدیک تحقیق طلب بات باقی رہ گئی ہے۔ یعنی یہ لوگ صرف اہل بدعت ہی ہو سکتے ہیں تو پھر میں ان کے لیے اپنی رائے قائم کرنے میں زیادتی کر رہا ہوں قرآن کی توضیح کے بعد میری رائے ان کے لیے بالکل مشرک ہونے کی تھی۔ بس قرآن سے میری توضیح کا مطلب ہوا کہ میں قرآن سے تا حال شرک نہ سمجھ سکا ہوں میں تو ایسے لوگوں کو مشرکین مکہ سے بھی چنداں آگے ہی خیال کرتا ہوں مزید عرض ہے۔ اس عنوان کی وضاحت فرمائیں اور کیا ایسے لوگوں کی اقتداء اختیار کریں یا نہ کریں۔ جائز ہے یا ناجائز ہے۔

﴿ج﴾

ہم احتیاطاً مشرک کہنے سے گریز کرتے ہیں اور بدعتی کا لفظ اختیار کرتے ہیں تاکہ ہماری زبان سے کوئی شخص بغیر تحقیق کے کفر اور شرک کے الزام میں نہ آ جائے۔ آپ حضرات سے بھی یہی عرض کرتے ہیں کہ

---

۱) وكره امامة العبد والفاسق والمبتدع والاعمى و ولد الزانى الخ تبيين الحقائق كتاب الصلوة باب الامامة والحدث فى الصلوة ۱/۳۴۵ طبع دار الكتب بيروت.
وكذا فى الدر المختار مع رد يكره امامة عبد...... وفاسق ...... والمبتدع الخ كتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵۵۹ طبع سعيد كراچى. وكذا فى خلاصة الفتاوى كتاب الصلوة الفصل الخامس عشر فى الامامة والاقتداء ۱/۱۴۵ طبع رشيديه.

بغیر تحقیق کے کسی کو کافر یا مشرک نہ کہیں اور اپنی نمازوں کی بھی حفاظت کریں۔ صحیح العقیدہ اہل السنّت والجماعت امام کی اقتداء کریں [۱]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عبداللہ عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بشر نہ ماننے والے کی امامت کا حکم

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کا یہ عقیدہ ہو کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس ہر وقت اور ہر آن سمیع وبصیر ہے اور نشیب وفراز کی مالک ہے۔ کتاب اللہ اور حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اگر چہ صفات بشریت کے مصداق ہوں یا نہ ہوں گو کتاب کا ارشاد ہو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود بذاتہ بشر ہیں تب بھی ہم نہیں مانتے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کا جز ہیں ہمارا یہ عقیدہ ہے۔ راسخ عقیدہ ہے۔ صحابہ اور تابعین اور ائمہ اربعہ بھی حاضر ناظر ہیں۔ کیا شریعت مقدسہ کا فتویٰ ہے کہ ایسے شخص کے پیچھے نماز ہوتی ہے اور کتب ائمہ اربعہ سے مفتی بہ قول تحریر فرما کر مشکور فرماویں۔

یہ عقائد اور کلمات کفریہ ہیں۔ (العیاذ باللہ) ایسے شخص کے پیچھے نماز نہیں ہوتی [۲]۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

---

۱) یجب أن یکون امام القوم فی الصلوة أفضلهم فی العلم والورع والتقوی والقراء ة التاتارخانية كتاب الصلوةباب من هو أحق بالامامة ۱/ ۶۰۰طبع مكتبه ادارة القرآن كراچی.
وكذا فی الدر المختارمع رد المحتار كتاب الصلوة باب الإمامة ۱/ ۵۵۷ طبع سعيد كراچی.
وكذا فی النهر الفائق كتاب الصلوة باب الأمامة ۱/ ۲۳۹طبع دارالكتب بيروت.

۲) ومبتدع صاحب بدعة وهی اعتقاد خلاف المعروف عن الرسول لا بمعاندة بل بنوع شبهة لايكفر بها وان كفر بها فلا يصح الاقتداء به اصلاً الدر المختار مع رد كتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵۵۹، ۵۶۰طبع سعيد كراچی.
وكذا فی خلاصة الفتاوی كتاب الصلوة الفصل الخامس عشر فی الامامة والاقتداء ۱/۱۴۵طبع رشيديه . وكذا فی البناية شرح الهداية كتاب الصلوة باب الامامة ۲/۳۳۲، ۳۳۳ طبع دارالكتب بيروت. كما فی الدر المختار واعلم انه لا يفتی بكفر مسلم امكن حمل كلامه علی محمل حسن او كان فی كفره خلاف ولو كان ذالك رواية ضعيفة. ص ۲۲۹، ج ۴، طبع سعيد كراچی۔

انجانے میں بریلوی عقائد والے کے پیچھے نماز پڑھ لینے کا حکم

کیا فرماتے ہیں علماء دین ان مسائل میں کہ:

(۱) ایک انسان نے بھولے سے ایک بریلوی امام مسجد کے پیچھے نماز باجماعت پڑھ لی ہے کیا اس انسان پر اس نماز کی قضا یعنی دوبارہ پڑھنا لازم ہے یا نہیں' یا صرف نماز مکروہ ہو جاتی ہے اور قضا یعنی دوبارہ پڑھنا لازم نہیں ہے۔ (۲) مذکورہ بالا انسان کے لیے حدیث شریف کی روشنی میں کفر اور بے دین کا فتویٰ لگانے والے کے لیے شرعاً کیا حکم صادر ہوتا ہے۔

﴿ج﴾

(۱) بریلوی امام کے عقائد و خیالات اگر شرک جلی تک نہیں پہنچے فقط رسوم و بدعات وغیرہ کا قائل و مرتکب ہے تو اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے[1]۔ (۲) ایسا فتویٰ لگانا صحیح نہیں ہے[2] ہاں بریلوی امام کو مستقل امام بنائے رکھنا جائز نہیں ہے۔ اس کے پیچھے اقتدا کرنا مکروہ تحریمی ہے[3]۔ ایسا کفر کا فتویٰ لگانا گناہ ہے توبہ کر لینا ضروری ہے[4]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ عبداللطیف غفرلہ

الجواب صحیح بندہ احمد عفا اللہ عنہ

۵ رجب ۱۳۸۴ھ

---

۱) كالمبتدع تكره امامته، بكل حال بل مشى فى شرح المنية على ان كراهة تقديمه كراهة تحريم رد المحتار كتاب الصلوة باب الامامة ۵۶۰/۱ طبع سعيد كراچى.

وكذا فى حلبى كبير كتاب الصلوة باب الامامة ص: ۵۱۳ طبع سعيدى كتب خانه. وكذا فى حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح كتاب الصلوة باب الامامة ۳۰۳ طبع قديمى كتب خانه.

۲) وكل من كان من قبلتنا لا يكفر بها اى بالبدعة المذكورة المبنية على شبهة اذ لا خلاف فى كفر المخالف فى ضروريات الاسلام من حدوث العالم الدر المختار مع رد كتاب الصلوة باب الامامة ۳۵۷/۲ طبع جديد رشيديه كوئٹه.

۳) راجع الى حاشية سابقة نمبر ۱.

٤) يايها الذين امنوا توبوا الى الله توبة نصوحاً سورة التحريم الآية: ۸.

وكذا قوله تعالى والذين اذا فعلوا فاحشة او ظلموا انفسهم ذكروا الله فاستغفروا الذنوبهم سورة العمران الآية: ۱۳۵.

بدعتی اور علمِ دین سے عاری شخص کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء اس میں کہ چک نمبر ۱۱۷ میں ایک امام چک والوں کی طرف سے رکھا گیا ہے، جس میں یہ چیزیں پائی جاتی ہیں۔ ایک بات یہ ہے کہ حقہ پیتا ہے، دوسری بات یہ ہے کہ رسومات بہت کرتا ہے، مثال کے طور پر نماز جنازہ کے بعد دعا مانگنا، گیارہویں کے ختم دینا، جس نماز کے بعد سنتیں ہیں اس کے بعد اکٹھا ہو کر دعا مانگنا، قل وغیرہ کرنا، یعنی اس قسم کی بدعات کرتا ہے اور علم بھی بس اتنا رکھتا ہے کہ عید قربانی کے پہلے خطبہ پڑھا بعد عید کی نماز کے دو تین آدمیوں نے کہا بھی تو فرمایا کہ کوئی بات نہیں پہلے پڑھے یا بعد میں۔ کچھ پارے قرآن مجید کے حفظ کیے ہوئے ہیں۔ باقی نماز کے مسائل کچھ نہیں جانتا۔ اگر کسی بات میں کہہ دو کہ بھائی مسئلہ اس طرح ہے تو میرے ساتھ لڑتا ہے اور مجھے چک والے وہابی کہتے ہیں یعنی اچھا نہیں سمجھتے اور داڑھی بھی ایک مٹھی سے کم ہے۔ مجھے چک ۱۱۷ میں عرصہ سات یا آٹھ سال کا ہوا اس امام کو رکھے ہوئے تین چار سال ہوئے ہیں۔ ایسے ہی دیکھتا ہوں یعنی داڑھی مٹھی بھر سے کم رہی ہے۔ کیا داڑھی کے بال بڑھے نہ ہوں گے ضرور کٹاتا ہوگا۔ میں ایک غریب آدمی ہوں اور گھر میرا یہ ضلع مظفر گڑھ میں ہے۔ چک ۱۱۷ میں فقط دوکانداری کرتا ہوں اگر کوئی مسائل کی بات کرو تو نہیں سنتے کہتے ہیں جہاں کوئی لگا ہوا ہے تمہیں کیا اس کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

یہ شخص مبتدع ہے اور جب کہ وہ اتنا جاہل ہے اس کی امامت مکروہ ہے۔ اس کو ہٹانا اہل مسجد پر لازم ہے لیکن آپ کو دوسری جگہ اس سے اچھی نہ مل سکے تو اسی امام کے پیچھے نماز پڑھتے رہو(۱) اور مسئلہ آپ صحیح اور پختہ علماء سے معلوم کرتے رہو(۲) اور فساد کی صورت پیدا نہ ہو اچھے انداز سے تبلیغ حق کرتے رہو(۳)۔

---

۱) صلی خلف فاسق أو مبتدع نال فضل الجماعة قوله نال فضل الجماعة افاد إن الصلوة خلفهما أولى من الانفراد لكن لا ينال كما ينال خلف تقي ورع، الدر المختار مع ردالمحتار كتاب الصلوة باب الامامة ۵٦٢/۱ طبع ایچ۔ایم۔سعید کراچی۔
وكذا في حلبي كبير كتاب الصلوة باب الامامة ص: ۵۱٤ طبع سعیدی کتب خانه. وكذا في حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح كتاب الصلوة باب الامامة ۳۰۳ طبع قدیمی کتب خانه.
۲) فاسئلوا اهل الذكر ان كنتم لا تعلمون سورة الانبياء ۷.
۳) ادعوا الى سبيل ربك بالحكمة والموعظة الحسنة سورة النمل ۱۲۵.

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب ماننے والے کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک آدمی ہے جو امام مسجد کے پیچھے اس لیے نماز نہیں پڑھتا کہ امام مسجد تنخواہ لیتا ہے۔ لوگوں سے اپنے لیے چندہ کراتا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب مانتا ہے تو کیا ایسے امام کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

جس شخص کا یہ عقیدہ ہے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عالم الغیب ہیں اور وہ ہر غیب کی بات کو جانتے ہیں اس کی امامت درست نہیں (۱)۔ عالم الغیب صرف اللہ تعالیٰ جل شانہ کی ذات ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ محمد انور شاہ غفرلہٗ

الجواب صحیح محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ

۱۸ جمادی الاخری ۱۳۹۶ھ

بدعات میں حصہ لینے والے کی امامت کا حکم

کیا فرماتے ہیں علماء دین مندرجہ ذیل مسئلہ میں کہ:

---

۱) وذکر الحنفية تصريحا بالتكفير باعتقاده ان النبی صلی الله عليه وسلم يعلم الغيب شرح فقه الاكبر ص: ٤٢٢ طبع دار البشائر بيروت.

وكذا فی تنوير الابصار مع الدر المحتار ويكره امامة عبد...... وفاسق ...... ومبتدع لا يكفر بها وان كفر بها فلا يصح الاقتداء به اصلاً كتاب الصلوة۔ باب الامامة، ص ٥٥٩، ج١، طبع سعيد کراچی۔ وكذا فی خلاصة الفتاوى كتاب الصلوة الفصل الخامس عشر فی الامامة والاقتداء ١/١٤٥ طبع رشيديه کوئٹه.

۲) قل لا يعلم من فی السموات والارض الغيب الا الله سوة النمل ٦٥.

جو آدمی داڑھی منڈاتا ہے اور جو آدمی لواطت کرتا ہے۔ ایسے امام کے پیچھے نماز ہوتی ہے یا نہیں۔ جو امام گیارہویں بھی کھاتا ہو اور قل شریف بھی پڑھتا ہو اور مشرکین کا جنازہ بھی پڑھتا ہو اور دیگر رسومات میں بھی حصہ لیتا ہو ایسے امام کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

ایسے شخص کی امامت مکروہ تحریمی ہے [1]۔ لائق امامت نہیں۔ اس کا امامت کے منصب پر فائز رکھنا گناہ ہے [2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ محمد انور شاہ

۲ رجب ۱۳۹۶ھ

عقائد فاسدہ رکھنے والے کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ محلّہ کی مسجد کا امام بریلوی ہے۔ اس کا عقیدہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق حاضر اور ناظر یا عالم الغیب کا ہو اور یا اہل حدیث کہلاتا ہو یا ہے تو دیوبندی مسلک کا لیکن ڈاڑھی کتراتا یا منڈواتا ہو لہٰذا ان سب صورتوں میں ان حضرات کے پیچھے نماز ادا ہو جاتی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

﴿ج﴾

جس بریلوی کا عقیدہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق یہ ہو کہ وہ حاضر و ناظر ہیں یا علم غیب

---

۱) علی ان کراهة تقديمه كراهة تحريم ردالمحتار كتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵۶۰ سعيد.
وكذا فی حلبی كبير كتاب الصلوة باب الامامة ص:۵۱۳ طبع سعيدی كتب خانه.
وكذا فی حاشية الطحطاوی علی مراقی الفلاح كتاب الصلوة باب الامامة ۳۰۳ طبع قديمی كتب خانه.

۲) وفيه اشارة الى انهم لو قدموا فاسقاً يأثمون بناء على ان كراهة تقديمه الخ حلبی كبير كتاب الصلوة باب الامامة ص:۵۱۳ طبع سعيدی كتب خانه.

جانتے ہیں تو اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز نہیں ہے [۱] اور اہل حدیث بہت طرح کے ہیں بعض ایسے ہیں کہ ان کے پیچھے حنفی کی نماز باطل ہے اور بعض کے پیچھے خلاف احتیاط یا مکروہ ہے [۲] چونکہ پورا حال معلوم نہیں ہے اس لیے احتیاط یہی ہے کہ ان کے پیچھے نماز نہ پڑھی جائے [۳] اور دیوبندی ڈاڑھی منڈے کے پیچھے بھی اس سے بہتر کی موجودگی میں مکروہ ہے [۴]۔ واللہ تعالیٰ اعلم

قبر والوں سے مشکل کشائی کا عقیدہ رکھنے والے کی امامت کا حکم

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ جس آدمی کا عقیدہ یہ ہو کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علم غیب جانتے ہیں اور بشر (انسان) کہنے سے غصہ لگتا ہے اور قبر والوں سے حاجت روائی مشکل کشائی سفارش کروانے کو ضروری سمجھتا ہے اس کے پیچھے نماز پڑھنا اور اس کو مستقل امام بنانا درست ہے یا نہیں۔

---

۱) وذكر الحنفية تصريحا بالتكفير باعتقاده ان النبى صلى الله عليه وسلم يعلم الغيب شرح الفقه الاكبر ص: ۴۲۲ طبع دارلبشائر بيروت.
ويكره امامة عبد...... ومبتدع لا يكفر بها وان كفر بها فلا يصح الاقتداء به اصلاً الدر المختار مع رد كتاب الصلوة باب الامامة ص: ۵۵۹ طبع سعيد كراچى.
تنوير الابصار مع الدر المختتار كتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵۵۹، ۵۶۰ طبع سعيد.
وكذا فى خلاصة الفتاوى كتاب الفصل الخامس عشر فى الامامة والاقتداء ۱/۱۴۵ طبع رشيديه.

۲) ويكره امامة عبد وأعرابى وفاسق وأعمى ومبتدع (ومبتدع) لا يكفر بها وان كفر بها فلايصح الاقتداء به اصلاً الدر المختار مع رد كتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵۵۹ سعيد.
وكذا فى البناية شرح الهداية كتاب الصلوة باب الامامة ۲/۳۳۲، ۳۳۳ طبع دارالكتب بيروت.
وكذا فى خلاصة الفتاوى كتاب الصلوة الفصل الخامس عشر فى الامامة الخ ۱/۱۴۵ طبع رشيديه كوئٹه.

۳) لا ينبغى للقوم أن يقتدى بالفاسق الا فى الجمعة لانه فى غيرها يجد اماما غيره ردالمحتار كتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵۶۰ طبع سعيد كراچى.
وكذا فى البحر الرائق كتاب الصلوة باب الامامة ۱/۶۱۱ طبع رشيديه كوئٹه.
وكذا فى حلبى كتاب الصلوة باب الامامة ص: ۵۱۴ طبع سعيدى كتب خانه.

۴) على ان كراهة تقديمه كراهة تحريم ردالمحتار كتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵۶۰ سعيد كراچى.
وكذا فى حلبى كبير كتاب الصلوة باب الامامة ص: ۵۱۳ طبع سعيدى كتب خانه. وكذا فى حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح كتاب الصلوة باب الامامة ۳۰۳ طبع دارالكتب بيروت.

﴿ج﴾

شرح فقہ اکبر میں ہے۔ثم اعلم ان الانبیاء علیهم السلام لم یعلموا المغیبات من الاشیاء الا ما اعلمهم الله تعالیٰ احیانا و ذکر الحنفیة تصریحا بالتکفیر باعتقاد ان النبی علیه السلام یعلم الغیب لمعارضة قوله تعالیٰ قل لا یعلم من فی السموات والارض الغیب الا الله کذا فی المسایرہ ص ۱۵۸ [1]۔

پس معلوم ہوا کہ شخص مذکور کا عقیدہ غلط ہے۔ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنے سے احتراز لازم ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم اس شخص کی اقتداء کرنا اور امام بنانا جائز نہیں [2]۔والجواب صحیح

امام پر اختلاف ہوتو کس رائے پر عمل کیا جائے گا

مکرمی و محترمی بزرگوارم جناب قبلہ مفتی محمود صاحب۔قاسم العلوم ملتان۔

موضع پیرہ جانگلہ تحصیل تلہ گنگ ضلع کیمبلپور میں تین مسجدیں ہیں۔جن میں سے ایک مسجد قوم شیعہ اور دو مسجدیں اہل سنت والجماعت کی ہیں۔اور یہاں کی آبادی تقریباً دو ہزار کی ہے' شیعہ آبادی کا تقریباً ۱/۴یا ۱/۵ حصہ ہیں اور بقایا تمام اہل سنت والجماعت ہیں۔ہر دو مسجدوں کے ساتھ برابر آبادی ہے۔ہماری ایک مسجد اہل سنت والجماعت جس میں آج سے تقریباً چالیس بیالیس سال پیشتر سید فرمان علی شاہ امام مسجد تھا۔جس نے تقریباً پچاس ساٹھ سال اس مسجد کی امامت کے فرائض سرانجام دیے۔وہ بزرگ اور نیک ہستی تھے۔ان کے فرمان کے مطابق ان کی قبر صحن مسجد میں بنائی گئی۔جو آج تک موجود ہے۔مسجد ہذا سے تعلق رکھنے والے لوگوں میں سے تقریباً نصف شاہ صاحب مرحوم کے مرید تھے۔ان کی وفات کے بعد ان کے لڑکے سید سخی شاہ رسول کے ذمہ فریضہ امامت لگایا گیا۔جنھوں نے تقریباً چالیس اکتالیس سال مسجد ہذا کی

---

۱) شرح الفقه الاکبر ان القران اسم للنظم والمعنی ص:۴۲۲ طبع دارالبشائر بیروت.

۲) ویکرہ امامة عبد...... وفاسق ومبتدع لا یفکر بها وان کفر بها فلا یصح الاقتداء به اصلاً تنویر الابصار مع الدر المختار کتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵۵۹ومثله فی خلاصة الفتاوی کتاب الصلوة الفصل الخامس عشر فی الامامة والاقتداء ۱/۱۴۵طبع رشیدیه کوئٹه.

وکذا فی البنایة شرح الهدایة ۲/۳۳۲ طبع دارالکتب بیروت.

ڈیوٹی امامت کو سرانجام دیا۔ لیکن اس عرصہ میں میری عمر بھی تقریباً ساٹھ سال کے قریب ہو رہی ہے۔ نمونے کے طور پر بھی ایک دن ایسا نہیں کہ کسی دن ٹھیک پانچ وقت باجماعت نماز ہوئی ہو۔ جس کی وجہ غیر حاضری امام ہوتی تھی۔ ورنہ جن کے اوپر اللہ تبارک وتعالیٰ کی پاک ذات راضی ہے۔ وہ گو پانچ وقت ادائیگی فریضہ کے لیے مسجد میں آجاتے تھے۔ جوں جوں زمانہ بدلتا گیا لوگ سمجھدار اور تعلیم یافتہ ہوتے گئے تو شاہ صاحب یعنی سید سخی شاہ رسول سے متنفر ہوتے گئے۔ اس کی وجہ صرف ان کی غیر حاضری اور ساتھ ہی ہر آدمی کے ساتھ بدکلامی تھی کہ جس نے بھی جماعت کے لیے عرض کی جواب ملا کہ بھائی اپنا کوئی امام لے آؤ۔ آخر ایسا ہی کیا گیا۔ دوسرا امام جو کہ حافظ قرآن پاک صحیح شریعت محمدی پر چلنے والا اور پانچوں وقت مسجد میں حاضر رہنے والا لایا گیا۔ جس کے آنے پر قبلہ شاہ صاحب سابقہ امام خود بخود امامت سے استعفیٰ دے کر الگ ہوگئے۔ لیکن اس وقت سے عہدۂ امامت پارٹی بازی کی نذر ہوگیا اور اس امام مسجد نے ہزاروں باتیں ناجائز سننے کے باوجود عرصہ تین ماہ اس ڈیوٹی کو سرانجام دیا اور چھوڑ گیا۔ پارٹی بازی کے علاوہ امامت چھوڑنے کا سبب اور بھی تھا وہ یہ کہ حقوق امام مسجد جو کہ ہم باپ دادا سے دیتے چلے آرہے ہیں۔ مثلاً شادی ہو تو دس روپیہ نکاح اور مبلغ پانچ روپیہ ہدیۂ کلام پاک اور کچھ شکر۔ کوئی مر جائے تو پانچ روپیہ ہدیہ کلام پاک اور دو یا تین یا چار یا حسب توفیق میسر۔ اور کوئی پیدا ہو تو ۵ روپیہ کان میں اذان دینے کے اور عیدوں پر بھی نقدی چالیس سے لے کر ساٹھ ستر تک اور فصل ربیع پر غلے گندم چھ سیر اور فصل خریف پر غلہ گندم یا باجرا تین سیر فی گھر۔ مذکورہ تمام حقوق مسجد بھی اس امام کو کسی نے نہ دیے لیکن ایک ٹائم روٹی عرصہ تین ماہ میں دی گئی۔ صرف زمیندار بذات خود از گرہ خود مبلغ ۳ روپے ماہوار دیتا تھا۔ جس پر اس کا گزارہ مشکل تھا تو وہ بھی اس ڈیوٹی سے دستبردار ہوگیا۔ کچھ روز تمام آدمیوں نے الگ الگ پڑھیں تو اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے ماہ رمضان المبارک ۱۹۶۸ء آگیا یہاں ایک آدمی جو پانچ وقت کا نمازی اور اچھا آدمی ہے اور جو حافظ قرآن پاک تو نہیں البتہ چند سورتیں یاد ضرور ہیں صرف برائے تراویح ماہ رمضان میں مقرر کیا گیا۔ جس نے تراویح ماہ رمضان ۶۸ء پڑھائیں عید بھی پڑھائی اور عید پر اسے ایک جوڑا کپڑا ساٹھ ستر روپیہ بطور ہدیہ دیا گیا۔ جب اس نے یہ چیز دیکھی کہ عبادت اپنی کرنی اور یہ آمدنی تو اس نے سلسلۂ امامت کو مضبوط کرنے کی خاطر ہر بڑے زمیندار کی خوشامد کرنی شروع کردی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آج کے دن تک وہی امام مسجد ہے۔ آج ٹھیک عرصہ ایک سال ہوگیا۔ زیادہ سے زیادہ ایک یا دو دن کی نہیں کہہ سکتا کہ اس نے ظہر اور عصر کی جماعت کرائی ہو یا مسجد میں آیا ہو تین ٹائم فجر، مغرب، عشاء، عرصہ ایک سال سے ہماری مسجد میں صرف تین ٹائم جماعت ہوتی ہے اور یہی وجہ ہے کہ کافی لوگ موجودہ امام مسجد کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے مسجد میں جاتے ضرور ہیں لیکن اپنی اپنی الگ الگ پڑھتے ہیں۔ اس کی وجہ ایک تو پرانی پارٹی بازی چلتی آرہی ہے۔ دوسرا جو امام کا

طریقہ کار کہ صرف مندرجہ بالا تین ٹائم آتا ہے۔ آپ عالم دین ہیں۔ از راہ کرم کافی لوگوں کی نمازوں کا خیال فرما کر بمطابق شرع محمدی اور طریقہ اہل سنت والجماعت تحریری حکم نامہ بھیج کر مشکور فرماویں۔

امامت کے لیے افضل وہ شخص ہے جو مسائل نماز کے جانتا ہو اور صالح ومتقی ہو[1] اور پابند جماعت ہو۔ (**والا حق بالامامة**) **تقديما بل نصبا (الاعلم باحكام الصلوة) فقط صحة وفساداً بشرط اجتنابه للفواحش الظاهرة.** [2] صورت مسئولہ میں موجودہ امام جبکہ عرصہ ایک سال سے ظہر اور عصر کی جماعت نہیں کراتا۔ اور اسی امام کی وجہ سے اہل محلہ مسجد میں پانچ وقتہ جماعت سے محروم ہیں تو پھر اس کو معزول کرنا نہ صرف ضروری بلکہ واجب ہے۔ چنانچہ شامی میں تصریح ہے۔ **اذا عرض للامام والمؤذن عذر منعه من المباشرة ستة اشهر للمتولى ان يعزله ويولى غيره وتقدم مايدل على جواز عزله اذا مضى شهر يبرئ اقول ان هذا العزل لسبب مقتض والكلام عند عدمه قلت وسيذكر الشارح عن المؤيدة التصريح بالجواز لو غيره اصلح الخ** [3] خصوصاً ایسے امام کے لیے جس سے اس کے مقتدی ناراض ہوں اور اس امام کو نہ چاہتے ہوں سخت وعید آئی ہے۔ حدیث شریف میں ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ **ثلاثة لاتجاوز صلوتهم اذا نهم العبد الابق حتى يرجع وامرأة باتت وزوجها عليها ساخط وامام قوم وهم له كارهون** [4] **وفى رواية ثلاثة لا تقبل منهم صلوتهم من تقدم قوما وهم له كارهون الحديث.**

---

۱) يجب أن يكون امام القوم فى الصلوة أفضلهم فى العلم والورع والتقوى والقراءة والحسب ......التاتارخاينه كتاب الصلوةمن هو أحق بالامامة ۱/۶۰۰طبع مكتبه الإدراة القرآن.
وكذا فى الدر المختار كتاب الصلوة باب الإمامة ص: ۵۵۷ طبع سعيد كراچى.
وكذا فى النهر الفائق كتاب الصلوة باب الأمامة ۱/ ۲۳۹طبع دار الكتب بيروت.
۲) الدر المختار كتاب الصلوة باب الإمامة ۱/۳۵۰ طبع سعيد كراچى.
وكذا فى التاتار خانيه كتاب الصلوٰة باب من هو أحق بالامامة ۱/۶۰۰طبع إدارة القرآن.
وكذا فى النهر الفائق كتاب الصلوة باب الأمامة ۱/ ۲۳۹طبع دار الكتب.
۳) الدر المختار مع الرد كتاب الوقف ۶/۶۵٤ طبع جديد رشيديه كوئٹه.
٤) مشكوة المصابيح باب الامامة ۱/۱۱۰ طبع قديمى كتب خانه كراچى.
وكذا فى سنن ابى داؤد شريف كتاب الصلوة باب الرجل يؤم وهم له كارهون ۱/۹۸طبع رحمانيه.

پس مسئولہ صورت میں بہتر تو یہی ہے کہ متفقہ طور پر امام کا انتخاب ہوتا کہ کوئی اختلاف راہ نا پا سکے۔ لیکن اگر اختلاف پیدا ہی ہو جائے تو اکثریت پر فیصلہ کیا جانا چاہیے اور پھر سب کو اکثریت کا فیصلہ تسلیم کر لینا چاہیے۔ البتہ اس بات کا ضرور خیال رکھا جائے کہ وہ منتخب امام دیندار اور پانچ وقتہ نماز باجماعت کا اہتمام کرے[1] درمختار[2] میں ہے۔ (فان استووا یقرع) بین المستويين (او الخيار الى القوم) فان اختلفوا اعتبر اكثرهم الخ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۳ ذوالقعدہ ۱۳۸۹ھ

الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۳ ذی قعدہ ۱۳۸۹ھ

بلا وجہ ایک امام معزول کر کے دوسرا امام رکھنے کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص جو عرصہ بیس سال سے ایک چک کی مسجد میں امامت کر رہا ہو، اس میں کسی قسم کا شرعی لحاظ سے نقص نہ ہو، چک والے اسے امامت سے خارج کرنا چاہیں مگر پیش امام مسجد چھوڑنا پسند نہ کرتا ہو بلکہ ناراضگی کا اظہار کرے لیکن اس کو مجبور کر کے اسے خارج کر کے دوسرا امام مقرر کر دیا جائے کیا شرع میں اس امام کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نا جائز۔

جو امام عرصہ بیس سال سے نماز پڑھانے والا ہے اس کے پیچھے کچھ مقتدی نماز پڑھنا نہ چاہیں تو وہ امام مسجد خود بخود چھوڑ دے یا نہ چھوڑے۔ ہر دو سوال کا جواب تحریر کر کے تفصیل وار مکمل جواب دیں۔ نوازش ہوگی۔

---

۱) يجب أن يكون امام القوم فى الصلوة أفضلهم فى العلم والورع والتقوى والقراءة والحسب ......التاتارخانية كتاب الصلوة باب من هو أحق بالامامة ۱/ ۶۰۰ طبع مكتبه ادارة القرآن كراچى.
وكذا فى الدر المختار كتاب الصلوة باب الإمامة ۱/ ۵۵۸،۵۵۷ طبع سعيد كراچى.
وكذا فى النهر الفائق كتاب الصلوة باب الأمامة ۱/ ۲۳۹ طبع دارالكتب العلمية بيروت.

۲) الدر المختار مع رد كتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵۵۹،۵۵۸ طبع سعيد كراچى.
وكذا فى التاتارخانيه كتاب الصلوة من هو أحق بالامامة ۱/ ۶۰۰ طبع إدارة القرآن.
وكذا فى حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح كتاب الصلوة باب الامامة ص: ۳۰۱ طبع دارالكتب بيروت.

﴿ج﴾

دوسرے امام کے پیچھے نماز تو جائز ہے لیکن احق بالامامت پہلا امام تھا جبکہ اس کو بغیر کسی شرعی خرابی کے معزول کیا گیا ہو اگر امام سابق میں کوئی خرابی نہ ہو اور بلاوجہ اس کو نکالا گیا ہو تو نکالنے والے گنہگار ہوں گے [۱] اب اگر اوصاف امام میں دونوں برابر بھی ہوں پھر بھی حق سابق امام کا ہے۔ کیونکہ سوال میں لکھا گیا ہے کہ کچھ مقتدی اس کے پیچھے نماز پڑھنا نہیں چاہتے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اکثر اس پر راضی ہیں اور اعتبار اکثر کا ہے [۲]۔ کذا فی الدر المختار فان استووا یقرع بین المستویین او الخیار الی القوم فان اختلفوا اعتبر اکثرھم [۳]. فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالرحمٰن نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

جس شخص کی امامت پر نمازیوں کی اکثریت راضی ہو

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ گاؤں کی اکثریت عبدالشکور کو امام مسجد برقرار رکھنا چاہتی ہے۔ عبدالشکور نیک سیرت اور پرہیزگار آدمی ہے۔ نماز کے مسائل سے واقفیت رکھتا ہے۔ مکمل قرآن مجید صحیح تلفظ کے ساتھ ناظرہ پڑھا ہوا ہے اور تقریباً دو پارے زبانی یاد بھی ہیں۔ ہم اہالیان چک کی یہ دلی خواہش ہے کہ آپ عبدالشکور کو ان شرائط پر جانچ کر جو کم از کم ایک امام کے ہونے چاہئیں مطلع فرماویں۔

---

۱) لو قدموا غیر الاولی اساؤا بلا اثم...... الدر المختار کتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵۵۸ سعید.
وکذا فی التاتارخانیه کتاب الصلوة باب من هو أحق بالامامة ۱/۶۰۰ طبع إدارة القرآن کراچی.
وکذا فی حشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح کتاب الصلوة باب الامامة ۳۰۱ طبع دار الکتب بیروت.

۲) لو ان رجلین فی الفقه والصلاح سواء الا ان احدهما اقراء فقدم القوم الاخر فقد اساؤا وترکوا السنة ولکن لا یاثمون التاتارخانیه کتاب الصلوة باب من هو أحق بالامامة ۱/۴۳۷ طبع إدارة القرآن کراچی.
وکذا فی الدر المختار فان اختلفوا اعتبر اکثرهم الخ کتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵۵۸ سیعد.

۳) در المختار کتاب الصلوة باب المامة ۱/۵۵۸،۵۵۹ طبع سعید کراچی.
وکذا فی التاتارخانیه کتاب الصلوة باب من هو أحق بالامامة ۱/۶۰۰ طبع إدارة القرآن. وکذا فی حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح کتاب الصلوة باب الامامة ص: ۳۰۱ طبع إدارة القرآن.

﴿ج﴾

اگر اکثریت اس کے امام ہونے پر رضا مند ہے تو اس کا امام بننا درست ہے۔ ایک دو آدمیوں کا محض کسی وجہ سے اس کے خلاف پروپیگنڈہ کرنا جائز نہیں ہے[1]۔ فقط واللہ اعلم

حررہ بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۳ رجب ۱۳۹۸ھ

لڑائی میں امام کے ہاتھ سے کسی کو چوٹ لگ گئی تو اس کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص پیش امام ہے اس کی ہمسایوں کے ساتھ لڑائی ہوئی تو اس کے ہاتھوں کسی آدمی کو چوٹ لگی ہے تو کیا صورت مذکورہ میں اس امام کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

اگر امام مذکور اپنے فعل سے توبہ تائب ہو جائے اور اکثر نمازی اس کی امامت سے راضی ہوں تو اس کو امام بنانا درست ہے[2] اور اس کی امامت میں کچھ کراہت نہیں ہے۔ **قال النبی علیہ الصلوۃ والسلام التائب من الذنب کمن لاذنب له**[3]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان، ۳ رجب ۱۳۹۸ھ

---

۱) فان استووا يقرع بين المستويين (او الخيار الى القوم)فان اختلفوا اعتبر اكثرهم ولو قدموا غير الاولى اساؤا بلا اثم درالمحتار كتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵۵۸ طبع سعيد.
وكذا فی التاتارخانيه كتاب الصلوة باب من هو أحق بالامامة ۱/۶۰۰ طبع إدارة القرآن. وكذا فی حاشية على الطحطاوی على مراقی الفلاح كتاب الصلوة باب الامامة ص:۳۰۱ طبع دارالكتب.

۲) فان استووا يقرع بين المستويين (او الخيار الى القوم) فان اختلفوا اعتبرا كثرهم ولو قدموا غير الاولى اساؤا بلا اثم، الدر المختار مع رد المحتار كتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵۵۸، ۵۵۹ ایچ۔ایم۔سعید کراچی۔ وكذا فی حاشية على الطحطاوی مراقی الفلاح كتاب الصلوة باب الامامة ص:۳۰۱ طبع قديمی كتب خانه. وكذا فی التاتارخانيه كتاب الصلوة باب من هو أحق بالامامة ۱/۶۰۰ طبع إدارة القرآن.

۳) مشكوة المصابيح باب التوبة والاستغفار ص:۲۰۶ طبع قديمی كتب خانه.
وكذا فی سنن ابن ماجه باب ذكر التوبة ص:۳۳۳طبع قديمی كتب خانه.

ناراضگی میں اقتداء کا حکم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین دریں مسئلہ کہ ایک آدمی کی امام مسجد سے کافی عرصہ سے بول چال نہیں ہے۔ وجہ یہ ہوئی کہ دونوں میں جھگڑا صرف دنیاداری پر ہے اور باقی لوگوں نے ان دونوں کو منانے کی کوشش کی لیکن صلح نہیں ہوسکی نہ امام مسجد مانتا ہے اور نہ مقتدی مانتا ہے۔ گزارش ہے کہ اگر مقتدی اس امام کے پیچھے نماز پڑھ لے تو نماز ہوسکتی ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

شخص مذکور اگر امام مذکور کے پیچھے نماز پڑھے گا تو نماز ادا ہو جائے گی (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہٗ

الجواب صحیح محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

۴ ربیع الثانی ۱۳۹۶ھ

دیر سے آنے والوں کے خیال سے قرأت کو لمبا کرنے والے امام کو معزول کرنے کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین دریں مسئلہ کہ اگر کوئی امام صاحب قرأت لمبی کرتے ہوں اور ان کو نمازی لوگ کہیں کہ قرأت لمبی نہ کیا کریں تو وہ کہتے ہیں کہ میں نے مسئلہ معلوم کیا ہے کہ کچھ لوگ وضو بنا رہے ہوں تو ان کے لیے قرأت لمبی کر دیا کریں تو اس بارے میں عرض یہ ہے کہ جو وضو بنا رہے ہیں وہی تو نہیں اور بھی آجائیں گے ان کے لیے بھی پہلے ہی سے لمبی قرات کی نیت چل رہی ہے کہ سب کو نماز جماعت سے مل جائے کوئی بھی نہ رہے اور جب سلام پھیر کر دیکھتے ہیں کہ کتنے آدمی رہ گئے ہیں اب کے اس سے بھی لمبی

---

۱) والصلوة خلف كل بر وفاجر من المؤمنين جائزة...... كل بر وفاجر اى صالح وطالح ...... الخ لقوله صلى الله عليه وسلم صلوا خلف كل بر وفاجر شرح الفقه الاكبر الكبيرة لا تخرج المؤمن عن الايمان ص:۲۲۷ طبع دار البشائر اسلاميات بيروت.

وكذا فى حلبى كبير كتاب الصلوة باب الامامة ص:۵۱۴ طبع سعيدى كتب خانه.

قرأت کروں گا تا کہ یہ بھی نہ رہنے پائیں اور جو اذان ہوتے ہی جماعت سے نماز پڑھنے کے لیے آگے بیٹھے ہیں ان کو کام بھی ہیں وہ چھوڑ کر آئے ہیں۔ جلدی جماعت سے نماز پڑھ کر فارغ ہو کر ہی کام کریں گے تو ان کو جب دیر ہوتی ہے اچھی نہیں لگتی۔ پھر غصہ آنے لگتا ہے اور قرات ایسے پڑھتے ہیں کہ جیسے ریڈیو پر یا مجلس کے شروع میں رکوع پڑھتے ہیں۔ خوب لے لگا کر طرز سے اور جب دیکھتے ہیں کہ نمازی کم ہیں تو چھوٹی سورت بھی اتنی دیر میں پڑھتے ہیں۔ جیسے عم یتسائلون هل اتک وغیرہ ایک تو پہلے ہی دیر سے آتے ہیں۔ مقتدیوں کے کہنے پر چند دن ٹائم پر آتے ہیں۔ پھر وہی حالت ہو جاتی ہے۔ جس کی وجہ سے کچھ مقتدی تنگ ہو کر ناراض ہو گئے ہیں اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا چھوڑ دیا ہے۔ تو کیا ان وجوہات کی بنا پر امام صاحب کو امامت سے معزول کیا جا سکتا ہے یا نہیں۔

ج

مقررہ وقت سے پانچ منٹ تاخیر سے جماعت کھڑی ہو یہ کوئی ایسا عیب نہیں ہے جس کی وجہ سے امام کو معزول کیا جاوے یا اس کے پیچھے نماز مکروہ ہو اسی طرح قرأت لمبی پڑھنا اگر اکثریت اس پر راضی ہو تو بھی بلا کراہت درست ہے البتہ امام کو مناسب یہی ہے کہ فرض نمازوں میں اس قدر قرأت لمبی نہ کرے جس سے معذورین اور بیماروں کو شاق گزرے [1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۸ ذوالحجہ ۱۳۹۶ھ

بلا وجہ امام کی مخالفت نہ کی جائے

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص احمد یار فیکٹری یونین کونسل ملک کلاں ایک عورت سے زنا رات کے وقت کرنے گیا اور عین موقعہ پر اس کو پکڑ لیا گیا اور رسی وغیرہ سے باندھ لیا گیا۔ شہر کے

---

۱) یکرہ تحریما (تطویل الصلاۃ) علی القوم زائدا علی قدر السنة فی قراءۃ و اذکار رضی القوم اولا لاطلاق الأمر بالتخفیف فان فیهم الضعیف والسقیم والکبیر ...... الدر المختار مع ردالمحتار کتاب الصلوۃ باب الامامة ۱/۵٦٤ طبع سعید کراچی. وکذا فی حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح کتاب الصلوۃ باب الامامة ص: ۳۰۳، ۳۰٤ طبع دار الکتب.

نمبر دار کو جب علم ہوا تو اس نے ایک میل دور بستی میں مولوی شیخ غلام یٰسین کو اپنے ڈیرہ میں بلایا۔ مگر مولوی مذکور کو پہلے علم نہ تھا۔ جب وہ آ گیا تو اس نے اور نمبر دار نے ملکر اس عورت کے ورثاء کو بلا کر کہا کہ یا تو زانی اور زانیہ کو قتل کردو یا چھوڑ دو۔ اس طرح تمھاری بھی عزت ہے مگر انھوں نے کہا کہ ہم تو رپورٹ تھانہ پر کریں گے صبح نماز کے وقت احمد یار مذکور خود بخود کسی ذریعہ سے چھوٹ گیا اور بعد لوگوں سے یہ پروپیگنڈہ کیا کہ مولوی صاحب مذکور نے احمد یار زانی کی امداد کی ہے جب کہ وہ رات کو آ کر ہمیں کہتا تھا کہ یا قتل کرو یا چھوڑ دو ایسے مولوی صاحب کے پیچھے نماز نہیں ہوتی ہے۔ آپ حکم دے دیں۔

﴿ج﴾

واضح رہے کہ اس شخص کے پیچھے نماز مکروہ ہوتی ہے جو کہ فاسق ہو اور فاسق وہ ہوتا ہے جو گناہ کبیرہ کا مرتکب ہوا ہو (۱) اور اس سے توبہ تائب نہ ہوا ہو یا گناہ صغیرہ پر اصرار کرتا ہو (۲)۔ یہ ہے مسئلہ امامت کی شرعی حیثیت کا باقی مولوی صاحب مذکور کے فعل وعمل سے تو کوئی خاص گناہ کا ارتکاب معلوم نہیں ہو رہا ہے چہ جائیکہ اسے گناہ کبیرہ قرار دے کر اس کی امامت کو مخدوش ومکروہ سمجھا جائے۔ بلا وجہ ایک عالم دین کو بدنام کرنا اور اسے اذیت پہنچانی شرعاً جائز نہیں ہے (۳) اور بے بنیاد غلط پراپیگنڈے کرنا جس سے مولوی صاحب کی علمی وجاہت کو ٹھیس پہنچے۔ قطعاً جائز نہیں ہے (۳)۔ مذکورہ لوگوں کو اس حرکت سے باز آنا چاہیے

---

۱) وفاسق من الفسق: وهو خروج عن الاستقامة ولعل المراد به من يرتكب الكبائر كشارب الخمر والزاني وآكل الربا، ونحو ذالك كذا في البرجندي اسماعيل (شامي) كتاب الصلوة باب الامامة ۵۶۰/۱ طبع ايچ-ايم-سعيد. وكذا في تفسير روح المعاني سورة البقرة آيت نمبر: ۲۶، ۲۸۴/۱ طبع دار أحياء التراث العربي. وكذا في حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح كتاب الصلوة باب الامامة ص:۳۰۳ طبع دارالكتب العلمية بيروت لبنان.

۲) روض الازهر في شرح فقه الاكبر وقال سعيد بن جبير إن رجلا قال لابن عباس رضي الله عنهما كم الكبائر اسبع هي؟ قال إلى سبع مائة أقرب منها على سبع غير أنه لا كبيرة مع الاستغفار ولا صغيرة مع الاصرار ص: ۱۷۰ طبع دار البشائر الاسلامية. وكذا في مرقاة المفاتيح (رقم الحديث ۲۳۴۰) كتاب الدعوات باب الاستغفار والتوبة ۲۴۹/۵ طبع دارالكتب العلمية، بيروت لبنان.

۳) كما في الترمذي عن ابي هريرة رضي الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم المسلم أخو المسلم لا يخونه ولا يكذبه ولا يخذله كل المسلم على المسلم حرام عرضه وماله ودمه الخ باب ما جاء في شفقة المسلم ۱۴/۲ طبع ايچ-ايم-سعيد.

وكذا في تحفة الاحوذي التقوى ههنا و زاد في رواية مسلم ويشير إلى صدره قال في مجمع البحار أي لا يجوز تحقير المتقي عن الشرك والمعاصي والتقوى محله القلب يكون مخفياً عن الاعين فلا يحكم بعدمه لاحد حتى يحقره كتاب البر والصلة باب ما جاء في شفقة المسلم على المسلم ۴۱/۶ طبع قديمي كتب خانه.

اور بے گناہ مولوی صاحب کا احترام اور وقار دلوں میں رکھنا چاہیے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم
حررہ عبداللطیف غفرلہ، ۱۹ ذوالقعدہ ۱۳۸۵ھ

اختلاف کی صورت میں امام کون بنے

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ علاقہ زہری میں تقریباً سات چھوٹے چھوٹے قصبے محدود ہیں گورنمنٹ کی تحصیل ایک قصبہ میں ہے۔ شہر نامی نورگامہ و دیگر معتبر سردار قصبہ سموانی میں رہائش پذیر ہیں۔ طویل مدت سے دو جگہ عید کی نماز ادا کرتے ہیں۔ نو دس برس کا واقعہ ہے کہ ایک خدا پرست دیندار تحصیلدار نے تمام علاقہ یعنی سات قصبہ سے متفق طور سے چندہ حاصل کر کے ایک عیدگاہ تیار کی۔ تمام علاقہ ایک جگہ سموانی قصبہ کے پیش امام کے پیچھے نماز عید ادا کرنے چلے آتے ہیں۔ چار پانچ برس کے بعد نورگامہ والوں نے اعتراض کیا کہ ایک عید کی نماز ہمارے پیش امام پڑھائے اور ایک عید کی نماز سموانی کا پیش امام ادا کرائے۔ اس مابین جھگڑا فساد کا خدشہ ہوا۔ حکماء نے فیصلہ کیا کہ عید کی نماز نورگامہ والے پیش امام پڑھائے، ایک ہموانی والے۔ چار پانچ سال یہ سلسلہ جاری رہا۔ سموانی والے حضرات کے پیش امام ایک دیندار متقی عالم تھے۔ وہ چلے گئے۔ سموانی والے حضرات نے ایک بریلوی خیالات کا پیش امام مقرر فرمایا۔ نورگامہ والے و دیگر ایک عالم حقانی دیندار خدا پرست علماء دیوبند کے ہم خیال اپنے مدرسہ کے لیے لائے۔ تمام علاقہ کے خیالات یہ ہیں۔ جو زیادہ عالم ہے وہ عید کی نماز ادا کریں۔ مگر سموانی والے حضرات کا فرمان ہے کہ یہ مسلمہ عیدگاہ قدیم الایام سے ہمارا ورثہ ہے۔ بغیر ہمارے پیش امام کے دیگر کسی کو حق نہیں۔ براہ کرم واضح کریں کہ عید کے مسئلہ میں سرداری معتبر ہے یا کہ شرع میں جو زیادہ عالم ہو اس کا حق ہے یا کہ نفری و مردم شماری کے لحاظ سے کثیر التعداد اشخاص کے لحاظ کیا جاتا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ واضح رہے کہ امامت کا حق سب سے پہلے بڑے عالم کو ہے اور اگر دو آدمی علم

---

۱) لما فی مشکوة المصابیح وعن ابن عباس رضی الله عنهما قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ليس منا من لم يرحم صغيرنا ولم يوقر كبيرنا ويامر المعروف وينه عن المنكر رواه الترمذی باب الشفقة والرحمة على الخلق الفصل الثانی ص:٤٢٣ طبع قدیمی کتب خانه.

میں برابر ہوں تو جو شخص اچھا قاری ہو اور اگر اس میں بھی برابر ہوں تو جو شخص زیادہ متقی اور پرہیز گار ہو [۱]۔ علی ھذا القیاس۔ نیز امام راتب (مستقل) کا حق دوسرے سے مقدم ہے۔ اگر چہ وہ دوسرا شخص اس سے بڑا عالم ہی ہو۔ **کما قال فی العالمگیریه دخل المسجد من هوا ولی بالامامة من امام المحلة فامام المحلة اولی کذا فی القنیه** [۲]۔ اور اگر کہیں تنازعہ ہو جائے تو اعتبار زیادہ لوگوں کا ہوگا۔ وہ جس کو امام مقرر کر دیں وہی امام بنے گا۔ اب اگر انھوں نے دونوں میں سے اچھے اور بہترین شخص کو پسند فرمایا تو بہتر ہے اور اگر دونوں میں سے اچھے اور بہترین کو پسند نہ کیا۔ تب بھی یہ امام بن جائے گا۔ اگر چہ ایسا کرنا خلاف اولی ہے۔

کما قال فی الدر المختار (فان استو وایقرع) بین المستویین (او الخیار الی القوم) فان اختلفوا اعتبر اکثرهم ولو قدموا غیر الاولی اساؤا بلااثم [۳]۔ صورت مسئولہ میں جو بڑا عالم ہے اور متقی ہے اگر اس کی امامت پر اتفاق ہو جائے تب تو بہتر ہے اور اگر اس پر اتفاق نہیں ہوتا اور فتنہ فساد پیدا ہوتا ہے تو جیسے پہلے تنازعہ کا فیصلہ حکماء وقت نے کیا تھا کہ ایک عید نورگامہ والا پیش امام پڑھائے اور ایک عید سموانی والا پیش امام پڑھائے۔ اب بھی اسی فیصلہ پر کاربند رہنا چاہیے۔ فتنہ اور فساد ناجائز ہے [۴]۔ صلح وصفائی کے ساتھ زندگی گزارنی چاہیے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ، ۷ ا ذوالقعدہ ۱۳۸۵ھ

---

۱) وفی التاتارخانیه قال الاولی بالتقدیم الا علم بالسنة إذا کان یحسن قرائة ما تجوز بها الصلوة فاذا تساؤوا فأکثرهم قرآنا فان تساؤوا فی العلم فأقرؤهم وفی الکافی عن أبی یوسف أن الاقرأ اولی من الاعلم، فان تساؤوا فأبینهم ورعاً، فان تساؤوا فأکبرهم سنا، کتاب الصلوة باب الامامة ۱/ ٦٠٠ طبع إدارة القرآن والعلوم. وکذا فی حلبی کبیر کتاب الصلوة باب الامامة ص:٥١٣ طبع سعیدی کتب خانه. وکذا فی حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح کتاب الصلوة باب الامامة ص:٣٠١، ٣٠٠، ٣٠٢ طبع قدیمی کتب خانه.

۲) هندیه کتاب الصلوة الفصل الثامن من هو أحق بالامامة ۱/ ۸۳ طبع مکتبه رشیدیه کوئٹه.
وکذا فی الدر المختار کتاب الصلوة باب الامامة ۱/ ٥٥٩ طبع ایچ۔ایم۔سعید کراچی.
وکذا فی البحر الرائق کتاب الصلوة باب الامامة ۱/ ٦٠٧، ٦٠٩ طبع مکتبه رشیدیه کوئٹه.

۳) در المختار کتاب الصلوة باب الامامة ۱/ ٥٥٨، ٥٥٩ طبع ایچ۔ایم۔سعید کراچی.
وکذا فی حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح کتاب الصلوة باب الامامة ص:٣٠١، ٣٠٠، ٣٠٢ طبع قدیمی کتب خانه. وکذا فی التاتارخانیه کتاب الصلوة من هو أحق بالامامة ۱/ ٦٠٠ طبع إدارة القرآن والعلوم الاسلامیه.

٤) والفتنة أشد من القتل الآیة: ١٩١، ١/ ٤٦٣ تفسیر ابن کثیر، طبع قدیمی کتب خانه.

اصل امام کے ہوتے ہوئے دوسرے کی امامت کا حکم

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک بستی میں ایک عرصہ سے ایک حافظ امام مسجد موجود ہے۔ بستی کے کچھ لوگوں کی ذاتی طور پر اس سے عداوت ہوگئی انھوں نے ایک دوسرا امام بلالیا اور کچھ لوگ اس کے پیچھے وقتاً فوقتاً نماز پڑھتے رہے۔ اگرچہ اکثریت اس امام کے ساتھ ہے۔ ایک دن صبح کو قدیم امام آیا تو اس نے دیکھا کہ نیا امام جماعت کرا رہا ہے اس نے یہ خیال کیا کہ اگر اس کے پیچھے میں نماز نہ پڑھوں گا تو فتنہ برپا ہوگا اس لیے اس نے اور اس کے بعض ہمراہیوں نے اس کے پیچھے نماز پڑھ لی تو نماز سے فارغ ہونے کے بعد اس نے کہا کہ تم نے ہمارے پیچھے نماز پڑھ کر ہماری نماز خراب کردی۔ مہربانی فرما کر ایسا نہ کرو اور اس نے پھر دوبارہ جماعت کرائی۔ اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ ایسے امام کا کیا حکم ہے جو لوگوں کو اپنے پیچھے نماز پڑھنے سے روکتا ہے؟ بینوا توجروا

﴿ج﴾

امام صاحب (یعنی پنجگانہ اوقات کا امام) جو عرصہ سے بستی کے لوگوں کی اکثریت کا امام ہے اور وہ برابر نماز پڑھا رہا ہے اس کے ہوتے ہوئے بغیر اس کی اجازت کے کسی دوسرے شخص کو امامت کرنے کا حق نہیں ہے [1] اور اگر اس نے نماز پڑھائی اور اس کے پیچھے امام سابق نے نماز پڑھ لی تو اس کا یہ کہنا کہ تم نے ہماری نماز خراب کردی آئندہ ایسا نہ کیا کرو یہ اس نے بہت ظلم کیا۔ کیونکہ کسی شخص کو نماز با جماعت سے روکنا بہت بڑا ظلم ہے [2]۔ امام مسجد کو چاہیے کہ وہ لوگوں کو نماز با جماعت ادا کرنے کی تاکید کرے نہ یہ کہ جو لوگ پڑھتے ہیں ان کو روکے پھر اس کا یہ کہنا کہ تم نے ہماری نماز خراب کردی اور جماعت دوبارہ ادا کی۔ اس کی جہالت اور کم فہمی اور مسائل شریعہ سے ناواقفی پر دلالت کرتا ہے کہ اس کو اتنا پتہ نہیں کہ کسی فاسق و فاجر کے بھی

---

۱) اعلم أن (صاحب البيت) ومثله إمام المسجد الراتب (اولى بالامامة من غيره) مطلقا الدر المختار كتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵۵۹ طبع ایچ۔ایم۔سعید کراچی.
وكذا في الفتاوى الهندية كتاب الصلوة الفصل الثامن من هو أحق بالامامة ۱/۸۳ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه.
وكذا في البحر الرائق كتاب الصلوة باب الامامة ۱/۶۰۷،۶۰۹ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه.
۲) ومن أظلم ممن منع مسجد الله أن يذكر فيها اسمه وسعىٰ في خرابها الآية: ۱۱۴.

امام کے پیچھے نماز پڑھنے سے امام کی نماز پر کوئی اثر نہیں پڑ سکتا ہے۔ ایسے جاہل اور ناواقف امام کو کہ جو اپنی ذاتی عداوت کی وجہ سے اور دوسرے لوگوں کے اشارہ سے لوگوں کو نماز سے روکے ہرگز ہرگز امام نہ بنانا چاہیے مسلمانوں کے درمیان میں اتحاد پیدا کرنا امام کا فرض اولین ہے۔ یہ امام لوگوں کے درمیان میں فتنہ اور فساد پھیلانے کی کوشش کرتا ہے اور مسلمانوں کو تکلیف پہنچاتا ہے۔ ایسے شخص کو امام نہ بنایا جائے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بشرط صحت واقعہ حکم مذکور صحیح ہے اگر واقعہ مستفتی نے صحیح نہ بیان کیا ہو تو یہ حکم نہ ہوگا۔ مفتی مستفتی کے بیان کے مطابق جواب کا ذمہ دار ہے۔

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

امامت کا زیادہ حقدار کون ہے

کیا فرماتے علماء عظام مندرجہ ذیل مسئلہ میں کہ ایک قوم نے اپنے قومی بھائی عالم کو پیش امام بنایا اس کی زندگی تک وہ قوم اس کی امامت پر متفق تھی۔ جب وہ فوت ہوگیا اس کا بیٹا اس کی جگہ پر خلف ہوگیا اور وہ بھی امامت کے قابل تھا۔ اس پیش امام کے رشتہ داروں وخویشوں نے اس کو کہا کہ ہم تجھ کو پیش امام نہیں بناتے بلکہ ہم بذات خود اس قوم کی امامت کرتے ہیں اور بعض قوم کو انھوں نے اپنے اوپر تملق وفریب سے متفق کیا اور فی الواقع اس بعض قوم کا اتفاق صرف ایک فتنہ اور فساد پھیلانے کے لیے تھا نہ یہ کہ اسی بعض قوم نے پیش امام اول میں کوئی قصور پایا تھا اور بعض قوم کہنے لگے کہ ہم امام مقدم کی امامت پر راضی ہیں کیونکہ ہم نے اس امام میں کوئی عزل کا موجب نہ پایا۔ یہ جھگڑہ اور تنازعہ قوم کے رئیس وسردار کو پیش ہوا۔ سردار نے امام قدیم کے مخالف لوگوں سے استفسار کیا کہ تم کیوں مقدم سے ناراض ہوگئے۔ کیا اس امام میں امامت کی

---

۱) وفی التاتارخانیه ویکره للرجال أن یصلوا خلفه (الفاسق) کتاب الصلوة من هو أحق بالامامة ۱/۶۰۳ طبع إدارة القرآن.

وکذ فی الدرالمختار کتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵۵۹ طبع ایچ۔ایم۔سعید کراچی.

وکذا فی البحر الرائق کتاب الصلوة باب الامامة ۱/۶۱۱ طبع مکتبه رشیدیه کوئٹه.

قابلیت نہیں۔ خالف لوگوں نے کہا کہ ہم نے امام قدیم میں کچھ قصور نہیں دیکھا صرف امامت مرضی کی چیز ہے۔ لہذا ہم پہلے امام کو چھوڑتے ہیں۔ امام مقدم کے موافق لوگ سردار کے سامنے کہنے لگے کہ یہ بعض قوم اور خصوصاً امام کے رشتہ دار اور اقرباء صرف ہمارے اتفاق کو توڑتے ہیں اور مساجد بکثرت بنانا چاہتے ہیں اور اسکے علاوہ بھی دوسروں کو اتحاد سے بذریعہ مکروفریب منع کرتے ہیں۔ براہ مہربانی امام مقدم کو ہمارے درمیان سے ان مفسدوں کے کہنے سے نہ نکالو اور سردار صاحب کے حضور میں بہت احتجاج کیا۔ علاوہ اس قوم مخالف اور امام کے رشتہ داروں وغیرہ کو کہہ دیجیے کہ امام مقدم پر ہمارے ساتھ اتفاق کریں۔ سردار صاحب نے فرمایا کہ جمعہ کو تو امام مقدم کی امامت کرنا منظور ہے۔ مگر چونکہ میں عالم نہیں ہوں اور نہ ہمارے علاقہ میں ایسا جید و محقق عالم ہے۔ لہذا تم پنجاب کے حضرات علماء کرام سے استفتاء کرو۔ امید قوی ہے کہ خدا پاک اس کی توفیق اور تحقیق سے تمھارے درمیان متنازعات رفع فرمائیں گے۔ عزل کے موجبات براہ مہربانی آپ حضرات سے بوضوح مطلوب ہیں فقراء کے انتشار کو رفع فرما کر مشکور فرمادیں۔ امام اول متعلمین کو زمانہ مدید سے تعلیم دیتا ہے اور ہر وقت پڑھائی میں مشغول ہے۔ اس لیے رشتہ داروں وعزیزوں نے اس کے طلباء کی تفریق کے لیے اور اشخاص اپنے ساتھ رکھ لیے کہ تم اس امام کے متعلمین کو الگ کرو۔ اور ہر وقت تم بھی روٹی مانگنے کے وقت اس کے پیچھے چلو۔ اس بنا پر امام اول ان رشہ داروں کے متعلمین کو بند کر سکتا ہے کہ تم صرف عناداً اس قوم کو تنگ کرتے ہو اور چاہتے ہو کہ تدریس دینی بند ہو جائے۔ اور امام قدیم اور قوم موافق کے مابین اتحاد کی بو نہ رہ جائے از راہ مہربانی استدعا ہے کہ مسائل مرقومہ بالا تحقیق وتدقیق سے حوالہ کتب ارسال فرمائیں۔ جزاکم اللہ تعالیٰ عنا

اگر امام اول میں کوئی فساد دینی ہو یا دوسرا کوئی اس سے احق بالامامت موجود ہو اور وہ اس کے باوجود اس امامت پر مصر ہے اور چھوڑنے کے لیے تیار نہیں تو امامت اس کی مکروہ تحریمی ہے [۱] اور اگر نہ تو اس میں فساد ہو جیسا کہ سوال میں مخالفین نے خود اقرار کر لیا ہے اور نہ دوسرا امام اس سے احق بالامامتہ یعنی اعلم واقرأ ہو تو اس کی امامت بلا کراہت صحیح ہے۔ بلکہ اس کا عزل مکروہ ہوگا اور مخالفین بوجہ تفریق بین المسلمین کے ارتکاب کے گنہگار رہوں گے [۲]۔ درمختار میں ہے۔(ولو ام قوما وهم له کارهون ان)

---

۱) بل مشى فى شرح المنية على أن كراهة تقديمه (الفاسق) كراهة تحريم الشامى كتاب الصلوة باب الامامة ص: ٥٦٠ طبع ، ايچ۔ايم۔سعيد.

وكذا فى حلبى كبير كتاب الصلوة باب الامامة ص:٥١٣ طبع سعيدى كتب خانه. وكذا فى حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح كتاب الصلوة باب الامامة ص:٣٠٣ طبع قديمى كتب خانه.

۲) والفتنة أشد من القتل الآية :١٩١، ٤٦٣/١ تفسير ابن كثير طبع قديمى كتب خانه.

الکراھة (لفساد فیه او لانھم احق بالامامة منه کرہ) له ذالک تحریما لحدیث ابی داؤد لا یقبل اللہ صلوۃ من تقدم قوما وھم له کارھون (وان ھو احق لا و الکراھة علیھم [1]۔ بالخصوص یہاں تو ساری قوم مخالف نہیں بلکہ بعض قوم ہی مخالف ہے نیز طالبان علوم دینیہ کو تنگ کرنا اور علم سے روکنا سخت گناہ ہے۔اس سے توبہ کرنا لازم ہے [2] اور اگر اس فعل شنیع سے نہ رکیں تو ان کو نہ پڑھایا جائے۔واضع العلم عند غیر اھله کمقلد الخنازیر الجواھر واللؤلؤ او کما قال النبی صلی اللہ علیه وسلم [3]۔ البتہ اگر والدین اس گناہ کا ارتکاب کریں تو ان کے بچوں کو علم کی تحصیل سے محروم نہ کیا جائے۔ان لاتزر وازرة وزر اخری الآیه [4]۔واللہ تعالیٰ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

جس امام کی امامت پر تمام نمازی متفق ہوں اس کو معزول کرنے کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک مولوی صاحب جنھیں عرصہ پچاس سال ایک ہی محلہ

---

۱) الدر المختار کتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵۵۹ طبع ایچ۔ایم۔سعید.
وکذا فی حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح کتاب الصلوة باب الامامة ص: ۳۰۱، ۳۰۰، ۳۰۲ طبع دارالکتب العلمیة، بیروت لبنان.
وکذا فی البحر الرائق کتاب الصلوة باب الامامة ۱/۶۰۹ طبع مکتبه رشیدیه کوئٹه .

۲) وإنی لغفار لمن تاب وآمن وعمل صالحاً ثم اھتدی سورة طه آیت: ۸۲ پارہ نمبر ۱۶ .
وکذا فی شرح النووی علی صحیح المسلم واتفقوا علی أن التوبة من جمیع المعاصی واجبة وأنھا واجبة علی الفور لا یجوز تأخیرھا سواء کانت المعصیة صغیرة کانت أو کبیرة کتاب التوبة ۲/۳۵۴ طبع قدیمی کتب خانه.وکذا فی روض الازھر علی شرح فقه الاکبر وقد نصوا علی أن ارکان التوبة ثلاثة الندم علی الماضی والاقلاع علی الحال والعزم علی عدم العود فی الاستقبال تعریف التوبة ومراتبھا ص: ۴۳۶ طبع دارالبشائر الاسلامیه.

۳) وعن أنس رضی اللہ عنه قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم طلب العلم فریضة علی کل مسلم وواضع العلم عند غیر أھله کمقلد الخنازیر الجوھر واللؤلؤ والذھب رواہ ابن ماجه وروی البیھقی کتاب العلم الفصل الاول مشکوة المصابیح ، ص: ۳۴ طبع قدیمی کتب خانه.
وکذا فی ابن ماجه کتاب العلم باب فضل العلماء والحث علی طلب العلم ص: ۲۰ طبع ایچ۔ایم۔سعید کراچی.

۴) سورة النجم آیت : ۳۸.

میں منصب امامت پر فائز ہوئے گزر گیا ہے مولانا صاحب شریف النفس اور سلیم الطبع انسان ہیں اور قرب و جوار میں ان کے کثیر تلامذہ بھی ہیں اور مولانا صاحب دین کی بہت خدمت کر رہے ہیں۔ حال ہی میں ایک شخص نے مولانا صاحب کے خلاف نفرت آمیز کلمے کہے اور دشنام طرازی بھی کی شرعاً ایسے انسان کے لیے کیا حکم ہے اور مذکور شخص دوسرا امام لے آنا چاہتا ہے تو ایسی صورت میں امامت کا حق دار سابق امام ہے یا جواب آنے والا ہے جبکہ سارا محلّہ سابق امام پر راضی ہے۔ بینوا وتوجروا

﴿ج﴾

جس کو جماعت کے زیادہ اشخاص مقرر کریں وہی امام رہے گا: لان الاعتبار للاکثر (او الخیار الی القوم) فان اختلفوا اعتبر اکثرھم [1] پس جبکہ سابق امام پر تمام محلّہ والے راضی ہیں تو وہی امام رہے گا۔ نیز بغیر شرعی وجہ امام کو معزول کرنا درست نہیں [2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

احق بالامامت کون ہے

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اندریں مسئلہ کہ ایک شخص متقی عالم قدیم الایام سے ایک آبائی جگہ منصب امامت پر فائز المرام رہا ہے اب بھی اہل دیہہ کا سمجھ دار طبقہ امام قدیم کا عقیدت مند

---

۱) الدر المختار کتاب الصلوة باب الامامة ۵۵۸/۱ طبع ایچ۔ایم۔سعید کراچی.
وکذا فی حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح کتاب الصلوة باب الامامة ص:۳۰۱ طبع قدیمی کتب خانه. وکذا فی التاتارخانیه کتاب الصلوة من هو أحق بالامامة ۶۰۰/۱ طبع إدارة القرآن والعلوم الاسلامیه.

۲) وقدمنا عن البحر حکم عزل القاضی لمدرس ونحوه وهو أنه لا یجوز إلا بجنحة وعدم أهلیة (شامی) کتاب الوقف مطلب فی عزل الواقف لمدرس وإمام وعزل الناظر نفسه) ۴۲۸/۴ طبع ایچ۔ایم۔سعید کراچی.
وکذا فی البحر الرائق فلا یحل عزل القاضی صاحب الوظیفة بغیر جنحة وعدم أهلیة ولو فعل لم یصح کتاب الوقف ۳۸۰/۵، طبع مکتبه رشیدیه کوئٹه.
وکذا فی الدر المختار مع رد المحتار یعزل به إلا لفتنة (أی الامام) أی بالفسق لوطرا علیه والمراد انه یستحق العزل کتاب الصلوة باب الامامة ۵۴۹/۱ طبع ایچ۔ایم۔سعید کراچی.

ہے۔ لیکن چند ایک ناسمجھ لوگوں نے ایک نئے امام کو اسی جگہ امام مقرر کرا کر ایک عظیم الشان ہنگامہ اور انتشار پیدا کر رکھا ہے۔ امام سابق ہر حیثیت سے امام ثانی سے فائق ہے۔ بحیثیت علم بھی و عمل بھی۔ کیا شرعاً امام قدیم بہتر ہوگا یا جدید۔

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں بشرط صحت سوال اگر حقیقت حال یہ ہے کہ امام سابق امام ثانی پر بحیثیت علم وعمل فائق ہے اور اہل دیہہ کا سمجھ دار طبقہ اسی امام سابق کا حامی ہے۔ چند ایک ناسمجھ لوگوں کا امام سابق کو معزول کر کے فتنہ وفساد پیدا کرنا جائز نہیں (۱)۔ امام سابق کو بہر حال فوقیت ہوگی (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مسجد کے امام صاحب کو بداخلاق کہا گیا اور انھوں نے امامت سے معذرت کر دی

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک امام مسجد عرصہ دراز سے امامت کے فرائض سرانجام دے رہا ہے۔ چند دن ہوئے ہیں کہ دو نمازیوں کا امام صاحب کے ساتھ نماز کا وقت تبدیل کرنے کے بارہ میں جھگڑا ہو گیا، باتوں باتوں میں ایک نمازی نے امام صاحب کو بداخلاق کہا ہے۔ جس کی وجہ سے امام صاحب نے مصلیٰ چھوڑتے ہوئے کہا کہ میں چونکہ آپ کے خیال کے مطابق بداخلاق ہوں لہٰذا جو بااخلاق امام ہو اس کو امامت کے لیے مقرر کر لیں۔ میں نے جو ۱۵ یا ۱۶ سال مسجد شریف کی خدمت کی ہے خداوند قدوس منظور فرمائے۔ اب آپ اپنا انتظام کر لیں۔ تین چار دن کے بعد متولی صاحب اور عوام نے آ کر امام صاحب کو راضی کر لیا کہ ہم آپ سے اور آپ کی امامت سے خوش ہیں آپ بااخلاق ہیں جو اتنی لمبی مدت گزار گئے اب امام صاحب بدستور امامت کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔ کیا مصلیٰ چھوڑنے کا امام صاحب پر کوئی جرم تو نہیں ہے۔ کیا شریعت اجازت دیتی ہے کہ امام صاحب مندرجہ بالا کی روشنی میں مصلیٰ چھوڑنے کی عوام سے معافی مانگے۔ بینوا توجروا

---

۱) والفتنة أشد من القتل الآية : ۱۹۱ ، ۱/۴۶۳ تفسير ابن كثير طبع قديمى خانه.

۲) اعلم أن صاحب البيت ومثله إمام المسجد الراتب أولى بالامامة من غيره مطلقاً الدر المختار كتاب الصلوة باب الامامة ، ۱/۵۵۹ طبع ايچ۔ايم۔سعيد كراچى.

وكذا فى الفتاوى الهنديه كتاب الصلوة الفصل الثالث من هو احق بالامامة ۱/۸۳ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه.

وكذا فى البحر الرائق كتاب الصلوة باب الامامة ۱/۶۰۷،۶۰۹ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه.

﴿ج﴾

بلاشرعی عذر کے امام صاحب پر اعتراض کرنا اور بدنام کرنا گناہ ہے (۱) اگر واقعی امام صاحب میں کوئی عیب نہیں تھا صرف تبدیلی وقت پر معمولی سا جھگڑا ہوا اور امام صاحب کو ایک مقتدی نے بداخلاق تک کے الفاظ سے یاد کیا اور امام صاحب اس سے ناراض ہو کر مصلی چھوڑ گئے تو یہ مصلی چھوڑ نا امام صاحب کا کوئی جرم نہیں اور نہ ہی اس کو معافی مانگنے پر مجبور کرنا چاہیے۔ بلکہ جس نے امام صاحب کو ناراض کیا ہے اس کو امام صاحب اور دیگر نمازیوں سے معافی مانگ لینی چاہیے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مکمل ناظرہ اور دو پارے حفظ کیے ہوئے غیر عالم کی امامت کا حکم

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ میں کہ ایک شخص جو پرہیز گار ہو قرآن مجید مکمل صحیح تلفظ کے ساتھ ناظرہ پڑھا ہوا ہو۔ تقریباً دو پارے کا حافظ بھی ہو عالم نہ ہو نہ ہی بہترین خطیب ہو اور نہ ہی حافظ لیکن گاؤں کے اکثر لوگ اسے اپنی مسجد کا امام رکھنا چاہتے ہوں۔ تو کیا وہ امام مسجد بننے، نماز پنجگانہ، نماز جمعہ اور نماز عیدین پڑھانے کا اہل ہے یا نہیں۔

اگر امام صاحب متقی و پرہیز گار ہیں نماز اور امامت کے مسائل سے واقف ہیں۔ قرآن مجید صحیح تلفظ کے ساتھ پڑھتے ہیں اور اکثر مقتدی ان کی امامت سے راضی ہیں تو شرعاً ان کی امامت نماز پنجگانہ اور

---

۱) وعن أبی هريرة رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله عليه وسلم المسلم اخو المسلم لا يخونه ولا يكذبه ولا يخذله كل المسلم على المسلم حرام عرضه وماله ودمه التقوى الخ (ترمذی) ۲/۱۴ طبع ایچ۔ایم۔سعید کراچی۔

وكذا فی تحفة الاحوذی التقوى ههنا زاد فی رواية مسلم ويشير إلى صدره قال فی مجمع البحار أی لا يجوز تحقير المتقی من الشرك والمعاصی ، والتقوى ، محله القلب يكون مخفيا عن الاعين فلا يحكم بعدمه لاحد حتى يحقره أو يقال محل التقوى هو القلب فمن كان فی قلبه التقوى لا يحقر مسلما لان المتقی لا يحقر مسلماً ما جاء فی شفقة المسلم على المسلم، ۷/۴۱ طبع قديمی كتب خانه.

جمعہ وعیدین وغیرہ میں بلاشبہ جائز ہے [۱]- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

امام مسجد اور انتظامیہ کی مرضی سے دوسرا امام رکھا گیا تو اس کی اقتدا کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسائل کہ:

(۱) ایک بستی کے امام مسجد صاحب سردیوں میں اکثر بیمار رہتے ہیں تو ان امام صاحب کی جگہ عارضی طور پر ایک امام رکھ لیتے ہیں- اس سال نمازیوں نے امام مسجد کی رضامندی سے عارضی امام کو مستقل امام رکھ لیا- لیکن سابقہ امام نے صحت یاب ہونے پر چاہا کہ بعد میں آنے والا امام صاحب چلا جائے مگر ایسا نہ ہو سکا البتہ چند افراد نے سابقہ امام کی حمایت کی اور ایک چھوٹی جماعت کی تشکیل الگ ہوگئی- اب صورت حال یہ ہے کہ یہ نئی جماعت مسجد کے ایک حصہ میں الگ تھلگ بیٹھ جاتی ہے- جب جماعت ہو جاتی ہے تو یہ لوگ سابقہ امام کے پیچھے دوبارہ جماعت کراتے ہیں تو کیا ایسا کرنا درست ہے-

(۲) مسجد کی انتظامیہ نے مسجد میں ایک کمرہ بنا کر مدرسہ قائم کیا ہے- جس میں بستی کے بچے پڑھتے ہیں قربانی کی کھال وغیرہ کی رقم میں سے امام مسجد کو پڑھانے کی ماہوار تنخواہ دیتے ہیں- تو کیا یہ درست ہے-

﴿ج﴾

(۱) جبکہ سابقہ امام کی رضامندی سے دوسرے شخص کو مستقل امام رکھ لیا گیا اور اکثر نمازی اس کی امامت پر خوش ہیں تو اس کا حق مقدم ہے [۲]- دوسری جماعت کرنے والوں پر لازم ہے کہ وہ اس امام کے

---

۱) وفی فتاوی الارشاد: یجب أن یکون إمام القوم فی الصلوة أفضلهم فی العلم والورع والتقوی والقراءة والحسب والنسب والجمال علی هذا إجماع الامة. تاتارخانیه کتاب الصلوة من هو أحق بالامامة ۱/۶۰۰ طبع إدارة القرآن والعلوم الاسلامیه وکذا فی الدر المختار کتاب الصلوة من هو احق بالامامة ۱/۵۵۷،۵۵۸ طبع ایچ۔ایم۔سعید .وکذا فی النهر الفائق کتاب الصلوة باب الامامة ۱/۲۳۹ طبع دارالکتب العلمیة بیروت لبنان.

۲) فان استووا یقرع بین المستویین (او الخیار الی القوم) فان اختلفوا اعتبر اکثرهم کتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵۵۸،۵۵۹ طبع ایچ۔ایم۔سعید کراچی. وکذا فی حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح کتاب الصلوة باب الامامة ص:۳۰۱ طبع قدیمی کتب خانه.

وکذا فی التاتاخانیه کتاب من هو أحق بالامامة ۱/۶۰۰ طبع إدارة القرآن والعلوم الاسلامیه.

پیچھے نماز پڑھیں اور الگ جماعت نہ کریں [1]۔ فقہاء کے نزدیک دوسری ۶۰ جماعتوں سے بھی پہلی جماعت کی فضیلت حاصل نہیں ہوتی۔

(۲) قیمت چرم قربانی اور عشر زکوٰۃ کا مصرف فقراء ومساکین ہیں [۲]۔ تنخواہ میں دینا جائز نہیں۔ تمام صدقات واجبہ میں تملیک فقراء بلاعوض شرط ہے [۳]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

معقول وجوہات کی بنا پر جس امام سے اس کے مقتدی ناراض ہوں اس کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ تین شخص، زید، عمر، بکر ایک ہی خاندان سے تعلق رکھتے ہیں اور نزدیکی رشتہ دار ہیں۔ ان میں سے زید تاجر ہے بکر زمینداری کا کام کرتا ہے اور عمر امام ہے۔ تینوں کی جائیداد مشترکہ ہے کافی جائیداد کے مالک ہیں اور جائیداد کے علاوہ کافی نقدی بھی رکھتے ہیں امامت بھی تینوں کی مشترکہ ہے اور یہ امامت ان کی آبائی وراثت چلی آرہی ہے تینوں میں سے کوئی بھی عالم نہیں ہے صرف معمولی مسائل عامہ سے واقفیت رکھنے کے علاوہ تعلیم قرآن شریف ناظرہ خواندگی تک محدود ہے۔ جس طرح کہ ایک عامی مسلم کو ہوا کرتی ہے اور اس امام کی ناخواندگی اس واقعہ سے ظاہر ہے کہ ایک

---

۱) ویکره تکرار الجماعة بأذان وإقامة فی مسجد محله لا فی مسجد طریق (قوله ویکره) أی تحریما لقول الكافی لا یجوز در المختار مع رد المحتار کتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵۵۲ طبع مکتبه رشیدیه کوئٹه.
وكذا فی بدائع الصنائع كتاب الصلوة وأما بیان محل الوجوب ۱/۱۵۳ طبع مکتبه رشیدیه کوئٹه.
وكذا فی أحسن الفتاوی مسجد میں جماعت ثانیه کا حکم) ۳/۳۳۹ طبع ایچ۔ایم۔سعید کراچی.

۲) ای مصرف الزكاة والعشر وأما خمس المعدن فمصرفه كالغنائم (هوفقیر ، وهو من له ادنى شئ ومسكين وهو من لا شئ له) کتاب المصرف ۲/۳۳۹ طبع ایچ۔ایم۔سعید کراچی.
وكذا فی البحر الرائق كتاب الزكاة باب مصرف الزكاة ۱/٤١٩ طبع مکتبه رشیدیه کوئٹه.
وكذا فی البناية على شرح الهداية كتاب الزكاة باب ما يجوز دفع الزكاة إليه ۳/٤٤٦ طبع دارالكتب العلمية بيروت لبنان.

۳) هی تمليك المال بغير عوض من فقير مسلم غيرها شمی كتاب الزكاة ص: ٥٥ كنز الدقائق طبع بلوچستان بکڈپو. تمليكاً لان الايتاء فی قوله وآتو الزكاة يقتضی التمليك فلو بنی مسجداً أو قنطرة ...... او كفن ميتاً لا يجزئه لا نعدام التمليك كتاب الزكاة ۱/٥٣٦ فتح باب العناية بشرح النقاية طبع ایچ۔ایم۔سعید کراچی.
وكذا فی الدر المختار كتاب الزكاة باب المصرف ۲/۳٤٤ طبع ایچ۔ایم۔سعید.

دفعہ ایک مردہ لڑکی جو ماں کے بطن سے مردہ پیدا ہوئی ہے وہ امام صاحب اس کی نماز جنازہ پڑھانے کے لیے آئے تو عالم لوگوں نے اس سے کہا کہ ہم نے سنا ہے کہ جو اولاد ماں کے بطن سے مردہ پیدا ہو تو اس کی نماز جنازہ نہیں ہوا کرتی تو اس پر پیش امام نے کہا کہ چلو پھر نہیں پڑھائیں گے اب پوچھنا ہے کہ اس شخص یعنی امام سے وہاں کے لوگوں کی دینی ضروریات قطعاً پوری نہیں ہوتیں اور اس کے ساتھ یہ شخص امام اتنا متمول ہونے کے باوجود امامت آبائی وراثت سمجھتے ہوئے وہاں کے لوگوں سے زکوٰۃ، عشر، صدقات وغیرہ بھی وصول کرتا ہے۔ چونکہ ایک متمول اور کافی رسوخ کا مالک ہے۔ اس لیے لوگوں سے اپنے ذاتی دباؤں کی وجہ سے یہ سب کچھ وصول کرتا ہے کافی لوگوں نے اس کے صدقات اور واجبات کے عدم مستحق ہونے کی وجہ سے اور اس کی ناخواندگی کی وجہ سے اس سے اختلاف کیا اور اس کے پیچھے نماز پڑھنی چھوڑ دی۔ اور اس سے درخواست کی کہ چونکہ ہماری دینی ضروریات کو آپ پورا نہیں کر سکتے اس لیے آپ کسی اور عالم دین کو جو ہماری ضروریات دینی کو پورا کر سکتا ہو منگوا دو یا ہم خود منگوا لیتے ہیں۔ لیکن وہ اس پر رضامند نہیں ہے۔ بلکہ الٹا اگر کوئی کسی عالم دین کو منگواتا بھی ہے تو یہ اسے نہیں چھوڑتا ہے اور جو لوگ اس سے اختلاف کرتے ہیں اور اس کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے بلکہ اپنے گھر نماز ادا کرتے ہیں تو یہ امام اس شخص پر گمراہی اور گناہ گاری اور تارک جماعت جیسے فتوے لگاتا ہے۔ اب لوگوں میں کافی اختلاف ہے کچھ لوگ تو اس کے رشتہ دار ہونے کی وجہ سے اور کچھ اس کے ذاتی دباؤ کی وجہ سے بادل نخواستہ اس کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں اور کچھ لوگ اپنے گھر ہی نماز پڑھتے ہیں۔ اب جبکہ یہ امام نہ کسی اور امام کو اور نہ کسی طالب العلم کو چھوڑتا ہے تو کیا اس امام مذکور کو زکوٰۃ وعشر اور صدقات واجبہ وغیرہ دینا جائز ہے یا نہیں اس کے پیچھے نماز ادا ہوتی ہے یا نہیں اور جو شخص اس کے پیچھے نماز نہ پڑھے بلکہ اپنے گھر ہی ادا کرے کیا وہ گنہگار ہوگا یا نہیں اور وہاں کے لوگوں کو اپنی دینی ضروریات پوری کرنے کے لیے کسی اور عالم دین کو لانا چاہیے یا اسی امام کے پیچھے نمازیں ادا کریں اور اسی سے دینی ضروریات پوری کریں۔ جبکہ دوسرا عالم دین بھی مل رہا ہو لیکن امام اس کو نہ چھوڑتا ہو اور امام مذکور کا حال اوپر بیان ہو چکا ہے کہ نماز بھی درست نہیں پڑھا سکتا۔ اس کے علاوہ یہ امام مذکور حیلہ اسقاط کو بھی اس طریقہ سے کرتا ہے کہ اپنے اردگرد مسکینوں کا حصہ بٹا کر قرآن شریف کو ایک دفعہ چکر دینے کے یعنی پہلی مرتبہ چکر دینے کے چار روپیہ اور پھر ہر مرتبہ چکر دینے کے تین تین روپے لیا کرتا ہے۔ اسی طرح سے جتنے روپے بنتے ہیں پھر وہ شخص اسی حساب سے رقم وصول کر لیتا ہے اور یہ رقم پھر اس سے لیتا ہے اور اس میں اس کا حصہ مقرر ہے اور یہ چکر قرآن مجید کا کافی مرتبہ کیا جاتا ہے۔ یہ بھی درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

﴿ج﴾

سوال سے معلوم ہوتا ہے کہ قوم کی اکثریت اپنے امام پر رضا مند نہیں (۱) پس اگر واقعی امام میں ایسی خصلتیں موجود ہوں تو اس کو معزول کرنا چاہیے (۲)۔ایسا امام منصب امامت کا اہل نہیں ہوتا (۳) کیونکہ جس کیفیت سے اس نے حیلہ اسقاط وغیرہ رائج کرلیا ہے اس کا ثبوت سلف صالحین سے نہیں ملتا نیز اس کے لیے زکوٰۃ وعشر کا لینا جائز نہیں (۴)۔جن لوگوں نے باوجود اس کے متمول ہونے کے اس کو زکوٰۃ یا عشر کا مال دے دیا ہے تو ان کا ذمہ فارغ نہیں ہوگا (۵)۔البتہ دوسرے امام کے تقرر تک اس کے پیچھے نماز پڑھنی چاہیے۔

---

۱) ومن ام قوماً وهم له كارهون أن الكراهة لفساد فيه أولا نهم أحق بالامامة منه كره له ذالك تحريما لحديث ابى داؤد لا يقبل الله صلوة من تقدم قوماً وهم له كارهون الدر المختار كتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵۵۹ طبع ايچ۔ايم۔سعيد.
وكذا فى حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح كتاب الصلوة باب الامامة ص:۳۰۳ طبع دارالكتب العلمية بيروت لبنان.
وكذا فى البحر الرائق كتاب الصلوة باب الامامة ۱/۶۰۹ طبع رشيديه كوئٹه.

۲) وأمافقد عللوا كراهة تقديمه بأنه لا يهتم لامر دينه، وبأن فى تقديمه للإمامة تعظيمه وقد وجب عليهم إهانته شرعاً،(شامى) كتاب الصلوة باب الإمامة ۱/۵۶۰ طبع ايچ۔ايم۔سعيد كراچى.
وكذا فى حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح كتاب الصلوة باب الامامة ص:۳۰۳ طبع قديمى كتب خانه.

۳) بدائع الصنائع وهذا قول العامة وقال مالك لا تجوز خلف الفاسق ووجه قوله ان الامامة من باب الامانة والفاسق خائن ولهذا لا شهادة له لكون الشهادة من باب الامانة كتاب الصلوة فصل وأما بيان من يصلح للامانة ۱/۱۵۶ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه.

۴) أى مصرف الزكاة والعشر وأما خمس المعدن فمصرفه كالغنائم هو فقير من له ادنى شئ...... ومسكين من لا شئ له كتاب الزكاة باب المصرف الزكاة ۲/۳۳۹ طبع ايچ۔ايم۔سعيد كراچى، الدر المختار
وكذا فى البحر الرائق كتاب الزكاة باب مصرف الزكاة ۱/۴۱۹ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه.

۵) الدر المختار مع رد المحتار دفع بلا تحر لم يجز إن أخطا قوله لم يجز دفع الزكاة إليه إن أخطاء أى له أله غير مصرف كتاب الزكاة باب المصرف كتاب الزكاة مطلب فى الحوائج الاصلية ۳/۳۵۴ طبع مكتبه رشيديه (جديد).
وكذا فى البحر الرائق كتاب الزكاة باب المصرف ۲/۴۳۲ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه.
وكذا فى البناية على شرح الهدايه كتاب الزكاة باب ما يجوز دفع الصدقة إليه ۳/۴۷۴ طبع دارالكتب العلمية بيروت لبنان.

نماز کا اعادہ نہ کرے یعنی دوبارہ منفرداً نہ پڑھے (۱)۔ بہرکیف یہ امام دائمی امامت کا اھل نہیں ہے جیسے کہ درمختار کی عبارت میں نصبا کا لفظ اس پر دال ہے۔ پوری عبارت یہ ہے۔ **والا حق بالامامة تقديما بل نصبا (مجمع الانهر) الاعلم باحكام الصلوة فقط صحة وفسادا بشرط اجتنابه للفواحش** (۲)۔ اگر اس امام کے رشتہ دار دوسرے امام کے تقرر پر راضی نہ ہوں تو ان کی بات مسموع نہیں ہوگی بلکہ قوم کی اکثریت معتبر ہے۔ **كما قال صاحب الدر بعد هذه العبارة - فان اختلفوا اعتبر اكثرهم** (۳)۔ چونکہ قوم چاہتی ہے کہ اس سے بہتر کسی عالم کو امام مقرر کرلیں اور بلا وجہ امام سے متنفر نہیں ہیں۔ اس لیے حدیث کی رو سے اس امام کے پیچھے نماز مکروہ ہوگی حدیث میں ہے۔ **لا يقبل الله صلاة من تقدم قوما وهم له كارهون** (۴)۔

---

۱) وفى النهر عن المحيط صلى خلف فاسق أومبتدع نال فضل الجماعة أفادان الصلوة خلفهما أولى من الانفراد لكن لا ينال كما ينال خلف تقى ورع، الدر المختار مع رد المحتار كتاب الصلوة باب الامامة ١/٥٦٢ طبع ايچ۔ايم۔سعيد كراچى.

وكذا فى حلبى كبير كتاب الصلوة باب الامامة ص:٥١٤ طبع سعيدى كتب خانه.

وكذا فى حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح كتاب الصلوة باب الامامة ص:٣٠٣ طبع قديمى كتب خانه.

۲) الدر المختار كتاب الصلوة باب الإمامة ١/٥٥٧ طبع ايچ۔ايم۔سعيد كراچى.

وكذا فى البحر الرائق كتاب الصلوة باب الامامة ١/٦٠٧ طبع مكتبه رشيديه .

وكذا فى حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح كتاب الصلوة باب الامامة ص:٢٩٩، ٣٠٠ طبع دار الكتب العلمية بيروت لبنان.

۳) الدر المختار كتاب الصلوة باب الامامة ١/٥٥٨، ٥٥٩ طبع ايچ۔ايم۔سعيد.

وكذا فى حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح كتاب الصلوة باب الامامة ص:٣٠١ طبع قديمى .

وكذا فى التاتارخانيه كتاب الصلوة باب من هو احق بالامامة ١/٦٠٠ طبع إدارة القرآن.

٤) الدر المختار كتاب الصلوة باب الامامة ١/٥٥٩ طبع ايچ۔ايم۔سعيد كراچى.

وكذا فى حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح كتاب الصلوة باب الامامة ص:٣٠١ طبع قديمى كتب خانه .

وكذا فى البحر الرائق كتاب الصلوة باب الامامة ١/٦٠٩ طبع مكتبه رشيديه.

خواب کی بنا پر امام کو ہٹانا درست نہیں

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ محمد انور نامی امام مسجد قرآن کا حافظ ہے۔ جس کے پاس متعدد بچے قرآن پاک پڑھتے ہیں۔ آج تک اس کے بارے میں کوئی شکایت نہیں۔ اس کے شیعہ رشتہ داروں نے اس سے رشتہ چاہا تو اس نے سنیت کی قید لگائی چنانچہ ان رشتہ داروں نے اس کے پیچھے سنی والی نماز شروع کردی اور امام نے نکاح کر دیا بعد میں جب یہ امام ان کے پاس گیا تو انھوں نے کہا کہ شیعہ ہو جا۔ امام نے کہا میں شیعہ ہرگز نہیں بنتا۔ اگر تم رشتہ نہیں دیتے تو اپنے پاس رکھو اس اثنا میں امام صاحب کے بھائی کو کہتا ہے کہ خواب آئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خواب میں فرمایا کہ اس امام کو مصلی سے ہٹا دو۔ چنانچہ اب مسجد ویران ہے۔ اب اس خواب سے اور اس واقعہ سے وہ حق امامت سے محروم کیا جا سکتا ہے یا نہیں۔

ج

برتقدیر صحت واقعہ خواب اور اسی طرح مذکورہ بالا رشتہ کرنے سے امام مذکور کو امامت سے ہٹانا درست نہیں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سود خور کی امامت کا حکم

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص علانیہ سود خوری کرتا ہے کیا ایسا شخص کسی مسجد کا امام یا متولی ہو سکتا ہے۔

---

۱) (شامی)وقدمنا عن البحر حكم عزل القاضى لمدرس ونحوه وهو أنه لا يجوز إلا بجنحة وعدم أهلية كتاب الوقف مطلب فى عزل الواقف لمدرس وإمام وعزل الناظر نفسه ٤٢٨/٤ طبع ايچ-ايم-سعيد كراچى.

وكذا فى البحر الرائق فلا يحل عزل القاضى صاحب الوظيفة بغير جنحة وعدم أهلية ولو فعل لم يصح كتاب الوقف ٣٨٠/٥ ،طبع مكتبه رشيديه.

وكذا فى الدر المختار مع رد المحتار يعزل به إلا لفتنة أى بالفسق لوطراء عليه والمراد انه يستحق العزل كتاب الصلوة باب الامامة ٥٤٩/١ طبع ايچ-ايم-سعيد.

﴿ج﴾

سودخور شخص امامت کے لائق نہیں ہے (۱) اور تولیت مسجد کا بھی اہل نہیں ہے۔ لقوله تعالی ان اولیائه الا المتقون (۲)۔ فقہاء کی تصریح ہے: کره امامة الفاسق کراہت سے مراد کراہت تحریمی ہے (۳) اور سود کھانا کبائر میں سے ہے (۴)۔ اگر حلال سمجھے تو کافر ہے (۵)۔ بہرحال فاسق ہونے میں کوئی شک نہیں ہے (۶)۔ فقط واللہ تعالی اعلم

محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

۳ شعبان ۱۳۹۵ھ

---

۱) الدر المختار وكذا تكره خلف أمرد...... وشارب الخمر وآكل الربا كتاب الصلوة باب الامامة ۵٦۲/۱ طبع ایچ۔ایم۔سعید ،کراچی. وكذا فى الشامى وفاسق من الفسق وهو خروج عن الاستقامة ولعل المراد به من يرتكب الكبائر كشارب الخمر والزانى وآكل الربواونحو ذالك كتاب الصلوة باب الامامة ۱/ ۵٦۰ طبع ایچ۔ایم۔سعید. وكذا فى حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح كتاب الصلوة باب الامامة ص: ۳۰۱ طبع دارالكتب العلمية بيروت.

۲) سورة الانفال آیت : ۱۳٤.

۳) بل مشى فى شرح المنية على أن كراهة تقديمه كراهة تحريم(شامى) كتاب الصلوة باب الإمامة ۱/ ۵٦۰ طبع ایچ۔ ایم سعید . وكذا فى حلبى كبير كتاب الصلوة باب الامامة ص:۵۱۳ سعيدى كتب خانه ۔ وكذا فى حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح كتاب الصلوة باب الامامة ص:۳۰۳ طبع كتب قديمى خانه.

٤) وفاسق من الفسق وهو خروج عن الاستقامة ولعل المراد به من يرتكب الكبائر كشارب الخمر والزانى وآكل الربواونحو ذالك كتاب الصلٰوة باب الامامة(شامى) ۱/ ۵٦۰ طبع ایچ۔ایم۔سعید کراچی. وكذا فى تفسير روح المعانى سورة البقرة آيت : ۲٦ ،۱/ ۲۸٤ دار أحياء التراث العربى. وكذا فى حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح كتاب الصلوة باب الامامة ص:۳۰۳ طبع كتب قديمى خانه.

۵) واعلم أن المستحل لا يكفر إلا إذا كان المحرم حرام لعينه وثبت حرمته بدليل قطعى وإلا فلا صرح به فى الدرر مقدمه حاشية الطحطاوى ص:٦ طبع دارالكتب العلمية بيروت لبنان. وكذا فى البحر الرائق كتاب السير باب احكام المرتدين ۲۰٦/۵ طبع مکتبه رشیدیه کوئٹه. وكذا فى التاتارخانيه كتاب أحكام المرتدين فيما يتعلق بالحلال والحرام ۵۰۵/۵ طبع إدارة القرآن والعلوم الاسلاميه.

٦) وفاسق من الفسق وهو خروج عن الاستقامة ولعل المراد به من يرتكب الكبائر كشارب الخمر والزانى وآكل الربواونحو ذالك كتاب الصلوة باب الامامة ۱/ ۵٦۰ سعيد كراچى.
وكذا فى تفسير روح المعانى سورة البقرة آيت : ۲٦ ،۱/ ۲۸٤ دار أحياء التراث العربى. وكذا فى حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح كتاب الصلوة باب الامامة ص:۳۰۳ طبع كتب قديمى خانه.

غاصب، سودخور کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ زید نے جنت بی بی کا نکاح بکر کے ساتھ پڑھا اور درج رجسٹر بھی کیا جنت بی بی کے ورثا نے جنت بی بی کے نکاح کے متعلق زید سے دریافت کیا۔ زید اس وقت بعد نماز فجر مسجد میں قرآن کی تلاوت کررہا تھا۔ زید نے کہا کہ میں تلاوت قرآن پاک کررہا ہوں نہ میں نے جنت بی بی کا نکاح پڑھا ہے اور نہ مجھے کوئی علم ہے۔ زید نے حلف اٹھا کر صریحاً جھوٹ بولا۔ کیا ایسے شخص کی اقتداء میں نماز جائز ہے یا نہیں۔

ایسے شخص کی شہادت معتبر اور مقبول ہے یا نہ۔ زید غاصب اور سودخور بھی ہے۔ غاصب اور سودخور کی اقتداء میں نماز جائز ہے یا نہ۔ قرآن وحدیث کی روشنی میں رہنمائی فرمائی جاوے۔ بینوا توجروا۔

﴿ج﴾

تحقیق کی جاوے اگر زید نے واقعی جھوٹ بولا ہو اور وہ غاصب وسودخور بھی ہے تو اس کی امامت مکروہ ہے [1]۔ اس پر لازم ہے کہ وہ توبہ تائب ہو جائے۔ توبہ تائب ہونے کے بعد اس کی امامت درست ہے [2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ ۲۱ رجب ۱۳۹۱ھ

---

۱) بل مشى فى شرح المنية على أن كراهة تقديمه كراهة تحريم(شامى) كتاب الصلوة باب الإمامة ١/ ٥٦٠ طبع ايچ.

وكذا فى حلبى كبير كتاب الصلوة باب الامامة ص:٥١٣ سعيدى كتب خانه

وكذا فى حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح كتاب الصلوة باب الامامة ص:٣٠٣ طبع كتب قديمى خانه.

٢) وإنى لغفار لمن تاب وآمن وعمل صالحاً ثم اهتدى سورة طه آيت: ٨٢.

وعن عبد الله بن مسعود رضى الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم التائب من الذنب كمن لا ذنب له مشكوة المصابيح باب التوبة والاستغفار قديمى كتب خانه.

وكذا فى ابن ماجه باب ذكر التوبة والاستغفار ص:٣٢٣ ايج-ايم- سعيد.

سود کی حلت کا فتویٰ دینے والے کی امامت کا حکم

﴿س﴾

ایک شخص سود خور ہے اور سود کی حلت کا فتویٰ دیا ہوا ہے موصوف ان صفات کا حامل ہے: مسجد اور مدرسہ کی خیانت کرتا ہے، وعدہ خلافی کرتا ہے، جھوٹی قسم اٹھاتا ہے، اپنے مقرر شدہ امام کے پیچھے کبھی نماز نہیں پڑھتا، کبھی جماعت کے ساتھ نماز نہیں پڑھتا، بعد میں دوسری جماعت کراتا ہے، کبھی عین جماعت کے وقت بالمقابل دوسری جماعت شروع کر دیتا ہے اس کے متعلق حکم شرعی کیا ہے۔ ایسا شخص امامت کے لائق ہے یا نہ۔

جس امام میں مذکورہ بالا صفات ذمیمہ موجود ہیں شرعاً وہ فاسق ہے (۱)۔ ایسا شخص لائق امامت نہیں (۲)، جس سود کو اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حرام فرمایا ہے اس کو حلال سمجھنا کفر ہے (۳)۔ جب تک اس شخص کا فتویٰ سود کی حلت کا معلوم نہ ہو جائے اس وقت تک اس شخص کے اس فتویٰ

---

۱) وفاسق من الفسق وهو خروج عن الاستقامة ولعل المراد به من يرتكب الكبائر كشارب الخمر والزاني وآكل الربواونحو ذالك (شامی) كتاب الصلوة باب الامامة ۱/ ۵٦۰ طبع ايچ-ايم- سعيد كراچی.
وكذا فی تفسير روح المعانی سورة البقرة آيت : ٢٦ ،۱/ ٢٨٤ دار أحياء التراث العربی.
وكذا فی حاشية الطحطاوی علی مراقی الفلاح كتاب الصلوة باب الامامة ص:۳۰۳ طبع كتب قديمی خانه.

۲) لا ينبغی ان يقتدی بالفاسق إلا فی الجمعة لانه فی غيرها يجد إماماً غيره شامی كتاب الصلوة باب الامامة ۱/ ۵٦۰ طبع ايچ-ايم- سعيد.
وكذا فی البحر الرائق كتاب الصلوة باب الامامة ۱/ ٦۱۱ طبع سعيدی كتب خانه.
وكذا فی حلبی كبير كتاب الصلوة باب الامامة ص:۵۱۳ طبع سعيدی كتب خانه.

۳) واعلم أن المستحل لا يكفر إلا إذا كان المحرم حرام لعينه وثبت حرمته بدليل قطعی وإلا فلا صرح به فی الدرر وكذا فی التاتارخانيه كتاب أحكام المرتدين) فيما يتعلق بالحلال والحرام ۵/ ۵۰۵ طبع إدارة القرآن والعلوم الاسلاميه.
وكذا فی البحر الرائق كتاب السير باب احكام المرتدين ۵/ ۲۰٦ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه.

دینے کے متعلق کچھ نہیں کہہ سکتے۔ بہر حال اس کے فسق کے لیے یہ دوسری باتیں اگر واقعی اس میں ہوں کافی ہیں اور فاسق کے پیچھے شرعاً نماز مکروہ تحریمی ہے (۱)۔ فاسق شرعاً امامت کا اہل نہیں کیونکہ امامت مقام تعظیم ہے اور فاسق شخص بوجہ فسق کے قابل توہین ہے (۲)۔ کذا فی الشامی واللہ تعالیٰ اعلم

احمد عفا اللہ عنہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۲۸ ذوالقعدہ ۱۳۸۳ھ

سودخور کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ زید ایک برائے نام عالم دین اور حافظ قرآن ہے۔ بستی مذکورہ میں امامت کے فرائض سرانجام دیتا ہے۔ کافی عرصہ سے اس نے بنکاری کا کاروبار کر رکھا ہے اور وہ یوں کہ بنک سے قرضہ پر رقم لے کر آگے ضروریات کے لیے لوگوں کو اس رقم پر مبلغ دس فی صد سود لیتا ہے۔ مثلاً کسی نے سو روپے قرضہ لیا اور وہ قرض خواہ سال کے بعد ۱۱۰ روپے ادا کرے گا اس طرح کر کے اس نے سودی کاروبار چلا رکھا ہے۔ اس کے علاوہ امام صاحب کی کریانہ فروشی کی دوکان بھی ہے اور لوگ ادھار سودا سلف لیتے رہتے ہیں اور جب کوئی شخص اپنی سودی رقم کو ادا کرنا چاہتا ہے تو وہ اپنی کریانہ والی دوکان کا حساب بے باق کر لیتا ہے اور سودی رقم پھر چلتی رہتی ہے تا کہ سود بڑھتا رہے اور کام خوب چلے کچھ دنوں سے کسی نے اس کی مخبری کر دی اور جب مقتدیوں نے سنا تو امام مذکور کو برا بھلا کہا اور کہا کہ قرآن کے حافظ ہو خدا خوفی کرو تو

---

۱) بل مشى فى شرح المنية على أن كراهة تقديمه كراهة تحريم كتاب الصلوة باب الامامة ۱/ ۵٦٠ طبع ايچ۔ايم۔سعيد.
وكذا فى حلبى كبير كتاب الصلوة باب الامامة ص:۵۱۳ طبع سعيدى كتب خانه.
وكذا فى حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح كتاب الصلوة باب الامامة ص:۳۰۳ طبع دار الكتب العلمية بيروت لبنان.

۲) وأما الفاسق فقد عللوا كراهة تقديمه بأنه لا يهتم لامر دينه وبأن فى تقديمه للإمامة تعظيمه وقد وجب عليهم إهانته شرعاً، شامى كتاب الصلوة باب الإمامة ۱/ ۵٦٠ طبع ايچ۔ايم۔سعيد.
وكذا فى حلبى كبير كتاب الصلوة باب الامامة ص:۵۱۳ طبع سعيدى كتب خانه.
وكذا فى حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح كتاب الصلوة باب الامامة ص:۳۰۳ طبع قديمى كتب خانه.

اس پر اس نے یہ کام اپنے بیٹے بکر کے سپرد کر دیا حالانکہ بکر نابالغ اور ناسمجھ ہے۔ اس طرح یہ کاروبار برائے نام لڑکے کے لیے ہے اور کرتے خود امام صاحب ہیں اور سود کا نفع خود کھاتے ہیں' مقتدی امام مذکور سے متنفر ہیں اور اس کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے ہیں کہ یہ سود خور ہے۔ اس طرح یہ مسئلہ پیش خدمت ہے برائے کرم فتویٰ دے کر ہمیں بتلا دیں کہ آیا واقعی یہ ٹھیک ہے کہ اس امام کے پیچھے نماز نہیں ہوتی یا نہیں۔

﴿ج﴾

چونکہ سود لینا شرعاً حرام قطعی ہے [1]۔ اس لیے اگر واقعی امام مذکور سود لیتا ہے اور اس کے مذکورہ بالا حالات ہوں تو وہ شرعاً فاسق اور گناہ کبیرہ کا مرتکب ہے [2]۔ فاسق شرعاً لائق امامت نہیں' اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے [3]' اس لیے مقتدیوں کو ایسے امام کو امامت سے ہٹانا لازم ہے [4]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ احمد عفا اللہ عنہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

---

١) قال الله تعالى أحل الله البيع وحرم الربوا، الآية سورة البقرة آية: ٢٧٥.
عن جابر رضى الله عنه قال لعن الله آكل الربوا ومؤكله وكاتبه وشاهديه مشكوة المصابيح باب الربوا الفصل الاول ص: ٢٤٣ طبع قديمى كتب خانه.
ما حرم فعله حرم طلبه (الاشباة والنظائر القاعدة الرابعة عشر ما حرم اخذه ص: ١٥٥ قديمى كتب خانه. ومثله فى شرح المجلة رستم باز ماده: ٣٥، ٣٤ تاجران كتب خانه قندهار.

٢) وفاسق من الفسق وهو خروج عن الاستقامة ولعل المراد به من يرتكب الكبائر كشارب الخمر والزانى وآكل الربواونحو ذالك كتاب الصلوة باب الامامة (شامى) ١/٥٦٠ طبع ايچ۔ايم۔ سعيد كراچى. وكذا فى تفسير روح المعانى سورة البقرة آيت: ٢٦، ١/ ٢٨٤ دار أحياء التراث العربى.
وكذا فى حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح كتاب الصلوة باب الامامة ص: ٣٠٣ طبع كتب قديمى خانه.

٣) بل مشى فى شرح المنية على أن كراهة تقديمه كراهة تحريم (شامى) كتاب الصلوة باب الامامة ١/ ٥٦٠ طبع ايچ۔ايم۔سعيد.
وكذا فى حلبى كبير كتاب الصلوة باب الامامة ص: ٥١٣ طبع سعيدى كتب خانه.
وكذا فى حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح كتاب الصلوة باب الامامة ص: ٣٠٣ طبع دار الكتب العلمية بيروت لبنان.

٤) ويعزل به إلا لفتنة أى بالفسق لوطرا عليه والمراد انه يستحق العزل الدر المختار مع رد المحتار كتاب الصلوة باب الامامة ١/٥٤٩ طبع ايچ۔ايم۔سعيد.
وكذا فى البحر الرائق فلا يحل عزل القاضى لصاحب الوظيفة بغير جنحة وعدم أهلية ولو فعل لم يصح بحر الرائق كتاب الوقف ٣٨٠ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه.

سودی قرضہ کی رقم سے ٹیوب ویل لگوانے والے کی امامت کا حکم

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرح متین مندرجہ ذیل مسائل میں کہ:

(۱) ہمارے گاؤں کے امام مسجد نے جو عرصہ اٹھارہ سال سے ہمارے گاؤں کی مسجد میں امامت کروا رہے ہیں، کئی اور حصہ داروں کے ساتھ مل کر زرعی ترقیاتی بنک سے ڈیڑھ ہزار روپے کی رقم چار فیصد شرح سالانہ سود پر قرض لے کر صرف اپنے حصہ کا ۱۵۰۰ روپیہ سے اپنی زمین میں ٹیوب ویل نصب کروایا ہے۔ اصل زر اور سود کی رقم اس پر سات سال کے عرصہ میں واجب الادا ہے۔ ہم گاؤں کے مقتدی سخت تذبذب میں ہیں۔ آیا ایسے امام کی امامت جائز ہے یا حرام۔ (۲) نیز ایسی مہندی کا استعمال جس سے بال سیاہ ہو جائیں، جائز ہے یا حرام۔ (۳) اگر جماعت کراتے وقت اگلی قطار میں بائیں ہاتھ نابالغ لڑکے کھڑے ہو جائیں، جب کہ پیچھے کافی جگہ موجود ہو اور پچھلی قطاروں میں مقتدی بھی کم ہوں تو کیا ایسی جماعت میں کوئی خلل یا کراہت ہوگی یا نہیں۔ (۴) اگر اسلامی طلباء پڑھ رہے ہوں جماعت ہو جائے وہ شامل نہ ہو سکیں تو کیا معلم اس کے بعد میں جماعت کرا سکتا ہے یا نہیں برائے کرم فتویٰ صادر فرمادیں۔

﴿ج﴾

(۱) شرعاً چونکہ سود لینا دینا حرام ہے [1] اس لیے اگر واقعی امام نے زرعی ترقیاتی بنک سے ڈیڑھ ہزار کی رقم سود پر لی ہے تو شرعاً یہ ارتکاب کبیرہ وفسق ہے [2] وہ امامت کا اہل نہیں، اس کے پیچھے نماز مکروہ

---

۱) قال الله تعالى وأحل الله البيع وحرم الربوا الأية: سورة البقرة آيت:۲۷۵.
عن جابر رضى الله عنه قال لعن الله آكل الربوا ومؤكله وكاتبه وشاهديه مشكوة المصابيح باب الربوا الفصل الاول ص:۲۴۳ طبع قديمى كتب خانه.
ما حرم فعله حرم طلبه (الاشباة والنظائر) القاعدة الرابعة عشر ما حرم اخذه ص:۱۵۵ قديمى كتب خانه. ومثله فى شرح المجلة رستم باز ماده :۳۴،۳۵ تارجران كتب خانه قندهار.

۲) وفاسق من الفسق وهو خروج عن الاستقامة ولعل المراد به من يرتكب الكبائر كشارب الخمر والزانى وآكل الربواونحو ذالك كتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵۶۰ طبع ايچ-ايم- سعيد.
وكذا فى تفسير روح المعانى سورة البقرة آيت : ۲۶ ،۱/۲۸۴ دار أحياء التراث. وكذا فى حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح كتاب الصلوة باب الامامة ص:۳۰۳ طبع كتب قديمى خانه.

تحریمی ہے (۱)۔ انتظامیہ مسجد کو اسے امامت سے ہٹانا شرعاً لازم ہے۔ کیونکہ امامت مقام تعظیم اور کرامت ہے اور فاسق لائق توہین ہے (۲)۔ (۲) خالص سیاہ خضاب کے متعلق امداد الفتاوی (۳) سے بعینہ ایک جواب نقل کیا ہے جس میں تحریر ہے کہ مردوں کو سر اور داڑھی میں سیاہ خضاب لگانا حرام ہے (۴) کہ اس پر کلیا اور جزئیا وعید آئی ہے۔ کماروی مسلم عن جابر بن عبدالله (رضی الله عنه) قال اتی بابی قحافة یوم فتح مکة وراسه ولحیته کالثغامة بیاضا فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم غیر واهذا بشئی واجتنبوا السواد (۵) والامر للوجوب وترک الواجب یوجب الوعید وروی ابو داؤد والنسائی عن ابن عباس رضی الله عنه عن النبی صلی الله علیه وسلم قال یکون قوم یخضبون فی اخر الزمان بالسواد کحواصل الحمام لایرحون رائحة الجنة ابو داؤد (۶) البتہ اگر سیاہ خضاب کے علاوہ کوئی دوسرا رنگ ملادے جیسے سرخ مہندی یا نیلگوں تو

---

۱) بل مشی فی شرح المنیة علی أن کراهة تقدیمه کراهة تحریم شامی کتاب الصلوة باب الامامة ۱/ ۵٦٠ طبع ایچ۔ایم۔سعید کراچی۔
وکذا فی حلبی کبیر کتاب الصلوة باب الامامة ص:۵۱۳ طبع سعیدی. وکذا فی حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح کتاب الصلوة باب الامامة ص:۳۰۳طبع قدیمی کتب خانه.

۲) وأما الفاسق فقد عللوا کراهة تقدیمه بأنه لا یهتم لامر دینه، وبأن فی تقدیمه للإمامة تعظیمه وقد وجب علیهم إهانته شرعاً،شامی کتاب الصلوة باب الإمامة (شامی)۱/ ۵٦٠ طبع ایچ۔ایم ۔سعید کراچی۔ وکذا فی حلبی کبیر کتاب الصلوة باب الامامة ص:۵۱۳ طبع سعیدی کتب خانه.
وکذاحاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح کتاب الصلوة باب الامامة ص۳۰۳طبع قدیمی کتب خانه.

۳) امداد الفتاوی بالوں کے حلق وقصر وخضاب اور ختنه وغیرہ کے احکام ص:۲۱۳، ۲۱٤ طبع مکتبه دارالعلوم کراچی۔

٤) الدر المختار مع رد المحتار ویکره بالسواد أی بغیر الحرب) کتاب الحظر والاباحة فصل فی البیع ٤۲۲/٦ طبع ایچ۔ایم سعید کراچی۔
وکذا فی فتاوی الهندیه کتاب الکراهة الباب العشرون فی الزینة واتخاذ الخادم ۵/۳۵۹ طبع مکتبه رشیدیه کوئٹه۔ وکذا فی فتح الباری کتاب اللباس باب الخضاب ۱۱/۵٤۷ طبع بیروت لبنان.
وکذا فی الدر المختار مسائل شتی ٦/۷۵٦ طبع ایچ۔ایم۔سعید کراچی۔

۵) کتاب اللباس والزینة باب نهی الرجل عن التزعفر صحیح المسلم ۲/۱۹۹ قدیمی کتب خانه.
وکذا فی تکملة فتح الملهم کتاب اللباس والزینة باب استحباب خضاب الشیب بصفرة أو حصرة الخ حدیث نمبر ۵٤٦٦، ٤/۱٤۹طبع مکتبه دارالعلوم کراتشی.
وکذا فی الدر المختار (مسائل شتی) ٦/۷۵٦ طبع ایچ۔ایم۔سعید کراچی۔

٦) سنن ابی داؤد کتاب الترجل باب ما جاء فی خضاب السواد حدیث ٤۲۱۲، ۲/۲۲٦ طبع مکتبه رحمانیه لاهور۔

حرام نہیں ہوگا[1] (۳) نابالغ اگر ایک ہو تو صف کے ساتھی دائیں یا بائیں کھڑا ہو اور اگر دو یا زیادہ ہوں تو بڑوں کی صفوف کے پیچھے کھڑے ہوں[2] ایک سے زیادہ بڑوں کے ساتھ کھڑے نہ ہوں۔ (۴) جماعت میں شامل ہونا ضروری ہے۔ اگر کوشش شمولیت کی ہو اور کسی وقت رہ جائے تو معلم مسجد سے باہر ان کے ساتھ دوسری جماعت کرا سکتا ہے[3]۔ لیکن یہ عادت ہرگز نہ بنائیں' فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ احمد عفا اللہ عنہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

سود پر قرض لیکر کاروبار پر لگانے والوں سے امام مسجد کے تنخواہ لینے کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء اس مسئلہ میں کہ موجودہ دور میں پاکستان کی منڈیوں میں جو کاروبار ہو رہے ہیں۔ اکثر آڑھتی حضرات بینک سے رقم لے کر کاروبار پر لگاتے ہیں اور اس رقم کا سود حکومت کو دیتے ہیں۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ ایسی منڈیوں میں کہ جس میں اکثر آڑھتیوں کا اس طرح کا کاروبار ہو از روئے فتویٰ امام مسجد کے لیے ان لوگوں سے تنخواہ لینا جائز ہے یا ناجائز ہے۔

---

۱) عن ابن عباس رضي الله عنه قال: مر علی النبی صلی الله علیه وسلم رجل قد خضب بالحناء فقال ما أحسن هذا قال فمر آخر قد خضب بالحناء والكتم فقال هذا أحسن من هذا فمر آخر قد خضب بالصفرة فقال هذا أحسن من هذا كله سنن أبی داؤد كتاب الترجل باب فی خضاب الصفرة ۲۲۶/۲ طبع مکتبه رحمانیه لاهور. وكذا فی تكلمة فتح الملهم كتاب اللباس والزينة باب استحباب خضاب الشيب ۱۴۸/۴ طبع مكتبه دار العلوم کراچی.
وكذا فی رد المختار كتاب الحظر والاباحة فصل فی اليع ۴۲۲/۶ طبع ایچ۔ایم۔سعید کراچی.

۲) الرجال ظاهره يعم العبد ثم الصبيان ظاهره تعددهم فلو واحدًا دخل الصف الدر المختار كتاب الصلوة باب الامامة ۵۷۱/۱، طبع ایچ۔ایم۔سعید کراچی. وكذا فی البحر الرائق كتاب الصلوة باب الامامة ۶۱۷/۱، ۶۱۶، طبع مکتبه رشیدیه کوئٹه. وكذا فی النهر الفائق كتاب الصلوة باب الامامة والحدث فی الصلوة ۲۴۶/۱ طبع دار الكتب العلمية بيروت لبنان.

۳) أنه عليه الصلوة والسلام كان خرج ليصلح بين قوم فعاد إلى المسجد وقد صلى أهل المسجد فرجع الى منزله فجمع أهله وصلى (شامی) كتاب الصلوة باب الامامة ۵۵۳/۱ طبع ایچ۔ایم۔سعید کراچی. ،وفی البحر الرائق وفی فتح القدير وإذا فاتته لا يجب عليه الطلب فی المساجد بلا خلاف بين اصحابنا وذكر القدوری بجمع بأهله ويصلی بهم يعنی وينال ثواب الجماعة كتاب الصلوة باب الامامة ۶۰۶/۱ طبع مکتبه رشیدیه کوئٹه.
وكذا فی الجوهرة النيرة كتاب الصلوة ۷۰/۱ طبع قديمی كتب خانه.

ج

احتیاط اس میں ہے کہ امام مسجد کے لیے کسی شخص سے قرض لے کر تنخواہ ادا کر دی جائے۔ پھر مشتبہ آمدنی سے قرضہ ادا کر دیا جائے۔ فقط واللہ اعلم۔

سودی لین دین کرنے والے کی امامت کا حکم

کیا فرماتے ہیں علماء دین کہ ایک صاحب جو کہ امام اور خطیب جامع مسجد ہیں۔ انھوں نے پچھلے سال گورنمنٹ سے کھاد سود پر لی اور سود ادا کیا۔ حالانکہ حکومت کی طرف سے کوئی جبر نہیں تھا میں نے انوار العلوم ملتان سے اس کا فتویٰ مانگا۔ انھوں نے فرمایا ایسا شخص علی الاعلان توبہ کرے اور اس پر استقامت اختیار کرے تو اس کے پیچھے نماز ہو سکتی ہے۔ لہٰذا صاحب موصوف نے اعلانیہ توبہ کی اور آئندہ ایسا نہ کرنے کا عہد کیا۔ اس سال پھر انھوں نے ایسا کیا ہے۔ مگر فرق صرف یہ ہے کہ اپنے بیٹے کے نام خریدی ہے جو کہ نافرمان نہیں، شادی شدہ ہے۔ ابھی ابھی بلوغ کو پہنچا ہے۔ اپنے والد کا نہایت تابع ہے۔ ایک ہی گھر میں اکٹھے رہتے اور اکٹھے کھاتے پیتے اور سوتے بیٹھتے ہیں۔ اب فرمائیے کہ صاحب موصوف کے پیچھے نماز جائز ہے یا کہ نہیں۔

ج

ہر قسم کا سودی کاروبار حرام ہے [1] اور سودی کاروبار کرنے والے اور اس کی کتابت کرنے والے اور اس کی گواہی دینے والے سب پر حدیث میں لعنت آئی ہے [2] اور ایسے کاروبار کرنے والے کی امامت

---

۱) قال الله تعالى وأحل الله البيع وحرم الربوا الآية: سورة البقرة آيت: ۲۷۵.

۲) عن جابر رضي الله عنه قال لعن الله آكل الربوا ومؤكله وكاتبه وشاهديه مشكوة المصابيح باب الربوا الفصل الاول ص: ۲۴۳ طبع قديمي كتب خانه.

وكذا في الاشباه والنظائر) ما حرم فعله حرم طلبه) القاعدة الرابعة عشر ماحرم أخذه ص: ۱۵۵ طبع قديمي كتب خانه. وكذا في شرح المجلة رستم باز) مادة نمبر: ۳۵،۳۴ طبع تاجران كتب خانه قندهار مكتبه فاروقيه كوئٹه.

مکروہ تحریمی ہے [۱]۔ صورت مسئولہ میں مسجد کی تنظیمی کمیٹی اور باقاعدہ جماعت کی پابندی کرنے والے نمازی تحقیق کریں اگر واقعی صاحب نے خود سودی سودا کیا ہے اگرچہ کاغذات میں بیٹے کا نام درج کیا ہے تو اس کو امامت سے ہٹایا جائے [۲] اور کسی متدین شرع کے پابند عالم کو امام مقرر کیا جائے [۳]۔ اگر یہی امام صدق دل سے توبہ تائب ہو جائے اور منتظمہ کمیٹی کو یقین غالب ہو جائے کہ وہ آئندہ اس کا ارتکاب نہیں کریں گے اور اس کی امامت پر مقتدی خوش ہوں تو اس کی امامت بھی جائز ہے [۴]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بینک میں رقم جمع کرا کر سود لے کر خود استعمال نہ کرنے والے کی امامت کا حکم

س

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ:

(۱) ایک آدمی ہے جس نے صرف حفاظت کے لیے اپنی رقم بینک میں جمع کرائی ہوئی ہے۔ بغیر سود پر یعنی سود مطلقاً نہیں لیتا۔

---

۱) بل مشى فى شرح المنية على أن كراهة تقديمه كراهة تحريم كتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵۶۰ طبع ایچ۔ایم۔سعید کراچی۔ وكذا فى حلبى كبير كتاب الصلوة باب الامامة ص:۵۱۳ طبع سعيدى كتب خانه. وكذا فى حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح كتاب الصلوة باب الامامة ص:۳۰۳ طبع قديمى كتب خانه.

۲) وأما الفاسق فقد عللوا كراهة تقديمه بأنه لا يهتم لامر دينه وبأن فى تقديمه للإمامة تعظيمه وقد وجب عليهم إهانته شرعاً، شامى كتاب الصلوة باب الإمامة ۱/۵۶۰ طبع ایچ۔ایم۔سعید کراچی. وكذا فى حلبى كبير كتاب الصلوة باب الامامة ص:۵۱۳ طبع سعيدى كتب خانه. وكذا حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح كتاب الصلوة باب الامامة ص۳۰۳ طبع قديمى كتب خانه.

۳) وفى فتاوى الارشاد: يجب أن يكون إمام القوم فى الصلوة أفضلهم فى العلم والورع والتقوى والقراءة والحسب والنسب والجمال على هذا إجماع الامة. تاتارخانيه كتاب الصلوة من هو أحق بالامامة ۱/۶۰۰ طبع إدارة القرآن.
وكذا فى الدر المختار كتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵۵۷، ۵۵۸ طبع ایچ۔ایم۔سعید کراچی.
وكذا فى النهر الفائق كتاب الصلوة باب الامامة ۱/۲۳۹ طبع دار الكتب العلمية بيروت لبنان.

٤) وإنى لغفار لمن تاب وآمن وعمل صالحاً ثم اهتدى سورة طه آيت :۸۲.
وعن عبد الله بن مسعود رضى الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم التائب من الذنب كمن لا ذنب له مشكوة المصابيح باب التوبة والاستغفار ص:۲۰۶ قديمى كتب خانه.
وكذا فى إبن ماجه باب ذكر التوبة ص:۳۲۳ طبع ایچ۔ایم۔سعید کراچی.

(۲) ایک دوسرا آدمی ہے جس نے بینک میں رقم جمع کرائی ہوئی ہے سود پر یعنی سود بینک سے ضرور وصول کر لیتا ہے۔ لیکن وہ سودی رقم خود نہیں کھاتا بلکہ سودی رقم کو مساکین وغربا میں تقسیم کر دیتا ہے۔ برائے مہربانی ہر دونوں صورتوں کی دلائل شرعیہ سے وضاحت فرمائیں اور کیا ان دونوں اشخاص کا امامت کرانا درست ہے۔ بینوا توجروا۔

ج

پہلا شخص امامت کا مستحق ہے [۱] اور اسے کوشش یہ کرنی چاہیے کہ بینک والوں سے مطالبہ کرے کہ اس کا روپیہ سود پر نہ لگائیں...... اور کوشش کا طریق زبانی معلوم کر لیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مجبوری میں بنک سے سود لے کر توبہ کر لینے والے کی امامت

س

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین دریں مسئلہ کہ ایک شخص نے کسی کی رقم دینی تھی رقم لینے والے نے اپنے مقروض کو اپنی رقم کا مطالبہ میں بہت تنگ کیا یہاں تک کہ ایک دن کہنے لگا کہ یا تو میری رقم ادا کرو یا اپنی امامت اس کے عوض میں دے دو۔ مقروض نے مجبور ہو کر بینک سے سود پر قرض اٹھا کر اسے رقم ادا کر دی اور یہ شخص سود کو حرام بھی سمجھتا ہے محض مجبوری کی بناء پر اس نے اس کا ارتکاب کیا ہے۔ سود کو نہ حلال سمجھتا ہے اور نہ ہی جائز کیا یہ شخص امامت کا حق دار ہو سکتا ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

ج

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اگر اس مجبوری کی بناء پر سود لے چکا ہو اور اس کو ناجائز سمجھتا ہو اور اس غلطی پر

---

۱) وفی فتاوی الارشاد: یجب أن یکون إمام القوم فی الصلوة أفضلهم فی العلم والورع والتقوی والقراءة والحسب والنسب، تاتارخانیه کتاب الصلوة من هو أحق بالامامة ۱/۶۰۰ طبع إدارة القرآن والعلوم.

وکذا فی الدر المختار کتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵۵۸،۵۵۷ طبع ایچ۔ایم۔سعید.

وکذا فی النهر الفائق کتاب الصلوة باب الامامة ۱/۲۳۹ طبع دار الکتب العلمیة بیروت لبنان.

توبہ تائب بھی ہو چکا ہو تو ایسی صورت میں اس شخص کی امامت درست ہے [1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

امام مسجد نے قسم کھائی اور حانث نہ ہو تو اس کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ حافظ فضل الٰہی امام مسجد سے اس مضمون کی تحریر پر دستخط کرائے گئے کہ اگر اس نے اپنی بھتیجی کا نکاح اپنے بیٹے کے علاوہ کسی دوسرے شخص کے ساتھ اشارۃً یا ارادۃً بھی کروں تو تمام حلال چیزیں مجھ پر حرام ہوں گی اس کے بعد امام مسجد کی بھتیجی مذکورہ کا نکاح حسب بیان امام مسجد کی لاعلمی میں دوسری جگہ کرا دیا گیا امام مسجد کا بیان ہے کہ میں اس نکاح میں اشارۃً یا ارادۃً تو شریک نہیں ہوں۔ لیکن بستی کے کچھ لوگ کہتے ہیں کہ امام مسجد اس نکاح میں شریک تھا لہٰذا اس کی قسم ٹوٹ گئی اور تمام حلال چیزیں حرام ہو گئیں۔ اس جھگڑے کو بصورت استفتاء پیش کیا گیا علماء کرام نے متفقہ فتویٰ دیا کہ اگر شرعی ثبوت اور شہادت سے یہ امر ثابت ہو جائے کہ امام مسجد مذکور نے اپنی بھتیجی مذکورہ کے نکاح میں قسم کے خلاف اشارۃً یا ارادۃً شرکت کی ہے تو حافظ فضل الٰہی صاحب امام مسجد کی بیویوں کو طلاق بائن واقع ہو جائے گی۔ چنانچہ تین علماء دین حافظ صاحب موصوف کی بستی میں پہنچے اور مسجد میں علماء کی موجودگی میں تمام بستی کے باشندے اور قرب و جوار کے معززین شریک مجلس ہوئے۔ علماء نے عوام کے سامنے اعلان کیا کہ اگر ہم لوگ جان بوجھ کر قصداً شریعت کے خلاف فیصلہ کریں تو ہماری بیویوں کو تین طلاق ہوں۔ اس اعلان پر حاضرین نے یک زبان ہو کر کہا کہ ہمیں علماء پر کامل اعتماد ہے علماء کے فیصلہ کو ہم لوگ بہ دل و جان تسلیم کریں گے چنانچہ حافظ فضل الٰہی امام مسجد مذکور کی عداوت ثابت ہو گئی جس کا اقرار خود شاہد نے اپنی زبان سے کیا اس لیے اس کو قبول نہ کیا گیا اور حافظ صاحب نے عدم شرکت پر حلف اٹھایا اس کے بعد تینوں علماء نے تمام قوم کے سامنے متفقہ طور پر اعلان کر دیا کہ ایک شہادت سے کوئی الزام ثابت نہیں ہو سکتا لہٰذا حافظ صاحب امام مسجد مذکور کا قسم میں حانث ہونا ثابت نہیں ہوا اس لیے ان کی بیویاں ان پر حلال ہیں اور ان کے لیے

---

(۱) وإني لغفار لمن تاب وآمن وعمل صالحاً ثم اهتدى سورة طه آيت: ۸۲.

وعن عبد الله بن مسعود رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم التائب من الذنب كمن لا ذنب له مشكوة المصابيح باب التوبة والاستغفار ص: ۲۰۶ قديمي كتب خانه.

وكذا في إبن ماجه باب ذكر التوبة ص: ۳۲۳ طبع ايچ-ايم-سعيد كراچي.

نماز جائز ہے علماء کرام کا یہ متفقہ اعلان سن کر تمام لوگ خاموشی کے ساتھ واپس چلے گئے اور علماء بھی مسائل بتا کر واپس آ گئے۔ اب بعض لوگ علماء کے اس فیصلہ کو غلط سمجھ کر امام مسجد مذکور کے پیچھے نماز ناجائز سمجھتے ہیں اور بغیر ثبوت شرعی بیویوں کو مطلقہ بائنہ خیال کرتے ہیں اور محض عداوت کی بناء پر چاہتے ہیں کہ کوئی دوسرا امام اس مسجد میں مقرر کر دیں لہٰذا جواب طلب یہ امر ہے کہ امام موصوف کے مخالفین کا یہ رویہ شرعاً کیسا ہے۔ حافظ صاحب کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں اور جو شخص بغیر ثبوت شرعی کے حافظ صاحب پر الزام عائد کرے تو اس کے متعلق کیا حکم ہے۔

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں جبکہ علماء کرام نے بستی میں پہنچ کر شرعی شہادتیں طلب کیں اور حافظ فضل الٰہی صاحب کے خلاف صرف ایک شہادت شرعی ملی اور دوسری شہادت کو علماء کرام نے شرعی نہ ہونے کی وجہ سے رد کر دیا تو حافظ فضل الٰہی صاحب اپنی قسم میں حانث نہ ہوئے [1] اور ان کی بیویاں ان کے لیے حلال و جائز ہیں اور ان کے پیچھے نماز جائز و درست ہے۔ علماء کرام نے جب فیصلہ شریعت کے موافق کر دیا تو لوگوں کا اس فیصلہ شرعی کو نہ ماننا علماء کرام اور شریعت مطہرہ کی توہین اور اتباع ہوٰی ہے یہ حرکت سخت گناہ بلکہ کسی وقت حد کفر تک پہنچ جاتی ہے [2] قرآن شریف میں ہے ارایت من اتخذ الٰھہ ھوٰہٗ [3] لہٰذا ان کو چاہیے کہ علماء کرام کے فیصلہ پر عمل کریں اور حافظ صاحب کے پیچھے نماز پڑھیں اور ان کی بیویوں کو ان کے لیے حلال سمجھیں اور حکم شرعی سننے کے بعد حافظ صاحب پر الزام نہ لگائیں کیونکہ ایسی صورت میں کسی پر الزام لگانا بہت سخت گناہ ہے حدیث شریف میں ہے من قال فی مؤمن مالیس فیہ اسکنہ اللہ

---

۱) تنحل أی تبطل (الیمین) ببطلان التعلیق (إذا وجد الشرط) کتاب الطلاق باب (التعلیق) الدر المختار ۳۵۲/۳ طبع ایچ۔ایم۔سعید کراچی.
وکذا فی البحر الرائق ففیها إن وجد الشرط انتهت الیمین کتاب الطلاق باب التعلیق ۲۲/٤ طبع مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ.
وکذا فی النهر الفائق کتاب الطلاق باب التعلیق ۳۹۰/۲ طبع دارالکتب العلمیة بیروت لبنان.
۲) وفی التتمة من أهان الشریعة أو المسائل التی لا بد منها کفر شرح فقه الاکبر فصل فی العلم والعلماء ص: ۱۷٤ طبع قدیمی کتب خانه.
وکذا فی رد المحتار کتاب الجهاد باب المرتدین ۲۲۳/٤ طبع ایچ۔ایم۔سعید.
وکذا فی الروض الازهر فی شرح الفقه الاکبر فصل فی العلم والعلماء ص: ٤۷۳ طبع دارالبشائر الاسلامیة.
۳) سورة الجاثیة آیة: ۲٤.

ردغة الخبال [۱] اور جولوگ حافظ صاحب کے متعلق مذکورہ بالا احکام شرعیہ سننے کے بعد محض عداوت اور نفسانیت کی بنا پر کسی دوسرے شخص کو امام بناتے ہیں یہ لوگ مسلمانوں کی جماعت میں تفریق اور فتنہ وفساد کا دروازہ کھولنے والے ہونگے اور یہ بھی ناجائز وحرام اور موجب عذاب ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ان الله لا یحب المفسدین [۲] مسلمانوں کو چاہیے کہ اس میں اتفاق واتحاد کو قائم رکھنے کی کوشش کریں اور تفریق بین المسلمین سے احتراز کریں قرآن کریم میں ہے واعتصموا بحبل الله جمعیا ولا تفرقوا الآیہ [۳]۔

بے نکاح کسی کی عورت رکھنے والے کی جماعت کی نماز میں شرکت کا حکم

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص کے متعلق مشہور ہے کہ اس نے بے نکاح عورت اپنے گھر میں رکھی ہوئی ہے اور اس کا پچھلا خاوند بھی زندہ ہے اور وہ شخص نمازی ہے اور باجماعت نماز پڑھتا ہے چند دن سے یہ شہرت ہے بلکہ ایک عالم دین نے کہہ دیا ہے کہ جس جماعت میں مل کر یہ نماز پڑھتا ہے نہ ان نمازیوں کی اور نہ اس امام کی نماز ہوتی ہے جس کے پیچھے یہ نماز پڑھتا ہے۔ نمازیوں کو اور امام کو اس میں ازحد پریشانی ہے۔ جواب سے مطلع فرمائیں۔

جس نماز میں وہ شخص شریک ہوتا ہے دوسرے نمازیوں اور امام صاحب کی نماز پر اس کی شرکت سے کوئی اثر نہیں پڑتا۔ اگر یہ بات درست ہے کہ شخص مذکور اس فعل کا مرتکب ہے تو دوسرے لوگوں کو اس سے قطع

---

۱) الترغيب والترهيب ص ۳۰۹ طبع دار احياء التراث العربيه۔

۲) سورة القصص آية:۷۷ وكذا فى تفسير ابن كثير وإذا تولى سعى فى الارض ليفسد فيها ويهلك الحرث والنسل والله لا يحب الفساد اى هو أعوج المقال سيئ الفعال فذالك قوله وهذا فعله كلامه كذب واعتقاده فاسد وأفعاله قبيحة سورة البقرة آية:۲۰۵، ۲۹۹/۱ طبع قديمى كتب خانه.

۳) سورة آل عمران آية:۱۰۳ پاره :٤.

وكذا فى تفسير إبن كثير (ولاتفرقوا)أمرهم بالجماعة ونهاهم عن التفرقة وقد وردت الاحاديث المعتمدة بالنهى عن التفرق والامر بالاجتماع والائتلاف،

كما فى صحيح مسلم حديث:۱۵۰۲ عن أبى هريرة رضى الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال إن الله يرضى لكم ثلاثا، ويسخط لكم ثلاثا، يرضى لكم أن تعبدوه و لاتشركوا به شيئاً ، وأن تعتصموا بحبل الله جميعا ولاتفرقوا، وأن تناصحوا من ولاه الله أمركم .... وخيف عليهم بالافتراق والاختلاف سورة آل عمران آية:۱۰۳، ۸۰/۲ طبع قديمى كتب خانه.

تعلقات کرنا درست ہوگا اور اس کو خوشی وغمی میں شریک نہیں کرنا چاہیے (۱)۔ لیکن اگر یہ شخص جماعت کی نماز میں شریک ہو جائے تو اس سے دوسروں کی نماز فاسد نہ ہوگی۔ مذکورہ عالم دین نے مسئلہ غلط بتایا ہے۔ فقط واللہ اعلم

حق زوجیت ادانہ کرنے والے کی امامت کاحکم

س
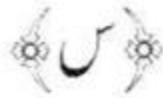
علماء کرام مندرجہ ذیل مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں۔ ایک شخص جس نے پہلے دو شادیاں کی ہوئی ہیں اور انصاف ایک کے ساتھ بھی نہیں کرسکتا اس کا بین ثبوت اس کی جسمانی حالت اور طبعی صحت کی عدم موجودگی ہے۔ لیکن ضد کی بناء پر اس نے تیسری شادی بھی کرلی ہے۔ حالانکہ اس کی پہلی دو بیویاں اپنے اپنے میکوں میں مصیبت اور تکلیف کے دن کاٹ رہی ہیں۔

اس تیسری شادی کے موقع پر ایک عالم نے یہ کہہ کر نکاح پڑھنے سے انکار کردیا کہ یا تو تو اپنی پہلی بیویوں کو طلاق دو یا انھیں گھر میں آباد کرو تب نکاح درست ہے اور میں پڑھوں گا ورنہ نہیں۔ لیکن انھوں نے ضد کی اور دوسرے عالم نے لالچ سے نکاح پڑھ دیا ہے۔ جواب سے مطلع فرماویں کیا اس کے پیچھے نماز درست ہے یانہیں۔

بشرط صحت سوال اگر واقعی یہ شخص حقوق زوجین ادا نہیں کرتا اور حقوق کی ادائیگی میں قصداً کوتاہی کرتا

---

۱) لما فی مرقاة المفاتيح قال أجمع العلماء على أن من خاف من مكالمة أحد وصلته ما يفسد عليه دينه أويد خل مضرته فی دنياه يجوزله مجانبته وبعده و رب صرم جميل خير من مخالطة توذيه فان هجرة اهل الاهواء والبدع واجبة على مرالاوقات مالم يظهر منه التوبة والرجوع الى الحق كتاب الاداب باب ما ينهى عنه من التهاجر والتقاطع وإتباع العورات الفصل الاول ۹/۲۳۰، ۲۳۱ طبع دارالكتب العلمية بيروت لبنان.

وكذا فی أوجزا لمسالك إلى مؤطا امام مالك، كتاب الجامع ما جاء فی المهاجرة ۱۴/۱۶۷ طبع دارالكتب العلمية بيروت لبنان.

وكذا فی فتح البارى بشرح صحيح البخارى كتاب الاداب باب الهجرة ۱۲/۱۳۱ طبع دارالفكر المعاصر بيروت لبنان.

ہے۔ تو یہ شخص گنہگار ہے اگر وہ امام ہے تو اس کی امامت مکروہ ہے [۱]۔ نکاح خواں مولوی صاحب کی امامت درست ہے اور اس کے پیچھے نماز صحیح ہے [۲]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۱۹ ذوالقعدہ ۱۳۹۰ھ

نکاح پر نکاح پڑھانے والے مولوی صاحب کی امامت کا حکم

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ آج سے پندرہ سولہ سال قبل ایک یوم ایک برادری کے مجمع میں بیک وقت چھ نکاح منعقد ہوئے۔ نکاح سب کے سب لڑکیوں کے ورثاء نے برضا مندی اپنی لڑکیوں کے پڑھائے بعد ازاں ان کی شادیاں ہوگئیں۔ مگر ایک لڑکی جس کا نکاح اس کے والد نے برادری میں پڑھایا تھا کہ شادی میں تاخیر ہوتی چلی گئی کہ اس کا والد کچھ انکار کرنے کی کوشش کر رہا تھا چنانچہ اس نے وہ لڑکی کسی دوسرے آدمی کے حوالے کر دی اور اس سے اپنی ایک دوسری لڑکی جو پہلے ایک شخص کی منکوحہ تھی وہ لے کر آگے دو ہزار میں فروخت کر دی اور یہ متنازعہ لڑکی بلا نکاح اس کے ساتھ روانہ کر دی بلا نکاح کی حالت میں اس لڑکی کے دو بچے بھی ہو گئے۔ حالانکہ اس کا نکاح جس شخص سے ہوا تھا اس کے گھر آباد بھی نہ ہوئی تھی۔ انھیں دنوں ایک مولوی صاحب نے جان بوجھ کر حالات سننے کے باوجود بلا حصول طلاق از خاوند اول اس لڑکی کا نکاح اسی دوسرے مرد سے کر دیا۔ حالانکہ سب کے نکاح شرعی پر بیسیوں شاہد موجود ہیں۔ علاقے کے معزز افراد، ممبر، نمبردار، چیئرمین وغیرہ تک شہادت دیتے ہیں کہ سب کا نکاح ہمارے سامنے ہوا تھا اور

---

۱) ویکرہ تنزیها (إمامة عبد)...... وفاسق در مختار کتاب الصلوة بالامامة ۱/۵۵۹ طبع ایچ۔ایم۔سعید. ومثله فی الخلاصة کتاب الصلوة الفصل الخامس عشر فی الامامة والاقتداء ۱/۱۴۵ طبع مکتبه رشیدیه کوئٹه. ومثله فی البناية شرح الهدایه کتاب الصلوة باب الامامة ۲/۳۳۲،۳۳۳ طبع دارالکتب العلمية بیروت لبنان.

۲) وفی فتاوی الارشاد: یجب أن یکون إمام القوم فی الصلوة أفضلهم فی العلم والورع والتقوی والقراءة والحسب والنسب، تاتارخانیه کتاب الصلوة من هو أحق بالامامة ۱/۶۰۰ طبع إدارة القرآن والعلوم الاسلامیه وکذا فی الدر المختار کتاب الصلوة من هو احق بالامامة ۱/۵۵۷،۵۵۸ طبع ایچ۔ایم۔سعید.
وکذا فی النهر الفائق کتاب الصلوة باب الامامة ۱/۲۳۹ طبع دارالکتب العلمية بیروت لبنان.

ایک کے بجائے چھ نکاح تھے۔ وہ سب خوشی اور رضا کے ساتھ ہوئے تھے۔اب یہ نکاح پر دوسرا نکاح مولوی صاحب نے جو پڑھا ہے منعقد ہوا یا کہ نہیں۔ نیز مولوی صاحب نے جو جان کر یہ کام کیا اب وہ امامت نماز کا لائق رہا یا کہ نہیں۔اس کے پیچھے نماز ہوتی ہے یا کہ نہیں۔اگر ہوتی ہے تو مکروہ تحریمی یا تنزیہی اور جب بعد میں اس سے پوچھا گیا کہ آپ نے یہ نکاح کیوں کیا فرمانے لگے میری مرضی میں نے کیا ہے جاؤ کرلو جو کچھ کرنا ہے۔ حالانکہ نکاح سابق والد نے خود کیا تھا۔جس پر خیار بلوغ بھی حاصل نہیں ہوسکتا۔ نیز وہ لڑکی بھی اس وقت بالغہ راضی تھی۔ نیز اس مولوی صاحب کے اپنے نکاح کا کیا حال ہے کہ حرام کو حلال کہنے کا بلکہ بنانے کا مرتکب ہے۔ بینوا توجروا۔

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اگر فی الواقع امام مذکور نے منکوحہ غیر کا نکاح بلا طلاق شوہر اور جان بوجھ کر دوسرے شخص سے پڑھ دیا تو وہ فاسق ہے۔مرتکب کبیرہ کا ہوا[1]۔لما فی رد المحتار [2] واما نكاح منكوحة الغير و معتدته الخ لم يقل احد بجوازه. لہٰذا اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے[3]

---

۱) وفاسق من الفسق وهو خروج عن الاستقامة ولعل المراد به من يرتكب الكبائر كشارب الخمر والزاني وآكل الربوا ونحو ذالك(شامي) كتاب الصلوة باب الامامة ص: ٥٦٠ طبع سعيد كراچی.
وكذا في تفسير روح المعاني سورة البقرة آيت : ٢٦ ، ٢٨٤/١ دار أحياء التراث العربي.
وكذا في حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح كتاب الصلوة باب الامامة ص: ٣٠٣ بع كتب قديمي خانه.

۲) رد المحتار كتاب النكاح باب المهر مطلب في النكاح الفاسد طبع ايچ-ايم-سعيد كراچی.
وكذا في بدائع الصنائع كتابُ الطلاق فصل ومنها أن لا تكون منكوحة الغير ٢/٥٤٨ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه.
وكذا في البحر الرائق كتاب الطلا ق باب العدة ٤/٢٤٢ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه.

۳) بل مشى في شرح المنية على أن كراهة تقديمه كراهة تحريم(شامي) كتاب الصلوة باب الامامة ١/٥٦٠ طبع سعيد كراچی.
وكذا في حلبي كبير كتاب الصلوة باب الامامة ص: ٥١٣ طبع سعيدى كتب خانه.
وكذا في حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح كتاب الصلوة باب الامامة ص: ٣٠٣ طبع قديمي كتب خانه.

اور وہ شخص امامت کے لائق نہیں جب تک توبہ نہ کرے[۱]۔ کما فی الدر المختار[۲] ویکرہ امامة عبدالخ وفاسق وفی رد المحتار ،(قوله فاسق) من الفسق وهو الخروج عن الاستقامة ولعل المراد من يرتكب الكبائر[۳] الخ بل مشى فى شرح المنية على ان كراهة تقديمه كراهة تحريم[۴]. وفى الكبيرى للحلبى قدموا فاسقاياثمون بناء على ان كراهة تقديمه كراهة تحريم[۵]. علامہ شامی نے فاسق کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہونے اور فاسق کو امام بنانے کی حرمت کی دلیل میں یہ لکھا ہے کہ فاسق از روئے احادیث واجب الاہانت ہے اور اس کو امام بنانے میں اس کی تعظیم ہے۔ اس طرح امام بنانا اس کو حرام ہوا۔ عبارت شامی کی یہ ہے۔ اما الفاسق فقد عللوا كراهة تقديمه بانه' لايهتم لامر دينه وبان فى تقديمه للامامة تعظيمه' وقد وجب عليهم اهانته شرعاً الخ[۶] واللہ اعلم

---

۱) وإنى لغفار لمن تاب وآمن وعمل صالحاً ثم اهتدى سورة طه آيت: ۸۲ پاره ۱٦.
وعن عبد الله بن مسعود رضى الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم التائب من الذنب كمن لا ذنب له مشكوة المصابيح باب التوبة والاستغفار ص: ۲۰٦ قديمى كتب خانه.
وكذا فى ابن ماجه باب ذكر التوبة والاستغفار ص: ۳۲۳ ايچ۔ايم۔ سعيد كراچى.

۲) الدر المختار كتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵۵۹ طبع ايچ۔ايم۔سعيد كراچى.
وكذا فى الخلاصة كتاب الصلوة الفصل الخامس عشر فى الامامة والاقتداء ۱/۱٤۵ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه. وكذا فى البناية على شرح الهداية كتاب الصلوة باب الامامة ۲/۳۳۲،۳۳۳ طبع دارالكتب العلمية بيروت لبنان.

۳) (شامى) كتاب الصلوة باب الامامة ۱/ ٥٦٠ طبع ايچ۔ايم۔سعيد .
وكذا فى تفسير روح المعانى سورة البقرة آية ۲٦، ۱/۲۸٤ طبع دار احيا التراث العربى.
وكذا فى حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح كتاب الصلوة باب الامامة ص: ۳۰۳ بع كتب قديمى خانه.

٤) شامى كتاب الصلوة باب الامامة ۱/ ٥٦٠ طبع ايچ۔ايم۔سعيد كراچى.
وكذا فى حلبى كبير ، كتاب الصلوة باب الامامة ص: ۵۱۳ طبع سعيدى كتب خانه.
وكذا فى حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح كتاب الصلوة باب الامامة ص: ۳۰۳ بع كتب قديمى خانه.

٥) وكذا فى حلبى كبير ، كتاب الصلوة باب الامامة ص: ۵۱۳ طبع سعيدى كتب خانه.

٦) شامى كتاب الصلوة باب الامامة ۱/ ٥٦٠ طبع ايچ۔ايم۔سعيد كراچى.
وكذا فى حلبى كبير ، كتاب الصلوة باب الامامة ص: ۵۱۳ طبع سعيدى كتب خانه. وكذا فى حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح كتاب الصلوة باب الامامة ص: ۳۰۳ بع كتب قديمى خانه.

بغیر نکاح کے عورت رکھنے والے سے تعلقات رکھنے والے کے پیچھے نماز کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ میں کہ ایک آدمی نے بے نکاح عورت رکھی ہے اور دولڑکے بھی اس کے ہیں بیس سال کے عرصہ سے زیادہ ہو چکا ہے اور ایک حافظ امام مسجد اس کے ساتھ کھانا کھاتا ہے کیا اس کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

ایسے شخص کے ساتھ تعلقات رکھنا اور اس کے ساتھ خورد ونوش اور اختلاط کرنا درست نہیں لہٰذا امام مسجد کو چاہیے کہ اس سے تعلقات اور خورد ونوش ختم کردے (۱) پھر اس کی امامت درست ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

۱) لما فی مرقاة المفاتیح قال أجمع العلماء علی أن من خاف من مكالمة أحد وصلته ما يفسد عليه دينه أويدخل مضرة فی دنياه يجوزله مجانبته وبعده ورب صرم جميل خير من مخالطة توذيه فان هجرة اهل الاهواء والبدع واجبة علی مر الاوقات مالم يظهر منه التوبة والرجوع الی الحق كتاب الاداب باب ما ينهی عنه من التهاجر والتقاطع وإتباع العورات الفصل الاول ۹/ ۲۳۰،۲۳۱ طبع دارالكتب العلمية بيروت لبنان.

وكذا فی أوجز لمسالك إلی مؤطا امام مالك، كتاب الجامع ما جاء فی المهاجرة ۱۴/ ۱۶۷ طبع دارالكتب العلمية بيروت لبنان.

وكذا فی فتح الباری بشرح صحيح البخاری كتاب الاداب باب الهجرة ۱۲/ ۱۲۱ طبع دارالفكر المعاصر بيروت لبنان.

۲) والاحق بالامامة تقديما بل نصبا مجمع الانهر (الا علم بأحكام الصلوة) فقط صحة وفساداً بشرط اجتنابه للفواحش الظاهرة. كتاب الصلوة باب الإمامة ۱/ ۵۵۷ طبع ايچ۔ايم۔سعيد كراچی.

وكذا فی حاشية الطحطاوی علی مراقی الفلاح كتاب الصلوة باب الامامة ص:۳۰۳ طبع قديمی كتب خانه.

وكذا فی حلبی كبير كتاب الصلوة باب الامامة ص:۵۱۳ طبع سعيدی كتب خانه.

جوان بیٹی کو گھر بٹھائے رکھنے والے امام کا حکم

کیا فرماتے ہیں علماء دین کہ ایک امام مسجد کی بالغ جوان لڑکی گھر بیٹھی ہے باوجود سمجھانے اور تاکید کرنے کے وہ کسی سے نکاح نہیں کراتا تو کیا ایسے امام کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

نماز اس کے پیچھے صحیح ہے لیکن باوجود اچھا موقعہ کفو میں ملنے کے اپنی دختر کا نکاح نہ کرنا برا ہے[1] ایسا نہ کرنا چاہیے ارشاد ربانی ہے۔ وانکحوا الا یامی[2] منکم۔ فقط واللہ اعلم

غیر شادی شدہ، حقہ پینے والے کی امامت کا حکم

ایک شخص عالم ہے اور درس نظامی کا فاضل ہے اور بظاہر اس میں کوئی بات خلاف شرع نہیں پائی جاتی۔ البتہ وہ غیر شادی شدہ ہے اور حقہ پینے کا عادی ہے تو ایسے شخص کی امامت جائز ہے یا نہیں۔ نیز یہ فرما دیں کہ شادی شدہ ہونا امامت کی اُن شرائط میں سے ہے جس کے بغیر امامت نہیں کرا سکتا۔ نیز واضح کریں کہ شریعت کی رو سے حقہ پینا کیسا ہے۔

غیر شادی شدہ ہونا مانع امامت نہیں البتہ حقہ وسگریٹ ودیگر منشیات استعمال کرنے والے امام کے پیچھے

---

۱) وعنه قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا خطب اليكم من ترضون دينه وخلقه فزوجوه ان لا تفعلوه تكن فتنة فى الارض وفساد عريض كتاب النكاح الفصل الثانى ص:٢٦٧ طبع قديمى كتب خانه. وكذا فى جامع الترمذى كتاب النكاح باب ما جاء فى النهى عن التبتل ص:٢٠٧ طبع ايچ۔ايم۔سعيد كمپنى.

٢) سورة النور: آية ٣١، پاره١٨.

نماز مکروہ ہے (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

بیٹی کو خاوند کے گھر نہ بھیجنے والے کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک امام مسجد نے اپنی لڑکی جو کہ زید کی منکوحہ ہے عرصہ چار پانچ سال سے ناجائز طور پر بٹھا رکھی ہے نہ فیصلہ کرتا ہے اور نہ ہی اس کو آباد ہونے دیتا ہے۔ بلکہ تنسیخ کا دعویٰ کرایا ہے اور عدالت نے بھی اس کو بھیجنے کے لیے کہا ہے لیکن وہ نہیں بھیجتا۔ نہ شریعت کو مانتا ہے اور نہ قانون کو مانتا ہے۔ کیا ایسے امام کے پیچھے نماز شرعاً جائز ہے یا کہ نہیں۔ زید کی اس بیوی میں سے ایک بچی بھی ہے جو کہ عرصہ پانچ سال سے والد کی شفقت سے محروم ہے۔ بینوا توجروا۔

﴿ج﴾

اگر بلا وجہ شرعی اس شخص نے اپنی لڑکی کو خاوند کے پاس جانے سے روک رکھا ہے تو یہ شخص شرعاً گناہگار ہوگا اور اس کی امامت مکروہ ہوگی (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ شرعیہ پر عمل نہ کرنے والے کی بنائی ہوئی مسجد میں امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص نے مسئلہ شرعی نہ ماننے کی بنا پر ایک علیحدہ دوسری

---

۱) ویکرہ إمامة عبد وفاسق در المختار کتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵۵۹ طبع ایچ۔ایم۔سعید کراچی۔ وکذا فی خلاصة الفتاوی کتاب الصلوة الفصل الخامس عشر فی الامامة والاقتداء ۱/۱۴۵ طبع مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ. وکذا فی البنایة علی شرح الهدایة کتاب الصلوة باب الامامة ۲/۳۳۲،۳۳۳طبع دارالکتب العلمیة بیروت لبنان.

۲) ویکرہ إمامة عبد...... وفاسق الدر المختار......(فاسق من الفسق وهو خروج عن الاستقامة) الدر المختار کتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵۵۹، ۵٦۰ طبع ایچ۔ایم۔سعید کراچی.
ومثله فی خلاصة کتاب الصلوة الفصل الخامس عشر فی الامامة والاقتداء ۱/۱۴۵ طبع مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ. ومثله فی البنایة علی شرح الهدایة کتاب الصلوة باب الامامة ۲/۳۳۲،۳۳۳طبع دارالکتب العلمیة بیروت لبنان.

مسجد بنوائی۔ مسئلہ شرعی یہ کہ اس شخص نے اپنی بیوی کو طلاقیں دے دیں۔ پھر دوبارہ نکاح کرنے کا ارادہ کیا تو مولوی صاحب سے پوچھنے کے بعد اس نے بغیر حلالے کے نکاح کرلیا کیا اس مسجد میں کوئی مولوی صاحب مستقل امام رہ کر امامت کرا سکتا ہے یا نہیں۔ مدرسہ کا مدرس اس مسجد میں بغیر معاوضہ کے مسجد کو آباد کرنے کی نیت سے نماز پڑھا سکتا ہے یا نہیں۔

اگر اس شخص نے یہ مسجد قربت کی نیت سے بنائی ہے اور نماز کے لیے وقف کردی ہے (۱) تو اس میں نماز صحیح ہے اور جس نے مطلقہ ثلاثہ کے ساتھ بغیر حلالہ کے نکاح کیا ہے (۲) اس کو سمجھایا جاوے لیکن اگر وہ باز نہیں آتا تو اس سے قطع تعلق کیا جاوے (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

۱) حتى إنه بنى مسجداً وأذن للناس بالصلوة فيه جماعة فانه يصير مسجداً شامى كتاب الوقف مطلب فى أحكام المسجد ٣٥٦/٤ طبع ايچ۔ايم۔سعيد كراچى.

وكذا فى منحة الخالق على بحر الرائق كتاب الوقف فصل فى أحكام المسجد ٤١٦/٥ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه.

وكذا فى الجوهر النيرة كتاب الوقف ٢٤/٢ طبع قديمى كتب خانه.

٢) فان طلقها فلا تحل له من بعد حتى تنكح وزجاً غيره الآية: سورة البقرة : ٢٣٠ پاره:٢.

وإن كان الطلاق ثلاثاً فى الحرة ...... لم تحل له حتى تنكح زوجاً غيره نكاحا صحيحاً ويدخل بها ثم يطلقها أو يموت عنها (الهداية) باب الرجعة ٤٠٩/٢ طبع رحمانيه لاهور وكذا فى الدر المختار باب الرجعة ٤٠٩/٣ طبع سعيد كراچى.

كذا فى الهندية الباب السادس فى الرجعة ٤٧٣/١ طبع رشيديه كوئٹه.

٣) فان هجرة أهل الاهواء والبدع واجبة على مرالاوقات مالم يظهر منه التوبة والرجوع إلى الحق مرقاه المفاتيح كتاب الاداب باب ماينهى عنه من التهاجر والتقاطع و اتباع العورات الفصل الاول ٢٣٠/٩، ٢٣١ طبع دارالكتب العلمية بيروت لبنان.

وكذا فى أوجز لمسالك إلى مؤطا امام مالك، كتاب الجامع ما جاء فى المهاجرة ١٦٧/١٤ طبع دارالكتب العلمية بيروت لبنان.

وكذا فى فتح البارى بشرح صحيح البخارى كتاب الاداب باب الهجرة ١٢١/١٢ طبع دارالفكر المعاصر بيروت لبنان.

جس کے اہلِ خانہ کا چال چلن درست نہ ہو اس کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص جو ایک گاؤں کی مسجد میں خطیب مقرر تھا۔ اس کی بیوی، لڑکیوں کا چال چلن انتہائی خراب ہو گیا اور باوجود نمازیوں کے اصرار کے وہ شخص اس معاملہ میں دانستہ طور پر کوئی بندوبست نہ کر سکا۔ بلکہ نشان دہی کرنے والے نیک لوگوں کی دیگر اہالیان سے لڑائی کرانے کی کوشش کرنے لگا۔ اندریں صورت اس کو مسجد سے علیحدہ کر دیا گیا۔ لیکن پھر اوباش قسم کے لوگ اس کو دوبارہ چک میں لے آئے ہیں اور خطیب مقرر کرنے پر مصر ہیں۔ چک دو دھڑوں میں تقسیم ہو چکا ہے۔ حالات انتہائی کشیدہ ہیں ان کا چال چلن پہلے ہی زیادہ خراب ہے۔ کیا ہم ان حالات میں اس کو خطیب مقرر کر سکتے ہیں یا چک میں اس کی رہائش کا بندوبست کر سکتے ہیں۔

﴿ج﴾

بشرط صحت سوال اگر واقعی یہ شخص اپنی بیوی اور لڑکیوں کے خراب چال چلن پر راضی ہے اور اس فعل سے چشم پوشی کرتا ہے تو اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے۔ کیونکہ بیوی کے خراب چلن سے چشم پوشی کرنے والے کو دیوث کہا جائے گا[1] اور اس کی امامت مکروہ ہوگی۔ ویکرہ امامة عبد الخ. وفاسق[2] بل مشی فی شرح المنیة علی ان کراهة تقدیمه کراهة تحریم[3]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

۱) لما فی الدر المختار هو من لا یغار علی إمراته أو محرمه کتاب الحدود باب التعزیر ۴/۷۰ طبع ایچ۔ایم۔سعید کراچی.
وکذا فی البحر الرائق کتاب الحدود باب حد القذف ۳/۷۴ طبع مکتبه رشیدیه کوئٹه.
وکذا فی تبیین الحقائق کتاب الحدود باب حد القذف ۳/۶۳۵ طبع دارالکتب العلمیة بیروت لبنان.

۲) ویکره تنزیهاً (إمامة عبد)...... وفاسق الدر المختار کتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵۵۹ طبع ایچ۔ایم۔سعید کراچی.
وکذا فی خلاصة الفتاوی کتاب الصلوة الفصل الخامس عشر فی الامامة والاقتداء) ۱/۱۴۵ طبع مکتبه رشیدیه کوئٹه. وکذا فی البنایة علی شرح الهدایة کتاب الصلوة باب الامامة ۲/۳۳۲، ۳۳۳ طبع دارالکتب العلمیة بیروت لبنان.

۳) بل مشی فی شرح المنیة علی أن کراهة تقدیمه (الفاسق) کراهة تحریم الشامی کتاب الصلوة باب الامامة ص: ۵۶۰ طبع ایچ۔ایم۔سعید.
وکذا فی حلبی کبیر کتاب الصلوة باب الامامة ص: ۵۱۳ طبع سعیدی کتب خانه. وکذا فی حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح کتاب الصلوة باب الامامة ص: ۳۰۳ طبع قدیمی کتب خانه.

جوان لڑکی کو بیاہنے میں تاخیر کرنے والے کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسائل کہ:

(۱) ایک ہمارے چک کے امام مسجد جن کی صاحبزادی عرصہ تقریباً چھ سال سے جوان ہے لیکن انھوں نے اس کا اب تک رشتہ کہیں نہیں کیا۔ جب بھی ان سے اس کی شادی کرنے کے متعلق پوچھا گیا تو انھوں نے ہمیشہ اچھے اور مناسب رشتہ نہ ہونے کا بہانہ کیا۔ آخر کار چند احباب نے ایک اچھے مناسب رشتے کا گھر بتلایا تو جناب امام مسجد نے ایک بڑا عذر تلاش کیا کہ میرے دولڑکے جوان ہیں ان کے لیے وہ رشتے دیں لیکن جب ان کی یہ شرط پوری ہونے کی توقع ہوئی تو انھوں نے ایک اور بہانہ ڈھونڈ نکالا کہ لڑکی کا اچھا تعلیم یافتہ اور خاصی جائیداد کا ہونا ضروری ہے۔ چنانچہ آج جب کہ لڑکی کو بالغ ہوئے ساتواں سال گزر رہا ہے ایسے حالات میں آیا شرعی طور پر بزعم خود ایک مناسب اور اچھے رشتہ کی تلاش میں بالغ لڑکی کو اتنا عرصہ بٹھانے کی اجازت ہے۔ آیا ایسے امام مسجد کے پیچھے نماز ہوسکتی ہے۔ یعنی وہ امام کے فرائض سرانجام دے سکتے ہیں۔ نیز شرعی طور پر وٹے کے رشتہ کا کیا حکم ہے جب ابتدا میں یہ شرط رکھی گئی ہو کہ اگر آپ رشتہ دیں گے تو میں رشتہ دونگا۔

(۲) ہمارے امام مسجد فالنامہ لکھتے ہیں اور غیب کی خبریں بتاتے ہیں کہ جناب یہ فلاں مصیبت آنے والی ہے تمھارے گھر میں لڑکا پیدا ہوگا یا لڑکی اس لڑکی کے فلاں لڑکے کے ساتھ ناجائز تعلقات ہیں۔ نیز غریب مخلوقِ خدا سے یہ بہانہ کرکے روپیہ بٹور رہے ہیں کہ جنات نے دوصد روپیہ مانگا ہے۔ اگر آپ دیدیں گے تو آپ کا رشتہ فلاں لڑکی سے ہوجائے گا۔ نیز اس کے پاس ایک جادو کی کتاب بھی ہے جب ان سے سوال کیا گیا کہ جناب جادو کرنا جائز نہیں تو جواباً فرمانے لگے کہ جادو سے جادو کا اثر دور کرنے کی اجازت ہے۔ نیز ادویات' مشروبات وغیرہ پر دم کرکے ان سے دولت لوٹ رہے ہیں۔ حالانکہ وہ کوئی ڈاکٹر یا حکیم نہیں ہے۔ آیا شرعی طور پر مندرجہ بالا اعمال کا کوئی جواز ہے۔

(۳) کیا سود پہ رقم لینا کسی صورت میں جائز ہے۔ مثال کے طور پر کوئی آدمی کسی غریب کو ایک صد روپیہ ادھار دینے کے لیے تیار نہیں ہے۔ اگر وہ ادھار دیتا ہے تو ایک گائے جس کی موجودہ قیمت اندازاً ۱۰۰ روپے یا ۹۰ روپے ہے اور وہ اس غریب کو ۲۰۰ روپے میں ادھار دے دیتا ہے۔ وہ بیمار مرتا کیا نہ کرتا یا پھر مجبوری سے اپنی ضرورت جائز پوری کرنے کے لیے لیتا ہے اور چھ ماہ کے بعد سو روپیہ کی بجائے اس غریب کو دوصد روپیہ ادا کرنے پڑتے ہیں۔ اب جب کہ بینک ایک سو روپیہ میں عرصہ چھ ماہ کے بعد صرف پانچ روپیہ سود لیتا ہے اور چھ ماہ کے بعد اسے اپنی ضرورت پوری کرنے کے بعد سو روپیہ کی بجائے ایک سو

پانچ روپیہ ادا کرنے پڑتے ہیں۔ جب کہ گائے کے سودے میں اس گائے کو فروخت کر کے سو کی بجائے دوسو روپے ادا کرنے پڑے تو بینک سے قرض لینے میں اسے تقریباً پچانوے روپے کے بوجھ سے نجات ملی۔ حالانکہ پہلی گائے والی بیع بھی شرعی طور پر حرام ہے۔

(۴) یہ کہ بندہ دیہہ ہذا کا نمبردار ہے۔ بحیثیت ایک ذمہ دار شخص کے بندہ پر امام مسجد کی مندرجہ بالا کمزوریوں کے گناہ کا بوجھ تو نہیں ہے۔ جب کہ عوام الناس بندہ کو اس گناہ میں برابر کا شریک ٹھہراتے ہیں۔ نیز اگر واقعی ان کے امام مسجد رکھنے میں بندہ گناہ میں برابر کا شریک ہے تو ازراہ کرم جلد از جلد مطلع فرمادیں تاکہ بندہ اس گناہ سے نجات پاسکے۔ نیز عوام الناس میں ایسے امام صاحب کے پیچھے نماز باجماعت پڑھنے میں نماز کے نہ ہونے کا چرچا ہے، اسے دور کیا جاسکے۔

ج

(۱) اس امام کے پیچھے نماز جائز ہے [۱]۔ (۲) بشرط صحت سوال ایسے شخص کی امامت مکروہ ہے [۲]۔ (۳) سود پر رقم لینا جائز نہیں [۳] (۴) اگر واقعی امام خلاف شرع امور کا مرتکب ہوتا ہو تو اس کو امامت سے

---

۱) لما فی الدرالمختار (والحق بالامامة تقديمًا بل نصبا مجمع الانهر(الا علم بأحكام الصلوة) فقط صحة وفساداً بشرط اجتنابه للفواحش الظاهرة كتاب الصلوة باب الإمامة ۱ / ۵۵۷ طبع ایچ۔ایم۔سعید کراچی.

وكذا فى حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح فالاعلم بأحكام الصلوة الحافظ ما به سنة القرائة ويجتنب الفواحش الظاهرة وإن كان غير متبحر فى بقية العلوم كتاب الصلوة باب الامامة ص:۲۹۹، ۳۰۰طبع دارالكتب العلمية بيروت.

وكذا فى حلبى كبير كتاب الصلوة باب الامامة ص:۵۱۳ طبع سعيدى كتب خانه.

۲) بل مشى فى شرح المنية على أن كراهة تقديمه (الفاسق) كراهة تحريم الشامى كتاب الصلوة باب الامامة ص: ۵۶۰ طبع ایچ۔ایم۔سعید.

وكذا فى حلبى كبير كتاب الصلوة باب الامامة ص:۵۱۳ طبع سعيدى كتب خانه.

وكذا فى حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح كتاب الصلوة باب الامامة ص:۳۰۳طبع قديمى كتب خانه.

۳) واحل الله البيع وحرم الربوا الآية سورة البقرة ۲۷۵،پارہ۳.

وعن جابر رضى الله عنه قال لعن الله آكل الربوا ومؤكله وكاتبه وشاهديه مشكوة المصابيح باب الربوا الفصل الاول ص:۲۴۳طبع قديمى كتب خانه(الاشباه والنظائر).ما حرم فعله حرم طلبه القاعدة الرابعة عشر ما حرم اخذه ص:۱۵۵ قديمى كتب خانه.

ومثله فى شرح المجلة رستم بازار ماده :۳۵،۳۴ تاجران كتب خانه.

ہٹانا چاہیے اور ہٹانے پر قدرت کے باوجود نہ ہٹانے والا گنہگار رہوگا[1]۔ امام کے بارے میں پوری تحقیق کی جاوے۔ بلا تحقیق اس کے خلاف کارروائی نہ کی جاوے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ

۸ شعبان ۱۳۹۰ھ

امام مسجد کی بیوی اگر بے پردہ ہو تو امامت کا حکم

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ:

امام مسجد کی بیوی اگر پردہ نہیں کرتی تو اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا ناجائز ہے۔ پردہ سے مراد یہ نہیں ہے کہ بیوی گھر کی چاردیواری میں بند رہے۔ بلکہ یہ کہ ہر قسم کے کاروبار کے تحت باہر پھرتی رہے۔

عورتوں کا غیر محرم کو دیکھنا درست نہیں[2] اور شوہر بیوی کا نگران ہے۔ ارشاد نبوی ہے۔ والرجل راع علی اھل بیته وھو مسئول عن رعیته[4]۔ امام کو چاہیے کہ اپنی اہلیہ کو بے پردگی سے روکے

---

۱) وھو فرض کفایة ومن تمکن منه وترکه بلا عذر أثم مرقات المفاتیح، کتاب الآداب باب الامر بالمعروف ۳۲۶/۹ العلمیة بیروت وکذا فی أحکام القرآن لمولانا ظفر احمدعثمانی وجملة القول فیه ماذکره الشیخ فی بیان القرآن إن الامر بالمعروف والنهی عن المنکر واجبان فی الامور الواجبة فعلاً أو ترکا علی القادر علیهما شروط الامر بالمعروف والنهی عن المنکر ۵۷/۱ طبع إدارة القرآن کراچی.

وقل المؤمنات یغضضن من أبصارهن الآیة سورة النور آیت: ۳۱.

۲) وأما النوع السادس وھو الاجنبیات الحرائر فلا یحل النظر للاجنبی من الاجنبیة الحرة کتاب الاستحسان النوع السادس بدائع الصنائع ۱۲۱/۵ طبع مکتبه رشیدیه کوئٹه.

وکذا فی تبیین الحقائق کتاب الکراهیة فصل فی النظر والمس ۳۹/۷ طبع دار الکتب العلمیة بیروت لبنان.

۳) مشکوة المصابیح کتاب الامارة ص: ۳۲۰ طبع قدیمی کتب خانه.

وکذا فی صحیح البخاری کتاب الاحکام باب قول الله اطیعو الله واطیعو الرسول ۱۰۵۷/۲ طبع قدیمی کتب خانه.

منع کرنے کے بعد اگر وہ نہ مانے تو گناہ اس پر ہے [۱]۔ سو یہ بری الذمہ ہے اور اس کے پیچھے نماز صحیح ہے [۲]۔ ولا تزر وازرۃ وزر اخری الایۃ [۳]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ ۲ شعبان ۱۳۹۰ھ

جھگڑالو اور درشت گفتار شخص کی امامت کا حکم

﴿س﴾

علمائے دین ومفتیان شرع متین حسب ذیل مسئلہ کے متعلق کیا تحریر فرماتے ہیں کہ باپ اور بیٹا دونوں ایک مسجد کی امامت کرتے ہیں اور ان دونوں کا یہ کردار ہے کہ دنیاوی بات پر رشتہ داروں سے ناراض ہو کر اپنی بیویوں کو چھوڑے پھرتے ہیں اور اگر کبھی لے جاویں تو ان کے ساتھ یہ برتاؤ ہے کہ ان کو الگ رکھتے ہیں اور ناجائز مار پیٹ کرتے ہیں بلکہ والد کا تو یہ حال ہے کہ اپنی بیوی کو تہمت لگاتا ہے کہ یہ لڑکی میری نہیں غیر کی ہے اور پھر جب لڑتا ہے تو کہتا ہے کہ میری لڑکی دیدو اور چلی جاؤ اور جب رشتہ داروں سے لڑتا ہے تو کسی کو کافر کہتا ہے اور کسی کو سور خنزیر کہتا ہے۔ جب بھی لڑے گندی گالیاں نکالتا ہے اور غیبت اور تہمت بہت ہے اور نمازی بھی اس پر راضی نہیں ہیں اور ناجائز بنا پر لڑتا جھگڑتا ہے بلکہ ان پر خواہشات ہی ہیں۔ دین کی بات ان میں کوئی نہیں۔ یہ اس حد تک جا چکے ہیں کہ اپنے بڑے بھائی کو صرف دنیاوی معاملہ میں مار پیٹ کی اور ناجائز گالیاں دیں اور اپنی بہن کو اتنا مارا کہ بے ہوش کر کے چلا گیا۔ ان حالات میں ان کے پیچھے نماز کا کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا

---

۱) من عمل صالحا فلنفسه ومن أسا فعليها الآية سورة الجاثيه آية:١٥.

۲) الدر المختار والأحق بالامامة تقديما بل نصباً مجمع الانهر (الاعلم بأحكام الصلوة)فقط صحةً وفسادًا بشرط اجتنابه للفواحش الظاهرة الخ كتاب الصلوة باب الامامة ١/٥٥٧ طبع ايچ-ايم-سعيد كراچی۔

وكذا فى حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح كتاب الصلوة باب الامامة ص:٢٩٩، ٣٠٠طبع قديمى كتب خانه.

وكذا فى حلبى كبير كتاب الصلوة باب الامامة ص:٥١٣ طبع سعيدى كتب خانه.

۳) سورۃ فاطر، آیات نمبر ۱۸، پارہ نمبر ۲۲

﴿ج﴾

دراصل غلطی اور گناہوں سے معصوم تو انبیاء علیہم السلام ہیں (۱)۔ باقی سب لوگ خطا کار ہیں ضرورت اس بات کی ہے کہ اس باپ اور بیٹے کو سمجھایا جائے۔ درشتی اور نرمی دونوں سے کام لیا جائے (۲) کہ آپ حضرات اپنا رویہ بدل دیں ورنہ امامت سے الگ کردیں گے (۳)۔ وغیرہ وغیرہ امید ہے کہ ٹھیک ہو جائیں گے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عبداللہ عفا اللہ عنہ

داماد کی بدعہدی کے سبب بیٹی کو رخصت نہ کرنے والے کی امامت کا حکم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع اس مسئلہ میں کہ زید نے عمرو کو اس معاہدہ پر اپنی لڑکی کا نکاح کردیا کہ عمرو شرع شریف کے مطابق زندگی بسر کرے گا مگر نکاح کے بعد اور رخصتی سے پہلے عمرو سے ایسے قبیح افعال سرزد ہوئے جو کہ خلاف شریعت ہیں۔ مثلاً بدزبانی نیز منکوحہ کے لیے شرعی پردہ کا انکار وغیر ذالک۔ لڑکی کے بالغ ہونے پر عمرو نے بصورت پنچایت زید سے مطالبہ کیا کہ اپنی لڑکی کی رخصتی کرو مگر زید نے اسی مجمع پنچایت کے سامنے عمرو کو کہا کہ میرا اور آپ کا نکاح سے قبل جو معاہدہ ہوا ہے۔ آپ اس پر کاربند نہیں رہے۔ آپ کی زبانی مواعید غیر معتبر ہیں۔ لہٰذا اس معاہدہ کو تحریری شکل دیدی جاوے اور جملہ احباب جو شریک پنچایت ہیں اس امر کے شاہد ہو جائیں پھر میں اپنی لڑکی کو تمھارے ساتھ رخصت کرنے کے لیے تیار ہوں مگر عمرو نے اس بات کو تسلیم نہیں کیا اور اپنے احباب کو لے کر مجلس منعقدہ سے اٹھ کر چلا گیا تا ہنوز عمرو

---

۱) وفی شرح فقه الاكبر والانبياء عليهم الصلوة والسلام كلهم منزهون عن الصغائر والكبائر والكفر والقبائح ص: ١٦٩ دار البشائر الاسلاميه.

۲) أدع الى سبيل ربك بالحكمة والموعظه الحسنة وجادلهم بالتى هى احسن الآية سورة النحل :١٢٤.

۳) لما فى الدر المختار مع رد المحتار ويعزل به إلا لفتنة أى بالفسق لوطرا عليه والمراد انه يستحق العزل كتاب الصلوة باب الامامة ١/٥٤٩ طبع ايج۔ايم۔سعيد.

وكذا فى البحر الرائق فلا يحل عزل القاضى لصاحب الوظيفة بغير جنحة وعدم أهلية ولو فعل لم يصح كتاب الوقف ١/٣٨٠ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه.

نے زید کو کوئی تحریر نہیں لکھ کر دی اور نہ لکھ کر دینے کے لیے تیار ہے بنا بریں زید بھی اپنی لڑکی کو (جو ایک سال سے بالغہ ہو چکی ہے) ناکح عمر و مذکور کے گھر بھیجنا نہیں چاہتا تو کیا جب کہ زید کسی مسجد کا امام ہو، اس کے پیچھے نماز پڑھنی جائز ہے یا نہیں، زید کے فرزند بکر کے پیچھے نماز پڑھنی جائز ہے یا ناجائز۔ جب کہ بکر مذکور بھی اس معاملہ میں اپنے والد زید کا ممد و معاون ہے۔ کیا زید کے گھر کا کھانا پینا حلال ہے یا حرام۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

زید اور بکر دونوں کے پیچھے نماز پڑھنی جائز ہے[1] اور ان کے گھر کا کھانا بھی حلال ہے[2]۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مطلقہ کی عدت گزرنے سے قبل نکاح کرادینے والے کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ زید نے کسی عورت کا نکاح پڑھا بعد میں معلوم ہوا کہ زید نے قبل از عدت مطلقہ نکاح پڑھا اور زید کو کہا گیا کہ تم نے قبل از عدت شرعاً نکاح کیوں پڑھا تو زید نے اللہ تعالیٰ کو حاضر جانتے ہوئے اور حلف اٹھا کر کہا کہ مجھ کو اس کی عدت کے گزرنے کے بارے میں بالکل معلوم نہ تھا اور نہ گھر والوں نے عدت کے بارے میں مجھ سے کچھ ذکر کیا، یعنی لاعلمی اور بے خبری سے نکاح پڑھا جس میں مجھے نہ اس وقت اور نہ اس سے قبل کوئی علم تھا۔ میں حلفاً کہتا ہوں کہ میں نے عمداً نکاح نہیں پڑھا اپنی غلطی سے اور بے خبری سے نکاح کیا گیا میں اللہ تعالیٰ سے معافی کا طلب گار ہوں اللہ معاف فرمادے۔ لہٰذا اب

---

۱) الدر المختار (والأحق بالامامة) تقديما بل نصباً مجمع الانهر (الإعلم بأحكام الصلوة)فقط صحةً وفسادًا بشرط اجتنابه للفواحش الظاهرة الخ كتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵۵۷ طبع ايچ۔ايم۔سعيد كراچی. وكذا في حاشية الطحطاوی علی مراقی الفلاح كتاب الصلوة باب الامامة ص:۲۹۹، ۳۰۰طبع دارلكتب العلمية بيروت.

وكذا فی حلبی كبير كتاب الصلوة باب الامامة ص:۵۱۳ طبع سعيدی كتب خانه.

۲) لما فی مشكوة المصابيح حق المسلم علی المسلم خمس رد السلام...... وإجابة الدعوة ص:۱۳۳طبع قديمی كتبه خانه.

وكذا فی الهندية ولو إدعی فالواجب أن يجيبه إلی ذالك كتاب الكراهية الباب الثانی عشر فی الهدايا ص:۳۴۳ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه.

زید اور نکاح میں جو لوگ عمداً شامل ہوئے ہیں، ان پر شرعی حد کیا وارد ہوسکتی ہے اور زید نے جو نمازیں پڑھائی ہیں ان کو قضا کرنا لازم ہے یا نہ۔

﴿ج﴾

صورتِ مسئولہ میں اگر لاعلمی اور غلطی سے مطلقہ کا عدت کے اندر نکاح خواں مولوی صاحب نے نکاح کیا ہے اور دوسرے لوگ اس میں شریک ہوئے ہیں اور بعد میں نکاح خواں مولوی لاعلمی کی وجہ سے غلطی ہونے کا اعتراف کرتے ہوئے تائب ہوگیا ہے اور اللہ تعالیٰ سے معافی طلب کی ہے تو اس صورت میں نکاح خوان مولوی صاحب کے پیچھے بلاشبہ نماز پڑھنا درست وصحیح ہے اور اگر اس میں کوئی اور عیب ونقص شرعی جو کہ موجب فسق بنے نہ ہو، تو وہ بلاشبہ امامت کراسکتا ہے (۱) اور اس کے پیچھے نماز درست ہے اور جو نمازیں اس کے پیچھے پڑھی گئی ہیں وہ بھی صحیح ہیں۔ ان کی بھی کوئی قضا لازم نہیں (۲)۔ البتہ عدت کے اندر جو نکاح کیا گیا ہے وہ نکاح نہیں ہوگا (۳)۔ دوبارہ عدت شرعی یعنی تین حیض کامل گزرنے کے بعد اگر حاملہ ہو تو وضع حمل ہو جانے کے بعد نکاح کر کے دوسری جگہ آباد ہوسکتی ہے عدت کے اندر کیے ہوئے کا کوئی اعتبار نہیں، الحاصل

---

۱) الدر المختار (والأحق بالامامة) تقديما بل نصباً مجمع الانهر (الاعلم بأحكام الصلوة)فقط صحةً وفسادًا بشرط اجتنابه للفواحش الظاهرة الخ كتاب الصلوة باب الامامة ۵۵۷/۱ طبع ایچ۔ایم۔سعید کراچی. وكذا فی حلبی كبير كتاب الصلوة باب الامامة ص:۵۱۳ طبع سعیدی کتب خانه.

۲) وفی النهر عن المحيط صلى خلف فاسق أو مبتدع نال فضل الجماعة افاد إن الصلوة خلفهما أولى من الانفراد لكن لا ينال كما ينال خلف تقى ورع الدرالمختار كتاب الصلوة باب الامامة ۵٦٢/۱ طبع ایچ۔ایم۔سعید کراچی.

وكذا فی حلبی كبير كتاب الصلوة باب الامامة ص:۵۱٤ طبع سعیدی کتب خانه.

وكذا فی حاشية الطحطاوی على مراقی الفلاح كتاب الصلوة باب الامامة ص:۳۰۳طبع قدیمی کتب خانه.

لما فی قوله تعالى ،وإنى لغفار لمن تاب وآمن وعمل صالحاً ثم اهتدى سورة طه آیت: ۸۲پاره۱٦.

مشكوة المصابيح التائب من الذنب كمن لا ذنب له باب التوبة والاستغفار قديمی کتب خانه.

وكذا فی ابن ماجه باب ذكر التوبة والاستغفار ص:۳۲۳ ایچ۔ایم۔ سعید کراچی.

۳) لما فی البحرالرائق أما نكاح منكوحة الغير ومعتدته فالدخول فيه لا يوجب العدة إن علم أنها للغير لانه لم يقل أحد بجوازه فلم ينعقد أصلاً كتاب الطلاق باب العدة ۵۱٦/۳ طبع سعید کراچی.

وكذا فی رد المحتار كتاب النكاح باب المهر مطلب فی النكاح الفاسد ۱۳۲/۳ طبع ایچ۔ایم۔سعید کراچی.

وكذا فی بدائع الصنائع كتاب الطلاق فصل فی أحكام العدة ۳۲۳/۳ طبع مكتبه رشیدیه کوئٹه.

زید نکاح خواں اور دوسرے لوگ جو نکاح میں غلطی سے شریک ہوئے ہیں ان پر شرعاً کوئی حد نہیں [۱]۔ اس کے پیچھے نماز بھی درست ہے اور امامت کرواسکتا ہے [۲] اور جو اس کے پیچھے نمازیں پڑھی گئی ہیں ان کی قضا بھی کسی پر لازم نہیں [۳]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ احمد عفا اللہ عنہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

بہن کی رخصتی نہ کرنے والے کی امامت کا حکم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین درین مسئلہ کہ مولوی محمد رمضان نے اپنی حقیقی ہمشیرہ صاحبہ کا نکاح کر دیا تھا جس کو عرصہ تقریباً تمیں سال کا گزر چکا ہے اور لڑکی کو بالغ ہوئے بھی تقریباً عرصہ پندرہ سال کا گزر چکا ہے لیکن مولوی صاحب اب تک اپنی ہمشیرہ صاحبہ کی شادی (رخصتی) نہیں کرتا' حالانکہ پیش امام مسجد بھی ہے لہٰذا التماس ہے کہ ایسا مولوی امامت کے قابل ہے یا کہ نہیں کیونکہ مولوی صاحب کے ذمہ یہ کبیرہ گناہ ہے اور ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنی جائز ہے یا کہ نہیں اس مسئلہ کا مفصل جواب تحریر فرمادیں آپ کا نہایت مشکور رہوں گا۔

---

۱) عن رسول الله صلى الله عليه وسلم انه قال عفوت عن امتى الخطاء والنسيان وما استكرهوا عليه بدائع الصنائع كتاب الاكراه فصل وأما بيان حكم ما يقع عليه الاكراه ۱۸۰/۷ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه.

۲) الدر المختار (والأحق بالامامة) تقديما بل نصباً مجمع الانهر (الاعلم بأحكام الصلوة)فقط صحةً وفسادًا بشرط اجتنابه للفواحش الظاهرة الخ كتاب الصلوة باب الامامة ۵۵۷/۱ طبع ايچ۔ايم۔سعيد كراچى. وكذا فى حلبى كبير كتاب الصلوة باب الامامة ص:۵۱۳ طبع سعيدى كتب خانه.
وكذا فى حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح كتاب الصلوة باب الامامة ص:۲۹۹،۳۰۰طبع قديمى كتب خانه.

۳) وفى النهر عن المحيط صلى خلف فاسق أو مبتدع نال فضل الجماعة افاد أن الصلوة خلفهما أولى من الانفراد ولكن لا ينال كما ينال خلف تقى ورع الدرالمختار كتاب الصلوة باب الامامة ۵۶۲/۱ طبع ايچ۔ايم۔سعيد كراچى.
وكذا فى حلبى كبير كتاب الصلوة باب الامامة ص:۵۱۴ طبع سعيدى كتب خانه.
وكذا فى حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح كتاب الصلوة باب الامامة ص:۳۰۳طبع قديمى كتب خانه.

﴿ج﴾

مشکوٰۃ شریف میں حضرت ابوسعید اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من ولدله ولد فليحسن اسمه وادبه واذا بلغ فليزوجه فان بلغ ولم يزوجه فاصاب اثما فانما اثمه على ابيه اور دوسری روایت میں حضرت عمر بن الخطاب اور انس بن مالک رضی اللہ عنہما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا تورات میں لکھا ہوا ہے کہ جس کی دختر بارہ سال کی ہوگئی اور اس نے اس کا نکاح نہ کیا پس وہ گناہ کو پہنچی تو وہ گناہ اس کے باپ پر ہے (۱)۔ ان حادیث سے معلوم ہوا کہ لڑکی جب بالغہ ہو جاوے اور نکاح کا مناسب موقع ملے تو ضروری ہے کہ اس کے عقد میں دیر نہ کرے اور ایسا ارادہ رکھنا کہ ہرگز اس کا نکاح نہ کروں گا برا ہے اور خلاف حکم خدا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہے (۲)۔ خصوصاً جب کہ نکاح ہو چکا ہے تو اب رخصتی میں تاخیر کرنا اور بھی زیادہ برا ہے چاہیے کہ اس ارادہ سے باز رہے اور رخصتی کرے خصوصاً امام مسجد کو زیادہ اتباع شریعت کا خیال رکھنا چاہیے اور برے خیال سے توبہ کرنی چاہیے اس کے بعد اس کے پیچھے نماز صحیح ہے (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

۱) مشكوة المصابيح كتاب النكاح باب الولى فى النكاح الفصل الثالث ص: ۲۷۱ طبع قديمى كتب خانه. عن عمر رضى الله عنه وانس بن مالك رضى الله عنه عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال فى التوراة مكتوب من بلغت ابنته اثنتى عشرة سنة ولم يزوجها فاصابت اثما فاثم ذالك عليه مشكوة المصابيح باب الولى فى النكاح ص: ۲۷۱ طبع قديمى كتب خانه.
وكذا فى رد المحتار كتاب النكاح مطلب كثيرا ما يتساهل فى إطلاق المستحب على السنة ۹/۳ طبع ايچ۔ايم۔سعيد كراچى.

۲) وأنكحوا الايامى منكم والصالحين من عبادكم اللآية سورة النور ۳۲، مكشوة المصابيح وعنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا خطب إليكم من ترضون دينه وخلقه فزوجوه إن لا تفعلوه تكن فتنة فى الارض وفساد عريض كتاب النكاح الفصل الثانى ص: ۲٦۷ طبع قديمى كتب خانه.
وكذا فى جامع الترمذى كتاب النكاح باب ما جاء فى النهى عن التبتل ص: ۲۰۷ طبع ايچ۔ايم۔سعيد كمپنى.

۳) وإنى لغفار لمن تاب وآمن وعمل صالحاً ثم اهتدى سورة طه آيت: ۸۲پاره١٦.
مشكوة المصابيح وعن عبد الله رضى الله عنه قال قال رسو ل الله صلى الله عليه وسلم التائب من الذنب كمن لا ذنب له باب التوبة والاستغفار ص: ۲۰٦ قديمى كتب خانه.
وكذا فى ابن ماجه باب ذكر التوبة والاستغفار ص: ۳۲۳ طبع ايچ۔ايم۔ سعيد كراچى.

ایسے شخص کو جولڑکی بالغہ کو اپنے خاوند کے پاس جانے سے مانع ہے امام نہیں بنانا چاہیے اور معزول کر دینا ضروری ہے (۱)۔ واللہ اعلم

ایسے شخص کی امامت کا حکم جس کی بیوی سے اس کے داماد کے ناجائز تعلقات کا شبہ ہو

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک امام صاحب کی بیوی سے اس کے داماد کے ناجائز تعلقات کا شبہ ہے اور اس بنا پر اس کو اس کے گھر آنے جانے سے روک دیا گیا لیکن اس کے باوجود وہ اس کے گھر آتا رہا تو مقتدیوں نے اس بنا پر اس کو امامت سے ہٹا دیا تو وہ کہتا ہے کہ میں نے بیوی کو طلاق دی مجھے دوبارہ امام رکھ لو حالانکہ بیوی اس کے گھر میں موجود ہے۔

﴿ج﴾

کسی نیک دیندار عالم کو امام مقرر کریں (۲)۔ ایسے شخص کو امام نہ مقرر کریں جس کی دیانت اور تقویٰ پر عام نمازیوں کو اعتماد نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہٗ
یکم محرم ۱۳۹۷ھ

---

۱) وأما الفاسق فقد عللوا كراهة تقديمه بأنه لا يهتم لامر دينه وبأن فى تقديمه للإمامة تعظيمه وقد وجب عليهم إهانته شرعاً(شامى) كتاب الصلوة باب الإمامة ۱ / ۵۶۰ طبع ايچ-ايم-سعيد كراچى.
وكذا فى حلبى كبير كتاب الصلوة باب الامامة ص:۵۱۳ طبع سعيدى كتب خانه.
وكذاحاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح كتاب الصلوة باب الامامة ص۳۰۳طبع دارالكتب العلمية بيروت لبنان.

۲) وفى فتاوى الارشاد: يجب أن يكون إمام القوم فى الصلوة أفضلهم فى العلم والورع والتقوى والقراءة والحسب والنسب والجمال على هذا إجماع الامة. تاتارخانيه كتاب الصلوة من هو أحق بالامامة ۱ / ۶۰۰ طبع إدارة القرآن والعلوم
وكذا فى الدر المختار كتاب الصلوة من هو احق بالامامة ۱ /۵۵۷، ۵۵۸ طبع ايچ-ايم-سعيد كراچى. وكذا فى النهر الفائق كتاب الصلوة باب الامامة ۱ /۲۳۹ طبع دارالكتب العلمية بيروت لبنان.

ایسے شخص کی امامت کا حکم جو غلط قرآن پاک پڑھے اور اس کی بیوی بے پردہ پھرے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ امام قرآن مجید عموماً غلط پڑھتا ہے۔ کیا شرعاً نماز جائز ہے یا نہیں اور بیوی پیش امام صاحب کی بے پردگی کی صورت میں پھرتی ہے اور اس کی لڑکی کے دوسروں سے ناجائز تعلقات ہیں اور اس کو علم بھی ہے۔ بلکہ اس کو بار بار کہا ہے اور اس کو دکھایا گیا جس سے اس کی لڑکی کے تعلقات ہیں۔ بینوا توجروا۔

﴿ج﴾

بشرط صحت سوال اگر امام واقعی قرآن غلط پڑھتا ہے اور مذکورہ دوسرے امور پر چشم پوشی کرتا ہے اور باوجود قدرت کے اس کو روکتا نہیں تو اس کی امامت درست نہیں (۱)۔ مسجد کی منتظمہ کمیٹی اور نمازی تحقیق کریں اگر واقعی امام مسجد میں یہ امور پائے جاتے ہیں تو اس کو امامت سے ہٹا دیں (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۱۷ شوال ۱۳۹۶ھ

غلط سازشوں میں شرکت اور تعاون کرنے والے کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین بیچ اس مسئلہ کے کہ زید ایک بزرگ سید

---

۱) ویکره ان یکون الامام فاسقا ویکره للرجال ان یصلوا خلف الفاسق تاتارخانیه کتاب الصلوة من هو أحق بالامامة ۶۰۳/۱ طبع إدارة القرآن والعلوم الاسلامیة.
وکذا فی رد المحتار کتاب الصلوة باب الامامة ۶۱۱/۱ طبع مکتبه رشیدیه کوئٹه.

۲) وأما الفاسق فقد عللوا کراهة تقدیمه بأنه لا یهتم لامر دینه وبأن فی تقدیمه للإمامة تعظیمه وقد وجب علیهم إهانته شرعاً(شامی) کتاب الصلوة باب الإمامة ۵۶۰/۱ طبع ایچ-ایم-سعید کراچی.
وکذا فی حلبی کبیر کتاب الصلوة باب الامامة ص:۵۱۳ طبع سعیدی کتب خانه.
وکذاحاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح کتاب الصلوة باب الامامة ص۳۰۳ طبع دارلکتب العلمیة بیروت لبنان.

اور مشہور پیر کا مرید ہے۔ پیر صاحب مرحوم نے اس پر بے انتہاء مہربانیاں کی ہیں۔ اس کی ہمیشہ کفالت کرتے رہے یہاں تک کہ اس کی شادی بھی پیر صاحب مرحوم نے اپنے خرچ سے کی۔ پیر صاحب مرحوم کے بیٹے و پوتے ان کی زندگی میں ہی انتقال فرما گئے۔ ان کی زندگی میں ہی ان کے مرحوم پوتے کی بیوہ نے ان کے شاطر مرید خالد سے نکاح کر لیا پیر صاحب مرحوم کی نابالغہ پوتی کو جو اس بیوہ سے تھی اس کی نانی اور ماموں لے گئے اور اس کی پرورش انھوں نے کی۔ تھوڑے عرصے بعد لڑکی کی والدہ کا بھی انتقال ہو گیا۔ پیر صاحب کی پوتی بدستور نانی و ماموں کے قبضے میں رہی۔ پیر صاحب مرحوم کے عرس کے موقع پر مریدین نے اپنے ایک آدمی کو بھیج کر پیر صاحب کی پوتی کو نانی و ماموں کے پاس سے بلا لیا اور بعد عرس عزت وحرمت کے ساتھ واپس نانی و ماموں کے پاس پہنچا دیا۔ اس موقع پر پیر صاحب مرحوم کی پوتی کے سوتیلے باپ خالد نے جو عرس پر آیا تھا۔ ایک دوسرے شخص ساجد سے کچھ روپیہ قرض لے لیا اور لڑکی کے ساتھ اس کی نانی و ماموں کے پاس چلا گیا۔ پیر صاحب موصوف کے دوسرے عرس کے موقع پر پیر صاحب مرحوم کی پوتی اپنے ماموں کے ہمراہ آئی اور لڑکی کا سوتیلا باپ بھی آ گیا۔ بعد عرس لڑکی کو اس سوتیلے باپ خالد نے اپنے قبضے میں لے لیا۔ ماموں بغیر لڑکی کے واپس چلا گیا۔ دوسرا ماموں کچھ عرصہ کے بعد لڑکی کو لینے آیا۔ مگر سوتیلے باپ خالد نے لڑکی اس کو بھی نہ دی۔ اس اثناء میں لڑکی کا سوتیلا باپ لڑکی کی شادی ایک شخص ساجد سے جس کا وہ مقروض تھا کرنے پر رضامند ہو گیا۔ جب مریدین کو شاطر مرید خالد کی اس خواہش کا علم ہوا کہ وہ لڑکی کی شادی ساجد سے کرنا چاہتا ہے تو مریدین سخت برہم ہوئے کیونکہ وہ لوگ اس ساجد کو کسی طرح بھی لڑکی کے لیے مناسب خاوند نہیں سمجھتے تھے۔ یہ ساجد شادی شدہ تھا۔ اس کی پہلی بیوی زندہ تھی اور اب بھی زندہ ہے اور وہ اس گاؤں کے ایک شخص کی لڑکی تھی۔ جب یہ معاملہ اس حد پر پہنچا تو شاطر خالد نے جو لڑکی کا سوتیلا باپ ہے۔ اپنا مطلب نکالنے کے لیے مصلحت یہی سمجھی کہ گاؤں والے مریدین کو دھوکہ دے کر کسی دوسری جگہ لڑکی کو لے جائے۔ چنانچہ اس نے گاؤں والے مریدین کو حلفیہ یقین دلایا کہ میں ہرگز ہرگز لڑکی کی شادی ساجد سے نہیں کروں گا۔ جب وہ شاطر مرید خالد لڑکی کو لے جانے لگا تو زید نے جو غالباً شاطر مرید خالد سے در پردہ ملا ہوا تھا۔ گاؤں کے مریدین کو یہ دھوکا دیا کہ میں شاطر مرید خالد کے ہمراہ جاتا ہوں۔ میں ضرور لڑکی کو واپس لے آؤں گا تم اس وقت شاطر مرید خالد کو لڑکی لے جانے دو مت روکو۔ اس کی امداد کی اور خود بھی اس کے ہمراہ چلا گیا۔ اس شخص زید نے چند روز بعد واپس آ کر مریدین سے یہ غلط بیانی کی کہ شاطر مرید خالد نے کہا ہے کہ میں لڑکی کو چند روز بعد لے کر واپس گاؤں میں آ جاؤں گا اور یہ بات اس نے قسم کھا کر کہی ہے۔ اس کے بعد شاطر مرید خالد نے بجائے لڑکی کو واپس لانے کے اس کو ساجد کے حوالہ کر دیا جو اس کو لے کر اور دوسری جگہ گیا۔ وہاں پر پہنچ کر اس نے لڑکی سے نکاح کرنا چاہا۔ وہاں پر لڑکی کے سوتیلے

باپ نے بالقسم کہا کہ لڑکی سید کی نہیں ہے بلکہ شیخ کی ہے۔ یہ بات بالکل غلط تھی کچھ دنوں بعد وہ شخص ساجد لڑکی کو لے کر واپس گاؤں مریدین میں آگیا اور بیان کیا کہ میں نے لڑکی سے نکاح کرلیا ہے اور میں دونوں بیویوں میں انصاف کو مدنظر رکھوں گا۔ گاؤں والے مریدین اس کی اس حرکت سے ناراض تو ضرور ہوئے مگر اس کا یہ اقرار سن کر خاموش ہوگئے اور اس سے کوئی باز پرس نہ کی۔ پیر صاحب مرحوم کی پوتی کو گھر میں ڈال لینے کے بعد وہ شخص ساجد اپنی پہلی بیوی سے خلوت صحیحہ کرتا رہا۔ مگر ساتھ ہی ساتھ اپنے خاص آدمیوں سے یہ بھی کہتا رہا کہ میں نے اپنی پہلی بیوی کو عرصہ ڈیڑھ سال سے طلاق بائن دیدی ہے۔ ان کے دریافت کرنے پر کہ پھر طلاق دینے کے بعد اپنی پہلی بیوی کو کیوں رکھ چھوڑا ہے۔ اس نے اقرار کیا ہے کہ اگرچہ میں اس سے حرام کرتا رہا ہوں۔ مگر چونکہ وہ بے قصور ہے اس لیے اس کو بہن سمجھ کر رکھ چھوڑا ہے۔ یہ بات جب اس کی پہلی بیوی کے بھائیوں کو معلوم ہوئی تو انھوں نے اس شخص ساجد سے اس کی صحت کرنی چاہی جن پر اس شخص ساجد نے اقرار کیا کہ یہ سب کچھ ٹھیک ہے اور میں نے ان اشخاص سے کہا ہے۔ میں اپنی پہلی بیوی کو ڈیڑھ سال قبل طلاق دے چکا ہوں۔ اس پر لڑکی کے ورثاء نے کہا کہ تم پھر تحریری طلاق نامہ دو۔ چنانچہ اس شخص ساجد نے اپنی پہلی بیوی کے ورثاء کو تحریری طلاق نامہ دیدیا۔ اس تحریری طلاق نامہ میں اس نے خود اپنی مطلقہ بیوی کو بے قصور مانا ہے اور اقرار کیا ہے کہ اس نے اپنی مطلقہ بیوی سے زیورات و کپڑے وغیرہ لے لیے ہیں۔ اس نے یہ بھی لکھا ہے کہ میں نے بحالت غصہ طلاق دی ہے اور یہ بھی تحریر کیا ہے کہ اس کے دریافت کرنے پر علماء نے فتویٰ دیا ہے کہ طلاق ہوچکی اس طلاق نامہ پر دو گواہوں کی شہادت بھی موجود ہے۔ اس کے بعد مطلقہ لڑکی کے برادران نے گاؤں کی پنچائیت سے یہ شکایت کرکے انصاف چاہا۔ تو گاؤں کی پنچائیت نے اس شخص ساجد کا حقہ پانی بند کردیا اور مطلقہ لڑکی کے ورثاء کو ہدایت کی کہ وہ قانون کے تحت عدالت مجاز سے اپنی دادرسی کے لیے درخواست کریں چنانچہ مطلقہ لڑکی کے ورثاء نے مہر وغیرہ کا دعویٰ کردیا ہے۔ اب جب کہ اس شخص ساجد نے یہ حالت دیکھی تو اس نے خلاف واقعہ مشہور کیا ہے کہ مجھ سے طلاق زبردستی دلائی گئی ہے اور یہ کہ میں اپنی مطلقہ بیوی سے رجوع کرنے کے لیے تیار ہوں۔ مگر لڑکی اور اس کے ورثاء اس پر رضامند نہیں ہیں۔ اس معاملہ میں شخص زید معہ چند اور اپنے موکدین کے اس دوسرے شخص ساجد کے کچھ دنیوی فوائد کے لیے ہمنوا ہوگئے ہیں۔ شخص زید اہل سنت والجماعۃ کی ایک مسجد کا پیش امام ہے اور خود اور اس کے حواری عوام الناس کو یہ کہہ کر کہ شرعاً طلاق نہیں ہوئی۔ لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں۔ اس کی تعلیمی حالت عربی و فارسی تو کجا اردو میں بھی نفی کے برابر ہے۔ وہ لوگوں کو محض اپنی امامت کی دھونس دکھلا کر اس شخص ساجد کا جس کو سب لوگ ظالم کہتے ہیں امدادی بنانا چاہتا ہے۔ لہٰذا التماس ہے کہ عوام کو گمراہی سے بچانے اور مظلوم کی دادرسی کے لیے اہل سنت والجماعۃ کے صحیح عقائد کے مطابق اول تو شخص زید دوم شخص

خالد اور تیسرے شخص ساجد اور اس کے حواریوں کے متعلق شرعی نقطہ نگاہ سے صاف صاف فتویٰ عنایت فرمایا جاوے اور بتلایا جائے کہ آیا ان حالات میں طلاق بائن ہو چکی یا نہیں اور کیا اب وہ شخص ساجد اپنی مطلقہ بیوی کو زبردستی اس کی خلافِ مرضی رجوع کرنے پر مجبور کر سکتا ہے۔ نیز شخص زید یعنی پیش امام اس ذمہ داری کے عہدے کے قابل ہے یا یہ سب شرعاً واجب التعزیر ہیں۔

﴿ج﴾

اگر یہ بیان صحیح ہے تو ساجد کی پہلی بیوی مطلقہ بائنہ ہو چکی ہے اور اس نے اگر مہر ادا نہیں کیا یا عورت نے معاف نہیں کیا تو عورت اس سے حق مہر لے سکتی ہے [1] ورنہ نہیں باقی (زید۔ خالد۔ ساجد) کے مجموعی حالات اس قابل نہیں ہیں کہ ان پر اعتماد کیا جا سکے۔ ایسے اشخاص کو امام بنانا بھی غیر مناسب ہے [2]۔ باقی سزا دینا تو موجودہ معاشرہ میں کسی کے اختیار میں نہیں ہے۔ جس کے متعلق کچھ عرض کیا جا سکے۔ ان کو ایسی حرکات سے باز رکھنے کی ہر اچھی صورت پر عمل کیا جا سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم ۔۴ ربیع الثانی ۱۳۷۷ھ

بعد از طلاق بدونِ حلالہ عورت کو گھر میں رکھنے والے کی امامت کا حکم

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک آدمی نے اپنی بیوی کو بھری مجلس میں تین طلاق دے دیں، بغیر حلالہ کے اب تک گھر میں آباد ہیں اس بات کو تین چار ماہ گزر گئے ہیں۔ کیا اس کے ساتھ کھانا پینا جائز ہے یا نہ اور اس کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہ۔

---

۱) أن المهر وجب بنفس العقد...... وإنما يتاكد لزوم تمامه بالوطء ونحوه شامی کتاب النکاح باب المهر ۱۰۲/۳ طبع ایچ۔ایم۔سعید کراچی. وکذا فی البحر الرائق کتاب النکاح باب المهر ۲۵۱/۳ طبع مکتبه رشیدیه کوئٹه. وکذا فی الهندیه کتاب النکاح الباب السابع فی المهر الفصل الثانی یتأکد به المهر والمتعة ۳۰۳/۱ طبع رشیدیه کوٹه.

۲) لا ینبغی ان یقتدی بالفاسق إلا فی الجمعة لانه فی غیرها یجد إماما غیره (شامی) کتاب الصلوة باب الامامة ۵۶۰/۱ طبع ایچ۔ایم۔سعید کراچی.
وکذا فی حلبی کبیر کتاب الصلوة باب الامامة ص:۵۱۳ طبع سعیدی کتب خانه. وکذا فی التاتارخانیه کتاب الصلوة من هو أحق بالامامة ص:۶۰۳ طبع إدارة القرآن والعلوم الاسلامیه.

اگر واقعی یہ درست ہے تو اس کے ساتھ قطع تعلق ضروری ہے (۱)۔ اس کے پیچھے نماز درست نہیں ہے (۲)۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ اسے مجبور کر کے عورت کو الگ کرادیں (۳)۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

---

۱) فان هجرة أهل الاهواء والبدع واجبة على مر الاوقات مالم يظهر منه التوبة والرجوع الى الحق مرقاة المفاتيح كتاب الاداب باب ما ينهى عنه من التهاجر والتقاطع إتباع العورات الفصل الاول ۹/۲۳۰،۲۳۱ طبع دار الكتب العلمية بيروت لبنان.

وكذا في أوجز المسالك إلى مؤطا امام مالك، كتاب الجامع ما جاء في المهاجرة ۱۲/۱٦۷ طبع دار الكتب العلمية بيروت لبنان.

وكذا في فتح البخاري شرح صحيح البخاري كتاب الاداب باب الهجرة ۱۲/۱۳۱ طبع دار الكتب العلمية بيروت لبنان.

۲) بل مشى في شرح المنية على أن كراهة تقديمه كراهة تحريم (شامي) كتاب الصلوة باب الامامة ۱/٥٦۰ طبع ايچ۔ايم۔سعيد.

وكذا في حلبي كبير كتاب الصلوة باب الامامة ص:٥۱۳ طبع سعيدى كتب خانه.

وكذا في حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح كتاب الصلوة باب الامامة ص:۳۰۳ طبع قديمى كتب خانه.

انت طالق بائن أوالبتة أو أفحش الطلاق أو طلاق الشيطان ...... فهى واحدة بائنة إن لم ينو ثلاثا البحر الرائق ۳/٤۹۹،٥۰۰ كتاب الطلاق باب الكنايات مكتبه رشيديه كوئٹه.

وكذا في الدر المختار ۳/۲۷٦،۲۷۷ كتاب الطلاق باب الصريح طبع ايچ۔ايم۔سعيد.

۳) لما في مرقاة المفاتيح شرح مشكوة المصابيح وهو (أى أمر بالمعروف فرض كفاية ومن تمكن منه وتركه بلا عذر أثم ، كتاب الاداب باب الامر بالمعروف ۹/۳۲٦ طبع دار الكتب العلمية بيروت لبنان.

وكذا في احكام القرآن لمولانا ظفر احمد عثمانى، وجملة القول فيه ما ذكره الشيخ في بيان القرآن إن الامر بالمعروف والنهى عن المنكر واجبان في الامور الواجبة فعلاً وتركا على القادر عليهما الخ شروط الامر بالمعروف والنهى عن المنكر ۱/٥۷ طبع إدارة القرآن كراچى.

جس شخص کی ایک بیوی اپنے حقِ شب باشی سے دوسری کے حق میں دستبردار ہو جائے اس کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص ہے جو بلا کسی اجرت کے نماز پڑھا دیتا ہے اس کے گھر میں دو بیویاں ہیں ایک بیوی بڑی ہے اس کے تقریباً تیرہ بچے ہو چکے ہیں۔ اب اس کی عمر ساٹھ سال ہو چکی ہے۔ دوسری بیوی کی عمر پچاس سال ہوگی۔ اس کے بطن سے گیارہ بچے ہو چکے ہیں اس شخص کی ہمیشہ یہ عادت تھی کہ ایک مہینہ ایک بیوی کے ہاں اور ایک مہینہ دوسری بیوی کے ہاں رہتا تھا' اب چونکہ بوڑھا ہو گیا عمر تقریباً ستر سال کی ہوگئی ہے۔ بڑی بیوی نے خود اجازت دی ہے کہ چھوٹی بیوی کے بڑا بچہ کوئی ایسا نہیں ہے جو گھر کا کام سنبھال سکے اس لیے تم چھوٹی بیوی کے ہاں رہو۔ اول تو بڑی بیوی کے آٹھ پوتا پوتی ہیں۔ لڑکوں کی کمائی خود رکھتی ہیں۔ والد صاحب نے کوئی لڑکوں کی کمائی سے پیسہ بھی نہیں لیا اور نہ لینے کا خیال ہے۔ لڑکے اپنی بوڑھی ماں کو خود سنبھالتے ہیں اور خود لڑکوں نے یہ کہا اس گھر میں بوجہ بچے زیادہ ہونے کے جگہ بھی کم ہے۔ بچوں کو بھی اور آپ کو بھی تکلیف ہوتی ہے امر مجبوری ہے ہم کو کوئی اعتراض نہیں ہے یہ آپ کی مرضی ہے جس وقت چاہے گھر رہے مختار ہے۔ اکثر دو چار روز میں جاتا رہتا ہے جو کچھ کسی بیوی کی ضرورت ہوتی ہے دے دیتا ہے۔ ناراضگی کسی قسم کی نہیں ہے۔ لوگ اس بات سے تو واقف نہیں ہیں۔ خواہ مخواہ کا اعتراض بنا کر فتنہ پھیلا کر لوگوں کو ورغلایا کہ اس کے پیچھے نماز درست نہیں چونکہ یہ ایک بیوی کی حق تلفی کرتا ہے۔ لہٰذا عرض ہے کہ اگر واقعی اس طرح حق تلفی ہے تو کوئی اعتراض نہیں ہے۔ جس طرح علمائے دین فرما دیں عمل کیا جاوے۔ حکم شرعی کے خلاف بالکل کرنے کے لیے تیار نہیں۔ جو حکم شریعت کا ہوگا کیا جائے گا۔

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں جب ایک بیوی نے خوشی سے خاوند کو اپنا حق شب باشی معاف کر دیا ہے تو اب خاوند پر تقسیم رہائش شرعاً لازم نہیں ہے [1] اور اس کے پیچھے نماز بلا شبہ جائز ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو

---

۱) وترکت قسمها بالکسر أی نوبتها (لضرتها صح، فلها الرجوع کتاب النکاح باب القسم ۲۰۶/۳ الدر المختار طبع ایچ۔ایم۔سعید کراچی.
وکذا فی البحر الرائق کتاب النکاح باب القسمة ۳۸۴/۳ طبع مکتبه رشیدیه کوئٹه.
وکذا فی الهندیه کتاب النکاح باب القسم ۳۶۸/۲ طبع مکتبه رحمانیه لاهور.

بھی حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے اپنا حق حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے لیے بخش دیا تھا[۱]۔ والسلام

بندہ احمد عفا اللہ عنہ، الجواب صحیح عبداللہ عفا اللہ عنہ

فاحشہ بیوی کو بسائے رکھنے، فاحشہ کو طلاق بالمال دینے، بغرض لالچ گاؤں میں عید شروع کرنے، عدالتی طلاق پر نکاح پڑھانے والے کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین دریں مسئلہ کہ: (۱) ایک شخص جس کی عورت نہایت بدکار اور فاحشہ ہو۔ خاوند کو باوجود پورا علم ہونے کے اس کو گھر میں رکھتا ہے لیکن عورت بدفعلی سے باز نہ آئے اور خاوند بھی اسے طلاق نہ دے تو کیا ایسے شخص کے پیچھے نماز ہوسکتی ہے۔ (۲) ایک فاحشہ عورت جو بالکل آوارہ ہو یعنی خاوند کے قبضہ میں نہ رہے اور خاوند کو خاوند ہی نہ سمجھے اور اسے طلاق دینے پر مجبور کردے۔ خاوند اس عورت کے رشتہ دار سے طلاق دینے کے عوض کچھ رقم لے کر طلاق دیدیتا ہے تو کیا ایسے شخص کو امام بنایا جاسکتا ہے۔ (۳) کسی گاؤں میں بروئے مسئلہ شریعت نماز عید نہیں ہوسکتی۔ ایک شخص جو اس وقت امام مقرر نہ ہو تو وہاں نہ خود نماز عید پڑھتا ہو اور دوسروں کو بھی منع کرے بعد ازاں وہی شخص امام مقرر ہوجاتا ہے اور پھر خود بھی وہیں نماز عید پڑھے اور دوسروں کو پڑھائے بغرض لالچ جائز قرار دے تو کیا اس کو امام بنایا جاسکتا ہے۔ (۴) ایک عورت جس کا نکاح الف کے ساتھ ہے۔ لیکن بروئے فیصلہ عدالت (سرکاری) عورت طلاق حاصل کرتی ہے۔ چند آدمی مل کر اس کا نکاح ج کے ساتھ کردیتے ہیں۔ جب کہ بدفعلی کی وجہ سے عورت حاملہ ہوگئی ہو تو کیا ایسا نکاح پڑھانے والے اور دیگر شریک ہونے والوں کے نکاح میں کوئی خلل آتا ہے۔ بینوا توجروا۔

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ (۱) اگر یہ شخص اپنی بیوی کو بدکاری سے روکتا ہے اور وہ نہیں رکتی تو اس کو طلاق دیدینا مستحب ہے۔ اس کے ذمہ طلاق دینا واجب نہیں ہے[۲]۔ اگر طلاق نہ دے تب بھی اس کے پیچھے

---

۱) سودة بنت زمعة رضی الله عنها سألت رسول الله صلى الله عليه وسلم أن يراجعها وتجعل يوم نوبتها لعائشة رضی الله عنها هدايه كتاب النكاح باب القسم ۳۷۸/۲ طبع مكتبه رحمانيه لاهور.
وكذا فی البحر الرائق كتاب النكاح باب القسم ۳۸٤/۳ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه.

۲) الدر المختار لا يجب على الزوج تطليق الفاجرة كتاب الحظر والاباحة فصل فی البيع ٤۲۷/٦ طبع ايچ-ايم-سعيد.

نماز جائز ہے [۱] کیونکہ یہ شخص تارک مستحب ہے نہ تارک واجب۔ کما قال فی البحر [۲] وفی غایة البیان یستحب طلاقها اذا كانت سليطة مؤذية او تاركة للصلوة لاتقيم حدود الله تعالیٰ اه. وهو يفيد جواز معاشرة من لا تصلی ولا اثم عليه بل عليها ولذا قالوا فی الفتاوی له ان يضربها على ترك الصلاة ولم يقولوا عليه. مع ان فی ضربها على تركها روايتين ذكر هما قاضيخان۔ ہاں ایسے شخص کو مستقل امام نہ رکھا جائے تو بہتر ہے [۳] اگر کوئی دوسرا امام میسر ہوسکتا ہے۔ (۲) ایسی عورت سے کچھ رقم عوض طلاق لے لینی شرعاً جائز ہے۔ قال فی الدر المختار (وكره) تحريماً (اخذ شیء) ويلحق به الابراء عمالها عليه (ان نشزو ان نشزت لا ولو منه نشوز ايضا ولو باكثر مما اعطاها على الاوجه فتح وصحح الشمنی كراهة الزيادة وتعبير الملتقی لابأس به يفيد انها تنزيهية وبه يحصل التوفيق. [۴]
(۳) معمولی گاؤں میں عید کی نماز پڑھنی جائز نہیں ہے [۵]۔ باقی اس امام کی نیت پر ہم حملہ آور نہیں ہو سکتے اور نہ اس وجہ سے کہ وہ گاؤں میں عید کی نماز پڑھاتا ہے اس کی امامت میں کوئی فساد آتا ہے۔ (۴) اگر عورت کی تنسیخ نکاح (طلاق) کا جو فیصلہ عدالت کرچکی ہے وہ شریعت کے

---

۱) والاحق بالامامة الا علم بأحكام الصلوة) فقط صحة وفساداً بشرط اجتنابه للفواحش الظاهرة كتاب الصلوة باب الإمامة ۱/ ۵۵۷ طبع ایچ۔ایم۔سعید کراچی.
وكذا فی حاشية الطحطاوی على مراقی الفلاح (فالاعلم) بأحكام الصلوة الحافظ ما به سنة القرائة ويجتنب الفواحش الظاهرة، كتاب الصلوة فصل فی الامامة ص:۲۹۹، ۳۰۰ طبع دار الكتب العلمية بيروت.
۲) بحر الرائق كتاب الطلاق ۳/ ۱۴ ٤ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه وكذا فی الدر المختار كتاب الطلاق ۳/ ۲۲۹ طبع ایچ۔ایم۔سعید.
۳) لا ينبغی للقوم ان يقتدی بالفاسق إلا فی الجمعة لانه فی غيرها يجد إماماً غيره كتاب الصلوة باب الامامة ۱/ ۵٦۰ طبع ایچ۔ایم۔ سعید.
وكذا فی البحر الرائق كتاب الصلوة باب الامامة ۱/ ٦۱۱ طبع سعیدی کتب خانه.
وكذا فی حلبی كبير كتاب الصلوة باب الامامة ص: ۵۱٤ طبع سعيدی كتب خانه.
٤) الدر المختار كتاب الطلاق باب الخلع ۳/ ٤٤۵ طبع ایچ۔ایم۔سعید کراچی.
وكذا فی الجوهرة النيرة وبهامشه الميدانی كتاب الطلاق باب الخلع ۲/ ۷۸ طبع میر محمد کتب خانه.
۵) صلوة العيد فی القرى تكره تحريماً الدر المختار كتاب الصلوة باب صلوة العيدين ۲/ ۱٦۷ طبع ایچ۔ایم۔سعید کراچی.
وكذا فی البحر الرائق كتاب الصلوة باب صلوة العيدين ۲/ ۲۷۷ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه.

مطابق ہوا اور اس فیصلہ کے بعد عدت گزار لینے کے بعد یہ عورت زنا سے حاملہ ہوگئی ہے تو اس کا نکاح شرعاً دوسرے شخص کے ساتھ ہوسکتا ہے (۱)۔ لیکن یہ شخص اگر وہی زانی نہیں ہے تو اس کے لیے وضع حمل سے قبل اس کے ساتھ صحبت کرنی ناجائز ہے (۲)۔ ویسے نکاح صحیح ہوا ہے۔ جو لوگ اس نکاح میں شریک ہوئے ہیں۔ ان پر کوئی گناہ وغیرہ نہیں ہے (۳) اور اگر عدالتی فیصلہ شریعت کے مطابق نہ ہو تو اس کا نکاح دوسری جگہ صحیح نہیں ہے اور جو لوگ باوجود علم رکھنے کے اس نکاح میں شریک ہوئے ہیں وہ گناہ گار ہیں (۴)۔ ان کو توبہ کرنی ضروری ہے (۵)۔ خود ان کے نکاحوں میں پھر بھی کوئی خلل نہیں آیا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ عبداللطیف غفرلہ

الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ

۲۵ شوال ۱۳۸۵ھ

---

۱) وصح نكاح (حبلى من زنى لا) حبلى (من غيره) الدر المختار كتاب النكاح فصل فى المحرمات ٤٨/٢ طبع ايچ۔ايم۔سعيد.

وكذا فى تبيين الحقائق كتاب النكاح ٤٨٧،٤٨٦/٢ طبع دارالكتب العلمية بيروت لبنان.

وكذا فى البحر الرائق كتاب النكاح فصل فى المحرمات ١٨٧/٣ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه.

۲) وصح نكاح (حبلى من زنى لا) حبلى من غيره أى الزانى لثبوت نسبه ولومن حربى ...... وإن حرم وطؤها وداوعيه حتى تضع الدر المختار كتاب النكاح فصل فى المحرمات ٤٨،٤٩/٣ طبع ايچ۔ايم۔سعيد.

وكذا فى البحر الرائق كتاب النكاح فصل فى المحرمات ١٨٧/٣ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه.

وكذا فى تبيين الحقائق كتاب النكاح ٤٨،٤٩/٢ طبع دارالكتب العلمية بيروت لبنان.

۳) وفى البحر الرائق وأما منكوحة الغير ومعتدته فالدخول فيه لا يوجب العدة ان علم انها للغير لانه لم يقل أحد بجوازه فلم ينعقد اصلاً كتاب النكاح باب المهر مطلب فى النكاح الفاسد ١٣٢/٣ طبع ايچ۔ايم۔سعيد كراچى.

وكذا فى رد المحتار كتاب النكاح باب المهر مطلب فى النكاح الفاسد ١٣٢/٣ طبع ايچ۔ايم۔سعيد كراچى.

وكذا فى بدائع الصنائع كتاب الطلاق فصل فى أحكام العدة ٣٢٣/٣ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه.

٤) لما فى قوله تعالى وتعاونوا على البر والتقوى ولا تعاونوا على الاثم والعدوان الآية :٢.

وكذا فى تفسير ابن كثير ٤٥٣/٢ سورة المائدة آية طبع قديمى كتب خانه كراچى.

٥) لما فى قوله تعالى يايها الذين آمنوا توبوا إلى الله توبة نصوحاً الآية: سورة التحريم آيت:٨ وكذا فى الصحيح المسلم شرح للنووى واتفقوا على ان التوبة من جميع المعاصى واجبة وانها واجبة على الفور لا يجوز تأخيرها سواء كانت المعصية صغيرة أو كبيرة كتاب التوبة ٣٥٤/٢ طبع قديمى كتب خانه.

وكذا فى رياض الصالحين الباب الثانى فى ١٥/١ طبع مدنيه لاهور.

لڑکی رو کے رکھنے والے کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع مبین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید کا نکاح کنیز کے ساتھ ہے اور بکر کا نکاح صغریٰ کے ساتھ ہے۔ عوض معاوضہ میں روبرو گواہان وکیل مجلس عام میں طرفین نے اپنی رضامندی سے ایجاب وقبول کیے۔ ایک سال کے بعد مسماۃ صغریٰ برضائے الٰہی فوت ہوگئی جس پر عرصہ تین سال سے بکر کے چچا وغیرہ لواحقین نے مسماۃ کنیز کو پابند کیا کہ زید دوسرا رشتہ دے یا کنیز سے جو لڑکی ہو وہ دے یا نقدی دے تو حقوق زوجیت ادا کرنے کو بھیج دیں اور حق مہر کنیز کا زیور سونے کا ادا کیا ہوا ہے۔ کیا شرع محمدی صلی اللہ علیہ وسلم میں جائز ہے کہ جوان لڑکی قید میں رکھنا اور حقوق زوجیت ادا نہ کرنے دینا اور پیشہ امامت کرنا کیا ایسے شخص کی امامت جائز ہے۔ مہربانی کریں اللہ اس گناہ عظیم سے خلق کو بچائیں اور اللہ تعالیٰ کے غضب وقہر سے خوف دلاکر نصیحت انگیز تحریر فرمادیں کہ عبرت حاصل ہو اور دین حق ظاہر ہو۔

﴿ج﴾

پوری تحقیق کی جاوے اگر واقعہ درست ہے تو شخص مذکور امامت کا استحقاق اور اہلیت نہیں رکھتا کہ لڑکی کے عوض نکاح ہو جانے کے بعد کسی قسم کا مطالبہ جائز نہیں اور نہ کوئی رقم وغیرہ لی جاسکتی ہے۔ اگر لے گا تو حرام ہوگا (۱)۔ شخص مذکور کو فوراً تائب ہو کر لڑکی کو اپنے خاوند کے حوالہ کرنا لازم ہے ورنہ مسلمانوں کو چاہیے کہ اس قسم کے غیر متبع احکام شرع شخص کو امامت سے معزول کردیں (۲)۔ واللہ اعلم۔ محمود عفا اللہ عنہ

---

۱) لما في الدر المختار أخذ أهل المرء ة شيئاً عند التسليم فللزوج أن يسترده لانه رشوة وقال الشامي تحت قوله عند التسليم أي بأن أبى أن يسلمها أخوها أو نحو حتى ياخذ شيئاً وكذا لو أبى أن يزوجها فللزوج الاسترداد قائماً او هالكاً لانه رشوة كتاب النكاح باب المهر ۱۵۶/۳ طبع ايچ۔ايم۔سعيد كراچی. وكذا في البحر الرائق كتاب النكاح باب المهر ۳۲۵/۲ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه.
وكذا في البزازية على هامش الهنديه كتاب النكاح الثاني عشر في المهر نوع آخر ۱۳۶/٤ طبع رشيديه كوئٹه.

۲) (شامی)وأما الفاسق فقد عللوا كراهة تقديمه بأنه لا يهتم لامر دينه وبأن في تقديمه للإمامة تعظيمه وقد وجب عليهم إهانته شرعاً كتاب الصلوة باب الإمامة ۵٦٠/۱ طبع ايچ۔ايم۔سعيد كراچی.
وكذا في حلبی كبير كتاب الصلوة باب الامامة ص:۵۱۳ طبع سعيدی كتب خانه.
وكذا في حاشية الطحطاوی علی مراقی الفلاح كتاب الصلوة باب الامامة ص:۳۰۳ طبع دار الكتب العلمية بيروت لبنان.

بغیر طلاق کسی کی عورت رکھنے والے کی امامت کا حکم

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ ہمارے گاؤں میں ایک دوکاندار ہے جس وقت پیش امام موجود نہیں ہوتا تو وہ نماز پڑھاتا ہے تو ہم کو اس دوکاندار امام کے متعلق اس کے رشتہ داروں نے بتلایا کہ اس کے گھر بغیر طلاق عورت ہے اس کے پیچھے نماز نہیں ہوتی تو ہم نے پوچھا تو اس نے بتلایا کہ مجھے ٹھٹھ سے فتویٰ مل گیا ہے مجھے طلاق کی کیا ضرورت ہے پھر علماء کرام سے دریافت کیا گیا تو انھوں نے کہا کہ اس کے پیچھے نماز نہیں ہوتی جس کی وجہ سے تمام لوگ اس کے پیچھے نماز پڑھنے سے رک گئے اور اس کے بعد پھر یہ امام صاحب حج پر تشریف لے گئے اور حج کر کے واپس آ گئے تو ہماری مسجد کا جو پیش امام تھا وہ گزر گیا جو لوگ اس دوکاندار کی امامت کو چاہنے والے تھے انھوں نے اس کو دوبارہ پھر قائم کر دیا جب یہ نماز پڑھانے لگ گیا تو پھر یہ شور ہوا کہ اس کے پیچھے نماز نہیں ہوتی تو مولوی صاحب نے کہا کہ اس وقت تو میں آپ کو فتوی بھی دکھا سکتا ہوں۔ آپ نماز پڑھ کر دو چار آدمی میرے پاس آئیں تو میں آپ کو فتوی دکھا دوں گا جب آدمی اس کے پاس گئے تو اس نے فتویٰ دکھایا جس پر کسی کی کوئی مہر یا دستخط نہیں تھے ان لوگوں نے کہا کہ آپ اس کا فیصلہ کیوں نہیں لیتے تو جواب ملا کہ جن لوگوں نے مقرر کیا ہے میں ان کو نماز ضرور پڑھاؤں گا باقی آپ میرے پیچھے نماز نہ پڑھیں اور اس کی جو بیوی ہے اس کا گھر والا زندہ ہے جو کہ ہم سے تین میل کے فاصلہ پر ہے اس سے اس عورت کے متعلق پوچھا تو اس نے کہا کہ میں نے طلاق نہیں دی اس کے بھائی بھتیجے وغیرہ تمام کو پوچھا مگر انھوں نے بھی یہی جواب دیا اور جس شخص کو اس کے حال کا علم ہو گیا تو کیا وہ اس امام کے پیچھے نماز ادا کر سکتا ہے کہ نہیں اور یہ بات وہ دوسرے نمازیوں کو بتلا سکتا ہے یا کہ نہیں اور ان کی نماز ہو سکتی ہے یا کہ نہیں۔

حسب سوال جب تک نکاح والی عورت کو اس کے خاوند کے ہاں واپس کر کے توبہ نہ کرے امامت کے

قابل نہیں (۱) یا طلاق لے کر بعد عدت کے خود نکاح کرے۔ بلا نکاح کسی عورت کو گھر میں رکھنا (۲) اور امام مسجد بننا نہایت درجہ جرأت ہے اگر سوال مطابق واقع کے ہے۔ واللہ اعلم

اپنی بیوی کو معلق چھوڑ دینے والے کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص ہے جس نے اپنی بیوی چھوڑی ہوئی ہے۔ بیوی ہندوستان میں ہے ۲۳ سال کا عرصہ ہوگیا ہے نہ اس کو طلاق دی ہے نہ اس کو خرچہ دیتا ہے۔ یہ شخص مسجد میں امامت کا کام کرتا ہے۔ کیا اس شخص کے پیچھے نماز جائز ہے۔ علماء دین کی کیا رائے ہے کہ اس شخص کے پیچھے نماز ہوتی ہے یا نہیں۔

اپنی زوجہ کو کالمعلقہ رکھنا کہ نہ اس کو طلاق دے اور نہ خبر گیری کرے حرام اور ناجائز ہے (۳)۔ قال اللہ تعالیٰ **فلا تمیلوا کل المیل فتذروھا کالمعلقۃ** -الایۃ- پس اس شخص کو اگر قدرت ہے تو اس کی خبر گیری کرے اور اگر خبر گیری بھی نہیں کرسکتا اور عورت بھی اس حالت میں رہنا پسند نہیں کرتی تو پھر طلاق دینا چاہیے۔ البتہ اگر عورت اسی حالت میں شرعی حدود کے اندر اندر گزارہ کرسکتی ہے اور طلاق

---

۱) لاینبغی أن یقتدی بالفاسق الا فی الجمعة لانه فی غیرها یجدااماماً غیره (شامی) کتاب الصلوٰة، باب الامامت ص ۶۵۰، ج۱، طبع ایچ ایم سعید کراچی۔

۲) أما منکوحة الغیر ومعتدته فالدخول فیه لا یوجب العدة إن علم أنها للغیر لانه لم یقل أحد بجوازه فلم ینعقد أصلاً کتاب الطلاق باب العدة ۲۴۶/۴ طبع مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ بحر الرائق۔

وکذا فی رد المحتار کتاب النکاح باب المهر مطلب فی النکاح الفاسد ۱۳۲/۳ طبع ایچ۔ایم۔سعید۔

وکذا فی بدائع الصنائع کتاب الطلاق فصل فی أحکام العدة ۳۲۳/۳ طبع مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ۔

۳) سورة النساء آیة، ۱۲۹۔

وکذا فی تفسیر ابن کثیر سورة النساء آیت :۱۲۹ طبع قدیمی کتب خانہ۔

وکذا فی تفسیر منیر سورة النساء آیت : ۱۲۹، ۲۹۸ طبع غفاریہ کانسی روڈ کوئٹہ۔

لینا نہیں چاہتی تو پھر طلاق دینا ضروری نہیں لیکن اگر خبر گیری بھی نہیں کرسکتا اور عورت بھی اس حالت میں نہیں رہنا چاہتی تو پھر طلاق دینا ضروری ہے (۱) اور اس حالت میں طلاق نہ دینے کی صورت میں یہ شخص عاصی و ظالم ہوگا اور امامت اس کی مکروہ ہوگی (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

جوان لڑکی کو بعد از نکاح رخصتی سے روکنے والے کی امامت

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ ایک شخص نواز شاہ نامی کے گھر اس کے عقد میں ایک عورت تھی جس سے ایک لڑکی بھی تھی ان کو گھر سے نکال دیا نہ خرچ وغیرہ دیا اور نہ گھر رہنے دیا بعد ازاں دوسری ایک عورت سے نکاح کیا جس کے ہاں پچھلے گھر سے ایک نوجوان لڑکی بھی تھی اور اس لڑکی کا نکاح بھی کیا ہوا تھا لیکن اب وہ کسی ضد بازی میں آکر اس کی رخصتی سے انکاری ہے۔ امر دریافت طلب یہ ہے کیا ایسے شخص کے پیچھے جو کسی مسجد میں امام ہو نماز جائز ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

امامت کے لیے کسی متقی پرہیزگار عالم دین کو مقرر کرنا مناسب ہوتا ہے (۳) اس لیے پیش امام مذکور کے

---

۱) الدر المختار ویجب لوفات الامساك بالمعروف ويحرم لو بدعياً كتاب الطلاق ٢٦٩/٣ طبع ايچ۔ايم۔سعيد. وكذا فى البحر الرائق كتاب الطلاق ٤١٤/٣ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه.

۲) ويكره تنزيها (إمامة عبد)...... وفاسق در مختار كتاب الصلوة بالامامة ٥٥٩/١ طبع ايچ۔ايم۔سعيد. وكذا فى الخلاصة كتاب الصلوة الفصل الخامس عشر فى الامامة والاقتداء ١٤٥/١ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه. وكذا فى البناية شرح الهدايه كتاب الصلوة باب الامامة ٣٣٢/٢، ٣٣٣ طبع دارالكتب العلمية بيروت لبنان.

۳) وفى فتاوى الارشاد: يجب أن يكون إمام القوم فى الصلوة أفضلهم فى العلم والورع والتقوى والقراءة والحسب والنسب تاتارخانيه كتاب الصلوة من هو أحق بالامامة ٦٠٠/١ طبع إدارة القرآن والعلوم الاسلاميه وكذا فى الدر المختار كتاب الصلوة من هو احق بالامامة ٥٥٧/١، ٥٥٨ طبع ايچ۔ايم۔سعيد.

وكذا فى النهر الفائق كتاب الصلوة باب الامامة ٢٣٩/١ طبع دارالكتب العلمية بيروت لبنان.

پیچھے اگر چہ نماز جائز تو ہے لیکن مناسب یہ ہے کہ اس سے کہا جائے کہ تم اپنے اس فعل مذکور سے باز آ جاؤ۔ اگر باز آ جائے تو بہتر ورنہ اگر کوئی دوسرا متقی عالم مل سکے تو اسے پیش امام بنا کر موجودہ امام کو معزول کر دینا مناسب ہوگا[۱]۔ واللہ تعالیٰ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

غلط مسائل بتانے والے کے پیچھے نماز پڑھنے کا حکم

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک معصوم بچی پاخانے میں ہاتھ بھر کر قرآن پاک کے ورق پر لگا دے۔ نجاست قرآن پاک کے ورق پر لگ گئی جب بڑے بچے نے جو قرآن پاک پڑھ رہا تھا حافظ صاحب سے کہا کہ آپ کے بچے نے نجاست لگا دی تو حافظ صاحب نے کہا کہ کاغذ سے صاف کر دے اس کے بعد یہ بات بڑوں تک گئی تو حافظ صاحب سے دریافت کیا تو کہا کہ نجاست نہیں سالن کا ہاتھ لگا دیا۔ دیکھا تو نجاست تھی۔ ورق کاٹ کر دوسرا سفید کاغذ لگا کر حروف لکھ دیے۔ اب اصل مسئلہ یہ ہے کہ جس حافظ صاحب نے غلط بیانی کی اور قرآن پاک کا احترام کرنے کے بجائے کہا کہ کوئی حرج نہیں کاغذ سے صاف کرلو تو حافظ صاحب کی اقتداء میں نماز ہوگی یا نہیں۔ بینوا توجروا

قرآن پاک کے ورق کو جہاں پر نجاست لگی تھی پانی سے صاف کرنا ضروری ہے[۲]۔ کاٹنے کی

---

۱) (شامی) لا ینبغی ان یقتدی بالفاسق إلا فی الجمعة لانه فی غیرها یجد إماما غیره (شامی) کتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵٦۰ طبع ایچ۔ایم۔سعید کراچی.
وکذا فی حلبی کبیر کتاب الصلوة باب الامامة ص:۵۱۳ طبع سعیدی کتب خانه.
وکذا فی حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح کتاب الصلوة باب الامامة ص:۳۰۳ طبع قدیمی کتب خانه.

۲) لما فی الدر المختار وکذا یطهر محل نجاسة (مرئیة)........... (بقلعها)......أی بزوال عینها واثرها ولوجمرة أوبما فوق ثلاث فی الاصح کتاب الطهارة ۱/۵۸۹ طبع مکتبه رشیدیه جدید.
وکذا فی الجزء الاول من الجوهره النیرة وبهامشه اللباب فی شرح الکتاب للمیدانی ۱/٤٦ طبع میر محمد کتب خانه کتاب الطهارة باب النجاسة.
وکذا فی الجوهرة کتاب الطهارت باب الانجاس ۱/٤٦ طبع میر محمد کتب خانه.

ضرورت نہیں۔ حافظ صاحب کو اس بارے میں سستی اور جھوٹ سے کام نہیں لینا چاہیے اور حافظ صاحب کو غلط بیانی پر توبہ تائب ہونا چاہیے۔ پھر اس کی امامت درست ہوگی [1]۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان، ۲۳ ربیع الثانی ۱۳۹۷ھ

الجواب صحیح محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان، ۲۴ ربیع الثانی ۱۳۹۷ھ

غلط عقیدہ بیان کرنے والے خطیب کے پیچھے نماز پڑھنے کا حکم

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک خطیب نے فضائل حسنین رضی اللہ عنھما بیان کرتے ہوئے کہا کہ حسنین شریفین بہشت میں ہم سب کے سردار ہوں گے۔ تمام اولیاء کے سردار ہوں گے اور تمام انبیاء کے سردار ہوں گے۔ اس موقعہ پر ان کوٹوکا گیا کہ حسنین شریفین انبیاء کے سردار نہیں ہوں گے۔ خطیب صاحب نے ٹوکنے والے کو چپ کرا دیا اور کہا کہ تفسیر خازن اٹھا کر دیکھو مشکوۃ شریف میں ملاعلی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا ہے وہ دیکھو۔ لہٰذا مندرجہ بالا گفتگو کو مدنظر رکھتے ہوئے مندرجہ ذیل سوالوں کے جواب عطا فرماویں۔ کیا یہ بات درست ہے کہ حسنین شریف جنت میں انبیاء کے سردار ہوں گے۔ اس قسم کا عقیدہ رکھنے والے کے پیچھے نماز درست ہوئی کہ نہیں۔

﴿ج﴾

خطیب مذکور جاہل ہے۔ کسی تفسیر کی کتاب میں ایسا قول موجود نہیں ہے اور نہ ہی تفسیر خازن اور مشکوۃ شریف میں اس کا ذکر ہے۔ لہٰذا فوراً اس کو اپنی بات سے رجوع کرنا چاہیے [2] اور توبہ استغفار کرنا لازم ہے [3]۔

---

۱) والذين اذا فعلوا فاحشة أو ظلموا أنفسهم ذكروا الله فاستغفرو الذنوبهم الآية: ۱۳۵، پاره ٤.
وعن عبد الله بن مسعود رضى الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم التائب من الذنب كمن لا ذنب له مشكوة المصابيح باب التوبة والاستغفار ص: ۲۰٦ قديمى كتب خانه.
وكذا فى ابن ماجه باب ذكر التوبة والاستغفار ص: ۳۲۳ ایچ۔ایم۔ سعید کراچی.

۲) واجتنبوا قول الزور الآية : سورة الحج آية: ۲۹ پاره ۱۷.

۳) لما فى قوله تعالى يايها الذين آمنوا توبوا إلى الله توبة نصوحاً الآية: سورة التحريم: ۸. لما فى صحيح المسلم شرح للنووى واتفقوا على أن التوبة من جميع المعاصى واجبة وانها واجبة على الفور لا يجوز تأخيرها سواء كانت المعصية صغيرة أو كبيرة كتاب التوبة ۱/ ۳۵٤ طبع قديمى كتب خانه.
وكذا فى رياض الصالحين الباب الثانى فى التوبة ۱/ ۱۵ طبع مدنيه لاهور.

ورنہ امامت سے علیحدہ کر دیا جائے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان، ۲۵ محرم ۱۳۹۹ھ

غلط مسائل کی تبلیغ کرنے والے کی امامت کا حکم

﴿س﴾

وزیر اعلیٰ سرحد کی وساطت سے آپ کا یہ استفتاء ہمیں ملا۔ سوال میں امام مسجد مولوی عبد الرحمٰن صاحب پر مندرجہ ذیل الزامات کا ذکر ہے۔

مسلمانوں میں تفرقہ پیدا کرنے میں مصروف ہے، قرآن مجید غلط پڑھتا ہے، غلط مسائل کی تبلیغ کرتا ہے، جھوٹ سے کام لیتا ہے، تحریری معاہدہ سے منحرف ہوگیا ہے۔ وغیرہ

﴿ج﴾

مسجد کی منتظمہ کمیٹی ومعتمد علیہ نمازی تحقیق کرلیں۔ اگر واقعی یہ الزامات درست ہیں تو ایسا شخص لائق امامت نہیں (۲)۔ اس کو امامت سے ہٹا دیا جاوے اور کسی معتمد علیہ دیندار حنفی المسلک عالم کو امام مقرر کر دیا جاوے (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ
الجواب صحیح محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ، ۷ ذوالقعدہ ۱۳۹۲ھ

---

۱) وأما الفاسق فقد عللوا كراهة تقديمه بأنه لا يهتم لامر دينه، وبأن في تقديمه للإمامة تعظيمه وقد وجب عليهم إهانته شرعاً، شامی كتاب الصلوة باب الإمامة ۱/ ۵٦٠ طبع ایچ۔ایم۔سعید کراچی.
وكذا فی حلبی كبير كتاب الصلوة باب الامامة ص:۵۱۳ طبع سعیدی کتب خانه.
وكذا حاشية الطحطاوی على مراقی الفلاح كتاب الصلوة باب الامامة ص۳۰۳ طبع دارالكتب العلمية بيروت لبنان.

۲) لا ينبغي ان يقتدى بالفاسق إلا في الجمعة لانه في غيرها يجد إماماً غيره كتاب الصلوة باب الامامة ۱/ ۵٦٠ طبع ایچ۔ایم۔ سعید.
وكذا فی حلبی كبير كتاب الصلوة باب الامامة ص:۵۱۳ طبع سعیدی کتب خانه. وكذا في حاشية الطحطاوی على مراقی الفلاح كتاب الصلوة باب الامامة ص:۳۰۳ طبع قدیمی کتب خانه.

۳) وفي فتاوى الارشاد: يجب أن يكون إمام القوم في الصلوة أفضلهم في العلم والورع والتقوى والقراءة والحسب والنسب تاتارخانيه كتاب الصلوة من هو أحق بالامامة ۱/ ٦٠٠ طبع إدارة القرآن.
وكذا فی الدر المختار كتاب الصلوة من هو احق بالامامة ۱/ ۵۵۷، ۵۵۸ طبع ایچ۔ایم۔سعید.
وكذا فی النهر الفائق كتاب الصلوة باب الامامة ۱/ ۲۳۹ طبع دار الكتب العلمية بيروت لبنان.

کفار ومشرکین کے جہنم میں دخول کا عقیدہ نہ رکھنے والے کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مذکورہ ذیل باتیں کہنے والے پر شرعاً کیا فتویٰ عائد ہوتا ہے۔ کیا ایسے انسان کو مسلمان سمجھا جائے یا اگر ایسا آدمی امام ہو تو اسے امامت پر باقی رکھا جاسکتا ہے۔ کہنے والے کے جملے یہ ہیں (۱) نبی عربی صلی اللہ علیہ وسلم کو کفار نے کہا کہ ہم آپ کے ساتھیوں پر غلبہ کیسے حاصل کریں آپ نے فرمایا کہ جب وہ نماز میں کھڑے ہوں تو تم ان پر حملہ کردو۔ کفار نے ایسا ہی کیا تو کافی صحابہ قتل ہوگئے۔ پھر اس بات کو یہ رنگ دینا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اتنے رحیم وکریم تھے کہ مشرکوں کو بھی صحیح مشورہ دیا کرتے تھے۔ (۲) قیامت کے روز جب حساب چل رہا ہوگا تو ابلیس رب العزت سے عرض کرے گا کہ اے اللہ تعالیٰ موافق وعدہ لاملئن جھنم کے آج جہنم کو انسان اور جنوں سے بھر دو حکم ہوگا کے چار اماموں سے فتویٰ لاؤ۔ ابلیس امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے ہاں پہنچ کر دریافت کرے گا کہ اس کے متعلق کیا فتویٰ ہے۔ امام صاحب فرمائیں گے کہ مغصوب زمین میں اگر غاصب پودے لگائے پھر یہ مسئلہ قاضی کے پاس جائے تو قاضی کا فتویٰ یہ ہوگا کہ زمین تو مالک کو واپس دی جائے۔ رہے پودے تو وہ غاصب نکال کرلے جائے اب رہے اس مسئلہ میں بندے جو خدا کی ملک میں ہے۔ وہ تو سارے کے سارے بغیر حساب جنت میں جائیں گے۔ رہے اعمال کفر وشرک یا گناہ یہ شیطان کے ساتھ جہنم میں جائیں گے جو کے بمنزلہ پودے ہیں۔ خلاصہ یہ ہوا کے جہنم میں فقط کفر وشرک اور گناہ جائیں گے۔ نہ وہ بندہ جو کہ کافر یا مشرک فاسق یا فاجر ہیں۔ بینوا توجروا۔

﴿ج﴾

(۱) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اسلام میں داخل کرانے کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کتنی تکلیفیں اٹھائیں۔ **لعلک باخع نفسک ان لایکونوا مؤمنین**[۱]۔ پھر انھیں کے قتل کی تجویز کفار کو بتلانا اسلام کی بنیاد کو اکھیڑنا نہیں تو اور کیا ہے۔ ایسی بات کی نسبت آپ ﷺ کی طرف کرنا انتہائی بے وقوفی اور جہالت اور افترائے عظیم ہے[۲]۔ کسی مسلمان آدمی کا قتل گناہ کبیرہ ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود فرماتے

---

۱) سورة الكهف آية: ٦ پاره ١٥ وكذا فى سورة الشعراء آية: پاره ١٩.

۲) عن عبد الله بن عمرو رضى الله عنه قال قال: رسول الله صلى الله عليه وسلم بلغوا عنى ولو آية وحدثوا عن بنى اسرائيل ولا حرج ومن كذب على متعمداً فليتبوأ مقعده من النار رواه الترمذى مشكوة المصابيح كتاب العلم الفصل الاول ص: ٣٢ قديمى كتب خانه. وكذا فى صحيح البخارى كتاب العلم باب اثم من كذب على النبى صلى الله عليه وسلم ٢١/١ طبع ایچ۔ایم۔سعید کراچی.

ہیں: الدنیا وما فیھا اھون علی اللہ من قتل رجل مسلم او کما قال [1] اور فرماتے ہیں: سباب المسلم فسوق وقتالہ کفر [2] پھر ان واضح ارشادات کے بعد خود ہی افضل المسلمین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے قتل وقتال اور ان کی مغلوبیت کا مشورہ کس طرح دے سکتے ہیں۔ (والعیاذ باللہ) ایسی بات کا قائل دین سے عاری ہے اور من کذب علی متعمداً فلیتبوأ مقعدہ من النار [3] (الحدیث) کا مصداق ہے (۲) یہ بات محض جھوٹ، افتراء اور کفریہ کلام ہے۔ اس میں نصوص قرآنیہ محکمہ واحادیث صریحہ بکثرت وارد ہیں اور اس پر اجماع امت ہے۔ کہ خود کفار ومشرکین بذواتھم واشخاصھم واجسادھم خلود ابدی کے ساتھ جہنم میں رہیں گے [4] مشرکین وکفار کے خلود ابدی فی النار کا انکار کفر ہے [5]۔ ایسے شخص کی امامت جائز نہیں [6] اور نہ اس سے تعلقات رکھنا روا

---

۱) مشکوۃ المصابیح کتاب القصاص الفصل الثانی ص:۳۰۰ طبع قدیمی کتب خانہ.
وکذا فی جامع الترمذی ابواب الدیات باب ماجاء فی تشدید قتل المؤمن ص:۲۵۹ طبع ایچ۔ایم۔سعید کراچی.

۲) مشکوۃ المصابیح باب حفظ اللسان والغیبة والشتم الفصل الاول ص:۴۱۱ طبع قدیمی کتب خانہ.
وکذا فی جامع الترمذی باب ما جاء فی الشتم ۱۹/۲ طبع ایچ۔ایم۔سعید کمپنی.

۳) عن عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بلغوا عنی ولوآیة: وحدثوا عن بنی اسرائیل ولا حرج من کذب علی متعمداً فلیتبوأ مقعدہ من النار (مشکوۃ المصابیح) کتاب العلم الفصل الاول ص:۳۲ طبع قدیمی کتب خانہ.
وکذا فی صحیح البخار ی کتاب العلم باب اثم من کذب علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ص:۲۱ قدیمی کتب خانہ.

۴) إن الذین کفروا وماتواوھم کفار أولئك علیھم لعنة اللہ والملئکة والناس أجمعین خالدین فیھا لا یخفف عنھم العذاب ولا ھم ینظرون سورة البقرہ آیة:۱۶۲.

۵) إذا أنکر آیة من القرآن أوسخر بآیة من القرآن وفی الخزانة اوعاب فقد کفر تاتارخانیه کتاب احکام المرتدین فصل فیما یتعلق بالقرآن ۴۹۰/۵ طبع إدارة القرآن والعلوم الاسلامیة.

۶) لما فی حلبی کبیر وإنما یجوز الاقتداء به مع الکراھة اذا لم یکن ما یعتقدہ یؤدی الی الکفر عند أھل السنة أما لو کان مؤدیا الی الکفر فلا یجوز أصلا کتاب الصلوة باب الامامة ص:۵۱۴ طبع سعیدی کتب خانہ.
وکذا فی الدر المختار کتاب الصلوة باب الامامة ۵۶۲،۵۶۱/۱ طبع ایچ۔ایم۔سعید کراچی.
وکذا فی حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح کتاب الصلوة باب الامامة ص:۳۰۳ طبع دارالکتب العلمیة بیروت لبنان.

ہے [۱]۔ بلکہ اس پر تجدید [۲] ایمان وتوبہ علی الاعلان لازم ہے۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان، ۲۸ محرم ۱۳۷۹ھ

صرف ٹوپی پہن کر نماز پڑھانے کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس بارے میں کہ ایک امام مسجد ٹوپی کپڑے والی پہن کر امامت کراتا ہے۔ اس کو مقتدیوں نے کئی دفعہ کہا ہے کہ آپ ٹوپی پر پگڑی باندھ کر امامت کرایا کریں مگر وہ اس چیز پر مصر ہے کہ میں تو ٹوپی پہن کر ہی امامت کراؤں گا۔ ٹوپی پہن کر یا ٹوپی پر پگڑی پہن کر میں سے کون سا عمل افضل ہے۔ اگر وہ اس کو نہ مانے کہ میں پگڑی کے بغیر ٹوپی کے ساتھ نماز پڑھاؤں گا تو اس کے متعلق کیا حکم ہے کہ افضل کو چھوڑ کر ادنیٰ کو فوقیت دیتا ہے۔

ٹوپی سے نماز پڑھنا نیز امامت کرنا جائز ہے۔ البتہ پگڑی سے نماز وامامت افضل ہے اور افضل پر عمل بہتر ہے [۳]۔ لیکن اگر وہ پگڑی ہونے کے باوجود ٹوپی سے نماز پڑھاتا ہے تو امام ایک جائز پر عمل کرنے کی

---

۱) فان هجرة أهل الاهواء والبدع واجبة على مر الاوقات مالم يظهر منه التوبة والرجوع إلى الحق مرقاه المفاتيح كتاب الاداب باب ماينهى عنه من التهاجر والتقاطع واتباع العورات الفصل الاول ۹/ ۲۳۰، ۲۳۱ طبع دارالكتب العلمية بيروت لبنان.

وكذا فى أوجزا لمسالك إلى مؤطا امام مالك، كتاب الجامع ما جاء فى المهاجرة ۱۴/ ۱۶۷ طبع دارالكتب العلمية بيروت لبنان. وكذا فى فتح البارى على شرح البخارى كتاب الاداب باب الهجرة ۱۲/ ۱۲۱ طبع دارالفكر المعاصر بيروت لبنان.

۲) وفى الهندية ما كان فى كونه كفراً اختلاف فان قائله يؤمر بتجديد النكاح بالتوبه والرجوع عن ذالك بطريق الاحتياط (الباب التاسع فى احكام المرتدين) قبيل الباب العاشر فى البغاة ۲/ ۲۸۳ مكتبه علوم اسلاميه چمن. وكذا فى مجمع الانهر باب المرتد ۲/ ۴۹۰ طبع غفاريه كوئٹه.

وكذا فى شرح للنووى صحيح المسلم كتاب التوبة ۲/ ۳۵۴ طبع قديمى كتب خانه.

۳) وقد ذكروا أن المستحب يصلى فى قميص وإزار وعمامة لا يكره الاكتفاء بالقلنسوة ولا عبرة لما إشتهر بين العوام من كراهته ذالك عمدة الرعاية على هامش شرح الوقاية. كتاب الصلوة ۱/ ۱۹۸ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه.

وكذا فى فتاوى اللكنوى المكروهات المتفرقة ص: ۲۹۸ طبع مكتبه حبيبه كانسى روڈ كوئٹه.

وجہ سے مستحق اعتراض نہیں ہے اور مقتدیوں کو بار بار کہنا اور پگڑی سے امامت کرانے پر اصرار کرنا' اس کے خلاف استفتاء حاصل کرنا اور پھر اس کے ذریعہ سے اسے پہننے پر مجبور کرنا اور نہ پہننے پر ملامت کرنا ایک خلاف اولیٰ پر ہرگز جائز نہیں امام کا احترام اس سے زیادہ ہے (۱)۔ فقط واللہ اعلم

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو تمام اصحابِ رسول پر فضیلت دینے والے کی امامت کا حکم

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک امام مسجد اگر لوگوں کو اس طرح کی ہدایت کرے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ وحضرت عمر رضی اللہ عنہ وحضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ وحضرت علی کرم اللہ وجہہ ان سارے اصحاب سے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا مرتبہ بلند ہے۔ بلکہ یہ بھی ساتھ کہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ سارے اصحاب حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے غلام تھے۔ کیونکہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے لکھ کر دیا تھا کہ آپ ہمارے غلام ہیں اور اصحاب رسول نے سند سمجھ کر اپنے پاس لکھا ہوا خط قبر تک موجود رکھا۔ کیا ایسے عقائد رکھنے والے امام مسجد کے پیچھے اہل سنت والجماعت کی نماز ہو جاتی ہے یا نہیں اور اگر یہی امام مسجد ایک مطلقہ عورت کی عدت طلاق ختم ہونے سے پہلے دوسرے خاوند ہونے والے کے گھر بٹھا دیوے اور وہ کئی دن تک عورت مرد اکٹھے کھاتے پیتے رہیں تو ایسے امام مسجد کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں۔ حالانکہ مولوی صاحب خود جانتے ہیں کہ جب تک عدت ختم نہ ہو تو دوسرے شخص کے ساتھ مطلقہ عورت نہیں رہ سکتی اور پھر یہی مولوی صاحب حکم دیتے ہیں۔ بلکہ خود لے جا کر اس شخص کے گھر مطلقہ عورت کو رہنے پر مجبور کر کے کچھ عرصہ تک اس کے گھر میں رہائش کراتے ہیں۔ اس قسم کے مولوی صاحب کے متعلق علماء دین کیا حکم فرماتے ہیں۔

سوال میں درج کیا گیا عقیدہ ایک غلط عقیدہ ہے۔ اہل سنت حضرات کا متفقہ اور مسلمہ عقیدہ یہ ہے کہ

---

۱) وعن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیس منا من لم یرحم صغیرنا ولم یوقر کبیرنا ویأمر بالمعروف وینہ عن المنکر رواہ الترمذی وقال ھذا حدیث غریب کتاب باب السلام ص:۴۲۳ طبع قدیمی کتب خانہ.

حضرات شیخین بلکہ خلفاء راشدین تمام امت سے افضل ہیں (۱)- اس طرح کی ضعیف اور موضوع روایات سے استدلال کرنا علم کی نہیں بلکہ جہالت کی دلیل ہے- ایسے شخص کو امام نہ رکھا جائے - بلکہ فوراً معزول کر کے (۲) کسی معتمد صحیح العقیدہ عالم کو امام مقرر کیا جائے (۳)- ساتھ ہی عدت والی عورت کو کسی اجنبی شخص کے گھر میں بٹھانا بھی سخت گناہ ہے (۴)- لیکن تحقیق ضروری ہے کہ کیا واقعی امام مذکور نے یہ حرکت کی ہے یا ایسے خیالات کی اشاعت کی ہے یا نہیں- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

غلط مسائل بتانے والے کا امام بننا

کیا فرماتے ہیں علماء اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کا ایک نابالغ لڑکی سے نکاح ہوا- کچھ عرصہ (چھ ماہ) بعد لڑکی کی والدہ بیوہ ہوگئی ہمارے امام مسجد نے فتویٰ دیا کہ نابالغ کو طلاق دے کر اس کی والدہ کے ساتھ نکاح ہوسکتا ہے- لہٰذا عمل درآمد کرایا گیا- اب اس بیوہ مذکورہ جس کا نکاح شخص مذکور سے کر دیا گیا حاملہ ہے- ہمارے علاقہ کے رواج کے مطابق اس شخص نے اس بیوہ عورت کے رشتہ داروں کو رشتہ دیا- اب علماء کرام اس نکاح کو حرام کہتے ہیں- اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ اگر حرام ہے تو مولوی صاحب کو کیا سزا ملنی چاہیے اور یہ نماز پڑھانے کے قابل ہے یا نہیں اور ان اشخاص کے متعلق کیا کیا جائے- بینوا توجروا

---

۱) ومنها تفضيل سائر الصحابة بعد الاربعة رضى الله عنهم فقال أبو منصور البغدادى ....أجمع أهل السنة والجماعة على أن أفضل الصحابة أبوبكر فعمر فعثمان فعلى فبقية العشرة المبشرة بالجنة الخ ۔ تفضيل سائر الصحابة شرح فقه اكبر، ص:۱۱۹ طبع قديمى كتب خانه.

۲) وأما الفاسق فقد عللوا كراهة تقديمه بأنه لا يهتم لامر دينه وبأن فى تقديمه للإمامة تعظيمه وقد وجب عليهم إهانته شرعاً، شامى كتاب الصلوة باب الإمامة (شامى) ۱/ ۵۶۰ طبع ايچ۔ايم ۔سعيد كراچى. وكذا فى حلبى كبير كتاب الصلوة باب الامامة ص:۵۱۳ طبع سعيدى كتب خانه. وكذا فى حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح كتاب الصلوة باب الامامة ص۳۰۳ طبع قديمى كتب خانه.

۳) وفى فتاوى الارشاد: يجب أن يكون إمام القوم فى الصلوة أفضلهم فى العلم والورع والتقوى والقراءة والحسب والنسب تاتارخانيه كتاب الصلوة من هو أحق بالامامة ۱/ ۶۰۰ طبع إدارة القرآن والعلوم الاسلاميه. وكذا فى الدر المختار كتاب الصلوة من هو احق بالامامة ۱/ ۵۵۷، ۵۵۸ طبع ايچ۔ ايم۔ سعيد . وكذا فى النهر الفائق كتاب الصلوة باب الامامة ۱/ ۲۳۹ طبع دار الكتب العلمية بيروت لبنان.

۴) الدر المختار الخلوة بالاجنبية حرام إلا لملازمة مديونة هربت الخ، كتاب الحظر والاباحة فصل فى النظر والمس ۶/ ۳۶۸ طبع ايچ۔ايم۔سعيد كراچى. وكذا فى الاشباه والنظائر كتاب الحظر والاباحة ص:۲۸۲ طبع قديمى كتب خانه.

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں امام مسجد نے غلط فتویٰ دیا۔ ساس کے ساتھ نکاح حرام ہے [۱] چاہے لڑکی نابالغہ غیر مدخولہ ہو۔ اس شخص کو فوراً بیوہ سے الگ کر دینا لازم ہے۔ مولوی صاحب نے جو فتویٰ دیا ہے ایسا معلوم ہوتا کہ کم علمی اور جہالت کی بناء پر دیا ہے۔ مولوی صاحب کو اب توبہ کرنا لازم ہے اور آئندہ کے لیے اس پر ضروری قرار دیا جائے کہ علم دین حاصل کرے۔ علماء فتویٰ سے میل جول رکھے [۲] تاکہ صحیح معنوں میں امام بن سکے۔ اگر وہ اس کے لیے تیار نہ ہو تو اسے امامت سے الگ کر کے کوئی دین دار اور عالم دین شخص کو امام بنا دیا جائے [۳]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بے تحقیق فتوے لگانے والے کی امامت

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک مولوی صاحب نے کہا کہ جو شخص غیر مقلد کو مسلمان کہے اور اس کے پیچھے نماز درست سمجھے وہ بے ایمان ہے۔ مولوی صاحب کو بہت کچھ کہا گیا ہے کہ یہ حکم نہ لگائیں۔ اس سے توبہ کریں لیکن مولوی صاحب اپنی بات پر جما ہوا ہے اور توبہ نہیں کرتا کیا اس مولوی صاحب کو امام مسجد مقرر کرنا درست ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

---

۱) حرمت عليكم امهاتكم وبنا تكم واخواتكم وعمتكم وخلتكم وامهتكم التى ارضعنكم واخواتكم من الرضاعة وامهات نسائكم الآيه۔ سوره نساء: ۲۳۔

لـمـا فـى الـدر المختار (و)حرم المصاهرة بنت زوجته الموطوئة وأم زوجته) كتاب النكاح فصل فى المحرمات ۳/ ۳۰ طبع ایچ۔ایم۔سعید.

۲) فاسئلواهل الذكر إن كنتم لا تعلمون سورة الانبياء آية:۷.

۳) وفى فتاوى الارشاد: يجب أن يكون إمام القوم فى الصلوة أفضلهم فى العلم والورع والتقوى والقراءة والحسب والنسب تاتارخانيه كتاب الصلوة من هو أحق بالامامة ۱/ ۶۰۰ طبع إدارة القرآن والعلوم الاسلاميه.

وكذا فى الدر المختار كتاب الصلوة من هو احق بالامامة ۱/ ۵۵۷، ۵۵۸ طبع ایچ۔ایم۔سعید .

وكذا فى النهر الفائق كتاب الصلوة باب الامامة ۱/ ۲۳۹ طبع دار الكتب العلمية بيروت لبنان.

﴿ج﴾

اگراس بات کا یقین ہو کہ غیر مقلد مذکور ہمارے مذہب کے تمام شرائط وارکان وواجبات وسنن نماز کی رعایت کرتا ہے تو اس کے پیچھے اقتداء کرنا بلاکراہت درست ہے اور یہ یقین ہو کہ شرائط وارکان نماز کی رعایت نہیں کرتا تو اس کی اقتداء کرنی درست نہیں اور اگر یہ یقین ہو کہ واجبات کی رعایت نہیں کرتا یا رعایت وعدم رعایت کا کوئی پتہ نہ ہو تو اس کی اقتداء کرنا مکروہ ہے۔قال فی الدر المختار (1) ومخالف کشافعی لکن فی وتر البحر ان تیقن المراعاة لم یکره او عدمها لم یصح وان شک کره۔

چونکہ مندرجہ بالا تفصیل ہے اس لیے غیر مقلد کے پیچھے نماز درست نہ سمجھنے والے کو بے ایمان کہنا جائز نہیں ہے۔اس لیے کہ غیر مقلد کی امامت میں مندرجہ بالا تفصیل ہے۔البتہ ایسے شخص کو امام مقرر کرنا بغیر توبہ کیے مصلحت شرعیہ کے خلاف ہے اور مکروہ ہے (2)۔لہٰذا بغیر توبہ تائب ہوئے مقرر نہ کیا جائے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

ایسی حرکات کرنے والے کی امامت کا حکم جن سے شبہات پیدا ہوتے ہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ عنایت پور بستی کی جامع مسجد میں جو امام مسجد مقرر ہیں۔بستی کے مقتدیوں کو امام کی کچھ خامیاں نظر آئیں۔جن کا امام مسجد بھی اقراری ہے۔اس لیے ان خامیوں کے بارے میں فتویٰ دریافت ہے۔حرکات یہ ہیں (۱) ۱۲، ۱۳ سالہ بچے سے گھٹنوں سے اوپر تک ٹانگیں دبوانا۔جب کہ بچے دوسرے قریباً ۸ گز کے فاصلے پر چراغ جلا کر فرش پر قرآن کریم پڑھ رہے ہوں اور اس فاصلہ

---

۱) لما فی الدر المختار كتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵۶۳ طبع ایچ۔ایم۔سعید کراچی.
وكذا فی حلبی كبير كتاب الصلوة باب الامامة ص:۵۱۶ طبع سعیدی کتب خانه.
وكذا فی التاتارخانيه كتاب الصلوة من هو احق بالامامة ۱/۶۰۱،۶۰۲ طبع ادارة القرآن والعلوم الاسلاميه.

۲) ويكره ان يكون الامام فاسقا ويكره للرجال ان يصلوا خلفه تاتارخانيه كتاب الصلوة من هو أحق بالامامة ۱/۶۰۳ طبع إدارة القرآن والعلوم الاسلامية. وكذا فی در المختار كتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵۵۹ طبع سعید کراچی.
وكذا فی البحر الرائق كتاب الصلوة باب الامامة ۱/۶۱۱ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه.

کے درمیان کوئی پردہ کی آڑ نہ ہو اور امام مسجد چارپائی پر لیٹ کر اس عمل میں مشغول ہوں۔ (۲) ۶'۷ سالہ بچے کو اس طریقہ کا پیار کرنا کہ بچے کی گال پر دانت کے نشان پڑ جائیں۔ (۳) ان بچوں کے ساتھ اس قسم کے مذاق کرنا کہ امام مسجد ان بچوں کے اوپر اتنا پانی پھینکے کہ بچوں کے کپڑے تمام تر ہو جائیں اور بچے امام مسجد پر پانی پھینکیں اس طریقہ سے کھیلنا۔ (۴) امام مسجد کا ایک جھوٹ ثابت ہوا کہ جن دنوں میں امام مسجد صاحب مسجد ہذا میں تشریف لائے۔ مقتدیوں نے ان سے پوچھا کہ کیا آپ شادی شدہ ہیں انھوں نے جواب دیا میں شادی شدہ نہیں ہوں اکیلا ہوں۔ مجھے صرف روٹی کپڑے کی ضرورت ہے لیکن ابھی چند دن ہوئے ان کے والد صاحب آئے تھے ان سے زبانی معلوم ہوا کہ ان کا نکاح ہو چکا ہے۔ صرف چار ماہ تک رخصتی ہونی ہے اس سے امام مسجد اقراری ہو چکے ہیں، کیونکہ ایک حرکت پیشتر کر چکے تھے۔ معافی دے کر سمجھا دیا گیا تھا کہ آئندہ ایسی حرکات نہ ہونی چاہئیں لیکن اب پہلے سے زیادہ حرکات کی گئیں اور اس وقت بھی امام مسجد صاحب معافی کے خواستگار ہیں۔ اس لیے ہم اہالیان بستی اب قرآن کریم کے فیصلہ پر متفق ہوتے ہیں۔

﴿ج﴾

جب امام معافی کا خواستگار ہے اور نادم ہے تو اس کی امامت جائز ہے [۱]۔ امام پر لازم ہے کہ وہ آئندہ اس قسم کی حرکات ہرگز نہ کرے [۲] جو شرعاً منع ہوں یا جس سے لوگوں میں شبہات پیدا ہوں۔ امام کو دیندار صالح اور متقی ہونا چاہیے [۳]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

۱) لما فی قوله تعالى والذين إذا فعلوا فاحشة أو ظلموا أنفسهم ذكروا الله فاستغفروا لذنوبهم الآية: ١٣٥ سورة آل عمران. مشكوة المصابيح عن عبد الله بن مسعود رضى الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم التائب من الذنب كمن لا ذنب له مشكوة المصابيح باب التوبة والاستغفار، ص ٢٠٦، قديمى كتب خانه.

وكذا فى ابن ماجه باب ذكر التوبة والاستغفار ص: ٣٢٣ ايچ-ايم- سعيد كراچى.

۲) يايها الذين آمنوا توبوا الى الله توبة نصوحاص الآية: سورة تحريم ١٨.

لما فى صحيح المسلم شرح للنووى واتفقوا على ان التوبة من جميع المعاصى واجبة وانها واجبة على الفور لا يجوز تأخيرها سواء كانت المعصية صغيرة كانت او كبيرة كتاب التوبة ١/٣٥٤ طبع قديمى كتب خانه. روض الازهر فى شرح فقه اكبر وفى الشريعة هى الندم على المعصية من حيث هى معصية مع عزم أن لا يعود تعريف التوبة ومراتبها ص: ٤٣٥ طبع دارالبشائر الاسلاميه.

۳) وفى فتاوى الارشاد: يجب أن يكون إمام القوم فى الصلوة أفضلهم فى العلم والورع والتقوى والقراءة والحسب والنسب تاتارخانيه كتاب الصلوة من هو أحق بالامامة ١/٦٠٠ طبع إدارة القرآن والعلوم. وكذا فى الدر المختار كتاب الصلوة من هو احق بالامامة ١/٥٥٧، ٥٥٨ طبع ايچ-ايم-سعيد كراچى.

وكذا فى النهر الفائق كتاب الصلوة باب الامامة ١/٢٣٩ طبع دارالكتب العلمية بيروت لبنان.

غلطی سے نکاح درج کردینے پر تائب شخص کی امامت کا حکم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین دریں مسئلہ کہ ایک مولوی رجسٹرار نکاح نے مقدمہ تنسیخ شدہ کا کسی مغالطہ پر نکاح درج کر دیا۔ اس کے بعد اس نے اندراج کو خطا سمجھ کر مسجد میں لوگوں کے سامنے توبہ تائب اور نادم ہوا۔ ایسے مولوی کی اقتداء نماز میں جائز ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

اگر واقعی غلطی سے اس نے ایسا کام کرلیا ہے اور پھر معلوم ہو جانے پر صدقِ دل سے توبہ تائب ہو گیا ہے تو بنابر حدیث پاک التائب من الذنب کمن لا ذنب له ۔ یہ شخص امامت کا اہل ہے۔ اس کے پیچھے نماز درست ہے (۱)۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہٗ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

مسجد کے چندہ سے کچھ رقم چھپا لینے کے بعد توبہ کر لینے والے کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص مسجد کا امام ہے اور اس کی تنخواہ بھی مقرر ہے اور جمعہ کے روز نماز جمعہ کے بعد چندہ برائے مسجد کیا جاتا ہے۔ امام مذکور نے اس چندے میں سے دو تین دفعہ کچھ پیسے چھپا لیے اور اس کا اعتراف بھی کرلیا اور مقتدیوں سے معافی بھی مانگ لی۔ تو کیا اب جب کہ اس نے توبہ کر لی اور معافی مانگ لی تو اس کی امامت درست ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں بر تقدیر صحت واقعہ امام مذکور اگر صدق دل سے توبہ تائب ہو چکا ہے اور جو رقم مسجد کی اس نے اٹھائی ہے۔ وہ مسجد کے چندہ میں جمع کرا دے تو اس کی امامت درست ہے۔ التائب من الذنب

---

۱) وإنی لغفار لمن تاب وآمن وعمل صالحاً ثم اهتدى سورة طه الآية ۸۲ پاره ۱۶ .

وعن ابن مسعود رضى الله عنه قال قال: رسول الله صلى الله عليه وسلم التائب من الذنب كمن لا ذنب له مشكوة المصابيح باب التوبة والاستغفار ص: ۲۰۶ طبع قديمى كتب خانه.

وكذا فى ابن ماجه باب بالتوبة والاستغفار ص: ۳۳۳ طبع ايچ۔ايم۔سعيد كراچى.

كمن لاذنب له. الحدیث (۱)۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
والجواب صحیح محمد انور شاہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۴ ربیع الثانی ۱۳۹۸ھ

بدکاری کے ارتکاب کے بعد تائب شخص کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص امام مسجد زنا کا مرتکب ہوا ہے بستی والوں نے اسے بستی سے عرصہ دو سال تک نکال دیا عرصہ دو سال کے بعد وہ توبہ تائب ہوا کہ آئندہ میں ایسا فعل ہرگز نہ کروں گا اور توبہ اور معافی کا اظہار برسر اجلاس کیا اب بعض لوگ اس کی امامت سے متنفر ہیں اور بعض راضی کیا اب وہ شخص از روئے شرع شریف بعد از توبہ قابل امامت ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

اگر شخص مذکور تائب ہو گیا ہے اور اس میں اخلاص و راستبازی کے آثار ظاہر ہیں اس کی حرکات چال چلن سے یہ معلوم ہو کہ اس کی توبہ حقیقت پر مبنی ہے اور وہ واقعی اپنے کیے پر نادم ہے تو اسے امام بنانے میں کوئی حرج نہیں (۲) اور اگر آثار اخلاص کے ظاہر نہیں تو اسے احتیاطاً امام نہ بنایا جاوے (۳)۔ منصب امامت کے لیے کامل تقویٰ کی ضرورت ہے (۴)۔ البتہ اس سے نفرت بھی نہ کی جاوے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

۱) مشكوة المصابيح باب التوبة الاستغفار ص: ۲۰۶ طبع قديمی كتب خانه.
وكذا فی ابن ماجه باب بالتوبة والاستغفار ص: ۳۳۳ طبع ايچ-ايم-سعيد كراچی.
۲) والذين إذا فعلوا فاحشة أو ظلموا أنفسهم ذكروا الله فاستغفرو الذنوبهم الآية: ۱۳۵ سورة آلعمران
عن ابن مسعود رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم التائب من الذنب كمن لا ذنب له مشكوة المصابيح باب التوبة والاستغفار ص: ۲۰۶ طبع قديمی كتب خانه.
وكذا فی ابن ماجه باب التوبة والاستغفار ص: ۳۳۳ طبع ايچ-ايم-سعيد كمپنی.
۳) لا ينبغی للقوم أن يقتدی بالفاسق إلا فی الجمعة لانه فی غيرها يجد إماما غيره رد المحتار كتاب الصلوة باب الامامة ۱/ ۵۶۰ طبع ايچ-ايم-سعيد وكذا فی البح الرائق كتاب الصلوة باب الامامة ۱/ ۶۱۱ طبع مكتبه رشيديه.
وكذا فی حلبی كبير كتاب الصلوة باب الامامة: ۵۱۴ طبع سعيد كتب خانه.
۴) وفی فتاوى الارشاد: يجب أن يكون إمام القوم فی الصلوة أفضلهم فی العلم والورع والتقوى والقراءة والحسب والنسب كتاب الصلوة باب الامامة من هو أحق بالامامة ۱/ ۶۰۰ تاتارخانيه طبع إدارة القرآن والعلوم الاسلاميه.
وكذا فی الدر المختار كتاب الصلوة باب الإمامة ۱/ ۵۵۸،۵۵۷ طبع ايچ-ايم- سعيد كراچی.
وكذا فی النهر الفائق كتاب الصلوة باب الأمامة ۱/ ۲۳۹ طبع دار الكتب العلمية بيروت.

ناجائز چندہ جمع کرنے کے الزام کے بعد امامت کرنے کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ زید جو کہ حافظ قرآن ہے وہ ایک مسجد میں عرصہ آٹھ سال سے امام و مدرس ہے۔ آج تک اس سے کوئی غلطی سرزد نہیں ہوئی اور مقتدیوں کا اس پر پورا اعتماد ہے۔ یہی زید ایک مدرسہ کا ناظم بھی ہے۔ تقریباً مدرسہ ہذا میں آٹھ سال سے مدرس ہے اور نظامت بھی اس کے سپرد رہی اس کام کو ۲۸ رمضان المبارک ۱۳۹۶ھ تک ایمانداری سے کرتا رہا۔ ذاتی دشمنی کی وجہ سے اس پر ایک آدمی نے الزام لگایا۔ جس کی تفصیل یہ ہے کہ وہ مدرسہ ہذا کا چندہ اکٹھا کرتا تھا تو جو رسید بک اس کو دی گئی تھی وہ ختم ہوئی اور اس کی رقم بھی مدرسہ میں جمع کرا دی اور پھر رمضان شریف میں رسید بک نہ ہونے کی وجہ سے ایک پرانی رسید بک پر جو پہلے ہی اس کے پاس تھی چندہ جمع کرنا شروع کیا۔ انتظامیہ کو اطلاع دیے بغیر اور جو چندہ جمع کیا تھا۔ وہ مدرسہ کے حوالہ کر دیا۔ اس پر اس کے ایک مخالف نے مشہور کر دیا کہ حافظ صاحب ایک ناجائز رسید بک پر چندہ جمع کرتا ہے۔ حالانکہ وہ بھی مدرسہ کی چھپی ہوئی رسید بک ہے اور اس پر ایک مولوی صاحب نے فتویٰ دیا کہ اس حافظ صاحب کے پیچھے نماز نہیں ہوتی۔ تو مدرسہ والوں نے باعزت طور پر اس کو رخصت کر دیا۔ تو اس حافظ کی امامت جائز ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

بشرط صحت سوال اس شخص کی امامت بلا کراہت جائز ہے [1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
یکم محرم الحرام ۱۳۹۷ھ

---

۱) والاحق بالامامة ...... الاعلم باحكام الصلوة فقط صحة وفساداً بشرط اجتنابه للفواحش الظاهرة الخ الدر المختار كتاب الصلوة باب الامامة ۱/ ۵۵۷ طبع ایچ۔ایم۔سعید کراچی۔

وكذا فى حاشية الطحطاوى على مراقى (والاعلم) بأحكام الصلوة الحافظ مابه سنة القراءة ويجتنب الفواحش الظاهرة كتاب الصلوة باب الامامة ص: ۲۹۹، ۳۰۰ طبع دار الكتب العلمية بيروت لبنان.

وكذا فى حلبى كبير ان العالم اولى بالتقديم إذا كان يجتنب الفواحش الخ كتاب الصلوة باب الامامة ص: ۵۱۳ طبع سعيدى كتب خانه.

مرزائیوں کے خلاف تحریک میں جیل جانے کے بعد معافی پر رہائی حاصل کرنے والے کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین دریں مسئلہ کہ ہمارے چک کے امام مسجد صاحب جو کہ عالم فاضل ہیں اور ان میں امامت کی صلاحیت بھی ہے، مظاہر العلوم سہارن پور کے مستند بھی ہیں وہ تحریک خلاف مرزائیت ستر میں رضا کاروں کے ساتھ جیل میں گئے تھے۔ پھر وہ معافی مانگ کر باہر آ گئے تھے وہ کہتے ہیں کہ میں بیمار تھا اور بیماری کی وجہ سے میں معذور تھا۔ اب چند لوگوں کو یہ بہانہ مل گیا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ ان کے پیچھے نماز نہیں ہوتی، دریافت طلب یہ امر ہے کہ جن لوگوں نے معافیاں مانگی تھیں وہ مسلمان ہیں یا نہیں اور ان کی امامت نماز شرعاً جائز ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

اگر امام مذکور میں اور کوئی خلاف شرع باتیں نہ ہوں تو اس کی اقتداء میں نماز پڑھنا درست ہے [1]۔ فقط واللہ اعلم۔

ایسے استاذ کی امامت کا حکم، جس نے طلبہ کو مباح کام کا حکم دیا اور طلبہ مباح سے تجاوز کر گئے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین مسئلہ ذیل میں کہ زید ایک مسجد کا امام ہے اور بچوں کو تعلیم بھی دیتا ہے لیکن زید نے اپنے متعلمین سے یہ کہا کہ اپنا سالن وغیرہ پکانے کے لیے ڈسٹرکٹ بورڈ کی حدود میں جو درخت ہیں ان درختوں کی سوکھی ہوئی شاخیں لا کر جلا لیا کرو۔ زید نے یہ مباح سمجھ کر اپنے متعلمین سے کہا تھا۔ مگر متعلمین بجائے شاخوں کے موٹی لکڑیاں کاٹ کر لانے لگے اور جلانے میں استعمال کرنے لگے۔ اس واقعہ پر بکر نے یہ پروپیگنڈہ کیا کہ زید جو کہ امام مسجد ہے کے پیچھے نماز جائز نہیں ہے کیونکہ زید نے اپنے متعلمین کو چوری کا حکم دیا ہے۔ لیکن

---

۱) والاحق بالامامة ...... (الاعلم باحکام الصلوة) فقط صحة وفساداً بشرط اجتنابه للفواحش الظاهرة الخ الدر المختار کتاب الصلوة باب الامامة ۵۵۷/۱ طبع ایچ۔ایم۔سعید کراچی۔
وکذا فی حاشیة الطحطاوی علی مراقی (الاعلم) بأحکام الصلوة الحافظ مابه سنة القراءة ویجتنب الفواحش الظاهرة کتاب الصلوة باب الامامة فصل فی الامامة ص: ۲۹۹، ۳۰۰ طبع دارالکتب العلمیة بیروت لبنان. وکذا فی حلبی کبیر ان العالم اولی بالتقدیم إذا کان یجتنب الفواحش الخ کتاب الصلوة باب الامامة ص: ۵۱۳ طبع سعیدی کتب خانه.

زید اس چیز سے لاعلمی کا اظہار کرتا ہے اور اس طرح ڈسٹرک بورڈ کی حدود سے لکڑیاں کاٹ کر لانے کو خود بھی ناجائز سمجھتا ہے۔ لیکن بکر اپنی بات پر مصر ہے اور ایک ہی مسجد میں دوسری جماعت علیحدہ کھڑی کر کے مسلمانوں میں جدائی ڈالنے کا سبب بن رہا ہے۔ فتویٰ کیا ہے۔

﴿ج﴾

بہر صورت جب تک زید مسجد کا امام ہو اور اسے معزول نہ کیا گیا ہو اس وقت تک اس کی اجازت کے بغیر دوسرا کوئی شخص امام بننے اور مسجد میں جماعت ادا کرنے کا مجاز نہیں ہے [1] اور یہاں تو امام مسجد پر بظاہر کوئی الزام ہی نہیں ہے۔ جبکہ امام صاحب اس الزام کی تردید کر رہا ہے۔ بہر صورت مسلمانوں میں افتراق پیدا کرنا حد سے زیادہ برا فعل ہے [2]۔ اس سے تو بہرحال اس امام کے پیچھے ہی نماز پڑھنا اولیٰ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

فسق و فجور سے توبہ کر لینے والے کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ مسمی دین محمد ولد امام دین جو ۲۰ سال سے لے کر ۳۵ سال کی عمر تک ارتکاب کبائر کرتا رہا جس کے چند گناہ درج ذیل ہیں۔ ایک قتل بے گناہ اور عورت کو طلاق دینے کے بعد گھر میں رکھا اور کچھ عرصہ بعد نکال دیا۔ جھوٹی گواہیاں دینا اور بیل جو اس کے کھیت میں جاتا ہے اس کو وہاں ہی مار دیتا تھا۔ صغیرہ گناہوں کی تو کوئی انتہا نہیں بعد ۳۵ برس کے اس نے تمام گناہوں سے توبہ کر کے علم دین حاصل کرنا شروع کیا۔ چند سال کے بعد قرآن مجید مع قرأت حفظ کیا۔ اب اس نے علی الاعلان لوگوں کے سامنے توبہ کی اور اللہ تعالیٰ کے دربار میں بھی تائب ہوا ہے۔ صرف مقتول کے وارثوں سے معافی نہیں مانگتا اور ان کا جنازہ بھی نہیں پڑھتا اپنے گاؤں کے تمام مولوی صاحبان سے علمی فوقیت رکھتا ہے۔ صاحب جائیداد (غنی) ہے۔ گاؤں کی جامع مسجد میں امام اور خطیب کی ضرورت ہے۔ اب کیا از روئے شریعت یہ شخص امامت و خطابت کے فرائض سر انجام دے سکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

---

۱) الدر المختار (وعلم ان صاحب البیت) ومثله امام المسجد الراتب (أولى بالامامة من غيره) مطلقاً كتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵۵۹ طبع ایچ۔ایم۔سعید کراچی۔
وكذا في حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح كتاب الصلوة فصل في الامامة ص: ۲۹۹ طبع دار الكتب العلمية بيروت.

۲) قوله تعالى والفتنة أكبر من القتل الآية : ۲۱۷.

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ واضح رہے کہ گناہ متعدد قسم کے ہوتے ہیں بعض گناہوں کا تعلق حقوق اللہ سے ہوتا ہے اور بعض کا حقوق العباد سے ہر ایک گناہ سے توبہ کرنے کی نوعیت کچھ مختلف سی ہے۔ اگر حقوق اللہ میں سے کسی فریضہ مثلاً نماز کا تارک وغیرہ رہا ہے تو اس سے توبہ کا طریقہ یہ ہے کہ اس پر پشیمان اور نادم ہو کر رب سے معافی مانگ لے اور اس فریضہ کی قضا لائے (۱)۔ اور اگر کسی حرام کام کا ارتکاب کر چکا ہے تو آئندہ کے لیے اس کے ترک کا پختہ عزم کرنا کافی ہے (۲)۔ اور اگر حقوق العباد سے متعلق ہے تو ایسی صورت میں رب تعالیٰ سے معافی مانگ لینے کے ساتھ ساتھ یہ امر بھی توبہ کے لیے ضروری ہے کہ اس حق والے کا حق ادا کردے اور اس سے معافی مانگ لے (۳)۔ صورت مسئولہ میں شخص مذکور اگرچہ دیگر لوگوں سے معافی لے کر حقوق معاف کرا چکا ہے لیکن اولیاء مقتول کا حق بدستور اس کے ذمہ باقی ہے لہٰذا جب تک ان سے معافی لے کر یہ حق معاف نہ کروالے یا کوئی صلح صفائی ان کے ساتھ نہ کرلے تب تک یہ توبہ ناکافی کہلائے گی اور وہ جامع مسجد کی امامت وخطابت کا اہل نہ بن سکے گا (۴)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

١) روض الازهر شرح فقه اكبر ثم هذا إن كانت التوبة فيما بينه وبين الله كشرب الخمر وأما إن كانت عما فرّط فيه من حقوق الله كصلوة وصيام وزكاة وتوبته أن يندم على تفريطه أولاً ثم يعزم على ان لا يعود أبدً الخ(تعريف التوبة ومراتبها وأمثلة عليها ص:٤٣٥ طبع دارالبشائر الاسلاميه لما فى موسوعة الفقيهة أن للتوبة اربعة شروط الاقلاع عن المعصية حالا والندم على فعلها فى الماضى، والعزم عزماً جازماً أن لا يعود إلى مثلها أبداً الخ ـ باب التوبة. ١٢٠/١٤ طبع المكتبة الحقانية وكذا فى شرح المسلم للنووى كتاب التوبة ٣٥٤/٢ طبع قديمى كتب خانه.

٢) وهو ان يكون مع العزم على عدم العود أبدًا تعريف التوبة ومراتبها وأمثلة عليها ص:٤٣٦ ، اوض الازهر شرح فقه الاكبر طبع دارالبشائر الاسلامية.
وكذا فى موسوعة الفقهية باب لاتوبة ١٢٠/١٤ طبع المكتبة الحقانية.

٣) روض الازهر فى شرح فقه الاكبر وإن كانت عما يتعلق بالعباد،فان كانت من مظالم الاموال فتتوقف صحة التوبة منها مع ما قدمناه الخ تعريف التوبة ومراتبها وأمثله عليها ص:٤٣٦ طبع دارالبشائر الاسلامية . وكذا فى موسوعة الفقهية التوبة بمعنى الندم على ما مضى والعزم على عدم العود لمثله لا تكفى لاسقاط حق من حقوق العباد...... لا يتخلص من المسئالة بمجرد الندم والاقلاع عن الذنب والعزم على عدم العود بل لا بد من رد المظالم وهذا الاصل متفق عليه وكذا فى شرح للنووى المسلم كتاب التوبة ٣٥٤/٢ طبع قديمي كتب خانه.

٤) وقوله وفاسق من الفسق وهو خروج عن الاستقامة ولعل المراد به من يرتكب الكبائر كشارب الخمر والزانى وآكل الربوا الخ كتاب الصلوة باب الامامة ٥٦٠/١ طبع ايچ۔ايم۔سعيد.
وكذا فى تفسير روح المعانى سورة البقره آيت ٢٦، ٢٨٤/١ طبع دارأحياء التراث العربى.
وكذا فى حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح كتاب الصلوة فصل فى بيان من هو أحق بالامامة ص:٣٠٣طبع دارالكتب العلمية بيروت لبنان.

نامرد ہو جانے والے اور زنا سے توبہ کرنے والے کی امامت

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء مسئلہ ذیل میں کہ: (۱) ایک شخص پیدائشی مخنث نہیں لیکن بعد میں کسی بیماری کی وجہ سے یہ شخص مذکور نامرد ہو گیا یعنی عورت کے قابل نہیں رہا- ویسے یہ شخص نیک بھی ہے اور اہل علم وفضل بھی ہے- کیا اس شخص کو مستقل امام بنایا جا سکتا ہے یا نہیں؟ کیا لوگوں کی نماز اس کے پیچھے جائز ہے یا نہیں؟

(۲) ایک شخص بہت بڑا زانی ہے یہاں تک کہ اس شخص نے کسی قسم کا زنا بھی نہیں چھوڑا یعنی زنا کی کوئی ایسی قسم نہیں کہ اس شخص نے چھوڑی ہو- لیکن شریعت کے باقی احکام بجالاتا ہے- یعنی نماز بھی پڑھتا ہے اور روزہ بھی رکھتا ہے اور قدرے اہل علم بھی ہے- اگر یہ شخص خالص دل سے توبہ کر لے اور آئندہ کے لیے عہد کرے کہ ایسا کبھی نہیں کروں گا تو کیا یہ شخص مستقل طور پر لوگوں کا امام بن سکتا ہے یا نہیں؟ کیا اس کے پیچھے لوگوں کی نماز درست ہے یا نہیں؟ سائل خادم العلماء بشیر احمد

﴿ج﴾

(۱) یہ شخص امام بن سکتا ہے اس کی امامت میں کوئی قباحت نہیں (۱)-

(۲) خالص توبہ کرنے کے بعد یہ شخص امام بن سکتا ہے (۲)- واللہ تعالیٰ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

---

۱) وفی فتاوی الارشاد يجب أن يكون إمام القوم فی الصلوة أفضلهم فی العلم والورع والتقوی والقراءة والحسب والنسب تاتارخانيه كتاب الصلوة باب الامامة من هو أحق بالامامة ۱ /۶۰۰ طبع إدارة القرآن والعلوم الاسلاميه .

وكذا فی الدر المختار كتاب الصلوة باب الإمامة ۱ / ۵۵۸،۵۵۷ طبع ايچ-ايم- سعيد كراچی.

وكذا فی النهر الفائق كتاب الصلوة باب الأمامة ۱ / ۲۳۹ طبع دارالكتب العلمية بيروت لبنان.

۲) والذين إذا فعلوا فاحشة أو ظلموا أنفسهم ذكروا الله فاستغفرو الذنوبهم الآية ۱۳۵، سورة آل عمران.

وعن ابن مسعود رضی الله عنه قال قال: رسول الله صلى الله عليه وسلم التائب من الذنب كمن لا ذنب له مشكوة المصابيح باب التوبة والاستغفار ص:۲۰۶ طبع قديمی كتب خانه.

وكذا فی ابن ماجه باب ذكر التوبة والاستغفار ص:۳۳۳طبع ايچ-ايم-سعيد كمپنی .

کیا مردے نہلانے کا کام کرنے والے کے پیچھے نماز جائز ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس بارے میں کہ میت کو نہلانے کا اجر کتنا ہے اور میت کو غسل دینے والے کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟ ہمارے اندر اختلاف ہوگیا ہے۔ ایک کہتا ہے کہ اس کو تمام گناہوں سے پاک کر دیتا ہے اور ایک کہتا ہے کہ اس کے پیچھے نماز جائز نہیں ہے۔ سائل فتح محمد، وہاڑی

﴿ج﴾

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ میت کو غسل دینے میں بہت ثواب ہے حتیٰ کہ جب کوئی دوسرا نہ ہو تو وہاں فرض ہو جاتا ہے [1] اور خلوص کے ساتھ للہ کسی مسلمان کی خدمت کرنے کی غرض سے غسل دینا بہت نیک کام ہے لیکن اس کو پیشہ بنا کر ذریعہ معاش بنالیا جاوے تو جہاں جہاں اس پیشہ کرنے والے کو حقیر اور ذلیل سمجھا جاوے وہاں اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہوگی [2]۔ لہٰذا اصول میں دونوں باتیں اپنی جگہ صحیح ہیں۔ واللہ اعلم۔

مردہ شوئی کا کام کرنے والے کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص زید امام مردہ شوئی کا کام کرتا ہے۔ تو کسی نے کہا کہ مردہ شو امام مسجد کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ اب استفسار یہ ہے کہ کیا یہ درست ہے۔

خالد نے کہا کہ امام مسجد اگر مردوں کو غسل دے اس کے پیچھے نماز بلا کراہت و بلاشبہ جائز ہے۔ مردہ کو غسل دینا بڑے ثواب کا کام ہے۔ غسل کی اجرت بھی جائز ہے مگر افضل یہی ہے کہ اجرت نہ لی جاوے۔ لہٰذا امام مذکور کو حقارت سے نہ دیکھا جائے اور اس کے پیچھے نماز پڑھی جاوے۔

---

١) والافضل أن يغسل الميت (مجاناً فإن ابتغى الغاسل الاجر جاز إن كان ثمة غيره وإلا لا لتعينه عليه كتاب الصلوة باب الجنائز الدر المختار ٢/١٩٩ طبع ايچ۔ايم۔سعيد كراچى.
وكذا فى فتاوى العالكيريه كتاب الصلوة الباب الحادى والعشرون فى الجنائز الفصل الثانى فى الغسل ١/١٥٩ طبع مكتبه رشيديه. وكذا فى البحر الرائق كتاب الجنائز ٢/٣٠٤ رشيديه كوئٹه.

٢) على أن كراهة تقديمه كراهة تحريم شامى كتاب الصلوة باب الامامة ١/٥٦٠ طبع ايچ۔ ايم۔ سعيد كراچى. وكذا فى حلبى كبير كتاب الصلوة باب الامامة ص:٥١٣ طبع سعيدى كتب خانه.
وكذا فى حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح كتاب الصلوة فصل فى الامامة ص:٣٠٢ طبع دار الكتب العلمية بيروت.

عرف کے بدلنے سے بعض احکام بدل جاتے ہیں۔تتغیر الاحکام بتغیر الزمان (شامی)۔
بے شک پہلے اچھے لوگ اچھے لوگوں کو غسل دیتے تھے۔صحابہ تابعین، تبع تابعین میں یہ رواج تھا۔مگر پیشہ نہ تھا۔اب بھی ایسا ہوتا ہے۔اچھے لوگوں علماء حقانی صوفیاء کرام اولیاء اللہ کو غسل دینے میں بڑے بڑے اچھے لوگ شریک ہوتے ہیں لیکن بطریق پیشہ نہیں بلکہ ثواب اور برکت حاصل کرنے کے لیے غسل دینے میں شریک ہوتے ہیں۔مگر مردہ شوئی کا پیشہ اختیار کر لینے والے کو حقیر و ذلیل سمجھا جاتا ہے۔تعظیم و تکریم نہیں کرتے ہیں۔ بلکہ حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں لہٰذا امام مسجد کے لیے جائز نہیں کہ مردہ شوئی کا کام کرے۔قدوری کے حاشیہ میں مضمرات سے نقل کیا گیا ہے۔**ولا یجوز لامام الحی ان یغتسل للمیت الخ**. لہٰذا امام مسجد کے پیچھے نماز پڑھنا بہتر نہیں کراہت سے خالی نہیں۔اب استفسار یہ ہے کہ دونوں مولویوں میں سے کس مولوی صاحب کا قول معتبر ہے تاکہ اس پر عمل کیا جاوے۔بینوا وتوجروا

﴿ج﴾

اموات کو ائمہ مساجد غسل دلائیں یہ درست ہے۔حقیر جاننے والے بے وقوف ہیں[1]۔امام تو کچھ مسائل جانتا بھی ہے صحیح غسل دے گا۔امام سے غسل بند کراتے ہیں تو دوسرے پیشہ ور تو بالکل ہی غلط ملط غسل دیں گے۔اب رہی بات پیشے والے کی تو اس کے بارے میں عرض ہے کہ امام کو اتنی تنخواہ دیں کہ اس کو للہ فی اللہ انجام دے سکے۔ایک فعل حسن کو اپنے غلط طرز عمل کے باعث اہانت بنانے کے اہل محلّہ خود ذمہ دار ہیں۔واللہ اعلم۔

محمد عاشق الٰہی عفا اللہ عنہ دار العلوم کراچی
الجواب صحیح بندہ محمد شفیع

المجیب مصیب ای ورِبی انہ الحق فاضل حبیب اللہ ناظم اعلیٰ جامعہ رشیدیہ ساہیوال

رمضان ۱۳۹۲ھ

جواب: اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ دور جہالت کا ہے اور لوگ دین سے غافل ہو رہے ہیں۔پس بہتر یہی ہے کہ وارثان میت اپنی میت کو غسل دیں جیسا کہ بہشتی زیور وغیرہ میں طریق غسل وکفن تفصیل کے ساتھ مذکور ہیں۔مگر بوجہ جہالت و نادانی اگر لوگ اس فریضہ کو انجام نہ دیں اور ائمہ مساجد غسل دیں تو کوئی حرج نہیں کہ جب احتیاط سے کام کریں اور کپڑے و بدن کو صاف ستھرا رکھیں اور اجرت لینا بھی جائز ہے[2]۔پس ایسے ائمہ

---

۱) کما فی الدر المختار: ریجب ای یفرض علی الاحیاء المسلمین کفایة اجماعا ان یغسلوا...... المیت المسلم، کتاب الطهارة، ۱/۱٦٧، سعید کراچی۔

۲) والافضل أن یغسل المیت مجاناً فإن ابتغی الغاسل ألاجر جاز إن کان ثمة غیره وإلا لا لتعینه علیه الخ رد المختار کتاب الصلوة باب الجنائز ۱۹۹/۲ طبع ایچ۔ایم۔سعید کراچی۔وکذا فی فتاوی العالکیریه کتاب الصلوة الباب الحادی والعشرون فی الجنائز الفصل الثانی فی الغسل ۱/۱۵۹، ۱٦۰، طبع مکتبه رشیدیه کوئٹه. وکذا فی البحر الرائق کتاب الجنائز ۲/۳۰٤ رشیدیه کوئٹه.

مساجد کے پیچھے نماز جائز ہے[1]۔

مردے نہلانے کے کام کو اپنی ڈیوٹی قرار دینے والے کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کے ایک آدمی نے مردے نہلانے کا کام اپنے ذمے کر رکھا ہے۔ اور دوموضع کے مردے کو غسل دینا اور نہلانا اپنی ڈیوٹی اور اپنے لیے ملکیت کر رکھی ہے۔ کیا اس آدمی کے پیچھے نماز پڑھنا یا جمعہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔ یہ بات بھی ہے اگر کوئی آدمی اس مولوی سے مردہ نہلوائے یعنی غسل کا کام نہ کرائے تو مولوی صاحب ان سے بائیکاٹ کر دیتا ہے۔ ان کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

مردہ کو غسل دینا جائز کام ہے۔ خواہ اجرت لے کر خواہ بلا اجرت۔ درمختار میں ہے[2]۔ (والافضل ان يغسل) الميت (مجانا فان ابتغى الغاسل الاجر جاز' ان كان ثمة غيره والا لا) . لتعينه عليه وينبغي ان يكون حكم الحمال والحفار كذالك سراج .

لہٰذا اس کی امامت درست ہے، لیکن اگر وہ کسی اور کو غسل دینے کی اجازت نہیں دیتا اور کسی اور کے غسل دینے کی صورت میں اس کے ساتھ بائیکاٹ کر دے یا جو ان سے مردہ نہ نہلائے ان سے بائیکاٹ کر کے بول چال بند کر لیتا ہے تو مومن کے ساتھ بلاوجہ شرعی قطع تعلق فسق ہے[3] اور فاسق کی امامت مکروہ ہے۔ لہٰذا اس کی

---

۱) والاحق بالامامة ...... الاعلم باحكام الصلوة فقط صحة وفساداً بشرط اجتنابه للفواحش الظاهرة الخ الدر المختار كتاب الصلوة باب الامامة ١/٥٥٧ طبع ايچ۔ايم۔سعيد كراچی.
وكذا فی حاشية الطحطاوی علی مراقی (فالاعلم) بأحكام الصلوة الحافظ مابه سنة القراء ة ويجتنب الفواحش الظاهرة كتاب الصلوة باب الامامة ص:٢٩٩، ٣٠٠ طبع دارالكتب العلمية بيروت لبنان.
وكذا فی حلبی كبير ان العالم اولی بالتقديم إذا كان يجتنب الفواحش الخ كتاب الصلوة باب الامامة ص:٥١٣ طبع سعيدی كتب خانه.

٢) الدر المختار كتاب الصلوة باب الجنائز ٢/١٩٩ طبع ايچ۔ايم۔سعيد كراچی.
وكذا فی فتاوی العالكيريه كتاب الصلوة الباب الحادی والعشرون فی الجنائز ١/١٥٩، طبع مكتبه رشيديه كوئٹه. وكذا فی البحر الرائق كتاب الجنائز ٢/٣٠٤ رشيديه كوئٹه.

٣) عن ابی أيوب الانصاری رضی الله عنه قال قال: رسول الله صلی الله عليه وسلم لا يحل للرجل أن يهجر أخاه فوق ثلاث ليال مشكوة المصابيح كتاب الاداب باب ما ينهی من التهاجر والتقاطع ص:٤٢٧ طبع قديمی كتب خانه كراچی. وكذا فی مرقاة المصابيح شرح مشكاة المصابيح والشارع إنما حرم المهاجرة المقيدة لا المطلقة مع أن فی إطلاقها حرجاً عظيماً حيث يلزم منه أن مطلق الغضب المؤدی إلی مطلق الهجران يكون حراماً كتاب الأداب باب ماينهی عنه من التهاجر والتقاطع واتباع العورات (الفصل الاول) ٩/٢٣٠ طبع دارالكتب العلمية بيروت.

امامت مکروہ ہوگی(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

میت کو غسل دینے والے کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ اگر امام مسجد غسل میت دے تو جائز ہے یا نہیں اس کو ذرا تفصیل سے بیان فرمادیں۔

﴿ج﴾

اصل تو یہ ہے کہ مردے کو اس کے عزیز واقارب غسل دیں اگر کسی کو غسل دینا نہیں آتا تو اس کو سیکھنا چاہیے۔ باقی امام مسجد کا غسل دینا جائز ہے بلکہ اس صورت میں جب کہ کوئی دوسرا غسل دینے والا موجود نہ ہوتو واجب اور ضروری بھی ہو جائے گا(۲)۔ غسل کی اجرت لینا مختلف فیہ ہے اجرت نہ لینا بہتر ہے(۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

ولی حسن دارالافتاء مدرسہ عربیہ اسلامیہ کراچی نمبر ۵
الجواب صحیح محمد رفیع عثمانی عفا اللہ عنہ دارالافتاء دارالعلوم کراچی نمبر ۱۴
الجواب صحیح عبداللہ رائے پوری مدرس مدرسہ رشیدیہ ساہیوال

---

۱) علی أن كراهة تقديمه كراهة تحريم كتاب الصلوة باب الامامة ١ /٥٦٠ طبع ايج۔ ايم۔ سعيد كراچی. وكذا فی حلبی كبير كتاب الصلوة باب الامامة ص:٥١٣ طبع سعيدی كتب خانه.
وكذا فی حاشية الطحطاوی علی مراقی الفلاح كتاب الصلوة فصل فی الامامة ص:٣٠٢ طبع دارالكتب العلمية بيروت.

٢) غسل الميت حق واجب علی الاحياء بالسنة وإجماع الامة كذا فی النهاية (هنديه) كتاب الصلوة الفصل الثانی فی الغسل ١ /١٥٨ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه .
وكذا فی الشاميه قوله لتعينه عليه أی لانه صار واجبا عليه عينا ولا يجوز أخذا الاجرة علی الطاعة كالمعصية كتاب الصلوة باب صلوة الجنازة ٢ /١٩٩ طبع ايج۔ايم۔سعيد كراچی.
وكذا فی منحة الخالق علی هامش بحر الرائق وعن ابی يوسف يفيد أن الفرض فعل الغسل له منا حتی لو غسل لتعليم الغير كفی كتاب الجنائز ٢ /٣٠٥ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه.

٣) والافضل أن يغسل الميت(مجاناً فإن ابتغی الغاسل الاجر جاز إن كان ثمة غيره وإلا لا لتعينه عليه الدر المختار كتاب الصلوة باب الجنائز ٢ /١٩٩ طبع ايج۔ايم۔سعيد كراچی.
وكذا فی فتاوی الهنديه كتاب الصلوة الباب الحادی والعشرون الفصل الثانی فی الغسل فی الجنائز ١ /١٥٩ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه
وكذا فی البحر الرائق كتاب الصلوة باب الجنائز ٢ /٣٠٤ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه.

الجواب بعون اللہ الوھاب:

میت کو غسل دینا ائمہ مساجد کے لیے موجب تحقیر واہانت ہرگز نہیں اگر لوگ محض اتنی بات پر ان کو حقیر سمجھتے ہیں تو ان کی جہالت ونادانی ہے۔ البتہ ائمہ مساجد اس کو بہ طور ایک پیشہ کے اختیار کریں کہ اس کو کمائی کا ایک ذریعہ سمجھتے ہوں تو اس صورت میں لوگ طبعاً اس کو حقیر سمجھیں گے اور یہ ضروری ہے کہ مقتدیوں کی نگاہوں میں امام مسجد ہر پہلو سے قابل احترام اور معزز ہو اور اگر یہ چاہتے ہوں کہ ہمارا امام واقعی معزز وقابل احترام رہے تو وہ اس کی اتنی مالی خدمت کریں اور ضروریات زندگی کے اعتبار سے مطمئن کردیں کہ وہ غسل میت کا ایک شرعی عمل کسی اجرت کے بغیر کیا کرے اور یقیناً ایک عالم دین یہ کام احسن طریقہ سے اور سنت کے موافق سرانجام دے گا۔ غسل میت پر اجرت لینا فی نفسہ جائز ہے اور مقتدیوں کی بے توجہی اور کم توجہی سے امام مسجد مجبور ہوجاتا ہے کہ وہ اجرت لیتا اور یہ کام کرتا ہے۔ اس لیے محض اس بنا پر حقیر سمجھنا اور اس کی اقتداء میں نماز مکروہ قرار دینا درست نہیں ایسے ائمہ مساجد کے پیچھے نماز ہوجاتی ہے۔ کسی شیطان کے پیچھے لگ کر جماعت ترک نہیں کرنی چاہیے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مفتی سیاح الدین کاکاخیل صدر مدرس ومفتی مدرسہ اشاعت العلوم جامع مسجد لائل پور

۶ ربیع الاول ۱۳۹۳ھ

غسل دینا ایک اسلامی کام ہے غسل دینے سے ثواب ہوتا ہے اور بڑے بڑے بزرگوں نے غسل دیے صحابہ کرام علیہم الرضوان نے بھی غسل دیے پھر یہ کیسے کہا جاسکتا ہے کہ غسل دینے والے کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ یہ بڑی جہالت ہے اگر جہلاء کے خیال کے مطابق غاسل کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ سمجھا جائے یا اس کو حقارت سے دیکھا جائے تو آئندہ مسلمانوں کو کوئی بھی غسل دینے والا نہیں ملے گا۔

غسل میت کا شرعاً حکم یہ ہے کہ میت کے ولی پر لازم ہے کہ وہ غسل دے اگر وہ غسل نہ دے تو کوئی نیک شخص متقی پرہیزگار ہو[1]۔ **ویستحب للغاسل ان یکون اقرب الناس الی المیت فان لم یعلم الغسل فاھل الامانة والورع کذا فی الزاھدی** . فتاویٰ عالمگیری **ھکذا فی صغیری** اور دیہاتوں میں امام مسجد سے غسل دلواتے ہیں۔ چونکہ امام مسجد مسائل جانتے ہیں اور اپنی نظروں میں پرہیزگاران کو جانتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ وہ صحیح طور پر غسل دیں گے اگر امام مسجد اجرت غسل کی لیں تو اجرت بھی جائز ہے گو بہتر نہیں۔ مگر جائز ہے[2]۔ **والافضل ان یغسل المیت مجانا فان ابتغی الغاسل الاجر جاز ان**

---

۱) کتاب الصلوة الباب الحادی والعشرون فی الجنائز وفیه فصول الفصل الثانی فی الغسل ۱۵۹/۱ طبع مکتبه رشیدیه کوئٹه. وکذا فی صغیری کتاب الصلوة باب الجنائز ص: ۵۸۰ طبع سعیدی کتب خانه.

۲) الدر المختار کتاب الصلوة باب الجنائز ۱۹۹/۲ طبع ایچ-ایم-سعید کراچی.

وکذا فی فتاوی الهندیة کتاب الصلوة الباب الحادی والعشرون فی الجنائز وفیه فصول الفصل الثانی فی الغسل ۱۵۹/۱، ۱٦۰، طبع مکتبه رشیدیه کوئٹه۔ وکذا فی البحر الرائق کتاب الصلوة باب الجنائز ۳۰٤/۲ طبع مکتبه رشیدیه کوئٹه.

کان ثمة غیرہ و الالا ترجمہ افضل یہ ہے کہ بغیر اجرت کے غسل دیا جائے۔ اگر اجرت لے تو بھی جائز ہے۔ جبکہ کوئی اور بھی غسل دینے والا ہو ورنہ نہیں۔

میت کو نہلانے والے کی امامت کا حکم
کیا چالیس مردے نہلانے والا بہشتی ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع مبین اس مسئلہ میں کہ دیکھا گیا ہے آج کل شہر سے باہر دیہات میں جو ملاں ہیں اکثر مردہ شوئی با اجرت کرتے ہیں اور امامت یعنی نماز بھی پڑھاتے ہیں کیا ان کے پیچھے نماز ہوگی یا نہ یعنی پڑھی جائے یا نہ۔ نیز ایک صاحب حنفی المذہب جو حافظ القرآن پاک ہے۔ نماز بھی پڑھاتے ہیں اور مردہ شوئی بھی کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ جو چالیس مردہ نہلائے وہ بہشتی ہے۔ کیا یہ درست ہے۔ براہ کرم اس مسئلہ پر مکمل جواب دیتے ہوئے راہبری فرمائی جاوے باری تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے گا۔ والسلام

﴿ج﴾

مردہ شو کے پیچھے اگرچہ نماز درست ہے [1] نیز غسال اجرت غسل بھی لے سکتا ہے [2] لیکن اگر کسی جگہ عرف میں اس کی امامت سے لوگ نفرت کرتے ہوں تو وہاں امامت اس کی مکروہ ہوگی [3]۔ علامہ شامیؒ نے

---

۱) الدر المختار والاحق بالامامة ...... الاعلم بأحكام الصلوة فقط صحة وفساداً بشرط اجتنابه للفواحش الظاهرة الخ الدر المختار كتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵۵۷ طبع ایچ۔ایم۔سعيد كراچی. وكذا فى حاشية الطحطاوى على مراقى (فالاعلم) بأحكام الصلوة الحافظ مابه سنة القراءة ويجتنب الفواحش الظاهرة كتاب الصلوة فصل فى الامامة ص:۲۹۹، ۳۰۰ طبع دار الكتب العلمية بيروت لبنان. وكذا فى حلبى كبير ان العالم اولى بالتقديم إذا كان يجتنب الفواحش الخ كتاب الصلوة باب الامامة ص:۵۱۳ طبع سعيدى كتب خانه.

۲) والافضل أن يغسل) الميت (مجاناً فإن ابتغى الغاسل الاجر إن كان ثمة غيره وإلا لا، الدر المختار كتاب الصلوة باب الجنائز ۲/۱۹۹ طبع ایچ۔ایم۔سعيد كراچی. وكذا فى الهنديه كتاب الصلوة الباب الحادى والعشرون الفصل الثانى فى الغسل فى الجنائز ۱/۱۵۹، ۱۶۰ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه۔ وكذا فى البحر الرائق كتاب الصلوة باب الجنائز ۲/۳۰۴ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه.

۳) قوله بشرط اجتنابه كذا فى الدراية عن المجتبى وعبارة الكافى وغيره الاعلم بالسنة أولى الا أن يطعن فى دينه لان الناس لا يرغبون فى الاقتداء به۔ (شامى) كتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵۵۷ طبع سعيد كراچی.

اعرابی، عبد، ولدزنا کی امامت کی کراہت کی علت تنفر جماعت لکھی ہے۔ اگر مردہ شو میں اس علت کا تحقق ہو تو یہاں بھی مکروہ ہے۔ لیکن اگر وہ سب قوم سے افضل واعلم ہے تو قوم کو چاہیے کہ اس کی امامت پر راضی ہوں۔ نیز اس کو بھی چاہیے کہ عالم ہوتے ہوئے موجب نفرت کام سے بچے باقی غسل میت کے بارہ میں جو ثواب ہے وہ اس صورت میں ہے جب کہ حق مسلم کے ادا کرنے کی نیت سے ہو۔ اجرت لینے کی صورت میں کوئی ثواب نہیں ملتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

میت کو نہلانے والے کا جنازہ میں امام بننے کا حکم

﴿س﴾

میت کو نہلانے والا نماز جنازہ پڑھا سکتا ہے یا نہیں۔ فرض نماز پڑھا سکتا ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

مردوں (۱) کو نہلانا گناہ نہیں اس کے پیچھے نماز صحیح ہے۔ کچھ کراہت نہیں ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ

۲۰ محرم ۱۳۹۲ھ

---

۱) غسل الميت حق واجب على الاحياء بالسنة واجماع الامة كذا فى النهاية) هندية) كتاب الصلوة الفصل الثانى فى الغسل) ۱/۱۵۸ مكتبه رشيديه كوئٹه.

وكذا فى الشامية قوله لتعينه عليه أى لانه صار واجباً عليه عينا ولا يجوز أخذ الاجرة على الطاعة كالمعصية كتاب الصلوة باب الجنازة ۲/۱۹۹ ايچ۔ايم۔سعيد.

وكذا فى منحة الخالق على هامش بحر الرائق وعن أبى يوسف يفيد أن الفرض فعل الغسل له منا حتى لو غسل لتعليم الغير كفى الخ كتاب الجنائز ۲/۳۰۵ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه.

۲) الدر المختار والاحق بالامامة الاعلم باحكام الصلوة فقط صحة وفسادًا بشرط إجتنابه للفواحش الظاهرة كتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵۵۷ طبع ايچ۔ايم۔سعيد كراچى.

وكذا فى حاشية الطحاوى على مراقى الفلاح (فالاعلم) باحكام الصلوة الحافظ به سنة القراءة ويجتنب الفواحش الفواحش الظاهرة كتاب الصلوة باب الامامة ۲۹۹، ۳۰۰طبع دار الكتب العلمية بيروت لبنان.

وكذا فى حلبى كبير أن العالم أولى بالتقديم إذا كان يجتنب الفواحش الخ كتاب الصلوة باب الامامة ۵۱۳ طبع سعيدى كتب خانه.

مردے نہلانے والے کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ: (۱) جو لوگ مردہ شوئی کرتے ہیں۔ ہمیشہ اس کو اپنائے رکھتے ہیں۔ کیا ان کے پیچھے نماز جمعہ یا نماز پنجگانہ صحیح ہے یا نہیں۔ (۲) یا وہ لوگ جو قبروں پر اذانیں دیتے ہیں یا دفن کے بعد مروجہ ختم القرآن پاک کرتے ہیں اور تمام موضع بھر کی روٹیاں لیتے ہیں اس کے علاوہ گیارھویاں کھاتے ہیں۔

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ (۱) مردہ شو کے پیچھے نماز جائز ہے کیونکہ مردوں کو غسل دینا فرض کفایہ ہے [۱]۔ آخر صحابہ کرام بھی تو مردوں کو غسل دیا کرتے تھے۔ لہٰذا اس کی امامت میں کوئی شبہ نہیں ہے۔ ہاں اگر اس کو بطور پیشہ کرتا ہو اور اس پر اجرت لیتا ہو اور لوگوں کی نظروں میں اس پیشہ کو حقارت سے دیکھا جاتا ہو تب اس کی امامت خلاف اولیٰ ہے [۱]۔

مفتی عزیز الرحمٰن صاحب تحریر فرماتے ہیں۔ مردہ شو کے پیچھے نماز درست ہے [۳] اور غسال کو اجرت غسل مردہ بھی لینا درست ہے۔ اگرچہ اولیٰ نہیں [۴] (۲) یہ بدعات ہیں۔ جیسا کہ فتاوی رشیدیہ کتاب البدعات میں تفصیل سے مذکور ہیں [۵]۔ اور بدعتی کے پیچھے نماز مکروہ ہے۔

---

۱) غسل الميت حق واجب على الاحياء بالسنة وإجماع الامة كذا فى النهاية (هنديه) كتاب الصلوة الفصل الثانى فى الغسل ١٥٨/١ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه . وكذا فى الشاميه قوله لتعينه عليه أى لانه صار واجبًا عليه عيناالخ كتاب الصلوة باب صلوة الجنازة ١٩٩/٢ طبع ايچ-ايم-سعيد كراچى.
وكذا فى منحة الخالق على هامش بحر الرائق وعن ابى يوسف يفيد أن الفرض فعل الغسل له منا حتى لو غسل لتعليم الغير كفى كتاب الجنائز ٣٠٥/٢ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه.

۲) بشرط اجتنابه كذا فى الدراية عن المجتبى وعبارة الكافى وغيره الاعلم بالسنة أولى الا أن يطعن فى دينه لان الناس لا يرغبون فى الاقتداء به- (شامى) كتاب الصلوة باب الامامة ٥٥٧/١ طبع سعيد كراچى.

۳) الدر المختار...... والاحق بالامامة ...... باحكام الصلوة فقط صحة وفسادًا بشرط إجتنابه للفواحش الظاهرة كتاب الصلوة باب الامامة ٥٥٧/١ طبع ايچ-ايم-سعيد كراچى.وكذا فى حاشية الطحاوى على مراقى الفلاح كتاب الصلوة فصل فى الامامة: ٢٩٩، ٣٠٠ طبع دارالكتب العلمية بيروت.

٤) والافضل أن يغسل الميت مجاناً فان ابتغى الغاسل الاجر جازإن كان ثمة غيره والا لا الدر المختار كتاب الصلوة باب صلوة الجنائز ١٥٨/٢ طبع ايچ-ايم-سعيد كراچى.
وكذا فى الهنديه كتاب الصلوة الباب الحادى والعشرون الخ الفصل الثانى فى الغسل ١٥٩/١، ١٦٠ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه. وكذا فى البحر الرائق كتاب الصلوة باب الجنائز ٣٠٤/٢ مكتبه رشيديه كوئٹه.

٥) كتاب البدعات ص: ١٢٥، ١٣١ فتاوى رشيديه، إدارة اسلاميات لاهور.

کیا فحش غلطیاں کرنے والے کو امام بنانا جائز ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین مسئلہ ذیل میں کہ اگر پیش امام قراءت میں غلطی کر کے پڑھتا چلا جائے اور کأسا کی جگہ کاس پڑھے تو کیا مقتدی اسے صحیح لفظ بتادے یا نہ؟ کیا یہ شرط ہے کہ پیش امام تین آیتوں کے بعد غلط پڑھتا چلا جائے اور کوئی نہ بتائے۔قراءت میں عام غلطیاں مثلاً اَلْحَمْدُ کو اَلْحَمَدُ پڑھنا اَنْعَمْتَ کو اَنَعَمَتَ پڑھنا اِھْدِنَا کو اِھدِنا پڑھنا۔نَسْتَعِیْنُ کو نَسْتَاعِیْنُ پڑھنا'اِنْ اَھْلَکَنِی کو اِنْ اَھْلِیْکَنِی اللّٰہ بصیغہ امر پڑھنا، ضرب اللّٰہ مثلاً کو اِضْرِبْ ، پڑھنا ایسے پیش امام کے پیچھے نماز پڑھنا صحیح ہے یا نہ۔

﴿ج﴾

پیش امام کو اگر وہ غلط فاحش سے قرآن پڑھ رہا ہو صحیح تلفظ بتانا چاہیے۔خواہ تین آیتوں کے بعد[1] ہو یا قبل،تبدیل حرف بحرف ،ازدیاد حرف ،نقصان حرف وتبدیل حرکت بسکون و بہ حرکت دیگر۔ وتبدیل سکون بحرکت یہ سب اغلاط فاحش ہیں۔ان اغلاط میں سے کوئی غلطی کر کے قرآن پڑھنا لحن جلی ہے۔جس کا پڑھنا' سننا دونوں گناہ ہیں'ھکذا فی کتب الفقہ والقرأۃ،ایسے شخص کو پیش امام بنانا ہرگز صحیح نہیں ہے۔خواہ مسائل سے واقف عالم کیوں نہ ہو بلکہ اس کو لازم ہے کہ قرآن کی تصحیح میں سعی بلیغ کرے[2] بعد تصحیح اگر مناسب ہو تو اس

---

۱) وفی التاتارخانیه وقال أبو یوسف أکره أن یکون الامام صاحب البدعة ویکره للرجل أن یصلی خلفه کتاب الصلوة من هو أحق بالامامة ۱/۶۰۰ طبع إدارة القرآن والعلوم الاسلامیة.
وکذا فی حلبی کبیر والمراد بالمبتدع من یعتقد شیئاً علی خلاف ما یعتقده اهل السنة والجماعة وإنما یجوز الاقتداء به مع الکراهة ص:۵۱٤ طبع سعیدی کتب خانه.
وکذا فی حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح کتاب الصلوة فی الامامة ص:۳۰۳ طبع دار الکتب العلمیة بیروت لبنان.
الدر المختار مع رد المحتار بخلاف فتحه علی إمامه فإنه لا یفسد مطلقاً لفاتح وآخذ بکل حال(قوله بکل حال)أی سواء قرأ الامام قدر ما تجوز به الصلوة أو لا کتاب الصلوة باب ما یفسد الصلوة وما یکره فیها ۱/۶۲۲ طبع سعید کراچی.
وکذا فی حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح باب مایفسد الصلوة ص:۳۳٤ طبع دار الکتب العلمیة بیروت لبنان . وکذا فی البحر الرائق کتاب الصلوة باب ما یفسد الصلوة وما یکره فیها ۲/۱۰ طبع مکتبه رشیدیه کوئٹه.
۲) لما فی تأنیفات رشیدیه علم تجوید جس سے کہ تصحیح حروف کی ہو جائے کہ جس سے معانی قرآن شریف کے نہ بگڑیں یہ فرض عین ہے،قرأت اور تجوید کا بیان ۲۶۹ طبع إدارۂ اسلامیات لاہور.

کودوبارہ امام بنایا جاسکتا ہے[1] واللہ اعلم۔

قرآنِ پاک غلط پڑھنے والے، مسائلِ نماز سے بے پرواہ کی امامت کا حکم

《س》

میرا گاؤں چک نمبر ۳۵۷۔W-B متصل دنیاپور ضلع ملتان ہے۔ اس گاؤں میں صرف ایک ہی مسجد ہے۔ آبادی تقریباً ۳۰۰۰ کے لگ بھگ ہے۔ لوگ دینی تعلیم سے کوسوں دور ہیں۔ نمازی بھی تعداد میں بہت کم ہیں۔ دینی تعلیم نہ ہونے کی وجہ سے مسائل سے بھی واقف نہیں۔ گاؤں ہذا کی مسجد میں دو شخص باپ اور بیٹا امامت کے فرائض ادا کرنے پر مامور ہیں۔ دینی مسائل سے پورے واقف نہیں۔ بعض اوقات تو ان سے ایسی حرکات نماز وغیرہ کے متعلق سرزد ہوتی ہیں کسی بت کدہ میں بیان کروں تو کہے صنم بھی ہری ہری۔ امام مسجد یعنی باپ درست قرآن پاک نہیں پڑھ سکتا۔ اس لیے بعض اوقات نماز دہرانی پڑتی ہے۔ نو وارد تو یقیناً نماز دہراتے ہیں۔ جمعہ کا خطبہ نہیں پڑھ سکتا۔ ٹوٹے پھوٹے الفاظ میں پڑھ سکتا ہے۔ نماز عیدین پر خوب درگت ہوتی رہی ہے۔ لیکن اس کو کوئی اثر نہیں۔ ویسے قرآن پاک کی متعدد سورتیں اس نے یاد کر رکھی ہیں۔ جن کی ادائیگی الامان۔ الامان۔ امام مسجد کا بیٹا خود قرآن حکیم کا حافظ ہے۔ باپ کی نسبت قرآن پاک قدرے اچھا پڑھتا ہے۔ لیکن نماز کا پورا پابند نہیں۔ دینی مسائل سے واقفیت نہیں رکھتا۔ ہر آٹھ دن کے بعد داڑھی کٹواتا ہے۔ ظہر اور عصر تو شاید ہی ادا کرتا ہو۔ ناول پڑھنے کا شوقین ہے۔ تصویریں وغیرہ خوب دل جما کر دیکھنے کا دلدادہ ہے۔ نماز تراویح کو نفل نماز کہتا ہے۔ پہلے دو تین سال حسب منشا پڑھتا رہا ہے۔ اب صرف جمعہ پر اکتفا کرتا ہے۔ باپ اور بیٹا بلا وضو اذان پڑھنے کے بھی عادی ہیں۔ وضو میں کوئی عضو کہیں سے سوکھا رہ جائے تو بتلانے پر بھی پرواہ نہیں کرتا۔

بیٹے نے جمعہ کا وعظ بھی شاید ہی کبھی سنا ہو۔ صرف خطبہ پڑھنے کے موقع پر آیا کرتا ہے۔ اس کے والد ٹوٹے پھوٹے الفاظ میں وعظ فرماتے ہیں۔ گذشتہ جمعہ باپ وعظ فرما رہے تھے۔ جب انھوں نے وعظ ختم کیا تو بیٹے کو آواز دی کہ منبر پر پہنچ کر خطبہ دے۔ لیکن بیٹا ابھی غسل کرنے کے لیے کپڑے اتار رہا تھا باپ نے پھر وعظ شروع کر دیا۔ بیٹا نہا رہا ہے اور زیادہ سے زیادہ ایک منٹ وعظ فرمایا پھر کسی نمازی کے کہنے پر بند کر کے خطبہ دینا

---

۱) وفی فتاوی الارشاد یجب أن یکون إمام القوم فی الصلوة أفضلهم فی العلم والورع والتقوی والقرأة والحسب والنسب تاتارخانیه کتاب الصلوة من هو أحق بالامامة ۱/ ۶۰۰ طبع إدارة القرآن والعلوم الاسلامیة. وکذا فی الدر المختار کتاب الصلوة باب الامامة ۱/ ۵۵۷، ۵۵۸ طبع ایچ۔ایم۔سعید کراچی. وکذا فی النهر الفائق کتاب الصلوة باب الامامة ۱/ ۲۳۹ طبع دار الکتب العلمیة بیروت لبنان.

شروع کر دیا۔ وہی غلط ملط بیٹا نہار رہا ہے۔ یونہی خطبہ ختم ہوا تکبیر شروع ہوئی۔ بیٹا امامت کرانے کے لیے مصلی پر آن کھڑا ہوا نہ وعظ سنا نہ خطبہ جمعہ سنا حالانکہ خطبہ جمعہ سننا یا پڑھنا غالباً واجب ہوگا اور نہ ہی سنت اول جمعہ ادا کی۔ جماعت کرائی دوسنت اور دونفل پڑھ کر گھر کو چلا گیا۔ داڑھی کٹوائی ہوئی تھی حالانکہ داڑھی کو کٹوانے کے لیے بندہ نے دس بارہ دفعہ پہلے کہا بھی ہے کہ یہ فعل حرام ہے۔ خاص کر امام کے لیے مگر اس پر کوئی اثر نہیں۔ بندہ نے اپنی ظہر کی نماز ادا کی۔ گزشتہ جمعہ کی نماز بھی ظہر کی ادائیگی میں پڑھی کیا بندہ کا یہ فعل درست ہے۔ یا بندہ غلطی پر ہے۔

کیا ایسے امام کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے یا کہ نہیں' اگر نماز نہیں ہوتی تو کیا کیا جائے جب کہ گاؤں میں اور کوئی مسجد نہیں۔ کسی اور جگہ نماز نہیں پڑھی جاتی بندہ نے اسی دن سے بلا جماعت نماز ادا کرنی شروع کر دی ہے۔ کیا بندہ حق پر ہے یا غلطی پر۔

کمترین نماز با جماعت کا سختی سے پابند ہے۔ بلکہ تکبیر اولی کے چلے جانے کا بندہ کو صدمہ ہوا کرتا ہے۔ گاؤں والے امام مسجد صاحب اور ان کے بیٹے کو نہیں کہتے کہ داڑھی رکھ لو۔ جمعہ کا خطبہ سنا کرو۔ نماز کی پابندی رکھو اور اپنے قرآن پاک کو درست کرو۔ بلکہ مجھے میرے بھتیجے سے کہلواتے ہیں کہ جماعت سے نماز پڑھا کرو۔ ٹس سے مس نہیں ہوتے بلکہ بعض تو یوں کہتے ہیں کہ داڑھی کا کیا ہے کئی امام ایسے ہی ہیں۔ اگر نماز کا پابند نہیں تو اسے گناہ ہوگا۔ تمھیں کیا اس گاؤں میں اس عرصہ میں کئی امام بدلے گئے ہیں کیونکہ گاؤں میں پارٹیاں ہیں کوئی کسی کا حامی ہے کوئی کسی کا حامی۔

اب میرے لیے شریعت محمدی کے مطابق حکم دیا جائے تا کہ میری پریشانیاں جو دن بدن بڑھتی جا رہی ہیں دور ہوں اور اطمینان قلب کے ساتھ دینی فریضے ادا کر سکوں۔ خدا آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

﴿ج﴾

امام موصوف اگر قرآن شریف ایسا غلط پڑھتا ہے جس سے نماز میں فساد آتا ہے یا اعضاء وضو خشک رہ جانے کے باوجود نماز پڑھتا ہے تو اس کی اقتداء جائز نہیں۔ لیکن اگر غلطی مفسد نماز نہ ہو تو نماز اس کے پیچھے ہو جاتی ہے اور اکیلے پڑھ لینے سے امام کے ساتھ باجماعت پڑھنا اولی ہے۔۔۔ جو شخص داڑھی منڈوائے یا ایک مشت سے کم کتروائے وہ فاسق ہے اور اس کی امامت مکروہ تحریمی ہے۔ اگرچہ نماز اس کے پیچھے ہو جاتی ہے اور ایسے شخص کو امام بنانے والے گنہ گار ہونگے۔ سب مسلمانوں کو چاہیے کہ اتفاق کر کے اس کو امامت سے علیحدہ کر دیں اور کسی دوسرے عالم وصالح ومتقی کو امام بنا دیں جو قرآن کو ترتیل و تجوید سے پڑھتا ہو۔

والدليل على كل ما ادعينا. والسنة فيها القبضة الخ. ولذا قال يحرم على الرجل قطع لحيته [۱] ويكره امامة عبد و فاسق درمختار) بل مشى فى شرح المنية على ان كراهة تقديمه كراهة تحريم[۲] وفى النهر عن المحيط صلى خلف فاسق او مبتدع نال فضل الجماعة. فان امكن الصلوة خلف غيرهم فهو افضل والا فالاقتداء اولى من الانفراد [۳]الدر المختار[۴] والاحق بالامامة تقديما بل نصبا الاعلم باحكام الصلوة بشرط اجتنابه للفواحش الظاهرة وحفظه قدر فرض و قيل واجب وقيل سنة ثم الاحسن تلاوة وتجويدا للقراءة[۵]. فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

۱) الدر المختار مع رد المحتار كتاب الحظر والاباحة فصل فى البيع ٦/٤٠٧ طبع ايچ۔ ايم۔ سعيد كراچى.

ومثله فى الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الصوم باب ما يفسد الصوم ومالا يفسد ٢/٤١٨ طبع ايچ۔ايم۔سعيد كراچى.

۲) شامى كتاب الصلوة باب الامامة ١/٥٦٠ طبع ايچ۔ايم۔سعيد كراچى.

وكذا فى حلبى كبير كتاب الصلوة باب الامامة ص:٥١٣ طبع سعيدى كتب خانه.

وكذا فى منحة الخالق على البحر الرائق كتاب الصلوة باب الامامة ١/٦١١ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه.

۳) الدرالمختار كتاب الصلوة باب الامامة ١/٥٥٩ طبع ايچ۔ايم۔سعيد كراچى.

وكذا فى حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح كتاب الصلوة فصل فى الامامة ص:٣٠١ طبع دارالكتب العلمية بيروت لبنان.

وكذا فى البحر الرائق كتاب الصلوة باب الامامة ١/٥٥٧ طبع ايچ۔ايم۔سعيد كراچى.

٤) (شامى) كتاب الصلوة باب الامامة ١/٥٥٩ طبع ايچ۔ايم۔سعيد كراچى.

٥) الدر المختار كتاب الصلوة باب الامامة ١/٥٥٧ طبع ايچ۔ايم۔سعيد كراچى.

وكذا فى حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح كتاب الصلوة فصل فى الامامة ص: ٢٩٩، ٣٠٠ طبع دارالكتب العلمية بيروت.

وكذا فى حلبى كبير كتاب الصلوة باب الامامة ص:٥١٣ طبع سعيدى كتب خانه.

قرآنِ پاک غلط پڑھنے والے کی امامت

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماءِ دین مندرجہ ذیل مسائل میں کہ:

(۱) ایک امام مسجد قرآن شریف غلط پڑھتا ہے۔ ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا ناجائز۔ (۲) کیا امام مسجد پرچون کی دوکان کرسکتا ہے یا نہیں۔ (۳) ایسا امام جو بدمعاش آدمیوں اور عورتوں سے تعلق قائم رکھتا ہے۔ اس کے پیچھے نماز کا کیا حکم ہے۔ ایسے امام کے بارہ میں شریعت کیا حکم دیتی ہے۔ بینوا توجروا۔

﴿ج﴾

(۱) وہ غلطی معلوم ہونا چاہیے تاکہ اس کے موافق مطلب اور معنی دیکھ کر حکم لکھا جاوے (۲) کرسکتا ہے [۱]۔ (۳) اگر اس الزام کا کچھ ثبوت نہ ہو جو امام پر لگایا ہے تو اس کی امامت بلا کراہت صحیح ہے اور اگر ثبوت ہے تو یہ شخص فاسق و عاصی ہے اور اس کی امامت مکروہ تحریمی ہے۔ ویکره امامة عبد الخ. وفاسق [۲] قوله فاسق من الفسق وهو الخروج عن الاستقامة و لعل المراد به من يرتكب الكبائر كشارب الخمر والزانى الى قوله بل مشى فى شرح المنية على ان كراهة تقديمه كراهة تحريم [۳] واللہ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ ۲۴ جمادی الاولیٰ ۱۳۸۸ھ

---

۱) لما فى قوله تعالى وأحل الله البيع وحرم الربوا الآية سوة البقرة آيت: ۲۷۵ پارہ۳.
وكذا فى مشكوة المصابيح عن عبد الله قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم طلب كسب الحلال فريضة بعد الفريضة رواه البيهقى فى شعب الايمان كتاب البيوع باب كسب الحلال الفصل الثانى ص: ۲٤۲ طبع قديمى كتب خانه.

۲) كتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵۵۹ طبع ايچ-ايم-سعيد كراچى. ومثله فى الخلاصة، كتاب الصلوة الفصل الخامس عشر فى الامامة والاقتداء ۱/۱٤۵ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه. ومثله فى البناية على شرح الهداية كتاب الصلوة باب الامامة ۲/۳۳۲،۳۳۳ طبع دارالكتب العلمية بيروت.

۳) شامى، كتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵٦۰ طبع ايچ-ايم-سعيد كراچى.
وكذا فى تفسير روح المعانى سورة البقرة آيت ۲٦، ۱/۲۸۲ دار أحياء التراث العربى.
وكذا فى حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح كتاب الصلوة فصل فى بيان الاحق بالامامة ص: ۳۰۳ طبع دارالكتب العلمية بيروت.

علم تجوید سے ناواقف شخص کو امام مقرر کرنے کا حکم

﴿س﴾

مکرمی جناب مولوی صاحب عرض ہے کہ ایک شخص ہے جو کہ اپنے آپ کو حافظ کہتا ہے اور قرآن کریم کبھی بھی آج تک رمضان شریف میں سنایا نہیں ہے اور امام بننے کا شوق بہت ہے۔ یعنی نماز پڑھانے کا بہت شوق ہے اور قرأۃ جو پڑھتا ہے تو وہ الف۔ عین۔ ھمزہ۔ ان تینوں حرفوں کی ادائیگی صرف الف ظاہر کرتا ہے اور ت۔ ط ان دونوں حرفوں کو ت ادا کرتا ہے۔ اور ث۔ س۔ ش۔ ص ان چاروں حرفوں کو صرف چھوٹا سین پڑھے گا۔ اور آگے خ۔ ذ۔ ز۔ ظ۔ ان چاروں حرفوں کو خ سے ادا کرے گا اور ک۔ ق کا چھوٹا کاف ادا کرے گا۔ اور ض۔ د میں سے صرف د ظاہر کرتا ہے برائے کرم فرمایئے کہ ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنی جائز ہے یا نہیں۔ یعنی مقتدیوں کی نماز ہو سکتی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

﴿ج﴾

ایسے شخص کو لازم ہے [1] کہ قرآن مجید کو سیکھے علم تجوید جس کے ذریعہ سے حروف کو مخارج سے ادا کرنا اور صفات کے ساتھ پڑھنا معلوم ہوتا ہے حاصل کرے۔ کسی اچھے قاری کے پاس مشق کرے۔ جب تک وہ ایسا نہ کرے اس کے پیچھے نماز مکروہ ہوگی [2]۔ اس کو مستقل طور پر امام مقرر کرنا ٹھیک نہیں ہے۔

تجوید کے خلاف قرآن پڑھنے والے کے پیچھے نماز کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ جو امام ضاد کو اس کے صحیح مخرج سے ادا نہ کرے بلکہ اس کو دال یا ڈال

---

۱) فتاوی رشیدیہ: علم تجوید جس سے کہ تصحیح حروف کی ہوجاوے کہ جس سے معانی قرآن شریف کے نہ بگڑیں یہ فرض عین ہے مگر عاجز معذور اور اس سے زیادہ علم قرأت و تجوید فرض کفایہ ہے، قرأت اور تجوید کا بیان ص: ۲۶۹ طبع ادارہ اسلامیات لاہور۔

۲) ولا تجوز إمامة الأمی للقاری...... وهو أن يتكلم بالباء مرارا او فأفاة لا ينبغی له أن يؤم الخ كتاب الصلوة الفصل الرابع فی كيفيتها المحيط البرهانی ۱/۳۶۶، المكتبة الغفارية وكذا الدر المختار مع رد ويكره تنزيهاً إمامة عبد ...... او أعرابی قوله وأعرابی نسبة إلى الاعراب والا فالمناسب ومنه، والعلة فی الكل عليه الجهل الخ كتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵۵۹، ۵۶۰ طبع سعيد كراچی.
وكذا فی حاشية الطحطاوی علی مراقی الفلاح كتاب الصلوة باب الامامة ۳۰۲۱ طبع دار الكتب العلمية بيروت لبنان.

کے مشابہ پڑھے تو اس کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں۔ جو امام ضاد کو اس کے صحیح مخرج سے ادا کرنے پر فی الحال قادر ہے لیکن اس کو اپنے مخرج سے ادا کرنے کی بجائے دال کے مشابہ پڑھے یا جو امام فی الحال اس کو اپنے مخرج سے ادا کرنے پر قادر نہیں اور سیکھنے سے قدرت حاصل کرسکتا ہے۔ لیکن وہ اس کے مخرج کے سیکھنے سے غافل ہے یا اس کو ضروری نہیں سمجھتا تو اس کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

ضاد عربی زبان میں مستقل حرف ہے اس کو دال مفخم پڑھنا بھی غلط ہے اور ظاء پڑھنا بھی درست نہیں (۱)۔ کسی مستند قاری سے اس کی مشق ضروری ہے۔ اگر باوجود سعی کے صحیح پڑھنے پر قادر نہ ہوا تو جو لفظ بھی نکلے نماز درست ہوگی (۲) اور اگر صحیح پڑھنے کی کوشش نہ کرے تو گنہگار رہے (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ادائیگی الفاظ میں فحش غلطیاں کرنے والے کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک امام مسجد حنفی المذہب نماز میں دو تین جگہ درج ذیل طریقہ سے پڑھتا ہے اور یہ بھی معلوم ہے کہ وہ قصداً نہیں پڑھتا بلکہ اس کی زبان اوائل سے اس کی عادی ہے اس لیے وہ پڑھتا چلا جاتا ہے۔ حالانکہ اس کو کہا گیا ہے کہ ذیل کی دو تین جگہ آپ اس طرح پڑھتے ہیں ان پر غور کر کے کوشش کریں تاکہ صحیح ہو جاوے لیکن اس کی درستگی اس سے نہیں ہوسکتی کسی ایک جگہ کو صحیح پڑھ لیتا ہے تو دو جگہ اپنی سابقہ عادت کے موافق پڑھتا ہے۔ اب عرض ہے کہ اس صورت میں نماز میں کوئی حرج ہے یا نہیں۔ نماز ہو جاتی ہے یا نہیں۔ غلطیاں یہ ہیں۔ الحمد للہ میں لام کے ساتھ الف پڑھتا ہے۔ انعمت میں عین کا کسرہ پڑھتا ہے

---

۱) لما فی فتاوی قاضی خان، وإن كان لا يمكن الفصل بين الحرفين إلا بمشقة كالظاء مع الضاد والصاد مع السين والطاء مع التاء إختلف المشائخ فيه قال أكثرهم لا تفسد صلاته الخ كتاب الصلوة فصل فی قراءة القرآن ۱/۱٤۱ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه.
وكذا فی فتاوی الهندية كتاب الصلوة الفصل الخامس فی زلة القاری ۱/۷۹ طبع رشيديه كوئٹه.
وكذا فی الشامية مطلب مسائل زلة القاری ۱/٦۳۱ طبع ايچ۔ايم۔سعيد كراچی.

۲) والمختار للفتوى فی جنس هذه المسائل أن هذا الرجل إن كان يجهد آناء الليل والنهار فی تصحيح هذه الحروف ولا يقدر على تصحيحها فصلاته جائزة لانه جاهد وإن ترك جهده فصلاته فاسدة لا نه قادر الخ كتاب الصلوة الفصل الرابع فی كيفيتها فرع فی زلة القاری) ۱/۳٦۷ المحيط البرهانی) طبع المكتبة الغفارية كوئٹه.

۳) ايضاً المحيط البرهانی، كتاب الصلوة الفصل الرابع فی كيفيتها ۱/۳٦۷ طبع المكتبة الغفارية.

سمع اللہ لمن حمدہ۔ میں لیمن کے ساتھ الف پڑھ کر کھینچتا ہے اور لمن کے لام پر شد پڑھتا ہے۔

﴿ج﴾

سوال میں مندرجہ غلطیاں فحش غلطیاں ہیں ایسی غلطیاں کسی عامی آدمی سے ہی سرزد ہوسکتی ہیں۔ایسے آدمی کو مسجد کا امام تو ہرگز نہیں ہونا چاہیے [1] جب سورۃ فاتحہ جیسی معروف ومشہور وسہل سورت میں اس کی یہ غلطیاں ہیں تو باقی سورتوں میں بہت زیادہ ہوں گی۔اس لیے اس کو امامت سے معزول کردیا جائے باقی رہا اس کی نماز کی صحت وفساد کا مسئلہ تو جاننا چاہیے کہ اس تبدیلی کی وجہ سے یہ لفظ بے معنی ہوکر رہ جاتا ہے۔اس لیے قواعد کے لحاظ سے تو فساد لازم آتا ہے [2] لیکن بوجہ عموم بلوای کے عجمی عامی آدمی کے بارہ میں جواز اور صحت کی امید کی جاسکتی ہے [3] اور اس شخص پر صحیح سیکھنا ہر حال میں لازم ہے۔

---

۱) لما فی المحیط البرهانی ولا تجوز إمامة الامی للقارئ فأما إذا کان فی القوم من یقدر علی التکلم بتلك الحروف فسدت صلاته وصلاة القوم عند أبی حنیفة قیاساً علی الامی إذا صلی بامیین وبقارئین کتاب الصلوة الفصل الرابع فی کیفیتها ۱/۳٦٦ طبع المکتبه الغفاریه کوئٹه.
وکذا فی التتارخانیه کتاب الصلوة الفرائض ومما یتصل بهذا الفصل ۱/٤۷۷،٤۷۸ طبع إدارة القرآن والعلوم الاسلامیه.
وکذا فی الشامیه (قوله اتفاقاً) بخلاف الامی إذا ام أمیا وقارئاً فان صلاة الکل فاسد کتاب الصلوة باب الامامة ۱/٥۷۹ طبع ایچ۔ایم۔سعید کراچی.

۲) فإن لم یکن مثله فی القرآن والمعنی بعید متغیر تغیرا فاحشاً یفسد شامی کتاب الصلوة مطلب مسائل زلة القارئ ۱/٦۳۱ طبع ایچ۔ایم۔سعید کراچی.
وکذا فی الخانیة فتاوی الهندیة وإن غیر المعنی تغیرا فاحشاً بان قرأ وعصی ادم ربه فغوی بنصب میم آدم ورفع باء ربه الخ کتاب الصلوة فصل فی قراءة القرآن ۱/۱۳۹ طبع مکتبه رشیدیه کوئٹه.

۳) وکذا فی فتاوی الهندیة کتاب الصلوة الفصل الخامس فی زلة القاری ۱/۷۹ طبع مکتبه رشیدیه کوئٹه.
لا تفسد لعموم البلوی وهو قول أبی یوسف وإن لم یکن مثله فی القرآن شامی کتاب الصلوة مطلب مسائل زلة القارئ ۱/٦۳۱ طبع ایچ۔ایم۔سعید کراچی.
وکذا فی الهندیه ومنها زیادة حرف إن زاد حرفاً فان لا یغیر المعنی لا تفسد صلاته عند عامة المشائخ نحو أن یقرأ وانهی عن المنکر بزیادة الیا هکذا فی الخلاصة کتاب الصلوة الفصل الخامس فی زلة القارئ ۱/۷۹ طبع مکتبه رشیدیه کوئٹه.
وکذا فی التتارخانیه استحسن بعض مشائخنا وقالوا بعدم الفساد للضرورة فی حق العامة خصوصاً للعجم کتاب الصلوة الفرائض نوع آخر فی زلة القارئ الفصل الاول فی ذکر حرف مکان حرف ۱/٤٦٥ طبع إدارة القرآن والعلوم الاسلامیة.

مہندی ملا خضاب لگانے والے اور بدعتی کی امامت

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین دریں مسائل کہ:

(۱) ایک عالم دین عرصہ دراز تقریباً ۱۸۔۱۹ سال سے ہمارے چک ۵ ڈبلیوبی کی جامع مسجد کے امام ہیں۔ فریضہ امامت کو پوری طرح ادا فرمارہے ہیں۔ پختہ حنفی المذہب ہیں پکے دیوبندی ہیں۔ صحیح العقیدہ ہیں صبح کو بعد نماز فجر قرآن پاک کا درس بھی دیتے ہیں۔ شرک وبدعات سے سخت نفرت رکھتے ہیں۔ جمعیت علماء اسلام کے نائب امیر بھی ہیں۔ چک ۵ میں تبلیغی جماعت کے بڑے کارکن بھی ہیں صرف بات اتنی ہے کہ امام مذکور سیاہ خضاب میں سرخ مہندی ملا کر اپنی ریش مبارک کو لگاتے ہیں تو کیا ایسے امام صاحب کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں۔

(۲) اسی چک ۵ میں ایک سید صاحب ہے جو کہ بریلوی العقیدہ ہے جس کا عقیدہ درست نہیں ہے۔ پورا بدعتی ہے سال میں ہمیشہ میلاد کراتا ہے قوال منگاتا ہے۔ گانے باجے سارنگی ڈھول دیگر پروگرام بھی ہوتے ہیں اس سید مذکور نے دوسری مسجد چک ۵ میں تیار کررکھی ہے جس میں امامت کراتا ہے لوگوں کو نماز پڑھاتا ہے شرکیہ اعمال وافعال کی قیادت کرتا ہے لہٰذا اس سید مذکور کی امامت جائز ہے یا نہ اس کے پیچھے نماز ادا کرنا جائز ہے یا کہ نہیں۔ بینوا توجروا۔

﴿ج﴾

(۱) سیاہ خضاب میں مہندی ملا کر استعمال کرنا درست ہے[۱] اس لیے امام مذکور کی امامت بلا کراہت درست ہے[۲]۔

---

۱) يستحب للرجل خضاب شعره ولحيته ولوفى غير حرب فى الاصح قال الشامى ورد أن أبابكر رضى الله عنه خضب بالحناء والكتم مدنى الدر المختار مع رد المحتار كتاب الحظر والاباحة فصل فى البيع ٤٢٢/٦ طبع ايچ۔ ايم سعيد كراچى.
وكذا فى الهنديه وعن الامام أن الخضاب حسن لكن بالحناء والكتم والوسم وأراد به اللحية وشعر الرأس والخضاب فى غير حال الحرب لا بأس به فى الاصح ٣٥٩/٥ طبع مكتب رشيديه كوئٹه.
وكذا فى الخانيه والخضاب بالحناء والوسمة حسن كتاب الحظر والاباحة باب ما يكره من الثياب والحلى والزينة ٤١٢/٣ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه.

۲) والاحق بالامامة...... الا علم باحكام الصلوة فقط صحة وفساداً بشرط إجتنابه للفواحش الظاهرة الدر المختار كتاب الصلوة باب الامامة ٥٥٧/١ طبع ايچ۔ايم۔سعيد كراچى.
وكذا فى حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح فالاعلم باحكام الصلوة الحافظ مابه سنة القراءة ويجتنب الفواحش الظاهرة كتاب الصلوة فصل فى الامامة ص: ٢٩٩، ٣٠٠ طبع دارالكتب العلمية بيروت. وكذا فى حلبى كبير أن العالم أولى بالتقديم إذا كان يجتنب الفواحش ص: ٥١٣ كتاب الصلوة باب الامامة سعيدى كتب خانه.

(۲) شخص مذکور مبتدع ہے اس کی امامت مکروہ ہے [1]۔

تعویذات کے ذریعہ علم یقینی کے قائل کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کسی آدمی نے مولوی صاحب سے پوچھا کہ مجھے کیا ہے' مولوی صاحب نے فرمایا: تیرے ساتھ ایک فقیر رہتا ہے' اور دو سال تک رہے گا۔ پھر چلا جائے گا اور تیری طبیعت ٹھیک ہو جائے گی۔ تعویذ لے جاؤ پھر چند دنوں کے بعد ایک آدمی نے مولوی صاحب سے پوچھا یہ کس طرح معلوم کیا ہے کہ تیرے ساتھ فقیر رہتا ہے۔ مولوی صاحب نے جواب دیا میرا فنی علم ہے۔ یہ ایک فن ہے جس سے معلوم کر لیتا ہوں اور کسی آدمی کو کہنا کہ تجھے فلاں مرض ہے تعویذ لے جاؤ۔ خیر ہو جائے گی اور بیمار آدمی کو قبروں پر بھیجنا اور زبان سے کہنا کہ میرا عقیدہ ہے کہ قبر والوں سے جسمانی اور روحانی فائدہ حاصل ہوتا ہے اور حلفیہ کہنا کہ میں جانتا ہوں تو کہتا ہوں اگر کوئی آدمی گم ہو جائے تو اس کے بارے میں کہنا کہ فلاں جگہ ہے اور اس کے رشتہ دار وہاں سے پھر پھرا کر واپس آ گئے اور وہ آدمی وہاں نہیں ملتا اگر اپنا جوتا گم ہو جائے اس کا پتہ لگا نہیں سکتے۔ اگر جوتا مل بھی جائے تو جوتا لے جانے والے کو بھی معلوم نہیں کر سکتے۔ یہ باتیں دیکھ کر اور سن کر جماعت کے ساتھ میں نماز ادا نہیں کرتا کیونکہ مجھے شرک معلوم ہوتا ہے۔ آپ فرمائیں کہ یہ باتیں شرک ہیں یا نہیں اور اس جیسے امام کے پیچھے نماز ادا ہوتی ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

شخص مذکور مبتدع ہے' اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے [2]۔ فقط واللہ اعلم

---

۱) ویکره ...... إمامة عبد وفاسق واعمى ومبتدع الخ الدرالمختار باب الامامة ۱/۵۹۹،۵٦۰ سعید کراچی.
وكذا فی حاشية الطحطاوی علی مراقی الفلاح كتاب الصلوة فصل فی الامامة ص:۳۰۳ طبع دارالكتب العلمية بيروت لبنان.
وكذا فی حلبی كبير كتاب الصلوة باب الامامة ص:٥١٤ طبع سعیدی کتب خانه.

۲) فهو كالمبتدع تكره أمامته بكل حال بل مشى فی شرح المنية علی أن كراهة تقديمه كراهة تحريم شامی كتاب الصلوة باب الامامة ۱/٥٦۰ طبع ایچ۔ایم۔ سعید کراچی.
وكذا فی التتارخانيه وذكر شيخ الاسلام فی شرح كتاب الصلوة الصلوة خلف أهل الهواء يكره كتاب الصلوة من هو أحق بالامامة ۱/٦۰۱ طبع إدارة القرآن والعلوم الاسلامیه.
وكذا فی حلبی كبير ويكره تقديم المبتدع ايضاً لانه فاسق من حيث الاعتقاد وهو أشد من الفسق من حيث العمل كتاب الصلوة باب الامامة ص:٥١٤ طبع سعیدی کتب خانه.

غلط اور ناجائز عملیات وتعویذات کرنے والے کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ:

(۱) ایک عامل صاحب نے مبلغ اڑھائی روپے وصول کر کے تعویذ دے دیا یہ تعویذ ایک ایسے شخص نے حاصل کیا جو ایک منکوحہ عورت سے راہ ورسم پیدا کرنا چاہتا ہے۔ جب کہ عورت اس شخص کے علاوہ کسی دوسرے شخص سے منکوحہ ہے۔ (۲) عامل نے ایک آسیب زدہ مسلمان عورت کے لیے برائے علاج فتیلہ کے ہمراہ کتے کا پاخانہ جلا کر اس کا دھواں ناک کے ذریعہ چڑھانے کا حکم دے دیا۔ (۳) چھوٹے شیر خوار بچوں کے علاج کے سلسلہ میں تعویذ کے ہمراہ سات مختلف کنوؤں کا پانی منگوا کر استعمال کرنے کا حکم دیا۔ ایسے عامل صاحب کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے کیا یہ گناہ کبیرہ کی تعریف سے باہر ہے۔

﴿ج﴾

(۱) صورت مسئولہ میں اگر واقعی یہ عامل صاحب اس قسم کے ناجائز عمل کرتا ہے اور کسی شخص کی درخواست پر غیر کی منکوحہ سے تعلق ودوستی قائم کرنے کے بارے میں اس شخص کے لیے عمل کرتا ہے تو یہ عامل صاحب گنہگار مرتکب کبیرہ وفاسق ہے [1]۔ امامت کے قابل نہیں۔ اسے امامت سے ہٹایا جائے [2]۔ (۲) نیز اس عامل کا آسیب زدہ کے لیے علاج فتیلہ اور کتے کے پاخانہ کا دھواں آسیب زدہ کے ناک میں کرنا بھی ناجائز ہے۔ (۳) عامل کا چھوٹے شیر خوار بچوں کے علاج کے سلسلہ میں تعویذ کے ہمراہ سات مختلف کنوؤں کے

---

۱) قوله وفاسق من الفسق وهو خروج عن الاستقامة ولعل المراد به من يرتكب الكبائر كشارب الخمر والزاني وآكل الربوا ونحو ذالك كذا في البرجندي (شامي) كتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵٦۰ طبع ايچ۔ايم۔سعيد كراچى.
وكذا في تفسير روح المعاني سورة البقرة آيت :۲٦ ۱/۲۸٤ طبع دار أحياء التراث العربي.
وكذا في حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح كتاب الصلوة فصل في بيان الاحق بالامامة ص:۳۰۳ طبع دار الكتب العلمية بيروت.

۲) وأما الفاسق فقد عللوا كراهة تقديمه بأنه لا يهتم لامر دينه وبأن في تقديمه للامامة تعظميه وقد وجب عليهم إهانته شرعا شامي كتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵٦۰ طبع ايچ۔ايم۔سعيد كراچى.
وكذا في حلبي كبير كتاب الصلوة باب الامامة ص:۵۱۳ طبع سعيدى كتب خانه.
وكذا في حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح كتاب الصلوة فصل في الامامة ۳۰۳ طبع قديمى كتب خانه.

پانی کے استعمال کا حکم دینا جائز ومباح ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

بندہ احمد عفا اللہ عنہ

جادو ٹونے کرنے والے کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ زید نے عالم دین اور خطیب مسجد ہو کر ایک غیر مسلم مردے کی قبر کو کھود کر اس میں بکری کی سری اور دو مچھلیوں میں سینکڑوں سوئیاں چبھو کر دفن کیا اور پھر قبر پر کھڑے ہو کر جادو ٹونے کا عمل کیا۔ جس کے نتیجے میں غیر مسلموں نے عالم کو پکڑ لیا اور مارا پیٹا۔ پتہ چلنے پر لوگوں نے اس عالم دین کے پیچھے نمازیں پڑھنا ترک کر دی ہیں۔ کیا لوگوں کا یہ فعل جائز ہے یا نہیں؟ کیا زید کا فعل درست ہے جبکہ وہ اب بھی امامت کر رہا ہے۔

﴿ج﴾

یہ عالم دین جو اس طرح کے سفلی عملیات پر عقیدہ رکھتا ہے امامت کے لائق نہیں [1] لہٰذا ایسے شخص کو امام نہیں بنانا چاہیے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مشترک زمین کو غیر شرعی طریقہ پر مدرسہ کے نام کرانے والوں کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ہمارے گاؤں میں ایک دینی ادارہ قائم ہے بنام تجوید القرآن رحمانیہ۔ مدرسہ ہذا کے متولی صاحبان نے ایک کنال زمین بنام مدرسہ ہبہ کروا کر اپنے نام انتقال کروالیا۔ جب کہ اس مذکورہ زمین کے چار سو ستر حصہ دار ہیں اور ان حصہ داروں میں سے صرف پندرہ سولہ حصہ داروں نے اپنی رضامندی سے زمین ہبہ کی بقیہ حصہ جات کو ان حصہ داروں کی منشا و مرضی رضا و رغبت کے خلاف تحصیل دار

---

١) تنویر الابصار ومبتدع لا یکفر بها وإن کفر بها فلا یصح الاقتداء اصلاً ١/٥٦١،٥٦٢ سعید کراچی.
وکذا فی التتارخانیه کتاب الصلوٰة من هو أحق بالامامة ١/٦٠١ طبع إدارة القرآن والعلوم الاسلامیه.
وکذا فی حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح أن الصلوة خلف أهل الاهوا لا تجوز والصحیح أنها تصح مع الکراهة خلف من لا تکفر بدعته کتاب الصلوة فصل فی الامامة ٣٠٣ طبع دارالکتب العلمیة بیروت لبنان.

اور دیگر متعلقہ لوگوں کو رقم دے کر انتقال نامہ بنوالیا۔ جب کہ بقیہ حصہ دار اپنی غربت کی وجہ سے ان سے خائف ہو کر مطالبہ نہیں کر سکے۔ اگر کرتے بھی ہیں تو زمین واپس نہیں کی جاتی۔

مدرسہ مذکورہ بالا کا کل اہتمام دو بھائیوں نے سنبھالا ہوا ہے وہ کل آمد و خرچ کے معاملہ میں سیاہ و سفید کے مالک ہیں۔ جب کہ گاؤں کے لوگوں کو مطالبہ کے باوجود حساب نہیں دکھایا جاتا۔ پھر جو طلبہ طلب علم کے لیے آتے ہیں ان سے بیگار لیتے ہیں۔ ان سے فصل کٹواتے ہیں۔ زمینوں کو پانی لگواتے ہیں۔ بلا معاوضہ مدرسہ کی اشیاء برتن۔ بھینس وغیرہ ان کے استعمال میں رہتے ہیں۔ کیا ایسے لوگوں کو زکوٰۃ فطرانہ قربانی کی کھالیں صدقہ دینا جائز ہے اور ان کی امامت جائز ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

بشرط صحت سوال یعنی اگر واقعی اس زمین کے کچھ حصہ دار ہیں جنھوں نے یہ زمین مدرسہ کو وقف نہیں کی بلکہ متولیوں نے زبردستی اس زمین کا انتقال مدرسہ کے نام کروالیا ہے تو یہ متولی غاصب ہے (۱) اور اس کی امامت مکروہ ہے (۲)۔ متولی کو شرعی طریقہ سے اس مسئلہ کا تصفیہ کرانا چاہیے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسجد کے حسابات منتظمہ کمیٹی کے سامنے پیش نہ کرنے والے کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین دریں مسئلہ کہ ایک حافظ قرآن و امام مسجد کی منتظمہ کمیٹی کو مسجد کی آمد و خرچ کا حساب دینے سے صاف انکاری ہے۔ حساب و کتاب طلب کیا گیا تو امام صاحب منتظمہ کمیٹی سے سخت کلامی کے ساتھ پیش آئے۔ کیا ایسے امام صاحب کو مسجد کے لیے چندہ دینا درست ہے۔ جو چندہ کا باقاعدہ

---

۱) قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ألا لا تظلموا الا لا یحل مال امرئ الا بطیب نفس منه (مشکوة المصابیح کتاب البیوع، باب الغصب والعاریة ص:۲۵۵ قدیمی کتب خانہ کراچی.
ومثله فی الدر المختار مع رد المحتار کتاب الغصب مطلب فیما یجوز من التصرف فی مال غیر بدون إذن صریح ۶/۲۰۰ طبع ایچ۔ایم۔سعید کراچی.
ومثله فی الاشباه والنظائر ۲/۴۴۴ إدارة القرآن کراچی.

۲) ویکره إمامة عبد وفاسق قوله وفاسق من الفسق وهو خروج عن الاستقامة ولعل المراد به من یرتکب الکبائر، کشارب الخمر، والزانی وآکل الربوا ونحو ذالك کذا فی البرجندی بل مشی فی شرح المنیة علی أن کراهة تقدیمه کراهة تحریم الخ الدر المختار مع رد المحتار کتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵۵۹،۵۶۰ طبع سعیدی کراچی. وکذا فی حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح کتاب الصلوة فصل فی الامامة ص:۳۰۳ طبع دارالکتب العلمیة بیروت.
وکذا فی حلبی کبیر کتاب الصلوة باب الامامة ص:۵۱۳ طبع سعیدی کتب خانه.

حساب نہ رکھتا ہو اور جو اپنے وعدہ اور وعید کا پابند نہ ہو۔ زبان سے کچھ کہتا ہے اور فعل کچھ اور کرتا ہے۔ اس طرح سے مسجد کی آمدنی میں فرق پڑتا ہے۔ ایسے شخص کے لیے شرع میں کیا حکم ہے۔

ج

اس مسئلہ میں امام مسجد پر مسجد کے چندہ کا باقاعدہ حساب وکتاب رکھنا اور عند الطلب منتظمہ کمیٹی کو حسابات کے لیے پیش کرنا ضروری ہے اور اگر باقاعدہ حساب وکتاب نہیں رکھتا اور نہ حساب وکتاب پڑتال کے لیے پیش کرتا ہے اور منتظمہ کمیٹی کو اس کی خیانت پر یقین ہو گیا ہے تو اس شخص کا مسجد کے حسابات سے معزول کرنا ضروری ہے۔ ورنہ بصورت عدم معزولی منتظمہ کمیٹی اس کی جواب دہ ہوگی (۱)۔ اگر یقینی طور پر امام مسجد کی خیانت ثابت ہو جائے تو وہ فاسق ہے اور اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے اور وہ لائق امامت کے نہیں جب تک توبہ نہ کرے۔ حدیث شریف میں وارد ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں (۲)۔ **لا ایمان لمن لا امانة له و لا دین لمن لاعهدله او كما قال.** (ترجمہ) جس میں امانت نہیں اس میں ایمان نہیں۔ اور جس کو عہد کا خیال نہیں اس میں دین نہیں۔ **ويكره امامة عبد الخ. وفاسق اما الفاسق فقد عللوا كراهة تقديمه بانه لا يهتم لا مر دينه وبان فى تقديمه للامامة تعظيمه وقد وجب عليهم اهانته شرعاً (۳) الخ** واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

۱) الدر المختار مع رد المحتار وينزع وجوبا قوله (وينزع وجوبا) اثم القاضى بتركه والاثم بتولية الخائن ولا شك فيه كتاب الوقف مطلب يأثم بتولية الخائن ٦/٥٨٣ طبع مكتبه رشيديه جديد.

ومثله فى تقريرات الرافعى على هامش رد المحتار وينزع وجوباً الخ وإن عزله واجب على كل مسلم يستطيعه كتاب الوقف ٦/٥٨٣ طبع مكتبه رشيديه جديد ومثله فى منحة الخالق على هامش بحر الرائق وينعزل لو خائناً إن عزل الخ، واجب على القاضى كتاب الوقف ٥/٣٩٢ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه.

۲) مشكوة المصابيح كتاب الايمان الفصل الثانى ص: ١٥ طبع قديمى كتاب خانه.

۳) شامى كتاب باب الامامة ١/٦٠ طبع ايچ۔ايم۔سعيد.

وكذا فى حلى كبير كتاب الصلوة باب الامامة ص: ٥١٣ طبع سعيدى كتب خانه. وكذا فى حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح كتاب الصلوة فصل فى الامامة ص: ٣٠٣ طبع دار الكتب العلمية بيروت لبنان.

مدرسہ کا مال خورد برد کرنے والے کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ہمارے مدرسہ کا ناظم مالیات مدرسہ کی اشیاء میں خورد برد کرتا ہے۔ احقر نے بچشم خود ملاحظہ کیا ہے۔ نیز مہتمم مدرسہ کو بھی اس کا علم ہے۔ لیکن وہ محض اس لیے اس کو کچھ نہیں کہتے کہ پھر وہ استعفیٰ دیدیں گے اور پھر کوئی ایسا کام والا آدمی میسر نہ ہوگا۔ حالانکہ اس کو معقول تنخواہ بھی ملتی ہے تو کیا ایسے حرام خور کی امامت جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

﴿ج﴾

ایسے شخص کو امام نہیں بنانا چاہیے [1]۔ فقط واللہ اعلم۔

خائن کی امامت کا حکم

﴿س﴾

السلام علیکم! مزاج شریف عرض یہ ہے کہ مولوی صاحب کے پاس مسجد کی امانت ہو اور وہ اس میں خیانت کر کے استعمال کر گیا ہے اور اپنے اہل وعیال پر خرچ کر چکا ہے۔ اس لیے اس کے متعلق شریعت میں کیا حکم ہے۔ پھر وہی مولوی امانت کو اپنے استعمال میں لا کر پھر شیعہ مذہب اختیار کر گیا اور ان سے پوری طور پر امداد حاصل کی اور پھر وہاں سے دوسری جگہ پر پہنچ کر اہل سنت والجماعت میں شامل ہو گیا اور لوگوں نے بھول کر اس کو پیش امام مقرر کیا اور پھر بعد میں معلوم ہوا کہ اس مولوی نے مسجد کی امانت کو ہڑپ کیا اور پھر شیعہ مذہب اختیار کر کے اس امانت کو ادا کیا ہے اور بغیر کسی تعزیر شرع کے وہ اہل سنت میں داخل ہو گیا ہے اب کیا اس کے پیچھے نماز ہوگی یا نہیں جب کہ لوگ دانستہ اس کے پیچھے نماز پڑھتے ہوں تو کیا اس حالت میں اس بستی کے اندر دوسرا جمعہ مبارک ہوسکتا ہے یا نہیں۔ جب کہ اس میں صرف ایک ہی جمعہ کی اجازت ہو۔

---

۱) لا ينبغي أن يقتدى بالفاسق إلا في الجمعة لانه في غيرها يجد إماما غيره رد المحتار كتاب الصلوة باب الامامة ١/٥٦٠ طبع ايچ۔ايم۔سعيد.

وكذا في البحر الرائق كتاب الصلوة باب الامامة ١/٦١١ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه.

وكذا في حلبي كبير كتاب الصلوة باب الامامة ص: ٥١٤ طبع سعيدى كتب خانه.

﴿ج﴾

صورۃ مسئولہ میں اگر واقعی مولوی صاحب نے خیانت مسجد کے مال میں کی ہے تو خیانت کرنا شرعاً گناہ ہے [۱]۔ جتنی خیانت کی ہے اتنا ضمان اس پر واجب ہے [۲]۔ نیز شیعہ بننا بھی باتفاق امت فسق ہے بلکہ آج کل کے شیعہ تو عموماً قطعیاتِ اسلام کا انکار کرتے ہیں جن کا انکار کفر ہے [۳] لیکن اگر مولوی صاحب شیعہ مذہب وغیرہ سے تائب ہوگیا ہے تو اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہیں۔ **قوله تعالى يعبادى الذين اسرفوا على انفسهم لا تقنطوا من رحمة الله ان الله يغفر الذنوب جميعا انه هو الغفور الرحيم** [۴] **وقوله عليه الصلوٰة والسلام التائب من الذنب كمن لا ذنب له** [۵]۔ اس کا اہل سنت والجماعت سے ہونا صحیح ہے اور اس کی امامت بھی درست ہے البتہ اگر اپنے اغراض ومنافع کے لیے اس قسم کے ناجائز احکامات بنالے تو اس کی امامت مکروہ ہے [۶]۔

---

۱) لما فی مشكوة المصابيح عن أبى هريرة رضى الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم آية المنافق ثلث زاد مسلم وإن صام وصلى وزعم أنه مسلم إذا حدث كذب وإذا وعد أخلف وإذا أوتمن خان باب الكبائر وعلامات النفاق ص:١٧ طبع قديمى كتب خانه.

۲) الدر المختار ويجب ردعين المغصوب ...... فى مكان غصبه لتفاوت القيم كتاب الغصب ص ٣٠٥-٣٠٦، ج٩، طبع مكتبه رشيديه جديد، وكذا فى نصب الراية مع الهداية شرح بداية المبتدى كتاب الغصب فصل ٤١٦/٤ طبع مكتبه حقانيه.

وكذا فى البحر الرائق كتاب الغصب ١٩٨/٨، ١٩٩ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه.

۳) الدر المختار وإن أنكر بعض ما علم من الدين ضرورة كفر بها كتاب الصلوة باب الامامة ٥٦١/١ طبع ايچ-ايم-سعيد. وكذا فى حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح كتاب الصلوة فصل فى الامامة طبع دار الكتب العلمية بيروت لبنان.

٤) سورة الزمر آيت : ٥٣، پاره ٢٤.

٥) مشكوة المصابيح باب التوبة والاستغفار ص:٢٠٦ طبع قديمى كتب خانه.

٦) لما فى حلبى كبير ويكره تقديم المبتدع ايضاً لانه فاسق من حيث الاعتقاد وهو أشد من الفسق من حيث العمل كتاب الصلوةباب الامامة ص:٥١٤ طبع سعيدى كتب خانه.

وكذا فى التاتار خانيه وذكر شيخ الاسلام فى شرح كتاب الصلوة الصلوة خلف أهل الهواء يكره وكذا فى الشامية فهو كالمبتدع تكره إمامته بكل حال كتاب الصلوة باب الامامة ٥٦٠/١ طبع سعيد كراچى.

مسجد کے قرآن شریف بیچنے والے کی امامت کا حکم

﴿س﴾

ایک امام مسجد نے مسجد کے دو عدد قرآن شریف بعوض ایک سیر گھی اپنے شاگردوں کو فروخت کیے اور کچھ قرآن شریف جو کہ خستہ حالت میں تھے گلا کر ان میں مٹی ملا کر اپنی شاگرد لڑکیوں سے برتن بنوائے تو ایسے امام مسجد کے متعلق شرعی فتویٰ تحریر کریں اسلام میں اس کی سزا کیا ہے۔

﴿ج﴾

اس پیش امام نے یقیناً جہالت کی وجہ سے اس بے ادبی کا ارتکاب کیا ہوگا اس لیے اسے توبہ کرنی چاہیے توبہ کے بعد اس کا گناہ معاف ہو جائے گا[1]۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

محمود عفا اللہ عنہ
یکم رجب ۱۳۸۰ھ

مسجد کے حساب کتاب میں دھوکہ دہی کرنے والے کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص امامت کرتا ہے۔ تنخواہ بھی لیتا ہے۔ مسجد کا تمام چندہ بھی اس کے سپرد کیا گیا ہے اور امام نے ایسے خرچ کیے ہیں کہ۔ ۱۲۰؍ کی چیز خریدی ہے اور ۲۲۵ روپے لکھ رہے ہیں اور اسی طرح کئی اور چیزوں میں رقم زیادہ کر رکھی ہے اور ان کے پاس رسید بھی موجود ہے اور جس شخص کو بھیجتے رہے وہ شخص بھی ان کے سامنے کہتا ہے اور مانتے نہیں ہیں۔ اس کے بعد دوسری چیز یہ ہے کہ قربانی کی کھالوں کی قیمت امام صاحب نے میرے سپرد کی۔ ایسے ایسے خرچ انھوں نے کیے ہیں۔ اب اس کے پیچھے نماز ہو سکتی ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

---

۱) لما فی قوله تعالى قل يعبادى الذين اسرفوا على أنفسهم لا تقنطوا من رحمة الله إن الله يغفر الذنوب جميعا أنه هو الغفور الرحيم سورة الزمر آيت: ۵۳ پاره ۲۴.

لما فی مشكوة المصابيح وعن عبد الله بن مسعود رضى الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم التائب من الذنب كمن لا ذنب له باب التوبة ص: ۲۰۶ طبع ایچ۔ایم۔سعید خانه.

ج

اہل محلہ ومسجد ایک کمیٹی معزز دیندار حضرات کی منتخب کرلیں (۱)۔ وہ اس امام صاحب کے حساب کی پڑتال کریں اگر حساب اس کا ٹھیک ہو تو اس کے پیچھے نماز درست ہے (۲) اور مخالف اور خیانت کی تہمت لگانے والوں کو توبہ تائب ہو جانا اور امام صاحب سے معافی مانگنا ضروری ہے اور اگر واقعی خیانت ثابت ہو جائے تو اس سے خیانت کی رقم وصول کریں (۳) نیز اسے سمجھائیں کہ آئندہ اس قسم کی خیانت آپ سے نہ ہو پھر اگر وہ تائب ہو جائے تو اس کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے (۴) اور آئندہ کے لیے بہتر یہ ہے کہ مالیات کے شعبہ سے اسے برطرف رکھیں اور کمیٹی خود حساب وکتاب اپنے ہاتھ میں لے لے یا کسی اور بہترین شخص کے سپرد کردے اور اگر کمیٹی کی تحقیق وثبوت کے باوجود بھی وہ تائب نہ ہو تو وہ امامت کا اہل نہیں ہے۔ اسے امامت سے علیحدہ کیا جائے (۵)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

بندہ احمد جان عفا اللہ عنہ
الجواب صحیح عبداللہ عفا اللہ عنہ

---

۱) الشامی قال فی الاسعاف ولا یولی إلا أمین قادر بنفسه أو بنائبه كتاب الوقف مطلب فی شروط المتولی ٥٨٤/٦ طبع مكتبه رشيديه جديد. وكذا فی البحر الرائق كتاب الوقف ٣٧٨/٥ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه.

۲) الدر المختار والاحق بالامامة تقديما بل نصباً مجمع الانهر (الاعلم باحكام) الصلوة فقط صحة وفساداً بشرط إجتنابه للفواحش الظاهرة كتاب الصلوة باب الامامة ٥٥٧/١ طبع ايچ-ايم-سعيد كراچی. وكذا فی حاشية الطحطاوی علی مراقی الفلاح كتاب الصلوة فصل فی الامامة ص:٢٩٩، ٣٠٠ طبع دار الكتب العلمية بيروت لبنان.
وكذا فی حلبی كبير كتاب الصلوة باب الامامة ص:٥١٣ طبع سعيدی كتب خانه.

۳) الدر المختار ويجب رد عين المغصوب فی مكان غصبه لتفاوت القيم الخ كتاب الغصب ٣٠٥/١، ٣٠٦ ايچ-ايم-سعيد كراچی. وكذا فی نصب الراية مع الهدايه شرح بداية المبتدی كتاب الغصب فصل ٤١٦/٤ طبع مكتبه حقانيه. وكذا فی البحر الرائق كتاب الغصب ١٩٨/٨، ١٩٩ مكتبه رشيديه كوئٹه.

٤) قل يعبادی الذين أسرفوا علی أنفسهم لا تقنطوا من رحمة الله إن الله يغفر الذنوب جميعاً انه هو الغفور الرحيم سورة الزمر آية : ٣٥ پاره ٢٤. وعن عبد الله بن مسعود رضی الله قال قال رسول الله صلی الله عليه وسلم التائب من الذنب كمن لا ذنب له مشكوة المصابيح باب التوبة والاستغفار ص:٢٠٦ طبع قديمی كتب خانه. وكذا فی إبن ماجه باب ذكر التوبة ص:٣٢٣ طبع ايچ-ايم-سعيد.

٥) كما فی الدر المختار مع ردالمحتار يعزل به الا لفتنة ای بالفسق لوطرا عليه والمراد انه يستحق العزل كتاب الصلوٰة باب الامامة، ص ٥٤٩، ج١، طبع ايچ-ايم-سعيد كراچی.
وكذا فی البحر الرائق ولا يحل عزل القاضی صاحب الوظيفة بغير جنحة وعدم أهلية ولو فعل لم يصح كتاب الوقف ٣٨٠/٥ طبع ايچ-ايم-سعيد كراچی. وكذا فی الشامی وقد منا عن البحر حكم عزل القاضی لمدرس ونحوه وهو أنه يجوز الا بجنحة وعدم اهلية كتاب الوقف مطلب فی عزل الواقف لمدرس وإمام وعزل الناظر نفسه ٤٢٨/٤ طبع ايچ-ايم-سعيد كراچی.

شطرنج باز، لحیہ تراش، حقہ نوش کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ:

(۱) زید کسی مسجد کی امامت سے مستغنی ہوتے ہوئے اس کے پاس اتنا گزارہ کا کفیل ہے کہ کسی قسم کا محتاج نہیں اور پھر زید لاولد بھی ہے تقریباً اس کی چھ ایکڑ زمین بھی ہے۔ کیا اسے مسجد کے فنڈ سے غبن کرنے کی اجازت ہے اور اگر مسجد کے نام کچھ رقبہ بھی ہو تو اس میں سے بھی غبن کرسکتا ہے۔ کتاب وسنت سے بیان کریں۔
(۲) بالغ، غیر بالغ مسجد میں تعلیم دین حاصل کر سکتے ہیں حالانکہ ان کو طہارت غیر طہارت کا امتیاز نہ ہو۔
(۳) شطرنج باز، حقہ نوش، لحیہ تراش بغیر اجازت امامت خطابت سرانجام دے سکتا ہے یا نہیں (۴) بدعتی اور مردہ شو کے پیچھے نماز ہوسکتی ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

﴿ج﴾

(۱) امام مذکور غبن بمعنی خیانت کا تو کسی طرح مجاز نہیں ہے۔ البتہ مسجد کی کمیٹی ہو تو اس کمیٹی کی رائے اور مشورہ سے اپنے لیے تنخواہ مقرر کرسکتا ہے [۱]۔ باقی گزارہ کا ذریعہ اگر اس کا موجود ہے جس سے فارغ اور مطمئن ہو کر امامت کا کام کرسکتا ہے تو اچھا ہے کہ مسجد کے فنڈ سے کچھ نہ لے۔ لیکن اگر لے تو بھی جائز ہے۔ (۲) فقہاء کرام نے مسجد میں اس تعلیم سے جو بالمعاوضہ [۲] ہو منع فرمایا ہے اس طرح حدیث شریف میں چھوٹے بچوں کو مسجد میں لانے سے منع فرمایا [۳] ایسے چھوٹے جنھیں پاکی پلیدی کی تمیز نہیں ہوتی۔ پس اولی وانسب یہ ہے کہ تعلیم صبیان کے لیے خارج از مسجد کسی مکان کا انتظام کیا جائے۔ چاہے وہ مکان کرایہ پر ہی کیوں نہ لیا جائے اور جب تک اس کا انتظام نہ ہو اس وقت تک مسجد کو احتیاط سے استعمال کیا جائے۔

---

۱) و (لاتصح الاجارة) لاجل الطاعات مثل الاذان والحج والا مامة و تعليم القرآن والفقه ويفتى اليوم بصحتها لتعليم القرآن والفقه والامامة والاذان۔ الدرالمختار ص ٥٥ ج٦ طبع سعيد كراچى

۲) بل فى التتارخانيه عن العيون جلس معلم أو وراق فى المسجد فإن كان يعلم أو يكتب بأجر يكره إلا لضرورة شامى كتاب الحظر والاباحة فصل فى البيع ٦/٤٢٨ طبع ايچ۔ايم۔سعيد.
لما فى تقريرات الرافعى على هامش رد المحتار ولا يخفى أن ما ذكره من التوجيه يفيد الفسق فى مسألة التعليم بالاولى كتاب الحظر والاباحة فصل فى البيع ٩/٧٠٧ رشيديه جديد.

۳) لما فى ابن ماجه عن واثلة بن الاسقع أن النبى صلى الله عليه وسلم قال جنبوا مساجدكم صبيانكم ومجانينكم وشراءكم وبيعكم وخصوماتكم...... باب مايكره فى المساجد، ص:٥٥ طبع ايچ۔ايم۔سعيد كمپنى.
وكذا فى الشاميه كتاب الحظر والاباحة فصل فى البيع ٦/٤٢٨ طبع ايچ۔ايم۔سعيد كراچى.

(۳) شطرنج باز، حقہ نوش اور لحیہ تراش امامت کے مستحق تو ہرگز نہیں [۱] اور خطبہ بھی اس سے سننا مکروہ ہوگا اور صرف تقریر و وعظ اگر وہ بغیر اجازت متولی مسجد یا امام مسجد کے شروع کردے تو یہ بھی درست نہیں ہے اور اجازت کے ساتھ نفس تقریر اگر وہ اچھی باتیں کرے تو سننا جائز ہوگا۔ بعد میں فہمائش کی جائے کہ خود بھی اپنی عملی اصلاح فرماوے۔ (۴) بدعتی کی امامت مکروہ ہے [۲] اور مردہ شوئی کرنے والا اگر محتاط ہو کر غسل دیتے وقت چھینٹوں سے اپنے آپ کو بچائے پاک کپڑے رکھے اور غسل بھی کرے اور مردہ شوئی کو بطور پیشہ اختیار نہ کرے بلکہ ضرورت کے وقت اس کو بطور خدمت کے انجام دے بلا معاوضہ [۳] تو نماز بلا کراہت اس کے پیچھے درست ہے [۴]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

عبداللہ عفا اللہ عنہ

---

۱) لما فی شامی وفاسق من الفسق وهو خروج عن الاستقامة ولعل المراد به من يرتكب الكبائر كشارب الخمر والزانی وآكل الربوا بل مشى فی شرح المنية على أن كراهة تقديمه (الفاسق) كراهة تحريم كتاب الصلوة باب الامامة ۱/ ۵۶۰ طبع ايچ۔ايم۔سعيد. وكذا فی حاشية الطحطاوی على مراقی الفلاح كتاب الصلوة فصل فی الامامة ص:۳۰۳ طبع دار الكتب العلمية بيروت لبنان. وكذا فی حلبی كبير كتاب الصلوة باب الامامة ص:۵۱۳ طبع سعيدی كتب خانه.

۲) لما فی حلبی ويكره تقديم المبتدع أيضاً لانه فاسق من حيث الاعتقاد وهو أشد من الفسق من حيث العمل كتاب الصلوة باب الامامة ص:۵۱۴ طبع سعيدی كتب خانه.

وكذا فی التتارخانيه ذكر شيخ الاسلام فی شرح كتاب الصلوة الصلوة خلف أهل الهواء يكره كتاب الصلوة من هو أحق بالامامة ۱/ ۶۰۱ طبع إدارة القرآن كراچی.

وكذا فی الشاميه فهو الفاسق كالمبتدع تكره إمامته بكل حال الخ كتاب الصلوة باب الامامة ۱/ ۵۶۰ طبع ايچ۔ايم۔سعيد كراچی.

۳) وفی الدر المختار والافضل أن يغسل الميت (مجاناً فإن ابتغى الغاسل الاجر جاز إن كان ثمه غيره وإلا لا كتاب الصلوة باب الجنائز الدر المختار ۲/ ۱۵۸ طبع ايچ۔ايم۔سعيد كراچی.

وكذا فی الهندية كتاب الصلوة الباب الحادی والعشرون الفصل الثانی فی الغسل ۱/ ۱۵۹، ۱۶۰ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه.

وكذا فی البحر الرائق كتاب الصلوة باب الجنائز ۲/ ۳۰۴ طبع مكتبه رشيد يه كوئٹه.

۴) لما فی الدر المختار والاحق بالامامة ..... الاعلم باحكام الصلوة فقط صحة وفساداً بشرط اجتنابه للفواحش الظاهرة كتاب الصلوة باب الامامة ۱/ ۵۵۷ طبع ايچ۔ايم۔سعيد.

وكذا فی حاشية الطحطاوی على مراقی الفلاح (فالاعلم) بأحكام الصلوة الحافظ مابه سنة القراءة ويجتنب الفواحش الظاهرة كتاب الصلوة فصل فی الامامة ص:۲۹۹، ۳۰۰ طبع دارالكتب العلمية بيروت لبنان. وكذا فی حلبی كبير ان العالم اولى بالتقديم إذا كان يجتنب الفواحش الخ كتاب الصلوة باب الامامة ص:۵۱۳ طبع سعيدی كتب خانه.

بدعہدی کرنے والے کی امامت

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک گاؤں کا پیش امام مسجد ایک شخص کا حق غبن کرنے کی خاطر عہد شکنی کر رہا ہے- گاؤں والے اس معاملہ کو بخوبی جانتے ہیں کہ حقدار واقعی عنداللہ حق بجانب ہے- وہ تمام لوگ جمع ہوکر اپنے پیش امام کی خدمت میں آ کر اسے ہدایت کی درخواست کی مگر وہ پیش امام ہدایت پذیر نہ ہوا- گاؤں والے ناراض ہوکر اور بدظن ہوکر واپس چلے گئے- کیا لوگ متفقہ طور پر اس پیش امام کو ہٹا کر دوسرا پیش امام مقرر کر سکتے ہیں یا نہیں۔ بینوا بالکتاب توجروا بالثواب-

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں حسب تحریر وحسب معاہدہ امام مسجد کو لازم ہے کہ جس سے معاہدہ کیا ہے اس کو پورا کرے [1] اور خاندانی لڑکی کا نکاح کر دے اور اگر قوی عذر شرعی موجود ہے تو اس معاہدہ کیے گئے شخص کو راضی کر کے دوسرے شخص کو لڑکی دینے کی گنجائش ہے [2]- ورنہ امام مجرم ہوگا اور لوگوں کو حق ہوگا کہ اس امام کو بدل کر دوسرا امام مقرر کریں [3]- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

١) لما فی قوله تعالى وأوفوا بالعهد ان العهد كان مسؤلا سورة الاسراء : ٣٤ پاره ١٥ .
وكذا فى التفسير المنير (أوفوا بالعهد ان العهد كان مسؤلا) ...... فيجب شرعاً الوفاء بالعهد پاره ١٥ آية ٣٤ النوع التاسع ١٥/٧٣ طبع غفاريه كانسى روڈ كوئٹه. وكذا فى حاشية المشكوة الخلف بالوعد من غير مانع حرام وهو المراد هنا وكان الوفاء بالوعد مامورا به فى الشرائع السابقة ايضاً كتاب الاداب باب الوعد الفصل الثانى ص:٤١٦ طبع قديمى كتب خانه.

٢) لما فى شرح الاشباه والنظائر الخلف بالوعد حرام...... إذا وعد الرجل أخاه ومن نيته أن يفى فلم يف فلا أثم عليه انتهى وقيل عليه فيه بحث فإن امر (أوفوا بالعقود) مطلق فيحل عدم الاثم فى الحديث على ما اذامنع مانع من الوفاء كتاب الحظر والاباحة ٣/٢٣٦ إدارة القرآن.
وكذا فى مرقاة المفاتيح شرح مشكوة المصابيح كتاب الاداب باب الوعد الفصل الثانى ٨/١٠٣ طبع دار الكتب العلمية بيروت. وكذا فى حاشية المشكوة الخلف بالوعد من غير مانع حرام وهو المراد هنا وكان بالوعد مامورا به كتاب الاداب باب الوعد ص:٤١٦ طبع قديمى كتب خانه.

٣) لما فى الدر المختا رمع رد المحتار يعزل به إلا لفتنة أى بالفسق لوطر أ عليه والمراد أنه يستحق العزل كتاب الصلوة باب الامامة ١/٥٤٩ طبع ايچ-ايم-سعيد كراچى.
وكذا فى البحر الرائق فلا يحل عزل القاضى صاحب الوظيفة بغير جنحة وعدم أهلية لو فعل لم يصح كتاب الوقف ٥/٣٨٠ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه. وكذا فى الشاميه وقدمنا عن البحر حكم عزل القاضى لمدرس ونحوه لايجوز إلا بجنحة وعدم أهلية كتاب الوقف مطلب فى عزل الواقف لمدرس وإمام وعزل الناظر لنفسه ٤/٤٢٤ طبع ايچ-ايم-سعيد كراچى.

''میں ان لوگوں کے ساتھ شریعت نہیں کرنا چاہتا'' کہنے والے کی امامت کا حکم

(س)

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین دامت برکاتھم کہ ایک عالم جو ایک گاؤں کی مسجد کے امام بھی ہیں کسی پنچائتی فیصلہ کے بعد اس کی زبان سے دو تین دفعہ یہ کلمہ نکلا ہے کہ میں ان لوگوں کے ساتھ شریعت نہیں کرنا چاہتا کیا اس امام کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے یا نہ اگر وہ امام توبہ کرے تو کیا اس کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہو جائے گا یا نہ حوالہ کتب سے جواب تحریر فرما کر ممنون فرماویں۔

(ج)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ سوال میں مندرجہ الفاظ کہ میں ان لوگوں کے ساتھ شریعت نہیں کرنا چاہتا بہت سنگین الفاظ ہیں اس شخص کو فوراً توبہ تائب ہونا چاہیے (۱) ورنہ امامت سے ہٹا دیا جاوے (۲) اگر وہ توبہ تائب ہو جائے تو اس کی امامت بلا کراہت جائز ہے۔ **لقوله عليه الصلوة والسلام التائب من الذنب كمن لا ذنب له** (الحدیث) (۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

۱) لما في الشرح النووي على صحيح المسلم واتفقوا على أن التوبة من جميع المعاصي واجبة وانها واجبة على الفور لا يجوز تأخيرها سواء كانت المعصية صغيرة أو كبيرة كتاب التوبة ۲/۳۵٤ طبع قديمي كتب خانه. وكذا في رياض الصالحين شرح اردو مولانا قيام الدين الحسيني صاحب التوبة واجبة من كل ذنب الخ باب التوبة طبع مكتبه مدنيه اردو بازار لاهور.

۲) لما في الدر المختار مع رد المحتار يعزل به إلا لفتنة أي بالفسق لو طرا عليه والمراد أنه يستحق العزل كتاب الصلوة باب الامامة ۱/٥٤۹ طبع ايج ـ ايم ـ سعيد.

وكذا في البحر الرائق ولا يحل عزل القاضي صاحب الوظيفة بغير جنحة وعدم أهلية ولو فعل لم يصح كتاب الوقف ٥/۳۸۰ طبع ايج ـ ايم ـ سعيد كراچي.

وكذا في الشاميه وقد منا عن البحر حكم عزل القاضي لمدرس ونحوه إلا بجنحة وعدم أهلية كتاب الوقف مطلب في عزل الواقف لمدرس وإمام وعزل الناظر لنفسه ٤/٤۲۸ طبع ايج ـ ايم ـ سعيد كراچي.

۳) واني لغفار لمن تاب وآمن وعمل صالحا ثم اهتدى سورة طه آية ۸۲ پاره ۱٦.

لما في مشكوة المصابيح وعن عبد الله بن مسعود رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم التائب من الذنب كمن لا ذنب له باب التوبة والاستغفار ص: ۲۰٦ طبع قديمي كتب خانه.

وكذا في إبن ماجه باب الذكر التوبة ص: ۳۲۳ طبع ايج ـ ايم ـ سعيد كمپني.

یہ کہنے والے کی امامت کا حکم کہ حدیث صحیح نہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص مسجد میں نماز پڑھاتا تھا دیگر ایک شخص نے بیان کیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے والد کے لیے بارگاہ الٰہی میں دعاء کی تو ان کو معلوم ہوا کہ میرے والد کی شکل بجو کی ہے۔ اس پر پہلے نماز پڑھانے والے نے کہا کہ پہلے تو حدیث صحیح نہیں ہے۔ اگر ہے تو بار بار کہنا مناسب نہیں کہ اس مسئلہ میں جھگڑا معلوم ہوتا ہے۔ مسئلہ کرنے والے نے کہا یہ شخص حدیث کا قائل نہیں کافر ہے۔ جو اس جھگڑے پر عیب جوئی کرنے لگے اور جماعت میں تفرقہ ڈالا ان شخصوں کے واسطے کیا حکم شرع ہے۔ مزید یہ کہ ان چند اشخاص نے امام کے پیچھے نماز نہ پڑھی اور اسی امام کے لڑکے کو امام مقرر کر لیا۔ باپ بیٹے کو منع کرتا ہے کہ جب مجھ کو یہ لوگ کافر سمجھتے ہیں تو ان کو نماز نہ پڑھاؤ لڑکے کے پیچھے باپ اور چند لوگ نماز نہیں پڑھتے۔ کیا اس کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

واقعی یہ حدیث صحیح بخاری شریف صفحہ ۴۷۳ (۱) پر موجود ہے۔ لیکن جس نے یہ کہا کہ پہلے تو حدیث صحیح نہیں اس کا یہ مطلب ہے کہ اس کی سند ٹھیک نہیں۔ تو یہ اس کو غلط فہمی لگی تھی۔ اس وجہ سے اس نے انکار کیا ہے۔ بہر حال یہ امام کافر نہیں ہے (۲) اور غلط فہمی کی وجہ سے گنہگار بھی نہیں ہوگا (۳)۔ جن لوگوں نے امام سے الگ ہو کر نماز پڑھنی شروع کی ہے وہ حق پہ نہیں بشرطیکہ امام سابق میں کوئی دوسرا عیب نہ ہو (۴)۔ واللہ اعلم۔

---

۱) عن النبی صلی الله علیه وسلم قال یلقی ابراهیم اباه آذر یوم القیمة وعلی وجه آذر قترة وغبرة فیقول له ابراهیم الم أقل لك لا تعصینی فیقول أبوه فالیوم لا أعصیك فیقول ابراهیم یا رب إنك وعدتنی أن لا تخزنی یوم یبعثون فأی خزی أخزی الخ صحیح البخاری باب قول عزوجل واتخذ الله ابراهیم خلیلاً ۱/۴۷۳ طبع قدیم کتب خانه.

۲) لما فی الدر المختار بدعة وهی إعتقاد خلا ف المعروف عن الرسول لا بمعاندة بل بنوع شبهة وكل من كان من قبلتنا لا یكفربها كتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵۶۰،۵۶۱ طبع ایچ-ایم-سعید کراچی.
وكذا فی التتارخانیه أن كل من كان من أهل قبلتنا ولم یغل فی هواه حتی لم یحكم بكونه كافراً ولا یكون ماجنا بتأویل الفاسد كتاب الصلوة من هو احق بالامامة ۱/۶۰۱ طبع إدارة القرآن کراچی.

۳) لما فی جمع الجوامع ...... حدیث : ۵۴۸۳ قال النبی صلی الله علیه وسلم إن الله تعالی وضع عن أمتی الخطأ والنسیان وما استكر هوا علیه ۲/۲۶۰ طبع دارالكتب العلمیة بیروت لبنان.

۴) لما فی الدر المختار والاحق بالامامة ...... الاعلم باحكام الصلوة فقط صحة وفساداً بشرط اجتنابه للفواحش الظاهرة الخ كتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵۵۷ طبع ایچ-ایم-سعید کراچی.
وكذا فی حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح (فالاعلم) بأحكام الصلوة الحافظ مابه سنة القراءة ویجتنب الفواحش الظاهرة كتاب الصلوة فصل فی الامامة ص:۲۹۹،۳۰۰ طبع دارالكتب العلمیة بیروت لبنان. وكذا فی حلبی كبیر ان العالم اولی بالتقدیم إذا كان یجتنب الفواحش الخ كتاب الصلوة باب الامامة ص:۵۱۳ طبع سعیدی کتب خانه.

غصہ میں یہ کہنے والے کی امامت کا حکم ''میں توحید بیان نہیں کروں گا''

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک امام مسجد کو ایک شخص نے کہا آپ توحید کا مسئلہ بیان کریں امام مسجد نے جواب دیا میں توحید بیان نہیں کروں گا میں تو شرک بیان کروں گا مسجد کے امام نے کہا کہ مجھے کہتے ہیں اور دوسرے اماموں کو نہیں کہتے۔ یہ الفاظ غصے میں کہے ہیں۔ کیا عندالشرع ان الفاظ کے کہنے سے ایمان میں کچھ نقصان تو نہیں ہوا امامت کے قابل رہا یا نہیں۔

﴿ج﴾

ان کلمات سے اگر چہ کفر کا حکم نہیں دیا جاتا۔ لیکن امام صاحب کو لازم ہے کہ اپنے الفاظ پر نادم ہو کر تو بہ تائب ہو (۱) اگر اس میں کوئی دوسرا عیب نہ ہو تو اس کی امامت درست ہے (۲)۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمد انور شاہ غفر لہٗ، ۱۸ رجب ۱۳۹۷ھ

بی بی زلیخا کے بارہ میں بدزبانی کرنے والے کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ زلیخا مسلمان ہوئی تھی یا نہیں زلیخا جو عزیز مصر کی بیوی تھی۔ اس زلیخا کے حق میں اگر کوئی شخص یہ الفاظ استعمال کرے، کنجری، کراڑی، کمینی، فاحشہ، بدچلن، زانیہ آیا ایسے آدمی کے پیچھے نماز پڑھنی درست ہے یا نہیں۔

---

۱) لما فی الشرح النووی علی صحیح المسلم واتفقوا علی أن التوبة من جمیع المعاصی واجبة وانها واجبة علی الفور لا یجوز تأخیرها سواء کانت المعصیة صغیرة أو کبیرة کتاب التوبة ۳۵۴/۲ طبع قدیمی کتب خانه. وکذا فی روح المعانی تحت آیة (یایها الذین آمنو توبوا إلی الله توبة نصوحاً) سورة التحریم آیة ۸، ۴۸۷/۲۸ طبع دار أحیاء التراث. وکذا فی ریاض الصالحین شرح اردو مولانا قیام الدین الحسینی صاحب التوبة واجبة من کل ذنب باب التوبة ۱۶،۱۵/۱ طبع مکتبه مدینه اردو بازار لاهور.

۲) وفی الدر المختار والاحق بالامامة ...... الاعلم باحکام الصلوة فقط صحة وفساداً بشرط اجتنابه للفواحش الظاهرة الخ الدر المختار کتاب الصلوة باب الامامة ۵۵۷/۱ طبع ایچ۔ایم۔سعید کراچی. وکذا فی حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح (فالاعلم) بأحکام الصلوة الحافظ مابه سنة القراءة ویجتنب الفواحش الظاهرة کتاب الصلوة باب الامامة ص: ۲۹۹، ۳۰۰ طبع دارالکتب العلمیة بیروت لبنان. وکذا فی حلبی کبیر ان العالم اولی بالتقدیم إذا کان یجتنب الفواحش الخ کتاب الصلوة باب الامامة ص: ۵۱۳ طبع سعیدی کتب خانه.

﴿ج﴾

زلیخا (امراۃ العزیز) کے متعلق قرآن کریم سے صرف صغائر گناہ ثابت ہیں۔ جو حسنات سے معاف ہو جاتے ہیں (۱)۔ کبیرہ گناہ (زنا) سے اللہ تعالیٰ نے انھیں اپنے فضل وکرم سے اور حضرت یوسف علیہ السلام کی عصمت وعفت وتقویٰ کی وجہ سے بچالیا ہے (۲)۔ پھر اس کو کس طرح زانیہ کنجری کہا جاسکتا ہے۔ یہ محض الزام ہے۔ بدزبانی ہے اور جہالت کا ثبوت ہے اس طرح کے بے احتیاط شخص کو امام اور مقتدا بنانا جائز نہیں ہے۔ امام کے لیے ضروری ہے کہ محتاط اور متقی ہو (۳)۔ واللہ اعلم۔

غلطی سے غلط مسئلہ بتادینے والے کی امامت

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ چک نمبر ۳۵۹ کے امام مسجد نے جمعہ کے موقع پر تقریر کرتے ہوئے تاش، شطرنج ونرد اور شراب کی مذمت بیان کی اور اس میں یہ کہا گیا کہ جو شخص تاش کھیلے وہ اس طریقہ سے ہے کہ اپنی والدہ سے برائی کرتا ہے یہ مسئلہ حدیث میں ہے جب بعد میں پوچھا گیا تو اس نے کہا کہ میں اپنی غلطی کا معترف ہوں کیونکہ میرے ذہن میں حدیث ربوا کا مضمون موجود تھا غلطی سے تاش کے بارے میں بیان ہوگئی ہے کیا اس امام مسجد کے پیچھے نماز باجماعت پڑھنا جائز ہے یا ناجائز ہے اور تاش وشطرنج ونرد اور شراب جو لوگ علانیہ پیتے پلاتے ہیں شرعاً ان کے ذمہ کون سے فدیے ہیں۔

---

۱) لما فی قوله تعالى إن الحسنات يذهبن السيآت الآية سورة هود آية: ۱۱٤ پاره۱۲.
لما فى تفسير ابن كثير قوله تعالى (إن الحسنات يذهبن السآت يقول إن فعل الخيرات يكفر الذنوب السابقة (۳۸۱۹ كما جاء فى الحديث الذى رواه الامام أحمد وأهل السنن عن أمير المؤمنين على بن ابى طالب قال كنت إذا سمعت من رسول الله صلى الله عليه وسلم حديثًا .... أنه سمع رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول ما من مسلم يذنب ذنباً فيتوضا ويصلى ركعتين ..... إلا غفرله) سورة هود آية ۱۱٤ پاره ۱۲ ۳/٥٦٠ طبع كتب خانه.

۲) لما فى قوله تعالى ولقد همت به وهم بها لو لا أن راى برهان ربى كذالك لنصرف عنه السوء والفحشاء إلا سورة يوسف آية ۲٤ پاره ۱۲.

۳) وفى التتارخانيه يجب أن يكون إمام القوم فى الصلوة افضلهم فى العلم والورع والتقوى والقراءة كتاب الصلوة من هو أحق بالامامة ۱/٦۰۰ طبع إدارة القرآن والعلوم الاسلاميه.
وكذا فى الدر المختار والاحق بالامامة تقديما بل نصباً مجمع الانهر الا علم باحكام الصلوة ثم الاورع ثم الاسن ثم الاحسن خلقا ثم الاحسن وجهاً كتاب الصلوة باب الامامة ۱/٥٥۷،٥٥۸ طبع ايچ۔ايم۔سعيد كراچى.
وكذا فى النهر الفائق كتاب الصلوة باب الامامة ۱/۲۳۹ طبع دار الكتب العلمية بيروت لبنان.

﴿ج﴾

جب مولوی صاحب نے اپنی غلطی کا اقرار کرلیا ہے اور لوگوں کو صحیح مسئلہ سے آگاہ کیا تو مولوی صاحب پر اب کوئی ملامت نہیں اور اس کی امامت جائز ہے (۱) شطرنج ونرد کھیلنا ناجائز ہے (۲) شراب پینا حرام ہے (۳) اور پینے والے پر حد ہے (۴)- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ناشائستہ الفاظ منہ سے نکالنے والے کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ دو عالم شخص آپس میں ایک مسئلہ دینی میں مباحثہ کر رہے تھے- پھر ان میں سے ایک نے دوسرے کو کہا کہ اگر آپ عدم جواز کے قائل ہو تو جامع مسجد میں بروز جمعہ اعلان کروتا کہ لوگ جو جواز کا قول آپ کی طرف منسوب کرتے ہیں اس غلط فہمی سے بچ جائیں-تو اس دوران میں زید جو اس جامع مسجد کا خطیب تھا- طیش میں آکر بول اٹھا کہ جو کوئی شخص میری مسجد میں اعلان وتقریر کرے میں اس کی ٹانگ (پاؤں) توڑ کر اس کی مخصوص جگہ (دبر) میں دیتا ہوں- اب یہ الفاظ جو زید سے صادر ہو گئے کیا توہین علماء دین کی ہے یا نہیں؟ پہلی صورت میں حکم شرعی کیا ہے- اس کے پیچھے نماز پڑھنی جائز ہے یا نہیں۔ اس کی عورت مطلقہ ہو گئی یا نہیں- دوسری صورت میں توہین نہ ہونے کی کیا دلیل ہے- حالانکہ زید کی مراد توہین علماء دین کی ہی تھی- اس پر قرائن دو عالموں کا مباحثہ دینی اور دینی مسئلہ کے اعلان کا قول کرنا اور اس کا اس پر غصہ ہونا اور ان الفاظ ناشائستہ کو منہ سے نکالنا موجود ہیں-

---

۱) الدرالمختار: والاحق بالامامة الاعلم باحكام الصلوٰة فقط صحة و فساد بشرط اجتنابه للفواحش الظاهرة- كتاب الصلوٰة، باب الامامة، ص ۵۵۷، ج۱، طبع ایچ ایم سعید کراچی-

۲) لما فی الدر المختار كره تحريما اللعب بالنرد وكذا شطرنج كتاب الحظر والاباحة فصل فی البيع ۳۹٤/٦ طبع سعید کراچی. وكذا فی خلاصة الفتاوى كتاب الكراهية الفصل فيما يتعلق بالمعاصی ۳۵٤/٤ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه.

۳) والاحق بالامامة ...... الاعلم باحكام الصلوة فقط صحة وفساداً بشرط اجتنابه للفواحش الظاهرة الخ الدر المختار كتاب الصلوة باب الامامة ۵۵۷/۱ طبع ایچ-ایم- سعید کراچی. وكذا فی حاشية الطحطاوی علی مراقی (والاعلم) بأحكام الصلوة الحافظ مابه سنة القراءة ويجتنب الفواحش الظاهرة كتاب الصلوة باب الامامة ص: ۲۹۹، ۳۰۰ طبع دارالكتب العلمية بيروت لبنان. وكذا فی حلبی كبير ان العالم اولی بالتقديم إذا كان يجتنب الفواحش الخ كتاب الصلوة باب الامامة ص: ۵۱۳ طبع سعيدی كتب خانه.

٤) مشكوٰة المصابيح، عن جابر رضی الله عنه عن النبی صلی الله عليه وسلم قال من شرب الخمر فاجلدوه فان عاد فی الرابعة فاقتلوه- الخ- باب حد الخمر، الفصل الثانی- ص ۳۱۵- طبع قديمی كتب خانه- وكذا فی جامع المهلكات، كتاب الخمر، باب حدالشارب، ص ۲٦۲، طبع بيروت- وكذا فی الهنديه، الباب السادس فی حد الشرب، ج ص ۱۵۹، ج۲، طبع مكتب رشيديه كوئٹه-

﴿ج﴾

اس قسم کے الفاظ خلاف شرع ہیں (۱) اس شخص کو اس قسم کے الفاظ سے توبہ اور احتراز کرنا چاہیے (۱)۔ اس شخص کی امامت جائز ہے (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

فتوی کو برا کہنے والے کی امامت کا حکم

﴿س﴾
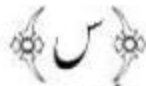
کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص امام مسجد ہے اور ایک روز درود شریف پر دس بارہ آدمی اکٹھے ہوئے ہیں۔ بات چیت کرتے کرتے جو امام مسجد تھا اس نے سب آدمی جو درود شریف میں شامل تھے ان سب کو کہا کہ تم کافر ہو۔ انھوں نے کہا کہ فتویٰ پوچھیں گے کہ مسلمانوں کو کافر کہنا جائز ہے یا نہیں؟ اس بات پر اس نے کہا کہ میں فتویٰ پر پیشاب کرتا ہوں۔ لہٰذا یہ مسئلہ علماء دین کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے کہ وہ شخص امامت کے لائق ہے یا نہیں اور اس کے حق میں شرع شریف کا کفارہ ہو تو کتب فقہ سے بحوالہ فرمائیں۔

---

۱) لما فی قوله تعالی واجتنبوا قول الزور سورة الحج آية: ۲۹.

وكذا فی الترمذی عن عبد الله رضی الله عنهم قال قال رسول الله صلی الله عليه وسلم سباب المسلم فسوق وقتاله كفر ابواب البر والصلح باب ما جاء فی الشتم ۱۹/۲ طبع ایچ۔ایم۔سعید کمپنی.

وكذا فی شرح النووی علی صحيح المسلم باب النهی عن السباب ۳۶۱/۲ طبع .

۲) لما فی شرح النووی علی صحيح المسلم واتفقوا علی أن التوبة من جميع المعاصی واجبة وانها واجبة علی الفور لا يجوز تأخيرها سواء كانت المعصية صغيرة أو كبيرة كتاب التوبة ۳۵۴/۲ طبع قديمی كتب خانه. وكذا فی روح المعانی تحت آية (يايها الذين آمنو توبوا إلی الله توبة نصوحاً) سورة التحريم آية ۸، ۴۸۷/۲۸ طبع دار أحياء التراث العربی.

وكذا فی رياض الصالحين شرح اردو مولانا قيام الدين الحسينی صاحب التوبة واجبة من كل ذنب باب التوبة ۱۶،۱۵/۱ طبع مكتبه مدينه اردو بازار لاهور.

۳) والاحق بالامامة ...... الاعلم باحكام الصلوة فقط صحة وفساداً بشرط اجتنابه للفواحش الظاهرة الخ الدر المختار كتاب الصلوة باب الامامة ۵۵۷/۱ طبع ایچ۔ایم۔سعید کراچی. وكذا فی حاشية الطحطاوی علی مراقی (والاعلم) بأحكام الصلوة الحافظ مابه سنة القراء ة ويجتنب الفواحش الظاهرة كتاب الصلوة باب الامامة ص: ۲۹۹، ۳۰۰ طبع دار الكتب العلمية بيروت لبنان.

وكذا فی حلبی كبير ان العالم اولی بالتقديم إذا كان يجتنب الفواحش الخ كتاب الصلوة باب الامامة ص: ۵۱۳ طبع سعيدی كتب خانه.

﴿ج﴾

اس شخص نے یہ بہت سخت (۱) الفاظ استعمال کیے ہیں- واقعہ کی خوب تحقیق کی جائے اگر واقعی اس نے یہ لفظ کہے ہیں تو اس پر لازم ہے کہ وہ فوراً توبہ تائب ہو جائے اور استغفار کرے (۲)- توبہ تائب ہو جانے کے بعد اس کی امامت درست ہے (۳) اگر وہ توبہ تائب نہ ہو تو لائق امامت نہیں (۴)- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

'میں فتوی کو نہیں مانتا' کہنے والے کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ حافظ صاحب اور حاجی صاحب کے مابین اجنبی عورت کو تین دن

---

۱) لما فی شرح فقه اکبر من أهان الشريعة والمسائل التى لا بدمنها كفر فصل فى العلم والعلماء ص:٤٧٣ طبع دار البشائر وايضاً فيه اى شرح فقه اكبر ومن قال الشرع وامثاله لا يفيذنى ولا ينفذ عندى كفر فصل فى العلم والعلماء ص:٤٧٥ طبع دار البشائر.

لما فى رد المحتار ويظهر من هذا ان ما كان دليل الاستخفاف يكفر به وإن لم يقصد الاستخفاف باب المرتدا ٤/٢٢٢ طبع ايچ۔ايم۔سعيد كراچى.

۲) لما فى شرح النووى على صحيح المسلم واتفقوا على أن التوبة من جيمع المعاصى واجبة وانهاواجبة على الفور لا يجوز تأخيرها سواء كانت المعصية صغيرة أو كبيرة كتاب التوبة ٢/٣٥٤ طبع قديمى كتب خانه.

وكذا فى تفسير روح المعانى تحت آية (يايها الذين آمنو توبوا إلى الله توبة نصوحاً) سورة التحريم آية ٨، ٢٨/٤٨٧ طبع دار أحياء التراث العربى.

وكذا فى رياض الصالحين شرح اردو مولانا قيام الدين الحسينى صاحب التوبة واجبة من كل ذنب باب التوبة ١/١٥،١٦ طبع مكتبه مدنيه اردو بازار لاهور.

۳) لما فى قوله تعالى قل يعبادى الذين أسرفوا على أنفسهم لا تقنطوا من رحمة الله إن الله يغفر الذنوب جميعاً سورة الزمر آية٥٣ پاره ٢٤، وكذا فى مشكوة المصابيح عن عبد الله بن مسعود رضى الله عنه التائب من الذنب كمن لا ذنب له ص:٢٠٦ باب التوبة والاستغفار طبع قديمى كتب خانه وكذا فى سنن ابن ماجه باب ذكر التوبة ص: ٣٢٣ طبع ايچ۔ايم۔ سعيد كمپنى.

٤) كما فى حلبى كبير ويكره تقديم المبتدع ايضاً لانه فاسق من حيث الاعتقاد وهو اشد من الفسق من حيث العمل كتاب الصلوة باب الامامة ص:٥١٤ طبع سعيدى كتب خانه.

وكذا فى التتارخانيه ذكر شيخ الاسلام فى شرح كتاب الصلوة الصلوة خلف اهل الهواء يكره كتاب الصلوة باب من هو احق بالامامة وكذا فى الشامية فهو الفاسق كالمبتدع تكره امامته بكل حال كتاب الصلوة باب الامامة ١/٥٦٠ طبع ايچ۔ايم۔سعيد كراچى.

پاس رکھنے کے الزام کے سبب کافی عرصہ سے بائیکاٹ کا سلسلہ جاری ہے- حافظ صاحب نے صلح کے لیے کافی کوشش کی مگر حاجی صاحب بالکل نہیں مانتے بلکہ دوسروں کو بھی بائیکاٹ کے لیے کہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حافظ صاحب پکا منافق ہے- دلیل کے لیے یہ آیت شریفہ پیش کرتے ہیں **یا ایھا النبی جاھد الکفار والمنافقین واغلظ علیھم** - حاجی صاحب کی مسجد میں ایک مولوی صاحب امام مسجد ہے جس کو حاجی صاحب نے فرمایا کہ تم حافظ صاحب سے بائیکاٹ کرو تو اس مسجد میں امام رہ سکتے ہو ورنہ نہیں- مولوی صاحب نے قرآن مجید کی آیت انما المؤمنون اخوۃ فاصلحوا بین اخویکم الأیہ - کا مفہوم پیش کیا اور کہا کہ تم ہمیں روکتے ہو حالانکہ ہمارا فرض ہے کہ ہم تمھارے درمیان صلح کرائیں- مگر حاجی صاحب نے سر اور ہاتھ کے اشارہ سے انکار کیا- پھر حدیث شریف سنائی گئی تو بھی انکار کر گیا- پھر کہا گیا کہ فتویٰ منگائیں جو شریعت کا فیصلہ ہو اس پر عمل کیا جائے پھر بھی انکار کر دیا پھر نزاع فیصلہ کے لیے پنچایت کے متعلق کہا گیا تو بھی انکار کر دیا اور ہر بار کہتے رہے جو کچھ میں کہہ رہا ہوں وہ ٹھیک ہے- قرآن شریف، حدیث شریف، فتویٰ، پنچایت کی بالکل پرواہ نہیں کی اپنی ضد پر پکے رہے- کیا حاجی صاحب کو صلح کرنا چاہیے یا نہیں؟

حاجی صاحب نے سر اور ہاتھ کے اشارہ سے قرآن وحدیث کا انکار کیا ہے کیا حاجی صاحب کے لیے توبہ کرنی ضروری ہے یا نہیں؟

دوبارہ پھر حاجی صاحب کے سامنے قرآن وحدیث پیش کیے گئے تو کہنے لگا کہ تمھارا فرض ادا ہو گیا اس انکار کا وبال مجھ پر پڑے گا- مجھ پر فتویٰ لگاؤ میں نہیں مانتا- کیا حاجی صاحب خط کشیدہ الفاظ سے سر اور ہاتھ کے اشاروں سے انکار کے سبب قرآن وحدیث کے انکار کے مرتکب ہوئے یا نہیں؟ اگر انکار کے مرتکب نہیں تو فبہا اگر انکار کے مرتکب ہیں تو توبہ علی الاعلان کرنا ضروری ہے یا بغیر توبہ کیے امام بنائے جا سکتے ہیں- بینوا توجروا

﴿ج﴾

واضح رہے کہ بلا وجہ کسی پر تہمت لگانا شرعاً گناہ ہے [1] اگر حاجی صاحب کے پاس اس کا کوئی شرعی ثبوت نہیں تو وہ سخت گنہگار ہیں اور قرآن وحدیث سے ان کو سمجھانے کے باوجود بھی اگر وہ اس سے انکار کرتے ہیں یعنی اس پر عمل نہیں کرتے تو اور بھی زیادہ سخت گنہگار بن گئے ہیں- ان پر لازم ہے کہ وہ علانیہ توبہ تائب ہو

---

۱) لما فی قوله تعالى ولا يأتين ببهتان يفترينه بين أيديهن الآية سورة الممتحنة آية۱۲.

وأخرج أحمد خمس ليس لهن كفارة الشرك بالله وقتل النفس بغير حق وبهت مومن والفرار من الزحف ويمين صابرة يقتطع بها مالا بغير حق الخ (الزواجر عن اقتراف الكبائر كتاب النكاح الكبير الرابعة والخمسون بعد المائتين البهت ۲/۱ ٤ دار الفكر بيروت.

جائیں (۱) اور حافظ صاحب سے مصالحت کریں یہ بھی توبہ میں داخل ہے۔لیکن اگر ان کے پاس کوئی شرعی ثبوت ہے تو اس کو پیش کر دیں تاکہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے یہ مسئلہ ختم ہو جائے۔اگر حاجی صاحب اس کا ثبوت پیش کر سکے تو ان پر تہمت کا گناہ نہ ہوگا۔حدیث شریف میں تین دن سے زیادہ کسی مسلمان کے ساتھ بلا وجہ شرعی بول چال ختم کرنے کی ممانعت آئی ہے (۲)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

دماغی بیماری میں مبتلا شخص کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک امام صاحب جو تقریباً ستر سال کی عمر کا ہے۔کبھی کبھی اس کا دماغی توازن درست نہیں ہوتا وہ بہکی بہکی باتیں کرتا ہے۔اس وقت ہر شخص محسوس کرتا ہے کہ اب امام صاحب کو دماغی دورہ ہو چکا ہے تو ان دنوں ان کے پیچھے متقی اور اہل علم نماز نہیں پڑھتے اور عموماً سخت گرمیوں میں سخت سردیوں میں ایسا ہوتا ہے۔کیا ایسے شخص کے پیچھے نماز درست ہے۔

جب اس کا دماغی توازن درست ہو تو اس کی اقتدا کرنا کیسا ہے۔اس کا دماغی توازن درست نہ دیکھ کر میرا عقیدہ اس امام کے پیچھے نماز پڑھنے کا نہیں رہا۔چاہے اس پر دماغی دورہ بھی نہ پڑا ہوا ہو۔لوگوں میں انتشار پھیلنے کی وجہ سے اس کے پیچھے نماز پڑھ کر دوبارہ علیحدہ پڑھتا ہوں' دوسرا خوف جماعت کے ترک ہونے کا ہوتا ہے۔کیا میرا یہ فعل درست ہے یا نہیں۔مسجد کے اراکین کو امام بدلنے کے لیے جب کہا جاتا ہے تو وہ اس کے بے روزگار ہو

---

۱) لما فی شرح النووی علی صحیح المسلم واتفقوا علی أن التوبة من جمیع المعاصی واجبة وانها واجبة علی الفور لا یجوز تأخیرها سواء کانت المعصیة صغیرة أو کبیرة کتاب التوبة ۲/۳۵٤ طبع قدیمی کتب خانه. وکذا فی تفسیر روح المعانی تحت آیة (یایها الذین آمنو توبوا إلی الله توبة نصوحاً) سورة التحریم آیة ۸، ۲۸/٤۸۷ طبع دار أحیاء التراث العربی.
وکذا فی ریاض الصالحین شرح اردو مولانا قیام الدین الحسینی صاحب التوبة واجبة من کل ذنب باب التوبة ۱/۱۵،۱٦ طبع مکتبه مدینه اردو بازار لاهور.

۲) لما فی مشکوة المصابیح عن ابی ایوب الانصاری رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لا یحل لرجل ان یهجر أخاه فوق ثلاث لیال کتاب الاداب باب ما ینهی عنه من التهاجر والتقاطع ص:٤۲۷ طبع قدیمی کتب خانه. وکذا فی مرقاة المفاتیح شرح مشکوة المصابیح والشارع إنما حرم المهاجرة المقیدة لا المطلقة مع ان فی إطلاقها حرجاً عظیماً حیث یلزم منه أن مطلق الغضب المؤدی إلی مطلق الهجر ان یکون حراماً، قال الخطابی رخص للمسلم ان یغضب علی اخیه ثلاث لیال لقلته ولا یجوز فوقها الا اذا کان الهجران فی حق من حقوق الله تعالیٰ، باب ماینهی عنه من التهاجر والتقاطع ۹/۲۳۰ طبع دار الکتب العمیة بیروت لبنان. وکذا فی سنن ابی داؤد کتاب الاداب باب فی هجرة الرجل أخاه ۲/۳۳۰ حدیث ٤۹۱۰ طبع رحمانیه لاهور.

جانے کا خطرہ پیش کر کے بات ٹال دیتے ہیں اور اس امام کو نہیں نکالتے۔ کیا مسجد کے اراکین کا یہ رویہ شرعاً درست ہے اور مسجد کے اراکین یہ بھی کہتے ہیں کہ جب اس کا دماغی توازن درست ہوتا ہے تو یہ نماز میں نہیں بھولتا۔ بینوا توجروا۔

﴿ج﴾

جس وقت امام کا دماغی توازن خراب ہو۔ اس وقت اس کی اقتداء درست نہیں (۱)۔ مسجد کے اراکین پر لازم ہے کہ وہ کسی ایسے عالم صالح اور متقی کو امام مقرر کر دیں (۲) جو امامت جیسی اہم عبادت کو بطریقہ احسن سرانجام دے سکے۔ امامت کا مسئلہ اسلام میں بہت اہمیت کا حامل ہے۔ اس میں کسی قسم کی کوتاہی درست نہیں۔ امام مقتدیوں کی نماز کا ضامن ہوتا ہے (۳)۔ جس امام سے مقتدی نفرت کرتے ہوں اس شخص کا امام بننا مکروہ ہے (۴) اور حدیث شریف میں اس کی سخت وعید آئی ہے (۵)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

۱) وتجب على العقلاء البالغين الاحرار القادرين على الجماعة من غير حرج انتهى حلبی كبير كتاب الصلوة فصل في الامامة ص: ۵۰۸ طبع سعیدی کتب خانه . وكذا فى حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح كتاب الصلوة باب الامامة وشروط صحة الامامة للرجال الاصحاء ص: ۲۸۷، ۲۸۸ كتاب الصلوة باب الامامة طبع دار الكتب العلمية بيروت لبنان. وكذا في الدر المختار كتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵۴۸ طبع ایچ۔ایم۔سعید کراچی.

۲) لما فى التتارخانيه وفى فتاوى الارشاد يجب أن يكون امام القوم فى الصلوة أفضلهم فى العلم والورع والتقوى والقرأة والحسب الخ ۱/۶۰۰ طبع إدارة القرآن والعلوم الاسلامية . وكذا في الدر المختار، كتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵۵۷، ۵۵۸ طبع ایچ۔ایم۔سعید.
وكذا فى النهر الفائق كتاب الصلوة باب الامامة ۱/۲۳۹ طبع بيروت لبنان.

۳) لما فى سنن ابى داؤد۔ عن ابى هريرة رضى الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم الامام ضامن والمؤذن موتمن الخ۔ كتاب الصلوٰة۔ باب من عجب على الموذن من تعاهدالوقت)، ص ۸۸، ج۱، طبع مكتبه رحمانيه لاهور۔ وكذا فى حلبى كبير۔ كتاب الصلوٰة باب الامامة، ص ۵۱۷، طبع سعيدى كتب خانه۔

۴) لما فى أبى داؤد عن عبد الله بن عمرو رضى الله عنه ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يقول ثلاثة لا يقبل الله منهم صلوة من تقدم قوماً وهم له كارهون كتاب الصلوة باب الرجل يؤم وهم له كارهون۔ وكذا فى جامع الترمذى ابواب الصلوة باب ماجاء ان الامام ضامن والمؤذن مؤتمن ۱/۵۱ طبع ایچ۔ایم۔سعید کمپنی.

۵) لما فى الدر المختار ولو ام قوماً وهم له كارهون ان الكراهة لفساد فيه أو لإنهم أحق بالامامة منه كره له الخ كتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵۵۹ طبع ایچ۔ایم۔سعید کراچی. وكذا في حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح قال الحلبى وينبغى أن تكون الكراهة تحريمية لخبر أبى داؤد ثلاثة لا يقبل الله منهم صلاة وعد منهم من تقدم قوماً وهم له كارهون كتاب الصلوة باب الامامة ص: ۳۰۱ طبع دار الكتب العلمية بيروت لبنان. وكذا فى البحر الرائق كتاب الصلوة باب الامامة ۱/۶۰۹ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه.

دورانِ نماز امام گر گیا تو نماز کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ زید ایک مسجد کا خطیب ہے۔ وہ دونوں پاؤں سے اس قدر معذور ہے کہ جب دوسری رکعت کے لیے اٹھتا ہے تو بعد از بسیار دقت اور منبر کا سہارا لے کر اٹھتا ہے۔ اس جمعہ کے موقع پر جب وہ اٹھنے لگا تو اس نے ابھی لفظ اللہ ہی کہا تھا کہ دھڑام سے اوندھے منہ زمین پر چت گر گیا۔ ٹانگیں پیچھے کو باہر نکل گئیں۔ دونوں بازو واطراف کو اور چہرہ بھی ایک طرف مڑ گیا۔ سینہ زمین کے ساتھ پیوست ہو گیا۔ پھر اسی حالت میں دوبارہ اٹھ کر اللہ اکبر کہا اور بیٹھے بیٹھے قرأت شروع کر دی۔ کیا یہ نماز درست ہوگئی یا اس میں نقص واقع ہو گیا۔ نیز اس پر آدھے نمازی ناراض بھی ہیں کہ یہ نماز نہ پڑھائے مگر وہ اس کی پرواہ نہیں کرتا اور نماز پڑھاتا ہے۔ جواب دیکر ممنون فرماویں۔

﴿ج﴾

بظاہر یہ عمل کثیر معلوم ہوتا ہے اس لیے نماز کے فساد کا قول کیا جائے گا[1]۔ زید کو چاہیے کہ وہ نمازوں کی اہمیت کا خیال رکھے امامت سے سبکدوش ہو جائے اور کسی عالم متقی صحیح صالح کو امام مقرر کر دے[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

معذور اور زبان میں لکنت والے کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک آدمی ہے کہ جس کو نماز کے متعلق کچھ مسائل یاد ہیں اور اس کی داڑھی سنت طریقے پر نہیں ہے یعنی کٹواتا ہے اور زبان میں تھوڑی سی لکنت ہے اور تھوڑا

---

۱) لما فی الدر المختار ویفسدها کل عمل کثیر لیس من اعمالها ولا لإصلاحها کتاب الصلوة ۲/ ٤٦٤ ٤٦٥ طبع مکتبه رشیدیه کوئٹه.
وکذا فی حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح کتاب الصلوة باب ما یفسد الصلوة ص: ۳۲۲ طبع قدیمی کتب خانه.
وکذا فی حلبی کبیر کتاب الصلوة باب کراهیة الصلوة ص:۳۵۳ طبع سعیدی کتب خانه.

۲) لما فی التتارخانیه وفی فتاوی الارشاد یجب أن یکون امام القوم فی الصلوة أفضلهم فی العلم ...... والورع والتقوی والقرأة الخ کتاب الصلوة باب الامامة ۱/ ٦۰۰ طبع إدارة القرآن والعلوم الاسلامیة.
وکذا فی الدر المختار، کتاب الصلوة باب الامامة ۱/ ۵۵۷، ۵۵۸ طبع ایچ-ایم-سعید کراچی.
وکذا فی النهر الفائق کتاب الصلوة باب الامامة ۱/ ۲۳۹ طبع دار الکتب العلمیة بیروت لبنان.

سا معذور یعنی پاؤں پر مسح بھی کرتا ہے۔ ایسے اوقات میں کہ اور کوئی نہ ہو یعنی نہ عالم ہو اور نہ حافظ۔ ایسے شخص کی امامت صحیح ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

درمختار میں ہے کہ چار انگشت سے کم داڑھی کا قطع کرنا حرام ہے واما قطعها وهی دونها فلم يبحه احد[1] نیز درمختار میں ہے۔ وكذا يحرم على الرجل قطع لحيته[2] پس جو مسلمان داڑھی منڈواتا ہے یا ایک مشت سے کم کترواتا ہے وہ فاسق ہے[3] اور اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے[4]۔ لیکن اگر ایسا اتفاق ہو جائے کہ اور کوئی عالم صالح متقی موجود نہ ہو تو اس کے پیچھے پڑھ لینا چاہیے[5]۔ اکیلے اکیلے نہ پڑھا کریں بہر حال جب تک کوئی صالح متقی مل سکے تو اُسے چھوڑ کر اسکو امام مقرر کرنا جائز نہیں۔ فقط واللہ اعلم۔

---

۱) شامي كتاب الصوم باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده ۲/ ٤٩٠ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه.
وكذا فى البحر الرائق كتاب الصوم باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده ۲/ ٤٩٠ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه. وكذا فى فتح القدير كتاب الصوم باب ما يوجب القضاء والكفارة ۲/ ۲۷۰ طبع مكتب رشيديه كوئٹه.

۲) وفاسق من الفسق وهو الخروج عن الأستقامة ولعل المراد به من يرتكب الكبائر كشارب الخمر والزانى وآكل الربوا ونحو ذالك كذا فى البرجندى شامى كتاب الصلوة باب الامامة ۱/ ٥٦٠ طبع ایچ۔ایم۔سعید کراچی.
وكذا فى تفسير روح المعانى سورة البقرة آيت ۳٦، ۱/ ۲۷٤ طبع دار أحياء التراث العربى.
وكذا فى حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح كتاب الصلوة فصل فى بيان الاحق بالامامة ص: ۳۰۳ طبع دار الكتب العلمية بيروت.

۳) بل مشى فى شرح المنية على أن كراهة تقديمه اى الفاسق كراهة تحريم شامى كتاب الصلوة باب الامامة ۱/ ٥٦٠ طبع ایچ۔ایم۔سعید کراچی.
وكذا فى حلبى كبير كتاب الصلوة باب الامامة ص: ٥١۳ سعيدى كتب خانه.
وكذا فى حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح كتاب الصلوة باب الامامة ص: ۳۰۳ طبع قديمى كتب خانه.

٤) وفى النهر عن المحيط صلى خلف فاسق أو مبتدع نال فضل الجماعة أفاد أن الصلوة خلفهما أولى من الانفراد لكن لا ينال كما ينال خلف تقى ورع الدر المختار مع رد المحتار كتاب الصلوة باب الامامة ۱/ ٥٦۲ طبع ایچ۔ایم۔سعید کراچی.
وكذا فى حلبى كبير كتاب الصلوة باب الامامة ص: ٥١٤ طبع سعيدى كتب خانه.
وكذا فى حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح كتاب الصلوة باب الامامة ص: ۳۰۳ قديمى كتب خانه.

لنگڑے شخص کی امامت کا حکم

(س)

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص عالم دین ہے۔ مگر شومئی قسمت کہ دائیں ٹانگ مضروب ہوئی اور اب کیفیت یہ ہے کہ تشہد اور سجدہ کی حالتوں میں اپنی پوری ٹانگ سامنے کی طرف یعنی قبلہ رخ پھیلانی پڑتی ہے تو ایسے امام کی امامت درست ہے یا کسی اور کو امام مقرر کیا جائے۔

(ج)

نماز اس کے پیچھے صحیح ہے۔ لیکن بہتر یہ ہے کہ اگر کوئی دوسرا شخص جو لنگڑا نہ ہو لائق امامت کے موجود ہو تو اس کو امام بنایا جاوے۔ و کذالک[1] اعرج یقوم ببعض قدمه فالا قتداء بغیره اولی. فقط واللہ اعلم

دونوں پاؤں سے معذور شخص کی امامت کا حکم

(س)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں ایک شخص حافظ قرآن ہے۔ اس کے ہر دو پاؤں ٹنڈے ہیں۔ مگر وہ کھڑا ہو کر دونوں پاؤں پر ٹھیک اور ایک پر ٹھیک طرح زور دے کر نماز پڑھا سکتا ہے۔ رکوع و سجود صحیح کر سکتا ہے۔ اس کی نسبت ثبوت کے ساتھ تحریر فرمادیں کہ وہ نماز پڑھا سکتا ہے یا نہیں۔ اس کی ڈاڑھی ٹھیک ہے۔ خوبصورت ہے۔ نیک آدمی ہے۔ لیکن مسائل نماز سے ناواقف ہے۔ کیا ایسے شخص کا ہمیشہ کے لیے امام مقرر کرنا جائز ہے یا نہ بالدلائل بیان فرمادیں۔

(ج)

وفی ردالمحتار[2] وکذلک اعرج یقوم ببعض قدمه فالاقتداء بغیره

---

۱) شامی کتاب الصلوة باب الامامة ۲/۳٦۰ طبع رشیدیه جدید.
وکذا فی التتارخانیه کتاب الصلوة من هو احق بالامامة ۱/٦۰۲ طبع إدارة القرآن والعلوم الاسلامية.

۲) شامی کتاب الصلوة باب الامامة ۲/۳٦۰ طبع رشیدیه جدید.
وکذا فی التتارخانیه کتاب الصلوة من هو احق بالامامة ۱/٦۰۲ طبع إدارة القرآن والعلوم الاسلامية.

اولی تاتارخانیه. اس سے معلوم ہوا کہ امام مذکور کی امامت بلا کراہت جائز ہے۔ اگر دوسرا کوئی اس کے ساتھ مساوی علم تقوی اور شرافت میں موجود نہ ہو اور دوسرے کی موجودگی میں اس کی امامت خلاف اولیٰ ہے۔ لہٰذا اس امام کے برابر کا کوئی دوسرا وہاں پر نہیں ہے تو ان کے لیے اس کی امامت بلا کراہت جائز ہے[1]۔ واللہ اعلم

ایک پاؤں سے معذور شخص کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک حافظ قرآن اور سند یافتہ قاری جو اچھے طریقے پر قرآن پاک کی تلاوت کرسکتا ہے اور مسائل ضروریہ سے بھی اچھی طرح واقف ہے۔ لیکن ایک پاؤں سے اتنا معذور ہے کہ جب کھڑا ہوتا ہے۔ ایک پاؤں کا پنجہ زمین پر رکھتا ہے اور دوسرا پاؤں بالکل ٹھیک ہے اور جب سجدہ کرتا ہے اور التحیات پر بیٹھتا ہے تو پاؤں کو آگے نکال کر رکھتا ہے۔ ایسے آدمی کو مستقل امام بنانا کیسا ہے اور اس کے پیچھے صحیح آدمیوں کی نماز کیسی ہے۔ جب کہ ان آدمیوں میں اس جتنا علم والا کوئی اور نہیں اگر اس کی امامت مکروہ ہے تو کونسی ہے۔ بینوا وتوجروا۔

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ ایسے شخص کی امامت بلا کراہت درست ہے۔ اگر کوئی دوسرا شخص اس جیسا عالم نہ ہو ورنہ خلاف اولیٰ اور مکروہ تنزیہی ہے۔ **کما قال فی الدر المختار وکذا باعرج وغیرہ اولی**[2]. اسی طرح امداد الفتاوی [3] میں بھی مذکور ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ

۸ رجب ۱۳۸۶ھ

---

۱) لما فی الدر المختار هذا إن وجد غيرهم وإلا فلا كراهة كتاب الصلوة باب الامامة ۲/۳۵۸ طبع مكتبه رشيديه جديد.

وكذا فی البحر الرائق كتاب الصلوة باب الامامة ۱/۶۱۱ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه.

۲) لما فی رد المحتار مع شرحه الدر المختار وكذا أعرج يقوم ببعض قدمه فالاقتداء بغيره أولى كتاب الصلوة باب الامامة ۲/۳۶۰ طبع مكتبه رشيديه جديد.

وكذا فی التتارخانيه كتاب الصلوة من هو احق بالامامة ۱/۶۰۲ طبع إدارة القرآن والعلوم الاسلاميه.

۳) **امداد الفتاوى** ۱/۲٤۹ مكتبه دارالعلوم كراچی.

قیام سے معذور شخص کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء اس مسئلہ میں کہ زید اپنے گھر سے چل کر مسجد آتا ہے پھر مسجد میں بوجہ ضعف اور کمزوری کے بیٹھ کر نماز باجماعت پڑھتا ہے اور عذر ترک قیام کا یہ کرتا ہے کہ میں بوجہ سن رسیدہ ہونے کے کمزور ہوں اور قیام کرنے سے قاصر ہوں اس کو منع کیا گیا کہ تم گھر سے چل کر آتے ہو اور پھر بیٹھ کر نماز باجماعت پڑھتے ہو تو قیام فرض ہے اور جماعت واجب ہے تو واجب کے لیے فرض کو ترک نہ کرو اور منفرد نماز پڑھ لیا کرو۔ لیکن وہ کہتا ہے کہ اس طرح مجھے ۲۵ نمازوں کا ثواب ملتا ہے۔ اب اس شخص کے لیے کونسی صورت بہتر ہے۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

کھڑے ہو کر نماز پڑھنا فرض ہے جماعت کی نماز کے لیے مسجد نہ جائے ورنہ نماز نہیں ہوگی(۱) لیکن اگر یہ شخص چاہے گھر میں نماز پڑھے یا مسجد تک چل کر وہاں جماعت سے نماز پڑھے ہر حال میں قیام کرنے سے معذور ہے کھڑا نہیں ہوسکتا تو اس پر جماعت کی نماز کے لیے چلنا ضروری ہے۔ جماعت سے بیٹھ کر نماز ادا کرے اور بہتر یہ ہے کہ کھڑے ہو کر شروع کرے اور جہاں تک وہ امام کے ساتھ قیام میں کھڑا ہوسکتا ہے کھڑا رہے اور تھک جانے پر بیٹھ جایا کرے نیز امام کے رکوع کرنے سے کچھ پہلے کھڑا ہو کر رکوع میں جائے(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

۱) لما فی البحر الرائق لان القیام فرض فلا یجوز ترکه لأجل الجماعة التی هی سنة بل یعد هذا عذرًا فی ترکها وقد علم مما ذکرنا أن رکنیة القراءة أقوی من الرکنیة القیام کتاب الصلوة باب صفة الصلوة ۵۰۹/۱ طبع مکتبه رشیدیه کوئٹه.

وکذا فی حلبی کبیر والثانیة من الفرائض القیام ولوصلی الفریضة قاعداً مع القدرة علی القیام لا تجوز وکذا فی منیة المصلی ولو صلی فی مکانه منفرداً یقدر علی الصلوة قائما فانه یصلی وحده قائما عندنا لان القیام فرض والجماعة سنة کتاب الصلوة فرائض الصلوة ص:۲٦۷ طبع سعید کتب خانه.

۲) لما فی البحر الرائق واختار فی منیة المصلی القول الثالث وهوانه یشرع قائما ثم یقعد فإذا جاء وقت الرکوع یقوم ویرکع کتاب باب صفة الصلوة ۵۰۹/۱ طبع مکتبه رشیدیه کوئٹه.

وکذا فی حلبی کبیر کتاب الصلوة فرائض الصلوة ص:۲٦۷ طبع سعیدی کتب خانه.

معذور شخص کی امامت کاحکم

جو امام مسجد کی چوری کرتا ہو اور جس کی ہر وقت ہوا خارج ہوتی رہتی ہو اور اس کا وضو نہ رہتا ہو اور اسے پیشاب کے قطرے آتے ہوں۔ جب وہ ہر وقت وضو کرتا ہے تو لوگوں کے پوچھنے پر وہ کہتا ہے کہ میرا وضو تو ہوتا ہے لیکن شبہ کی وجہ سے وضو کرتا ہوں۔ جب اس سے کوئی مسئلہ پوچھا جائے تو اچھی طرح نہیں سمجھا سکتا اور جو امام دین کی خاطر نہیں بلکہ صرف پیٹ پروری کی خاطر امامت کرتا ہو اور تنخواہ لینے کے باوجود زکوٰۃ گیارھویں وغیرہ بھی کھاتا ہو۔ قرآن سامنے رکھ کر غلط ترجمہ کرتا ہو۔ نماز عشاء سے پہلے سنتیں غیر مؤکدہ ہونے کی وجہ سے نہ پڑھتا ہو۔ نہ مولوی ہے اور نہ قاری ہے۔ تین چار مہینے پیشگی اپنی تنخواہ لے لیتا ہے۔ صرف چار پانچ آدمیوں کی وجہ سے اپنی امامت زبردستی سے کر رہا ہے کیا کریں۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

امام اگر واقعی معذور ہے کہ اس کا وضو نہیں رہتا کہ نماز میں بھی اس کو پیشاب کے قطرات خارج ہو جاتے ہیں اور ہوا خارج ہوتی ہے تو اس کی امامت جائز نہیں۔ معذور کے پیچھے غیر معذورین کی نماز نہیں ہوتی (۱)۔ اسی طرح اگر امام جھوٹ بولتا ہو اور چوری کرتا ہو، قرآن غلط پڑھتا ہو یا مقتدی کسی وجہ سے اس سے ناراض ہوں تو اس کی امامت مکروہ تحریمی ہے (۲)۔ فقط واللہ اعلم

---

۱) لما فی تنویر الابصار وكذا لا يصح الاقتداء بمجنون...... ولا طاهر بمعذور كتاب الصلوة باب الامامة ۳۸۹/۲ طبع مكتبه رشيديه جديد.

وكذا فی حلبی كتاب الصلوة باب الامامة ص: ۵۱٦ طبع سعیدی كتب خانه.

وكذا فی البحر الرائق كتاب الصلوة باب الامامة ٦۲۸/۱ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه.

۲) لما فی الدر المختار (ولو أم قوماً وهم له كارهون ان الكراهة لفساد فيه أولا نهم أحق بالامامة منه كره له ذالك تحريما كتاب الصلوة باب الامامة ۵۵۹/۱ طبع ايچ۔ايم۔سعيد كراچی.

وكذا فی حاشية الطحطاوی علی مراقی الفلاح كتاب الصلوة باب الامامة ص: ۳۰۱ طبع دار الكتب العلمية بيروت.

وكذا فی البحر الرائق كتاب الصلوة باب الامامة ٦۰۹/۱ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه.

غیر قادر علی القیام کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ان مسائل میں کہ :

(۱) امام اعرج جو قیام نماز ادا کر سکتا ہے۔ (۲) دوسرا امام نماز مقعد جو قیام نہیں کر سکتا۔

(۳) اس مقعد کا ایک ہاتھ شل ہے۔ دو نقص کا مالک ہے۔ ان کے پیچھے نماز کیسی ہے۔ جبکہ تندرست صحیح موجود ہے۔

﴿ج﴾

(۱ تا ۳) نماز ان کے پیچھے ہو جاتی ہے۔ لیکن ایسا شخص جو تندرست ہے اور مسائل سے واقف ہو اس کو امام بنانا اولیٰ اور بہتر ہے کیونکہ اعرج اور مقعد جس کا ایک ہاتھ شل ہے لوگوں کی نفرت یا تکمیل طہارت میں کوتاہی کی وجہ سے ان کی امامت مکروہ اور غیر اولیٰ ہے۔ کما فی الشامیة[1] **و کذالک اعرج یقوم ببعض قدمه فالاقتداء بغیره اولی** - و ایضاً فی الشامیة **وصح اقتداء متوضی لاماء معه بمتیمم**[2] **الخ...... و قائم بقاعدیر کع و یسجد** الخ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ایسے بہرے امام کی امامت کا حکم جو بتائی جانے والی غلطی نہ سن سکے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک پیش امام بہرہ ہے وہ غلط قرآن شریف پڑھتا ہے۔ جب تصحیح کے لیے اسے لقمہ دیا جاتا ہے تو وہ بوجہ بہرہ پن اسے نہیں سن سکتا یا نہیں سمجھ سکتا اور غلط ملط قرآن پڑھ جاتا ہے آیا وہ پیش امام رکھنے کے قابل ہے یا نہیں۔

---

۱) شامی کتاب الصلوة باب الامامة ۲/ ۳۶۰ طبع مکتبه رشیدیه جدید.
وکذا فی التتارخانیه کتاب الصلوة من هو أحق بالامامة ۱/ ۶۰۲ طبع إدارة القرآن والعلوم الاسلامیه.

۲) وفی الدر المختار کتاب الصلوة باب الامامة ۱/ ۵۸۸ طبع ایچ-ایم-سعید کراچی.
وکذا فی البحر الرائق کتاب الصلوة باب الامامة ۱/ ۶۳۶، ۶۳۷ طبع مکتبه رشیدیه کوئٹه.
وکذا فی حلبی کتاب الصلوة باب الامامة ص: ۵۱۸، ۵۱۹ طبع سعیدی کتب خانه.

﴿ج﴾

اگر قرآن شریف ایسا غلط پڑھتا ہے کہ جس سے نماز میں نقصان یا فساد آتا ہو تو اس کو امام نہ بنایا جائے اور کسی صحیح خواں کو امام مقرر کیا جائے۔(و) لا (غیر الالثغ به) أی بالالثغ (علی الاصح) [1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عالموں کی موجودگی میں نابینا شخص کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک نابینا قاری ہے اور عقیدہ اس کا صحیح ہے اور اس مسجد میں دو عالم باعمل بھی موجود ہیں اور وہ بھی صحیح الاعتقاد ہیں اور وہ بھی اسی نابینا قاری کے پیچھے نمازیں پڑھتے ہیں اور مذکورہ قاری صاحب نابینا حقہ نوشی کے بہت عادی ہیں کیا اس حافظ کے پیچھے ان علماء کی اقتداء ٹھیک ہے یا نہیں اور ان علماء کے ہوتے ہوئے وہ امام بن سکتا ہے یا نہیں اور اس کی اقتداء کرنی مکروہ تحریمی ہے یا تنزیہی جواب مفصل تحریر فرمادیں۔

﴿ج﴾

نابینا کی امامت اس وقت صحیح ہے جب کہ اس سے بہتر کوئی دوسرا امام موجود نہ ہو اور اگر اس سے علم و قرات وغیرہ میں بالاتر کوئی موجود ہو تو نابینا کی امامت مکروہ ہے۔ **قال الشامی** [2] **حیث قال قید کراهة امامة الاعمی فی المحیط وغیره بان لایکون افضل القوم فان کان افضلهم فهو اولی** اس نابینا کی امامت دوسرے عالم کی موجودگی میں مکروہ ہے اور اس کراہت پر دوام کرنے سے کراہت

---

۱) لما فی الدر المختار کتاب الصلوة باب الامامة ۲/۳۹۵ طبع مکتبه رشیدیه کوئٹه جدید
وکذا فی التتارخانیه کتاب الصلوة وأما بیان من یصلح اماما لغیره ومن لا یصلح ۱/۶۰۹ طبع إدارة القرآن والعلوم الاسلامیه.

۲) رد المحتار کتاب الصلوة باب الامامة ۲/۳۵۶ طبع مکتبه رشیدیه جدید.
وکذا فی حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح کتاب الصلوة باب الامامة ص:۳۰۲ طبع دارالکتب العلمیة بیروت لبنان.
وکذا فی التتارخانیه کتاب الصلوة من هو أحق بالامامة ۱/۶۰۳ طبع إدارة القرآن والعلوم الاسلامیه کراتشی.

تحریمی آ جاتی ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو امام مقرر کیا لیکن یہ اس وقت جب کہ تمام جلیل القدر صحابہ کرام غزوہ پر گئے تھے۔ كما يفهم من عبارة الشامي لكن ورد في الاعمى نص خاص هو استخلافه صلى الله عليه وسلم لابن ام مكتوم وعتبان على المدينة وكانا اعميين لانه لم يبق من الرجال من هو اصلح منهما [1] . فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

۷ ربیع الثانی ۱۳۷۹ھ

پرہیزگار نابینا کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک امام مسجد جس کو امامت کرتے تقریباً پچیس سال ہو گئے ہیں۔ وہ امام نابینا اور حافظ قرآن وقاری ہے۔ نیز قاری ہونے کے علاوہ وہ شریعت کے احکام سے بھی واقفیت رکھتا ہے اور پرہیزگار بھی ہے۔ یہاں تک کہ ناپاکی وگندگی سے بچنے کے لیے ایک طالب علم ساتھ رکھتا ہے۔ چند اشخاص حافظ صاحب پر الزام چوری یا غبن بیت المال بغیر ثبوت شرعی وگواہان کے لگاتے ہیں۔ نیز اس کے نابینا ہونے پر سوال پیدا کرتے ہیں کہ یہ نابینا ہے اور نابینا امامت کی اہلیت نہیں رکھتا۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ ایسی صفات والے نابینا کی امامت شرعاً جائز ہے یا نہیں اور بلاوجہ الزام لگانے والوں کے متعلق شریعت کا کیا حکم ہے۔

﴿ج﴾

ایسا امام جو پچیس سال سے امامت کر رہا ہے اور حافظ وقاری بھی ہے۔ احکام شریعت سے بھی واقف ہے اور پرہیزگار بھی ہے اور طہارت وپاکی کا پورا لحاظ رکھتا ہے جیسے کہ سوال میں مرقوم ہے۔ ایسے امام کو ذاتی جھگڑوں کی بنا پر مورد الزام قرار دینا جائز نہیں [2] اور اسی طرح مسجد کی امامت سے الگ کرنا بھی روا نہیں جب کہ اکثریت اس کے حق میں ہو بلکہ بلاوجہ الزام لگانے والے مجرم ہیں۔ ان کو روکنا ضروری ہے اور نابینا کی امامت کا مکروہ ہونا اس وقت ہے جب کہ افضل القوم نہ ہو اور نجاست وطہارت کے معاملے میں احتیاط نہ کرتا ہو۔ ورنہ بصورت دیگر... مستحق ہے۔ وقيد كراهة امامة الاعمى في المحيط وغيره بان لايكون

---

۱) رد المحتار كتاب الصلوة باب الامامة ۱/ ۳۵٦ طبع مكتبه رشيديه جديد.

وكذا في البحر الرائق كتاب الصلوة باب الامامة ۱/ ٦۱۰ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه.

۲) الدرالمختار مع رد المحتار واعمى الا ان يكون اعلم القوم فهو اولى قوله ونحوه العشى هو سئ البصر ...... وهذا ذكره في النهر بحثا اخذا من تعليل الاعمى بانه لا يتوقى النجاسة/ كتاب الصلوة باب الامامة ۱/ ٥٦۰ سعيد كراچى.

افضل القوم فان کان افضلھم فھو اولی[1]۔

عالم امام کے ہوتے ہوئے نابینا کا امامت کی خواہش کرنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ زید مدت سے امام مسجد ہے اور اس علاقہ میں ایک معتبر عالم سمجھا جاتا ہے اور تمام مقتدی اس امام میں ہر طرح سے متفق ہیں۔ بکر جو ایک نابینا ہے اور اپنے آپ کو عالم قاری سمجھتا ہے وہ آ کر جماعت میں زید کے شانہ بشانہ کھڑا ہو جاتا ہے اور تکبیر قرات شروع کر دیتا ہے۔ اس خیال سے کہ میں ہی نماز پڑھاتا ہوں۔ حالانکہ لوگ زید کی اقتدا کرتے ہیں۔ بکر خود بخود اونچا پڑھتا ہے۔ نیز بکر علی الاعلان کہہ دیتا ہے کہ زید کے پیچھے نہ میری نماز ہوتی ہے نہ آپ لوگوں کی۔ اس حالت میں از روئے شرع اس مسئلہ کا کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا۔

﴿ج﴾

بکر مذکور کی یہ حرکت شرعاً نہایت قبیح ہے۔ آخر جب مسجد کا پیش امام پہلے سے مقرر ہے اور لوگ اس کی امامت پر خوش اور رضامند ہیں اور ایک عالم دین اور بینا انسان ہے تو بکر نابینا (جس کی امامت بھی مکروہ[2] ہے) کو خود اپنی ہی امامت کا بلا وجہ شرعیہ اتنا شوق کیوں چڑھا ہوا ہے۔ بکر کو سمجھایا جائے کہ ایسی نازیبا حرکت سے باز آ جائے ویسے اگر ایسی حالت میں نماز پڑھ لے تو وہ منفرد شمار ہوگا اور اس کا فرض ادا ہو جائے گا۔ اگرچہ ترک جماعت اور فتنہ پردازی کا گناہ اس پر ضرور ہوگا[3]۔ اور بکر جو یہ کہتا ہے کہ زید کے پیچھے نماز نہیں ہوتی

---

۱) قید كراهة إمامة الاعمى فى المحيط وغيره بأن لا يكون أفضل القوم فإن كان افضلهم فهو اولى
ردالمحتار مع الدر كتاب الصلوة باب الامامة ٣٥٦/٢ طبع مكتبه رشيديه جديد.
وكذا فى حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح كتاب الصلوة فصل فى الامامة ص:٣٠٢ طبع دار الكتب العلمية بيروت. وكذا فى التتارخانيه كتاب الصلوة من هو أحق بالامامة ٦٠٣/١ طبع إدارة القرآن والعلوم الاسلاميه كراتشى.

۲) ويكره فى الدر المختار (إمامة عبد وفاسق و أعمى كتاب الصلوة باب الامامة ٣٥٥/٢ طبع مكتبه رشيديه جديد. وكذا فى البحر الرائق كتاب الصلوة باب الامامة ٦١٠،٦٠٧/١ طبع مكتبه رشيديه كوئته. وكذا فى حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح كتاب الصلوة فصل فى الامامة ص:٣٠٢ طبع دار الكتب العلمية بيروت.

۳) لما فى رد المحتار أن هذا يقتضى الاتفاق على أن تركها مرة بلا عذر يوجب إثماً كتاب الصلوة باب الامامة ص ٣٤١:٢ طبع مكتبه رشيديه جديد. وكذا فى حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح كتاب الصلوة باب الامامة ص:٢٨٦ طبع دار الكتب العلمية بيروت.
وكذا فى حلبى كبير كتاب الصلوة فصل فى الامامة ص:٥٠٨ طبع سعيدى كتب خانه.

ہے۔اس کی کیا وجہ بتاتا ہے۔اگر شرعاً وہ وجہ درست ہے تو لوگوں پر ضروری ہے کہ زید مذکور کو امامت سے ہٹا دیں یا زید اس وجہ فساد نماز کا ازالہ کر لے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

عبداللطیف غفرلہ
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ
۱۰ صفر ۱۳۸۶ھ

نابینا کی امامت کا حکم

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ نابینا امام کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے یا نہیں، جب کہ وہ نجاستوں سے محفوظ اور پاک صاف رہتا ہے۔

ج

نابینا امام کے پیچھے نماز صحیح ہو جاتی ہے مگر مکروہ ہے۔ ہاں اگر نابینا سب سے افضل و اعلم ہے لوگوں کی نظروں میں محترم ہے یا اور کوئی شخص نماز پڑھانے والا موجود نہیں ہے تب اس کے پیچھے نماز بلا کراہت صحیح ہے اور اگر دوسرا کوئی شخص اس سے زیادہ علم رکھنے والا یا برابر علم و فضل رکھنے والا موجود ہو تب اس کی امامت مکروہ تنزیہی ہے اور ایسی صورت میں اگر کسی دوسرے شخص کے پیچھے اقتداء میسر ہو سکے تو بہتر ہے ورنہ پھر اس کے پیچھے ہی نماز ادا کی جائے۔ بلا جماعت نماز ادا نہ کی جائے۔ کراہت کی علت فقہاء نے یہ بیان کی ہے کہ نابینا نجاستوں سے اچھی طرح محفوظ نہیں رہ سکتا اور نہ کما ینبغی استقبال قبلہ از خود کر سکتا ہے۔ جس کی وجہ سے لوگوں کو اس کی امامت سے نفرت پیدا ہوتی ہے جو تقلیل جماعت کا باعث بن جاتی ہے۔ کما قال فی الدر المختار [1] (ویکرہ) تنزیھاً (امامة عبد) الی ان قال (وفاسق واعمی) ونحوہ الاعشی نھر (الاان یکون) ای غیر الفاسق (اعلم القوم) فھو اولی) وقال فی الکبیری شرح منیة المصلی [2] وتقدیم الاعمی لانه لایمکنه الاحتراز من النجاسة وتحقیق استقبال القبلة کما ینبغی. واما من جعله النبی صلی اللہ علیه وسلم اماماً مع انه اعمی فخارج من هذا لانه وفق ببرکة النبی صلی اللہ علیه وسلم وقال فی البحر الرائق [3]

---

۱) لما فی الدر المختار ، کتاب الصلوۃ باب الامامة، ص ۳۵۵، ج۲، طبع مکتبه رشیدیه جدید
۲) لما فی حلبی کبیر کتاب الصلوۃ فصل فی الامامة ص: ۵۱۴ طبع سعیدی کتب خانه.
۳) لما فی البحر الرائق کتاب الصلوۃ باب الامامة ۱/ ۶۱۱ طبع مکتبه رشیدیه کوئٹه.

تحت قول الکنز وکرہ امامة العبد. الخ. فالحاصل انه یکرہ لهؤلاء التقدم ویکرہ الاقتداء بهم کراهة تنزیهیة فان امکن الصلوة خلف غیرهم فهو افضل والا فالاقتداء اولی من الانفراد وینبغی ان یکون محل کراهة الاقتداء بهم عند وجود غیرهم والا فلا کراهة کما لایخفی. فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ عبداللطیف غفرلہ
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ
۱۲ رمضان ۱۳۸۵ھ

نابینا کی امامت کا حکم

﴿س﴾

یہاں پر ایک اہم مسئلہ زیر بحث ہے بعض لوگوں کا خیال ہے اور وہ اپنی رائے پر مصر ہیں کہ نابینا شخص خواہ وہ قرآن حکیم کا حافظ اور قاری ہی کیوں نہ ہو اس کے پیچھے نماز پڑھنا ناجائز ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ایسے شخص کے پیچھے نماز نہیں ہوتی۔ براہ کرم اس مسئلہ پر فتویٰ عنایت فرمادیں اگر آپ بھی اس رائے سے متفق ہوں تو اس کے ثبوت میں قرآن یا حدیث سے دلائل پیش فرمادیں شکر گزار رہوں گا۔

﴿ج﴾

نابینا کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے البتہ بعض مواقع میں اس کی امامت مکروہ ہوتی ہے مثلاً جب اس سے اچھا حافظ قاری اور عالم موجود ہو تو ان کی موجودگی میں اس کی امامت مکروہ ہوگی اور جس مقام پر اس سے اچھا قاری عالم نہ ہو تو اس کی امامت بالکل جائز ہے اور بغیر کراہت کے جائز ہے شامی میں ہے. قید کراهة امامة الاعمی فی المحیط وغیرہ بان لایکون افضل القوم فان کان افضلهم فهو اولی[1]. واللہ اعلم۔

عبدالرحمٰن نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۴ ربیع الاول ۱۳۷۹ھ

---

۱) شامی کتاب الصلوة باب الامامة ۲/۳۵۶ طبع مکتبه رشیدیه جدید.
وکذا فی حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح کتاب الصلوة فصل فی الامامة ص:۲۸٦ طبع دارالکتب العلمیة بیروت. وکذا فی التتارخانیه کتاب الصلوة باب من هو أحق بالامامة ص:٦۰۳ طبع إدارة القرآن والعلوم الاسلامیه.

امی کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص قاری ہے اور وہ امی ہے اور اس کا لباس صاف رہتا ہے اور تمام شرعی مسائل سے واقف ہے۔ ایک شخص اس کی دیکھ بھال کے لیے ہر وقت اس کے ساتھ رہتا ہے اور ہزاروں انسانوں کو پڑھا بھی چکا ہے۔ اس کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

﴿ج﴾

ایسے شخص کی امامت درست ہے [1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

نابینا محتاج کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک نابینا شخص ہے۔ محتاجی اور غریبی زوروں پر ہے اس لیے وہ کہیں محلہ تلاش کرتا ہے لیکن وہ اگر محلہ والوں کو نماز نہ پڑھائے تو پھر اسے محلہ کہیں نہیں ملتا اس لیے اس غریب کے بارے میں آپ یہ بتائیں کہ نابینا کے پیچھے نماز ہو سکتی ہے یا نہیں جبکہ وہ احتیاط بھی کرے اگر نہیں ہوتی تو اس غریب بندہ کے لیے اسلام کے موافق کوئی دوسرا کام تجویز کریں اور بندہ صرف قرآن شریف کا حافظ ہے باقی عالم وغیرہ نہیں ہے۔

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ نابینا کی امامت مکروہ تنزیہی ہے اس لیے کہ وہ نجاست سے کما حقہ پرہیز نہیں کر سکتا۔ ویسے اگر نابینا قوم میں سب سے زیادہ علم رکھنے والا ہو تو اس کی امامت بالکل مکروہ نہیں ہے بشرطیکہ نجاست سے احتراز و احتیاط کرتا ہو صورت مسئولہ میں حافظ نابینا موصوف بشرطیکہ نجاستوں سے خوب احتیاط کرتا ہو امامت کرا سکتا ہے ہاں اگر کوئی بڑے علم والا اس محلہ میں موجود ہو تو اس کی امامت افضل ہے۔ کما قال فی

---

۱) شامی قید کراهة إمامة الاعمی فی المحیط وغیره بان لا یکون افضل القوم فان کان افضلهم فهو اولی کتاب الصلوة باب الامامة ۳۵۶/۲ طبع مکتبه رشیدیه جدید.

وکذا فی حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح کتاب الصلوة فصل فی الامامة ص: ۳۰۲ طبع دارالکتب العلمیة بیروت. وکذا فی التتارخانیه کتاب الصلوة من هو أحق بالامامة ۶۰۳/۱ طبع إدارة القرآن والعلوم الاسلامیه کراچی.

الكبيرى وفى حق الاعمى لانه لايرى النجاسة ليحترز عنها وقد عن وهو لا يشعر واذا تاملت وجدت سبب الكراهة فى الاعمى اخذ من غيره ولذالم يكره تقديمه عندالائمة الثلاثة وذكر فى المحيط لاباس بان يؤم الاعمى والبصير اولىٰ وفى الانفع انما يكره تقديم الاعمى اذا كان غيره افضل منه وقد ثبت ان النبى صلى الله عليه وسلم استخلف بن ام مكتوم [1] يؤم الناس وهواعمى رواه ابوداؤد ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۸رجب ۱۳۸۷ھ

بالکل اندھے اور لنگڑے شخص کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین مندرجہ ذیل مسائل میں کہ:

(۱) بالکل اندھے' کانے اور لنگڑے بالغ آدمی کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں اگر جائز ہے تو کیا نماز مکروہ نہیں ہو جاتی ۔ (۲) زاہد کا والد ایک سال ہوا فوت ہو گیا ہے وہ مبلغ ۴۰۰ روپے چھوڑ کر مرا ہے اب تک وہ ۴۰۰ روپے زاہد کے پاس پڑا ہے اور زاہد کی ایک کنواری بہن اور بوڑھی والدہ ہے نیز زاہد ایک طالب علم ہے۔ وہ اپنی تعلیم کا خرچ ٹیوشن وغیرہ پڑھا کر برداشت کرتا ہے اور اس کی والدہ محنت وغیرہ کر کے گھر کا خرچ برداشت کرتی ہے تو زاہد کو ۴۰۰ روپیہ پر زکوۃ دینی پڑے گی۔ اگر دینی پڑے گی تو کن کو دے کیا وہ اپنی بہن کو جو کہ گھر میں کنواری بیٹھی ہوئی ہے۔ زکوۃ دے سکتا ہے۔ نیز اگر اس کی بہن شادی شدہ ہو اور اس کا خاوند فوت ہو چکا ہو تو کیا اس صورت میں بہن کو زکوۃ کی رقم دے سکتا ہے جب کہ بیوہ بہن کا کوئی آمدنی کا ذریعہ نہ ہو۔ وضاحتی جواب سے سرفراز فرماویں۔

﴿ج﴾

(۱) لنگڑے' اندھے کی امامت جائز تو ہے لیکن اس میں کراہت ہے۔ ہاں اگر اندھا ایک عالم قاری شخص ہو اور نجاست سے پوری طرح پرہیز اور احتیاط کرتا ہو تو پھر اس کی امامت مکروہ بھی نہیں ہے۔ قال فی

---

۱) حلبى كبير كتاب الصلوة فصل فى الامامة ص: ۵۱۴ طبع سعيدى كتب خانه.
وكذا فى البحر الرائق كتاب الصلوة باب الامامة ۱/۶۱۱ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه.
وكذا فى حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح كتاب الصلوة فصل فى الامامة ص: ۳۰۲ طبع دارالكتب العلمية بيروت.

العالمگیریہ [۱] ولو كان لقدم الامام عوج وقام على بعضها يجوز وغيره اولى كذا فى التبيين وقال فيها ايضا وتجوز امامة الاعرابى والاعمى والعبد وولدالزنا والفاسق كذا فى الخلاصة الاانها تكره هكذا فى المتون قال فى التنوير ويكره امامة عبد الى ان قال (واعمى) (الا ان يكون اعلم القوم) [۲].

(۲) زاہد کے باپ نے جو ۴۰۰ روپیہ چھوڑے ہیں یہ سارے زاہد کے نہیں ہوئے۔اس میں سے پچاس روپے اس کی بوڑھی ماں کے ۱۱۶ روپے اس کی ایک بہن اور ۲۳۳ روپے زاہد کے شرعاً ہوتے ہیں۔اگر وارث صرف یہی ہیں اگر زاہد کے قرضوں اور دیگر حاجات اصلیہ سے یہ روپیہ فارغ پڑا ہو اور بقدر نصاب ہو تو اس صورت میں اس پر سال گزرنے کے بعد اس کا چالیسواں حصہ ہوگا۔بہن کا مال وغیرہ اگر ساتھ شریک نہیں ہے تو بہن کو اگر وہ مسکین ہے صاحب نصاب نہیں زکوۃ دے سکتا ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۲۴ رجب ۱۳۸۴ھ

صفائی ستھرائی کا خیال رکھنے والے نابینا کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ایک حافظ نابینا گیارہ سال سے ایک مسجد میں امام مقرر ہے قرآن کریم بھی اچھا پڑھتا ہے۔مسجد کے ساتھ ایک مدرسہ ہے مدرسہ مذکورہ میں دو عالم ہیں جو کہ عقائد دیوبند کے ہیں اور حافظ بھی دیوبندی ہے۔علماء کرام کہتے ہیں کہ حافظ نابینا ہے اس لیے نماز مکروہ ہوتی ہے۔حافظ صاحب صفائی کا بھی بہترین خیال رکھتے ہیں۔اگر حافظ صاحب کو امامت سے علیحدہ کریں تو جھگڑے کی صورت ہے تو اس صورت میں علمائے کرام فتویٰ دے کر مشکور فرما دیں۔

---

۱) الهندية كتاب الصلوة الفصل الثالث فى بيان من يصلح إماماً لغيره ۱/۸۵ طبع بلوچستان بکڈپو.
وكذا فى رد المحتار كتاب الصلوة باب الامامة ۲/۳٦۰ طبع مكتبه رشيديه جديد.

۲) شامى كتاب الصلوة باب الامامة ۲/۳۵٦ طبع مكتبه رشيديه جديد.
وكذا فى حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح كتاب الصلوة فصل فى الامامة ص:۳۰۲ طبع دار الكتب العلمية بيروت. وكذا فى التتارخانيه كتاب الصلوة من هو أحق بالامامة ۱/٦۰۳ طبع إدارة القرآن والعلوم الاسلاميه كراچى.

﴿ج﴾

نابینا کی امامت اس وقت مکروہ ہے جب کہ وہ نجاست سے بچنے پر قادر نہ ہو یا دوسرے لوگوں سے باعتبار قراۃِ قرآن اور علم مسائل افضل نہ ہو اور اگر کوئی نابینا ایسا ہے کہ نجاست سے بچنے کا انتظام رکھتا ہے تو اس کی امامت مکروہ نہیں ہے۔ قال الشامی قید کراھة امامة الاعمی فی المحیط وغیرہ بان لایکون افضل القوم فان کان افضلھم فھو اولی.[1] جب کہ اس کو امامت سے الگ کرتے ہیں فساد کا بھی اندیشہ ہو اور قدیم سے جو اس کی امامت چلی آرہی ہے لہٰذا اس کا بھی تقاضا ہے کہ اس کو بدستور امام رکھا جاوے اور علماء اس کے پیچھے نماز پڑھیں بشرطیکہ بیان مذکور مستفتی کا صحیح ہو اور فی الواقع قوم میں افضل ہو ضروری مسائلِ نماز سے واقف ہو۔

محتاط نابینا شخص کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین مسئلہ ذیل میں کہ ایک نابینا جو قرآن شریف کا حافظ اور قاری ہونے کے علاوہ شریعت کے احکام سے بھی واقفیت رکھتا ہے اور پرہیز گار بھی ہے۔ یہاں تک کہ ناپاکی اور گندگی سے بچنے کے لیے ایک طالب علم کو ہمیشہ اپنے پاس رکھتا ہے تاکہ ناپاکی سے محفوظ رکھے ایسے آدمی کا پیش امام رکھنا از روئے شریعت جائز ہے یا نہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نابینا کو آگے ہونے کا موقع اپنی زندگی مبارک میں دیا ہے یا نہیں نیز یہ کہ جو شخص لوگوں میں فساد برپا کرنے کے لیے کوئی ایسا مسئلہ پیش کردے مثلاً یہ کہے کہ ایسے مذکورہ بالا آدمی کے پیچھے نماز جائز نہیں تو اس کے متعلق شریعت کا کیا حکم ہے۔

﴿ج﴾

واقعی اگر پیش امام مذکور ناپاکی سے کافی احتیاط کرتا ہے اور قاری نیز واقف از احکام شرع ہے تو اس کی امامت میں کوئی قباحت نہیں ہے۔ بلکہ افضل القوم ہونے کی وجہ سے وہی زیادہ لائق امامت ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو ایک غزوہ پر جاتے وقت مسجد نبوی کا امام مقرر فرمایا تھا اور

---

۱) شامی کتاب الصلوة باب الامامة ۲/۳۵٦ طبع مکتبہ رشیدیہ جدید.
وکذا فی حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح کتاب الصلوة فصل فی الامامة ص:۳۰۲ طبع دارالکتب العلمیة بیروت. وکذا فی التتارخانیه کتاب الصلوة من هو أحق بالامامة ۱/٦۰۳ طبع إدارة القرآن والعلوم الاسلامیه کراچی.
کما فی رد المحتار وهذا ذکره فی النهر بحثا اخذا من تعلیل الاعمی بانه لا یتوقی النجاسة کتاب الصلوة باب الامامة ۱/٥٦۰ سعید کراچی.

حضرت عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مسجد کا پیش امام مقرر فرمایا تھا۔ باوجودیکہ دونوں حضرات نابینا تھے۔ بحرالرائق [1] میں ہے۔ **وامامة عتبان بن مالک الاعمی لقومه مشهورة فی الصحيحين واستخلاف ابن ام مكتوم الاعمى على المدينة كذلک (ثم قال) وقيد كراهة امامة الاعمى فى المحيط وغيره بان لايكون افضل القوم فان كان افضلهم فهو اولى الخ.** لہٰذا اس کے خلاف لوگوں میں فساد ڈالنے کی کوشش یا لوگوں کے دلوں میں شبہات ڈالنا بری بات ہے۔ اس لیے پرہیز کرنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اتفاق نصیب کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

افیون کا نشہ کرنے والے کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ یہاں ایک مولوی صاحب افیون کا نشہ کرتے ہیں۔ کیا ایسے مولوی صاحب کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے یا نہ۔

﴿ج﴾

افیون کھانے والے کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے۔ اس کو امام نہ بنانا چاہیے۔ **يحرم اكله** [2] **وايضاً فيه وكذا تكره خلف امرد وسفيه (الى قوله) وشارب الخمر واكل الربوا** [3] **وفى الشاميه وكراهة تقديمه اى الفاسق كراهة تحريم الخ.** [4] فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ، ۲۸ ذوالحجہ ۱۳۹۳ھ

---

۱) البحر الرائق كتاب الصلوة باب الامامة ۱/۶۱۰ طبع مكتبه رشيديه جديد.
كذا فى الشامية كتاب الصلوة باب الامامة ۲/۳۵۶ طبع مكتبه رشيديه جديد.
وكذا فى التتارخانيه كتاب الصلوة من هو أحق بالامامة ۱/۶۰۳ طبع إدارة القرآن والعلوم الاسلاميه.
۲) يحرم اكله يه عبارت باب الامامة ميں نهيں هے بلكه كتاب الاشربة ۱۰/۴۶،۴۷ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه. جدید میں ہے۔
۳) الدر المختار كتاب الصلوة باب الامامة ۲/۳۵۹،۳۶۰ طبع مكتبه رشيديه۔
۴) شامى كتاب الصلوة باب الامامة ۲/۳۵۶ طبع مكتبه رشيديه جديد.
وكذا فى حلبى كبير كتاب الصلوة باب الامامة ص:۵۱۳ طبع سعيدى كتب خانه.
وكذا فى حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح كتاب الصلوة فصل فى الامامة ۳۰۳ طبع دار الكتب العلمية بيروت لبنان.

''بیڑا'' رکھنے والے کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماءِ دین دریں مسائل کہ:

(۱) ایک امام مسجد بیڑا جو کہ تمبا کو و دیگر نشہ آور اشیاء کی آمیزش سے تیار ہوتا ہے اس کے استعمال کا اس قدر عادی ہے کہ دوران مطالعہ بھی استعمال سے گریز نہیں کرتا ہے اور جماعت کرانے سے ایک دو منٹ پیشتر کلی کر کے جماعت کی سعادت مندی اختیار کر لیتا ہے۔ کیا اس کی امامت اس صورت حال کے اندر درست ہے۔

(۲) جب یہ جمعہ کے روز ممبر پر تشریف فرما ہوتے ہیں بر مقتدیان تو اس وقت کوئی السلام علیکم نہیں فرماتے۔ مگر تلاوت قرآن شریف شروع کر دیتے ہیں اور تمہیدی دعا سے فارغ ہو کر پھر حاضرین کو مخاطب فرما کر السلام علیکم فرماتے ہیں حالانکہ اولین اصول کے تحت حاضرین سے السلام علیکم کی دعا ہو اور پھر سلسلہ تبلیغ شروع ہو کس حد تک ان کا یہ عمل درست ہے۔

﴿ج﴾

(۱) معروف بیڑا اور نسوار کے استعمال کرنے والے کی امامت جائز اور درست ہے۔ کذا فی فتاوی رشیدیہ ص ۴۸۸ [1] لیکن خلاف اولی ضرور ہے [2]۔ امام صاحب کو احتراز کرنا چاہیے۔

(۲) یہ طریقہ سلام مسنون طریقہ کے خلاف ہے اسلاف سے منقول نہیں یعنی خطبہ کے بعد وعظ سے پہلے السلام علیکم کہنا دین میں منقول نہیں۔ امام مسجد کو چاہیے کہ ہر حال میں سنت کی اتباع کرے۔ اتباع کا مقام سب سے اونچا ہے [3]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

۱) لم اجده فی فتاوی رشیدیه ولا فی تالیفات رشیده فمن وجده فعلیه ان یکتبه ویطلع ناشره، ۱۲ مصحح

۲) ویکره الاقتداء بالمعروف بآکل الربا أو شیٔ من المحرمات أو یداوم الاصرار علی شیٔ من البدع المکروهات کالد خان المبتدع فی هذا الزمان ولا سیما الخ کتاب الاشربة شامی ۵۲،۵۱/۱۰ طبع مکتبه رشیدیه جدید.

۳) لما فی الترمذی عن جابر بن عبد الله رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم السلام قبل الکلام کتاب الاستیذان والا داب باب السلام قبل الکلام ۹۹/۲ طبع ایچ۔ایم۔سعید کمپنی.
لما فی الدر المختار ثم إذا دخل یسلم أولا ثم یتکلم وکذا فی رد المحتار فان تکلم قبل السلام فلا یجیبه قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من تکلم قبل السلام فلا تجیبوه الخ کتاب الحظر والاباحة فصل فی البیع ۶۸۲/۹ طبع مکتبه رشیدیه جدید. جدید

حقہ نوشی کے عادی نابینا قاری کی امامت دو عالموں کے ہوتے ہوئے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ:

(۱) ایک بستی یا ایک شہر میں دو عالم باعمل وصحیح الاعتقاد موجود ہوں اور وہاں ایک قاری نابینا صاحب صحیح الاعتقاد کو امام مقرر کیا گیا ہے اور وہ دو عالم بھی اس کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں۔ کیا اس کی امامت اور ان کی اقتداء بلا کراہت جائز ہے یا نہیں باوجودیکہ وہ قاری صاحب احتیاط تو رکھتا ہے اور نیز اکثر مسائل نماز سے بھی واقف ہے۔ لیکن حقہ نوشی بہت کرتا ہے اور اس کو حقہ کے ترک پر کئی بار مجبور کیا گیا ہے۔ لیکن وہ حقہ کسی صورت میں بھی نہیں چھوڑتا اور غلطی بھی تسلیم نہیں کرتا۔ لہٰذا مہربانی فرماتے ہوئے یہ مسئلہ پوری پوری وضاحت سے مبرہن فرما کر ہماری تشفی فرمائیں۔

(۲) اور دوسرا یہ کہ نماز جمعہ کے فرض ادا کرنے کے بعد فرض احتیاطی پڑھنے چاہئیں یا نہیں برائے کرم ان دونوں مسئلوں کو وضاحت سے تحریر فرمائیں۔

﴿ج﴾

(۱) علامہ شامی رحمہ اللہ نے [1] لکھا ہے قید کراهة امامة الاعمى فى المحيط وغيره بان لا يكون افضل القوم فان كان افضلهم فهو اولى۔ بظاہر سوال سے معلوم ہوتا ہے کہ امام ہذا (نابینا) تمام قوم یعنی مقتدیوں سے علم میں افضل نہیں ہے کیونکہ دو عالم باعمل موجود ہیں اس لیے ان کے ہوتے ہوئے اس نابینا کی امامت مکروہ ہے۔ نیز حقہ نوشی اگرچہ گناہ صغیرہ ہے۔ لیکن اس پر اصرار کرنا اور ہمیشہ اس کا ارتکاب کرنا صغیرہ نہیں [2] بلکہ اس سے آدمی فاسق ہو جاتا ہے اور فاسق کے پیچھے غیر فاسق کی موجودگی میں نماز نہ

---

۱) شامی كتاب الصلوة باب الامامة ۳۵٦/۲ طبع مكتبه رشيديه جديد.
وكذا فى حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح كتاب الصلوة فصل فى الامامة ص: ۳۰۲ طبع دار الكتب العلمية بيروت. وكذا فى التتارخانيه كتاب الصلوة من هو أحق بالامامة ٦۰۳/۱ طبع إدارة القرآن والعلوم الاسلاميه كراچى.

۲) وشرعاً، خروج عن طاعة الله تعالى باب بارتكاب كبيرة قال القهستانى أى أو إصرار على صغيرة حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح كتاب الصلوة فصل فى الامامة ص: ۳۰۳ طبع دار الكتب العلمية بيروت. وكذافى شرح فقه الاكبر لا كبيرة مع الاستغفار ولا صغيرة مع الاصرار ص: ۱۷۰ طبع قديمى كتب خانه.

پڑھنی چاہیے[1]۔

(۲) شہر میں جمعہ ادا کرنے کے بعد فرض احتیاطی ہرگز نہ پڑھیں البتہ اگر کہیں جواز جمعہ میں شک پڑ گیا وہاں پر اگر پڑھی جائے تو درست ہے۔و عن الاختلاف فی المصر قالوا فی کل موضع و قع الشک فی جواز الجمعة ینبغی ان یصلی اربعا اھ مجموعہ فتاویٰ جلد۳ص۶۱ لیکن عوام کے لیے فرض احتیاطی ٹھیک نہیں ہے۔کما ھو المنقول عن البحر فی ردالمحتار یفید انه علی الراجح من جواز التعدد لا یصلیھا بناء علی ما قدمه عن البحر من انه افتی بذلک مرارا خوف اعتقاد عدم فرضیة الجمعة و قال فی البحر انه لا احتیاط فی فعلھا لانه العمل باقوی الدلیلین [2] واللہ تعالیٰ اعلم

امامِ کعبہ کی اقتداء میں نماز کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ہمارے ہاں بعض لوگ یہ پروپیگنڈہ کرتے ہیں کہ امام کعبہ کی امامت میں نماز ناجائز ہے۔کیونکہ ان کی داڑھی ایک مشت سے کم ہے۔تو کیا یہ صحیح ہے۔

﴿ج﴾

امام کعبہ کی امامت میں جو نمازیں ادا کی گئی ہیں وہ صحیح ہیں۔ واجب الاعادہ نہیں داڑھی منڈھے کی امامت مکروہ ہے[3]۔لیکن اگر کسی نے اس کی اقتداء میں نماز پڑھ لی تو واجب الاعادہ

---

۱) لما فی الدر المختار ویکرہ تنزیھاً إمامة عبد ...... وفاسق کتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵۵۹ طبع ایچ۔ایم۔سعید کراچی۔ ومثله فی الخلاصة کتاب الصلوة الفصل الخامس عشر فی الامامة والاقتداء ۱/۱۴۵ طبع مکتبه رشیدیه کوئٹه.
ومثله فی البنایة علی شرح الهدایة کتاب الصلوة باب الامامة ۲/۳۳۲،۳۳۳ طبع دارالکتب العلمیة.

۲) شامی کتاب الصلوة مطلب فی نیته آخر ظهر بعد صلاة الجمعة ۳/۱۸ طبع مکتبه رشیدیه.
وکذا فی البحر الرائق کتاب الصّلوة باب صلاة الجمعة ۲/۲۵۱ طبع مکتبه رشیدیه کوئٹه.

۳) لما فی الدر المختار مع رد المحتار یحرم علی الرجل قطع لحیته الخ ۶/۴۰۷ کتاب الحظر والاباحة طبع ایچ۔ایم۔سعید کراچی.
وکذا ایضاً فی رد المحتار وأما الاخذ منها وهی دون ذالك كما يفعله بعض المغاربة ومخنثة الرجال فلم يبحه أحد كتا ب الصوم مطلب فی الاخذ من اللحية ۲/۴۱۸ طبع ایچ۔ایم۔سعید کراچی.
وکذا فی البحر الرائق کتاب الصوم باب ما یفسد وما لا یفسد ۲/۴۹۰ طبع مکتبه رشیدیه کوئٹه.

نہیں[1]۔ کذا فی فتاوی دارالعلوم[2] و امداد الفتاوی.[3] فقط واللہ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی قاسم العلوم ملتان

۴ ذوالقعدہ ۱۳۹۸ھ

امام حرم کی اقتداء میں ادا کی گئی نمازوں کا حکم

﴿س﴾

محترم مفتی صاحب السلام علیکم

یہاں حاجیوں کو یہ کہا گیا ہے کہ حرم شریف میں امام چونکہ چاروں اماموں کی مخصوص جگہوں میں سے کسی پر بھی نہیں ہوتا اور امامت نئی جگہ پر کرواتا ہے۔ مسجد نبوی میں امام نجدی ہے لہٰذا اہل سنت کی تمام نمازیں دوہرائی جائیں۔

﴿ج﴾

محترم المقام جناب منظور احمد صاحب دام مجدکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ نمازوں کے اعادہ سے متعلق آپ کا استفتاء ملا۔ جواباً عرض ہے کہ مسجد حرام میں چار مخصوص جگہوں میں سے کسی جگہ پر کھڑا ہونا امام کے لیے ضروری نہیں۔ مسجد حرام میں اس وقت جو امام نمازیں پڑھاتا ہے اور وہاں کھڑا ہوتا ہے ان کے پیچھے سب لوگوں کی نمازیں بلاشبہ صحیح اور درست ہیں اعادہ کا حکم نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

الجواب صحیح محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

۱۰ ربیع الاول ۱۳۹۴ھ

---

۱) لما فی الدر المختار مع رد المحتار وفی النهر عن المحیط صلی خلف فاسق او مبتدع نال فضل الجماعة قوله نال فضل الجماعة أفاد أن الصلوة خلفهما أولى من الانفراد لكن لا ينال كما ينال خلف تقی ورع كتاب الصلو ببا الامامة ۵۶۲/۱ طبع ایچ۔ایم۔سعید کراچی.
وكذا فی حلبی كبير كتاب الصلوة باب الامامة ص: ۵۱٤ طبع سعیدی كتب خانه.
وكذا فی حاشية الطحطاوی على مراقی الفلاح كتاب الصلوة فصل فی الامامة ۳۰۳ طبع دار الكتب العلمية بيروت لبنان.

۲) فتاوی دارالعلوم باب الامامت ۱۲۷/۳، ۱۲۸ طبع دار الاشاعت.

۳) امداد الفتاوی باب الامامة والجماعات ۲۳۳/۱ طبع مكتبه دارالعلوم كراچی.

حرمین شریفین کے اماموں کی اقتداء کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین دریں مسئلہ کہ امام حرمین شریفین کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

بلا کراہت درست ہے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۲ ربیع الثانی ۱۳۹۶ھ

ایک مسلک کے اہل علم کی دوسرے مسلک کے امام کی اقتداء میں نماز کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ چند روز ہوئے مسجد نبوی شریف کے امام تشریف لائے جو مسلک کے اعتبار سے حنبلی ہیں اور اب بیت اللہ شریف کے امام صاحب تشریف لائے ہوئے ہیں قابل دریافت طلب امر یہ ہے کہ حنفی مسلک کے مستند علماء کی موجودگی میں حنفی مسلک رکھنے والوں کو اپنے علماء کے پیچھے جمعہ ادا کرنا بہتر ہے یا حنبلی، مالکی، شافعی امام کے پیچھے۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

اہل سنت والجماعت کے نزدیک چاروں مذاہب (حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی) حق ہیں۔ ان کا آپس میں اختلاف فروعی مسائل میں ہے۔ لہٰذا حنفی کی نماز شافعی المذھب یا حنبلی مذھب والے امام کے پیچھے درست ہے۔ اگرچہ حنفی مسلک کے مستند علماء موجود ہوں۔ درمختار میں ہے۔ **وکذا تکرہ خلف امرد الخ و مخالف کشافعی لکن فی وتر البحران تیقن المراعاۃ لم یکرہ**۔ اور شامی میں ہے۔ **و بحث**

---

۱) لما فی الدر المختار مع رد المحتار ومخالف کشافعی لکن فی وتر البحر إن تیقن المراعاۃ لم یکرہ الخ کتاب الصلوۃ باب الامامۃ ۲/۳۶۰،۳۶۱ طبع مکتبہ رشیدیہ جدید.
وکذا فی تقریرات الرافعی علی هامش رد المحتار کتاب الصلوۃ باب الامامۃ ۱/۳۶۰ طبع مکتبہ رشدیہ جدید. وکذا فی حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح کتاب الصلوۃ فصل فی الامامۃ ص: ۳۰٤ طبع دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان.

المحشى انه ان علم انه راعى فى الفروض والواجبات والسنن فلا كراهة۔ [1] فتاوی دار العلوم [2] ۔ فقط واللہ اعلم

علماء دیوبند کی اقتداء میں نماز کا حکم

﴿س﴾

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ علماء دیوبند کے پیچھے نماز ہوتی ہے یا نہیں اگر کوئی دیوبندیوں کے پیچھے نماز پڑھے تو پھر دوبارہ اس کو ادا کرے یا نہیں۔

﴿ج﴾

علماء دیوبند اہل حق اور صحیح علم دین کے حامل اور درست عقیدہ انھی حضرات کا ہے ان کی اقتداء میں ادا کی ہوئی نمازیں ادا ہوگئی ہیں ان نمازوں کا اعادہ نہیں ہے [3] ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد بن عبد الوہاب کو برا کہنے والوں کا حکم

﴿س﴾

زید محمد بن عبد الوہاب نجدی کو برا کہتا ہے اور بخاری میں موجود یطلع قرن الشیطان والی روایت پیش کر کے ردالمحتار شامی کتاب جہاد البغات سے یہ ثابت کرتا ہے کہ یہ پیشین گوئی ۱۲۳۳ ہجری میں محمد بن عبد الوہاب نجدی

---

۱) رد المحتار کتاب الصلوة باب الامامة ۲/۳٦۰ طبع مکتبہ رشیدیہ جدید.
وکذا فی تقریرات الرافعی علی هامش رد المحتار کتاب الصلوة باب الامامة ۱/۳٦۰ طبع مکتبہ رشدیہ جدید. وکذا فی حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح کتاب الصلوة فصل فی الامامة ص: ۳۰٤ طبع دار الکتب العلمیة بیروت لبنان.

۲) فتاوی دار العلوم باب الامامة ۳/۱۹٤ طبع دار الاشاعت.

۳) تاتارخانیه یجب أن یکون إمام القوم فی الصلوة أفضلهم فی العلم والورع والتقوی والقراءة کتاب الصلوة من هو أحق بالامامة ۱/٦۰۰ طبع إدارة القرآن والعلوم الاسلامیه کراتشی.
وکذا فی الدر المختار کتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵۵۷،۵۵۸ طبع ایچ۔ایم۔سعید کراچی.
کذا فی النهر الفائق کتاب الصلوة باب الامامة ۱/۲۳۹ طبع دار الکتب العلمیة بیروت لبنان.

کے ظہور سے پوری ہوئی۔ بکر زید کے خلاف کہتا ہے اور مشکوٰۃ ابوالبہیج الدی والی روایت پیش کر کے یہ ثابت کرتا ہے کہ اس نے سنت علی رضی اللہ عنہ پر عمل کیا ہے۔ اب یہ اختلاف ہماری سمجھ سے باہر ہے۔ حالانکہ دونوں اہل سنت والجماعت ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اور دونوں امام مسجد اور خطیب ہیں اب علمائے کرام ومفتیان عظام کی خدمت میں التماس ہے کہ ہم زید کو اچھا سمجھیں یا بکر کو زید کے پیچھے نماز پڑھیں یا بکر کے پیچھے۔

﴿ج﴾

محمد بن عبدالوہاب نجدی کے متعلق مختلف قسم کے اقوال وخیالات فقہاء وائمہ وغیرہ سے منقول ہیں لیکن بہرحال وہ حنبلی المذہب تھے اور عمل بظاہر الحدیث جیسا کہ اکثر امام احمد رحمہ اللہ کے مذہب میں ہوتا ہے پسند کرتے تھے۔ اہل سنت والجماعت سے بعض عقائد میں مختلف ہیں۔ مگر ان کی تقبیح وتوصیف میں غلو کرنا صحیح نہیں ہے۔ بکر اور زید دونوں کے پیچھے نماز جائز ہے[1]۔ بخاری والی حدیث کا مصداق محمد بن عبدالوہاب کو قرار دینا صحیح نہیں ہے یہ محض ان کا اپنا خیال ہے۔

غیر مقلدین اور محمد بن عبدالوہاب کے پیروکاروں کی اقتداء میں نماز کا حکم

﴿س﴾

مارأی سماحتکم فی جواز الصلوۃ خلف اتباع محمد بن عبدالوهاب النجدی واهل الحدیث جمیعا ثم ماذا عقیدة سما حتکم فی شیخ الاسلام ابن تیمیة والحافظ ابن القیم الجوزی وقد افتی بعض المبتدعة فی دیارنا بعدم جواز الصلوٰة خلفهم وقال انهم من اهل الخوارج وقد نسب هذا القول الی الشیخ عبدالحق المحدث الدهلوی وابن عابدین الشامی وایضا استدل هذا المبتدع بحدیث النجد المشهور هنا تطلع قرن الشیطٰن الخ. بینوا بیانا شافیا توجروا اجرا وافیا.

﴿ج﴾

مبسملا وحامدا ومصلیا اقول التفصیل عندی ان غیر المقلدین هم اصناف فمنهم من یختلف مع المقلدین فی الفروع الاجتهادیة فقط نحکمهم فی جواز الاقتداء بهم

---

۱) لما فی حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح صلوا خلف کل بر وفاجر وصلوٰ علی کل بر وفاجر وجاهدوا مع کل بروفاجر کتاب الصلوة باب الامامة ص:۳۰۳ طبع دارالکتب العلمیة بیروت لبنان. وکذا فی حلبی کبیر کتاب الصلوة باب الامامة ص:۵۱۴ طبع سعیدی کتب. وکذا فی شرح فقه اکبر ص:۱۷۰ طبع قدیمی کتب خانه.

للحنفية كالشافعية حيث يجوز بشرط المراعات فی الخلافيات الصلوة وفا قاوعند عدم المراعات خلافا وبالاول افتى الجمهور فان امر الصلوة ينبغی ان يحاط فيه. ومنهم من يختلف معهم فی الاجماعيات عنداهل السنة كتجويز نكاح مافوق الاربع وتجويز سب السلف وامثال ذلک وحكمهم كاهل البدعة حيث يكره الاقتداء بهم تحريما عندالاختيار وتنزيها عندالاضطرار وحيث يشتبه الحال فالاولى ان يقتدى بهم دفعا للفتنة ثم يعيد اخذا بالاحوط ولو كانت الفتنة فی الاقتداء فلا يقتدى صونا للمسلمين عن التخليط فی الدين (وهكذا حكم (ای يجوز بشرط مراعاة الخلافيات) الصلوة خلف متبعی عبدالوهاب النجدی و ابن تيمية والله تعالى اعلم وعنده علم اليقين والحق المبين والكاتب مولانا اشرف علی التهانوی.[1]. فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۲ جمادی الاخری ۱۳۸۹ھ

ایسے امام کی اقتداء کا حکم کہ جس کا روزہ ہو اور قوم کی عید ہو، تعلیم قرآن پر اجرت لینے والے کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع اس مسئلہ کے بارہ میں کہ ایک شخص امام مسجد ہو اور قوم اس کے پیچھے نماز ادا کرتی ہو ہمیشہ کے لیے اور اس نے روزہ رکھا ہو اور قوم کی عید ہو اور وہ روزہ رکھ کر قوم کو عید کی نماز پڑھاوے۔ ایسے امام کے پیچھے نماز ہوتی ہے یا نہ۔ ایک شخص امام ہو اور اس کے گھر میں پردہ نہ ہو اس کی عورت بے پردہ گلیوں میں پھرتی ہو گھومتی ہو ایسے امام کے لیے کیا حکم ہے۔ ایک شخص لڑکوں کو قرآن کریم کی تعلیم دے اور ان بچوں سے مقرر کر کے ایک پارے کے آٹھ آنے یا زیادہ اجرت لے۔ اس کے لیے کیا حکم ہے۔ ایک شخص ہے جس کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں یہ عقیدہ ہے کہ حضور ﷺ کو علم ما کان وما یکون ہے۔ ایسے شخص کے متعلق کیا حکم ہے۔

---

۱) امداد الفتاوی باب الامامة والجماعه ۱/ ۲۵۰، ۲۵۱ طبع مکتبه دارالعلوم کراچی.

﴿ج﴾

صورۃ مسئولہ میں امام صاحب کا جان بوجھ کر عید کے دن روزہ رکھنا گناہ ہے[1]۔ اس طرح باقی امور بھی جو دیگر سوالات میں مذکور ہیں۔ غیر مشروع ہیں امام مذکور کو فہمائش کی جائے کہ ان وجوہ کی بنا پر آپ کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ ہے[2]۔ لہٰذا آپ اصلاح کر لیں اور اگر وہ اصلاح نہ کرے تو اسے تبدیل کر کے اچھا امام مقرر کیا جائے۔ فقط واللہ اعلم

عبداللہ عفا اللہ عنہ

قرآن خوانی پر طے کر کے اجرت لینے والے کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ جس امام کے اندر یہ علامتیں پائی جاتی ہوں۔ اس کے متعلق شریعت کا کیا حکم ہے۔ جو جھوٹ بولنے اور غیبت کرنے کا عادی ہو، جو جماعت میں تفرقہ بازی پیدا کرتا ہو، جو قرآن خوانی پر دوسو پچاس روپیہ اجرت طے کرتا ہو، جو تعویذ گنڈوں کا کاروبار کرتا ہو اور نامحرم عورتوں اور مردوں سے اجرت لیتا ہو، جو مسائل نماز سے واقفیت نہ رکھتا ہو، جو صاحب نصاب ہوتے ہوئے زکوۃ لیتا ہو، جو نکاح پڑھاتا ہو اور فریقین کے مابین جھگڑا فساد ہونے پر سچی شہادت دینے سے انکار کرتا ہو، جو گھر میں ٹیلی ویژن بھی رکھتا ہو۔ کیا ایسا شخص امامت کے قابل ہے جب کہ اکثر جماعت اس سے ناخوش ہو۔

---

۱) لما فی الترمذی عن ابی سعید الخدری رضی الله عنه قال نهی رسول الله صلی الله علیه وسلم عن صیامین صیام یوم الاضحی ویوم الفطر ابواب الصوم ۱۶۰/۱ باب ما جاء فی کراهیة الصوم یوم الفطر ویوم الاضحی.
وکذا فی العالمکیریه ویکره صوم یوم العیدین وأیام التشریق کتاب الصوم الباب الثالث فیما یکره للصائم ومالا یکره ۲۰۱/۱ طبع مکتبه رشیدیه کوئٹه.
وکذا فی رد المحتار بخلاف الصوم فی تلك الایام فمباشرة المعصیة بمجرد الشروع فیها کتاب الصوم فصل فی العوارض ۵۶۰/۳ طبع مکتبه رشیدیه جدید.

۲) واما الفاسق فقد عللوا کراهة تقدیمه بانه لایهتم لامر دینه، کتاب الصلوٰة باب الامامة ۵۶۰/۱ طبع ایچ۔ایم۔سعید کراچی.
وکذا فی البنایة علی شرح الهدایة کتاب الصلوة ۲۴۲/۱ طبع دار الکتب العلمیه بیروت لبنان.

﴿ج﴾

اگر واقعی امام ان امور کا ارتکاب کرتا رہتا ہے جو سوال میں درج ہیں تو اس کی امامت مکروہ تحریمی ہے[1]۔ وہ توبہ تائب ہو جائے[2]۔ ورنہ امامت سے الگ کر دیا جاوے[3]۔ فقط واللہ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہٗ

۲۱ شوال ۱۳۹۸ھ

امامت پر مشاہرہ کے طالب کی امامت کا حکم

﴿س﴾

ایک شخص امامت مسجد کا طالب ہے اور اس پر مشاہرہ بھی طلب کرتا ہے۔ کیا ایسے شخص کو امام بنانا چاہیے۔

﴿ج﴾

جملہ متاخرین فقہاء نے امامت پر تنخواہ لینے کو جائز لکھا ہے[4]۔ لہٰذا امر جائز کے مطالبہ پر شخص مذکور کی

---

۱) لما فی رد المحتار بل مشى فى شرح المنية على أن كراهة تقديمه اى الفاسق كراهة تحريم كتاب الصلوة باب الامامة ١/٥٦٠ طبع ايچ۔ايم۔سعيد. وكذا فى حلبى كبير كتاب الصلوة باب الامامة ص:٥١٤ طبع سعيدى كتب خانه. وكذا فى حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح كتاب الصلوة فصل فى الامامة ٣٠٣ طبع دارالكتب العلمية بيروت لبنان.

۲) لما فى قوله تعالى قل يعبادى الذين اسرفوا على أنفسهم لا تقنطوا من رحمة الله إن الله يغفر الذنوب جميعا أنه هو الغفور الرحيم سورة الزمر آيت:٥٣ پاره ٢٤.

لما فى شرح النووى على صحيح المسلم واتفقوا على أن التوبة من جميع المعاصى واجبة وانها واجبة على الفور لا يجوز تأخيرها سواء كانت المعصية صغيرة أو كبيرة كتاب التوبة ٢/٣٥٤ طبع قديمى كتب خانه. لما فى الدر المختا رمع رد المحتار يعزل به الامام إلا لفتنة أى بالفسق لوطر أ عليه والمراد أنه يستحق العزل كتاب الصلوة باب الامامة ١/٥٤٩ طبع ايچ۔ايم۔سعيد كراچى.

ومثله فى البحر الرائق فلا يحل عزل القاضى صاحب الوظيفة بغير جنحة وعدم أهليته لو فعل لم يصح كتاب الوقف ٥/٣٨٠ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه. وكذا فى الشاميه كتاب الوقف مطلب فى عزل الواقف لمدرس وإمام وعزل الناظر ٤/٤٢٨ طبع ايچ۔ايم۔سعيد.

۳) لما فى رد المحتار على أن المفتى به مذهب المتاخرين من جواز الاستئجار على تعليم القرآن والامامة كتاب الصلوة باب الامامة ٢/٣٦٠ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه.

وكذا فى تقريرات الرافعى على المفتى به مذهب المتاخرين فعلى ما أفتى به المتاخرون لا تكره إمامته كتاب الصلوة باب الامامة ٢/٣٦٠ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه.

وكذا فى البحر الرائق كتاب الاجارة باب الاجارة الفاسدة ٨/٣٣ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه.

امامت میں کوئی کراہت نہیں ۔ بلا کراہت اس کی امامت صحیح ہے ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۱۴ شوال ۱۳۹۷ھ

اماموں، خطیبوں، مؤذنوں کے محکمہ اوقاف سے تنخواہ لینے کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک آدمی محکمہ اوقاف کا ملازم ہے ۔ مثلاً کسی مسجد کا مؤذن ، امام خطیب ہے ان کو تنخواہ محکمہ دے رہا ہے جب کہ محکمہ والوں نے ایک اکاؤنٹ کھول رکھا ہے ۔ جس میں مساجد کی دوکانوں کا کرایہ اور مزاروں کے نذرانے وغیرہ ایک جگہ جمع کرتے ہیں اور اس جمع شدہ رقم میں سے اس مؤذن یا امام مسجد' خطیب کو تنخواہ ملتی ہے ۔ اب ان کے لیے یہ تنخواہ لینا جائز ہے یا ناجائز ۔ جب کہ ان کا عقیدہ بھی یہ ہے کہ مزاروں پر نذرانے چڑھانا حرام ہے ۔

﴿ج﴾

خطیب مذکور کے لیے تنخواہ لینا درست ہے [1] ۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر لہٗ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۱۰ محرم ۱۳۹۷ھ

صدقۂ فطر اور قربانی کی کھالوں کی شرط پر امام رکھنے کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ ہمارے قصبہ میں مولوی صاحب ہیں جن کو اس شرط پر امامت کے لیے منتخب کیا گیا کہ فصل ربیع وخریف کے علاوہ بقرہ عید کے چرم وصدقہ عید الفطر بھی دیے جاتے ہیں ۔ چنانچہ گزشتہ عید الفطر میں اس مذکورہ شرط پر عمل کیا گیا ۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ صدقہ عید الفطر ادا ہو جاتا ہے یا نہیں اگر مالک نصاب ہو یا نہ ہو جواب دے کر ممنون فرمائیں ۔

---

۱) تقدم تخریجه تحت حاشیة :۳ ص:۳۱۳

﴿ج﴾

امامت پر اگر چہ اجرت لینی جائز[1] ہے۔لیکن زکوٰۃ، عشر، صدقہ کا اجرت میں دینا جائز نہیں[2] اور اگر اس اجرت میں یہ صدقات دیے جائیں تو زکوٰۃ وغیرہ فرائض و واجبات ادا نہیں ہونگے۔خواہ امام صاحبِ نصاب نہ ہو البتہ اگر امام صاحبِ نصاب نہیں اور لوگ اجرت نہیں بلکہ اس کو مصرف صدقات سمجھ کر صدقات دیتے ہیں تو درست ہے[3]۔صدقات ادا ہو جاتے ہیں۔واللہ تعالیٰ اعلم۔

محمود عفا اللہ عنہ

۲۹ ذوالقعدہ ۱۳۸۰ھ

منکرین حدیث سے تعلقات رشتہ داری رکھنے والے کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اندریں مسئلہ کہ ایک شخص ایک بستی کی مسجد میں کچھ عرصہ نماز کی جماعت کراتا رہا مگر اس کی بعض حرکات کی وجہ سے نمازی اس سے متنفر ہونا شروع ہو گئے حتیٰ کہ نمازیوں کی اکثریت نے اس کے پیچھے نماز پڑھنا چھوڑ دیا اور خود اس نے بھی کہہ دیا کہ بے شک کوئی دوسرا آدمی امام بنالیں۔اب میں تمھیں نماز نہیں پڑھاؤں گا مگر جب دوسرا آدمی تجویز کر لیا گیا تو اس نے یعنی پہلے امام نے اس مسجد میں پھر دو تین نمازیوں کو نماز پڑھانا شروع کر دی۔اب اس مسجد میں بیک وقت دو جماعتیں کھڑی ہو جاتی ہیں۔اکثریت اس امام سے بایں وجہ بھی متنفر ہے کہ اس کا کھانا پینا اور رشتہ داریوں کے تمام تعلقات اس فرقہ سے ہیں جو اپنے آپ کو اہل قرآن کہتا ہے۔جو صرف تین نمازوں کے قائل ہیں پانچ نمازوں کو فرض ہی نہیں سمجھتے ہیں۔نیز کھلے

---

۱) تقدم تخريجه تحت: ۳ ص: ۳۱۳

۲) لما في الدر المختار ولو دفعها المعلم لخليفته إن كان بحيث يعمل له لو لم يعطه صح وإلا لا لأن المدفوع يكون بمنزلة العوض كتاب الزكاة ۳/۳۵۹ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه.

۳) لما في قوله تعالىٰ إنما الصدقات للفقراء والمسكين سورة التوبة آية:۱۶ پاره ۱۰.

لما في الدر المختار مصرف الزكاة والعشر ...... هو فقير وهو من له ادنى شئ أى دون نصاب او قدر نصاب غير نام مستغرق في الحاجة (ومسكين) من لا شئ له الخ كتاب الزكاة باب المصرف ۲/۳۳۹ طبع ايچ۔ايم۔سعيد.

وكذا في حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح كتاب الزكاة باب المصرف ص:۱۷۹ طبع دار الكتب العلمية بيروت لبنان.

طور پر انکار حدیث کرتے ہیں اور اپنے لڑکے کی شادی بھی ایسے لوگوں کے گھر ہی کر رکھی ہے اور ان کا ہر وقت اس کے ہاں آنا جانا رہتا ہے اور برت برتاؤ کھانا پینا بھی انھی کے ساتھ ہے کیا ایسے شخص کو امام بنانا اس سے جماعت کرانا جائز ہے جب کہ سوائے ایک دو آدمیوں کے اس کے پیچھے نماز پڑھنے کے لیے کوئی آدمی تیار نہیں ہے اور اہل محلہ اس سے بیزار ہیں نیز اس پر اس کے علاوہ اور بھی فسق و فجور کے شبہات ہیں۔

﴿ج﴾

اگر یہ باتیں درست ہیں کہ امام مذکور میں فسق و فجور بھی پایا جاتا ہے نیز اس کے تعلقات اور رشتہ داریاں فرقہ منکرین حدیث سے ہیں اور انھی وجوہات کے سبب اہل محلہ اس سے بیزار ہیں اور اکثریت نے اس کی اقتداء ترک کر دی ہے تو امام مذکور کو لازم ہے کہ اس مسجد کی امامت سے الگ ہو جائے اور زبردستی اپنی امامت ان لوگوں پر ٹھونسنا ہرگز ہرگز جائز نہیں ہے۔ بلکہ اس کی امامت مکروہ ہے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ محمد اسحاق

والجواب صحیح محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ یکم محرم ۱۳۹۶ھ

پرویزی کی نماز جنازہ پڑھانے والے کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس مسئلہ میں کہ مشہور منکر حدیث غلام احمد پرویز جس کو جمہور علماء امت نے کافر قرار دیا ہے۔ اس کا ایک پیروکار ہم عقیدہ ہم مسلک اور مسلک پرویز کا مبلغ مر گیا ہے جبکہ جمہور علماء امت نے پرویز کے متبعین کو بھی خارج از اسلام قرار دیا ہے۔ اس پرویزی پر اہل سنت والجماعت کے ایک پیش امام نے جنازہ پڑھا ہے۔ لہٰذا شریعت اسلامی میں مذکورہ امام کا کیا حکم ہے۔ نماز جنازہ کی اس امامت کے بعد کیا اس امام کے پیچھے اقتداء جائز ہے۔

---

۱) لما في الدر المختار (ولو أم قوماً وهم له كارهون إن) الكراهة لفساد فيه أولانهم أحق بالامامة منه كره له ذالك تحريماً لحديث أبي داؤد لا يقبل الله صلاة من تقدم قوماً وهم له كارهون الخ كتاب الصلوة باب الامامة ٢/ ٣٥٤، ٣٥٥ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه.

ومثله في البزاية كتاب الصلوة الباب الخامس عشر في الامامة والاقتداء ٤/ ٥٣، ٥٤ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه.

وكذا في حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح كتاب الصلوة فصل في الامامة ص: ٣٠١ طبع دار الكتب العلمية بيروت.

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم - امت مسلمہ کے تمام علماء کا متفقہ فیصلہ ہے کہ غلام احمد پرویز بوجہ انکار حدیث کافر ہے[۱] - لہٰذا اس فرقہ سے تعلق رکھنے والا پرویز کا متبع و پیروکار بھی کافر ہوگا اور کافر کا نماز جنازہ پڑھنا ناجائز ہے[۲] - لہٰذا جس سنی پیش امام نے اس پرویزی کا جنازہ پڑھا ہے اگر اس کو اس کے پرویزی ہونے کا علم ہو یا اس کا پرویزی ہونا بالکل ظاہر اور معروف ہو تو اس نے بڑا ناجائز کام کیا ہے اور اس کی امامت مکروہ ہوگی - مسلمانوں کو اسے امامت سے معزول کرنا چاہیے البتہ اگر یہ صدق دل سے علانیہ توبہ کرلے اور عوام مسلمانوں کو اس پر اعتماد ہو جائے تو اس کی امامت درست ہوگی اور اس کو امام رکھنا بھی جائز ہوگا - **لما فی الحدیث التائب من الذنب کمن لا ذنب له**[۳] - **و فی الکنز و کره امامة العبد و الاعرابی و الفاسق و المبتدع**[۴] - فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حیات النبی ﷺ کے منکر کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین دریں مسئلہ کہ جو آدمی حیات النبی ﷺ کا قائل نہ ہو اور یہ کہتا ہو کہ اس مسئلہ میں اختلاف ہے تو ایسے آدمی کے پیچھے نماز ہوتی ہے یا نہیں۔

---

۱) لا شك ان من القادیانیة واللاهوریة کلها کافرون قادیانی فتنه اور ملت اسلامیه کا موقف ص:۹۷.

۲) لما فی قوله تعالی ولا تصل علی أحد منهم مات أبدًا ولا تقم علی قبره إنهم کفروا بالله ورسوله وماتوا وهم فاسقون سورة التوبة آیت:۷٤ پاره:۱۰.

لما فی الدر المختار وشرائطها ستة إسلام المیت وطهارته الخ کتاب الصلوة باب صلوة الجنائز ۳۰۷/۲ طبع ایچ-ایم-سعید.

وکذا فی البحر الرائق کتاب الجنائز فصل فی الصلوة علی المیت ۳۱٤/۲ طبع مکتبه رشیدیه کوئٹه.

۳) مشکوة المصابیح باب التوبة والاستغفار ص:۲۰٦ طبع قدیمی کتب خانه.

وکذا فی ابن ماجة باب ذکر التوبة ص:۳۲۳ طبع ایچ-ایم-سعید .

٤) کنز الدقائق کتاب الصلوة باب الامامة ص:۲۸ طبع بلوچستان بکڈپو.

وکذا فی البحر الرائق وکره إمامة العبد ...... والفاسق والمبتدع کتاب الصلوة باب الامامة ۱۶۰/۱ طبع مکتبه رشیدیه کوئٹه.

وکذا فی الدر المختار کتاب الصلوة باب الامامة ۵۵۹/۱ طبع ایچ-ایم-سعید کراچی.

﴿ج﴾

جانبین کو اس مسئلہ میں شدت سے احتراز کرنا چاہیے امامت اس کی درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہٗ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

الجواب صحیح بندہ محمد اسحاق

۱۰ شوال ۱۳۹٦ھ

عدمِ سماع درود عندالقبر کے دلائل پسند کرنے والے کی اُمامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان کرام کہ مندرجہ ذیل عقیدہ شرعاً کیسا ہے اور اس قسم کے عقیدہ والے امام کے پیچھے نماز کا شرعاً کیا حکم ہے۔ عقیدہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں ہے۔ (۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ حیاۃ برزخیہ ہے اور اس حیات دنیوی سے لاکھوں درجہ اعلیٰ وارفع ہے۔ (۲) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود شریف اگر دور سے پڑھا جائے تو فرشتے پہنچا دیتے ہیں اور اگر قبر مبارک پر پڑھا جائے تو اس میں اختلاف ہے بعض سماع عندالقبر درود شریف کے قائل ہیں اور بعض نہیں۔ دونوں طرف کے دلائل دیکھے پسندیدہ رائے ان کی ہے جو قائل نہیں۔ مگر جو درود شریف کے سماع عندالقبر کے قائل ہیں ان کو بھی صحیح مسلمان اور اہل سنت والجماعت علماء دیوبند کا خادم سمجھتا ہے اور اگر اللہ تعالیٰ چاہے اور حضرت ﷺ کو ہمارا درود شریف سنا دے اور حضرت ﷺ خود شرف قبولیت بخشیں تو یہ درست ہے۔

﴿ج﴾

اس کی امامت درست ہے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

۱) والأحق بالامامة الأعلم بأحكام الصلوٰة، ثم الأحسن تلاوة للقرآة ثم الأورع۔ ثم الأسن ثم الأحسن خلقاً۔ ثم الأحسن وجهاً، ثم الأشرف نسباً، ثم الانظف ثوباً الدرالمختار، كتاب الصلوٰة، باب الامامة، ص ۵۵۷ تا ۵۵۸، ج۱، سعيد۔

وكذا فى التاتارخانية "كتاب الصلوٰة الفصل السادس الكلام فى بيان الخ، ص ٦۰۰، ج۱، ادارة القرآن۔ والاحق بالامامة الأعلم باحكام الصلوٰة فقط صحةً وفساداً بشرط اجتنابه للفواحش الظاهرة ثم الأحسن تلاوةً و تجويداً للقرأة، ثم الأورع، ثم الاسن، الدرالمختار: كتاب الصلوٰة باب الامامة، ص ۵۵۷، ج۱، سعيد۔

ومثله فى البحرالرائق: كتاب الصلوٰة، باب الامامة، ص ٦۰۷ تا ٦۰۸، ج۱، رشيديه۔

ایسے شخص کی امامت کا حکم جو سیّد ہوتے ہوئے صدقۂ ایصال ثواب استعمال کرے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسائل کہ:

(۱) ایک شخص سید ہو کر صدقہ ارواح کے کھانے لے کر کھائے باقی عقائد اس کے درست ہیں تو کیا اس کی امامت وخطابت درست ہے۔ (۲) مذکورہ عذر کی وجہ سے چند مقتدی اپنے گھر میں اذان ونماز پڑھیں تو شرعاً جائز ہے یا نہ۔

﴿ج﴾

(۱) اگر اس کے عقائد صحیح ہیں تو اس کے پیچھے نماز درست ہے[1]۔ البتہ امام مذکور پر لازم ہے کہ اپنے آپ کو اور بچوں کو بھی اس طرح کے کھانے کھانے سے محفوظ کرے[2]۔ (۲) ان لوگوں کو چاہیے کہ مذکور امام کے پیچھے نماز پڑھیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۲۸ رمضان ۱۳۹۶ھ

ایسے شخص کی امامت کا حکم جس کی بیوی فوت ہو چکی ہو

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان عظام کہ ایک آدمی دو شادیاں کر چکا ہے۔ چنانچہ ان سے تین بچے پیدا ہوئے ہیں۔ اس کے بعد ان کی والدہ کا انتقال ہو گیا۔ پھر کچھ عرصہ بعد وہ بچے بھی فوت ہو گئے۔ چنانچہ اب وہ ایک گاؤں میں پیش امام ہے ایک پیر صاحب نے فتویٰ عائد کیا ہے کہ اس کے پیچھے نماز نہیں ہوتی۔ انھوں نے کہا

---

۱) والأحق بالامامة الأعلم باحكام الصلوٰة فقط صحة و فساداً بشرط اجتنابه للفواحش الظاهرة، ثم الاحسن تلاوة وتجويداً للقرأة ثم الأورع، ثم الأسن (الدرالمختار "كتاب الصلوٰة" باب الامامة، ۵۵۷، ج۱، سعيد۔
وكذا فى التاتارخانية: كتاب الصلوٰة، الفصل السادس الكلام فى بيان، الخ ص ۶۰۰، ج۱، ادارة القرآن۔
وكذا فى البحر الرائق: كتاب الصلوٰة، باب الامامة، ص ۶۰۷ تا ۶۰۸، ج۱، رشيدية۔

۲) ويكره اتخاذ الطعام فى اليوم الأول والثالث، وبعد الاسبوع ...... واتخاذ الدعوة لقرأة القرآن وجمع الصلحا والقرأ للختم ...... وهذه الافعال كلها للسمعة والرياء، فيحترز عنها الخ ردالمحتار، كتاب الصلوٰة باب صلوٰة الجنازة، ص ۲۴۰، ج۲، سعيد۔
وكذا فى البزازية : كتاب الصلوٰة الفصل الخامس والعشرون ،الخ، ص ۸۱، ج۴، رشيدية۔

ہے کہ بخاری شریف میں ہے غیر شادی شدہ کے پیچھے نماز ٹھیک نہیں ہوتی اور اس کی نماز نہیں اور لوگوں کو برانگیختہ کر کے ان کی سوچ خراب کر چکا ہے۔ آپ براہ کرم اس مسئلہ کی اہل سنت والجماعت حنفی المسلک کے مطابق پوری طرح تشریح فرمائیں۔

﴿ج﴾

غیر شادی شدہ اگر متقی و پرہیز گار ہے اور باقی شرائط امامت اس میں پائی جاتی ہوں تو صرف اس لیے کہ وہ غیر شادی شدہ ہے اس کی امامت میں کوئی خلل واقع نہیں ہوتا۔ بلا کراہتہ اس کی امامت جائز ہے (۱)۔ بخاری شریف میں ایسا مسئلہ مذکور نہیں ہے۔ پیر صاحب کا مسئلہ گھڑا ہوا ہے۔ اس کی کوئی حقیقت کتاب وسنت میں نہیں۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۶ جمادی الاولی ۱۳۸۰ھ

غیر شادی شدہ کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص عالم ہے درس نظامی کا فارغ التحصیل ہے مگر غیر شادی شدہ ہے کیا ایسے شخص کی امامت ناجائز ہے اور کیا شادی شدہ ہونا شرائط امامت میں سے ہے۔ دلائل شرعیہ سے جواب دے کر مشکور فرمائیں۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

امامت کے لیے مسائل نماز سے واقف ہونا اور متقی ہونا ضروری ہے شادی شدہ ہونا ضروری نہیں (۲)۔ پس صورت مسئولہ میں اس کی امامت درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

۱) والأحق بالامامة الأعلم بأحكام الصلوٰة، ثم الأحسن تلاوة للقرأة ثم الاورع، ثم الاسن ثم الاحسن خلقا، ثم الأحسن وجهاً، ثم الاشرف، ثم الانظف ثوباً، "الدر المختار" كتاب الصلوٰة، باب الامامة، ص ۵۵۷ تا ۵۵۸، سعيد۔

وكذا في التاتارخانيه: كتاب الصلوٰة، الفصل السادس الكلام في بيان من هواحق بالامامة، ص ۶۰۰، ج ۱، ادارة القرآن۔

وكذا في البحر الرائق: كتاب الصلوة، باب الامامة، ص ۶۰۷ تا ۶۰۸، ج ۱، مكتبه رشيدية۔

گھر میں اہل وعیال کو ساتھ ملا کر جماعت کرانے کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین مندرجہ ذیل مسائل میں کہ:

(۱) زید کسی عذر کی بنا پر مسجد نہیں جاسکتا گھر میں اپنی عورت اور جوان سال بیٹی کے ساتھ جماعت کرالیتا ہے۔ کبھی صرف بیٹی کبھی صرف عورت اور کبھی صرف نابالغ بچے کے ساتھ جماعت کراتا ہے۔ کیا مذکورہ بالا تمام صورتوں میں جماعت درست ہے۔

(۲) ایک امام اور ایک مقتدی مرد ہونے کی صورت میں جو جماعت کی شکل ہے۔ یعنی امام کے دائیں طرف ذرا پیچھے لیکن متصل جیسے مقتدی مرد کھڑا ہوتا ہے۔ کیا اسی طرح زید اپنے گھر میں اپنی زوجہ یا جوان سال بیٹی کے ساتھ جماعت کرائے یا کوئی اور صورت ہو۔ براہ کرم تفصیلی جواب عنایت کرکے مشکور فرمائیں۔

﴿ج﴾

(۱) واضح رہے کہ بلا عذر شرعی ترک جماعت مسجد دائمی طور سے معصیت ہے اور اصرار اس پر فسق ہے[1]۔ لیکن اگر کبھی اتفاق سے مسجد میں جماعت نہ ملے تو گھر پر عورتوں بچوں کو شامل کرکے جماعت کرے جیسا کہ درمختار[2] میں ہے اور حدیث احراق[3] بیوت سے ثابت ہوتا ہے کہ مردوں کو بلا عذر گھر پر جماعت نہ کرنی

---

۱) والجماعة سنة مؤكدة للرجال ...... قال الشامي والاحكام تدل على الوجوب من أن تاركها بلاعذر يعزر وترد شهادته الدرالمختار مع ردالمحتار: كتاب الصلوٰة، باب الامامة، ۵۵۲، ج۱، سعيد۔
وكذا فى البحرالرائق: كتاب الصلوٰة بابا الامامة، ص ۶۰۳، ج۱، مكتبه رشيديه۔
وكذا فى الحلبى كبير: فصل فى الامامة، ص ۵۰۹، ج۱، سعيدى كتب خانه۔

۲) ولوفاتته ندب طلبها، فى مسجد اخن۔ "فلايجب عليه الطلب فى المساجد...... يجمع بأهله ويصلى بهم۔ يعنى ينال ثواب الجماعة، الدرالمختار مع ردالمحتار: كتاب الصلوٰة باب الامامة، ص ۵۵۵، ج۱، سعيد۔
وكذا فى البحرالرائق: كتاب الصلوٰة ، باب الامامة، ص ۶۰۶، ج۱، مكتبه رشيدية۔ وكذا فى بدائع الصنائع: كتاب الصلوٰة، فصل واما بيان مايفعله بعد فوات الجماعة، ص ۱۵۶، ج۱، مكتبه رشيديه۔

۳) عن ابى هريرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم "والذى نفسى بيده لقد هممت أن أمر بحطب فيحطب، ثم امر بالصلوٰة فيؤذن لها، ثم أمر رجلاً فيؤم الناس ثم أخالف الى رجال، وفى رواية، "لايشهدون الصلوٰة، فأحرق عليهم بيوتهم، والذى نفسى بيده لويعلم أحدهم أنه يجد عرقا سمينا أومرماتين حسنتين لشهد العشاء، "المشكوٰة" كتاب الصلوٰة، باب الجماعت، ص ۹۵، ج۱، قديمى كتب خانه۔ وكذا فى الصحيح المسلم: كتاب المساجد، باب فضل صلوٰة الجماعة، الخ، ص ۲۳۲، ج۱، قديمى كتب خانه۔

چاہیے- بلکہ مسجد میں آئیں اور شریک جماعت ہوں- نیز معلوم رہے کہ مرد کو صرف عورتوں کی امامت کرنا ایسی جگہ مکروہ ہے جہاں کوئی مرد نہ ہو نہ کوئی محرم عورت مثل اس کی زوجہ یا ماں بہن وغیرہ کے موجود ہو- ہاں اگر کوئی مرد یا محرم عورت موجود ہو تو پھر مکروہ نہیں (۲) اگر مقتدی عورت ہو یا نابالغ لڑکی ہو تو اس کو چاہیے کہ امام کے پیچھے کھڑی ہو- خواہ ایک ہو یا ایک سے زائد-

(و یکره تحریما جماعة النساء) الخ کما تکره امامة الرجل لهن فی بیت لیس معهن رجل غیره و لا محرم منه) کاخته او زوجته) [1] **و فی الشامیة** [2] **المرأة اذا صلت مع زوجها فی البیت ان کان قدمها بحذاء قدم الزوج لا تجوز صلا تهما بالجماعة و ان کان قدماها خلف قدم الزوج الخ- جازت صلا تهما الخ- لو اقتدت به متاخرة عنه بقدمها صحت صلا تهما- الخ- فقط والله تعالی اعلم.**

عورت کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ عورت عورتوں کی امامت کر سکتی ہے یا نہیں- اگر امامت کی گئی ہو تو نماز ہو جاتی ہے یا نہیں-

﴿ج﴾

عورت عورتوں کی امامت کر سکتی ہے لیکن مکروہ ہے[3]- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

۱) الدر المختار: کتاب الصلوٰة باب الامامة، ص ٥٦٥ تا ٥٦٦، ج١، سعید۔
وکذا فی الهندیة: کتاب الصلوٰة، الباب الخامس فی الامامة، ص ٨٥، ج١، مکتبه رشیدیة۔
مثله فی بدائع والصنائع : کتاب الصلوٰة، فصل وأمابیان من تجب علیه الجماعة، ص ١٥٥، ج١، رشیدیه

۲) ردالمحتار: کتاب الصلوٰة، باب الامامة، مطلب فی الکلام علی الصف، ص ٥٧٢، ج١، سعید۔
وکذا فی البحرالرائق: کتاب الصلوٰة، باب الامامة، ص ٦٢١، ج١، رشیدیه۔
وکذا فی الخانیه علی هامش الهندیة، ص ٩٥، ج١، مکتبه رشیدیة۔

۳) ویکره امامة المرأة للنساء فی الصلوٰة کلها من الفرائض والنوافل...... فان فعلن وقفت الامام وسطهن وبقیا مهاوسطهن لاتزول الکراهة، الهندیة، کتاب الصلوٰة، الباب الخامس فی الامامة، ص ٨٥، ج١، رشیدیة۔
وکذا فی البحرائق: کتاب الصلوٰة، باب الامامة، ص ٦١٠، ج١، مکتبه رشیدیة۔
وکذا فی مجمع الانهر: کتاب الصلوٰة، فصل الجماعة سنة، ص ١٦٤، ج١، مکتبه الغفاریة۔

عورت کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ عورت فقط عورتوں کی نماز عیدین و جمعہ میں امامت کرا سکتی ہے یا نہ ھکذا نماز تراویح میں اور فرائض پنجگانہ وغیرہ میں اگر کرا سکتی ہے تو اذان محلّہ و مسجد والی کافی ہے یا کوئی اور صورت چونکہ یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے لہٰذا بحوالہ جواب دیں۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

عورتوں کی امام اگر عورت ہو تو ہر نماز مکروہ ہے۔ و یکرہ امامة المراة للنساء فی الصلوة کلها من الفرائض و النوافل [1] الخ۔ تنہا عورتوں کی جماعت مکروہ تحریمی ہے۔ ویکرہ تحریماً جماعة النساء و لو فی التراویح [2]۔ عورت تنہا بھی جہریہ نماز میں جہر نہیں کر سکتی [3]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عورتوں کے مسجد میں آنے کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ اگر ایک جامع مسجد ہو اور اس کے دائیں بائیں پہلو میں حجرے ہوں اور عورتیں وہاں قرآن و حدیث کا وعظ جمعہ کے دن سننے کے لیے آتی ہیں اور ان حجروں میں جو بالکل مسجد کی دیوار کے ساتھ متصل ہیں ان میں باقاعدہ پردہ کے ساتھ بیٹھتی ہیں اور ان حجروں کو بھی پردہ کے ساتھ کیا ہوا ہے یعنی پردوں کے ساتھ حجروں کو بند کیا گیا ہو تو کیا عورتیں وہاں بیٹھ کر قرآن و حدیث سن سکتی ہیں اور جمعہ کی نماز امام کی اقتداء میں پڑھ سکتی ہیں یا نہ، اگر اس ہیئت و صورت میں نہ پڑھ سکتی ہوں تو کوئی اور صورت بیان فرما دیں جس میں

---

۱) الهندية: كتاب الصلوٰة، "الباب الخامس فى الامامة" ص ۸۵، ج۱، رشيدية۔

۲) الدرالمختار: كتاب الصلوٰة باب الامامة، ص ۵۶۵، ج۱، سعيد

وكذا فى البحر الرائق: كتاب الصلوٰة، باب الامامة، ص ۶۱۰، ج۱، مكتبه رشيدية۔

۳) لااذان ولااقامة على النساء، لأنها من سنة الجماعة ولاجماعة عليهن، ولان صوتهن عورة واجبة الاخفاء، مجموعة رسائل اللكنوى: ص ۲۳۴، ج۵، رساله تحفة النبلاء فى جماعة النساء، ص ۲۳، طبع ادارة القرآن۔

وأما أذان المرأة فلأنها منهية عن رفع صوتها لأنه يؤدى إلى الفتنة، البحر الرائق: كتاب الصلوٰة، باب الاذان، ص ۴۵۸، ج۱، مكتبه رشيدية۔

عورتیں قرآن وحدیث کا وعظ بھی سن سکیں اور نماز بھی پڑھ سکیں۔ مسجد کا برآمدہ بھی ہے اگر برآمدہ میں پردہ کا انتظام کیا جائے تو اس صورت میں بھی ہوسکتی ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

احتیاط تو بہرحال اسی میں ہے کہ عورتوں کو مطلقاً اجازت نہیں ہونی چاہیے۔ فساد زمانہ میں اس کی اجازت سے مفاسد پیدا ہونے کا قوی احتمال ہے۔ **ویکرہ حضورهن الجماعة ولو لجمعة و عيد ووعظ مطلقا و لو عجوزا ليلا على المذهب المفتى به لفساد الزمان و استثنى الكمال العجائز المتفانية**۔[1] لیکن وہاں کے لوگوں نے ایسا کوئی انتظام کر دیا ہے جس سے وہاں کے محافظ حضرات بھی مطمئن ہوں تو اس صورت میں وہاں کے علماء خود اس حالت کا مشاہدہ کر کے فتویٰ جواز کا دے دیں تو اس پر عمل کی گنجائش ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

غیر مقلد کی اقتداء میں نماز کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع اس مسئلہ میں کہ غیر مقلد کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

فقہاء کرام رحمہم اللہ یہ تصریح کر چکے ہیں کہ اگر مخالف مذہب شخص امام بن جائے تو اگر واجبات وفرائض میں دوسرے فریق کی رعایت کرتا ہے تو اس کے پیچھے نماز درست ہے اور اگر ان امور میں فریق مخالف کی رعایت نہ کرے تو اگر وہ شخص ایسے امور کا ارتکاب کرے جس سے فریق مخالف کے نزدیک نماز فاسد ہوتی ہے تو پھر اس کی اقتداء میں نماز درست نہ ہوگی اور اگر ایسے امور کا مرتکب نہ ہو تو مکروہ ہوگی۔ **قال فى الدر و كذا تكره خلف سفيه الى ان قال ومخالف كشافعي لكن فى وتر البحر ان تيقن المراعاة لم يكره اوعدمها لم يصح وان شك كره**[2] فقط واللہ اعلم

محمد اسحاق عفی عنہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۵ شعبان ۱۳۹۷ھ

---

۱) الدرالمختار مع ردالمحتار "كتاب الصلوٰة" باب الامامة، ص ٥٦٦، ج١، سعيد۔
وكذا فى البحر الرائق: كتاب الصلوة، باب الامامة، ص ٦٢٧ تا ٦٢٨، ج١، مكتبه رشيدية۔ ومثله فى بدائع الصنائع: كتاب الصلوٰة، فصل وامابيان من تجب عليه الجماعة، ص ١٥٥، ج١، مكتبه رشيديه۔

٢) الدرالمختار: كتاب الصلوٰة، باب الامامة: ص ٥٦٣، ج١، سعيد۔
وكذا فى البحر الرائق: كتاب الصلوة، باب الوتر والنوافل " ٧٩ تا ٨٢، ج٢، مكتبه رشيدية۔
وكذا فى تبيين الحقائق: كتاب الصلوٰة، باب الوتر والنوافل، ص ٤٢٧، ج١، دارالكتب العلمية

مسجد کے مقررہ وقتِ نماز سے پہلے کچھ لوگوں کے جماعت کرانے کا حکم

﴿س﴾

مسجد کریم خان والی واقع اندرون دہلی گیٹ بالمقابل چوکی پولیس ملتان شہر۔محکمہ اوقاف کی تحویل میں ہے- اہل محلّہ نے اس مسجد کے لیے ایک باتنخواہ امام اور ایک مؤذن مقرر کیا ہوا ہے- پانچوں وقتوں کے لیے امام مقرر کیا ہوا ہے اور وقت مقررہ پر نمازیں ادا کی جاتی ہیں- چند اصحاب جن کی تعداد پانچ اور کبھی چھ ہوتی ہے ارادۃً وقت مقرر سے پہلے نماز باجماعت ادا کرتے ہیں- علماء اس میں کیا فرماتے ہیں اور ان اصحاب کا رویہ اور نماز کیسے ہے-

﴿ج﴾

صورۃ مسئولہ میں اگر چہ ان اصحاب کا ذمہ فارغ ہو جاتا ہے فرض نماز ادا ہو جاتی ہے لیکن جب اس مسجد میں امام مقرر ہے اور ان اصحاب کے علاوہ دوسرے اکثر اہل مسجد کو پانچوں نمازیں وقت مقررہ پر پڑھاتا ہے تو اس امامِ مقرر کے علاوہ ان اصحاب کا بلا کسی شرعی قوی عذر کے جماعت کرانا گناہ ہے- وہ عنداللہ مجرم و ماخوذ ہیں[1]- ان کا یہ فعل جس سے مسلمانوں کے درمیان فتنہ وفساد کا قوی اندیشہ ہے برا فعل ہے- ان اصحاب کے لیے ضروری ہے کہ اسی امام مقرر کے پیچھے نماز باجماعت ادا کریں اور یا کسی دوسری مسجد میں ادا کریں یا اپنے لیے نئی مسجد تیار کرلیں تاکہ فتنہ پیدا نہ ہو[2]- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

۱) الجماعة سنة مؤكده للرجال وقيل: واجبة وعليه العامة فتسن أوتجب...... ثمرته تظهر فى الاثم بتركها مرة۔ على الرجال العقلاء البالغين الأحرار القادرين على الصلوٰة بالجماعة، لاتقبل شهادته إذا تركها استخفا فا ومجانة، الدرالمختار مع ردالمحتار: كتاب الصلوٰة، باب الامامة، ص ٥٥٢ تا ٥٥٤، ج١، سعيد۔

وكذا فى البحرالرائق: كتاب الصلوٰة، باب الامامة، ص ٦٠٢ تا ٦٠٣، ج١، مكتبه رشيدية۔

وكذا فى حلبى كبير: فصل فى الامامة، ص ٥٠٩، ج١، سعيدى كتب خانه۔

۲) واعتصموا بحبل الله جمعيا ولاتفرقوا "الاية، نمبر ١٠٣، سورة اٰل عمران۔

ولاتنازعوا فتفشلوا وتذهب ريحكم واصبروا ان الله مع الصابرين "سورة الانفال" الاية، نمبر ٤٧۔ ولا تفرقوا "أمرهم بالجماعة ونهاهم عن التفرقة۔ عن ابى هريرة رضى الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: ان الله يرضى لكم ثلاثاً ويسخط لكم ثلاثا يرضى لكم أن تعبدوه ولاتشركوا به شيئاً وأن تعتصموا بحبل الله جميعا ولاتفرقوا (تفسير ابن كثير: سورة اٰل عمران الاية، ١٠٣، ج٢، قديمى۔

بلا وجہ مسجد میں اختلاف کر کے دوسری جماعت کرانا درست نہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین دریں مسئلہ کہ مثلاً زید کو ایک چک میں لوگوں نے امام مقرر کیا تقریباً سات آٹھ ماہ اس نے امامت کرائی سارے لوگ نماز پڑھتے رہے اور اب دوسرا امام چند لوگ لے آئے ہیں دوسری جماعت شروع کر دی ہے اکثر لوگ پہلے سے مقرر امام کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں اور امام عالم باعمل متقی پرہیز گار ہے کوئی عذر شرعی بھی پیش نہیں آیا دوسری جماعت کرانی کیسی ہے۔ بینوا توجروا۔

﴿ج﴾

درمختار میں ہے۔ (اوالخیار الی القوم) فان اختلفوا اعتبرا کثرھم [۱] الخ اور عالمگیری میں ہے۔ و ان اختار بعضھم الاقرأ و اختار بعضھم غیرہ فالعبرة للاکثر [۲] الخ۔ ان عبارات فقہیہ سے واضح ہے کہ صورت مسئولہ میں جب تک اکثر اہل مسجد سابق مقرر امام کی معزولی پر متفق نہ ہوں اور معزول نہ کر دیں۔ اس وقت تک مسجد میں نماز پڑھانا سابق امام کا حق ہے [۳]۔ چند آدمیوں کا دوسرے امام کو لانا اور مسلمانوں میں فتنہ اور اختلاف ڈالنا بہت برا فعل اور بڑا گناہ ہے۔ جس کے متعلق سخت وعیدیں قرآن وحدیث میں وارد [۴] ہیں اور اس صورت میں جبکہ امام عالم باعمل اور متقی اور پرہیز گار ہے تو بلا کسی شرعی نقص کے اس کو امامت سے علیحدہ کرنا شرعاً جائز نہیں ہے [۵] لہٰذا ان چند آدمیوں پر شرعاً لازم ہے کہ اکثر اہل مسجد سے اتفاق کر لیں اور فتنہ و اختلاف ختم کر کے سابق امام کے پیچھے نماز پڑھنا شروع کر دیں۔ اس صورت میں دوسری جماعت

---

۱) الدرالمختار: كتاب الصلوٰة باب الامامة، ص ۵۵۸، ج۱، سعيد۔

۲) الهندية: كتاب الصلوٰة باب الامامة، ص ۸۴، ج۱، رشيديه۔ وكذا فى البزازية على هامش الهندية: كتاب الصلوٰة، الخامس عشر فى الامامة والاقتداء، ص ۵۳، ج۴، رشيديه

۳) واعلم أن "صاحب البيت ومثله امام المسجد الراتب...... أولى بالامامة من غيره مطلقاً الدرالمختار كتاب الصلوٰة، باب الامامة، ص ۵۵۹، ج۱، سعيد) وكذا فى الهندية، كتاب الصلوٰة، باب الامامة، ص ۸۳، ج۱، رشيدية۔

۴) تقدم تخريجه صفحه ۲۲۵ حاشيه نمبر ۲۔

۵) وقد منا عن البحر حكم عزل القاضى لمدرس و نحوه وهو أنه لايجوز إلا بجنحة وعدم اهلية۔ شامى كتاب الوقف مطلب فى عزل الواقف، الخ، ص ۴۲۸، ج۴، سعيد۔ وكذا فى البحرالرائق: كتاب الوقف، ص ۳۸۰، ج۵، رشيديه۔

کرانا ناجائز اور گناہ ہے[۱]- فقط واللہ تعالیٰ اعلم-

جماعت ثانیہ کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص ایک مسجد کو عرصہ پندرہ سولہ سال سے تعمیر کراتا ہے اور لوگوں سے چندہ وصول کر کے لگاتا ہے اور جمعہ جماعت بطور مہتمم ومتولی کراتا ہے- لیکن اب چند اشخاص نے اس مسجد میں دوسرا شخص کھڑا کر کے جمعہ جماعت شروع کر دی ہے- پہلا مہتمم ومتولی پہلے جماعت کراتا ہے- فریق ثانی بعد میں اسی مسجد میں جماعت کراتا ہے- کیا فریق ثانی کا دوسری مرتبہ جمعہ جماعت کرانا جائز ہے یا نہ کیا فریق ثانی کی جماعت ہوسکتی ہے یا نہیں- قرآن مجید وحدیث شریف سے حوالہ دیا جائے- بینوا توجروا-

﴿ج﴾

اگر شہر والوں نے بالاتفاق کسی امام کو پہلے مقرر کیا ہو تب تو دوسرے امام کے پیچھے نماز مکروہ ہے البتہ اگر سابق امام کو معزول کر دیا گیا اور معزول کرنے والے بھی شہر کے اہل حل وعقد ہی ہوں تو اس صورت میں دوسرے امام کے پیچھے بھی نماز جائز ہوگی- لیکن معزول ہوئے بغیر دوسرے امام کے پیچھے جماعت ثانی سے نماز پڑھنا سخت مکروہ ہے[۲]- نیز سوال سے معلوم ہوتا ہے کہ دوسرے امام کو مقرر کرنے والے تھوڑے ہیں تو ایسی صورت میں اکثر کا ہی اعتبار ہوتا ہے- اس لیے دوسرے امام کے پیچھے نماز مکروہ ہے- **و فی الدر المختار فان استووا یقرع بین المستویین او الخیار الی القوم فان اختلفوا اعتبر اکثرھم[۳]- واللہ تعالی اعلم**

---

۱) ویکرہ تکرار الجماعت باذان واقامة فی مسجدمحلة لافی مسجد طریق أومسجد لا امام له ولا مؤذن له الدرالمختار: کتاب الصلوٰة باب الامامة، ص ٥٥٢، ج١، سعید- وکذا فی الھندیة: کتاب الصلوٰة، الباب الخامس فی الامامة، ص ٨٣، ج١، رشیدیة- وکذا فی الفقه الاسلامی وادلته الفصل العاشر انواع الصلوٰة، ص ١١٨٢، ج٢، دارالفکر المعاصر-

۲) الدرالمختار ویکرہ تکرار الجماعة باذان واقامة فی مسجد محله (کتاب الصلوٰة، باب الامامة، ص ٣٤٢، ج٢، طبع رشیدیه کوئٹه)- وکذا فی الھندیه (کتاب الصلوٰة، الباب الخامس، ص ٥٥٢، ج١، طبع رشیدیه، وکذا فی الفقه الإسلامی (کتاب الصلوٰة) الفصل العاشر، ص ٨٣، ج١، طبع دارالفکر المعاصر-

۳) الدرالمختار مع شرحه (کتاب الصلوٰة، باب الامامة، ص ٣٥٣، ج٢، طبع رشیدیه جدید) وکذا فی الفتاوی التاتارخانیه (کتاب الصلوٰة، باب الامامة، ص ٤٣٧، ج١، طبع ادارة القرآن کراچی)-
وکذا فی خلاصة الفتاوی (کتاب الصلوٰة، الفصل الخامس عشر، ص ١٤٤، ج١، طبع رشیدیه کوئٹه)

احناف کی مسجد میں غیر مقلدین کا دوسری جماعت کرانا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ بعض غیر مقلدین پہلے ایک امام حنفی کے پیچھے نماز ادا کرتے رہے اور بعد میں مسئلہ اٹھایا کہ امام حنفی کے پیچھے نماز ادا نہیں ہوتی۔ اس لیے کہ حنفی رفع یدین نہیں کرتے اور آمین بالجہر وقرأۃ خلف الامام کے قائل نہیں اب انھوں نے اسی مسجد میں ہر وقت کی دوسری علیحدہ جماعت کرانی شروع کردی۔ آیا یہ دوسری جماعت ان کی درست ہے یا نہیں اور حنفی کی نماز غیر مقلدین کے پیچھے درست ہے یا کہ نہیں۔ جواب سے ممنون فرماویں۔

﴿ج﴾

آمین بالجہر، رفع یدین، قرأۃ خلف الامام میں سلف صالحین، صحابہ وتابعین وائمہ مجتہدین کا اختلاف چلا آرہا ہے۔ مسئلہ مجتہد فیہا ہے۔ آمین بالسر بعض کے نزدیک افضل ہے اور بعض کے نزدیک آمین بالجہر نیز بعض کے نزدیک رفع یدین افضل ہے بعض کے نزدیک عدم رفع یدین۔ یہ اختلاف فقط افضلیت میں ہے۔ نماز تو سب کے نزدیک ہر صورت میں ہوجاتی ہے۔ امت میں سے کسی نے بھی کسی کے فساد صلوۃ کا قول نہیں کیا[1]۔ نیز امام تو قرأۃ کرتا ہی ہے۔ اس کے پیچھے اہل حدیث کی نماز انکے اپنے خیال کے مطابق بھی صحیح ہوجاتی ہے۔ لہٰذا کوئی وجہ نہیں کہ اہل حدیث کی نماز اس کے پیچھے جائز نہ ہو۔ یہ فتویٰ تو خود اہل حدیث علماء بھی نہیں دیتے۔ بلکہ جمعیۃ اہل حدیث کے صدر مولانا داؤد غزنوی صاحب احناف کے پیچھے نماز پڑھتے رہے۔ ایسے ہی حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری مرحوم بھی پڑھا کرتے تھے۔ تو اب جو لوگ بلا وجہ حنفیوں کے پیچھے نماز نہ پڑھ کر مسجد میں علیحدہ جماعت قائم کر کے مسجد میں فساد اور فتنہ پیدا کرتے ہیں یہ سخت گنہگار ہیں۔ یا تو توبہ کرلیں اور مسلمانوں میں انتشار پیدا کرنے سے بچیں، ورنہ ان کو مسجد سے روک دیا جاوے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تھوم اور پیاز کھانے والے کو بوجہ اسکے کہ مسلمانوں کو مسجد میں اس کی بدبو سے تکلیف ہوگی مسجد میں آنے سے روک دیا ہے۔ حدیث میں وارد ہے۔ **من اکل من هذه الشجرة الخبيثة فلا يقربن مساجدنا او كما قال**

---

۱) کما فی الشامیہ لافیما هو سنة عنده مكروه عندنا كرفع اليدين فى الانتقالات، وجهر البسملة واخفائها فهذا وامثاله لايمكن الخروج عن عهد الخلاف (كتاب الصلوة، باب الإمامة، ص ۳۶۲، ج۲، طبع رشيديه) وكذا فى البحر الرائق (كتاب الصلوة، باب الوتر والنوافل، ص ۸۱ تا ۸۲، ج۲، طبع رشيديه)

علیہ السلام (۱) علامہ شامی رحمہ اللہ نے آخر باب مایفسد فی الصلوۃ ویکرہ فیھا میں لکھا ہے کہ جس سے بھی مسلمانوں کو تکلیف پہنچے اس کو مسجد سے روک دیں' والحق بالحدیث کل من اٰذی الناس بلسانہ وبہ افتی ابن عمر رضی اللہ عنہ وھو اصل فی کل من یتاذی بہ (۲)۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابی کا فتویٰ بھی یہی ہے کہ جس سے مسلمانوں کو تکلیف پہنچے اس کو مسجد سے روک دیں۔ باقی اہل حدیث کی اقتداء میں تفصیل ہے۔ اگر اس سے ایسی کوئی حرکت صادر ہو جس سے اس کی نماز ہمارے نزدیک فاسد ہو جاتی ہے۔ مثلاً خون نکل گیا اور پھر اس کے باوجود وضو نہ کیا تو نماز اس کے پیچھے جائز نہیں اور اگر معلوم ہو کہ اس سے کوئی ایسی بات صادر نہیں ہوئی تو نماز بلا کراہت جائز ہے اور اگر پتہ نہ ہو تو مکروہ ہے۔ شامی میں ہے۔ ان علم انہ راعی فی الفروض والواجبات والسنن فلا کراھۃ وان علم ترکھا فی الثلثۃ لم یصح وان لم یدر شیئاً کرہ (۳)۔ واللہ اعلم۔

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

کسی شرعی ضرورت کے بغیر مسجد کی جماعت سے ہٹ کر دوسری جماعت کرانا درست نہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک مسجد میں امام متعین کی موجودگی میں بیک وقت دو جماعتیں کرانی جائز ہیں یا نہیں؟ یعنی جب بھی وہ امام نماز کراتا ہو تو دو تین آدمی دوسری جماعت کرواتے ہیں- حالانکہ شرعی لحاظ سے امام میں کوئی قباحت نہیں ہے اور اہل محلہ نے ہی اس امام کو متعین کیا ہوا ہے دوسرا فریق کبھی کسی کو اپنا امام بنالیتا ہے کبھی کسی کو اپنا امام بنالیتا ہے- بینوا توجروا

﴿ج﴾

اگر مقررہ امام میں کوئی شرعی قباحت نہیں تو دوسری جماعت کرانا درست نہیں- پہلے امام کے پیچھے ہی

---

۱) المشکوۃ (باب المساجد، الفصل الاول، ص ٦٨، ج١، طبع قدیمی) وکذا فی صحیح البخاری (کتاب الاطعمہ باب مایکرہ من الثوم الخ، ص ٨٢٠، ج٢، طبع قدیمی) وکذا فی المرقاۃ، (کتاب الصلوۃ، باب المساجد، رقم الحدیث نمبر ٧٠٧، طبع دار الکتب۔

۲) شامی (کتاب الصلوٰۃ، باب مایفسد الصلوٰۃ وما یکرہ فیھا، ص ٦٦١، ج١، طبع سعید کراچی۔
وکذا فی البحر (کتاب الصلوٰۃ، مایفسد الصلوٰۃ ومایکرہ فیھا، ص ٦١، ج٢، طبع رشیدیہ۔

۳) الشامی (کتاب الصلوٰۃ، باب الامامۃ، ص ٥٦٣، ج١، طبع سعید۔ وکذا فی تبیین الحقائق (کتاب الصلوٰۃ باب الوتر والنوافل، ص ٤٢٧، ج١ طبع دار الکتب) وکذا فی البحر (کتاب الصلوفۃ، باب الوتر والنوافل، ص ٧٩ تا ١٢، ج٢، طبع رشیدیہ کوئٹہ)

اقتداء کریں نماز کے بارے میں اپنی خواہشات کو دخل دینا جائز نہیں (۱)۔

پہلی جماعت فاسد سمجھ کر دوسری کرائی گئی، دوسری میں اقتداء کرنے والوں کی نماز کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین مسئلہ ذیل میں کہ:

(۱) نماز جماعت میں والذین کفروا بایاتنا هم اصحب المشئمة میں بجائے کفروا کے کذبوا پڑھا گیا آیا نماز جائز ہے یا نہ۔

(۲) بوجہ اختلاف کے جماعت ثانیہ کرائی گئی تو بصورت جواز جماعت اولیٰ کے اگر جماعت ثانیہ میں دو تین آدمی آملیں جو کہ پہلی جماعت میں نہ تھے انھیں نماز از سر نو پڑھنی پڑے گی یا نہ۔

﴿ج﴾

(۱) نماز فاسد نہیں ہوگی فساد کا تعلق معنی کے تغیر فاحش سے ہوتا ہے۔ چونکہ یہاں معنی میں تغیر فاحش نہیں اس لیے نماز صحیح ہے (۲)۔

(۲) دوسری جماعت جب نماز فرض کے لیے قائم نہیں ہوئی تو وہ لوگ جو اس کے ساتھ فرض ادا کرنے کی غرض سے شریک ہوئے ہیں ان کی نماز صحیح نہیں۔ اقتداء مفترض کی متنفل کے پیچھے جائز نہیں۔ لہٰذا فقط دوسری جماعت میں شریک ہونے والوں کا فرض ادا نہیں ہوا ان پر قضا واجب ہے (۳)۔ واللہ تعالیٰ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

---

۱) كما في الدر المختار: ويكره تكرار الجماعة بأذان وإقامة في مسجد محلة "كتاب الصلوٰة، باب الامامة، ص ۴۳۲، ج۲، طبع رشيديه) وكذا في الهنديه (كتاب الصلوٰة، الباب الخامس، ص ۵۵۲، ج۱، طبع رشيديه۔ وكذا في الفقه السلامي (كتاب الصلوٰة، الفصل العاشر، ص ۸۳، ج۱، طبع دار الفكر۔

۲) كما في الدر المختار لم تفسد مالم يتغير المعنىٰ (باب مايفسد الصلوة، ص ۶۳۳، ج۱، طبع سعيد۔
وكذا في الهنديه: (كتاب الصلوٰة، الباب الرابع في صفة الصلوٰة، ص ۸۰، ج۱، طبع رشيديه)۔
وكذا في الفتاوى التاتارخانيه (كتاب الصلوٰة، الفصل العاشر، ص ۴۹۳، ج۱، طبع ادارة القرآن، كراچی)

۳) كما في الدر المختار (و) ولا مفترض بمتنفل (كتاب الصلوٰة، باب الإمامة، ص ۵۷۹، ج۱، طبع سعيد)
وكذا في خلاصة الفتاوى (كتاب الصلوٰة، الفصل الخامس عشر، ص ۱۴۶، ج۱، طبع رشيديه)
وكذا في الهدايه (كتاب الصلوٰة، باب الامامة، ص ۱۲۹، ج۱، طبع رحمانيه لاهور)

قصداً جماعتِ مسجد میں شریک نہ ہونے والے کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین مندرجہ ذیل مسائل میں کہ:

(۱) ایسا شخص جو مسجد کے پاس رہتا ہے نماز کے وقت کسی سے کہتا ہے کہ دیکھو نماز با جماعت ہو چکی ہے یا نہیں پھر نماز ہو چکنے کے بعد اکیلا نماز پڑھتا ہے۔ اس کی نماز ہوئی یا نہ ہوئی اس بارہ میں کیا حکم ہے۔

(۲) ایک مسجد کے امام صاحب نے اپنی مسجد کے خادم کو حکم دیا کہ مسجد کے اندر کسی کو سونے کی اجازت نہیں ہے اور نہ کسی کو سونے دینا کہ شریعت میں منع ہے۔ اس پر ایک شخص ناراض ہوا نہ وہ امام مذکور کے پیچھے نماز پڑھتا ہے اور نہ ہی بولتا ہے اور اس واقعہ سے قبل وہ اس امام صاحب کے پیچھے با جماعت نماز پڑھتا رہا ہے۔

(۳) منافق کسے کہتے ہیں۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ (۱) اگر بلا وجہ شرعی عذر عمداً تارک جماعت ہے تو یہ شخص فاسق ہے مردود الشہادت ہے کیونکہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھنی واجب ہے یا سنت مؤکدہ۔ **كما قال فى الدر المختار الجماعة سنة مؤكدة كذا فى المتون والخلاصة والمحيط و محيط السرخسى و فى الغاية قال عامة مشائخنا انها واجبة** الخ[1]۔

(۲) اس بنا پر ترک جماعت اس کی جہالت ہے اس پر لازم ہے کہ فوراً با جماعت نماز پڑھنی شروع کر دے اور امام صاحب کے ساتھ راضی ہو جائے[2]۔

---

۱) الدر المختار: (كتاب الصلوٰة، باب الامامة، ص ۵۵۲، ج۱، طبع سعيد) وكذا فى الهنديه الكتاب الصلوٰة، الباب الخامس عشر، ص ۸۲، ج۱، طبع رشيديه) وكذا فى البحر (كتاب الصلوة، باب الإمامة، ص ۶۰۲، ج۱، طبع رشيديه)۔ كما فى الدر المختار والجماعة سنة مؤكدة للرجال قال الزاهدى ارادو ابالتاكيد الوجوب وقيل واجبة وعليه العامة۔

۲) كما فى الدر المختار والاحكام تدل على الوجوب من أن تاركها بلاعذر يعزر وترد شهادته ويأثم الجيران بالسكوت عنه (كتاب الصلوٰة، باب الإمامة، ص ۵۵۲، ج۱، طبع سعيد) وكذا فى البحر (كتاب الصلوٰة، باب الامامة، ص ۶۰۳، ج۱، طبع رشيديه) وكذا فى حلبى كبير (كتاب الصلوٰة، فصل فى الإمامة، ص ۵۰۹، طبع سعيدى كتب خانه)۔

(۳) منافق دو قسم کا ہوتا ہے- ایک منافق اعتقادی اور دوسرا منافق عملی- منافق اعتقادی تو وہ ہوتا ہے جس کے دل میں کفر اور بظاہر ایمان کا اظہار کرتا ہو اور منافق عملی وہ ہوتا ہے جس میں یہ چار عادتیں یا ان میں سے کوئی ایک عادت پائی جائے-

(۱) امانت میں خیانت کرے- (۲) باتوں میں جھوٹا ہو- (۳) وعدہ کی خلاف ورزی کرے- (۴) اور تنازعہ کے وقت سب وشتم کرے اور ہذیان بکے- جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہے- عن عبدالله بن عمر رضی الله عنهما قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم اربع من کن فیه کان منافقا خالصا و من کانت فیه خصلة منهن کانت فیه خصلة من النفاق حتی یدعها اذا اؤتمن خان و اذا حدث کذب و اذا عاهد غدر و اذا خاصم فجر متفق علیه [1]- فقط والله تعالی اعلم

محمود عفا الله عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان شہر

جماعتِ اول کی ہیئت سے ہٹ کر دوسری جماعت کرانے کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ مسجد محلّہ میں تکرار جماعت بلا اذان واقامۃ و بلا ہیئت اول و بلا عادۃ مستمرہ جائز ہے یا نہیں۔

شامی جلد اول ص ۵۵۳ طبع سعید میں ہے: و لو کرر اهله بدونهما او کان مسجد طریق جاز اجماعًا کما فی مسجد لیس له امام و لا مؤذن و یصلی الناس فیه فوجا فوجا فان الافضل ان یصلی کل فریق باذان و اقامة علی حدة- اس کے بعد ہے والتقیید بالمسجد المختص بالمحلة احتراز من الشارع و بالاذان الثانی احتراز عما اذا صلی فی مسجد المحلة جماعة بغیر اذان حیث یباح اجماعا-

اس کے بعد ص ۵۵۳ طبع سعید پر ہے- و قد منا فی باب الاذان عن اٰخر شرح المنیة عن ابی یوسف انه اذا لم تکن الجماعة علی الهیئة الاولی لا تکره والاتکره و هو الصحیح و بالعدول عن المحراب تختلف الهیئة کذا فی البزازیة- و فی التتار خانیة عن الولوالجیة و به نأخذ -

---

۱) المشکوٰة (کتاب الایمان، باب الکبائر و علامة المنافق، ص ۱۷، طبع قدیمی کتب خانه) وکذا فی صحیح البخاری (کتاب الایمان، باب علامة المنافق، ص ۱۰، ج ۲، طبع قدیمی کتب خانه) وکذا فی صحیح المسلم (کتاب الایمان، باب خصال المنافق، ص ۵۶، ج ۱، طبع قدیمی کتب خانه۔

مندرجہ بالا عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ تکرار جماعت بلا اذان واقامت و بلاہیئۃ اولی مسجد محلّہ میں جائز ہے اور یہی بات صحیح ہے اور یہ کہ ماخوذ بھی یہی بات ہے۔

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ تکرار جماعت بلا اذان واقامت بھی مکروہ تحریمی ہے کیا ان کا یہ خیال درست ہے فقہاء رحمہم اللہ کی کسی عبارت سے ان کے اس خیال کی تائید ہوتی ہے؟

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اس مسئلہ میں بہت اختلاف ہے جو لوگ جماعت ثانیہ کی مسجد محلّہ میں کراہت کے قائل ہیں ان کی دلیل بدائع الصنائع کی درج ذیل مدلل و مفصل عبارت ہے۔ قال فی البدائع ج ۱ ص ۱۵۳ (ولنا) ماروی عبدالرحمٰن بن ابی بکر عن ابیه رضی الله عنهما ان رسول الله صلی الله علیه وسلم خرج من بیته لیصلح بین الانصار التشاجر بینهم فرجع و قد صلی فی المسجد بجماعة فدخل رسول الله صلی الله علیه وسلم فی منزل بعض اهله فجمع اهله فصلی بهم جماعة و لو لم یکره تکرار الجماعة فی المسجد لما ترکها رسول الله صلی الله علیه وسلم مع علمه بفضل الجماعة فی المسجد وروی عن انس بن مالک رضی الله عنه ان اصحاب رسول الله صلی الله علیه وسلم کانوا اذا فاتتهم الجماعة صلوا فی المسجد فرادی و لان التکرار یؤدی الی تقلیل الجماعة لان الناس اذا علموا انهم تفوتهم الجماعة فیستعجلون فتکثر الجماعة و اذا علموا انها لا تفوتهم یتاخرون فتقل الجماعة و تقلیل الجماعة مکروه بخلاف المساجد التی علی قوارع الطریق لانها لیست لها اهل معروفون فاداء الجماعة فیها مرة بعد اخری لا یؤدی الی تقلیل الجماعة و بخلاف ماذا صلی فیه غیر اهله لانه لا یؤدی الی تقلیل الجماعة لان اهل المسجد ینتظرون اذان المؤذن المعروف فیحضرون حینئذ و لان حق المسجد لم یقض بعد لان قضاء حقه علی اهله[1]۔ الخ۔

مولانا اشرف علی صاحب ایک مفصل و مدلل فتویٰ کے آخر میں ارشاد فرماتے ہیں۔[2]

---

۱) بدائع والصنائع (کتاب الصلوٰة، فصل واما بیان محل وجوب الاذان، ص ۱۵۳، ج۱، طبع رشیدیه)۔
وکذا فی الشامیه (کتاب الصلوٰة، باب الامامة، ص ۵۵۳، ج۱، طبع سعید کراچی)
وکذا فی البحرالرائق (کتاب الصلوفة، باب الامامة، ص ۶۰۴، ج۱، طبع رشیدیه)

۲) امداد الفتاوی (کتاب الصلوٰة، باب الامامة، تحقیق کراهته و عدم کراهته جماعت ثانیه در مسجد شارع عام، ص ۲۴۰ تا ۲۴۴، ج۱، طبع مکتبه دارالعلوم، کراچی)

پس غایۃ مافی الباب ایک فعل مباح ہوا جس میں نہ ثواب نہ عقاب اور امام صاحب کراہت کے قائل تب بھی اسلم واحوط اس کا ترک ہی ہوا۔ کیونکہ فعل میں تو احتمال کراہت کا ہے اور ترک میں کوئی ضرر محتمل نہیں کہ حرمان ثواب بھی نہیں۔ پس ترک ہی راجح ہوا یہ سب تحقیق ہے باعتبار حکم فی نفسہ کے اور اگر مفاسد اس کے امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے روبرو پیش کیے جاتے تو یقیناً کراہت شدیدہ کا حکم فرماتے لیکن چونکہ مسئلہ مختلف فیہا ہے اور علماء کے فتاوی بھی مختلف ہیں اس لیے کسی کو کسی پر نکیر شدید وطعن زیبا نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ورثہ کا حق نہ دینے والے کے معاون کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین مسئلہ ذیل میں کہ ایک آدمی عالم پابند شریعت فوت ہوگیا۔ بوقت وفات موصوف ورثاء اہلیہ دولڑکیاں اور دو بھائی دو ہمشیرہ اور والدہ تاحال زندہ ہیں۔ تمام وراثت کا انتقال موصوف کی اہلیہ ہندہ کے نام پر ہو چکا ہے اور باقی ورثاء تاحال محروم ہیں۔ (۱) کیا ورثاء موجودہ وراثت موصوف سے شرعاً حقدار ہیں یا نہ (۲) اہلیہ موصوف پر بحالت مذکورہ کیا حکم عائد ہوگا واضح فرمادیں۔ (۳) معاونین اہلیہ موصوف کا شرعاً کیا حکم ہے۔ کیا امامت ان کی شرعاً جائز ہے۔

﴿ج﴾

(۱) حقدار ہیں[۱] (۲) ظالمہ ہے توبہ کرنا لازم ہے[۲]۔ ظالم کی حمایت وتعاون ظلم ہے[۳]۔ (۳) اگر واقعی پیش امام صاحب ایسی عورت کا حامی ہے اور یہ بات ثابت ہو جائے تو ایسے شخص کو پیش امام نہیں بنانا

---

۱) کما فی السراجی متعلق بتركة الميت حقوق أربعة...... ثم يقسم الباقی بين ورثته (كتاب الفرائض ، ص ۲ تا ۳، طبع رشيديه) وكذا فی الهندية (كتاب الفرائض، الباب الاول، ص ٤٤٧ ، ج٦۔ طبع رشيديه) وكذا فی الدرالمختار مع شرح (كتاب الفرائض، ٦٠٥ تا ٧٦١، طبع سعيد كراچی)۔

۲) كما قال الله تعالىٰ يأيها الذين آمنوا توبوآ إلى الله توبة نصوحا (سورة التحريم، آیت نمبر ۸) وفی المشكوٰة: عن الأغر المزنی قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم يايها الناس توبوا إلى الله فإنی أتوب إليه فی اليوم مائة مرة، باب التوبة، ص ۲۰۳ ، طبع قديمی) وفی شرح النووی واتفقوا على أن التوبة من جميع المعاصی واجبة (مسلم كتاب التوبة، باب الاستغفار، ص ٣٥٤ ، ۲، طبع قديمی كتب خانه)

۳) كما قال الله تعالىٰ: (ولاتعاونوا على الإثم والعدوان (سورة المائده آیت: نمبر ۲) وفی تفسير روح المعانی: "قوله تعالىٰ ولاتعاونوا على الإثم والعدوان فيعم النهی كل ما هو من مقولة الظلم والمعاصی ويندرج فيه النهی عن التعاون على الإعتداء (سورة المائده آیت: نمبر ۲)، ص ٣١٤، ج٦، طبع دارالكتب، وكذا فی الدرالمختار (كتاب الجهاد، باب البغاة، ص ٢٦٨، ج٤، طبع سعيد)

چاہیے (۱)۔ اگر ہے تو اس کو معزول کر کے کسی دوسرے متقی شخص کو امام بنایا جائے (۲)۔ لیکن شرط یہ ہے کہ وہاں کے لوگوں کے سامنے یہ بات اگر واضح ہو تو اس پر عمل کریں۔ ورنہ وہاں کی تحقیق کے مطابق عمل ہو۔ واللہ اعلم۔

احکام شریعت پس پشت ڈالنے والے کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص مسئلہ وراثت میں شریعت کی طرف استفتاء کرتا ہے۔ مگر ایک مولوی صاحب کہتا ہے کہ اس شرعی مسئلہ کو نہ چھیڑو کیونکہ اس میں اس کا ذاتی نقصان تھا۔ لیکن مدعی نے شرعی استفتاء حاصل کر لیا۔ جس کی پاداش میں مولوی صاحب نے ساری برادری کو مدعی کے خلاف کر کے ایک فتنہ عظیم بنا دیا۔ جس پر بہت سے فسادات خلاف شریعت رونما ہونے لگے۔ کیا ایسے مولوی سے جو رواج کا پابند ہو اور شریعت کو پس پشت ڈالے بلکہ کتمان شریعت کی تبلیغ کرتے ہوئے اپنی پارٹی بنائے۔ اس سے عام مسلمین کا تعلقات رکھنا یا اس کو امام نماز بنانا یا اس کا وعظ سننا یا اس سے اپنے بچوں کو تعلیم دلوانا درست ہے؟ بینوا توجروا۔

﴿ج﴾

اگر واقعہ ایسا ہے جو سوال میں درج ہے تو واقعی ایسے شخص کے ساتھ تعلقات (۳) اور اس کی امامت جائز

---

۱) كما في الدرالمختار ويكره (امامة عبد)...... وفاسق (كتاب الصلوٰة، باب الامامة، ص ۵۵۹، ج۱، طبع سعيد) وكذا في خلاصة الفتاوىٰ (كتاب الصلوٰة، الفصل الخامس عشر، ص ۱۴۵، ج۱، طبع رشيديه) وكذا في البنايه (كتاب الصلوٰة، باب الإمامة، ص ۳۳۲ تا ۳۳۳، ج۲، طبع دارالكتب)

۲) كما في الدرالمختار مع شرحه وينعزل به الالفتنة...... اى بالفسق لوطرء عليه والمراد أنه يستحق العزل (كتاب الصلوٰة، باب الامامة، ص ۵۴۹، ج۱، طبع سعيد) وكذا في البحر (كتاب الوقف، ص ۳۸۰ ج۵، طبع رشيديه)

وفي الفتاوى التاتارخانيه ان يكون امام القوم في الصلوٰة افضلهم في العلم والورع والتقوى (كتاب الصلوٰة من هواحق بالإمامة، ص ۶۰۰، ج۱، طبع ادارة القرآن)۔ وكذا في الدرالمختار (كتاب الصلوٰة، باب الامامة، ص ۵۵۷ تا ۵۵۸، ج ۱، طبع سعيد۔ وكذا في النهر الفائق، (كتاب الصلوٰة، باب الامامة، ص ۲۳۹، ج۱، طبع دارالكتب۔

۳) قال الخطابي، رخص أن يغضب على أخيه ثلاث ليال لقتله ولايجوز فوق ذالك إلا اذاكان الهجران في حق من حقوق الله فيجوز فوق ذالك...... فان هجرة أهل الأهواء والبدع واجبة على مر الأوقات مالم يظهر منه التوبة والرجوع إلى الحق، مرقاة المفاتيح، ص ۲۳، ج۹، كتاب الأدب، باب ماينهى عنه من التهاجر والتقاطع ـ الخ دارالكتب العلميه بيروت، كذا في فتح الباري شرح البخاري: ص ۱۲۱-۱۲۲، ج۱۲، حديث نمبر ۶۰۷۷، كتاب الأدب باب مايجوز من الهجران لمن عصىٰ، دارالفكر بيروت، كذا في التعليق الصبيح، ص ۲۶۲، ج۵، كتاب الأدب، رشيديه۔

نہیں (۱)۔ لیکن واقعہ کی تحقیق مقامی طور پر کر لی جاوے اگر استفتاء کا مضمون درست نہ ہوتو مفتی اس کا ذمہ دار نہیں۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

اس شخص کی امامت کا حکم جس پر مجہول النسب ہونے کا اعتراض کیا گیا ہو

﴿س﴾

چہ می فرمایند علماء دین ومفتیان شرع متین در مسئلہ ذیل کہ پدر من از ملک کرم سیل افغانستان از عرصۂ چند سال نقل مکانی کردہ بعلاقۂ خاران و بلوچستان آمدہ و دراین بلا دھا شادی وعروس کردہ و بعدہ از عروس بمملک سندھ رفتہ بعداز چند عبور اوقات من تولد شدہ ام وبحالت طفل صغرسنی من پدرم و مادرم وفات کردہ اند و بعداز ان من بصورت یتیم بوقت خوردگی بتعلیم علم محمدی مشغول شدم وہر چہ کہ نصیب من بود از علم محمدی تحصیل کردہ ام وہنوز کہ بعداز بلوغت وجوانی قابل امامت گشتم وگاہی گاہی خلائق را نماز خوانانم و امام میشدم مگر الآن چند عالمان اعتراض کردہ میگویند کہ پدرتو مجہول النسب است ونماز بہ پس تو ناجائز است ہنوز جواب طلب امر این است کہ آیا واقعی من از امامت محروم کردہ میشوم یانہ وآیا واقعی جہالت نسب پدرمن نماز را بہ پس من ناجائز میگردانند وچگونہ مگر چند مردمان میگویند کہ پدرترا امایان دیدیم وگفتہ اند نسب من گم است مگر نشانے کسی ندہد الحال عرض است کہ مسئلہ را از قرآن وحدیث رسول ﷺ تحریر کردہ مشکور فرمائید۔

﴿ج﴾

درصورت مسئولہ خلف سائل نماز جائز بلا کراہت است۔ مجہول النسب بودن والد سائل سبب کراہت نماز درپس سائل نے شود۔ بلا شبہ نماز جائز است واعتراض عالمان بالکل بے بنیاد است (۲)۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ ، ۳۰ ذوالقعدہ ۱۳۷۷ھ

---

۱) ویکرہ امامة عبدوأعرابی وفاسق وأعمی "الدرالمختار" (وفاسق) من الفسق...... وھوالخروج عن الاستقامة ولعل المرادبه من یرتکب الکبائر کشارب الخمر والزانی...... فقد عللوا کراھة تقدیمه بأنه لایھتم لأمردینه وبأن فی تقدیمه للإمامة تعظیمه وقدوجب علیھم إھانته شرعا...... علی أن کراھة تقدیمه کراھة تحریم۔ "ردالمحتار: ص ۵۵۹-۵۶۰، ج۱، باب الإمامة، سعید۔ وکذا فی حلبی الکبیر، ص ۴۱۳، کتاب الصلوٰة، الاؤلی بالإمامة، سعیدی وکذا فی البحرالرائق: ص ۶۱۰، ج۱، باب الإمامة، رشیدیه۔

۲) الأولی بالامامة أعلم باحکام الصلوٰة...... ھذا إذا علم من القرأة قدر ماتقوم به سنة القرآة...... ولم یطعن فی دینه...... ویجتنب الفواحش، العالمکیریة، ص ۸۳، ج۱، الباب الخامس فی الامامة، الفصل الثانی الخ، رشیدیه۔ کذا فی الدرالمحتار مع الردالمحتار،، ص ۵۵۷، ج۱، باب الامامة، سعید۔
کذا فی البحرالرائق: ص ۶۰۷، ج۱، باب الإمامة، رشیدیه۔

یزید پر رحمت، لعنت اس کے بارہ میں سکوت اختیار کرنے والے کی امامت کا حکم

﴿س﴾

اہل سنت والجماعۃ علماء حق کا کیا فتویٰ ہے مندرجہ ذیل مسئلہ میں کہ جو شخص یزید پر لعنت بھیجتا ہے ایسے شخص کو امام بنانا جائز ہے۔ اگر امام ہو تو اہل سنت والجماعۃ کے لوگ اس کی اقتداء کر سکتے ہیں یا نہیں۔ جو امام یزید کو رحمت کا مستحق سمجھتا ہو اس کے پیچھے نماز پڑھنی جائز ہے۔ جو شخص اس بارے میں سکوت اختیار کرتا ہے اس کا کیا حکم ہے؟

﴿ج﴾

یزید کے بارے میں سکوت کرنے والا شخص راہ اعتدال پر ہے۔ وہی راہ راست پر ہے اور باقی دونوں افراط وتفریط میں مبتلا ہیں [1]۔ فقط واللہ اعلم۔

عبداللہ عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

عالم کی نماز غیر عالم کے پیچھے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اندریں صورت کہ ایک گاؤں میں مسجد کا پیش امام اہل گاؤں کی طرف سے مقرر ہے اور ایسے گاؤں میں ایک مولوی صاحب عارضی طور پر سکونت پذیر ہے چونکہ مذکورہ بالا گاؤں کے بڑے ہونے کی وجہ سے صلوٰۃ جمعہ ادا کی جاتی ہے مولوی صاحب جامع مسجد کے متصل ایک مکان میں جمعہ پڑھاتا ہے۔ جامع مسجد میں صرف اس لیے نہیں آتا کہ عالم کی نماز غیر عالم کے پیچھے صحیح نہیں ہے اس طریق کا لازمی نتیجہ ہے کہ مسجد کے مقتدی منقسم ہو جاتے ہیں اور مسجد کی بے رونقی کا باعث ہے امام جو کہ جمعہ پڑھاتا ہے عالم نہیں مگر ضروری مسائل سے واقف ہے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ شرعاً عالم کی نماز ایسے غیر عالم کے پیچھے صحیح ہے یا نہ اور جامع مسجد کے متصل ایک مکان میں جمعہ پڑھانا جائز ہے یا نہ۔ مدلل بحوالہ کتب جواب تحریر فرمائیں۔ نیز عدم تحصیل علم تجوید میں ہر دو برابر ہیں۔

---

۱) فتاوی رشیدیه ، ص ۸۳

﴿ج﴾

عالمگیری میں ہے۔ دخل المسجد من هو اولی بالامامة من امام المحلة فامام المحلة اولی۔[1] درمختار میں ہے۔ واعلم ان صاحب البيت و مثله امام المسجد الراتب اولی بالامامة من غيره مطلقا [2] شامی میں لکھا ہے (مطلقا) ای و ان کان غيره من الحاضرين من هو اعلم و أقرأمنه عبارات بالا سے معلوم ہوا کہ مقرر امام مسجد عالم مذکور سے اولیٰ ہے اگر چہ وہ علم و فضل میں اس سے فائق ہی کیوں نہ ہو یہ دلیل صحیح نہیں کہ عالم کی غیر عالم کے پیچھے نماز جائز نہیں [3]۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے پیچھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء تمام کتب حدیث میں ثابت ہے تو کیا اس عالم اور امام مسجد کے درمیان کا تفاوت ورتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے صحابہ کے مابین کے فرق مراتب سے بھی زیادہ ہے (العیاذ باللہ) اس کے علاوہ دیہات میں خود جمعہ مشتبہ اور پھر وہاں جامع مسجد کے متصل ایک مکان میں قیام جمعہ کرنا اور مسلمانوں کی قلیل آبادی کو منقسم کرنا تفریق بین المسلمین کا ایک عظیم گناہ ہے [4] جو عالم دین کے شایان شان ہرگز نہیں البتہ اہل محلّہ کو یہ ضرور چاہیے کہ وہ اعلم و افضل ہی کو مسجد کا دائمی امام مقرر کریں [5]۔ درمختار میں ہے (الاحق بالامامة) تقديما بل نصبا....(الاعلم باحكام الصلوة) علامہ شامیؒ

---

١) فتاوی العالمکیریة، ص ٨٣، ج١، الباب الخامس فی الإمامة، الفصل الثانی، الخ، رشیدیه۔
٢) الدرالمختار مع الردالمحتار: ص ٥٥٩، ج١، باب الإمامة، سعید
کذا فی البحرالرائق: ص ٦٠٩، ج١، باب الإمامة، کتاب الصلوٰة، رشیدیه۔
٣) عن ابراهيم بن سعد عن أبيه عن جده عبدالرحمن بن عوف: أن رسول الله صلى الله عليه وسلم لما انتهى إلى عبدالرحمن بن عوف وهويصلى بالناس اراد عبدالرحمن أن يتأخر فأومأ اليه النبى صلى الله عليه وسلم أن مكانك فصلى وصلى رسول الله صلى الله عليه وسلم بصلوٰة عبدالرحمن۔ جمع الجوامع، ص ٥٠٠، ج١٣، مسند عبدالرحمن بن عوف رضى الله عنه، دارالکتب العلمیه بیروت، کذا فی التعلیق الصبیح علی مشکوٰة المصابیح، ص ٥٠١، ج٧، الإکمال فی اسماء الرجال لصاحب المشکاة، فصل فی الصحابة: حرف العین، طبع رشیدیه کوئٹه، کذا فی طبقات ابن سعد، عنوان، عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کو نماز پڑھائی، ص ٢٤٤، ج ٢، حصہ سوئم، دارالاشاعت کراچی۔
٤) قال الله تعالیٰ: واعتصموا بحبل الله جميعا ولاتفرقوا، سورة ال عمران: آیت نمبر ١٠٣۔
وفی تفسیر اللباب فی علوم الکتاب، قوله: "ولاتفرقوا" ......الثانی : أنه نهی عن المعاداة والمخاصمة، فانهم كانوا فی الجاهلية مواظبين على ذالك فنهواعنه، الثالث: أنه نهى عمايوجب الفرقة، ويزيل الألفة، واعلم أن النهى عن الاختلاف والأمر باالإتفاق، ٤٣٢، ج٥، سورة ال عمران آیت نمبر ١٠٣، دارالکتب العلمیه بیروت، کذا فی روح المعانی، ص ٣٢١، ج ٤٠٣، سوة ال عمران آیت: ١٠٣، طبع دارالاحیاء التراث بیروت، کذا فی التفسیر المنیر: ص ٢٩، ج٤، سورة ال عمران: ١٠٣، طبع غفاریه کوئٹه۔
٥) الدرالمختار مع الردالمحتار: ص ٥٥٧، ج١، باب الإمامة، کتاب الصلوٰة، سعید۔ کذا فی البحرالرائق: ص ٦٠٨، ج١، باب الإمامة، کتاب الصلوٰة، رشیدیه۔ کذا فی العالمکیریة: ص ٨٣، ج١، الباب الخامس فی الإمامة، الفصل الثانی، الخ، رشیدیه۔

لکھتے ہیں (بل نصباً) ای للامام الراتب مسلمانوں پرلازم ہے کہ مسجد میں حتی الوسع عالم وفاضل کو ہی امام رکھیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

تراویح میں امامت کا حقدار کون ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک بستی میں ایک حافظ صاحب تراویح پڑھاتا ہے اور ساری جماعت متفق ہے کہ یہی ہماری اپنی بستی کا حافظ تراویح پڑھاوے۔ مگر چند آدمی اختلاف کرتے ہیں کہ اس حافظ صاحب کے پیچھے نماز جائز نہیں اور شرارت کرنے کے واسطے کسی دوسری بستی سے ایک حافظ صاحب کو لاتے ہیں۔ جبکہ اس حافظ صاحب کی اپنی مسجد بھی ہے۔ اس کو چھوڑ کر صرف شرارت کے لیے مقابلہ کے لیے آجاتا ہے اور آخر کار اس مسجد میں دو جماعتیں بیک وقت ہوتی ہیں۔ پہلا حافظ جس کی مسجد ہے اور جو اس بستی کا رہنے والا ہے اور جس کے ساتھ زیادہ جماعت ہے اندر نماز پڑھاتا ہے اور اس کی جماعت کی تکبیر پہلے ہوتی ہے اور دوسرا حافظ صاحب باہر جماعت کراتا ہے اب فرمائیں کہ کون سے حافظ صاحب کی جماعت صحیح ہوگی۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

فقہاء نے تصریح فرمائی ہے کہ امام مقرر کرنے کا حق بانی یا اہل محلہ کو ہے۔ اگر نمازیوں میں نصب امام کے بارے میں اختلاف ہوجائے تو جس شخص کو زیادہ اشخاص مقرر کردیں وہی امام رہے گا۔ **(او الخیار الی القوم) فان اختلفوا اعتبر اکثرھم** [1] فقہاء نے یہ بھی تصریح کی ہے کہ مسجد کا جو امام مقرر ہو اور اس میں امامت کی اہلیت ہے تو وہ امام مقرر ہی دوسرے شخص کی نسبت امامت کا زیادہ مستحق ہے۔ **و اعلم ان صاحب البیت و مثله امام المسجد الراتب اولی بالامامة من غیره مطلقا قال الشامی قوله مطلقا ای و ان کان غیره من الحاضرین من ھو اعلم و أقرأ منه۔** [2]

---

۱) الدرالمختار مع ردالمحتار: ص ۵۵۸، ج۱، باب الإمامة، سعید
وکذا فی التتارخانیة: ص ۴۳۷، ج۱، باب الإمامة، کتاب الصلوٰة، طبع ادارة القرآن، کراچی۔
وکذا فی خلاصة الفتاویٰ: ص ۱۴۴، ج۱، کتاب الصلوة، الفصل الخامس عشر، رشیدیه۔
۲) الدرالمختار مع ردالمحتار: ص ۵۵۹، ج۱، باب الإمامة، سعید
وکذا فی العالمکیریة: ص ۸۳، ج۱، الباب الخامس فی الإمامة، الفصل الثانی الخ رشیدیه، وکذا فی البحرالرائق: ص ۶۰۹، ج۱، باب الإمامة، رشیده۔

پس صورت مسئولہ میں اگر پہلے امام کے عزل کی شرعی وجہ ان چند افراد کے پاس نہیں تو پہلا امام اُحق بالامامۃ ہے- دوسرے امام کو اس مسجد میں امامت کا حق نہیں- جماعت کے ہوتے ہوئے دوسری جماعت نہ کرنی چاہیے یہ فعل برا ہے(۱)- فقط واللہ تعالیٰ اعلم-

عالم کی نماز غیر عالم حافظ کی اقتدا میں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارہ میں کہ ایک عالم دین ایک مسجد کے خطیب اور امام تھے کسی بدگمانی کی بناء پر مقتدی ان سے ناراض ہو گئے- مولوی صاحب نے امامت چھوڑ دی انھوں نے ایک حافظ صاحب جو دین کے مسائل سے ناواقف ہیں اور قرآن شریف بھی سادہ پڑھتے ہیں اور ایک ٹانگ سے لنگڑے ہیں کو امام مقرر کیا- اب وہ حافظ صاحب ایک ٹانگ پر کھڑے ہو کر نماز پڑھاتے ہیں- کیا اس سابقہ عالم کی نماز علی الدوام اس حافظ صاحب کے پیچھے جائز ہے یا نہ- دوسرے لوگ جو اقتداء کر رہے ہیں جائز ہے یا نہ اگر کوئی اور امام وہ تلاش کرنا چاہیں تو کر سکتے ہیں-

﴿ج﴾

نماز ان کی اور دوسروں کی اس حافظ صاحب کے پیچھے جائز تو ہے لیکن افضل و بہتر یہ ہے کہ مستقل امام کسی عالم با عمل صحیح قرآن شریف پڑھنے والے کو مقرر کیا جائے- اس قسم کے حافظ کو مستقل طور پر امام مقرر کرنا مکروہ ہے(۲)-

مستقل امام کے ہوتے ہوئے اس کی اجازت کے بغیر دوسرے شخص کے نماز پڑھانے کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک مسجد کا امام حافظ القرآن مستقل امام ہو اور مصلی امامت پر اس کی بغیر اجازت اور رضامندی کے دوسرا امام جب کہ مستقل امام بھی موجود ہو امامت کے لیے مصلی پر کھڑا ہو جائے اور اس امام کی اور ایک مقتدی کی آپس میں عداوت ہو کیا مقتدی کی نماز ایسے امام کے پیچھے ہو جائے گی

---

۱) ویکره تكرار الجماعة فی مسجد محله، الدرالمختار: ص ۳۷۲، ج۲، (جدید) باب الامامة-
كذا في الهندية، ص ۵۵۲، ج۱، الباب الخامس في الامامة، رشيديه، كذا في الفقه الاسلامي، ص ۸۳، ج۱، كتاب الصلوٰة، الفصل العاشر، دارالفكر-

۲) وكذا أعرج يقوم ببعض قدمه، فالاقتداء بغيره أولى- ردالمحتار: ص ۳۶۰، ج۲، مطلب في امامة الامرد، سعيد، ولوقدموا غير الأولىٰ، أساؤابلا إثم، الدرالمختار: ص ۵۵۹، ج۱، باب الإمة، رشيديه-

اور مقتدی کو بعض اوقات حالت نماز میں جب کہ یہ امام مصلیٰ پر ہو۔ غصہ بھی آ جاتا ہے اور یہی امام جو کہ مستقل امام کی بغیر اجازت جماعت کراتا ہے۔ اس نے بالغ لڑکی بھی عرصہ ڈیڑھ سال سے گھر بٹھا رکھی ہے۔ نکاح کہیں نہیں کرتا اور مقتدی بھی ایک اس پر نالاں ہے۔ جو کہ مذکورہ بالا ہے۔ ازراہِ کرم جواب نص قطعی واحادیث صحیحہ سے بیان فرمادیں۔

﴿ج﴾

معلوم رہے کہ مستقل امام کی موجودگی میں اس کی اجازت کے بغیر کسی دوسرے شخص کو امامت کرانی ناجائز ہے۔ اگر امام مستقل صراحۃً اجازت دیدے یا وہ اس کی امامت کرانے پر ناراض نہیں ہوتا یعنی دلالۃً اجازت ہو تب امامت کرا سکتا ہے[1]۔ باقی بغیر اجازت لیے بھی اگر نماز پڑھا لے تو نماز ہو جاتی ہے۔ اگرچہ ایسا کرنا درست نہیں ہے۔ جس ایک مقتدی کی اس امام کے ساتھ عداوت ہے اس کی نماز بھی اس امام کے پیچھے ادا ہو جاتی ہے[2]۔ لیکن عداوت اگر بلاوجہ شرعی ہے تو عداوت رکھنی بہت بری بات ہے[3]۔ فوراً توبہ کر کے عداوت کو دل سے نکال لے[4]۔ ڈیڑھ سال سے بالغ لڑکی جو گھر میں بٹھائے رکھی ہے ہو سکتا ہے کہ ابھی تک

---

۱) ولایؤم الرجل الرجل فی سلطانه، ولایقعد فی بیته علی تکرمته إلا باذنه، رواه مسلم، مشکوٰة المصابیح، کتاب الصلوٰة، باب الإمامة، ص ۱۰۰، ج۱، قدیمی۔

واعلم أن صاحب البیت وکذا إمام المسجد الراتب أولی بالإمامة من غیره مطلقا أی وان کان غیره من الحاضرین من هو أعلم وأقرا منه، الدرالمختار، ص ۵۵۹، ج۱، باب الامامة، کتاب الصلوٰة، سعید، کذا فی البحرالرائق: ص ۶۰۷، ج۱، باب الإمامة، کتاب الصلوٰة، رشیدیه۔

۲) عن أبی هریرة رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم، الجهاد واجب علیکم مع کل أمیر براکان أوفاجرا، والصلوٰة واجبة علی کل مسلم براکان أوفاجرا وان عمل الکبائر، سنن أبی داؤد، کتاب الجهاد، باب فی الغزو مع أئمة الجور: ص ۳۵۰، ج۱، امدادیه ملتان۔ وان تقدموا جاز، لقوله علیه الصلوٰة والسلام، صلوا خلف کل بروفاجر، تبیین الحقائق: ص ۳۴۶، ج۱، باب الامامة، دارالکتب بیروت، کذا فی بدائع الصنائع: ص ۱۵۶، ج۱، فصل فی بیان من یصلح للامامة، رشیدیه۔

۳) فی النصاب من أبغض عالما من غیر سبب ظاهر خیف علیه الکفر، کذا فی الخلاصة، ویخاف علیه الکفر إذا شتم عالما أوفقیها من غیر سبب، الهندیه: ص ۳۷۰، ج۲، کتاب السیر، باب احکام المرتدین، منها مایتعلق بالعلم والعلماء، رشیدیه۔وکذا فی البحرالرائق: ص ۲۰۷، ج۵، کتاب السیر، باب احکام المرتدین، رشیدیه۔

۴) واتفقوا علی أن التوبة من جمیع المعاصی واجبة وانها واجبة علی الفور لایجوز تأخیرها سواء کانت المصیة صغیرة أو کبیرة، الصحیح المسلم مع شرحه الکامل للنووی، ص ۳۵۴، ج۲، کتاب التوبة، قدیمی، وکذا فی روح المعانی، ص ۱۵۹، ج۲۷، احیاء التراث، وکذا فی المرقاة علی مشکوٰة المصابیح، ص ۱۶۲، ۱۶۳، ج۵، کتاب الدعوات، رشیدیه۔

مردکفو نہ ملا ہو۔اس کی تلاش میں ہو۔ ظنوا المؤمنین خیراً ڈیڑھ سال کا عرصہ تو کوئی بڑی مدت نہیں ہے۔
فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ عبداللطیف غفرلہٗ
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ
۹ ذوالقعدہ ۱۳۸۵ھ

سپاہی کے افسرانِ بالا کا امام بننے کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ صوبیدار یا حوالدار وغیرہ افسران کی موجودگی میں ان کے ماتحت سپاہی کو امامت کرانا جائز ہے یا نہ اگر سپاہی امامت کرے اور حوالدار وغیرہ مقتدی ہوں تو کیا اس میں کوئی شرعی نقصان ہے؟

﴿ج﴾

صحت امامت کے لیے نماز کے مسائل کا جاننا اور قرآن مجید صحیح پڑھنا ضروری ہے اور جو امام نماز کے اکثر مسائل سے واقف ہو قرآن مجید صحیح پڑھتا ہو اس کی امامت صحیح ہے سپاہی امام ہو اور حوالدار وغیرہ مقتدی ہوں شرعاً سب کی نماز (۱) بلا کراہت صحیح اور درست ہے اس میں نہ کسی کی بے حرمتی ہے نہ بے ادبی ہے اس لیے صورت مسئولہ میں امامت بلا کراہت درست ہے نماز با جماعت جاری رکھیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

امامت کا حقدار کون ہے

﴿س﴾

محمد سعید ولد فضل احمد امام مسجد خوئیداد خیل بنام دلاسہ خان وغیرہ قوم کندی خوئیداد خیل مدعی بذریعہ وکیل پوردل خان موضع مذکور چارسدہ مدعا علیہم۔

فریقین جمع آمدند- مدعی دعویٰ اول بلوغ خود کرد باز دعویٰ امامت کرد کہ من امام قوم کندی خوائیداد خیل مسجد

---

۱) والاحق بالإمامة الأعلم باحكام الصلوٰة فقط صحة وفسادا بشرط اجتنابه للفواحش الظاهرة...... ثم الأورع، أى الاكثر اتقاءً للشبهات، الدر المختار مع ردالمحتار: ص ۵۵۷، ج۱، باب الامامة، سعيد- وكذا فى البحر الرائق: ص ۶۰۸، باب الامامة، رشيديه- كذا فى الهندية: ص ۸۳، ج۱، الباب الخامس عشر فى الامامة، الفصل الثانى، الخ، رشيديه-

ام باتفاق قوم درروز مرگ ودفن پدرخودامام شده ام- بعض ازقوم اوانکار کردوگفتہ کہ مایاں وراباالکل امام نہ کردہ ایم بعدازگرفتم بیانات ایشاں تعریض صلح نمودہ ام بفضل اللہ تعالیٰ صلح منظور کردہ اند- صورت صلح ایں باتفاق قوم قائم کردم کہ ممبر جواسعید امام مسجد مقرر شد- بشرطیکہ بعداز عیدالاضحیٰ آئندہ ۱۳۵۴ھ مطابق ۱۹۳۶ء ازخانہ می رود- وعلم مذھبی ودینی شروع خودکند- بحصول تعلیم دین مذھب درمسلک علماء منتظم کند خواہ کہ درملک پشاور باشد یاہندوستان تاوقتیکہ کہ سنداز مدرسہ دیوبند یاکے از مدرسھائے دہلی وغیرہ حاصل کردہ نباشد از طرف اوخلیفہ مقرر کردم- و باتفاق قوم خلیفہ منظور کردند وحقوق امامت زمین کہ کل ہفت جریب ست آمدن یک سہ حصہ شوند ایک حصہ امام اصلی را برائے کتاب وخرچ سفرسبق دین علم دادہ مے شوند- دوحصہ خلیفہ رادادہ میشود- وشجر کھجور کہ درمسجد است- حصہ سوم امام اصلی رااست ودوحصہ خلیفہ رااست باقی وظائف مرسومہ ازقسم خیرخیرات وسرسایہ ونکاح وغیرہ خلیفہ رادادہ میشود علاوہ از زمین بالا اگر دیگر قطعہ زمین متعلقہ مسجد ہذا باشد درونیز یک حصہ امام اصلی راودوحصہ خلیفہ راست- این فیصلہ وراضی نامہ ازوجوہات شرط بالاتحریر کردم کہ مذھب مایاں شامی[1] بریں تصریح کردہ اند- ومقتضاه انه اذا مات الامام او المدرس لا يصح توجيه و ظيفته على ابنه الصغير وقد مناه فى الجهاد فى آخر فصل الجزئية عن العلامة البيزى بعد كلام نقله الى ان قال اقول هذا مؤيد لما هو عرف الحرمين الشريفين و مصر و الروم من غير نكير من ابقاء ابناء الميت و لو كانوا صغارا على وظائف آبائهم من امامة و خطابة و غير ذلك عرفا مرضيا لان فيه احياء خلف العلماء و مساعدتهم على بذل الجهد فى الاشتغال بالعلم و قدافتى بجواز ذلك طائفة من اكابر الفضلاء الذين يعول على افتائهم اه و قيدنا ذلك هناک بما اذا اشتغل الابن بالعلم اما لو تركه و كبر وهو جاهل فانه يعزل-

تحریر ۱۹ ذی القعدہ ۱۳۵۴ھ مطابق ۳ فروری ۱۹۳۶ء فقیر عبداللہ المعروف میاں صاحب مازارہ پوردل خان وکیل وطاؤس خان دلاسہ وغیرہ-

جناب مفتی صاحب یہ فتویٰ جزء الثالث فى مطلب من له استحقاق فى بيت المال ليفى ولده بعده میں موجود ہے- جناب والا اس فیصلہ کے بعد قوم کے بعض افراد نے قانونی حمایت سے ایک اجنبی فرد کوامام قرار دیا ہے اور شرعی امام کو بغیر عذر شرعی معزول کیا ہے- حالانکہ اصلی امام میں شرائط فیصل موجود ہیں کیا اس دوسرے امام کی امامت شرعاً درست ہے یا نہیں اور دوسرے فیصلہ کی شرعی حیثیت کیا ہے-

---

۱) ردالمحتار: ص ٤٤١، ج٥، مطلب فى توجيه الوظائف للابن ولوصغيرا، كتاب القضاء، سعيد-

﴿ج﴾

قوم کے اتفاق سے مسجد کا جو امام مقرر ہوا اور اس میں امامت کی اہلیت ہے تو وہ امام مقرر ہی اس دوسرے شخص کی نسبت منصب امامت کا زیادہ حق دار ہے- بلا وجہ شرعی قوم کے بعض افراد کو قوم کے متفقہ فیصلہ کے خلاف ورزی کر کے پہلے امام کو معزول کرنے کا حق حاصل نہیں فیصلہ کی پابندی ضروری ہے- جزئیات ذیل اس کی مؤید ہیں-(البانی)[1] للمسجد (اولی) من القوم (بمنصب الامام والمؤذن فی المختار الااذا عین القوم اصلح ممن عینه) البانی (درمختار) و کذا ولده و عشیرته اولی من غیرهم اوالخیار الی القوم فان اختلفوا اعتبر اکثر هم و اعلم ان صاحب البیت و مثلهٔ امام المسجد الراتب اولی بالامامة من غیره مطلقا قال الشامی (قوله مطلقا) ای و ان کان غیره من الحاضرین من هو اعلم و اقرأ منه[2]. فقط والله تعالی اعلم

کیا امام مقرر کے علاوہ کوئی اور شخص امامت کا مستحق ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ زید ایک مسجد میں تقریباً عرصہ ۴۵ سال سے امامت کر رہا ہے اور قرآن شریف کا حافظ ہے عالم نہیں ہے- اب زید کا لڑکا عالم بن کر سند لے کر گھر آ گیا ہے اور زید کی رضاء کے بغیر مصلّٰی لے لیا ہے اور امامت کر رہا ہے- زید امامت دینے پر رضامند نہیں ہے- باقی لوگ رضامند ہیں کہ یہ عالم ہے اور زید صرف حافظ ہے اس لیے عالم امامت کرے اور حافظ نہ کرے- مگر کچھ لوگ اس بات پر راضی نہیں کہ زید ہمارا سب کا استاد ہے اور عرصہ دراز سے امام بھی رہا ہے-

خدام الدین ۲۹ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۱ھ ۲۳ جولائی ۱۹۷۱ء میں حقوق والدین کے متعلق حدیث شریف تحریر ہے کہ اپنے والد سے آگے بڑھ کر امامت نہ کرائے اگر چہ وہ علمی لحاظ سے زیادہ فقیہ ہو اور اپنے باپ سے علمی اور دینی سمجھ کے اعتبار سے بہت بلند ہو- حدیث شریف تحریر نہیں ہے- صرف ترجمہ تحریر ہے زید کا پسر زید کا شاگرد بھی ہے قرآن شریف اپنے والد صاحب سے حفظ کیا ہے-

---

۱) الدرالمختار، کتاب الوقف، ص ۴۳۰، ج ۴، سعید،
وکذا فی البحرالرائق: ص ۴۱۸، ج ۵، کتاب الوقف، باب فی احکام المساجد رشیدیه۔
وکذا فی حلبی الکبیر، ص ۶۱۵، فصل فی احکام المسجد، سهیل اکیڈمی، لاهور
۲) الدرالمختار ص ۵۵۸، ج ۱، باب الامامة طبع ایچ ایم سعید۔

﴿ج﴾

مسجد میں جو امام مقرر ہے اور اس میں امامت کی اہلیت ہے تو وہ امام مقرر ہی اس کے لڑکے کی نسبت امامت کا زیادہ مستحق ہے- اگر چہ دوسرا شخص افضل واعلم واقرأ ہو- درمختار اور شامی میں ہے- **واعلم ان صاحب البيت و مثله امام المسجد الراتب اولى بالامامة من غيره مطلقا قال الشامي قوله مطلقا اى و ان كان غيره من الحاضرين من هو اعلم و اقرأ منه** (۱)- فقط واللہ تعالیٰ اعلم-

امامت کے لیے اعلم کی پہچان

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماو دین دریں مسئلہ کہ نقل سابقہ فتویٰ جس نے صرف مقامی امیدواروں کو مستحق قرار دے کر انھیں میں سے سب سے زیادہ عالم کو امامت کا قطعی مستحق قرار دیا ہے اور دوسرے مقامی علماء کی امامت غیر صحیح قرار دی ہے ایسی خاص صورت میں غیر مقامی عالم کی امامت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا وہ علامۃ الدھر اور ہوا میں اڑنے والا کیوں نہ ہو- نماز جیسے اولین شعار اسلامی کے معاملے میں اہل مسجد (اہل محلّہ) کی محض اپنی خواہش کو مقابلہ میں پیش کرنا یا اسے مصلحت قرار دے کر مصلحتوں سے بھرپور حکم شرعی پر اسے ترجیح دینا مسلمان کی شان کے بالکل منافی ہے- انتہی

فتویٰ مذکورہ بالا مندرجہ ذیل سوالات کی روشنی میں کہاں تک صحیح ہے معتبر حوالہ جات کی روشنی میں بیان فرمائیں-

(۱) امامت کے لیے سب سے زیادہ عالم ہونا ضروری ہے- (۲) عالم ہونے کا کیا معیار ہے- مذہبی درسگاہوں میں فرق اس کی بنیاد ہے یا سندات میں وہ ریمارکس معیار ہیں جو سند یافتہ کی استعداد کے مطابق لکھے جاتے ہیں- یا سندات علوم وفنون دینیہ کی تعداد میں زیادتی وکمی اس کا معیار ہوسکتا ہے- (۳) امامت کے لیے امیدوار ہونا شرط ہے یا مستحق امامت کو مجبور کرنا پڑے گا- (۴) تمام دنیا کی مسلمان قوم میں سے سب سے زیادہ عالم کو مستحق امامت قرار دیا گیا ہے یا مقامیوں میں سے کسی عالم کو- (۵) مقامی سے اہل مسجد مراد ہیں اگر وہاں نہ ہوں تو اسی شہر یا گاؤں یا مضافات یا تحصیل یا ضلع کے باشندے مراد ہیں؟ (۶) اگر محلّہ یا شہر یا علاقہ کے اندر امامت کا کوئی امیدوار نہ ہو بلکہ کوئی امیدوار تو مضافات شہر کے مستقل باشندے ہوں مشہور درسگاہ کے سند یافتہ ہوں ان کی سند کی ریمارکس بھی اعلیٰ ہوں- اعلیٰ سندات کی تعداد بھی زیادہ رکھتے ہوں مشہور علمی اور مذہبی خاندان

---

۱) درمختار، ص ۵۵۹، ج ۱، باب الامامة، طبع سعيد كراچی

وكذا في حاشية الطحاوى على مراقى الفلاح، ص ۲۹۹، فصل فى بيان أحق الامامة طبع دارالكتب العلميه، بيروت، وكذا فى البحر الرائق، ص ۶۰۹، كتاب الصلوٰة، باب الامامة، طبع رشيده، كوئٹه-

سے بھی تعلق رکھتے ہوں اور خود بھی ایسا کوئی شرعی قصور نہ کر چکے ہوں جو امامت کے لیے مناسب نہ ہو۔ اس کے باوجود کسی دوسرے ضلع سے ملازمت کے سلسلہ میں آئے ہوئے ایسے شخص کو امام مقرر کیا جائے جس کے پاس صرف ایک سند ہو۔ اس کے ریمارکس بھی نسبتاً کمزور ہوں۔ مجہول النسب اور مجہول العمل ہو کیا اس قسم کی تقرری شرعاً صحیح ہے۔ اگر صحیح نہیں تو اس کا کیا نتیجہ ہوگا۔

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ ہمیں آپ کے منقولہ سابقہ فتویٰ کے ساتھ مکمل اتفاق نہیں ہے۔ ہمیں فقہاء کے کلام پر غور کرنے سے مندرجہ ذیل باتیں سمجھ میں آتی ہیں۔

(۱) فقہاء کی مشہور ترتیب فی التقدیم والنصب یہ صرف استحبابی یا مسنون [۱] ہے کوئی واجب نہیں ہے۔ اگر غیر مستحق کو بھی جب اس کی امامت جائز ہو مقدم کریں یا اہل محلہ اسے مستقل امام منتخب کریں تب بھی اس کی امامت جائز بلا کراہت ہے۔ نماز میں کوئی نقص نہیں ہے گو باوجود اولیٰ وافضل کی تقدیم یا نصب کے ممکن ہونے کے غیر اولیٰ کو مقدم کرنا یا مستقل امام بنانا خلاف اولیٰ یا خلاف سنت ضرور ہوگا اور باوجود اس کے کہ لوگ غیر اولیٰ کو مستقل امام بنا چکے ہیں انھیں امام مذکور کو معزول کرنا نہیں چاہیے ہاں پہلے سے اس کی رعایت مسنون ہے کہ مستحق و افضل کا انتخاب کرلیا جائے۔ **قال فی الدر المختار و لو قدموا غیر الاولی اساوٴا بلا اثم – و فی العنایة و جملة القول ان المستحب فی التقدیم ان یکون افضل القوم قراءة و علما و صلاحا و نسبا و خلقا و خلقا اقتداء برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فانه کان ھو الامام فی حیاته لسبقه سائر البشر بھذه الاوصاف** [۲]۔

(۲) اور اگر ایک امام راتب ہے مستقل مقرر ہے اور دوسرا شخص غیر مقرر ہے تب اگرچہ دوسرا شخص علامۃ الدہر کیوں نہ ہو تب بھی حق تقدم امام مستقل کو حاصل ہے اگر اسے امام نماز پڑھانے کی اجازت دے دے تو ٹھیک ہے ورنہ حق اسی امام راتب کا ہی ہے وہ خود آگے بڑھ کر نہ پڑھائے۔ **قال فی الدر المختار (و) اعلم ان (صاحب البیت) و مثله امام المسجد الراتب (اولی بالامامة من غیره)**

---

۱) ولوقدموا غیر الاولی اساؤا بلااثم الدر المختار، ص ۵۵۹ ج ۱، کتاب الصلوٰة، باب الامامة، طبع سعید کراچی۔ وکذا فی حاشیه الطحطاوی علی مراقی الفلاح، ص ۳۰۱، کتاب الصلوٰة باب الامامة، طبع قدیمی کتب خانه۔ وکذا فی التاتارخانیة، ص ۶۰۰، ج ۱، کتاب الصلوٰة، من ھو أحق بالامامة، طبع ادارة القرآن، کراچی۔

۲) العنایه شرح الهدایه علی هامش فتح القدیر ص ۳۰۳، باب الامامة، طبع رشیدیه کوئٹه۔

مطلقا[۱]۔ الخ جناب کے تمام سوالوں کے متعلق مختصر گزارش ہے کہ اگر امام ایک مقرر ہو چکا ہے اب دوسرا کوئی عالم امیدوار بنتا ہے۔ پھر تو اگر یہ دوسرا بہت بڑا عالم بھی کیوں نہ ہو تب بھی مناسب یہی ہے کہ اس سے پہلے کو ہی امام رکھا جائے اور معزول نہ کیا جائے اور اگر ابتداء انتخاب ہے تو پھر سب سے زیادہ عالم ہی کو امام مقرر کرنا مسنون ہے۔ سب سے زیادہ عالم ہونا یہ ایک علمی لیاقت ومہارت کا نام ہے اس کا تعلق سندات کی کثرت وقلت وغیرہ کے ساتھ نہیں ہے۔ وہاں کے لوگوں کو جو بہت بڑا عالم نظر آئے اس کی علمیت پر وہاں کے علماء کا اعتماد ہو تو یہی اعلم ہے۔ ویسے اگر غیر اعلم کو بھی امام مقرر کر لیا جائے تب بھی نماز صحیح ہوگی گو یہ انتخاب خلاف سنت شمار ہوگا۔ اس انتخاب میں مقامی غیر مقامی کا کوئی فرق نہیں ہے۔ اس مختصری تقریر سے آپ کے تمام سوالوں کا جواب تقریباً نکل رہا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ایسے شخص کی امامت کا حکم جس پر الزام لگایا گیا ہو

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ایک پیش امام تقریباً ۷۰ یا ۷۵ سال کی عمر کے ان کے پاس بچے پڑھتے ہیں۔ ایک چھوٹی سی لڑکی تقریباً جس کی عمر ۶ برس ہوگی۔ بروز ہفتہ سبق کے اوپر اس کو مارا تھا اور پھر اس کا سبق بڑھا دیا صبح اتوار کو آگے کھڑا کر کے پیار کیا اور پھر اس کو سبق دے کر ۹ بجے صبح کے وقت شہر چلے جاتے ہیں ایک بج کر ۱۰ منٹ پر واپس آ جاتے ہیں ایک مکان پر ۱۰ آدمی جمع ہو کر اس امام صاحب کو بلاتے ہیں اور صرف یہ کہا جاتا ہے برائے مہربانی مسجد میں تشریف نہ لانا اور بچے بھی نہ پڑھانا بچوں کی شہادت پر الزام لگایا اور لڑکی سے مار پیٹ کر زبردستی کہلوایا کہ حافظ صاحب گندی گندی باتے کرتے تھے۔ وہ لڑکی باہر کھیل کر آئی ہے اور کھیلتی پھرتی ہے۔ کیا یہ الزام صحیح ہے جب کہ وہ بچی باہر کھیلتی ہے۔

﴿ج﴾

یہ الزام از روئے شریعت قابل قبول نہیں ہے۔ نہ شہادت ہے نہ اقرار جب تک پورا ثبوت نہ ہو اس وقت تک الزام لگانا بالکل ناجائز ہے[۲]۔ اس پیش امام کو اگر قوم کی اکثریت چاہتی ہے تو بلاشبہ وہ امامت کرے کوئی

---

۱) درمختار ص ۵۵۹، ج۱، باب الامامة، طبع سعید کراچی۔
وکذا فی حاشية الطحطاوی علی مراقی الفلاح، ص ۲۹۹، فصل فی بیان أحق الامامة طبع دارالکتب العلميه، بيروت، وکذا فی البحرالرائق، ص ۶۰۹، ج۱، کتاب الصلوٰة، باب الامامة، طبع رشيديه کوئٹه۔

۲) یاایها الذین امنوا اجتنبوا کثیراً من الظن ان بعض الظن اثم ولا تجسسوا ولا یغتب بعضکم بعضاً، سورة الحجرات، پاره نمبر ۲۰، آیت نمبر ۲۶، (وایضاً وقال تعالیٰ لولا اذ سمعتموه ظن المؤمنون والمؤمنت بانفسهم خیرًا وقالوا هذا افك مبين۔ (سورة النور، آیت نمبر ۱۲)

گناہ کی بات اس میں نہیں [1]۔ واللہ اعلم۔

عبدالرحمٰن نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۱۱ ذوالقعدہ ۱۳۷۹ھ

الزام لگنے پر قسم اٹھانے کے بعد امامت پر بحال کرنے کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ فیض آباد کالونی والوں نے امام مسجد رکھا ہوا ہے، عرصہ دو سال کے بعد کسی شخص نے امام مسجد پر الزام لگایا اور امام مسجد نے بھی الزام لگانے والوں پر الزام لگایا تو اس صورت میں انجمن اصلاح وترقی اور تمام باشندگان نے امام مسجد پر الزام عائد کرنے والے کی قسم پر فیصلہ کیا اب جبکہ دونوں فریقین نے قسم قرآن پاک کی اٹھائی ہے تو ہم امام مسجد کو رکھ سکتے ہیں یہ کہ نہیں

﴿ج﴾

شرعی ثبوت نہ ہونے کی صورت میں جبکہ الزام برأت میں امام صاحب نے قسم اٹھائی تو وہ بری ہے [2] لہٰذا صورت مسئولہ میں اگر امام مذکور میں کوئی اور خلاف شرع بات نہیں [3] تو اہل مسجد رضامندی سے اسے امام رکھ سکتے ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

جس پر الزام ہو اس کی امامت

رپورٹ تحقیقاتی کمیٹی درباره تنازعہ امام مسجد جنڈ والی مخدوم پور پہوڑاں

---

۱) الدرالمختار ص ۵۵۸—۵۵۹، ج۱، کتاب الصلاة، باب الامامة، طبع سعید کراچی۔ وکذا فی حاشیه الطحاوی علی مراقی الفلاح ص ۳۰۱، کتاب الصلوٰة باب الامامة، طبع قدیمی کتب خانه کراچی، وکذا فی التتارخانیه، ص ۶۰۰، ج۱، کتاب الصلوٰة من هو أحق بالامامة طبع ادارة القرآن، کراچی۔

۲) عن عمرو بن شعیب عن ابیه عن جده أن النبی صلی الله علیه وسلم قال فی خطبته البینة علی المدعی والیمین علی المدعی علیه (الترمذی، ص ۲۴۹، ج۱، باب ماجاء فی ان البینة علی المدعی والیمین علی المدعی علیه طبع سعید کراچی۔

وکذا مجلة الاحکام ماده نمبر ۷۶، ص ۲۵، طبع قدیمی کتب خانه کراچی۔

۳) (والأحق بالأمامة) تقدیما بل نصبا مجمع الانهر (الأعلم بأحکام الصلوٰة) فقط صحة وفسادا بشرط اجتنابه للفواحش الظاهره کتاب الصلوٰة باب الامامة، الدرالمختار ج ۱ ص ۵۵۸ طبع سعیدی کراچی۔

فریق - زید جو کہ جامع مسجد جنڈ والی کا خطیب اور امام مسجد ہے- فریق دوم' بکر جو کہ مسجد ہذا کا ایک نمازی اور امام مسجد مذکور کا گہرا دوست ہے-

روئیداد :- باہمی دوستی کی وجہ سے زید کی آمد و رفت بکر کے گھر میں بے تکلفانہ تھی اور عوام پر بھی ان کی گہری دوستی واضح تھی- ایک روز بکر مغموم حالت میں تھا تو اس کے ملنے جلنے والوں نے غم پرسی کی تو اس نے غمناک حالت میں ایک افسوسناک واقعہ کا اظہار کیا اور اپنی ۷/۸ سالہ بچی کے ساتھ ناشائستہ حرکت کرنے کے الزام میں زید کو مورد الزام ٹھہرایا- جس کا عوام میں خاصا چرچا ہو گیا- مسجد کے مقتدیان نے زید سے کہا کہ آپ پر الزام عائد ہو گیا لہٰذا تاوقتیکہ آپ کی صفائی نہ ہو جائے احتیاطاً آپ امامت نہ کرائیں جس کا ردعمل یہ ہوا کہ زید نے اپنی بریت ظاہر کرنے اور مصلیٰ حاصل کرنے کی خاطر مجلس عام میں تقریر کی کہ انسان خطا کا پتلا ہے اس سے خطا ہو جاتی ہے کیونکہ یہ دشمنوں یعنی شیطان اور نفس امارہ کے درمیان گھرا ہوا ہے- میں بھی ایک انسان ہوں مجھ سے خطا ہو جاتی ہے- پھر یہ آیت ربنا لا تؤاخذنا ان نسینا او أخطانا پڑھ کر اس کا ترجمہ کیا کہ اے ہمارے پروردگار تو ہماری بھول چوک اور خطاؤں پر ہمیں نہ پکڑنا- اس کے بعد کہا کہ مجھ پر جو نابالغ لڑکی کے بارے میں الزام لگایا گیا ہے مجھے اس کا کوئی ارمان نہیں کیونکہ اس قسم کے الزامات نبیوں پر بھی لگائے گئے اور بی بی مریم علیہا السلام اور بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا جیسی پاک دامن بیبیوں پر بھی الزام لگائے گئے- یہ الزام یا تو میری شامت اعمال کا نتیجہ ہے یا میرا امتحان ہے- میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں اور غلاف کعبہ کو ہاتھ میں لے کر کہتا ہوں اور بیت اللہ شریف کی قسم کھا کر کہتا ہوں اور مسجد میں بیسیوں قرآن پڑے ہوں گے وہ سب لا کر میرے سر پر رکھ دو میں حلفاً کہتا ہوں کہ مذکورہ لڑکی سے برائی کرنے کی میری قطعاً نیت نہیں تھی اور لعنت اللہ علی الکاذبین پڑھا- چند آدمی اس تقریر سے متاثر ہوئے- لیکن مجلس کی اکثریت نے قسم مجلسی کے علاوہ بھی قسموں کی بھرمار پر یقین نہ کیا کچھ گڑبڑ کا اندیشہ ہوا- لیکن جلد ہی متفقہ طور پر گیارہ اشخاص پر مشتمل ایک تحقیقاتی کمیٹی تشکیل دی گئی- جس کی تحقیقاتی کارروائی حسب ذیل ہے-

بکر کا بیان :- وقوعہ کے روز نماز مغرب کے بعد جبکہ میں اپنے گھر پر موجود نہیں تھا- زید میرے گھر آیا دروازے پر میرا پوتا اور ایک نوکر لڑکا موجود تھے- لیکن زید نے میری لڑکی کو آواز دے کر بلایا اور اسے دوسری طرف بیٹھک کا دروازہ کھولنے کے لیے کہا- اس نے بیٹھک کھول دی زید وہاں بیٹھ گیا پھر زید نے لڑکی سے پینے کے لیے پانی طلب کیا- لڑکی نے پانی کا گلاس گھر سے لا کر اس کو پلایا- پھر زید نے اس کو کہا کہ گلاس رکھ کر پھر آنا لڑکی گلاس گھر میں رکھ کر بیٹھک میں گئی تو زید نے اسے اپنی گود میں بٹھا لیا اس کو چھاتی سے لگا کر بھینچا اور اس کا منہ چوسنے لگ گیا اور ساتھ ہی لڑکی کا کمر بند کھول دیا- لڑکی خائف ہو کر رونے لگی تو زید نے اسے چھوڑ دیا اور لڑکی اپنی

ماں کے پاس روتی ہوئی گئی اس کی ماں نے حقیقت حال سن کر زید کو گالیاں دینی شروع کر دیں تو زید وہاں سے نکل کر چلا گیا کچھ دیر کے بعد میں اپنے گھر آیا تو گھر میں ہنگامہ تھا۔ بیوی سے حال پوچھا تو اس نے زید کی حرکتوں کا رونا رویا لڑکی سے باتیں پوچھی گئیں تو اس نے ان باتوں کی تصدیق کی تو مجھے زید کی اس مذموم حرکت سے سخت صدمہ پہنچا کہ میں لوگوں میں منہ دکھانے کے قابل نہیں رہا۔

زید کا بیان :- میرے اور بکر کے کافی عرصہ سے نہایت اچھے مراسم تھے ایک روز بکر کی بیوی میرے گھر جا کر کہنے لگی کہ میرا خاوند تمھارا گہرا دوست ہے اسے سمجھائیں کہ وہ فلاں فلاں بدچلن عورتوں سے تعلق نہ رکھے تو میں نے جواب دیا کہ میں نے اپنے دوست کے اندر اس قسم کی برائی نہیں دیکھی اس لیے میرا اسے کچھ کہنا زیب نہیں دیتا وہ کہنے لگی کہ پھر میرے آنے کی تو کوئی قدر نہ کی اور لفظ چنگا (اچھا) کہہ کر واپس چلی آئی میں نے چنگا سے یہ مراد لی کہ وہ مجھ سے ناراض ہوگئی ہے اور اس کا انتقام لینے والی ہے۔ کچھ دنوں کے بعد میں بکر کے گھر گیا تو وہ مغموم حالت میں لیٹا ہوا تھا۔ سبب دریافت کرنے پر اس نے کہا کہ اس کی عورت نے مجھے بڑا پریشان کیا ہے۔ یہ عورتوں کے بارے میں مجھ سے بدظن ہے اس وقت میں نے یہ بات کہہ دی کہ یہ بات تو اس نے مجھ سے بھی کہی تھی۔ ایک روز میں پھر بکر کے گھر گیا میں نے اہل خانہ کو آواز دیے بغیر بیٹھک کا دروازہ کھولا تو میں نے دیکھا کہ ایک غیر آدمی بکر کے گھر میں بکر کی بیوی کے کندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے کھڑا ہے میں نے بکر کی بیوی کو اچھی طرح دیکھا اور اس نے مجھے دیکھ لیا اور اس غیر محرم آدمی کو دھکا دے کر ایک طرف کر دیا۔ انھی باتوں کی خلش کی وجہ سے اس نے مجھ پر لڑکی کا الزام لگایا ہے حالانکہ بات یہ تھی کہ میں بکر کے کسی دوسرے دوست کی بیماری کی اطلاع دینے کے لیے مغرب کی نماز کے بعد بکر کے گھر گیا۔ لڑکی کو آواز دی اور پوچھا کہ تیرا ابا کہاں ہے۔ اس نے کہا کہ کہیں باہر چلا گیا ہے۔ میں نے لڑکی سے بیٹھک کا دروازہ کھلوایا اور بیٹھک میں بیٹھ گیا۔ پھر لڑکی سے پانی منگوا کر پیا وہ گلاس رکھ کر پھر بیٹھک میں آئی تو میں نے اس سے کہا کہ تو گھر چلی جا جب تیرا ابا آئے گا تو اس کے ساتھ آ جانا۔ وہ گھر چلی گئی تو اس کی ماں نے پوچھا کہ اس نے کیا کہا اور یک لخت مجھے گالیاں دینی شروع کر دیں۔ میں نے کہا بھرجائی (بھابی) میرا قصور نہیں ہے تو مجھے کیوں گالیاں دیتی ہو اور مجھ پر ایسا الزام کیوں لگا رہی ہو مگر اس نے ایک نہ سنی تو میں وہاں سے چلا آیا۔

تنقید :- (۱) جب آپ کو معلوم تھا کہ وہ عورت مجھ سے ناراض ہے اور انتقام لینا چاہتی ہے تو آپ رات کے وقت مرد کی عدم موجودگی میں ان کی بیٹھک میں کیوں ٹھہرے۔ جواب دیا کہ میرا خیال تھا کہ وہ جلد ہی آ جائے گا اور میں سنیہا دے کر فارغ ہو جاؤں گا۔ (۲) جب آپ بکر کے گھر کے دروازے پر گئے اس کا پوتا اور

نوکر وہاں موجود تھے یا نہیں؟ جواب دیا کہ موجود تھے- (۳) جب دولڑکے دروازے پر موجود تھے تو آپ نے بیٹھک کھلوانے کے لیےلڑکی کو گھر کے اندر سے آواز دے کر کیوں بلایا جواب کہ بس میری غلطی- (۴) کیا اس سے پہلے آپ نے کبھی اس لڑکی سے پیار محبت کیا اور بوسہ لیا ہے- جواب دیا کہ میں اس لڑکی کو گود میں اٹھا لیا کرتا اور اکثر مرتبہ اس کے بوسے اس طرح لیتا رہا ہوں جس طرح ایک باپ اپنی بیٹی کا بوسہ لیتا ہے- (۵) آپ نے جس غیر محرم شخص کو بکر کی بیوی کے ساتھ مشتبہ حالت میں دیکھا وہ کون تھا؟ جواب دیا کہ میں نے اس کو نہیں پہچانا- (۶) کیا آپ نے اس غیر محرم شخص کو معلوم کرنے کی کوئی کوشش کی یا اس راز سے اپنے دوست کو آگاہ کیا جواب دیا کہ میں اسے دیکھ کر چپ چاپ واپس چلا گیا اور نہ ہی اپنے دوست بکر سے کبھی اس کا ذکر کیا- (۷) جب آپ کے دوست کے گھر میں برائی جنم لے رہی تھی تو اپنے دوست کی خیر خواہی کرنا آپ کا فرض تھا مگر آپ خاموش تماشائی کیوں بنے رہے- جواب دیا کہ بس اس وجہ سے خاموش رہا کہ ایسی بات جتلانے سے برامحسوس کرنے لگتے ہیں- (۸) جب بکر کی بیوی نے آپ کے گھر جا کر شکایت کی تو کیا اس وقت کوئی اور شخص بھی موجود تھا؟ جواب دیا- اس وقت میرے اور اس کے سوا کوئی تیسرا شخص موجود نہ تھا- ہم نے بالکل علیحدگی میں بات چیت کی تھی-

رپورٹ کمیٹی :- (۱) ممبران کمیٹی نے جو فرداً فرداً اجتماعی طور پر تحقیقات کی ہیں اس میں کئی مردوں نے اور عورتوں نے اس امر کی تصدیق کی ہے کہ جب لڑکی کی والدہ واویلا کر رہی تھی تو ہم موقع پر پہنچے اور لڑکی کو نہایت پریشان حالت میں دیکھا اور لڑکی سے باتیں دریافت کی گئیں تو لڑکی نے واقعات کا صحیح ہونا بیان کیا اور بکر کا بیان لڑکی کے بیان کے مطابق ہے- کمیٹی اس پر اعتماد کرتی ہے- (۲) زید کی عمر تقریباً ۴۵ سال ہے اور صحت نہایت اچھی ہے لیکن آج تک بالکل غیر شادی شدہ ہے اور اس کی سابقہ زندگی بھی موردالزامات رہی ہے- (۳) تنقیدی سوالات ۵ تا ۷ کے جوابات سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اول تو زید کا بیان ہی مصنوعی ہے اور اپنے الزام کا جوابی الزام ہے دوم یہ ہے کہ وہ اس غیر محرم شخص کا رقیب ہے سوم یہ کہ وہ عورت کا رفیق ہے- (۴) چند آدمی اپنے قوی شبہات کی بناء پر زید کے پیچھے پہلے سے ہی نماز نہیں پڑھتے تھے بکر اس معاملے کے بعد مسجد ہی چھوڑ گیا ہے اس تشہیر کے بعد اکثر نمازی زید کی امامت سے متنفر ہو گئے ہیں- براہ کرم اس کے متعلق فتویٰ صادر فرمائیں کہ ایسے حالات اور کردار کے امام کی امامت شرعاً کیسی ہے؟

﴿ج﴾

بالفرض امام مذکور پر مذکورہ بالا تہمت اگر ثابت بھی ہو جائے اور اس کے فی الواقع مذکورہ حرکت ناشائستہ

صادر بھی ہوگئی ہو تب بھی یہ موجب فسق نہیں ہے- کیونکہ اس کے اوپر کوئی زنا کا دعویٰ نہیں ہے- اس پر تو بوس و کنار وغیرہ کا دعویٰ ہے اور بوس و کنار وغیرہ گناہ[1] صغیرہ ہے جو نماز پڑھنے وغیرہ نیکی کرنے سے بھی معاف ہو جاتا ہے- ایک صحابی ابوالیسر رضی اللہ عنہ نے بھی ایک اجنبی عورت کا بوسہ لیا تھا پھر وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور اپنا واقعہ بیان کیا- نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ جواب نہیں دیا یہاں تک کہ یہ آیت نازل ہوگئی[2]- **واقم الصلوة طرفی النهار و زلفا من الليل ان الحسنت يذهبن السيئات ذلك ذكرى للذكرين** -یعنی نمازیں ادا کرو نیکیوں سے صغائر گناہ معاف ہوتے ہیں- (رواہ الشیخان) لہٰذا محض اس بنا پر اس کی امامت جائز ہے[3]- ہاں اگر اس سے ایسی ناشائستہ حرکات عموماً صادر ہوتی ہیں یا اس کے اندر کچھ اور شرعی خرابیاں موجود ہیں تب اس کی امامت مکروہ ہوگی- ویسے اس سے صرف نظر کر کے بھی اگر محلے والے لوگوں کو اس سے نفرت ہے تو وہ باہم مشورہ کر کے اسے امامت سے ہٹا سکتے ہیں- کیونکہ محلے والوں یا متولی مسجد کا اختیار ہے جب تک کسی امام کو رکھیں رکھیں جب نہ رکھیں نہ رکھیں[4]- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

اس استفسار کے بعد مولانا مفتی عبداللہ نے اس کا فیصلہ کیا اور فیصلے پر مفتی محمود صاحب کی تصدیق درج ہے- فیصلہ مفتی عبداللہ صاحب۔ میں نے مسئلہ متنازعہ سنا میں امام مسجد مولوی عبدالحمید صاحب- میاں ڈنہ صاحب اور ممبران کمیٹی سے الگ الگ اور اجتماعی طور پر بات چیت کرنے اور غور و فکر کے بعد اور حالات مقتدیان اور امام مسجد مولوی عبدالحمید کے پیش نظر یہ فیصلہ تحریر کرتا ہوں اور زبانی طور پر مفصل تمام اھالیان مسجد کے سامنے کہتا ہوں کہ جرم شرعاً غیر ثابت ہے- لہٰذا مولوی صاحب اس معاملہ میں بری الذمہ قرار دیے جاتے ہیں- اب کسی شخص کو مولوی صاحب کے اوپر الزام لگانا جائز نہیں ہوگا اور امامت کا عہدہ شرعاً خاص اہمیت اور تقدس کا مقام رکھتا ہے- مولوی صاحب مذکور کے متعلق چونکہ قیل و قال کافی ہو چکا ہے- اس لیے بھی اور دیگر مقامی مصالح کے پیش نظر

---

۱) فاسق من الفسق وهو الخروج عن الاستقامة ولعل المراد به من يرتكب الكبائر كشارب الخمر الخ، "شامی كتاب الصلوٰة" مطلب فی تكرار الجماعة فی المسجد ص ۳۵۵، ج۲، طبع مكتبه رشيديه جديد۔ وايضاً فی۔

۲) سورة هود آيت نمبر ۱۱۴، وايضاً فی

۳) والأحق بالامامة تقديما بل نصبا، الأعلم بأحكام الصلوٰة فقط صحة و فسادًا بشرط اجتنابه للفواحش الظاهرة، درالمختار "كتاب الصلوٰة، مطلب فی تكرار الجماعة فی المسجد، ص ۳۵۰، ج۲، طبع رشيديه، جديد۔ وايضاً فی الهندية: الباب الخامس فی الامامة، الفصل الثانی فی بيان من هوأحق بالامامة ص ۸۳، ج۱، طبع مكتبه رشيديه۔

وايضاً فی البرالرائق: كتاب الصلوٰة، باب الامامة، ص ۶۰۷، ج۱، طبع مكتبه رشيديه جديد۔

۴) البانی للمسجد اولی من القوم بنصب الامام والمؤذن۔ درالمختار مع التنوير۔ كتاب الوقف، مطلب باع عقاراً ثم ادعی انه وقف۔ ص ۶۵۹، ج۶، طبع مكتبه رشيديه جديد۔

فیصلہ کرتا ہوں کہ اب مولوی صاحب کو مسجد کی امامت سے سبکدوش کر دیا جائے اور ان کی بجائے برادر خورد حافظ صاحب مسجد مذکور کے امام رہیں اور اہل محلّہ کو اختیار ہے کہ وہ انھیں مستقل طور پر امام رکھیں اور اگر ان سے اور اچھا معتمد علیہ اور متفق علیہ امام مل جائے تو اسے مقرر فرمالیں- بہر حال حالات کے پیش نظر مولوی عبدالحمید صاحب کو دوبارہ امامت پر مقرر نہ کیا جائے- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

جواب مفتی محمود صاحب:- چونکہ حضرت مولانا مفتی عبداللہ صاحب مدظلہ العالی خود مخدوم پور پہوڑاں تشریف لے جا کر تمام حالات وواقعات کی مکمل تحقیق کر چکے ہیں- اس لیے مجھے ان کے اس فیصلہ پر مکمل اعتبار ہے وہاں کے مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ مفتی صاحب مدظلہ کے اس شرعی فیصلہ کو دل و جان سے تسلیم کر کے اس پر عمل کریں اور اپنے جملہ اختلافات کو یکسر ختم کرائیں- مولوی عبدالحمید کو آئندہ اس قسم کا الزام بالکل نہ دیں- دل کی صفائی سے ان سے تعلقات قائم رکھیں- البتہ اس نزاع اور قیل وقال کے بعد انھیں امامت جیسے پاک اور مقدس منصب سے فارغ کر دیا گیا ہے- لہٰذا ان کے بھائی کو امام بنا دیا جائے- اس کی امامت میں اب اختلاف نہیں کرنا چاہیے- واللہ تعالیٰ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

متہم ومشتبہ شخص کی امامت کا حکم

﴿س﴾

پیر کوٹ مدہانہ ضلع جھنگ میں ایک مسئلہ زیر غور ہے جس کے حل نہ ہونے پر موضع والے بڑے پریشان ہیں س لیے آپ کی خدمت میں التجاء عوام پیش کی جاتی ہے- (۱) محمد فضل نامی ایک شخص بعمر تقریباً بیس بائیس سال کا کنوارہ ایک رشتہ دار کے گھر عارضی طور پر آ وارد ہوا جس کا پیشہ ملازمت ہے کچھ عرصہ کے بعد وہ شخص اس کے گھر کا مالک بن گیا اور دن رات اسی گھر میں رہنے لگا- عوام میں چہ میگوئیاں شروع ہو گئیں کہ محمد فضل کا اس امام مسجد کے گھر رہنا ٹھیک نہیں کیونکہ اس کی بیوی کے ساتھ اس کا ناجائز تعلق معلوم ہوتا ہے یا تو اس کو گھر سے نکل جانا چاہیے یا اسے شادی کر لینی چاہیے چنانچہ محمد فضل کو لوگوں نے اعلانیہ کہا کہ تم شادی کر لو تب اپنی بیوی کے ہمراہ اس گھر میں رہ سکتے ہو- جب اس نے انکار کیا تو عوام کو پورا یقین ہو گیا کہ اس کا اس گھر میں ناجائز تعلق ضرور ہے- س لیے یہ شادی نہیں کرتا اور نہ ان کو چھوڑتا ہے یہ شخص اسی طرح اس گھر میں گزارہ کرتا ہے اور نہ نکلا ہے-

(۲) بعد میں ایک رات ایک شخص مسمی حاجی محمود گارڈ جو تہجد کی نماز ادا کرنے کے لیے مسجد میں موجود تھا- ں نے اچانک ہائے ہائے کی آواز سنی- امام مسجد کا گھر مسجد سے بالکل متصل ہے یہ شخص موقع پر پہنچا تو معلوم ہوا کہ مسمی محمد فضل جو اپنی معشوقہ کے ہمراہ اللہ دتہ مولوی کو جو گھر کا مالک ہے مار رہے ہیں' اس سے پوچھا تو اس نے

کہا کہ میں نے محمد فضل کو خود اپنی بیوی کے ساتھ دیکھا مگر محمد فضل مجرم نے حاجی محمود کو کہا کہ یہ اللہ دتہ بیماری کی وجہ سے روٹی مانگتا ہے اس لیے ہم اسے مار رہے ہیں کہ اس وقت کوئی روٹی نہیں- اس وقت رات کے تین بجے تھے- اس سے پہلے لوگوں کو یہی شبہ تھا آخر یہ فیصلہ مولوی قطب الدین صاحب کے پاس گیا- انھوں نے فرمایا کہ مجرم محمد فضل امامت کرنے کے قابل نہیں اس لیے یہ امامت نہیں کرسکتا- مجرم نے اپنی برأت کے لیے حلف اٹھایا کہ میرا کوئی قصور نہیں جس کی بدولت کئی آدمی اعتبار کر کے اس کے پیچھے نماز پڑھنے لگ گئے اور بہت سے شک کی وجہ سے نماز نہ پڑھتے تھے- (۳) ایک دفعہ دو آدمی مل کر کسی کام کے لیے رات کے دس بجے مولوی صاحب کے گھر گئے تو دیکھا کہ دروازہ بغیر قفل و کنڈہ کے بند تھا اور بتی جل رہی تھی- انھوں نے دروازہ دھکیلا تو کھل گیا تو دیکھا کہ محمد فضل اور اللہ دتہ کی بیوی برہنہ ایک چارپائی پر سوئے ہوئے تھے- عورت جلدی سے چارپائی پر سے اتری تو دیکھنے والے کے منہ سے یک دم نکلا (لاحول ولاقوۃ) یہ کیا ہو گیا تو دوسرا آدمی جو ذرا دور کھڑا تھا اس نے پوچھا کیا بات ہے- اس نے کہا میں نے محمد فضل کو اللہ دتہ کی بیوی کے ساتھ سوئے ہوئے دیکھا- جب اس قسم کی بہت سی باتیں نکلیں تو اللہ دتہ نے اپنی بیوی محمد فضل کو نکاح میں دے دی وہاں نکاح کسی نے نہیں پڑھا نہ کوئی آدمی مجلس میں بیٹھا تو محمد فضل کے ایک رشتہ دار نے لوگوں کو بلایا- اس نے آ کر نکاح پڑھا اور لوگوں کو کہا مولوی صاحب کے پیچھے نماز پڑھو- اس کے بعد نماز پڑھا تا گیا اس کے بعد اپنی ساس کی رضامندی سے خاوند حج پر گئے- واپس ہونے کے چند مدت بعد بدستور پھر دو آدمیوں نے دیکھا؟

﴿ج﴾

ان حالات میں یہ تو قطعی طور پر لازم ہے کہ اس کے پیچھے نماز نہیں پڑھنی چاہیے- ایسا متہم و مشتبہ شخص جس کے متعلق عوام الناس تک کے دلوں میں شبہات ہوں امامت کے لائق ہرگز نہیں (۱) امامت کا مستحق عالم، قاری، پرہیزگار اور باوقار لوگوں کی نظروں میں معزز شخص ہوتا ہے (۲)- واللہ تعالیٰ اعلم

---

۱) وكره امامة العبد والاعرابي والفاسق والمبتدع...... ان الفاسق اذا تعذر منعه يصلي الجمعة خلفه وفي غيرها ينتقل الى مسجد آخر- بحر الرائق "كتاب الصلوٰة" باب الامامة، ص ٦٦١ - ٦١٠، طبع مكتبه رشيديه جديد- وايضاً في الهندية "كتاب الصلوٰة" باب الامامة، الفصل الثالث في بيان من يصلح امام لغيره" ص ٨٤، ج١، طبع رشيديه جديد- وايضاً في الشامي "كتاب الصلوٰة" باب الامامة، ص ٣٣٤، ج٢، طبع رشيديه جديد-

۲) في فتاوى الارشاد: يجب ان يكون امام القوم في الصلاة افضلهم في العلم والورع والتقوى والقراءة والحسب تاتارخانيه، كتاب الصلاة، الفصل السادس في بيان من هواحق بالامامة، ص ٦٠٠، ج١، طبع ادارة القرآن والعلوم الاسلاميه-

وايضاً في البناية، كتاب الصلوٰة، باب في الامامة، ص ٣٢٨، ج٢، طبع دار الكتب العلمية، بيروت-

وايضاً في البحر الرائق، كتاب الصلوٰة، باب الامامة، ص ٦٠٧، ج١، مكتبه رشيديه كوئٹه-

متہم شخص کی امامت کا حکم

س

کیا فرماتے ہیں علماء دین مسئلہ ھذا میں کہ اگر ایک امام متہم بالزنا ہے صرف اتہام نہیں بلکہ ایسے ایسے علامات وآثار پائے جاتے ہیں۔ اگر عرفاً ان کا اعتبار کیا جائے تو عدم زنا کا احتمال تک باقی نہیں رہتا۔ مثلاً آدھی رات کے وقت میں مولوی صاحب کے مکان میں عورت کے پاس جانا اور جواب میں وہ کہیں کہ میں تو تہجد پڑھا رہا تھا۔ پھر عورتوں کو مٹھائی دینا۔ اب ایسے مولوی کے پیچھے نماز کیسی ہے۔

ج

اس قسم کے امام کو پیش امام بنانا جائز نہیں ہے [1] امام مسجد کے لیے متقی، پرہیز گار ہونا لازم ہے۔ مقتدیوں پر لازم ہے کہ اسے امامت سے معزول کریں [2] اور کسی دیندار عالم متقی کو امام بنالیں [3]۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان شہر

۲ جمادی الاخری ۱۳۸۸ھ

حرام کاموں سے متہم شخص کی امامت کا حکم

س

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ہمارے چک نمبر ۲۳ میں ایک امام صاحب مسمی مولوی غلام رسول

---

[1] لاینبغی ان یقتدی بالفاسق "شامی" کتاب الصلوٰة، مطلب فی تکرار الجماعة طبع مکتبه رشیدیه جدید۔ وایضاً فی البنایة "کتاب الصلوٰة، باب فی الامامة"، ص ۳۳۳، ج۲، طبع دارالکتب العلمیه، بیروت۔ وایضاً فی البحر الرائق، "کتاب الصلوٰة" باب الامامة، ص ۶۱۱، ج۲، طبع مکتبه رشیدیه کوئٹه۔

[2] واما الفاسق فقد عللوا کراهة تقدیمه بأنه لایهتم لأمردینه وبأن فی تقدیمه للامامة تعظیمه وقد وجب علیهم اهانته شرعاً۔ ص ۳۵۶، ج۲، طبع رشیدیه جدید۔
وایضاً فی البنایة "کتاب الصلوٰة" باب فی الامامة" ص ۳۳۳، طبع دارالکتب العلمیة، بیروت۔
وایضاً فی التاتارخانیة: کتاب الصلوٰة، الفصل السادس فی بیان من هواحق بالامامة، ص ۶۰۳، ج۱، ادارة القرآن والعلوم الاسلامیه۔

[3] وفی فتاویٰ الارشاد: یجب ان یکون امام القوم فی الصلاة افضلهم فی العلم والورع والتقویٰ والقراءة الخ تاتارخانیه۔ الفصل السادس من هواحق بالامامة۔ ص ۶۰۰، ج۱، طبع ادارة القرآن والعلوم الاسلامیه۔
وایضاً فی الشامی: کتاب الصلوٰة، مطلب فی تکرار الجماعت فی المسجد ص ۳۵۰، ج۲، طبع رشیدیه جدید۔ وایضاً فی البنایة، کتاب الصلوٰة، باب فی الامامة، ص ۳۳۱، ج۳، طبع دارالکتب العلمیة، بیروت۔

صاحب جو کہ عربی علم سے بالکل نا آشنا ہے حتی کہ الفاظ قرآن کریم کی ادائیگی تو سرے سے غلط کرتا ہے- عرصہ پندرہ سولہ سال سے امامت کر رہا ہے اور مرزائیوں سے اندرونی گہرے تعلقات رکھتا ہے- بیرونی آمدورفت اٹھنا بیٹھنا کافی ہے اور مرزائیوں کے سالانہ جلسوں میں بھی شریک ہوتا رہتا ہے ابتدائی حالت یہ ہے کہ ایک عورت جو کہ اب مولوی مذکور کی بیوی ہے- اغوا کر کے لایا اور کافی عرصہ تک اسے بغیر نکاح کے رکھا- ساتھ امامت بھی کراتا رہا حتی کہ ایک دو بچے بھی اسی کیفیت میں ہوئے بعدہ کہیں اس کا نکاح کیا اب اس کی ایک لڑکی ہے کہ جس کا نکاح پچھلے سال کیا- کچھ عرصہ بسانے کے بعد اب اس کو گھر میں بٹھا رکھا ہے- یعنی شوہر کے ہاں بھیجتا نہیں- چک کے معزز حضرات نے بہت دفعہ مولوی مذکور کو کہا اور سمجھایا کہ لڑکی بھیج دے- مگر بغیر کسی حیل وحجت وعذر کے شوہر کے ہاں بھیجتا نہیں یعنی لڑکی کا آشنائی غیر سبب رکاوٹ ہے- جس پر مولوی مذکور مصر ہے- لہٰذا دریں صورت مقتدیوں نے تنگ آ کر آپ کی طرف رجوع کیا ہے کہ برائے کرم نوازی فتویٰ عنایت فرمادیں کہ آیا کس حد تک مولوی مذکور کی امامت جائز ہے یا ناجائز- بینوا توجروا

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں امام سے متعلق جو باتیں تحریر میں موجود ہیں اگر یہ صحیح ہیں تو ایسے شخص کی امامت مکروہ ہے [1] اور ایسے شخص کو امام رکھنا درست نہیں [2]- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

قاتل کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ جو شخص ایک مسلمان کا قاتل ہو اور قاتل نے مقتول کے وارثین سے معافی

---

۱) (ویکره تقديم) الفاسق لانه لايهتم لأمر دينه فيردد "فيه الناس وفيه تقليل الجماعة" البناية كتاب الصلوٰة، باب فی الامامة، ص ۳۳۳، ج۲، طبع دارالكتب العلمية، بيروت، لبنان۔
وایضاً فی الشامی: كتاب الصلوٰة، مطلب فی تكرار الجماعة فی المسجد، ص ۳۵۵، ج۲، طبع رشيديه جديد۔ وایضاً فی التاتارخانيه: كتاب الصلوٰة، الفصل السادس فی بيان من هواحق بالامامة، ص ۶۰۳، ج۱، طبع اداراة القرآن والعلوم الاسلامية۔

۲) حاصله ان كان هوى لايكفربه صاحبه يجوز (الاقتداء) مع الكراهة والافلا تبيين الحقائق، ص ۳۴۵، ج۱، طبع دارالكتب العلمية، بيروت۔ وایضاً فی البحرالرائق: كتاب الصلوٰة، باب الامامة، ص ۶۱۱، ج۱، طبع مكتبه رشيديه، كوئٹه۔ وایضاً فی الشامی: كتاب الصلوٰة، مطلب فی تكرار الجماعة فی المسجد، ص ۳۵۶، ج۲، طبع رشيديه جديد

مانگی ہو وہ قاتل داڑھی بھی کٹا تا ہو یعنی شریعت سے کم مقدار رکھتا ہو اور جن لوگوں نے جان بوجھ کر نمازیں ایسے شخص کی اقتداء میں ادا کی ہوں اور ادا کر رہے ہیں۔ ان کی نمازوں کے متعلق کیا حکم ہے۔ آیا اس قاتل کو امام رکھنا چاہیے یا نہیں۔

﴿ج﴾

درمختار کے مکروہات صلوٰۃ میں ہے **وخلف فاسق** اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس شخص کی امامت جس کے متعلق پوچھا گیا ہے مکروہ ہے کیونکہ یہ فاسق ہے (برتقدیر صدق مستفتی) اور فاسق کی امامت مکروہ ہے[1]۔ لیکن بغیر جماعت کے نماز پڑھنے سے فاسق کے پیچھے نماز پڑھنا بہتر ہے[2]۔ زمانہ ماضی کی نمازوں کے اعادہ کی ضرورت نہیں اور جب تک دوسرا متقی امام نہ ملے۔ اس وقت تک اس کے پیچھے نماز پڑھنی چاہیے کیونکہ تنہا پڑھنے سے فاسق کے پیچھے پڑھنے میں ثواب زیادہ ہوتا ہے۔ **کما فی الدر المختار**[3] **صلی خلف فاسق او مبتدع نال فضل الجماعة.**

واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالرحمٰن

الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ

۱۵ ذوالقعدہ ۱۳۸۰ھ

---

۱) ویکره ان یکون الامام فاسقاً ویکره للرجال ان یصلوا خلفه تاتارخانیه، ص ٦٠٣، ج١، طبع ادارة القرآن والعلوم السلامیه۔ وایضاً فی البنایة "باب فی الامامة" ص ٣٣٣، ج٢، طبع دارالکتب العلمیة، بیروت۔ وایضاً فی الدرالمختار: کتاب الصلوٰة، مطلب فی تکرار الجماعة فی المسجد، ص ٣٥٥، ج٢، طبع مکتبه رشیدیه جدید۔

۲) ان الصلاة خلفهما اولیٰ من الانفراد "شامی" کتاب الصلوٰة، مطلب البدعة خمسة اقسام، ص ٣٥٩، ج٢، طبع رشیدیه جدید۔ وایضاً فی البحر الرائق: کتاب الصلوٰة، باب الامامة، ص ٦١١، ج١، طبع رشیدیه جدید۔ وایضاً فی التاتارخانیة: کتاب الصلوٰة، الفصل السادس فی من هواحق بالامامة، ص ٦٠٣، ج١، طبع ادارة القرآن والعلوم الاسلامیه۔

۳) الدرالمختار: کتاب الصلوٰة، باب الامامة، مطلب البدعة خمسة اقسام، ص ٣٥٨، ج٢، مکتبه رشیدیه جدید۔ وایضاً فی التاتارخانیة: کتاب الصلوٰة، الفصل السادس فی من هواحق بالامامة، ص ٦٠٣، ج١، طبع ادارة القرآن والعلوم الاسلامیه۔ وایضاً فی تبیین الحقائق: کتاب الصلوٰة، باب الامامة والحدث فیها، ص ٣٤٦، ج١، طبع دارالکتب العلمیة، بیروت۔

بابٌ فی تسویۃِ الصفوف

ضرورۃً صف میں انقطاع رکھنے کا حکم

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک مسجد کا اندرونی حصہ اتنا ہے کہ جس میں تین صفیں آسانی کے ساتھ بنتی ہیں۔ لیکن صبح کے وقت نمازی زائد ہوتے ہیں اور باہر کھڑے ہونے میں سردی کی وجہ سے تکلیف ہوتی ہے اب اگر مسجد کے اندر امام کے ایک بالشت فاصلہ سے چوتھی صف اس طرح بنائی جاوے کہ امام کے پیچھے ایک آدمی کی جگہ خالی رہے اور صف منقطع ہو جائے تو ایسا جائز ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

واجبات متعلقہ بالصفوف و مقام الامام والماموم کے ترک سے کراہت کا لزوم اس وقت ہوتا ہے جب بغیر عذر کے ترک کیے جاویں ورنہ مع العذر ترک کرنے سے کوئی کراہیت لازم نہیں آتی۔ تنگیٔ مکان، سردی اور گرمی بھی عذر میں داخل ہیں صاحب الدرالمختار نے مکروہات الصلوٰۃ کو ذکر کرتے ہوئے جب **قیام الامام فی المحراب وانفراد الامام علی الدکان**[1] وعکسہ کو ذکر کیا تو کہہ دیا۔ **وھذا کلہ (عندعدم العذر) کجمعۃ وعید فلو قاموا علی الرفوف والامام علی الارض اوفی المحراب لضیق المکان لم یکرہ الخ وقال الشامی علی قولہ (کجمعۃ وعید) مثال للعذر وھو علی تقدیر مضاف ای کزحمۃ جمعۃ وعید.** پھر صاحب الدر نے چند سطر کے بعد فرمایا۔ **ومن العذر ارادۃ التعلیم او التبلیغ وقال الشامی (ومن العذر)ای فی الانفراد فی مکان مرتفع الی ان قال قلت لکن فی المعراج مانصہ' وبقولنا قال الشافعی رحمہ اللہ الا اذا اراد الامام الخ۔** حاصل یہ ہے کہ

---

۱) تنویر الابصار مع الدرالمختار: کتاب الصلوٰۃ، باب الامامۃ، ص ۵۰۰، ج۲، طبع رشیدیہ جدید کوئٹہ۔ وایضاً فی التاتارخانیۃ: واذاکان معہ رجلان وقام الامام وسطھما فصلاتھم جائزۃ ولم یذکر الأساۃ، وفی العنایۃ ولوقام الامام وسط القوم اوقاموا فی میمنتہ اومیسرتہ فقد اساؤا واذا اقاموا فی الصفوف تراصوا وسووا بین مناکبھم وفی جامع الجوامع ویسدون الخلل، ص ۶۲۳، ج۱، طبع ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیۃ۔ وایضاً فی البنایۃ: کتاب الصلوٰۃ، باب فی الامامۃ، ص ۳۴۱، ج۲، طبع دارالکتب العلمیۃ، بیروت۔

عدم جواز الانقطاع فی الصف حکماً عدم جواز قیام الامام فی المحراب وانفراده علی الدکان وعکسه ہے اور ضیق مکان سردی وگرمی کا عذر کسی طرح بھی تعلیم وتبلیغ کے عذر سے کم نہیں باوجودیکہ ان کو اعذار میں شمار کیا گیا ہے۔ لہٰذا اگرچہ صورت مسئولہ میں صریح جزئیہ تو اس وقت پیش نظر نہیں لیکن اعتبارا علی المسائل المحوله یہاں بھی عذر مذکور کی وجہ سے کراہت نہ ہوگی۔ واللہ اعلم۔

محمود عفا اللہ عنہ

باجماعت نماز میں درمیان سے جگہ چھوڑ کر صف بنانے کا حکم

(س)

اگر جماعت سے نماز ہو رہی ہے اس کے دو یا ایک صف درمیان میں چھوڑ کر کچھ آدمی پیچھے کھڑے ہوں تو ان کی نماز ہوگئی یا نہ۔

(ج)

نماز ہوگئی مگر یہ خلاف سنت ہے، صفوں کو مکمل کرنا چاہیے، اور جگہ درمیان میں نہ چھوڑنا چاہیے، مل کر کھڑا ہونا چاہیے اور بیچ میں جگہ خالی نہ چھوڑنا چاہیے یہی سنت طریقہ ہے۔ ایک سیدھ میں اور برابر میں آگے پیچھے نہ ہوں [1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ

۸ رجب ۱۳۹۵ھ

صحن میں جماعت کرانے کی صورت میں امام کہاں کھڑا ہو، جماعت ثانیہ کا حکم

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسائل کہ:

---

۱) "قال الشمنی: وینبغی أن یأمرهم بأن یتراصوا ویسدوا الخلل ویسووا مناکبهم ویقف وسطاً......ولوصلی علی رُفوف المسجد ان وجد فی صحنه مکاناً کره کقیامه فی صف خلف صف فیه فرجة......الخ" (الدرالمختار: کتاب الصلوٰة، باب الامامة، مطلب فی الکلام علی الصف الأول، ص ۵۶۸/۵۷۰،۱/ ایچ، ایم سعید) (وکذا فی البحرالرائق: کتاب الصلوٰة، باب الامامة، ص ۶۱۸، ج۱، رشیدیه کوئٹه)۔ (وکذا فی حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح: کتاب الصلوٰة فصل فی بیان الأحق بالامامة، ص: ۳۰۶/۳۰۷، دارالکتب بیروت) (وکذا فی الفتاویٰ التاتارخانیة: کتاب الصلوٰة، الفصل السابع فی بیان مقام الامام والمأموم، ص ۶۲۳، ج۱، ادارة القرآن کراچی)۔

(۱) کیا نماز فرض با جماعت اول ادا کرنے کے لیے امام ومقتدی صحن مسجد میں کھڑے ہوں تو امام کو محراب مسجد کے سامنے کھڑا ہونا ضروری ہے یا نماز فرض با جماعت ادا کرنے کے لیے امام کو محراب مسجد کے دائیں یا بائیں طرف ہٹ کر کھڑا ہونا ضروری ہے سنت رسول ﷺ کی روشنی میں جواب تحریر کر کے مہر لگا کر مشکور ہونے کا موقع دیں۔
(۲) جماعت ثانیہ کے بارے میں حکم شرعی کیا ہے۔

﴿ج﴾

(۱) امام کو وسط میں کھڑا ہونا چاہیے اور دونوں طرف برابر مقتدی کرنے چاہئیں طریقہ سنت یہ ہے کہ جس وقت جماعت کھڑی ہو۔ دونوں طرف برابر مقتدی ہوں پھر جو بعد میں آ کر شریک ہوں ان کو بھی یہ لحاظ رکھنا چاہیے کہ حتی الوسع دونوں طرف برابر شریک جماعت ہوں۔ اگر باہر فرش صحن میں کھڑا ہو۔ تب بھی محاذی محراب کے کھڑا ہو البتہ اگر کہیں مسجد کا صحن کسی طرف بڑھایا گیا ہو۔ تو صحن کے وسط کا خیال کر لیا جائے اور امام کو صحن کے اعتبار سے بیچ میں کھڑا ہونا چاہیے۔ شامی[1] میں ہے۔ **السنة ان يقوم في المحراب ليعتدل الطرفان ولو قام في احد جانبي الصف يكره ولو كان المسجد الصيفي بجنب الشتوي و امتلأ المسجد يقوم الامام في جانب الحائط ليستوي القوم من جانبيه والاصح ماروي عن ابي حنيفة انه قال اكره ان يقوم بين الساريتين اوفي زاوية او في ناحية المسجد او الى سارية لانه خلاف عمل الامة.**

(۲) مسجد محلّہ میں یعنی جس مسجد کا امام ومؤذن مقرر ہو جماعت ثانیہ مکروہ ہے۔

قال المحقق الشامي ولنا انه عليه الصلوة والسلام كان خرج ليصلح بين قوم فعاد الى المسجد وقد صلى اهل المسجد فرجع الى منزله فجمع اهله وصلى ولو جاز ذلك لما اختار الصلوة في بيته على الجماعة في المسجد[2]. زیادہ تحقیق اس مسئلہ کی

---

۱) ردالمحتار: كتاب الصلوٰة، باب الامامة، مطلب هل الاساءة دون الكراهة، ص ٥٦٨، ج١، ايچ ايم سعيد
"وينبغي للامام أن يقف بازاء الوسط فإن وقف في ميمنة الصف أوميسرته فقد أساء لمخالفته السنة ـ الا ترىٰ أن المحاريب لم تنصب الا في الوسط وهي معينة لمقام الامام۔" (تبيين الحقائق: كتاب الصلوٰة، باب الامام والحدث في الصلاة، ص ٣٥١، ج١، دار الكتب العلمية بيروت) (وكذا في الفتاوىٰ الهندية! كتاب الصلوٰة، الباب الخامس في الامامة، الفصل الخامس، ص ٨٩، ج١، رشيديه كوئٹه)۔

۲) (ردالمحتار: كتاب الصلوٰة، باب الامامة، مطلب في تكرار الجماعة في المسجد، ص ٥٥٢، ج١، سعيد)
"أما لوكان له امام ومؤذن معلوم فيكره تكرار الجماعة فيه بأذان واقامة عندنا" (حلبي كبير: فصل في أحكام المسجد، الثالث في مسائل متفرقة، ص: ٦١٤، سعيدى كتب خانه كوئٹه۔ (وكذا في الفتاوىٰ الهندية: كتاب الصلوٰة، الباب الخامس في الامامة، الفصل الأول، ص ٨٣، ج١، رشيديه كوئٹه)

"القطوف الدانية من كراهية الجماعة الثانية" میں دیکھ لی جاوے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ

۱۶ جمادی الاخری ۱۳۹۴ھ

کیا صحن میں جماعت کرانے کا ثواب مسقّف حصہ کے برابر ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسائل کہ:

(۱) ایک مسجد ہے۔ اس کے چاروں طرف فرش ہے گول قسم پر ساری جگہ مسجد کے قبضہ میں ہے۔ کسی کا حق نہیں۔ جیسے فرش پاک صاف ہوتے ہیں۔ کبھی جماعت سردی گرمی کی وجہ سے جنوب کی طرف کبھی جماعت مغرب کی طرف کبھی شمال کی طرف تو ان فرشوں پر جماعت کرانے کی فضیلت مسجد کے بیچ جیسی ہے یا گھروں جنگلوں میں جیسی ہے۔ تشریح فرمائیے کہ شرعاً کیا حکم ہے۔

(۲) ایک امام اور ایک ہی مقتدی جماعت کراتے ہیں۔ وہ قدرے برابر ہوتے ہیں پھر دوسری یا تیسری رکعت یا پہلی ہی رکعت میں ایک مقتدی اور آ گیا تو فرمائیے کہ امام آگے چل کر جگہ مصلی میں جاوے یا مقتدی پیچھے ہٹ کر مقتدی کے ساتھ ہووے۔ شرعاً کیا حکم ہے۔ آپ کی کمال مہربانی ہوگی۔

﴿ج﴾

(۱) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اگر یہ فرش داخل مسجد ہے اور اس کو برائے نماز پڑھنے کے علی التابید وقف کر دیا گیا ہے تو اس پر نماز پڑھنے کا ثواب مسجد کے بیچ جیسا ہوگا[۱]۔ ہاں اگر جماعت کرانی ہے تو مسجد یا اس کے صحن کے بیچ میں امام کھڑا ہوتا کہ دونوں طرف کے مقتدی تقریباً برابر برابر ہوں[۲] یہ افضل و بہتر ہے

---

۱) "وفناء المسجد له حكم المسجد حتّٰى لو اقتدىٰ بالامام منه يصح اقتداء ه وان لم تتصل الصفوف ولاالمسجد ملآن" حلبي كبير: فصل في أحكام المسجد، الثالث في مسائل متفرقه، ص : ٦١٤، سعيدى۔ وكذا في الفتاوىٰ الهندية: كتاب الصلوٰة، الباب السابع فيما يفسد الصلوٰة وما يكره فيها، الفصل الثاني، ص ١٠٩، ج١، رشيديه وكذا في عزيز الفتاوىٰ: كتاب الصلوٰة، فصل في آداب المساجد، ص ٣١٤، ج١، دارالاشاعت، کراچی۔

۲) "السنة أن يقوم في المحراب ليعتدل الطرفان ولوقام في أحدجانبي الصف يكره ولوكان المسجد الصيفي بجنب الشتوى وامتلأ المسجد يقوم الامام في جانب الحائط ليستوى القوم من جانبيه......" (ردالمحتار: كتاب الصلوٰة، باب الامامة مطلب هل الإساءة دون الكراهة، ص ٥٦٨، ج١، ايچ ايم سعيد) ((وكذا في تبيين الحقائق: كتاب الصلوٰة، باب الامامة والحدث في الصلوٰة، ، ص ٣٥١، ج١، دارالكتب العلمية بيروت) (وكذا في الفتاوىٰ الهندية: كتاب الصلوٰة، ،الباب الخامس في الامامة، الفصل الخامس، ص ٨٩، ج١، رشيديه)

اور اس میں ثواب زیادہ ہے۔ اور اگر یہ فرش نماز کے لیے علی التابید وقف نہ ہو تو اس پر نماز پڑھنے کا ثواب اندرون مسجد پڑھنے کے ثواب کے برابر نہ ہوگا۔

(۲) دونوں طرح جائز ہے[1] ہاں اگر آگے جگہ نہ ہو تو مقتدی کو پیچھے ہٹ جانا چاہیے۔ اور اگر پیچھے جگہ نہ ہو تو امام کو آگے بڑھ جانا چاہیے اور اگر آگے پیچھے دونوں طرف جگہ ہو تو امام کو آگے ہو جانا چاہیے۔ اگر وہ آگے نہ ہو تو مقتدی پیچھے ہٹ جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ عبداللطیف غفرلہ
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ
۲۵ ذوالقعدہ ۱۳۸۷ھ

بوقت اقامت نماز کے لیے کب کھڑا ہو

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک مولوی صاحب کہتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کے زمانہ میں جب جماعت ہوتی تو پہلے نمازی اپنی صفوں کو پورا کرتے اس کے بعد اقامت ہوتی اور یہ حدیثیں پیش کرتے ہیں۔

(۱) وعن انس رضی اللہ عنہ قال اقیمت الصلوۃ فاقبل علینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بوجھہ فقال اقیموا صفوفکم. الخ مشکوٰۃ ص ۹۷۔

(۲) وعن نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ قال کان رسول اللہ صلی ا اللہ علیہ وسلم یسوی صفوفنا حتی کانما یسوی بھا القداح حتی رأی قد عقلنا عنہ ثم خرج یوما فقام حتی کاد یکبر فرای رجلاً بادیا صدرہ من الصف فقال عباداللہ لتسون صفوفکم اولیخالفن اللہ بین وجوھکم رواہ مسلم. مشکوٰۃ ص ۹۷۔

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ پہلے تسویہ صفوف کر لیا جاوے کیونکہ اہم ہے اور اس زمانہ میں تو اس کی اہمیت زیادہ ہوگئی ہے کہ عوام الناس اس کی اہمیت کی پرواہ نہیں کرتے۔ یہ شب و روز کا مشاہدہ

---

۱) "اذا اقتدیٰ بإمام فجآء آخر یتقدم الامام موضع سجودہ...... والّذی یظھر أنہ ینبغی للمقتدی التأخر اذاجآء ثالث فإن تأخر والاجذ بہ الثالث ان لم یخش افساد صلاتہ...... وھذا کلہ عند الامکان والاتعین الممکن" (ردالمحتار: کتاب الصلوٰۃ باب الامامۃ، ص ۵۶۸، ج۱، ایچ، ایم سعید کراچی) (وکذا فی فتح القدیر: کتاب الصلوٰۃ، باب الامامۃ، ص ۲۰۹، ج۱، طبع مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)۔

ہے کہ حی علی الفلاح یا قد قامت الصلوٰۃ پر کھڑے ہونے سے امام کی تحریمہ کے وقت تک صفوف کا تسویہ نہیں ہوسکتا۔ بلکہ اکثر دیکھا جاتا ہے کہ پہلے سے کھڑے ہونے پر بھی اگر تسویہ صفوف کا انتظام کیا جاوے تو اقامت اور تحریمہ امام میں فصل کی ضرورت ہوتی ہے۔ لہٰذا اس کی اہمیت کی وجہ سے ابتدائے اقامت سے پہلے ہی کھڑے ہوجائیں تو کوئی حرج نہیں۔

دوسرے مولوی صاحب کہتے ہیں کہ نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ والی روایت کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہماری صفوں کو اس قدر برابر کرتے تھے کہ تیر کی لکڑی اس سے سیدھی ہوسکتی تھی یہاں تک کہ آپ کو معلوم ہوگیا کہ ہم صف سیدھا کرنا پہچان گئے۔ پھر ایک دن آپ باہر نکلے اور کھڑے ہوئے تکبیر کہنے کو تھے اتنے میں ایک شخص کو دیکھا کہ جس کا سینہ صف سے باہر نکلا ہوا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے خدا کے بندو اپنی صفیں برابر کرو نہیں تو اللہ تعالیٰ تم میں پھوٹ ڈال دے گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ آگے پیچھے رہنا اختلاف کی نشانی ہے اور جب تم اس اختلاف کو گوارا کرلو گے تو رفتہ رفتہ دلوں کے اختلاف کو بھی جائز رکھ لو گے اور یہی پھوٹ آفتوں کی جڑ ہے۔ پہلی حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اس حدیث میں لفظ اقیمت الصلوۃ فاقبل فقال اقیموا صفوفکم کا مفہوم تو یہ ہے کہ اقامت ہوچکنے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کی صف بندی کو دیکھا اور ٹھیک کھڑے ہونے کا حکم دیا۔ فاء تعقیبیہ فاقبل اور فقال کی صاف دلالت ہے کہ یہ اقبال اور ارشاد بعد اقامت ہوا۔ اسی طرح حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کی حدیث کا مفہوم ہے۔ یہ مراد نہیں کہ تسویہ صفوف کر کے اقامت ہوئی۔ حدیث کے دو جز ہیں۔ اول جز کا حاصل تو یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تسویہ صفوف کی ہدایت دیتے رہتے تھے وقتاً فوقتاً اس کی تائید فرمایا کرتے تھے یہاں تک کہ آپ کو یہ گمان ہوگیا کہ ہم جماعت صحابہ نے یہ بات بخوبی سمجھ لی ہے اور عمل میں لے لی ہے۔ اس کے بعد کسی روز جب حجرہ شریف سے نکل کر جماعت کرانے کے لیے مسجد میں آپ اپنے مقام پر پہنچے اور کسی صحابی پر نظر پڑی کہ وہ اپنا سینہ بقیہ جماعت والوں سے نکالے ہوئے ہیں تو اس کو حکم دیا کہ خدا کے بندو اس حرکت سے باز آجاؤ۔ خارج سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور علیہ السلام کا حجرہ سے نکل کر مسجد میں آنا حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی تکبیر کے وقت ہوتا تھا کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر اقامت شروع کر دیتے تھے اس میں صحابہ صفوں کو برابر کر لیتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب ٹھکانہ پر پہنچتے تو تکبیر ختم ہونے کو ہوتی یا ختم ہوجاتی۔ اس کے بعد آپ تکبیر تحریمہ پڑھتے حتی کاد ان یکبر سے یہی مراد ہے۔ اس مسطورہ صورت میں اس احتمال پر آپ کا انکار اقامت کے خاتمہ کے وقت ہوا۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فتح الباری ص ۸۲ پر فرماتے ہیں۔ ان بلالا کان یراقب خروج النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاول مایراہ یشرع فی الاقامۃ قبل ان یراہ غالب الناس ثم

اذا رأوه قاموا فلا يقوم فی مقامه.

اس سیاق سے معلوم ہوا کہ اقامت اول شروع ہوگئی اور تسویہ صفوف بعد کو ہوا۔ آپ ﷺ کا اس صحابی پر انکار بھی اقامت کے ختم پر بلکہ قریب ہوا۔ جسے راوی کاد ان یکبر فرماتے ہیں۔ لہٰذا ان حدیثوں سے یہ نکالنا درست نہیں کہ اقامت جب شروع کی جائے کہ اول تسویہ صفوف ہو جائے بہتر ہے کہ جب نمازی مسجد میں داخل ہوں اپنی اپنی جگہ صف بستہ بیٹھ جائیں اور جب حی علی الفلاح پر تکبیر پہنچے سب یعنی امام اور مقتدی کھڑے ہو جائیں یہی مسئلہ تمام فقہاء نے بتلایا ہے۔ اب استفسار یہ ہے کہ پہلے مولوی صاحب حق گو ہیں یا دوسرے جو شرعاً حکم ہو تحریر فرما دیں کہ مقتدی اور امام کب کھڑے ہوں۔

قال فی الدر المختار [1] (ولها اداب) تركه لا يوجب اساءة ولا عتابا كترك سنة الزوائد لكن فعله افضل (نظره الى موضع سجوده حال قيامه (الى ان قال) (والقيام) لامام ومؤتم (حين قيل حى على الفلاح) الخ . (ان كان الامام بقرب المحراب والا فيقوم كل صف ينتهى اليه الامام على الاظهر) الخ. (وشروع الامام) فى الصلوة (مذقيل قد قامت الصلوة) ولواخر حتى اتمها لابأس به اجماعا وهو قول الثانى والثلاثة وهوا عدل المذاهب. الخ وفى القهستانى معزيا للخلاصة انه الاصح. (قوله انه الاصح) لان فيه محافظة على فضيلة متابعة المؤذن واعانة له على الشروع مع الامام [2]... وقال فى الطحطاوى على الدر المختار (قوله والقيام للامام والموتم الخ) مسارعة لامتثال امره والظاهر انه احتراز عن التاخير لا التقديم حتى لوقام اول الاقامة لابأس [3] وايضاً فى الدر المختار ويصف الامام بان يامرهم بذاك قال الشمنى وينبغى ان يامرهم بان يتراصوا ويسدوا الخلل ويسووا مناكبهم [4]۔۔۔فقہاء کی ان تصریحات سے معلوم ہوا کہ آداب نماز میں سے ہے کہ جس وقت مکبر حی علی الفلاح کہے تو ائمہ ثلاثہ یعنی امام

---

۱) (الدرالمختار مع ردالمحتار: كتاب الصلوٰة، آداب الصلوٰة، ص ۴۷۷/۴۷۹، ج۱، ایچ، ایم سعید کراچی)

۲) (ردالمحتار: كتاب الصلوٰة، آداب الصلوٰة، ص ۴۷۹، ج۱، ایچ، ایم سعید)

۳) (کتاب موجود نهیں هے)

۴) والقيام حين قيل حى على الفلاح لأنه أمر به فيستحب المسارعة اليه، أطلقه فشمل الإمام والإمام و المأموم ان كان الإمام بقرب المحراب والافيقوم كل صف ينتهى اليه الأمام وهوالأظهر...... الخ" البحرالرائق: كتاب الصلوٰة، باب صفة الصلوٰة، ص ۵۳۱، ج۱، رشیدیه کوئٹه وکذا فی حاشية الطحطاوى مع مراقى الفلاح، كتاب الصلوٰة، فصل فى آدابها، ص ۲۷۷/۲۷۸، دارالکتب علمیه بیروت۔

صاحب اور صاحبین کے نزدیک امام اور سب مقتدی کھڑے ہو جائیں اور یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ حکم استحبابی اس وقت ہے کہ امام وہاں قریب محراب کے پہلے سے موجود ہو اور اگر امام آگے کی طرف سے یعنی سامنے سے آوے تو جس وقت امام پر نظر پڑے مقتدی کھڑے ہو جائیں لیکن ظاہر ہے کہ اگر پہلے سے مقتدی کھڑے ہو جاویں تو کچھ محل اعتراض نہیں ہے کیونکہ ترک استحباب اور ترک ادب پر کچھ طعن نہیں ہو سکتا۔ بلکہ طحطاوی کے قول سے معلوم ہوا کہ قول فقہاء **والقیام حین قیل حی علی الفلاح** کا مطلب تاخیر سے احتراز ہے نہ کہ تقدیم سے یعنی اگر پہلے سے امام اور مقتدی کھڑے ہوئے نہ ہوں تو حی علی الفلاح کے وقت کھڑے ہو جاویں۔ بہرحال اس طرح وسعت ہے مگر اتباع تصریحات فقہاء کا اولی وافضل ہے۔ لیکن ان کے ترک پر اس قدر تشدد کرنا کہ ان کے تارک کو مورد لعن طعن قرار دینا نہایت ظلم وتعدی ہے[1] نیز علامہ شامی کے **شروع الامام مذقیل قد قامت الصلوۃ** کی بحث سے معلوم ہوا کہ اصح واعدل المذاہب یہ ہے کہ جب تک مکبر پوری تکبیر سے فارغ نہ ہو اس وقت تک امام نماز شروع نہ کرے۔ کیونکہ اس میں پوری تکبیر کا جواب سب دے سکیں گے جو کہ مستحب ومسنون ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ جس وقت مکبر **قد قامت الصلوۃ** کہتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم **اقامھا اللہ وادامھا** پڑھتے تھے[2] اور یہ بھی حدیث شریف میں ہے۔ **سووا صفوفکم فان تسویۃ الصفوف من اقامۃ الصلوۃ ومن تمام الصلوۃ**[3] پس امام کو چاہیے کہ مقتدیوں کو برابر کھڑے ہونے کا اور صف سیدھی کرنے کا حکم کرے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ ۲۳، جمادی الاخری ۱۳۹۱ھ

پہلی صف مکمل ہونے پر دوسری صف کے لیے ایک نمازی بچا تو کیا حکم ہے

﴿س﴾

حضرت مولانا مفتی محمود صاحب السلام علیکم کے بعد عرض ہے کہ جماعت کھڑی ہے۔ پیچھے ایک شخص اور آ گیا پہلی صف پوری ہو چکی ہے اب وہ پہلی صف میں سے ایک آدمی نکال کر پچھلی صف میں نیت باندھ کر کھڑا ہو یا نہیں۔ اس کے بارے میں صحیح مسئلہ سے مطلع فرمائیے۔

---

۱) "من أصرّ علی أمر مندوب وجعله عزماً فقد أصاب منه الشیطان من الاضلال فکیف من أصر علی بدعة أومنکر" (مرقاة شرح مشکوٰة: کتاب الصلوٰة، باب الدعاء فی التشھد، حدیث نمبر ۹۴۶، ص ۲۶، ج۳، دارالکتب العلمیة بیروت وکذا فی السعایة فی کشف مافی شرح الوقایة: کتاب الصلوٰة، باب صفة الصلوٰة، ص ۲۶۵، ج۲، سھیل اکیڈمی، لاھور۔

۲) مشکوٰة المصابیح: کتاب الصلوٰة، باب فصل الأذان واجابة المؤذن، الفصل الثانی، ص ٦٦، ج۱، قدیمی کراچی

۳) مشکوٰة المصابیح: کتاب الصلوٰة، باب تسویة الصفوف، الفصل الأول، ص ۹۸، ج۱، قدیمی۔

﴿ج﴾

پہلی صف میں اگر باعلم اور ہوشیار آدمی ہو تو اس کو نکال لے یہ بہتر ہے۔ لیکن موجودہ زمانہ میں جہالت عام ہے تو بہتر یہ ہے کہ نہ نکالے اور اکیلا کھڑا ہو جاوے نماز درست ہو جائے گی۔ پہلی صورت اپنانے میں ناواقف آدمی کی نماز ٹوٹ جانے کا خطرہ ہے (۱)۔

اقامت کے وقت کب کھڑا ہو

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ زید کہتا ہے کہ نماز سے پہلے جب تکبیر کہی جائے جس وقت حی علی الفلاح کہے تو اس وقت کھڑے ہونا چاہیے۔ اس سلسلہ میں شریعت مطہرہ میں کیا حکم ہے۔

﴿ج﴾

تکبیر شروع ہوتے ہی کھڑا ہونا درست بلکہ بہتر ہے۔ اگر پہلے کھڑا نہیں ہوا تو حی علی الفلاح پر ضرور کھڑا ہونا چاہیے۔ حی علی الفلاح کے جملہ پر تو بہر حال نماز کے لیے صف باندھنا چاہیے اور اگر تکبیر شروع ہوتے ہی کھڑا ہو جائے تو بہتر ہے تاکہ صفوف کو سیدھا کیا جا سکے اور امام کے ساتھ تکبیر تحریمہ کہنے میں تاخیر نہ ہو جائے۔ عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ اس جملہ سے پہلے کھڑا ہونا درست نہیں۔ لیکن یہ صحیح نہیں بلکہ یہ قیام کا آخری وقت ہے۔ اس سے پہلے قیام منع نہیں (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۱۳ رمضان ۱۴۰۰ھ

---

۱) "وقدمنا كراهة القيام فى صف خلف صف فيه فرجة للنهى وكذا القيام منفرداً، وان لم يجد فرجة بل يجذب أحداً من الصف ذكرهٗ الكمال، لكن قالوا: فى زماننا: تركه أولٰى فلذا قال فى البحر يكره وحدهٗ الا إذا لم يجد فرجة" الدر المختار كتاب الصلوٰة، باب مايفسد الصلوٰة ومايكره...... ص ٦٤٧، ج١، سعيد۔ وكذا فى حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح: كتاب الصلوٰة، فصل فى المكروهات، ص ٣٦١، دار الكتب علميه، بيروت۔ وكذا فى الفتاوىٰ الهندية: كتاب الصلوٰة، الباب السابع، الفصل الثانى فيما يكره...... ص ١٠٧، ج١، رشيديه۔

۲) "والقيام لإمام ومؤتم حين قيل حى على الفلاح خلافاً لزفر...... إن كان الامام بقرب المحراب والا فيقوم كل صف ينتهى اليه الامام على الأظهر وان دخل من قدام قاموا حين يقع بصرهم عليه......الخ" الدر المختار: كتاب الصلوٰة، آداب الصلوٰة، ص ٤٧٩، ج١، ايچ، ايم سعيد كراچى۔ وكذا فى البحر الرائق: كتاب الصلوٰة، باب صفة الصلوٰة، ص ٥٣١، ج١، طبع مكتبه رشيديه كوئٹه۔ وكذا فى حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح، فصل فى آدابها، ص: ٢٧٧ / ٢٧٨، دار الكتب علميه بيروت۔

امامت کے لیے امام کس جگہ کھڑا ہو

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک امام نے جمعہ کے روز جب کہ مسجد وسیع تھی جائے نماز کو کمرہ کے دروازے میں چوکھٹ سے اندر کی طرف بچھا کرنماز پڑھائی اور مقتدی برآمدے میں کھڑے تھے کیا یہ نماز مکروہ نہیں۔ کیونکہ فقہاء مثل شامی، صاحب عمدۃ الرعایۃ وغیرہ سے کراہت کی دو وجہیں معلوم ہوتی ہیں۔ (۱) اشتباہ علی الماموین (۲) تخصیص الامام بمکان جو کہ تشبہ اہل کتاب سے ہے۔ اور امام کے محراب میں کھڑا ہونے کو ان دو وجہوں سے مکروہ لکھا ہے۔ خواہ محراب داخل مسجد ہو یا خارج۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

شامی میں ہے۔ **والاصح ماروی عن ابی حنیفة رحمه الله انه قال اکره (للامام) ان یقوم بین الساریتین او فی زاویة او فی ناحیة المسجد او الی ساریة لانه خلاف عمل الامة** [۱]۔ دروازہ میں چوکھٹ سے اندر کھڑے ہونے کی کراہت کی وہی وجہ ہے جو محراب میں کھڑے ہونے کی ہے۔ پس اگر امام دروازہ کے اندر اسی طرح کھڑا ہو کہ قدم بھی اندر ہوں اور مقتدی باہر برآمدے میں ہوں تو یہ مکروہ ہے۔ الحاصل دروازہ بحکم محراب ہے اور محراب کے اندر کھڑا ہونا امام کا مکروہ ہے۔ اگرچہ اشتباہ و عدم اشتباہ حال امام مساوی ہے مراد مکروہ سے کراہت تنزیہی ہے۔ اس کا حاصل خلاف اولیٰ ہے۔ اگر قدم دروازہ سے باہر ہوں تو کراہت مرتفع ہے۔ **وکره الخ (قیام الامام فی المحراب لا سجوده فیه) وقدماه خارجه لان العبرة للقدم (مطلقا) و ان لم یتشبه حال الامام ان علل بالتشبه و ان بالاشتباه ولا اشتباه فلا اشتباه فی نفی الکراهة** [۲]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

۱) "ردالمحتار: کتاب الصلوٰۃ، باب الامامۃ، مطلب هل الاساءۃ دون الکراهة، ص ۵٦۸، ج۱، طبع ایچ، ایم سعید کراچی) "روی عن الامام أکره للامام أن یقوم بین الساریتین أوساریة أوناحیة المسجد الی ساریة لأنه خلاف عمل الأئمة" وکذا فی النهر الفائق: کتاب الصلوٰۃ، باب الامامۃ، ص ۲٤۵/۲٤٦، ج۱، طبع دارالکتب علمیہ، بیروت۔ وکذا فی فتح القدیر: کتاب الصلوٰۃ، باب الامامۃ، ص ۲۰۹، ج۱، طبع مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ

۲) الدرالمختار: کتاب الصلوٰۃ، باب مایفسد الصلوٰۃ ومایکره فیها، ص ٦٤۵، ج۱، ایچ ایم سعید، کراچی) "فالحاصل أن مقتضی ظاهر الروایة کراهة قیامه فی المحراب مطلقاً، سواء اشتبه حال الإمام أولا وسواء کان المحراب من المسجد ام لا وانما لم یکره سجوده فی المحراب اذا کان قدماه خارجه لأن العبرة للقدم فی مکان الصلوٰۃ......الخ" البحرالرائق: کتاب الصلوٰۃ، باب مایفسد الصلوٰۃ وما یکره فیها، ص ۲۸، ج۲، رشیدیہ۔ وکذا فی الهندیة: کتاب الصلوٰۃ، الباب السابع، الفصل الثانی فیما یکره فی الصلوٰۃ، ص ۱۰۸، ج۱، رشیدیہ کوئٹہ۔

نمازی کے آگے سے کوئی چیز اٹھانے کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل میں کہ ایک شخص نمازی کے آگے سے گزر جاتا ہے یا نمازی کے آگے جوتا یا کپڑا پڑا ہوا ہے دوسرا آدمی ہاتھ لمبا کر کے اٹھا لیتا ہے۔ خود آگے نہیں جاتا کیا یہ گنہگار رہوگا۔

﴿ج﴾

ہاتھ لمبا کرنے والے کا گناہ نہیں ہے۔ کسی چیز کا اٹھانا جائز ہے۔ صرف گزرنا جائز نہیں ہے [1]۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

محمود عفا اللہ عنہ

۶ ذوالحج ۱۳۷۵ھ

---

۱) "قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لويعلم المارّبين يدى المصلى ماذا عليه لكان أن يقف أربعين خيرًاله من أن يمر بين يديه۔" (الصحيح البخارى: كتاب الصلوٰة، باب اثم المآربين يدى المصلى، ص ۷۳، ج۱، قديمى۔ وكذا فى سنن الترمذى: ابواب الصلوٰة، باب فى كراهية المروربين يدى المصلى، ص ۷۹، ج۱، ايچ، ايم سعيد۔ وكذا فى ردالمحتار: كتاب الصلوٰة، باب مايفسد الصلوٰة وما يكره فيها، ص ۶۳۵، ج۱، طبع سعيد۔ وكذا فى البحر الرائق: كتاب الصلاة، باب مايفسد الصلوٰة، ومايكره فيها، ص ۲۶، ج۲، رشيديه۔

باب فی اللاحق والمسبوق

مسبوق نے سہواً امام کے ساتھ سلام پھیر دیا تو کیا حکم ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسائل میں کہ:

(۱) ایک مسبوق ہے جسکی ایک یا دو رکعت امام سے رہ گئی ہیں اور امام پر سجدۂ سہو واجب ہو گیا ہے اس کے شریک ہونے سے قبل یا بعد میں۔ اب اگر مسبوق امام کے ساتھ سلام سہواً پھیر لے تو آیا نماز فاسد ہو جاتی ہے یا نہ اور اگر عمداً پھیر لے تو پھر کیا حکم ہے۔

(۲) قرآن شریف میں جب اٰتُوا الزَّکٰوۃَ آیا ہے اور ایک جگہ پر اٰتُوا الزَّکٰوۃَ آیا ہے۔ اس میں کیا فرق ہے تحریر فرمائیں۔

﴿ج﴾

(۱) مسبوق اگر سہواً امام کے ساتھ سلام پھیر دے اگر قبل امام یا مع الامام سلام پھیرا ہو تو نماز بلا سجدۂ سہو جائز اور درست ہے۔ مگر معیت حقیقۃً دشوار ہے اور شاذ و نادر ہے۔ اس لیے عموماً وجوب سجدہ سہو کا حکم کیا جاتا ہے اور اگر بعد امام سلام پھیرا تو بلا سجدۂ سہو اعادہ لازم ہے اور اگر قصداً سلام پھیرا تو ہر صورت میں نماز فاسد ہو گئی۔ **و لو سلم ساهیا بعد امام لزمه السهو والافلا [۱] قوله لزمه السهو لانه منفرد و فی هذه الحالة قوله الافلا ای وان سلم معه او قبله لا یلزمه لانه مقتدفی ها تین الحالتین و فی شرح المنیة عن المحیط ان سلم فی الاولی مقارنا لسلامه فلا سهو علیه لانه مقتدبه و بعده یلزمه لانه منفرد اھ ثم قال فعلی هذا یراد بالمعیة حقیقتها وهو نادرا لوقوع قلت یشیر الی ان الغالب لزوم السجود لان الاغلب عدم المعیة و هذا مما یغفل عنه الناس فلیتنبه [۲] و فی الفتح [۳] ومن تکلم فی صلاته عامدا او ساهیا بطلت صلٰوۃ الی قوله۔ بخلاف السلام ساهیالانه من الاذکار فیعتبر ذکرا فی حالة النسیان و کلاما فی حالة التعمد لما فیه من کاف الخطاب و فی العنایة [۴] شرح الهدایة علی هامش فتح**

۱، ۲) الدرالمختار مع ردالمحتار: کتاب الصلوٰۃ، باب الامامة، قبیل باب الاستخلاف، ص ۵۹۹، ج۱، سعید)

۳، ۴) فتح القدیر مع العنایة: کتاب الصلوٰۃ، باب مایفسد الصلوٰۃ ومایکره فیها، ص ۳۴۴، /۳۴۵، ج۱، رشیدیه کوئٹه۔ "ثم المسبوق انما یتابع الامام فی السهو لافی السلام فیسجدمعه و یتشهد، فإذا سلّم الامام قام الی القضاء فان سلّم فان کان عامدًا فسدت والافلا ولا سجود علیه ان سلم قبل الامام أومعه وان سلّم بعده لزمه لکونه منفردًا حینئذ:" (البحرالرائق: کتاب الصلوٰۃ، باب سجود السهو، ص ۱۷۶، ج۲، رشیدیه کوئٹه) (وکذا فی تبیین الحقائق: کتاب الصلوٰۃ، باب سجودالسهو، ص ۴۷۸، ج۱، دارالکتب علمیه، بیروت)۔

القدیر قوله من الاذکار اذ المتشهد یسلم علی النبی صلی الله علیه وسلم و هو اسم من اسماء الله تعالی و انما اخذ حکم الکلام بکاف الخطاب و انما یتحقق معنی الخطاب لما فیه عند القصد فاذا کانت ناسیا الحقناه بالاذکار و اذا کان عامدا الحقناه بالکلام عملاً بالشبهین بخلاف الکلام فانه ینا فی الصلوة علی کل حال فکان مبطلا لها ا ه

(۲) وَ اٰتُوا الزَّکٰوۃَ– وَاٰتَوُا الزَّکٰوۃَ میں فرق اس بنا پر ہے کہ پہلی شکل میں 'اتوا– باب افعال سے صیغہ امر ہے– پس اجتماع ساکنین علی غیر حدہ (واو مدہ اور زاء الزکوٰۃ) کی بنا پر اول ساکن (واو مدہ) حذف ہوگئی اور اٰتُوۡا الزُکوۃ سے اٰتُوۡ الزَّکوٰۃ بن گیا اور دوسری صورت میں اٰتَوُا– باب افعال (ایتاء) سے صیغہ ماضی ہے جو اصل میں اٰتَیُوۡا تھا– پھر یا کو بقاعدہ باع الف سے بدل کر التقاء ساکنین کی وجہ سے الف مدہ کو گرا دیا پس اٰتَوۡا رہ گیا– پھر اٰتَوۡا الزَّکوٰۃ میں واولین اور زاء میں التقاء ساکنین علی غیر حدہ ہوگیا بناءعلیہ صرفی وتجویدی عربی وادائی قواعد کی رو سے ساکن اول (واولین) پر حرکت ضمہ آ گئی– جس سے اٰتَوُ الزَّکٰوۃَ ہوگیا–

اول کی مثال– وَ اَقِیۡمُوا الصَّلٰوۃَ، جَابُوا الصَّخۡرَ، قُوۡلُوا اشۡهَدُ وغیرہ کی طرح–

اور ثانی کی مثال لَوَلَّوُا الۡاَدۡبَارَ، اِشۡتَرَوُا الضَّلٰلَةَ، رَأَوُا الۡعَذَابَ کی طرح ہے–تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو کتاب نوادر الاصول شرح الفصول ص ۲۰۴ وص ۲۰۷ مطبوعہ مطبع مجتبائی– وفوائد مکیہ وتسہیل القواعد ص ۵۸ ونہایۃ القول المفید ص ۲۰۳ وکتاب النشر الکبیر ج ۲ ص ۱۴۳– فقط واللہ تعالیٰ اعلم

لاحق اپنی رہ جانے والی رکعت کب ادا کرے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسائل کہ:

(۱) ایک شخص امام کے ساتھ ابتداء نماز میں شریک ہوا ہے لیکن بعد میں نیند یا کسی خیال کی وجہ سے امام صاحب کے اتباع سے ایک رکن پیچھے رہ گیا تو کیا اس صورت میں اس مقتدی کی نماز فاسد ہو جاتی ہے یا نہ۔ اگر فاسد نہیں ہوتی تو یہ شخص اس رکن کا اعادہ کرے گا یا نہ اور اگر کرے گا تو امام کے سلام سے قبل کرے گا یا بعد میں۔

(۲) ایک شخص چار رکعت والی نماز میں امام صاحب کے ہمراہ آخری رکعت میں شامل ہوگیا لیکن پھر اس نے دوسری رکعت میں قعدہ نہیں کیا اور تیسری رکعت میں قعدہ کرلیا تو کیا اس صورت میں سجدہ سہو لازم آئے گا یا نہ۔

﴿ج﴾

(۱) یہ شخص پہلے اپنی گئی ہوئی رکعت کو بغیر قرأت کے پڑھے اور پھر جہاں امام کو پائے اس کے ساتھ ہو جائے[۱] اس فعل سے اس کی نماز فاسد نہیں ہوتی۔

(۲) شخص مذکور پر سجدہ سہو واجب ہے[۲]۔ فقط واللہ اعلم۔

بندہ محمد اسحاق غفراللہ لہ

۳ جمادی الاخری ۱۴۰۰ھ

کسی خیال میں لگ کر کسی حصۂ نماز میں امام سے رہ جانے والے کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک آدمی نے امام کے ساتھ تکبیر اولیٰ کہی اور سبحان وغیرہ بھی پڑھی اور وہ کھڑا رہا۔ اب اس کو یہ پتہ نہیں چلا کہ امام نے رکوع کی تکبیر کب کہی۔ جب امام اللہ اکبر کہتا ہوا سجدہ میں گیا تب اس کو پتہ لگا۔ اب یہ رکوع کر کے امام کے ساتھ دوسرے سجدے میں جا ملا ایک سجدہ بھی کیا اور دوسرے سجدہ میں جا ملا اس کی نماز ہوئی یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

---

۱) واللاحق من فاتته الركعات كلها او بعضها لكن بعد اقتداء ه بعذر كغفلة وزحمة وسبق حدث ...... وحكمه كمؤتم فلا يأتي بقرائة ولا سهو...... ويبدأ بقضاء ما فاته عكس المسبوق ثم يتابع امامه......ولو عكس صح وأثم۔ الدر المختار كتاب الصلوة ۲/۱٦،۱٤، ٤١٤ رشيديه كوئٹه.

ومثله في الهندية كتاب الصلوة الباب الحادي عشر في قضاء الفوائت ١/١٢١ رشيديه كوئٹه.

۲) والمسبوق يسجد مع امامه مطلقا قال ابن عابدين تحت قوله ولو سهى فيه اى فيما يقضى بعد فراغ الامام يسجد ثانيا لانه منفرد فيه والمنفرد يسجد لسهوه (الدر المختار مع رد المحتار كتاب الصلوة باب سجود السهو فصل في سهو الامام يوجب عليه ، السهو، ص ٦٥٩، ج٢، طبع رشيديه، جديد۔ ومثله في الهندية كتاب الصلوٰة، الباب الثاني عشر في سجود السهو فصل في سهوالامام يوجب عليه، ١/١٢٨ رشيديه كوئٹه.

ومثله في حلبي كبير كتاب الصلوة فصل في سجود السهو ص: ٤٦٦ سعيدى كتب خانه كوئٹه.

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں بر تقدیر صحت واقعہ شخص مذکور کی نماز ادا ہوگئی ہے [۱]۔ فقط واللہ اعلم۔

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ

۵ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۰ھ

نماز کے اعادہ کے وقت نئے نمازیوں کی شمولیت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسائل کہ:

(۱) مسبوق قعدہ اخری میں تشہد کے ساتھ درود شریف اور دعا بھی پڑھے یا نہ اور اگر وہ غلطی سے درود پڑھے تو کیا اس پر سجدہ سہو واجب ہوگا۔

(۲) جماعت سے نماز پڑھی مگر واجب کا سہو ہوگیا۔ اتفاق سے امام سجدہ سہو کرنا بھول گیا۔ اب سوال یہ ہے کہ نماز کا اعادہ کرتے وقت صرف پہلے نمازی ہی جماعت میں شمولیت کر سکتے ہیں یا نئے آنے والے نمازی بھی۔ اگر نئے آنے والے شریک نہیں ہو سکتے تو ان کے روکنے کا انتظام ہو جب کہ نماز بھی باہر میدان یا صحن میں پڑھی جا رہی ہو۔ بینوا توجروا۔

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم (۱) مسبوق تشہد کے بعد قعدہ اخیرہ میں درود وغیرہ نہ پڑھے۔ اسی قول پر فتویٰ ہے [۲]۔ اور بعض کا قول یہ ہے کہ درود وغیرہ بھی پڑھے اور مفتی بہ یہ ہے کہ آہستہ آہستہ تشہد پڑھے تا کہ امام کے سلام کے

---

۱) وحكمه (اللاحق) انه يبدا بقضاء ما فاته بالعذر ثم يتابع الامام ان لم يفرغ (الدر المختار كتاب الصلوة مطلب فيما لو اتى بالركوع اوالسجود) ۴۱۶/۲ رشيديه كوئٹه.
ومثله فى الهندية كتاب الصلوة الباب الحادى عشر فى قضاء الفوائت ۱۲۱/۱ رشيديه.

۲) المسبوق ببعض الركعات يتابع الامام فى التشهد الاخير وإذا اتم التشهد لا يشتغل بما بعده فى الدعوات ثم ما ذا يفعل تكلموا فيه وعن ابن شجاع انه يكرر التشهد اى قوله اشهد ان لا اله الا الله وهو المختار كذا فى الغيائية والصحيح ان المسبوق يترسل فى التشهدحتى يفرغ عند سلام الامام كذا فى الوجيز وقاضى خان وهكذا فى الخلاصة وفتح القدير الهندية كتاب الصلوة الفصل السابع فى المسبوق وللاحق ۹۱/۱ رشيديه كوئٹه.
ومثله فى قاضى خان كتاب الصلوة فصل فى المسبوق ۱۰۳/۱ رشيديه كوئٹه.

وقت تک یہ تشہد ہی سے فارغ ہو۔لہٰذا بالفرض اگر اس نے تشہد کے بعد درود وغیرہ پڑھ لیا لیکن امام کے ساتھ سلام نہیں پھیرا تو اس پر سجدہ سہو واجب نہیں ہوگا۔کیونکہ یہ امام کے تابع ہے۔ کما قال فی الدر المختار واما المسبوق فیترسل لیفرغ عندسلام امامه وقیل یتم وقیل یکرر کلمة الشهادة اه. والتفصیل فی الشامیة (۱).

(۲) واجب کے ترک ہو جانے کی حالت میں وقت کے اندر اعادہ کرتے وقت نئے نمازی بھی جماعت میں شریک ہو سکتے ہیں۔کیونکہ دوسری نماز بھی فرض واقع ہوتی ہے۔اور فرض نماز کے طریقے سے ہی ادا کی جاتی ہے۔لہٰذا نئے آنے والے لوگ بھی جماعت میں شریک ہو سکتے ہیں اور ان کی نماز فرض اس امام کے پیچھے ادا ہو جاتی ہے۔کما قال فی الشامیة (تنبیه) یوخذ من لفظ الاعادة ومن تعریفها بمامرانه ینوی بالثانیة الفرض لان مافعل اولاً هو الفرض فاعادته فعله ثانیا اما علی القول بان الفرض یسقط بالثانیة فظاهر واما علی القول الآخر فلان المقصود من تکریرها ثانیاً جبر نقصان الاولی فالاولی فرض ناقص والثانیة فرض کامل مثل الاولی ذاتا مع زیادة وصف الکمال ولوکانت الثانیة نفلا لزم ان تجب القراء ة فی رکعاتها الاربع وان لاتشرع الجماعة فیها ولم یذکروه الخ (۲)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ عبداللطیف غفرلہٗ

۲۹ جمادی الاخریٰ ۱۳۸۹ھ

مسبوق صف مکمل ہونے پر تنہا کھڑا ہو یا کسی کو ساتھ ملائے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسائل کہ:

(۱) امام کے پیچھے صف پوری ہو ایک آدمی کی بھی گنجائش نہ ہو اور پیچھے آنے والے شخص نے صف کے پیچھے اکیلے اقتداء کی تو اس آدمی کی نماز جائز ہے یا ناجائز والدہ ابن معبد کی روایت سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ

---

۱) الدر المختار کتاب الصلوة مطلب مهم فی عقد الاصابع عند التشهد ۲/۲۷۰ رشیدیه کوئٹه جدید.
ومثله فی البحر الرائق کتاب الصلوة باب صفة الصلوة ۱/۵۷۵ رشیدیه کوئٹه .

۲) رد المحتار کتاب الصلوة مطلب فی تعریف اعادة ۲/۶۳۱ رشیدیه کوئٹه جدید.
ومثله فی البحرالرائق کتاب الصلوة باب قضاء الفوائت ۲/۱۳۹ رشیدیه کوئٹه.

نماز جائز نہیں۔ ترمذی نے اس حدیث کو نقل کر کے حدیث حسن قرار دیا ہے اور ترمذی میں اس لفظ حدیث حسن کے اوپر حاشیہ میں لکھا ہے۔ قال ابن الھمام ورواه ابن حبان فی صحیحه وقال ابن حجر وصححه ابن حبان والحاکم ویوافقه الخبر الصحیح ایضا : "لاصلوة للذی خلف الصف ومنها اخذ احمد وغیره بطلان صلوة المنفرد عن الصف مع امکان الدخول فیه وحمل ائمتنا الاول علی الندب والثانی علی الکمال لیوافقا حدیث البخاری عن ابی بکرة انه دخل والنبی صلی الله علیه وسلم راکع فرکع قبل ان یصل الی الصف فذکر للنبی صلی الله علیه وسلم فقال زادک الله حرصا ولاتعد" وفی روایة لا بی داؤد وصححها ابن حبان فرکع دون الصف ثم مشی ظاهره عدم لزوم الاعادة لعدم امره بها وایضا فهو علیه السلام ترکه حتی فرغ ولو کانت باطلة لم اقره علی المضی فیها مع ان هذا الحدیث وان صححه وحسنه من ذکر اعله ابن عبد البر بانه مضطرب وضعفه البیهقی کذا فی المرقات. مطبوعه رشیدیه کوئیٹه ص ۱۸۱\ج ۳۔

اس کے حاشیہ میں ۵ کے نشان کے ذیل میں لکھا ہے۔ ان یعید الصلوة ای استحبابا لارتکابه الکراهة قال الطیبی انما امر باعادة الصلوة تشدیدا وتغلیظا قال القاضی ذهب الجمهور الی ان الانفراد خلف الصف مکروه لامبطل کذا قاله علی. ۱۲

اور طحاوی جلد اول ص ۱۷۱ میں لکھتے ہیں۔ فلما کان دخول ابی بکرة فی الصلوة دخولا صحیحا کانت صلوة المصلی کلها دون الصف صلوة صحیحة۔ الخ۔ اور طحاوی جلد اول ص ۲۷۲ میں ہے۔ دل ذلک علی ان من صلی دون الصف ان صلوته مجزئة عنه. الخ اور طحاوی جلد اول ص ۲۷۲ میں ہے۔ ومن اجازه صلوٰة من صلی خلف الصف هوقول ابی حنیفة وابی یوسف و محمد اور شامی کی عبارت کا بھی ہم نے مطالعہ کیا ہے اور بحر کی عبارت بھی ہم نے دیکھی ہے۔ اب جواز اور عدم جواز میں تنازعہ ہے نہ کراہت اور عدم کراہت کہ ایک آدمی آیا صف پوری ہو چکی ہے گنجائش نہیں اور اس نے کسی شخص کو کہا بھی نہیں اور اکیلا ہی اقتداء کی تو کیا نماز ہوگی یا نہیں۔

(۲) اگر موذن اذان دیتے وقت اللہ اکبر اللہ اکبر مرکب نہ کہے اور الگ کہے تو صحیح ہے یا غلط سنت کے موافق ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمن الرحیم (۱) اگر پہلی صف میں گنجائش بالکل نہ تھی تو پیچھے کھڑا ہونا بلا کراہت جائز ہے[۱]۔ اصل مسئلہ تو یہ ہے کہ اگلی صف سے کسی آدمی کو کھینچ لے اور اگر نہ بھی کھینچے تو نماز ہو جاتی ہے بلکہ آج کل مسائل دینیہ سے ناواقفیت کے سبب علماء وفقہاء نے اکیلے کھڑا ہونے ہی کو اولیٰ کہا ہے۔ کما قال فی الشامی[۲]

وان لم یجئی حتی رکع الامام یختار اعلم الناس بهذه المسئلة فیجذبه ویقفان خلفه ولو لم یجد عالما یقف خلف الصف بحذاء الامام لضرورة ولو وقف منفرداً بغیر عذر تصح صلوته عندنا خلافا لاحمد اه. وفی البحر وفی القنیة والقیام وحده اولی فی زماننا لغلبة الجهل علی العوام[۳].

(۲) دونوں تکبیر اکٹھے کہنا اذان میں سنت ہیں الگ الگ کہنا خلاف سنت ہے۔ اس سے احتراز کرنا چاہیے[۴]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ عبداللطیف غفرلہ، ۱۶ ربیع الثانی ۱۳۸۶ھ

امام کے سجدۂ سہو کے وقت مسبوق کے لیے کیا حکم ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مسبوق کو امام کی اقتداء میں سجدہ سہو کے سلام پھیرنے کے موقع میں سلام پھیرنا چاہیے یا نہیں اور اگر سلام پھیر دیا تو کیا اس کی نماز جائز ہو جائے گی!

---

۱) ان وجد فی الصف فرجة سدها والاانتظر حتی یجی آخر فیقفان خلفه ...... ولو لم یجد عالما یقف خلف الصف بحذاء الامام للضرورة ولو وقف منفردا بغیر عذر تصح صلاته عندنا خلافا لاحمد......
(رد المحتار کتاب الصلوة ۳۷۲/۲ رشیدیه کوئٹه جدید .

۲) ردالمحتار کتاب الصلوة قبل مطلب فی الکلام علی الصف الاول ...... ۳۷۲/۲ رشیدیه کوئٹه جدید.

۳) ومثله فی البحر الرائق کتاب الصلوة باب الامامة ۶۱۷/۱ رشیدیه . ومثله فی حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح کتاب الصلوة فصل فی بیان الاحق بالامامة ص:۳۰۷ دار الکتب العلمیة بیروت.

٤) ویترسل فیه ویحدر فیها ای یتمهل فی الاذان ویسرع فی الاقامة وحده ان یفصل بین کلمتی الاذان بسکتة بخلاف الاقامة للتوارث ولحدیث الترمذی انه صلی الله علیه وسلم قال لبلال اذا اذنت فترسل فی اذانك وإذا اقمت فاحدر فکان سنة فیکره ترکه البحر الرائق کتاب الصلوة باب الاذان ص:٤٤٧ رشیدیه کوئٹه. هذه السکتة بعد کل تکبیرتین لا بینهما کما افاده من الامداد اخذا من الحدیث رد المحتار کتاب الصلوة مطلب فی الکلام علی الحدیث الاذان جزم ٦٦/٢ رشیدیه کوئٹه جدید. ومثله فی الهندیه کتاب الصلوة الباب الثانی فی الاذان الفصل الثانی فی کلمات الاذان والاقامة وکیفیتهما ٥٦/١ رشیدیه کوئٹه.

﴿ج﴾

عالمگیری میں ہے۔ومنها انه يتابع الامام فی السهو ولايتابعه فی التسليم والتكبير والتلبية فان تابعه فی التسليم والتلبية فسدت[1] وفی فتاوی قاضی خان بهامش عالمگيريه المسبوق اذا سلم مع الامام علی ظن ان عليه ان يسلم مع الامام فهو سلام عمدا يمنع البناء الخ[2]. وكذا فی عالمگيريه عن ظهيريه ۔ان عبارات سے یہ واضح ہے کہ مسبوق امام کے سجدہ سہوہ کے سلام پھیرنے کے موقع میں سلام نہ پھیرے اگر اس گمان میں سلام پھیر دیا کہ امام کے سلام پھیرنے کے ساتھ میرے اوپر بھی سلام پھیرنا لازم ہے تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی ۔لیکن اگر اسے معلوم ہے کہ سلام نہیں پھیرنا اور بھول کر سلام پھیر دیا تو اس کی نماز فاسد نہیں ہوگی ۔فقط واللہ اعلم ۔

مسبوق کے لیے امام کی اتباع

﴿س﴾

مسبوق کو دوسری رکعت کے قعدہ میں امام کی اتباع لازم ہے یا پوری التحیات پڑھنے کے لیے بیٹھا رہے۔ اور امام کی اتباع چھوڑ دے واضح بیان فرمائیں ۔اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے ۔

﴿ج﴾

(قوله فانه لايتابعه الخ) ای ولو خاف ان تفوته الركعة الثالثة مع الامام كما صرح به فی الظهيرية. وشمل باطلاقه مالو اقتدی به فی اثناء التشهد الاول او الاخير فحين قعد قام امامه اوسلم ومقتضاه انه يتم التشهد ثم يقوم[3]. وفی عالمگيريه

---

۱) الهنديه كتاب الصلوة الباب الخامس الفصل السابع فی المسبوق واللاحق ۹۲/۱ رشيديه كوئٹه.

۲) فتاوی قاضی خان علی هامش الهندية كتاب الصلوة فصل فی المسبوق ۱۰۳/۱ رشيديه.

ولو سلم ساهيا بعد امامه لزمه السهو وإلا لا قال ابن عابدين تحت قوله ولو سلم ساهيا قيد به لانه لو سلم مع الامام علی ظن ان عليه السلام معه فهو سلام عمد فتفسد كما فی البحر عن الظهيريه (الدر المختار مع رد المحتار كتاب الصلوة مطلب فيما لواتی بالركوع او السجود الخ ۴۲۲/۲ رشيديه كوئٹه جديد.

۳) الدر المختار كتاب الصلوة مطلب فی الحالة الركوع للجائی ۲۴۴/۲ رشيديه كوئٹه جديد.

ومثله فی البحر الرائق كتاب الصلوة باب صفة الصلوة ۵۵۲/۱ رشيديه كوئٹه.

اذا ادرک الامام فی التشهد وقام الامام قبل ان یتم المقتدی اوسلم الامام فی اخر الصلاة قبل ان یتم المقتدی التشهد فالمختار ان یتم التشهد کذا فی الغیاثیة وان لم یتم اجزأه الخ [۱]۔ مذکورہ بالا عبارات دال ہیں اس بات پر کہ اس صورت میں امام کی اتباع لازم نہیں ہے۔ مسبوق تشہد ختم کر کے اٹھے۔ بدون ختم کرنے تشہد کے نہ اٹھے۔ یہی مختار ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

بندہ احمد عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح عبد اللہ عفا اللہ عنہ

مسبوق کے التحیات میں شامل ہونے پر امام کھڑا ہو گیا تو مسبوق التحیات پڑھ کر اٹھے یا بغیر پڑھے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک آدمی جماعت کے ساتھ پہلی التحیات میں شامل ہوتا ہے۔ جب وہ بیٹھتا ہے تو امام تیسری رکعت کے لیے کھڑا ہو جاتا ہے۔ اس آدمی کو اب التحیات پڑھنی چاہیے یا نہیں یا کہ امام کے ساتھ کھڑا ہو جانا چاہیے۔ اگر پڑھنی چاہیے تو جو نہ پڑھے اس کی نماز ہوتی ہے یا نہیں اور اگر نہیں پڑھنی چاہیے تو پڑھنے والے کے متعلق کیا حکم ہے۔

﴿ج﴾

صورۃ مسئولہ میں جب کہ وہ شخص امام کے ساتھ قعدہ میں شریک ہو گیا تھا۔ تو اس پر لازم ہے کہ التحیات پڑھ کر پھر کھڑا ہو۔ بغیر تشہد پڑھے امام کے ساتھ شامل نہ ہو۔ ہاں اگر کھڑا ہو گیا تو نماز جائز مع الکراہۃ ہے [۲]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

۱) الهندية كتاب الصلوة الفصل السادس فيما يتابع الامام وفيما لا يتابعه ۹۰/۱ رشيديه كوئٹه.
ومثله فى فتاوى قاضى خان على هامش الهنديه كتاب الصلوة فصل فيمن يصح الاقتداء به وفيمن لا يصح ۹٦/۱ رشيديه كوئٹه.

۲) بخلاف سلامه قبل تمام المؤتم التشهد فانه لا يتابعه بل يتمه لوجوبه قال ابن عابدين تحت قوله فانه لا يتابعه اى وشمل باطلاقه ما لو اقتدى به فى اثنا التشهد الاول اوالاخير فحين قعد قام امامه او سلم ومقتضاه انه يتم التشهد ثم يقوم...... عن ابى الليث المختار عندى ان يتم التشهد وان لم يفعل اجزاه (الدر المختار مع رد المحتار كتاب الصلوة مطلب فى اطالة الركوع للجائى ۲٤٤/۲ رشيديه كوئٹه جديد.
ومثله فى الهنديه كتاب الصلوة الفصل السادس فيما يتابع الامام وفيما لا يتابعه ۹۰/۱ رشيديه.
ومثله فى قاضى خان كتاب الصلوة فصل فيمن يصح الاقتداء به وفيمن لا يصح ۹٦/۱ رشيديه كوئٹه.

دوبارہ لاحق نماز کہاں سے شروع کرے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے مسئلہ کیا ہے کہ لاحق کا نماز کے اندر وضوٹوٹ جائے تو وضوکر کے وہاں سے شروع کرے جس مقام پر وضوٹوٹا تھا بکر کہتا تھا کہ نماز کو نئے سرے سے شروع کیا جائے تو نماز ہوتی ہے ورنہ نہیں ہوتی ہے صرف زید نے یہی مسئلہ کیا ہے بکر کہتا ہے کہ شرطیں ہیں اگر وہ پوری نہ کی جائیں تو نماز نہیں ہوتی لاحق کو دیکھ کر سب لوگ یہی عمل کرتے ہیں جماعت چھوڑ کر وضوکرنے جاتے ہیں دوبارہ پھر اس جگہ سے آ کر نماز کو شروع کرتے ہیں اور امام کے ساتھ ہی سلام پھیرتے ہیں۔

﴿ج﴾

بناء کے جائز ہونے کے لیے تیرہ شرطیں ہیں [1] اگر ان میں سے ایک شرط بھی نہ پائی جائے تو بنا جائز نہیں البتہ بنا جائز ہوتے ہوئے بھی استیناف (نئے سرے سے نماز پڑھنا) افضل ہے [2] بناء کے مسائل سے لوگ واقف نہیں ہوتے اور استیناف اولی بھی ہے اس لیے وضوکر کے ازسرنو نماز پڑھے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

محمد انور شاہ

۱۱محرم ۱۳۹۷ھ

مسبوق امام کے سہو کے سلام اور سجدہ میں اتباع امام کرے یا صرف سجدہ میں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک مقتدی کی شرکت ایسی

---

۱) هذه الشرائط مذكورة بالبسط فى البحر الرائق كتاب الصلوة باب الحدث فى الصلوة ۶۴۲/۱،۶۴۶ رشيديه كوئٹه.
ومثله فى الهنديه كتاب الصلوة الباب السادس فى الحدث فى الصلوة ۹۳/۱،۹۵ رشيديه .
ومثله فى الدر المختار كتاب الصلوة باب الاستخلاف ۴۲۲/۲ رشيديه كوئٹه.

۲) والاستئناف افضل كذا فى المتون (الهندية كتاب الصلوة الباب السادس فى الحدث فى الصلوة ۹۳/۱ رشيديه كوئٹه. ومثله فى الخلاصة الفتاوى كتاب الصلوة الفصل الرابع عشر فى الحدث فى الصلوة ۱۳۷/۱ رشيديه كوئٹه.

حالت میں ہوئی جبکہ امام ایک یا دو رکعت پڑھ چکا نماز میں امام کے ذمہ سجدہ سہو واجب ہو گیا- امام نے ایک طرف سلام پھیر کر سجدہ سہو ادا کیا اور اس مقتدی مسبوق نے سجدہ سہو کے سلام میں اقتداء نہیں کی مگر جبکہ امام کو سجدہ سہو میں پایا تو مسبوق بھی سجدہ سہو کے اندر داخل ہو گیا آیا اس مقتدی مسبوق کی نماز صحیح ہو گئی یا دوبارہ پڑھنے کی ضرورت ہے ایک مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ اس کو دوبارہ نماز پڑھنی چاہیے- بینوا توجروا- جناب سے جلدی جواب دینے کی تاکید اً عرض ہے- مفصل تحریر فرمائیں تا کہ اچھی طرح سمجھ میں آ جائے-

﴿ج﴾

مسبوق کو امام کے ساتھ سجدہ سہو میں شامل ہونا چاہیے اور سلام میں امامؐ کی اتباع نہ کرے- یعنی امام کے ساتھ سجدہ سہو کا سلام نہ پھیرے اور سجدہ سہو میں شریک ہو جائے بعد فراغ امام کے کھڑا ہو کر اپنی بقیہ نماز پوری کر لے- اگر آپ کی مسئولہ صورت یہی ہے جو بظاہر عبارت سے معلوم ہوتی ہے تو یہ طرز مفسد کیسے ہو سکتا ہے اسی کا تو مسبوق کو حکم کیا جائے گا اور اگر کوئی اور صورت مراد ہو تو اس کی پھر تشریح کر کے تحریر کریں- جواب دیا جاوے گا-

(والمسبوق يسجد مع امامه) قيد بالسجود لانه لايتابعه فی السلام بل يسجد معه و تشهد فاذا سلم الامام قام الى القضاء [1]

محمود عفا اللہ عنہ

---

۱) الشاميه كتاب الصلاة باب سجود السهو ۶۵۹/۲ طبع مكتبه رشيديه جديد كوئٹه.
كما فی البحر الرائق ثم المسبوق انما يتابع الامام فی السهو لا فی السلام فيسجد معه ويتشهد كتاب الصلوة باب سجود السهو ۱۷۶/۲ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه.
وكذا فی الهنديه كتاب الصلوة باب ثانی عشر فی سجود السهو ۱۲۸/۱ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه.

باب فی الذکر بعد الصلوٰۃ

نمازی کے پاس بآواز بلند قرآن پاک یا درود شریف پڑھنے کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسائل کہ:

(۱) جب نمازی نماز پڑھ رہا ہو اور دوسرے نمازی جو کہ باجماعت نماز پڑھنے کے بعد فارغ ہوں کیا وہ نمازی بلند آواز سے کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر یا رسول اللہ یا حبیب اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہہ سکتے ہیں اور یہ کہنا کیسا ہے۔ **الصلوۃ والسلام علیک یارسول اللہ** کیونکہ بعض لوگ جماعت کے بعد آکر اپنی نماز پڑھتے ہیں اور ادھر دوسرے نمازی الصلوٰۃ والسلام کہنا شروع کر دیتے ہیں۔

(۲) نمازی کے پاس بیٹھ کر قرآن پاک بلند آواز سے پڑھنا کیسا ہے۔ اس کو فقہ وحدیث ودلائل ائمہ اربعہ سے بحوالہ قرآن وسنت کی روشنی میں واضح کریں۔

﴿ج﴾

(۱) صلاۃ وسلام کہنا فی نفسہ عبادت اور کار ثواب ہے[1]۔ سرًا بھی کہہ سکتے ہیں اور جہراً بھی۔ لیکن جب دوسرے لوگ نماز میں مشغول ہوں تو جہراً کہنا جائز نہیں ہے کیونکہ اس سے لوگوں کی نمازوں میں خلل آنے کا اور سہو ہو جانے کا اندیشہ ہے[2]۔ باقی **الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ** سے افضل اور بہتر یہی ہے کہ اُن الفاظ کے ذریعہ سے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام بھیجا جائے جو احادیث میں منقول ہیں

---

۱) کما قال اللہ تعالی ان اللہ و ملئکته یصلون علی النبی یآیها الذین امنوا صلوا علیه و سلموا تسلیما سورۃ الاحزاب آیة: ٥٦.

۲) کما فی رد المحتار ...... وهناك أحاديث اقتضت طلب الاسرار والجمع بينهما بأن ذلك يختلف باختلاف الاشخاص ...... ولا يعارض ذلك حديث خير الذكر الخفى لانه حيث خيف الرياء وتأذى المصلين كتاب الصلوة باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها مطلب فى رفع الصوت بالذكر ١/ ٦٦٠ سعيد كراچی.

وكذا فی مجموعة الرسائل اللكهنوى سباحة الفكر فى الجهر بالذكر الباب الاول ٣/ ٤٦٩ إدارة القرآن كراچی.

وكذا فی مجموعة الفتاوى خيريه على هامش تنقيح الحامديه كتاب الكراهية الاستحسان ٢/ ٢٨١ مكتبه حقانيه پشاور.

یا سلف صالحین سے ماثور ہیں اور مذکورہ الفاظ سے اگر صلوٰۃ وسلام کہا جائے تو اگر عقیدہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کو بلاواسطہ سنتے ہیں پھر تو شرک اور ناجائز ہے[۱] اور اگر یہ عقیدہ نہ ہو پھر اگر چہ جائز ہے۔ لیکن افضل وہی الفاظ ہیں جو روایات میں منقول ہیں۔

(۲) نمازی کے پاس بیٹھ کر قرآن پاک بلند آواز سے نہیں پڑھنا چاہیے تا کہ اس کی نماز میں خلل نہ آ جائے۔ فتاویٰ دارالعلوم[۲] ص ۱۹۳ ج ا پر ہے مسجد میں اگر نمازی نماز پڑھتے ہیں تو کسی کو بلند آواز سے پڑھنا یا قرآن شریف بلند آواز سے پڑھنا نہیں چاہیے۔ جس سے نماز میں اور قرات وغیرہ میں سہو ہو۔ فتاویٰ عالمگیریہ میں ہے۔

رجل یکتب الفقه وبجنبه رجل یقرأ القران ولایمکنه استماع القران کان الاثم علی القاری ولاشئ علی الکاتب وعلی هذا لوقرأ علی السطح فی اللیل جهراً یا ثم کذا فی الغرائب[۳]. فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ عبداللطیف

بعد از فرائض ذکر کی شرعی حیثیت

﴿س﴾

بخدمت جناب حضرت مفتی صاحب زید مجدکم

سلام مسنون کے بعد عرض یہ ہے کہ ہمارے ہاں مولوی محمد قاسم نے بہت بدعات پھیلا رکھی ہیں۔ اس نے اپنی شریعت نکال رکھی ہے۔ باتیں تو بہت ہیں مگر فوری دریافت طلب بات یہ ہے کہ ان کی جماعت نماز ظہر، مغرب، عشاء کے فرض کے بعد اذکار بہت وقت تک کرتی ہے اور اتنی بلند آواز سے کرتی ہے کہ کوئی بھی نمازی سکون قلب سے نماز ادا نہیں کر سکتا ہے۔ حالانکہ یہ ممنوع ہے جیسا کہ قرآن سے ثابت ہے دوسری بات یہ ہے کہ یہ لوگ

---

۱) عن ابی هریرة رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من صلی علی عند قبری سمعته ومن صلی علی نائیا ابلغته باب الصلاة علی النبی صلی الله علیه وسلم مشکوٰة، ۱/۸۷ قدیمی.
کما قال الله تعالی لا یعلم من فی السموات والارض الغیب الا الله سورة النحل آیة: ۶۵.

۲) کذا فی فتاوی دارالعلوم کتاب الصلاة الباب السادس عشر فی صلاة العیدین ۵/۱۸۵ طبع مکتبه حقانیه ملتان لم اجده فیه (مصحح).

۳) کذا فی العالمکیریه کتاب الکراهیة الباب الرابع ۵/۳۱۸ طبع مکتبه بلوچستان بکڈپو مسجد روڈ کوئٹه.
وکذا فی الشامیه کتاب الصلوة فروع فی القرأت خارج الصلاة رجل یکتب الفقه وبجنبه رجل یقرأ القرآن فلا یمکنه استماع القرآن فالا ثم علی القاری ۲/۳۲۹ طبع رشیدیه جدید کوئٹه.

سجدے میں اتنی دیر لگاتے ہیں کہ آدمی ۱۵، ۲۰ مرتبہ تسبیح پڑھ لیتا ہے اور یہ لوگ نہیں اٹھتے۔ اب آپ مہربانی فرما کر اس کے بارے میں کھلے کھلے الفاظ میں فتویٰ صادر فرمادیں تاکہ ہم بھی سمجھیں اور ان کو بھی سمجھائیں۔

﴿ج﴾

قال فی ردالمحتار وفی الفتاوی الخیریه من الکراهیة والا ستحسان جاء فی الحدیث مااقتضی طلب الجهر به نحووان ذکرنی فی ملاء ذکرته فی ملاء خیر منهم. رواه الشیخان وهناک احادیث اقتضت طلب الاسرار والجمع بینهما بان ذلک یختلف باختلاف الاشخاص والاحوال کما جمع بذلک بین احادیث الجهر والاخفاء بالقرأة ولایعارض ذلک حدیث خیرالذکر الخفی لانه حیث خیف الریاء اوتاذی المصلین او النیام (الی ان قال) عن الامام الشعرانی اجمع العلماء سلفا وخلفا علی استحباب ذکر الجماعة فی المساجد وغیرها الا ان یشوش جهرهم علی نائم اومصلی او قاری[1].

پس ثابت ہوا کہ صورت مسئولہ میں اذکار وادعیہ کا پڑھنا ممنوع ہے۔ کیونکہ تشویش نمازیوں کو ہوتی ہے[2]۔ کذا فی فتاویٰ دارالعلوم ص ۲۷ ج ۶ قدیم) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ، ۲۶ ذوالقعدہ ۱۳۹۰ھ

نمازوں سے قبل یا بعد ذکر بالجہر کی شرعی حیثیت

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اندریں مسئلہ کہ قصبہ ہذا میں ایک جماعت جو دس پندرہ اشخاص پر مشتمل ہے۔

---

۱) کذا فی رد المحتار کتاب الصلاة مطلب فی رفع الصوت بالذکر ۱/۶٦٠ طبع ایچ۔ایم۔سعید کراچی. وکما فی مجموعة الرسائل الکهنوی ...... وهناك أحادیث اقتضت طلب الاسرار والجمع بینهما بأن ذلك یختلف باختلاف الاشخاص والا حوال کما جمع بین الاحادیث الطالبة للجهر والطالبة للاسرار بقرأة ولا یعارض ذلك حدیث خیر الذکر الخفی لانه حیث خیف الریاء او تأذی المصلین او النیام سباحة الفکر فی الجهر بالذکر الباب الاول وحکم الجهر بالذکر ٣/٤٦٩ طبع إدارة القرآن کراچی. وکذا فی الفتاوی خیریه علی هامش تنقیح الحامدیه کتاب الکراهیة والاستحسان ٢/٢٨١ طبع مکتبه حقانیه پشاور.

٢) کذا فی فتاوی دارالعلوم دیوبند کتاب الصلاة باب السادس عشر فی صلاة العیدین ٥/١٨٠ مکتبه حقانیه ملتان.

ہر نماز سے قبل یا بعد میں ذکر الٰہی بالجہر بڑے زور شور سے اپنا وطیرہ بنائے ہوئے ہیں۔ جو کہ انفرادی نماز پڑھنے والوں اور قرب و جوار کے عوام کے لیے اعتراض کا موجب بنا ہے۔ کیا شرع شریف میں از روئے شریعت ذکر بالجہر مطلق جائز ہے یا نہیں؟

﴿ج﴾

قال اللّٰہ تعالی ادعوا ربکم تضرعاً و خفیة الآیه [1]۔ آیت سے ذکر خفی کا مامور بہ ہونا ظاہر ہے۔ احادیث میں جہاں جہاں ذکر بالجہر کا ثبوت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جہر فرمایا وہ یا تو انھی کلمات اور مقامات کے ساتھ مخصوص ہوتا ہے۔ یا احیاناً بلا تکلف و بلا التزام و بلا ضرر عامۃ المسلمین ہی پر صادق آتا ہے۔ اس سے مطلقاً التزاماً ذکر بالجہر کا جواز ثابت کرنا صحیح نہیں [2]۔ **قال فی الفتح القدیر الاصل فی الاذکار الاخفاء والجهر بها بدعة وفی** [3] **البحر الرائق والجهر بالتکبیر بدعة فی کل وقت الا المواضع المستثناة وصرح قاضی خان فی فتاواه بکراهة الذکر جهراً وفی الفتاوی العلامیة ویمنع الصوفیة من رفع الصوت والصفق وفی البرهان شرح مواهب الرحمن رفع الصوت بالذکر بدعة لمخالفته قوله تعالیٰ واذکر ربک فی نفسک تضرعاً وخیفة ودون الجهر من القول الایه.** البتہ برائے علاج وساوس وخطرات قلب مشائخ ذکر بالجہر کی تعلیم دیتے ہیں۔ لیکن اس میں جواز جب ہوگا کہ کسی دوسرے کو تکلیف میں نہ ڈالے نماز میں خلل پڑنے کی صورت میں تو قرآن کی تلاوت بھی بالجہر جائز نہیں بلکہ آہستہ تلاوت لازم ہے [4]۔ واللہ اعلم۔

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

---

۱) سورۃ اعراف آیۃ: ٥٤.

۲) وکذا فی فتح القدیر کتاب الصلاة باب صلاة العیدین ١/٢٧٩، ٢٨٠ طبع رشیدیه.

۳) کذا فی البحر الرائق کتاب الصلوة باب الصلاة العیدین ٢/٢٧٩ طبع مکتبه رشیدیه کوئٹه.
کما فی الدر المختار کتاب الصلوة باب مایفسد الصلاة وما یکره فیها مطلب فی رفع الصوت بالذکر ١/٦٦٠ سعید، کراچی. وکذا فی مجموعة الرسائل سباحة الفکر فی الجهر بالذکر الباب الاول ٣/٤٦٩ ادارة القرآن کراچی.

٤) کما فی رد المحتار هناك احادیث اقتضت طلب الاسرار والجمع بینهما بان ذلك یختلف باختلاف الاشخاص ولا یعارض ذلك حدیث خیر الذکر الخفی لانه حیث خیف الریاء وتأذی المصلین کتاب الصلاة باب ما یفسد الصلوٰة وما یکره فیها مطلب فی رفع الصوت بالذکر ١/٦٦٠ سعید کراچی. وکذا فی مجموعة الرسائل للکنوی سباحة الفکر فی الجهر بالذکر ٣/٤٦٩، ٤٦٨ طبع إدارة القرآن کراچی. وکذا فی الفتاوی الخیریة علی هامش تنقیح الحامدیه کتاب الصلاة فصل فی الکراهیة والاستحسان ٢/٢٨١ مکتبه حقانیه.

نمازوں کے بعد جہراً درود شریف پڑھنے کی شرعی حیثیت، بہتر وافضل درود وسلام کونسا ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ بعض مساجد میں کچھ لوگ نماز باجماعت ادا کرنے کے بعد ہی متصل صلی اللہ علیک یارسول اللہ وسلم علیک یا حبیب اللہ وغیرہ کلمات کو مسنون درود شریف سمجھتے ہوئے جہراً پڑھتے ہیں۔ کیا یہ کلمات مسنون درود یا اس کے قائم مقام ہیں یا نہیں؟ نیز مسنون درودوں میں سے سب سے اولیٰ اور بہتر کون سا درود شریف ہے اور اس کے الفاظ کیا ہیں؟ نیز مسجد میں نماز کے بعد ان مذکورہ بالا کلمات کو جہراً پڑھنے کے متعلق شرعاً کیا حکم ہے اور جن فرض نمازوں کے بعد سنتیں نہیں ہیں ان کے بعد قبل از دعا کیا چیز پڑھنے کا حکم ہے۔ بینوا توجروا۔

﴿ج﴾

درود شریف پڑھنے کا بڑا ثواب ہے[1]۔ لیکن نماز باجماعت کے بعد آہستہ پڑھا جائے۔ جہراً پڑھنے سے مسبوقین کی نماز میں خلل واقع ہوگا۔ اس لیے صرف جہر سے احتراز کیا جائے اگر عقیدہ یہ ہو کہ ان کلمات کو فرشتہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر پیش کرے گا[2]۔ پھر یہ درود بھی جائز ہے اور اگر یہ عقیدہ ہو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر وقت بلاواسطہ سنتے ہیں تو ان کلمات سے درود ہرگز نہ پڑھا جائے۔ ویسے درود شریف میں سب سے بہتر طریقہ

---

۱) لما فی قوله تعالى ان الله و ملٰئكته يصلون على النبى يٰايها الذين امنوا صلواعليه و سلموا تسليما سورة الاحزاب آية :٥٦ پاره:٢٢.

لما فی كنز العمال أكثروا من الصلوة على فی كل يوم فان صلاة أمتى تعرض على فی كل يوم جمعة فمن كان اكثرهم على صلاة كان أقربهم منى منزلة الباب السادس فی الصلوة على النبی عليه وعلى آله لصلوة والسلام ١/٤٨٨ طبع مؤسسة الرسالة.

وكذا فی ايضا فی كنز العمال : ٢١٣٨ أتانی آت من ربی عزوجل فقال من صلى عليك من أمتك صلاة كتب الله له بها عشر حسنات ومحى عنه عشر سيئات ورفع له عشر درجات ورد عليها مثلها.الباب السادس فی الصلوة عليه وعلى آله عليه الصلوة والسلام ١/٤٨٨ طبع مؤسسة الرسالة.

وكذا ايضاً فی كنز العمال :٢١٤٧ حيثما كنتم فصلوا على فان صلاتكم تبلغنى ١/٤٨٩ طبع مؤسسة الرسالة.

۲) تقدم تخريجه تحت حاشه نمبر ١)

وكذا ايضاً فی كنزالعمال۔ ص ٢١٤٧، حيثما كنتم فصلوا على فان صلاتكم تبلغنى، الخ، ص ٤٨٩، ج١، طبع موسسة الرسالة۔

طریقہ وہ ہے جو نماز میں پڑھا جاتا ہے[1]۔ اللھم صل علی محمد ۔ الخ ۔لیکن یہ مسنون درود بھی نماز با جماعت کے بعد جہراً نہ پڑھا جائے سراً پڑھا جاوے[2]۔قبل از دعا جو کلمات اور دعوات حدیث میں منقول و ماثور ہیں، ان کا پڑھنا افضل ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۲۷ شعبان ۱۳۸۸ھ

بغیر التزام کے گٹھلیوں پر درود شریف پڑھنے کی شرعی حیثیت

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک مسجد میں ہمیشہ مداومت کے طور پر بعد از نماز فجر درس قرآن مجید ہوا کرتا ہے اور بعد از نماز عشاء درس حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہوا کرتا ہے مگر بروز جمعرات مولوی صاحب اپنے اہل وعیال میں تشریف لے جاتے ہیں۔ جو تقریباً اڑھائی تین میل کا فاصلہ ہے۔ تو صبح بعد از نماز فجر درس کا وقت خالی ہوتا ہے۔

ایک مقتدی کھڑا ہو کر گٹھلیاں بیٹھنے والوں کے آگے پھیلا دیتا ہے۔ ان میں بیٹھنے والے درود شریف پڑھتے ہیں ۔لیکن یہ درود شریف اس حیثیت سے پڑھا جاتا ہے' گویا کہ فرداً فرداً ہی معلوم ہوتا ہے کیونکہ التزامی نہیں ہوتا۔ بعض اٹھ کر چلے جاتے ہیں کسی کو طعن وتشنیع نہیں کیا جاتا۔ بعض بیٹھ بھی جاتے ہیں جو درود شریف پڑھتے ہیں۔ بعض اوقات تمام کے تمام بھی چلے جاتے ہیں۔ بعض اوقات تمام کے تمام ہی بیٹھ جاتے ہیں پیچھے جانے والے کو دوسری نگاہ سے نہیں دیکھا جاتا۔ آج درس قرآن مجید تو ہے نہیں لہٰذا کچھ درود شریف پڑھ دیا جائے۔ تو بہتر ہوگا۔ کہ نکمے ہونے سے تھوڑا بہت کام ہوتا رہے تو اچھا ہے۔

---

۱) لما فی صحیح البخاری قال سمعت عبد الرحمن بن ابی لیلی قال لقینی کعب بن عجرة فقال الا أهدی لك هدیةً إن النبی صلی الله علیه وسلم خرج علینا فقلنا یا رسول الله قد علمنا كیف نسلم علیك فكیف نصلی علیك فقال قولوا اللهم صل علی محمد، الخ۔ باب صلوة علی النبی صلی الله علیه وسلم ۲/ ۹٤۰ طبع قدیمی کتب خانه.

وكذا فی رد المحتار كتاب الصلوة مطلب فی عقد الاصابع عند التشهد ۲/ ۲۷۲،۲۷۳ طبع مكتبه رشیدیه جدید.

۲) لما فی قوله تعالی أدعو ربكم تضرعاً وخفیة إنه لا یحب المعتدین سورة الاعراف آیة: ۵۵ پاره ۸.

اگر مولوی صاحب بروز جمعہ تشریف فرما ہوں۔ تو پھر درود شریف نہیں پڑھا جاتا۔ بلکہ درس قرآن مجید حسب معمول ہوتا ہے۔

حدیث نبوی میں موجود ہے کہ بروز جمعہ کثرت سے درود شریف پڑھا کرو مجھ پر پہنچایا جاتا ہے۔ اس خیال سے درود شریف پڑھا جاتا ہے کہ حضور علیہ السلام کی خدمت میں پہنچ جاتا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ دس نیکیاں ملتی ہیں اور دس گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور دس درجے بلند ہوتے ہیں۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے کچھ آدمیوں کو دیکھا کہ کنکریوں یا گٹھلیوں پر لا الہ الا اللہ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں پڑھ رہے تھے۔ تو عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا کفن ابھی میلا بھی نہیں ہوا تم نے بدعات شروع کر دی ہیں۔ تو بیان مذکور کے مضمون کو دیکھا جائے تو کیا اس طرح اور اس حیثیت سے بغیر کسی قید اور بلا التزام درود شریف پڑھنے کے جواز کی صورت نکل سکتی ہے۔ پڑھا جائے یا نہ اگر پڑھا جائے جب کہ جواز کی صورت نکل سکتی ہے۔ تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت کا کیا جواب ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے پڑھنے والے حضرات کو روک دیا۔ کیا کیفیت تھی۔ ضروری سمجھ رہے تھے یا کوئی اور وجہ تھی۔

﴿ج﴾

طریقہ مذکورہ بالا کے ساتھ بلا کسی قید و التزام کے درود شریف پڑھنا جائز ہے [1]۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما والی حدیث میں اصول کے پیش نظر یہی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت کا ارشاد بھی ضروری سمجھ لینے کے خوف سے ہے یا اور کوئی صحیح محمل رکھتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ عبداللطیف

---

١) لما فی الترغیب والترهیب عن ابیها رضی الله عنه انه دخل مع رسول الله صلی الله علیه وسلم علی إمرائة وبین یدیها نویٰ او حصی تسبح به فقال الااخبرك بما هو أیسر علیك من هذا أو أفضل فقال سبحان الله عدد ما خلق فی السماء سبحان الله عدد ماخلق فی الارض سبحان الله عدد ما بین ذالك الترغیب فی جوامع من التسبیح والتحمید والتهلیل والتکبیر ٢٨٦/٢ طبع المکتبه حرمین الشریفین کانسی روڈ کوئٹه.

وکذا فی رد المحتار کتاب الصلوة مطلب الکلام علی اتخاذ المسبحة ٥٠٨/٢ طبع مکتبه رشیدیه جدید.

نمازعشاء کے فوراًبعد درس قرآن کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص عشاء کی نماز کے بعد فوراًدرس قرآن کریم بآواز بلند بذریعہ لاؤڈ سپیکر دیتا ہے۔جس سے بعد میں آنے والے نمازیوں وغیرہ کو تکلیف ہوتی ہے اور نماز میں خلل پڑتا ہے تو کیا ایسا کرنا جائز ہے یانہیں۔

﴿ج﴾

اگر لوگوں کو تکلیف ہو اور مسجد میں نماز پڑھنے والوں کی نماز میں خلل واقع ہوتا ہے تو لاؤڈ سپیکر کے استعمال سے احتراز لازم ہے (۱)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ

۱۳رجب ۱۳۹۸ھ

اقامت سے قبل صلوٰۃ کے نعروں کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ہمارے ہاں ایک مسجد میں خطیب مسجد نے یہ رائج کر رکھا ہے کہ اقامت سے پہلے تین نعرے لاؤڈ سپیکر پر صلوۃ کے لگائے جاتے ہیں۔مثلاً **الصلوة والسلام عليك يارسول الله يارحمة للعالمين. يا شفيع المذنبين** وغیرہ ان نعروں کا ثبوت قرآن وحدیث سے مل سکتا ہے یانہیں اور ایسے نعرے لگانے جائز ہیں یا ناجائز۔اگر ناجائز ہوں تو اصرار کرنے والوں کے متعلق کیا حکم ہے۔

اس ضمن میں ایک نعرہ الصلوۃ والسلام علیک یاحیات النبی لگایا جاتا ہے آیا اس نعرے کا کوئی مطلب نکلتا ہے یانہیں اور یہ جملہ لغوی طور پر بھی صحیح ہے یانہیں۔اس معاملے میں قرآن وحدیث وفقہ حنفی کی روشنی میں جواب عنایت فرمایا جاوے تاکہ صحیح راستہ اختیار کیا جاسکے۔

---

۱) لما فی رد المحتار أجمع العلماء سلفاً وخلفاً علی استحباب ذکر الجماعة فی المساجد وغیرها إلا أن یشوش جهرهم علی نائم او مصل أو قاری كتاب الصلوة مطلب فی رفع الصوت بالذكر ٥٢٥/٤ طبع مكتبه رشيديه جديد.

﴿ج﴾

نعرہ تکبیر اللہ اکبر کے سوا باقی تمام نعرے بدعت واجب الترک ہیں۔ اس بدعت میں جو لوگ مبتلا ہوں ان کو نرمی سے سمجھایا جائے اور بدعت کا معنی اور تعریف سمجھا کر ان کو باز رکھا جائے[1]۔ کیونکہ ہماری استطاعت تو سمجھانے تک محدود ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

عبداللہ عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

---

۱) لما فی الدر المختار (ومبتدع) أی صاحب بدعة وھی اعتقاد خلاف المعروف عن الرسول صلی اللہ علیه وسلم لا بمعاندة بل بنوع شبھة الخ کتاب الصلوة باب الامامة ۲/ ۳۵۶،۳۵۷ طبع مکتبه رشیدیه جدید.

وکذا فی حلبی کبیر والمراد بالمبتدع من یعتقد شیئا علی خلاف ما یعتقده اھل السنة والجماعة کتاب الصلوة باب الامامة ص: ۵۱٤ سعیدی کتب خانه.

وکذا فی حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح کتاب الصلوة باب الامامة ص: ۳۰۳ طبع دار الکتب العلمیة بیروت لبنان.

باب فی السنن والنوافل

جماعت کھڑی ہونے پر فجر کی سنتوں کا حکم

﴿س﴾

صبح کی جماعت کھڑی ہونے کی صورت میں صبح کی سنتیں پڑھنی چاہئیں یا نہیں۔ زید کہتا ہے کہ اگر جماعت میں شامل ہونے کا امکان ہو اگر چہ التحیات ہی میں تو سنتیں پڑھ لے ورنہ چھوڑ کر جماعت میں شامل ہو جائے اور سورج نکلنے پر ان کی قضا ہے مگر بکر کہتا ہے کہ اگر جماعت کھڑی ہو تو سنتیں نہ پڑھنی چاہئیں اور نہ سورج نکلنے پر ان کی قضا واجب ہے۔ براہ کرم مفصل تحریر کریں۔

﴿ج﴾

صورۃ مسئولہ میں اصح عندالاحناف یہ ہے کہ اگر چہ قعدہ ملنے کی امید ہو تب بھی سنن فجر ترک نہ کرے[1]۔ کیونکہ احادیث میں اس کی بہت تاکید آئی ہے۔ ہاں اگر بالکل فوت جماعت کا خطرہ ہو تو پھر نہیں پڑھنی چاہئیں۔ بلکہ جماعت میں شرکت ضروری ہے۔ باقی اگر سنن رہ گئیں تو اگر فرائض بھی نہیں پڑھے۔ پھر تو تبعاً للفرائض سنتوں کو بھی بعد طلوع شمس قضا کرے۔ (ولا یقضیها الا بطریق التبعیة)[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

بندہ احمد عفا اللہ عنہ

---

۱) لما فی رد المحتار وقد إتفقوا على إدراكه بإدراك التشهد، فيأتي بالسنة اتفاقاً كما أوضحه فى الشر نبلا لية ايضاً كتاب الصلوة مطلب هل الاسائة دون الكراهة أو أفحش، ۲/۶۱۷ طبع مكتبه رشيديه جديد. وكذا فى حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح كتاب الصلوة باب إدراك الفريضة ص:۴۵۱ طبع دارلكتب العلمية بيروت.

وكذا فى البحر الرائق كتاب الصلوة باب ادراك الفريضة ۲/۱۲۹ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه.

۲) لما فى الدر المختار كتاب الصلوة باب ادراك الفريضة ۲/۱۲۹ طبع مكتبه رشيديه جديد.

لما فى حاشية الطحطاوى لم تقض سنة الفجر إلا بفوتها مع الفرض كتاب الصلوة باب إدراك الفريضة ص:۴۵۳ طبع ،دارالكتب العلمية بيروت لبنان.

وكذا فى البحر الرائق كتاب الصلوة باب إدراك الفريضة ۲/۱۳۱ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه.

فجر کی جماعت قائم ہو چکنے کے بعد سنتیں پڑھنے کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین ان مسائل میں کہ:

(۱) فجر کی جماعت کھڑی ہے ایک صاحب آتے ہیں اور سنت پڑھنا چاہتے ہیں۔ دوسرے صاحب ان کو منع فرماتے ہیں اور قرآن پاک کی سورۃ اعراف کی آخری آیات سناتے ہیں۔ **و اذا قرئ القران** اور ایک حدیث مشکوۃ شریف کی اور کہتے ہیں جہاں تک امام کی آواز جائے وہاں تک نہیں پڑھ سکتا ہے۔ لیکن پہلے صاحب فرماتے ہیں ایک طرف کونے میں پڑھ سکتا ہے۔

(۲) اگر یہ سنت کسی وجہ سے رہ جائیں تو ان کو کس وقت ادا کرے۔ مفصل جواب دے کر ممنون فرماویں۔

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ (۱) احادیث شریفہ میں فجر کی سنتوں کی بڑی تاکید آئی ہے۔ ایک حدیث شریف میں وارد ہے[1]۔ **صلوھما وان طردتکم الخیل** او کما قال دوسری حدیث میں ہے۔ **رکعتا[2] الفجر خیر من الدنیا وما فیھا** او کما قال۔ لہٰذا امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اگر ایک شخص مسجد میں آجائے اور فجر کی جماعت کھڑی ہوگئی ہو اور سنتیں نہ پڑھ چکا ہو۔ تب اگر اس کو گمان ہو کہ مجھے سنتوں کے پڑھ لینے کے بعد آخری رکعت مل جائے گی اور ایک قول کے مطابق تشہد میں شامل ہو جانے[3] کا اس کو

---

۱) لما فی العنایه علی هامش فتح القدیر کتاب الصلوة باب النوافل ۱/۳۸۵ طبع مکتبه رشیدیه کوئٹه.
وکذا فی العنایة علی هامش کتاب الصلوة باب إدراك الفریضة ۱/۴۱۴ طبع مکتبه رشیدیه کوئٹه.
وکذا فی البنایة علی شرح الهدایه کتاب الصلوة باب إدراك الفریضة ۲/۵۶۹ طبع دارالکتب العلمیة بیروت لبنان.

۲) لما فی صحیح المسلم باب استحباب رکعتی سنة الفجر والحث علیهما ۱/۲۵۱ طبع قدیمی کتب خانه. وکذا فی العنایة علی هامش کتاب الصلوة باب إدراك الفریضة ۱/۴۱۴ طبع مکتبه رشیدیه کوئٹه.

۳) لما فی رد المحتار وقد إتفوا علی إدراکه بإدراك التشهد، فیأتی بالسنة اتفاقاً کما أوضحه فی الشر نبلا لیة ایضاً کتاب الصلوة مطلب هل الاسائة دون الکراهة أو أفحش، ۲/۶۱۷ طبع مکتبه رشیدیه جدید. وکذا فی حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح کتاب الصلوة باب إدراك الفریضة ص:۴۵۱ طبع دارلکتب العلمیة بیروت.
وکذا فی البحر الرائق کتاب الصلوة باب ادراك الفریضة ۲/۱۲۹ طبع مکتبه رشیدیه کوئٹه.

گمان ہوتو ایسی صورت میں مسجد سے باہر اگر جگہ ہو یا کسی ستون کے پیچھے سنتیں پڑھ لے اور جماعت میں اس کے بعد شریک ہو جائے تا کہ دونوں ثواب حاصل ہو جائیں۔ کیونکہ نماز فرض کے بعد تو سنتیں پڑھنی مکروہ ہیں۔ کما قال فی الهدایه ومن انتهى الى الامام فى صلوة الفجر وهو لم يصل ركعتى الفجر ان خشى ان تفوته ركعة. ويدرك الاخرى يصلى ركعتى الفجر عند باب المسجد ثم يدخل لانه امكنه الجمع بين الفضيلتين وان خشى فوتها دخل مع الامام لان ثواب الجماعة اعظم[1]. الخ.

(۲) اگر فجر کی سنتیں رہ جائیں تب طلوع آفتاب سے قبل تو ادا نہ کرے۔ کیونکہ وقت مکروہ ہے اور سورج کے چڑھ جانے کے بعد زوال سے قبل امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک ان کو پڑھنا چاہیے اور شیخین کے نزدیک ان کی قضاء کوئی نہیں ہے۔ کما قال فی الهداية واذا فاتته ركعتا الفجر لا يقضيهما قبل طلوع الشمس الخ[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ عبداللطیف غفرلہ
۳ ذوالحجہ ۱۳۸۷ھ

فجر کی کتنی جماعت ملنے کی امید ہو تو سنتیں پڑھ لے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک بالکل چھوٹی سی مسجد میں صبح کی نماز کے لیے جماعت کھڑی ہو چکنے کے بعد مسجد میں زید اور بکر داخل ہوتے ہیں۔ زید مسجد میں دو رکعت سنت ترک کر کے فرضوں کی ادائیگی کے لیے جماعت میں شامل ہو کر بعد فرضوں کے دو رکعت سنت ادا کرتا ہے۔

---

۱) الهداية كتاب الصلوة باب ادراك الفريضة ۱۵۹/۱ طبع مكتبه رحمانيه لاهور.
وكذا فى البناية على شرح الهداية كتاب الصلوة باب إدراك الفريضة ۵٦۹/۲ طبع دارالكتب العلمية بيروت لبنان. وكذا فى العناية على هامش فتح القدير كتاب الصلوة باب إدراك الفريضة ٤١٤/١ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه.

۲) الهداية كتاب الصلوة باب ادراك الفريضة ۱۵۹/۱ طبع مكتبه رحمانيه لاهور.
وكذا فى البناية على شرح الهداية كتاب الصلوة باب إدراك الفريضة ۵٦۹/۲ طبع دارالكتب العلمية بيروت لبنان. وكذا فى العناية على هامش فتح القدير كتاب الصلوة باب إدراك الفريضة ٤١٤/١ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه.

بکر مسجد میں ہی دو رکعت سنت ادا کرنے کے بعد جماعت میں شامل ہوا مگر دونوں رکعتیں فرضوں کی چلی گئیں۔ صرف التحیات میں جماعت کے ساتھ ملا۔ کبھی کبھار ایک رکعت فرض میں شامل ہوگیا۔ جناب فرمایئے کہ ان دونوں یعنی زید اور بکر میں سے کس نے صحیح عمل کیا۔

﴿ج﴾

اگر صبح کی جماعت ہو رہی ہے تو اگر ایک رکعت کے ملنے کی امید ہے تو سنتیں علیحدہ ہو کر پڑھ لے پھر جماعت میں شامل ہو جاوے۔ یعنی جب تک ایک رکعت ملنے کی امید ہو اس وقت سنن کا ترک جائز نہیں اگر پہلے نہ پڑھے تو پھر بعد فرضوں کے قبل طلوع آفتاب نہ پڑھے اس لیے کہ فرض پڑھنے کے بعد سنن فجر کا طلوع شمس سے پہلے پڑھنا مکروہ ہے۔ اگر قضاء کرنی ہے تو طلوع شمس کے بعد کرنی چاہیے۔ ورنہ ضرورت تو اس کی بھی نہیں ہے کیونکہ مستقلا سنتوں کی قضا نہیں۔ **واذا خاف فوت ركعتي الفجر لاشتغاله بسنتها تركها والا لا ولايقضيها الا بطريق التبعية لقضاء فرضها قبل الزوال لا بعده اما اذا فاتت احدهما فلا تقضى قبل طلوع الشمس بالاجماع لكراهة النفل بعد الصبح امابعد طلوع الشمس فكذلك عندهما وقال محمد احب الى ان يقضيها الى الزوال الخ. وقالا لايقضى وان قضى فلابأس به الخ.** [1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ
۸ ربیع الثانی ۱۳۹۳ھ

سنتیں پڑھے بغیر جماعت میں شامل ہونے والا سنتیں کب پڑھے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ کوئی شخص صبح کی نماز میں سنتیں پڑھے بغیر فرض نماز میں امام کے پیچھے شامل ہو جاتا ہے۔ آیا اب وہ فرض نماز کے بعد سنتیں ادا کر سکتا ہے یا کس وقت سنتیں ادا کر سکتا ہے۔

---

۱) لما فى الدر المختار مع رد المحتار كتاب الصلوة باب إدراك الفريضة مطلب هل الاساءة دون الكراهة أو أفحش، ۶۱۹/۲ طبع مكتبه رشيديه جديد.
وكذا فى البحر الرائق كتاب الصلوة باب ادراك الفريضة ۱۲۹/۲ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه.
وكذا فى فتح القدير شرح الهداية كتاب الصلوة باب ادارك الفريضة ۴۱۶/۱، ۴۱۷ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه.

﴿ج﴾

درمختار میں ہے **ولا یقضیھا الا بطریق التبعیة** (۱) یعنی فجر کی سنتوں کی قضا نہیں ہے مگر جب کہ فرض کے ساتھ ہو۔ اس صورت میں زوال سے پہلے پہلے قضا کرے۔ اگر تنہا سنت فوت ہوں تو اس کی قضا نہیں۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ تو کسی وقت بھی قضا کے قائل نہیں نہ قبل طلوع شمس نہ بعد طلوع شمس اور امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بعد طلوع شمس زوال سے پہلے پہلے پڑھنا بہتر ہے۔ **واذا فاتته رکعتا الفجر لا یقضیھما قبل طلوع الشمس لانه یبقی نفلا مطلقا وھو مکروہ بعدالصبح ولا بعد ارتفاعھا عندابی حنیفة وابی یوسف وقال محمد احب الی ان یقضیھما الی الزوال** (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سنتِ فجر کے لیے جگہ مختص کرنے کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ فجر کی دو رکعت سنت جماعت ہونے کی صورت میں کس جگہ ادا کرنی چاہئیں۔ اگر مسجد کے صحن میں صرف چار صفوں کی جگہ ہو اور جماعت ایک صف میں کھڑی ہے باقی صفیں خالی ہیں تو باقی صفوں پر سنت ادا کی جا سکتی ہے یا نہیں اور اس مقصد کے لیے یعنی سنتوں کو الگ جگہ ادا کرنے کے متعلق مندرجہ ذیل مسئلہ درست ہے یا نہ مثلاً ایک مسجد کو بنائے ہوئے پندرہ سال کا عرصہ ہو چکا ہے۔ اس کے صحن میں صرف چار صفیں تھیں اور چار صفوں کے پیچھے ٹوٹیاں وضوء بنانے کے لیے بھی ہوتی تھیں۔ اب ٹوٹیاں نئی جگہ میں بنادی ہیں اور وہ جگہ صحن مسجد کی صرف سنت کے لیے الگ کر دی جاوے یا ایک انچ کا فرق کر کے صحن میں

---

۱) الدرالمختار، کتاب الصلاة، باب ادراك الفريضة۔ ص ٦١٩، ج٢، طبع مكتبه رشيديه كوئٹه) وكذا فى حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح۔ كتاب الصلوٰة۔ باب ادراك الفريضة ص ٤٥٣، طبع دارالكتب العلميه، بيروت۔ وكذا فى البحر الرائق: كتاب الصلاة، باب ادراك الفريضة، ص ١٣١، ج٢، طبع مكتبه رشيديه كوئٹه۔

٢) الهداية كتاب الصلوة باب إدراك الفريضة ١/١٥٩،١٦٠ طبع مكتبه رحمانيه لاهور.

وكذا فى الدر المختار مع رد المحتار باب إدراك الفريضة مطلب هل الاسائة دون الكراهة أو أفحش، ٢/٦١٩ طبع مكتبه رشيديه جديد.

وكذا فى البحر الرائق كتاب الصلوة باب ادراك الفريضة ٢/١٣١ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه.

شامل نہ کرنے کی غرض سے بنادی جاوے۔ تو ایمیں فجر کی سنتیں باکراہت درست ہیں یا نہیں۔۔۔ نیز تقریباً چھ ماہ یا کم وبیش عرصہ ہوگیا کہ لوگ اس میں کہتے رہتے تھے کہ مسجد کا صحن پانچ صفوں کا ہو جاوے گا اور متولی مسجد نے بھی ایک دفعہ غسلخانہ بنانے کے لیے جگہ کونا پاتو یہ کہا یہاں تک پانچ صفیں ہو جاویں گی اس سے آگے غسلخانے بنادیں۔ لیکن مسجد کا صحن ابھی نہیں بنایا اور وہ جگہ اسی طرح الگ ہے۔ اس طرح کہنے سننے سے نیت تو نہیں ہوئی۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

بہتر یہ ہے کہ سنت فجر خارج از مسجد ادا کی جائے[1] یا اگر مسجد میں پڑھی جائے تو کسی حائل کے پیچھے پڑھنی چاہئیں[2]۔ جماعت کے ساتھ صف میں کھڑے ہو کر سنت فجر پڑھنا مکروہ ہے[3]۔ اگر خارج از مسجد کوئی موقع نہ ہو تو جماعت اگر اندر کے حصہ میں ہو رہی ہو تو باہر پڑھیں اور اگر باہر ہو رہی ہو تو اندر پڑھیں۔ مجبوری

---

۱) لما فی الدر المختار لا يتركها بل يصليها عند باب المسجد إن وجد مكانا وإلا تركها كتاب الصلوة باب إدراك الفريضة ٦١٧/٢ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه جديد.
وكذا فی الهداية كتاب الصلوة باب إدراك الفريضة ١٥٩/١ طبع مكتبه رحمانيه لاهور.
وكذا فی العناية على هامش فتح القدير كتاب الصلوة باب إدراك الفريضة ٤١٤/١ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه.

۲) لما فی رد المحتار فان لم يكن على باب المسجد موضع للصلوة يصليها فی المسجد خلف سارية من سواری المسجد كتاب الصلوة باب إدراك الفريضة مطلب هل الاساءة دون الكراهة أو إفحش ٦١٧/٢ طبع مكتبه رشيديه جديد.
وكذا فی العناية على هامش فتح القدير كتاب الصلوة باب إدراك الفريضة ٤١٤/١ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه.
وكذا فی البناية على شرح الهدايه كتاب الصلوة باب إدراك الفريضة ٥٦٩/٢ طبع دار الكتب العلمية بيروت لبنان.

۳) لما فی البناية على شرح الهداية وقال فخر الاسلام وأشدها كراهة أن يصلی مخالطاً للصف مخالفا للجماعة كتاب الصلوة باب إدراك الفريضة ٥٦٩/٢ طبع دار الكتب العلمية بيروت لبنان.
وكذا فی العناية على هامش فتح القدير كتاب الصلوة باب إدراك الفريضة ٤١٤/١ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه.
وكذا فی حلبی على هامش فتح القدير كتاب الصلوة باب إدراك الفريضة ص: ٤١٤ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه.

میں ایسا بھی درست ہے کہ پیچھے کی صفوف میں سنت پڑھیں، بہرحال چھوڑنا سنت کو نہ چاہیے۔ جب تک جماعت کا کوئی جز مل سکے[1]۔ باقی مسجد کا بقیہ حصہ اگر ابھی تک مسجد میں شامل نہیں کیا گیا یعنی یہ نہیں کہا کہ یہ حصہ مسجد ہے تو اس کو سنتیں پڑھنے کے لیے مخصوص کرنا درست ہے۔

جمعہ کے فرضوں کے بعد والی سنتوں کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ جمعہ کی نماز میں ۴ رکعت نماز سنت ۲ رکعت نماز فرض اور پھر ۶ رکعت نماز سنت یعنی ۴ اور ۲ یہ جو چار سنتیں فرضوں کے بعد ہیں۔ کیا یہ سنتیں مؤکدہ ہیں یا غیر موکدہ، نہ پڑھنے کی صورت میں نماز مکمل ہوگی یا نہیں۔

﴿ج﴾

جمعہ کی پہلی سنت اور بعد کی چار مؤکدہ ہیں۔ لیکن فرضوں کے بعد چھ بہتر ہیں۔ چار پہلے اور دو پیچھے **وسن مؤكدا اربع قبل الظهر واربع قبل الجمعة واربع بعدها بتسليمة**[2] **وذكر الطحاوی عن ابی یوسف انه قال یصلی بعد هاستا. الخ. ثم ركعتين**[3]

سنن مؤکدہ کو ترک کرنا درست نہیں، حتی الوسع پڑھنا چاہیے **ولهذا كانت السنة المؤكدة قريبة من الواجب فی لحوق الاثم کما فی البحر ويستوجب تاركها التضليل واللوم كما فی التحرير ای علی**

---

۱) لما فی رد المحتار وقد إتفقوا على إدراكه بإدراك التشهد، فيأتی بالسنة اتفاقاً كما أوضحه فی الشر نبلا لية ايضاً كتاب الصلوة مطلب هل الاسائة دون الكراهة أو أفحش، ۶۱۷/۲ طبع مكتبه رشيديه جديد.

وكذا فی حاشية الطحطاوی على مراقی الفلاح كتاب الصلوة باب إدراك الفريضة ص:۴۵۱ طبع دارلكتب العلمية بيروت.

وكذا فی البحر الرائق كتاب الصلوة باب ادراك الفريضة ۱۲۹/۲ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه.

۲) الدر المختار كتاب الصلوة باب النوافل ۵۴۵/۲ طبع مكتبه رشيديه جديد.

وكذا فی العالمگيريه كتاب الصلوة الباب التاسع فی النوافل ۱۱۲/۱ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه.

وكذا فی البحر الرائق كتاب الصلوة باب الوتر والنوافل ۸۳/۲ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه.

۳) بدائع الصنائع كتاب الصلوة فصل وأما الصلوة المسنونة ۲۸۵/۱ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه.

سبیل الاصرار بلا عذر [1] اس جزئیہ سے معلوم ہوا کہ سنت مؤکدہ کا تارک موجب عتاب اور سرزنش ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

فجر کی جماعت کے وقت سنتیں پڑھنے کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ صبح کی جماعت کھڑی ہے۔ ایک آدمی آیا اس کو یقین ہے کہ صبح کی دو سنتیں پڑھ کر جماعت میں شامل ہو جائے گا۔ اب وہ پہلے سنتیں پڑھے یا سنتیں چھوڑ کر جماعت میں شامل ہو جائے قرآن وحدیث کی روشنی میں واضح فرمادیں۔

﴿ج﴾

سنت پڑھ کر جماعت میں شامل ہو جائے بلکہ اگر ایک رکعت ملنے کی امید ہے تب بھی سنت ترک کرنا درست نہیں [2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم!

نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

---

۱) رد المحتار كتاب الصلوة باب النوافل مطلب فی السنن والنوافل ۵۴۵/۲ طبع مكتبه رشيديه جديد.
وكذا فی التاتارخانيه إذا ترك السنن إن تركها بعذر فهو معذور وإن تركها بغير عذر لايكون معذوراً فيها ويسال الله يوم القيمة عن تركها كتاب الصلوة مسائل التطوع ۶۴۴/۱ طبع دارالكتب العلمية بيروت لبنان.
وكذا فی البحر الرائق وقد اتفقوا على انه يأثم بتركها كتاب الصلوة باب الوتر والنوافل ۸۶/۲ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه.

۲) لما فی رد المحتار وقد إتفقوا على إدراكه بإدراك التشهد، فيأتی بالسنة اتفاقاً كما أوضحه فی الشرنبلالية ايضاً كتاب الصلوة مطلب هل الاسائة دون الكراهة أو أفحش، ۶۱۷/۲ طبع مكتبه رشيديه جديد.
وكذا فی حاشية الطحطاوی على مراقی الفلاح كتاب الصلوة باب إدراك الفريضة ص: ۴۵۱ طبع دارلكتب العلمية ، بيروت.
وكذا فی البحر الرائق كتاب الصلوة باب ادراك الفريضة ۱۲۹/۲ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه.

عرفہ کے روز نوافل کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ نوافل پڑھنے میں کسی معین دن کی احادیث وفقہ میں تاکید بھی آئی ہے کہ اس دن میں نوافل پڑھنا ہر شخص کے لیے ضروری ہو اور اس میں ثواب بھی زیادہ ہو۔ جیسا کہ عوام میں مشہور ہے کہ حج کے دن (یوم عرفہ) نوافل پڑھنا ضروری ہے۔ اگر کوئی نہ پڑھے تو ملامت کی جاتی ہے اور برا سمجھا جاتا ہے۔ نیز عوام الناس میں مشہور ہے کہ حج کے دن نوافل سہ بار سورۃ فاتحہ بغیر ضم سورۃ اخری کے پڑھے جائیں۔ کیا ان دونوں صورتوں کا کہیں ثبوت ہے یا نہیں اگر ہے تو صرف مکہ معظمہ میں یا ہر جگہ نیز صورۃ ثانیہ کا جواب اگر ثبوت میں ہے تو اس پر عمل کرنا واجب ہے یا سنت یا جواز کے درجہ میں ہے۔ اور اگر جواب نفی میں ہے تو اس پر عمل کرنے والے کو مبتدع کہیں گے یا نہیں۔ مدلل جواب عنایت فرمائیں۔

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرفہ کے دن نوافل پڑھنا ضروری نہیں ہیں بلکہ دیگر ایام جیسے اس میں بھی اختیار ہے چاہے پڑھے چاہے نہ پڑھے۔ اس دن میں نوافل ضروری جاننا کسی دلیل شرعی سے ثابت نہیں ہے۔ ضروری جاننے والا مبتدع ہے[1]۔ باقی ضم سورۃ اخری سورۃ فاتحہ کے ساتھ ہر رکعت نفل میں واجب ہے[2]۔ عوام الناس کا یہ خیال بھی غلط ہے کہ حج کے دن کے نوافل میں ضم سورۃ نہیں ہے۔ فقہ کی کتابوں میں یوم عرفہ کے نوافل کا کوئی استثناء نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

١) لما فی الدر المختار (ومبتدع)ای صاحب بدعة وهی إعتقاد خلاف المعروف عن الرسول صلی الله علیه وسلم لا بمعاندة بل بنوع شبهة کتاب الصلوة باب الامامة ٢/٣٥٦،٣٥٧طبع مکتبه رشیدیه جدید. وکذا فی حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح (ومبتدع)بارتکابه ما احدث علی خلاف الحق المتلقی عن رسول الله صلی الله علیه وسلم من علم أو عمل او حال بنوع شبهة کتاب الصلوة فصل فی الامامة ص:٣٠٣ طبع دارالکتب العلمیة بیروت لبنان.
وکذا فی البحر الرائق کتاب الصلوة باب الامامة ١/٦١١طبع مکتبه رشیدیه کوئٹه.

٢) لما فی البحر الرائق (وکل النفل والوتر)ای القرائة فرض فی جمیع رکعات النفل والوتر کتاب الصلوة باب الوتر والنوافل؛ ٢/٩٩ طبع مکتبه رشیدیه کوئٹه. وکذا فی تبیین الحقائق کتاب الصلوة باب الوتر والنوافل ١/٤٣٣ طبع دارالکتب العلمیة بیروت لبنان.
وکذا فی حلبی کبیر کتاب الصلوة فصل فی النوافل ص:٣٨٤ طبع سعیدی کتب خانه.

کیا عشاء کے بعد پڑھے گئے نوافل کو تہجد میں شمار کرنا درست ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ بندہ عشاء کی نماز ۴ سنت ۴ فرض ۲ سنت ۲ نفل پڑھنے کے بعد نماز تہجد ۲-۲ رکعت ۳ وتر پڑھتا ہے۔ یعنی وقفہ ایک منٹ کا ہوتا ہے۔ عشاء کے وقت میں ہی پڑھ لیتا ہوں آیا یہ درست ہے یا کہ نہیں۔ اس کے متعلق فرمائیں اور مسئلہ کی وضاحت کریں۔

﴿ج﴾

ایک حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز عشاء کے بعد جو نوافل پڑھے جائیں گے وہ نماز تہجد میں شمار ہوں گے اور ثواب تہجد کا اس سے حاصل ہو جائے گا جیسا کہ شامی میں حدیث طبرانی سے نقل کی ہے۔ وروی الطبرانی مرفوعًا لابد من صلوة بليل و لوحلب شاة و ما كان بعد صلوة العشاء قبل النوم۔[1] صورت مسئولہ میں جو طریقہ لکھا ہے یہ درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

فجر کے فرضوں کے بعد سنتیں ادا کرنے کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ صبح دو سنت بعد از فرض جائز ہے یا ناجائز اگر جائز ہے تو جو لوگ منع کرتے ہیں ان کو کیا کہنا چاہیے بعد از فرض سنتیں پڑھنے کو جائز کہنے والے یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے فرض کے بعد سنت شروع کی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کیا پڑھتے ہو تو صحابی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ سنت پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سکوت کیا۔ اس کا پھر کیا جواب ہوگا برائے مہربانی جواب مفصل تحریر کریں۔

---

۱) ردالمحتار، کتاب الصلوة باب الوتر والنوافل مطلب فی صلوة الیل۔ ص ٥٦٦، ج٢، طبع مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ (جدید) وکذا فی البحر الرائق: کتاب الصلوة۔ باب صلوة الوتر والنوافل۔ ص ٩٢، ج٢، طبع مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ۔

﴿ج﴾

صبح کی سنتیں اگر رہ جائیں تو سورج نکلنے کے بعد قضاء کر لینا مستحب ہے[1] اور صبح کی نماز کے بعد سورج نکلنے سے پہلے سنتیں یا نوافل پڑھنا مکروہ ہے[2]۔ بخاری ج ۱ ص ۴۷ حدیث نمبر ۵۸۱[3] بخاری و مسلم میں صریح حدیث ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: **شهد عندی رجال مرضیون وارضاهم عندی عمران النبی صلی الله علیه وسلم نهی عن الصلوة بعد الصبح حتی تشرق الشمس**۔ الحدیث حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کے بعد نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے جب تک سورج چمکنے نہ لگے اور جو لوگ جواز کے لیے صحابی کی دلیل پیش کرتے ہیں انھیں ہمارے ہاں بھیج دیں۔ صحابی کا عمل بتا دیا جائے گا اور پوری طرح سمجھا دیا جائے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عبداللہ عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

سنن غیر مؤکدہ کے پہلے قعدہ میں درود شریف اور تیسری رکعت میں ''ثنا'' کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ سنن غیر مؤکدہ کے پہلے قعدہ میں درود شریف اور دعا پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔

---

۱) لما فی الهدایه وقال محمد احب الی ان یقضیهما إلی وقت الزوال کتاب الصلوة باب ادراك الفریضة ۱۶۰/۱ طبع مکتبه رحمانیه لاهور.
وکذا فی رد المحتار وقال محمد أحب إلی أن یقضیها إلی الزوال کما فی الدرر وقیل هذا قریب من الاتفاق کتاب الصلوة باب إدراك الفریضة مطلب هل الاسائة دون الکراهة أو أفحش ۶۱۹/۲ طبع رشیدیه جدید. وکذا فی البنایة علی شرح الهدایة کتاب الصلوة باب إدراك الفریضة ۵۷۳/۲ طبع دارالکتب العلمیة بیروت.

۲) لما فی الهدایه وإذا فاتته رکعتا الفجر لا یقضیهما قبل طلوع الشمس لانه یبقی نفلاً مطلقاً وهو مکروه بعد الصبح کتاب الصلوة باب إدراك الفریضة ۱۵۹/۱، ۱۶۰ طبع مکتبه رحمانیه لاهور.
وکذا فی البنایة علی شرح الهدایه کتاب الصلوة باب إدراك الفریضة ۵۷۲/۲ طبع دارالکتب العلمیة بیروت. وکذا فی رد المحتار کتاب الصلوة باب إدراك الفریضة مطلب هل الاساءة دون الکراهة أو أفحش ۶۱۹/۲ طبع مکتبه، رشیدیه جدید.

۳) لما فی فتح الباری شرح صحیح البخاری کتاب مواقیت الصلوة باب الصلوة بعد الفجر حتی ترتفع الشمس حدیث: ۵۸۱، ۲۵۲/۲ طبع دارالفکر للطباعة والنشر والتوزیع.
وکذا فی الهدایة تقدم تخریجه تحت مذکوره بالا حاشیه: ۲.

﴿ج﴾

و فی البواقی من ذوات الاربع یصلی علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم و یستفتح و یتعوذ - روایت بالا سے معلوم ہوا کہ سنن غیر مؤکدہ میں جب چار رکعات کی نیت کرے تو قعدہ اولیٰ میں درود شریف پڑھے- اسی طرح تیسری رکعت کو **سبحانک اللھم** سے شروع کرے[1]- فقط واللہ تعالیٰ اعلم-

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

عشاء کے فرضوں کے بعد کتنی رکعات سنت ہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء اس مسئلہ میں کہ عشاء کے بعد چار رکعت سنت پڑھ لینا اولیٰ ہے یا دو رکعت- **السنة رکعتان قبل الفجر و اربع قبل الظھر...... و اربع قبل العشاء و اربع بعدھا و ان شاء رکعتین والاصل فیہ قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم من ثابر علی ثنتے عشر رکعة...... الخ و فی غیرہ ذکر الاربع فلھذا خیر الاان الاربع افضل- خصوصاً عند ابی حنیفةؒ علی ما عرف من مذھبه**[2]- براہ کرم تحقیق مسئلہ حوالہ کتب سے رہنمائی فرمائیں- والسلام خیر الکلام-

﴿ج﴾

چار رکعت اولیٰ ہیں اگرچہ سنت مؤکدہ دو ہی ہیں[3]- دوسری دو رکعت سنت مؤکدہ نہیں بلکہ دو رکعت مستحب میں سے شمار ہو جائیں گی اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے- **لان الموکدة مع الزیادة افضل من المؤکدة فقط** - ایک تحریمہ سے مؤکدۃ مع الزیادۃ ادا ہو سکتے ہیں جیسا کہ فتح القدیر والے نے ثابت کیا ہے- **لان الاربع افضل من رکعتین بالاجماع بل کلام الکل فی ھذا المقام یفید ما قلنا اذ لاشک فی ان الراتبة بعد العشاء رکعتان والاربع افضل فتح القدیر مصری**[4] الخ-

---

۱) الدر المختار (وفی البواقی)من ذوات الاربع یصلی علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ویستفتح ویتعوذ کتاب الصلوة باب الوتر والنوافل ۵۵۲/۲ طبع مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ.
وکذا فی الھندیہ کتاب الصلوة الباب التاسع فی النوافل ۱۱۳/۱ طبع مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ.
وکذا فی البحر الرائق باب الوتر والنوافل ۸۷،۸۶/۲طبع مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ.

۲) الھدایہ باب النوافل ج۱، ص ۱۲۷، طبع مکتبہ امدادیہ، ملتان

۳) لما فی البحر الرائق والسنة قبل الفجر وبعد الظھر والمغرب والعشاء رکعتان کتاب الصلوة باب الوتر والنوافل ۸۳/۲ طبع مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ.وکذا فی الدر المختار کتاب الصلوة باب الوتر والنوافل ۵٤٦/۲ طبع رشیدیہ کوئٹہ. وکذا فی البنایة علی شرح الھدایہ کتاب الصلوة باب النوافل ۵۰٦/۲طبع دارالکتب العلمیة بیروت لبنان.

٤) فتح القدیر کتاب الصلوة باب النوافل ۳۸۸،۳۸۷/۱ طبع مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ.
وکذا فی چلبی علی ھامش فتح القدیر کتاب الصلوة باب النوافل ۳۸۷/۲ طبع مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ.

شکرانہ کے نوافل کی جماعت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ نفل شکرانہ بصورت جماعت ادا کیے جا سکتے ہیں- نیز وقت کے متعلق بھی وضاحت فرما دیں- بینوا توجروا-

﴿ج﴾

بصورت جماعت درست نہیں اس سے احتراز لازم ہے (۱)- اپنے طور پر اگر کوئی شخص بغیر کسی اہتمام کے نفل پڑھ لے یا سجدہ شکر بجالائے تو اس کی گنجائش ہے- اوقات مکروہہ میں نوافل درست نہیں (۲)-

بہرحال مسئولہ صورت درست نہیں اور دین میں اپنی طرف سے ایک نئی چیز کا اضافہ نہ کریں کہ یہ بدعت اور گمراہی ہے (۳)- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

فجر کی جماعت سے قبل اور عصر و مغرب کے درمیان نوافل کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسائل کہ

(۱) ایک آدمی مسجد میں داخل ہوتا ہے جبکہ صبح کی اذان ہو چکی ہے تو کیا وہ جماعت سے قبل وضو کے نفل یا کسی اور قسم کے نفل ادا کر سکتا ہے یا نہیں-

---

۱) لما فی الدر المختار (ولا یصلی الوتر)لا (التطوع)بجماعة خارج رمضان أی یکره ذالك علی سبیل التداعی کتاب الصلوة باب الوتر والنوافل ۲/ ٤٩ طبع ایچ-ایم-سعید.
وکذا فی حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح کتاب الصلوة باب الوتر والنوافل ص:٣٨٦ طبع دارالکتب العلمیة بیروت ،لبنان.
وکذا فی البحر الرائق کتاب الصلوة باب الامامة ١/ ٦٠٤ طبع مکتبه رشیدیه کوئٹه.

۲) وکره تحریما...... صلاة مطلقاً ولو قضاءً أو واجبة أو نفلاً أو جنازةً وسجدة تلاوة وسهو مع شروق ...... واستواء وغروب إلا عصر یومه الدر المختار کتاب الصلوة ١/ ٣٧٠ طبع ایچ-ایم-سعید کراچی. وکذا فی تبیین الحقائق کتاب الصلوة ١/ ٢٢٨ طبع دار الکتب العلمیة بیروت لبنان.

۳) وعن عائشة رضی الله عنها قالت قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من أحدث فی أمرناهذا ما لیس منه فهو رد متفق علیه مشکوة المصابیح باب الاعتصام بالکتاب والسنة ص:٢٧ طبع قدیمی کتب خانه.

(۳) ایک آدمی مسجد میں آتا ہے جبکہ صبح کی جماعت کھڑی ہے تو اس کے لیے کیا حکم ہے کہ وہ پہلے سنت ادا کرے- پھر جماعت میں شامل ہو جائے پھر جماعت کے ختم ہونے کے بعد جبکہ نماز کا وقت بھی ہے تو وہ سنت ادا کر سکتا ہے یا سورج نکلنے کے بعد ادا کرے۔

(۴) نماز جمعہ ختم کرنے کے بعد جو چھ سنتیں پڑھی جاتی ہیں- پہلے چار سنتیں پڑھنی چاہئیں یا دو سنت۔

(۵) عصر اور مغرب کے فرضوں کے درمیان نفل پڑھ سکتا ہے یا نہیں اور اگر نفل نہیں پڑھ سکتا تو پچھلی قضاء ادا کر سکتا ہے یا نہیں- جبکہ عصر کی نماز پڑھنے کے بعد سورج کے پیلا پڑنے کے سبب عصر کا مکروہ وقت شروع نہ ہوا ہو-

﴿ج﴾

(۱) صبح صادق کے بعد کوئی نفل سوائے سنت فجر یا قضا کے درست نہیں ہے-و اما الوقتان الأخران- الخ- فانه يكره فيهما التطوع فقط ولا يكره فيهما الفرض- الخ- و هما اى الوقتان المذكوران ما بعد طلوع الفجر الى ان ترتفع الشمس فانه يكره فى هذا الوقت النوافل كلها الاسنة الفجر- الخ- و ما بعد صلوة العصر الى غروب الشمس لحديث ابن عباس- (۱)

(۲) اگر صبح کی جماعت ہو رہی ہو تو اگر ایک رکعت کے ملنے کی امید ہے تو سنتیں صبح کی علیحدہ ہو کر پڑھ لے- پھر جماعت میں شریک ہو جائے- (و اذا خاف فوت) ركعتى (الفجر لا شتغاله بسنتها تركها) لكون الجماعة اكمل (والا) بان رجا ادراک ركعة...... (لا) يتركها بل يصليها عند باب المسجد ان وجد مكانا- (۲)

---

۱) غنية المستملى فروع فى شرح الطحاوى ص:۲۳۸، ۲۳۹ طبع سعيدى كتب خانه.
وكذا فى الدر المحتار كتاب الصلوة ۲/ ٤٥ طبع مكتبه رشيديه جديد.
وكذا فى الهداية كتاب الصلوة فصل فى الاوقات التى تكره فيها الصلوة ۱/ ۸۳ طبع مكتبه رحمانيه لاهور.

۲) الدر المختار كتاب الصلوة باب إدراك الفريضة ۲/ ٦١٦، ٦١٧ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه جديد.
وكذا فى الهدايه كتاب الصلوة باب إدراك الفريضة ۱/ ۱۵۹ طبع مكتبه رحمانيه لاهور.
وكذا فى العناية على هامش فتح القدير كتاب الصلوة باب إدراك الفريضة ۱/ ٤١٤ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه.

(۳) اگر پہلے سنت نہ پڑھے تو پھر بعد فرضوں کے قبل طلوع آفتاب نہ پڑھے اگر پڑھے تو بعد آفتاب نکلنے کے پڑھے۔ ولا یقضیها الا بطریق التبعیة لقضاء فرضها قبل الزوال لا بعده فی الاصح [1] (وقال فی رد المحتار) و اما اذا فاتت وحدها فلا تقضی قبل طلوع الشمس بالاجماع لکراهة النفل بعد الصبح و اما بعد طلوع الشمس فکذلک عنده و قال محمدا حب الی ان یقضیها الی الزوال۔ [2]

(۴) دونوں طرح جائز ہے [3]۔

(۵) نمازعصر کے بعد سوائے قضاء کے کوئی نفل نماز درست نہیں [4]۔ (حوالہ بالا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

رمضان شریف کے شبینہ کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین مسئلہ ذیل میں کہ رمضان شریف کے مہینہ کے آخری عشرہ میں شبینہ کے طور پر ایک رات میں قرآن پاک پڑھنا درست ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

اگر یہ ختم نماز تراویح کے علاوہ نفل میں ہو تو بوجہ اس کے کہ نفل میں بہت سے افراد کے ساتھ جماعت کرانے

---

١) الدرالمختار، کتاب الصلوة باب ادراك الفریضة مطلب هل الاسائة دون الکراهة أو أفحش، ٢/٦١٩ طبع مکتبه رشیدیه جدید. وکذا فی حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح کتاب الصلوة باب إدراك الفریضة ص:١٣١ طبع دارالکتب العلمیة بیروت. وکذا فی البحر الرائق کتاب الصلوة باب ادراك الفریضة ٢/١٢٩ طبع مکتبه رشیدیه کوئٹه. وکذا فی فتح القدیر علی شرح الهدایة کتاب الصلوة باب إدراك الفریضة ص:٤١٦، ٤١٧ طبع مکتبه رشیدیه کوئٹه.

٢) لما فی الدرالمختار، کتاب الصلوة باب ادراك الفریضة مطلب هل الاسائة دون الکراهة أو أفحش، ٢/٦١٩ طبع مکتبه رشیدیه جدید. وکذا فی حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح کتاب الصلوة باب إدراك الفریضة ص:١٣١ طبع دارالکتب العلمیة ،بیروت. وکذا فی البحر الرائق کتاب الصلوة باب ادراك الفریضة ٢/١٢٩ طبع مکتبه رشیدیه کوئٹه. وکذا فی فتح القدیر علی شرح الهدایة کتاب الصلوة باب إدراك الفریضة ص:٤١٦، ٤١٧ طبع مکتبه رشیدیه کوئٹه.

٣) لما فی البحر الرائق وعن ابی یوسف انه ینبغی أن یصلی اربعاً ثم رکعتین کتاب الصلوة باب الوتر والنوافل ٢/٨٧ طبع مکتبه ، رشیدیه کوئٹه.

٤) تقدم تخریجه تحت حاشیه :١ ص:٤٠٢.

میں کراہت ہے[1] اس لیے اس کا ترک کرنا ضروری ہے-اگر یہ ختم نماز تراویح میں ہو تو فی نفسہ اگر چہ جائز ہے- تب بھی چند مفاسد کے لزوم کی وجہ سے اسے ترک ہی کرنا زیادہ مناسب ہے- مفاسد مثلاً (تخفیف صلوٰۃ کا حکم جو امام کو دیا گیا ہے[2] اس کے خلاف لازم آتا ہے- جلدی کی وجہ سے حروف قرآن کو صحیح ادا نہیں[3] کیا جاتا، فخر و نمود اور اجرت مالی کا حصول وغیرہ) کے علاوہ تمام نامناسب امور سے بچ کر اگر کوئی شخص ایسا کر سکتا ہے تو یہ عمل جائز ہوگا-

امام کس طرف رُخ کر کے دعاء مانگے

﴿س﴾

کیا ارشاد فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کی بابت کہ جب امام نماز سے سلام کے ساتھ فارغ ہوتا ہے۔ بعدازاں دعا مانگتا ہے لیکن دعا مانگتے وقت امام اپنا منہ قبلہ شریف کی سمت ہی رکھتا ہے۔ اور مقتدیوں کی طرف منہ کر کے دعا نہیں مانگتا تو آیا ایسے امام کو پتھر مارنے کا حکم ہے یا نہیں اگر ہے تو بمعہ حوالہ تحریر فرمادیں۔ دیگر ترک سنت یا ترک مستحب کے تحریر فرمانے کی کوئی ضرورت نہیں۔ صرف فتویٰ یہی چاہیے کہ آیا جو امام مقتدیوں کی طرف منہ کر کے دعا نہیں مانگتا اس کو پتھر مارنے کا حکم ہے یا ویسے ہی لایعنی کلمہ مشہور ہے۔ وضاحت ارشاد فرمادیں۔ فقط والسلام۔

---

۱) لما فی الدر المختار (ولا یصلی الوترو)لا التطوع بجماعة خارج رمضان أی یکره ذالك علی سبیل التداعی کتاب الصلوة ،باب الوتر والنوافل ٢/٦٠٤ طبع مکتبه رشیدیه جدید. وکذا فی البحر الرائق کتاب الصلو ة باب الامامة ١/١٢٣ طبع مکتبه رشیدیه کوئٹه. وکذا فی حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح کتاب الصلوة باب الوتر والنوافل ص:٢٨٦ طبع دارالکتب العلمیة بیروت ،لبنان.

٢) لما فی مشکوة المصابیح عن أبی هریرة رضی الله عنه قال قال : رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا صلی أحدکم للناس فلیخفف فان فیهم السقیم والضعیف والکبیر وإذا صلی أحدکم لنفسه فلیطول ماشاء متفق علیه کتاب الصلوة باب ما علی الامام الفصل الاول ص:١٠١ طبع قدیمی کتب خانه.

٣) لما فی ردالمحتار قوله هذرمة بفتح الهاء وسکون الذال المعجمة وفتح الراء سرعة الکلام والقرائة کتاب الصلوة باب الوتر والنوافل مبحث التراویح ٢/٦٠٣ طبع مکتبه رشیدیه کوئٹه. جدید

وکذا فی حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح کتاب الصلوة فصل فی التراویح ص:٤١٦ طبع دارالکتب العلمیة بیروت.

وکذا فی البحر الرائق کتاب الصلوة باب الوتر والنوافل ٢/١٦١ طبع مکتبه رشیدیه کوئٹه. جدید

﴿ج﴾

عصر و فجر میں اولی و افضل ہے کہ مقتدیوں کی طرف [1] رخ کرے اور دعا مانگے اور اس کا خلاف کرنے پر کوئی بھی قابل رجم کے نہیں ہوتا جو پتھر مارنے کا کہتا ہے وہ سخت غلطی پر ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

عبداللہ عفا اللہ عنہ

۱۸ شعبان ۱۳۸۲ھ

---

۱) لما فی الدر المختار خیره فی المنیة بین تحویله یمیناً وشمالاً وأماماً وخلفاً وذهابه لبیته واستقباله بوجهه ولو دون عشرة مالم یکن بحذائه مصل ولو بعیداً علی المذهب کتاب الصلوة فصل مطلب فیما لوزاد علی العدد الوارد فی التسبیح عقیب الصلوة ۲/۳۰۳ طبع مکتبه رشیدیه کوئٹه. جدید
وکذا فی بدائع الصنائع کتاب الصلوة فصل فی بیان ما یستحب للامام ۱/۱۵۹، ۱۶۰ طبع مکتبه رشیدیه کوئٹه.
وکذا فی حلبی کبیر کتاب الصلوة باب صفة الصلوة ص: ۳۴۰ طبع سعیدی کتب خانه.

باب فی الدعاء بعد الصلوٰۃ

سلام پھیرنے کے بعد امام کس جانب رخ کر کے بیٹھے

(س)

سلام پھیرنے کے بعد امام کا رخ کدھر ہونا چاہیے۔

(ج)

فقہاء نے اس میں اختیار دیا ہے کہ خواہ داہنی طرف کو ہو کر بیٹھے اور خواہ بائیں طرف کو اور خواہ مستقبل الی الناس مستد بر قبلہ ہو کر بیٹھے درمختار میں ہے۔ **وفی الخانیة یستحب للامام التحول' لیمین القبلة یعنی یسار المصلی الخ خیره فی المنیة بین تحویله یمینا وشمالا الخ واستقباله الناس بوجهه** [1] اکثر فعل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا داہنی طرف ہو کر بیٹھنے کا تھا۔ **کما ذکره الشراح وعلیه عمل اکابرنا** کذا فی فتاوی دارالعلوم دیوبند جدید ص ۱۹۳ [2] البتہ جن نمازوں کے بعد سنتیں ہیں روبقبلہ دعا مانگ کر سنتوں کے لیے کھڑے ہو جانا چاہیے [3]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ محمد انور شاہ

---

۱) لما فی الدر المختار کتاب الصلوة باب صفة الصلوة ۳۰۲/۲ طبع مکتبه رشیدیه کوئٹه جدید.
وکذا فی بدائع الصنائع کتاب الصلوة فصل وأما بیان ما یستحب للامام ۱۶۰،۱۵۹/۱ طبع مکتبه رشیدیه کوئٹه.
وکذا فی حلبی کبیر کتاب الصلوة باب صفة الصلوة ص: ۳٤۰ طبع سعیدی کتب خانه.
۲) وکذا فی فتاوی دارالعلوم دیوبند کتاب الصلوة ۱۹۳/۲ طبع دارالاشاعت اردو بازار لاهور.
۳) لما فی رد المحتار وإن کان بعدها تطوع وقام یصلیه یتقدم أو یتأخر أو ینحرف یمینا أو شمالاً أو یذهب إلی بیته فیتطوع ثمه کتاب الصلوة مطلب فیما لو زاد علی العدد الوارد فی التسبیح عقیب الصلوة ۲/ن ۳۰۳،۳۰۲ طبع مکتبه رشیدیه کوئٹه.
وکذا فی بدائع الصنائع کتاب الصلوة فصل وأما بیان ما یستحب للامام ۱۶۰/۱ طبع مکتبه رشیدیه کوئٹه.
وکذا فی حلبی کبیر کتاب الصلوة باب صفة الصلوة ص: ۳٤۲،۳٤۱ طبع سعیدی کتب خانه.

سنن کے بعد بہ ہیئتِ اجتماعیہ دعاء کی شرعی حیثیت

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماءِ دین دریں مسئلہ کہ سنن کے بعد امام اور مقتدیوں کا بہ ہیئت اجتماعی دعا مانگنا سنت ہے یا بدعت ہے۔ علماءِ دیوبند میں سے تو ایک ممتاز عالم دین جو حضرت مولانا خیر محمد صاحب ہیں انھوں نے تو نماز حنفی میں بدعت قرار دیا ہے۔ بینوا توجروا۔

﴿ج﴾

اس قسم کے ایک سوال کے جواب میں مولانا مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ (۱) لکھتے ہیں ''اس میں کوئی شک نہیں کہ نوافل کے بعد دعا مانگنا احادیث سے ثابت ہے۔ اور کبھی اتفاقاً کسی نے امام کے ساتھ مانگ لی تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔ کلام تو اس میں ہے کہ ساری جماعت امام کے فارغ ہونے تک منتظر بیٹھی رہتی ہے اور اس کا اس قدر التزام کیا جاتا ہے کہ پہلے اٹھ جانے کو معیوب سمجھا جاتا ہے اور اس پر انکار اور لعن طعن کیا جاتا ہے۔ اگر امام زیادہ دیر تک نوافل میں مشغول رہا تو بھی کافی دیر تک انتظار کی زحمت اٹھائی جاتی ہے۔ امام بھی اس کا اس قدر التزام کرتا ہے کہ اگر زیادہ دیر تک نوافل اوابین وغیرہ پڑھنا چاہتا ہے تو پہلے دعا مانگ کر مقتدیوں کو فارغ کر کے مزید نوافل میں مشغول ہوتا ہے۔ غرضیکہ امام اور مقتدیوں دونوں کی طرف سے مثل واجب کے اس کا اہتمام کیا جاتا ہے (۲)۔

پھر دعا میں بھی مخصوص طریق کا التزام کیا جاتا ہے۔۔۔ امام کے ساتھ بہ ہیئتِ اجتماعیہ دعا مانگنا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہؓ تابعینؒ تبع تابعینؒ اور ائمہ مجتہدین میں سے کسی سے بھی ثابت نہیں جس کا وجود ہی ثابت نہ ہو اسے وجوب کا درجہ دینا کیسے صحیح ہوسکتا ہے۔ جو امر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور قرون مشہود لہا

---

۱) أحسن الفتاوی فرائض کے بعد دعاء ج ۳ ص: ۶۰، ۶۵ طبع ایچ۔ایم۔سعید کمپنی.

۲) لما فی الدر المختار وسجدة الشكر ...... وكل مباح يؤدی إليه فمكروه كتاب الصلوة باب سجود التلاوة ۲/ ۷۲۰ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه.

وكذا ايضاً فی مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح من اصر على أمر مندوب وجعله عزماً ولم يعمل بالرخصة فقد أصاب منه الشيطان من الاضلال فكيف من أصر على بدعة أو منكر كتاب الصلوة باب الدعاء فی التشهد حديث :۹۴۶، ۳/ ۲۶ طبع دار الكتب بيروت.

وكذا فی السعاية على شرح الوقاية كتاب الصلوة باب صفة الصلوة ۲/ ۲۶۵ سهيل اكيڈمی لاهور.

وكذا فی مجموعة ۳/ ۴۹ طبع إدارة القرآن كراچی.

بالخیر سے ثابت نہ ہوا سے ثواب تصور کرنا یہ سمجھنے کے مترادف ہے کہ نعوذ باللہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ نے دین کو سمجھا نہیں یا پوری طرح پہنچایا نہیں اس لیے دین ناقص رہا جس کی تکمیل آج ہم کر رہے ہیں۔ حالانکہ ارشاد ہے۔ **الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا**[1] ... آج ہم اپنے عمل سے اس آیت کریمہ کی تکذیب کر رہے ہیں۔ چونکہ اکمال دین اور اتمام نعمت ہو چکا تھا اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: من احدث فی امرنا ھذا ما لیس منہ فھورد[2] اور فرمایا **علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین المھدیین عضوا علیھا بالنواجذ**[3]. اور فرمایا **کل محدثة بدعة وکل بدعة ضلالة وکل ضلالة فی النار**[4].

دوامر ایسے ہیں کہ ان کی وجہ سے مباح بلکہ مندوب امور بھی ناجائز ہو جاتے ہیں۔

(۱) التزام خواہ نفس فعل کا ہو یا کسی خاص زمان یا مکان یا ہیئت وکیفیت کا **قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لاتختصوا لیلة الجمعة بالقیام ویوم الجمعة بالصیام وقال فی شرح التنویر کل مباح یؤدی الیہ (ای الوجوب) فمکروہ**[5] **وقال الطیبی فی شرح المشکوة فی التزام الانصراف عن الیمین بعد الصلوة ان من اصر علی مندوب وجعلہ عزما ولم یعمل بالرخصة فقد اصاب منہ الشیطان**[6].

(۲) کوئی مباح یا مندوب فعل ایسی کیفیت سے کیا جاوے کہ عبادت منصوصہ پہ زیادتی کا وہم ہو مثلاً سجدہ عبادت ہے۔ مگر نماز کے بعد موہم زیادۃ ہونے کی وجہ سے مکروہ ہے۔ **قال فی الھندیة واما اذا سجد بغیر سبب فلیس بقربة ولامکروہ وما یفعل عقیب الصلوة مکروہ لان الجھال یعتقدونھا سنة او واجبة وکل مباح یؤدی الیہ فمکروہ ھکذا فی الزاھدی**۔[7] اسی طرح میت کے لیے دعا مانگنا ثواب ہے۔ مگر بعد صلوۃ جنازہ کے مکروہ ہے۔ **ولایدعو للمیت بعد صلوة الجنازة لانہ یشبہ**

---

۱) سورة المائدة آیة:۳پارہ :۲.

۲) مشکوة المصابیح باب الاعتصام بالکتاب والسنة الفصل الاول ص:۲۷ طبع قدیمی کتب خانہ.

۳) مشکوة المصابیح باب الاعتصام بالکتاب والسنة الفصل الثانی ص: ۳۰ طبع قدیمی کتب خانہ.

٤) مشکوة المصابیح باب الا عتصام بالکتاب والسنة الفصل الثانی ص: ۳۰ طبع قدیمی کتب خانہ.

٥) الدر المختار کتاب الصلوة باب سجود التلاوة ۲/ ۷۲۰ طبع مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ.

٦) تقدم تخریجہ تحت حاشیة :۱،ص:٤٠٧

۷) العالمگیریہ کتاب الصلوة الباب الثالث عشر فی سجود التلاوة ۱/ ۱۳٦ طبع مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ.
وکذا فی الدر المختار کتاب الصلوة باب سجود التلاوة ۲/ ۲۷۰ طبع مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ (جدید)

الزیادۃ فی صلوۃ الجنازۃ [1]

دعا مجوث عنہا میں عدم جواز کے دونوں سبب موجود ہیں التزام بھی اور موھم زیادۃ ہونا بھی۔ اگر یہ دعا ثابت ہوتی تب بھی ناجائز ہوجاتی چہ جائیکہ اس کا ثبوت اور وجود ہی نہ ہو۔ فقط واللہ الھادی الی سبیل الرشاد۔

مقتدی امام کی دعاء پر امین کہے یا خود بھی دعاء مانگے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ نماز ختم کرنے کے بعد جب امام دعا مانگتا ہے تو امام کی آواز پر مقتدی کے لیے دو چار بار آمین کہہ دینا مسنون طریقہ ہے یا مقتدی کو کوئی مسنون دعا مانگنی چاہئے۔

﴿ج﴾

چونکہ امام کو ہدایت ہے کہ جمع کے صیغوں کے ساتھ دعا مانگے [2] یعنی دعا صرف اپنے لیے نہ مانگے بلکہ مقتدیوں اور تمام مسلمانوں کے لیے مانگے [3]۔ اس لیے اس کی دعا پر آمین کہنا بھی سنت ہے اور اپنی مسنون دعا مانگنا بھی سنت ہے [4]۔

بعد از فرائض دعاء کی شرعی حیثیت

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ میں کہ نماز فرض کے ادا کرنے کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا سنت ہے یا کہ بدعت ہے اگر دعا مانگنا درست ہے تو سنت یا مستحب یا مباح اگر سنت ہے تو قولی ہے یا فعلی تفصیل کے ساتھ

---

۱) مرقاۃ المفاتیح کتاب الجنائز باب المشی بالجنازۃ والصلوۃ علیہا حدیث :۱۶۸۷، ۱۴۹/۴
دار الکتب العلمیۃ ،بیروت لبنان.
وکذا فی الفتاوی البزازیہ علی ھامش الفتاوی العالمکیریہ کتاب الصلوۃ الخامس والعشرون فی الجنائز وفیہ الشھید ۸۰/۴ طبع مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ.

۲) جمع کے صیغوں کے ساتھ دعا مانگنا درست ہے۔ بحوالہ محمدیہ ۲۵/۵ طبع مکتبہ فاروقیہ کراچی.

۳) لما فی قولہ تعالی واستغفر لذنبك وللمؤمنین والمؤمنات سورۃ محمد آیۃ:۱۹.
لما فی رد المحتار وکان ینبغی أن یزید ولجمیع المؤمنین والمؤمنات کتاب الصلوۃ مطلب فی الدعاء بغیر العربیۃ ۲۸۶/۲، طبع مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ .

٤) لما فی کنز العمال لا یجتمع ملأ فیدعوا بعضھم ویؤمن بعضھم إلا أجابھم اللہ الباب الثامن فی الدعاء الاکمال فی إجابۃ الدعاء ، باعتبار الاوقات والذوات رقم الحدیث :۳۳۶۷.

جواب مرحمت فرمائیں۔اس مسئلہ پر کافی فساد برپا ہے۔

﴿ج﴾

نماز فرض کے بعد دعا مانگنا مستحب ہے۔[1] قبول دعا کا وقت ہے، ہاتھ اٹھا کر عاجزی سے ہر قسم کی حاجات کے لیے دعا کرنا چاہیے۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے البتہ یہ ضروری نہیں کہ فوراً متصلاً مانگی جاوے بلکہ متصلاً اور بعد سنت دونوں طرح درست ہے۔ البتہ بعد از سنت ہیئت اجتماعیہ کے ساتھ دعاء کرنے کو زیادہ ثواب کا باعث سمجھنا بدعت ہے[2] لیکن اس کے باوجود ایسی باتوں سے فساد کرنا کسی طرح بھی جائز نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

محمود عفا اللہ عنہ

۲۹ ربیع الثانی ۱۳۷۶ھ

نماز پنجگانہ کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعاء کرنے کا ثبوت حدیث شریف سے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان عظام اس مسئلہ میں کہ ہمارے علاقہ میں دو گروہ موجود ہیں ایک یہ کہتا ہے کہ نماز ہائے پنجگانہ وجمعہ کے بعد مجتمعاً یا منفرداً علی سبیل الالتزام ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنی احادیث

---

۱) لما فی جامع الترمذی عن ابی امامة رضی الله قال قیل لرسول الله صلی الله علیه وسلم أی الدعا اسمع قال جوف اللیل الاخر ودبر الصلوات المکتوبات أبواب الدعوات ۱۸۷/۲ طبع ایچ-ایم-سعید.

وکذا فی صحیح البخاری کتاب الدعوات باب الدعاء بعد الصلوات ۹۳۷/۲ طبع قدیمی کتب خانه.

وکذا ایضاً فی الترمذی ابواب الدعوات باب بلا ترجمه ۱۸۷/۲ طبع ایچ-ایم-سعید.

۲) لما فی الدر المختار والمبتدع أی صاحب بدعة وهی إعتقاد خلاف المعروف عن الرسول لابمعاندة بل بنوع شبهة کتاب الصلوة باب الامامة ۳۵۶/۲، ۳۵۷ طبع مکتبه رشیدیه کوئٹه.

وکذا فی حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح کتاب الصلوة فصل فی الامامة ص:۳۰۳ طبع دارالکتب العلمیة بیروت لبنان.

وکذا فی البحر الرائق کتاب الصلوة باب الامامة ۶۱۱/۱ طبع مکتبه رشیدیه کوئٹه.

صیحہ اور ازمنۂ مشہود لہا بالخیر میں ثابت نہیں۔ (لیکن یہ گروہ بغیر ہاتھ اٹھائے مطلق دعا کا منکر نہیں ہے)
اور ایک گروہ کا دعویٰ ہے کہ نماز ہائے پنجگانہ و جمعہ کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنی سنت اور امر لازمی ہے
اور یہ خلفشار اس علاقہ میں مدت سے چل رہا ہے جس سے عوام الناس انتہائی پریشانی میں مبتلا ہیں۔
اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا فرقہ اولیٰ کی بات صحیح ہے اور فرقہ ثانیہ کو اہل بدعت میں شمار کیا جائے
یا کہ فرقہ ثانیہ کی بات صحیح ہے اور فرقہ اولیٰ کو تارکین سنت میں شمار کیا جائے جناب عالی سے تمنا ہے کہ جس
فرقہ کی بات صحیح ہو اسے دلائل قرآنیہ و احادیث صحیحہ سے تحریر فرماویں ورنہ رفع اختلاف مشکل ہے۔

﴿ج﴾

فرائض کے بعد دعا کا ثبوت احادیث میں مصرح ہے [1]۔ کثرت سے احادیث اس بارہ میں موجود ہیں حتیٰ کہ
خود فریق اول بھی اس سے انکار نہیں کرتا اور جب دعاء کا ثبوت ہو گیا تو رفع یدین بھی مسنون ہوگا۔ **کما ورد
عن ابن عباس رضی الله عنه عن رسول الله صلی الله علیه وسلم قال المسئلة ان ترفع
یدیک حذو منکبیک او نحوهما** [2] علامہ ابن جزری رحمہ اللہ حصن حصین میں لکھتے ہیں۔ **ان من
آداب الدعاء رفع الیدین** [3]۔ سعایہ میں حضرت مولانا عبدالحی رحمہ اللہ فرماتے ہیں **الا انه لماندب
الرفع (ای رفع الیدین) فی مطلق الدعاء استحبه العلماء فی خصوص هذه الدعاء
(الدعاء بعد الفرائض)** [4] اور خصوص موضع میں بھی ایک روایت موجود ہے۔ مصنف ابن ابی شیبہ میں
ہے۔ **عن الاسود العامری عن ابیه قال صلیت مع رسول الله صلی الله علیه وسلم الفجر
فلما سلم انحرف ورفع یدیه ودعا (الحدیث)** [5] **ورواه ایضاً ابن السنی فی کتابه عمل**

---

۱) عن أبی امامة قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم أی الدعآ أسمع قال جوف اللیل الآخر ودبر الصلوة المكتوبات (الجامع الترمذی) ابواب الدعوات باب بلا ترجمه ۱۸۷/۲ ایچ۔ایم۔سعید کراچی۔
وکذا فی اعلاء السنن كتاب الصلوة بیان ما یقرأ إذا فرغ من الصلوة ۲۰۴/۳ إدارة القرآن کراچی۔
۲) سنن أبی داؤد كتاب الصلوة باب الدعآ: حدیث: ۱۴۸۹ رحمانیه لاهور۔
۳) حصن حصین (مترجم اردو) فصل سوم دعا مانگنے کے آداب کا بیان ص:۲۸ تاج کمپنی کراچی۔
٤) السعاية فی كشف مافی شرح الوقاية كتاب الصلوة باب صفة الصلوة ۲۵۸/۲ سهیل اکیڈمی لاهور۔
٥) مصنف ابن ابی شیبه كتاب الصلوة باب ۷٦، من كان یستحب إذا سلم أن یقوم او ینحرف ۳۳۷/۱ إمدادیه ملتان ولیس فیها قوله او رفع یدیه ودعا۔

الیوم واللیلۃ. [1] اس لیے فریق ثانی حق پر ہے البتہ ایسا التزام کرنا کہ اگر کسی وقت کوئی چھوڑ دے تو اس پر تشنیع کرے اچھا نہیں ہے [2]۔ لیکن ایسے تارکین کو ملامت کیا جا سکتا ہے جو ہمیشہ کے لیے ترک کریں یا اس کے ثبوت سے انکار کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

محمود عفا اللہ عنہ

۲۰ ربیع الثانی ۱۳۷۷ھ

حدیث شریف میں وارد دعاء اللہم انت السلام الخ میں اضافہ کا حکم

﴿س﴾

حدیث شریف کے الفاظ تو یہ ہیں۔ **اللھم انت السلام ومنک السلام تبارکت یاذا الجلال والاکرام** ،لیکن ائمہ مساجد عام طور پر سلام پھیر کر دعا کے طور پر یوں پڑھتے ہیں۔ **اللھم انت السلام ومنک السلام والیک یرجع السلام حینا ربنا بالسلام وادخلنا دار السلام تبارکت یاذا الجلال والاکرام** ۔کیا ان الفاظ کا پڑھنا جائز ہے۔کیا ان الفاظ کا کوئی ثبوت ہے اگر کوئی امام مسجد یہ دعا پڑھے کیا اس کو روکنا چاہیے۔قرآن وحدیث اور فقہ حنفی کے مطابق تفصیل سے جواب دیں۔ بینوا توجروا۔

﴿ج﴾

خط کشیدہ الفاظ کا ثبوت کسی حدیث میں نہیں ہے۔مراقی الفلاح کی عبارت میں **اللھم انت السلام** کو اس طرح نقل کیا گیا ہے کہ اس میں **والیک یعود السلام** بھی شامل ہے۔بعض کتابوں میں یعود کی جگہ یرجع ہے۔اس پر علامہ طحطاوی تحریر فرماتے ہیں۔ **قال فی شرح المشکوۃ [3] عن الجزری واما مایزاد**

---

۱) ایضاً

۲) من أصر على أمر مندوب وجعله عزما ولم يعمل بالرخصة فقد أصاب منه الشيطان من الاضلال فكيف من أصر على بدعة أو منكر (مرقاة شرح مشكوة كتاب الصلوة باب الدعا فى التشهد حديث : ٩٤٦، ٣/ ٢٦ دارالكتب علميه بيروت۔

وكذا فى السعاية فى كشف مافى شرح الوقايه كتاب الصلوة باب صفة الصلوة ٢/ ٢٦٥ سهيل اكيڈمی لاهور۔

وكذا فى مجموعة الرسائل اللكنوى، سباحة الفكر فى الجهر بالذكر ، الباب الاول فى حكم الجهر بالذكر ص: ٣٤، مجموعى ٣/ ٤٩٠ إدارة القرآن كراچی۔

٣) مرقاة المفاتيح شرح مشكوة المصابيح كتاب الصلوة باب الذكر بعد الصلوة الفصل الاول حديث ٩٦٠ ، ٣/ ٣٤، ٣٥ دارالكتب بيروت۔

بعد قولہ و منک السلام من نحو والیک یرجع السلام فحینا ربنا بالسلام وادخلنا دارک دار السلام فلا اصل لہ بل مختلف بعض القصاص انتھی.[1] یعنی مشکوۃ میں جزری سے منقول ہے کہ اس ذکر میں جملۂ و منک السلام کے بعد جو اس قسم کے جملے بڑھائے ہیں۔ والیک یرجع السلام فحینا ربنا بالسلام وادخلنا دار السلام. تو ان جملوں کی کوئی اصل نہیں ہے۔ بعض واعظوں کے گھڑے ہوئے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ یہ ذکر صحیح روایات سے اس قدر ثابت ہے۔ اللھم انت السلام ومنک السلام تبارکت یا ذا الجلال والاکرام[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

اور ان کا پڑھنا اگرچہ ناجائز تو نہیں لیکن اس سے احتراز کرنا چاہیے اور ادعیہ ماثورہ میں صرف انہی الفاظ کو پڑھنا چاہیے جو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زبان مبارک سے منقول ہیں۔ اس لیے کہ جو دعائیں اور اذکار قرآن عظیم میں مذکور ہیں وہ تو اللہ جل شانہ کا مقدس کلام ہیں۔ لیکن جو دعائیں اور اذکار احادیث میں وارد ہیں وہ بظاہر تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے کلمات ہیں۔ لیکن درحقیقت وہ بھی اللہ تعالیٰ کی کے ذریعہ ہی آپ کی زبان مبارک سے ادا ہوئے ہیں۔ اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک کے متعلق قرآن کریم کی شہادت یہ ہے۔ وما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی[3] آپ اپنی خواہشات سے کچھ نہیں بولتے وہ (جو بھی زبان سے کہتے ہیں وہ) وحی ہے جو ان کے پاس بھیجی جاتی ہے۔ لہٰذا اللہ جل وعلیٰ کے مقدس کلام میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان وحی ترجمان سے نکلی ہوئی دعاؤں اور اذکار میں جو تاثیر و برکت ہوسکتی ہے وہ کسی بھی دوسرے شخص کی زبان سے

---

۱) حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح کتاب الصلوۃ فصل فی الأذکار الواردۃ ص:۳۱۱ قدیمی کراچی۔

۲) عن عائشۃ رضی اللہ عنھا قالت : کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم إذا سلم لم یقعد إلا مقدار ما یقول اللھم أنت السلام ومنك السلام تبارکت ذالجلال والاکرام، (الصحیح المسلم کتاب الصلوۃ باب استحباب الذکر بعد الصلوۃ وبیان صفۃ ۱/۲۱۸ قدیمی کراچی۔
وکذا فی مشکوۃ المصابیح کتاب الصلوۃ باب الذکر بعد الصلوۃ الفصل الاول ۱/۸۸ قدیمی کراچی۔ وکذا فی جامع الترمذی ابواب الدعوات باب ما یقول اذا سلم ۱/۶٦ سعید کراچی۔

۳) سورۃ النجم: آیۃ: ۳۔ قال القاضی ثناء اللہ پانی پتی: وکذا کل ما یتکلم لیس منشاء ہ الھوی النفسانیۃ بل مستند إلی الوحی جلی أو خفی وان کان باجتھادہ مامور من اللہ تعالی مقرر من اللہ علیہ فھو لیس عن الھوی البتۃ۔ التفسیر المظھری سورۃ النجم آیۃ ۳۔۹/۱۰٤ طبع بلوچستان بکڈپو کوئٹہ۔ وکذا فی تفسیر روح المعانی سورۃ النجم آیۃ: ۳، ۲۷/٦٦ طبع داراحیاء التراث العربی سعید۔

نکلے ہوئے کلمات میں ہرگز ہرگز نہیں ہوسکتی۔ بہر حال آیات اور ادعیہ واذکار مسنونہ کے بارے میں تمام علماء متفق ہیں کہ ان کو انہی عربی الفاظ میں پڑھنا چاہیے جو قرآن وحدیث میں آتے ہیں۔ ذرہ برابر تغیر وتبدل یا کمی بیشی نہ کرنی چاہیے۔ نماز کے بعد جو دعائیں اور اذکار ماثورہ ہیں وہ حصن حصین میں مذکور ہیں۔

حررہ محمد انور شاہ غفرلہٗ ۱۳ ربیع الاول ۱۳۹۵ھ

فرض نمازوں سے فراغت پر دعاء کا ثبوت

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ بعد از صلوٰۃ مفروضہ دعا مانگنا اجتماعی صورت میں ہاتھ اٹھا کر جائز ہے یا نہیں۔ اگر جائز ہے تو اس کا ثبوت احادیث صحیحہ اور اقوال محدثین وعلماء سے دے کر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں۔

﴿ج﴾

فرضوں کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا اور بعد دعا کے منہ پر ہاتھ پھیرنا احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔ اس کا منکر سنت سے بے خبر ہے۔ ترمذی شریف میں مروی ہے۔ **عن ابی امامة قال قیل یارسول الله ای الدعا اسمع قال جوف اللیل الأخر ودبر الصلوت المکتوبات** [1] اور حصن حصین میں بروایت ترمذی و حاکم نقل کیا ہے۔ **وبسط الیدین** [2] اور صحاح ستہ کی روایت سے نقل کیا ہے۔ **ورفعهما.** [3] پس ان احادیث صحیحہ سے ہر ایک نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا اور اس کا سنت ہونا ثابت ہوا اور حصن حصین میں التزام احادیث صحیحہ کا کیا گیا ہے۔ کذا فی فتاوی دار العلوم دیوبند عزیز الفتاویٰ [4] لیکن بعد سنن ونوافل کے خاص التزام کے ساتھ دعا مانگنا ثابت نہیں بدعت ہے [5]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ محمد انور شاہ غفرلہٗ ۸ ذوالقعدہ ۱۳۹۷ھ

---

۱) الجامع الترمذی ابواب الدعوات باب بلا ترجمة ۲/۱۸۷ ایچ۔ایم۔سعید کراچی۔
۲) حصن حصین دعا مانگنے کے آداب کا بیان ص:۲۸ طبع تاج کمپنی لمیٹڈ کراچی۔
۳) عن عمر بن الخطاب رضی الله عنه قال: کان رسول الله صلی الله علیه وسلم إذا رفع یدیه فی الدعاء لم یحطهما حتی یمسح بهما وجهه (الجامع الترمذی کتاب ابواب الدعوات باب ما جآء فی رفع الأیدی عند الدعآ ۲/۱۷٦ سعید۔ وکذا فی سنن أبی داؤد کتاب الصلوة باب الدعاء حدیث:۱٤۹۲، ۱/۲۱۹ رحمانیه لاهور۔
٤) فتاوی دارالعلوم دیوبند (عزیزالفتاوی) کتاب الذکر والدعاء ۱/۱٤۹ طبع دارالاشاعت کراچی۔
٥) البدعة ما أحدث علی خلاف الحق الملتقی عن رسول الله صلی الله علیه وسلم من علم أو عمل او حال بنوع شبهة واستحسان وجعل دیناً قویماً وصراطاً مستقیماً۔ رد المحتار کتاب الصلوة باب الامامة ۱/٥٦۰، مطلب البدعة خمسة أقسام، طبع سعید کراچی۔ ورحم الله طائفة من المبتدعة فی بعض أقطار الهند حیث واظبوا علی أن الامام ومن معه یقومون بعد المکتوبة ثم إذا فرغوا من فعل السنن والنوافل یدعوا الامام عقب الفاتحة جهراً بدعآء مرة ثانیة والمقتدون یؤمنون علی ذالك وقد جری العمل منهم بذالك علی سبیل الالتزام والدوام حتی أن بعض العوام اعتقدوا أن الدعآ بعد السنن والنوافل باجتماع الامام والمأمومین ضروری واجب...... وأیم الله إن هذا امر محدث فی الدین۔ إعلاء السنن کتاب الصلوة بیان ما إذا فرغ من الصلوة ۳/۲۰٥ طبع إدارة القرآن کراچی۔ وکذا فی معارف السنن کتاب الصلوة بحث الدعاء بعد الصلوة ۳/٤۰۹ سعید کراچی۔

کن نمازوں میں مقتدیوں کی طرف سے امام دعاء کرے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ امام مسجد بعد نماز فرض ظہر کے مقتدیوں کی طرف منہ کر کے دعا مانگتے ہیں اور ہمیشہ ایسا ہی کرتے ہیں۔ کیا ایسا کرنا جائز ہے یا نہ۔

﴿ج﴾

فجر وعصر دونمازوں میں امام صاحب مقتدیوں کی طرف منہ کر کے دعا کرے اور باقی تین نمازوں میں روبقبلہ ہوکر دعا مانگے [1] یہ مسنون ہے ھکذا فی امداد الفتاویٰ [2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ
الجواب صحیح محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
۸ جمادی الاخری ۱۳۹۶ھ

سنن ونوافل کے بعد بہ ہیئت اجتماعیہ دعاء کرنے کی شرعی حیثیت

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ میں ایک مسجد میں پہلے سے پیش امام ہوں۔ ہمارے علاقہ میں قدیم ایام سے یہ دستور چلا آ رہا ہے کہ ایک دعا فرائض کے بعد امام اور مقتدی مل کر کرتے ہیں۔ پھر سنن اور نوافل کے بعد امام اور مقتدی ایک دوسرے کا انتظار کر کے اجتماعی طور پر ہاتھ اٹھا کر دعا کرتے ہیں جس کی کیفیت یہ ہے کہ امام دعا پڑھتا ہے اور مقتدی آمین کہتے ہیں۔ حال ہی میں ایک عالم آئے ہیں وہ کہتے ہیں کہ دعا ثانیہ مروجہ بدعت ہے اس لیے اسے ترک کیا جاوے۔ نیز اس سلسلہ میں حضرت مفتی کفایت اللہؒ صاحب کی ایک کتاب نفائس مرغوبہ بھی نظر سے گزری جس میں نہایت تفصیل سے دعا ثانیہ کی تردید مدلل کی ہے اس کی تائید میں کتاب مذکور میں دیگر مشاہیر علماء کرام

---

۱) إن كان فى صلاة لا تطوع بعدها فإن شاء انحرف عن يمينه أو يساره أو ذهب الى حوائجه واستقبل الناس بوجهه مران كان بعدها تطوع وقام يصليه يتقدم أو يتأخر أو ينحرف يميناً أو شمالاً أو يذهب إلى بيته فيتطوع ثمه (رد المحتار كتاب الصلوة آداب الصلوة مطلب فيما لو زاد على العدد الوارد فى التسبيح عقيب الصلوة ۱/۵۳۱ ایچ۔ایم۔سعید۔
وكذا فى حلبى كبير صفة الصلوة ص: ۳۴۱،۳۴۰ سعیدی كتب خانه كراچی۔وكذا فى إعلاء السنن كتاب الصلوة باب الانحراف بعد السلام وكيفيته ...... ۳/۱۸۵،حديث :۹۰۷ إدرة القرآن كراچی۔
۲) إمداد الفتاوى كتاب الصلوة مسائل منثورة متعلقه بكتاب الصلوة ۱/۵۵۳، طبع دار العلوم كراچی قديم۔

کی تحریرات بھی شامل ہیں۔ جس سے اس خیال کو اور تقویت پہنچی۔ چنانچہ میں نے عملی طور پر اپنی مسجد میں دعا ثانیہ چھوڑ دی جس سے مقتدیوں کی ایک قلیل تعداد نے یہ بات مان لی مگر اکثر مقتدی اور عوام اس بات پر ناراض اور کبیدہ خاطر ہیں اور بار بار کہتے ہیں کہ دعا بھی ایک عبادت ہے۔ علماء اس سے کیوں منع کرتے ہیں۔ نیز ایک اور عالم دین جو دیوبندی مکتب فکر سے تعلق رکھتے ہیں اور دیوبند کے فارغ التحصیل ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ دعا ثانیہ مستحب ہے اور دلیل میں آیات قرآنی اور احادیث پیش کرتے ہیں تو اس سے مندرجہ ذیل سوالات پیدا ہوتے ہیں۔

(۱) مذکورہ دونوں مولوی صاحبان میں کون حق پر ہے۔

(۲) کیا دعاء ثانیہ کا قرآن وحدیث میں کوئی ثبوت ہے اور خیر القرون میں یا ائمہ اربعہ سے اس کا کوئی ثبوت ملتا ہے۔

(۳) اس مسئلہ میں بصورت عدم ثبوت اگر عوام کی ناراضگی کا خطرہ ہو تو کیا دعاء کرنا بہتر ہے یا نہ۔

(۴) بصورت ثبوت اس کی کیا حیثیت ہے سنت یا مستحب۔

(۵) دعا ثانیہ میں جمعہ اور اوقات خمسہ میں کوئی فرق ہے یا ایک ہی حکم ہے۔

(۶) بصورت عدم جواز کیا ثانیہ کے جواز کے قائلین کو علماء دیوبند کا پیروکار کہنا صحیح ہے۔

(۷) اگر دعا ثانیہ ناجائز ہے تو نور الایضاح۔ مراقی الفلاح اور طحطاوی کی متعلقہ عبارات کا کیا جواب ہے جس سے جواز معلوم ہوتا ہے۔

﴿ج﴾

(۱) نئے آنے والے عالم صاحب نے جو مسئلہ بتایا ہے صحیح ہے (۱)۔

(۲) کہیں بھی صحیح حدیث میں اس کا ثبوت نہیں ہے۔ نفائس مرغوبہ (مؤلفہ حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ

---

۱) ورحم الله طائفة من المبتدعين فى بعض أقطار الهند حيث وأظبوا على أن الامام ومن معه يقومون بعد المكتوبة ...... ثم إذا فرغوا من فعل السنن والنوافل يدعوا الامام عقب الفاتحة جهراً بدعآء مرة ثانية والمقتدون يؤمنون على ذلك وقد جرى العمل منهم بذلك على سبيل الالتزام والدوام حتى أن بعض العوام اعتقدوا أن الدعآ بعد السنن والنوافل باجتماع الامام والمامومين ضرورى واجب ...... وأيم الله إن هذا امر محدث فى الدين (اعلاء السنن كتاب الصلوة بيان ما فرغ من الصلوة ۲۰۵/۳ إدارة القرآن كراچی۔

وكذا فى معارف السنن كتاب الصلوة بحث الدعآ بعد الصلوة ۴۰۹/۳ ایچ۔ایم۔سعید کراچی۔

صاحب)[1] میں اس پر تفصیل سے بحث کی گئی ہے۔

(۳) عوام کو سمجھایا جائے ان شاءاللہ تعالیٰ ہرگز ناراض نہ ہوں گے۔

(۷) جہاں جہاں سے آپ کو شبہ لگا ہے بعینہ وہ عبارت لکھیے اس کا جواب دیا جائے گا۔ فقط واللہ اعلم

﴿ھوالمصوب﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ نوافل کے بعد دعا مانگنا احادیث سے ثابت ہے[2] اور اتفاقیہ طور پر بغیر التزام واصرار اور بدون قیود نامشروعہ کے کسی نے امام کے ساتھ اجتماعی طور سے دعا مانگ لی تو اس میں بھی کوئی مضائقہ نہیں۔ ہاں اگر اس کو اپنے عقیدہ میں ضروری سمجھے یا عمل میں اس کی پابندی اصرار کے ساتھ اس طرح کی جائے کہ ساری جماعت امام کے فارغ ہونے تک منتظر بیٹھی رہے اور پہلے اٹھ جانے کو معیوب اور اس کے تارک کو قابل ملامت وطعن وتشنیع قرار دیا جائے اور دعا کے لیے اس مخصوص طریق کا جو سوال میں درج ہے۔ التزام کیا جائے۔ تو یہ بدعت ہے۔ اور سنتوں اور نفلوں کے بعد امام کے ساتھ بہ ہیئت اجتماعیہ بطریق مخصوص یہ دعا مانگنا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ، تابعین، تبع تابعین اور ائمہ مجتہدین میں سے کسی سے بھی ثابت نہیں۔ جس کا وجود ہی ثابت نہ ہو اس کا لازم کرنا اس پر اصرار کرنا اور اسے وجوب کا درجہ دینا کیسے صحیح ہوسکتا ہے[3]۔ **قال اللہ تعالیٰ الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا**[4]

---

۱) کفایت المفتی کتاب الصلوۃ سنن ونوافل کے بعد دعا کے بارے میں مفصل بحث (مأخوذ از مجموعة النفائس المرغوبه ۳۳۷/۳ طبع دار الاشاعت کراچی۔

۲) عن الفضل بن عباس رضی الله عنهما قال قال: رسول الله صلی الله علیه وسلم الصلوة مثنی مثنی تشهد فی کل رکعتین وتخشع وتضرع وتمسکن وتقنع یدیك یقول ترفعها إلی ربك مستقبلاً ببطونهما وجهك وتقول یارب یارب ومن لم یفعل ذلك فهو کذا وکذا (جامع الترمذی: ابواب الصلوة باب ما جآء فی التخشع فی الصلوة ۸۷/۱، سعید کراچی۔

وکذا فی إعلاء السنن کتاب الصلوة بیان ما یقرأ إذا فرغ من الصلوة ۲۰۱/۳، حدیث: ۹۳۸ إدارة القرآن کراچی۔

۳) من أصر علی امر مندوب وجعله عزماً ولم یعمل بالرخصة فقد أصاب منه الشیطان من الاضلال فکیف من أصر علی بدعة أو منکر، (مرقاة شرح مشکوة کتاب الصلوة باب الدعآء فی التشهد حدیث ۹٤٦، ۲٦/۳ دار الکتب علمیه بیروت۔

وکذا فی السعایة فی کشف مافی شرح الوقایة کتاب الصلوة باب صفة الصلوة ۲٦٥/۲ طبع سهیل اکیڈمی لاهور۔

٤) سورة المائدة آیة: ۳۔

تراویح کے اختتام پر دعاء کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ عام مشاہدہ ہے کہ ہر مکتب فکر کی مساجد میں تراویح ہونے کے بعد دعا مانگی جاتی ہے-لیکن اس مرتبہ ایک مسجد کے امام صاحب نے فرمایا ہے کہ تراویح کے بعد دعا مانگنا ضروری نہیں ہے بلکہ وتر کی جماعت کے بعد دعا مانگنا افضل ہے-اس پر بعض حضرات اعتراض کر رہے ہیں-ان کا کہنا ہے کہ جہاں تک دعا مانگنے کا تعلق ہے تو وہ ضروری (یعنی فرض) تو ہر فرض نماز کے بعد بھی نہیں ہے اور جہاں تک افضل ہونے کا تعلق ہے تو وہ یہی ہے کہ تراویح کے بعد ہی دعا مانگی جائے کیونکہ اس پر اجماع امت ہے-لہٰذا براہ کرام شرعی حکم سے مطلع فرمائیں کہ اس سلسلہ میں صحابہ کرام و بزرگان دین کا کیا طریقہ رہا ہے اور افضل طریقہ کون سا ہے آیا کہ بعد از تراویح یا بعد از وتر بمع حوالہ اصل حکم سے مطلع فرمائیں-

﴿ج﴾

بعد ختم تراویح دعا مانگنا درست ہے اور مستحب ہے اور معمول سلف و خلف ہے-کذا فی فتاویٰ دارالعلوم (۱)-

اور بعد از وتر اجتماعی طور پر مستحب نہیں ویسے مانگ لینے میں بھی حرج نہیں ہے (۲)-

---

۱) فتاوی دارالعلوم دیوبند کتاب الصلوة فصل رابع باب مسائل تراویح ٤/٢٥٣ ، دارالاشاعت کراچی-

والی ربك فارغب والی ربك وحده فارغب فاحرض بالسوال ولا تسأل غيره تعالى فانه القادر على الاسعاف لا غيره عزوجل وأخرج ابن جرير وغيره من طرق عن ابن عباس رضي الله عنه أنه قال أى إذا فرغت من الصلوة فانصب في الدعآء ...... (تفسير روح المعاني سورة الم نشرح آية:٨ ، ٣٠/٥٤٦ طبع داراحياء التراث العربي بيروت-

وكذا في تفسير ابن كثير سورة الم نشرح آية:٨ ،٦/٤٨٩ قديمي كراچی-

۲) ثم يدعون لأنفسهم وللمسلمين بالادعية المأثورة رافعي أيديهم حذاء الصدر ثم يمسحون بها أى بايديهم وجوههم في آخره......

مراقي الفلاح مع نور الايضاح كتاب الصلوة فصل في صفة الأذكار ص:٣١٨،٣١٦ قديمي كراچی-ب

باب فی مکبر الصوت

(لاؤڈ سپیکر کے احکام)

جمعہ وتراویح میں لاؤڈ سپیکر کے استعمال کا شرعی حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ نماز جمعہ میں یا نماز تراویح میں اگر لوگ کثیر ہوں کہ امام کی آواز لوگوں تک نہ پہنچ سکتی ہو یا گھر میں مستورات کو سننے کا شوق ہو۔ تو لاؤڈ سپیکر میں قرآن مجید پڑھنا درست ہے یا نہیں۔ مہربانی فرما کر شرعی مسئلہ سے آگاہ کریں۔

﴿ج﴾

نماز جمعہ، تراویح وغیرہ میں لاؤڈ سپیکر کے استعمال کرنے سے احتراز کرنا ضروری ہے لیکن اگر استعمال کیا تو اس سے نماز فاسد نہیں ہوتی نماز صحیح ہے [1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم، ملتان

۲۵ ذوالقعدہ ۱۳۹۰ھ

لاؤڈ سپیکر پر جماعت کرانے کی شرعی حیثیت

کیا فرماتے ہیں علماء دین درس مسئلہ کہ لاؤڈ سپیکر پر اگر جماعت کرائی جاوے تو از روئے شرع محمدی صلی اللہ علیہ وسلم یہ نماز ہو جاتی ہے یا نہیں اگر ہوتی ہے تو مکروہ ہوتی ہے یا نہیں۔ نیز بیت اللہ شریف میں امام نماز لاؤڈ سپیکر پر پڑھتا ہے۔ وہاں پر گورنمنٹ نے ریڈیو اسٹیشن کا لاؤڈ سپیکر بھی رکھا ہوا ہے جو کہ تمام ریڈیو اسٹیشنوں پر اس نماز کو نشر کرتا ہے اور جو مکانات و دکانات بیت اللہ شریف سے متصل ہیں مثلاً دار ارقم وغیرہ اور شیخ صالح فراز کا دفتر جو دار ارقم کے اوپر ہے۔ جب حجاج کی بھیڑ ہو جاتی ہے اور اندر کے لاؤڈ سپیکروں کی آواز نہیں آتی تو یہ لوگ اپنے ریڈیو کھول دیتے ہیں۔ اب اس ریڈیو کی آواز پر نماز کی اقتداء جائز ہے یا نہیں جب کہ صفوف مستمرہ

---

۱) مفتی صاحب نے جس وقت یہ فتوی دیا ہے اس وقت اس آلہ کا اتنا عموم نہیں تھا بہت سے ماہرین کو اس وقت تک اس آلے کے متعلق شاید مکمل تحقیق معلوم نہیں تھی اور اب جدید تحقیق یہ ہے کہ یہ آلہ صرف مرتفع الصوت ہے اور اسکی آواز امام ہی کی آواز ہے صدا نہیں، اور اس کے علاوہ چونکہ آج کل اس آلے کا استعمال بہت عام ہو گیا ہے، اس لیے علماء کرام نے اب اس کے ذریعے نماز پڑھانے کے جواز کا حکم دیا ہے۔
کذافی آپ کے مسائل اور انکا حل' لاؤڈ اسپیکر کا استعمال ۲/ ۲۱۵ طبع مکتبہ بینات کراچی۔
وکذا فی الفتاوی الحقانیہ کتاب الصلوۃ باب مفسدات الصلوۃ ۳/ ۲۲۰ دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک۔

ہوں۔ریڈیو یالاؤڈ سپیکر جس آواز کونشر کرتا ہے۔ان دونوں میں کوئی فرق ہے یانہیں یعنی ریڈیو کی آواز اصل ہے یالاؤڈ سپیکر کی ریڈیو پر جو تلاوت ہوتی ہے۔یالاؤڈ سپیکر پر تلاوت ہورہی ہواور سجدۂ تلاوت آجائے یہ سجدہ سامعین پر لازم ہے یانہیں۔

﴿ج﴾

نماز میں لاؤڈ سپیکر کا استعمال درست نہیں لیکن اس کے باوجود اگر کسی نے اقتدا کر لی تو نماز اس کی صحیح ہے [1]۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ محمد انور شاہ غفرلہٗ

۲ رمضان المبارک ۱۳۹۱ھ

سپیکر پر نماز پڑھنے کی شرعی حیثیت

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ نماز فرض یا وتر یا سنت یا نفل غرضیکہ کوئی نماز لاؤڈ سپیکر میں پڑھنی جائز ہے یانہیں۔

﴿ج﴾

حقیقت میں یہاں دو مسئلے ہیں۔ایک جواز استعمال اور دوسرا صحت صلوٰۃ اور دونوں کا جواب مختلف ہے۔ لاؤڈ سپیکر کا استعمال نماز میں درست نہیں۔مگر اس کے باوجود اگر کسی نے اقتدا کر لی تو نماز درست ہے [2]۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ محمد انور شاہ

۱۷/ربیع الاول ۱۳۹۱ھ

کیا کثیر مجمع والی نمازوں میں لاؤڈ سپیکر کا استعمال خلاف سنت ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین متین ایدھم اللہ الی یوم الدین اس مسئلہ میں کہ بڑے مجمع والی نمازوں

(۱،۲)ملاحظہ ہو: جمعہ وتراویح میں لاؤڈ اسپیکر کے استعمال کا حکم ،، ص: ۴۲۰

میں بجائے مکبرین کے آلۂ جہر الصوت (لاؤڈ سپیکر) کو استعمال میں لانا کیا اس سے ترک سنۃ متوارثہ ثابت بالا جماع لازم آتا ہے یا نہ۔ اگر کوئی آدمی اس سے پیدا شدہ آواز پر امام کی اقتداء کرے تو کیا اس کی نماز صحیح ہوتی یا اعادہ لازم ہوگا اور خطبہ مسنونہ میں اور وعظ و تقریرات میں اس کا استعمال شرعاً کیا حکم رکھتا ہے۔ بینوا توجروا۔

﴿ج﴾

لاؤڈ سپیکر کا استعمال نماز میں مکروہ ہے[1] البتہ خطبہ وعظ و تقریرات میں جائز ہے[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عبداللہ عفا اللہ عنہ، ۱۲ جمادی الاولی ۱۳۸۳ھ

شبینہ میں سپیکر کے استعمال کا حکم

﴿س﴾

شبینہ میں سپیکر کے استعمال کا حکم کیا ہے۔

﴿ج﴾

فی نفسہ تو لاؤڈ سپیکر پر قرآن کریم کی تلاوت جائز ہے[3] لیکن دوسرے امور کو بھی دیکھا جائے گا اگر پوری رات محلہ والے دقت اور تنگی محسوس کریں اور قرآن کریم کی تلاوت سننے سے بوجھ محسوس کریں۔ واذا قری القرآن فاستمعوا لہ وانصتوا لعلکم ترحمون[4] پر عمل کرنا مشکل ہو تو ایسی صورت میں لاؤڈ سپیکر کا استعمال صحیح نہیں ہوگا[5]۔ پھر تلاوت تو محض عبادت ہے۔ اللہ تعالیٰ کے کلام پاک کی تلاوت پر ریا، نمود و نمائش سے عبادت کی روح ختم ہو جاتی ہے۔ یہاں تو جس عبادت میں تلاوتِ قرآن کی بات ہے خود وہ عبادت ہی محلِ غور ہے۔ اس سے بچنا ہر مسلمان کے لیے لازم ہے البتہ جہاں لوگ اتنے زیادہ ہوں کہ ان تک آواز نہ پہنچ سکے، ایک ضرورت ہے لیکن جہاں یہ ضرورت نہ ہو وہاں تو عبادت میں اس کے استعمال کا کوئی جواز نہیں ہوگا۔ واللہ اعلم۔

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم، ملتان

---

۱) ملاحظہ ہو: جمعہ وتراویح میں لاؤڈ اسپیکر کے استعمال کا حکم،، ص: ۴۲۰

۲) آلات جدیدہ کے شرع أحکام، ص: ۳۸ إدارۃ المعارف کراچی۔

۳) آلات جدیدہ کے شرعی احکام، ص: ۳۸ إدرۃ المعارف کراچی۔

٤) سورۃ الاعراف آیۃ: ٢٠٤۔

٥) أو لأنہ یوذیھم بإیقاظھم ...... یجب علی القاری احترامہ لیکون الاثم علیہ دون أھل الاشتغال دفعاً للحرج، (رد المحتار کتاب الصلوۃ فروع فی القراءۃ خارج الصلوۃ ١/٥٤٦ سعید کراچی۔
وکذا فی حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح کتاب الصلوۃ، فصل فی صفۃ الاذکار، ص ٣١٨ قدیمی کراچی۔ وکذا فی الفتاوی الھندیہ: کتاب الکراھیۃ الباب الرابع فی الصلوۃ والتسبیح وقرائۃ القرآن ٥/٣١٦ رشیدیہ۔

سپیکر کی آواز پر اقتداء کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ہمارے امام مسجد تقریباً عرصہ پانچ سال سے جمعہ اور عیدین کی نماز لاؤڈ سپیکر پر پڑھا رہے ہیں۔ ایک ماہ سے وہ اس بات پر مصر ہیں کہ آئندہ میں جمعہ کی نماز لاؤڈ سپیکر پر نہیں پڑھاؤں گا۔ کیونکہ اس میں قباحت ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ اسٹیشن کے قریب ہے۔ اگر لاؤڈ سپیکر پر جمعہ کی نماز ہو رہی ہو تو مسافروں کو بھی اندازہ ہوسکتا ہے۔ علاوہ ازیں اب ایسا کرنے سے عام لوگوں میں انتشار کا خطرہ ہے۔ لہٰذا آپ یہ فرمادیں کہ لاؤڈ سپیکر کا استعمال حرام ہے، کیا لاؤڈ سپیکر پر خطبہ مسنونہ پڑھا جاسکتا ہے۔ جو لوگ ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھیں جس کے سامنے لاؤڈ سپیکر ہو، کیا ان کی نماز ہوجائے گی بینوا توجروا۔

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم! لاؤڈ سپیکر کا استعمال حرام نہیں ہے۔ اس پر خطبہ مسنونہ پڑھا جا سکتا ہے [1]۔ نماز میں لاؤڈ سپیکر کا استعمال کرنا درست نہیں ہے۔ اگرچہ لاؤڈ سپیکر پر نماز پڑھانے والے کی اقتداء اگر کی جائے تو نماز اکثر علماء کے نزدیک ہوجاتی ہے۔ بعض علماء نے اس میں بھی اختلاف کیا ہے۔ ویسے جو لوگ نماز کو جائز قرار دیتے ہیں وہ بھی نماز جیسی عبادت میں لاؤڈ سپیکر کے استعمال کو بوجہ متعدد قباحتوں کے ناجائز قرار دیتے ہیں۔ نماز کی صحت اور چیز ہے اور اس آلے کا استعمال اس میں دوسری شئ ہے۔ ھکذا فی احسن الفتاویٰ [2]۔

لہٰذا امام صاحب کا خیال درست ہے۔ لاؤڈ سپیکر کو نماز میں استعمال نہ کیا جائے اور اگر ضرورت ہو تو مکبرین کا انتظام کرلیا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

عبد اللطیف غفرلہ

الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ، ۹ صفر ۱۳۸۷ھ

---

۱) آلات جدیدہ کے شرعی احکام، ص: ۳۸ إدرة المعارف کراچی۔

۲) أحسن الفتاوی کتاب الصلوۃ باب الامامۃ رسالۃ امام الکلام فی تبلیغ صوت الامام ۳/۳۳۹، ۳٤۰ طبع ایچ۔ایم۔سعید کراچی۔

ملاحظہ ہو صفحہ ۴۲۰ حاشیہ تحت عنوان: جمعہ وتراویح میں لاؤڈ سپیکر کے استعمال کا شرعی حکم۔

اسپیکر پر آیتِ سجدہ سننے سے وجوب سجدہ کا حکم

﴿س﴾

نماز تراویح میں قرآن پاک کی تلاوت کے لیے لاؤڈ اسپیکر استعمال کیا جاتا ہے۔ اگر سجدہ تلاوت آ جائے تو کیا ہر سننے والے پر سجدہ تلاوت واجب ہوجاتا ہے یا نہیں چاہے وہ مسجد میں ہو یا مسجد سے باہر ہو۔

﴿ج﴾

لاؤڈ سپیکر کے ذریعہ آیت سجدہ سننے والوں پر سجدہ کرنا واجب ہوجاتا ہے۔ چاہے وہ مسجد میں ہوں چاہے گھر میں ہوں۔ سجدہ لازم ہوجاتا ہے۔ وذکر فی المجتبیٰ ان الموجب للسجدة احد ثلاثة. التلاوة. والسماع والائتمام. [1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

۱) رد المحتار کتاب الصلوة باب سجود التلاوة ۲/۱۰۴ طبع ایچ۔ایم۔سعید کراچی۔
وأما سبب وجوب السجدة فسبب وجوبها أحد شيئين التلاوة أوالسماع بدائع الصنائع كتاب الصلوة فصل فی سبب وجوب السجدة ۱/۱۸۰ رشيديه كوئٹه۔
وكذافی الفتاوی التاتارخانيه كتاب الصلوة باب سجدة التلاوة، نوع آخر بيان میں يجب عليه هذه السجدة ۱/۷۷۵ طبع إدارة القرآن كراچی۔
وكذا فی أحسن الفتاوی كتاب الصلوة باب سجود التلاوة ٤/٦٤ سعيد كراچی۔

باب فی القراءة

قرأۃ کا بیان

جمعہ کی نماز میں سورۂ اعلیٰ اور سورۂ غاشیہ پڑھنے کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ہمارے شہر کے امام نماز جمعہ میں ہر جمعہ سورۃ **سبح اسم ربک الاعلیٰ** اور **ھل اتک حدیث الغاشیۃ** پڑھتے ہیں۔ لیکن ایک آدمی نے اعتراض کیا کہ پہلی سورۃ سے دوسری سورۃ بڑی ہے اس لیے نماز مکروہ ہے۔ امام صاحب نے کہا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز جمعہ میں مذکورہ بالا سورتیں اور سورۃ جمعہ اور منافقون پڑھا کرتے تھے۔ معترض نے کہا ہاں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پڑھا کرتے ہوں گے لیکن ھمارے لیے نہیں ہے۔ نماز تو جائز ہے مگر مکروہ ہے۔ برائے کرم قرأت مسنونہ سے مطلع فرمایا جائے اور ساتھ ہی قرأت مذکورہ بالا سے صحیح ہونے یا نہ ہونے کے متعلق بھی مسئلہ واضح فرمایا جائے نوازش ہوگی۔

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ قرأۃ مسنونہ یہ ہے کہ نماز فجر وظہر میں طوال مفصل، عصر اور عشاء میں اوساط مفصل، اور مغرب میں قصار مفصل کی سورتیں پڑھی جائیں۔ سورۃ الحجرات سے لے کر سورۃ **والسماء ذات البروج** تک طوال مفصل اور **والسماء ذات البروج** سے سورۃ **لم یکن** تک اوساط مفصل اور سورۃ **لم یکن** سے **والناس** تک قصار مفصل ہے۔ **والاصل فیه کتاب عمر** رضی اللہ عنہ الی **ابی موسی الاشعری** رضی اللہ عنہ **ان اقرأ فی الفجر والظهر بطوال المفصل و فی العصر والعشاء باوساط المفصل و فی المغرب بقصار المفصل** (۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سورۃ **سبح اسم ربک الاعلیٰ**

---

۱) الهداية كتاب الصلوة باب صفة الصلوة ۱/۱۲۰ طبع مكتبه رحمانيه لاهور۔

ويسن في الحضر ...... طوال المفصل من الحجرات إلى آخر البروج في الفجر والظهر ومنها إلى آخر لم يكن أو ساطه في العصر والعشاء وباقيه قصاره في المغرب أي في كل ركعة سورة مما ذكر ذكره الحلبي (الدر المختار كتاب الصلوة باب صفة الصلوة ۱/۵۹۳ رشيديه كوئٹه

اورھل اتک حدیث الغاشیہ سورۃ جمعہ اورمنافقون پڑھنا اکثر ثابت ہے [1] نہ ہمیشہ۔اگرکوئی کبھی ان کے علاوہ پڑھے تو سنت کے خلاف نہیں۔ بلکہ احیاناً ترک بہتر ہے اس لیے کہ اس سے عوام کا مغالطہ سے بچنا زیادہ قریب ہے اوراسی وجہ سے احناف کے ہاں تعیین سورۃ نہیں ہے۔(و یکرہ التعیین) کالسجدۃ و ھل اتی لفجر کل جمعۃ بل یندب قرأتھما احیانا [2] واذا فرغ من الخطبۃ اقام الصلوۃ و صلی بالناس رکعتین علی ما ھوالمتوارث المعروف فی التحفۃ و غیرھا یقرأفیھما قدرما یقرأ فی الظھر لانھما بدل منہ ان قوأ بسورۃ الجمعۃ و اذا جائک المنافقون او بسبح اسم و ھل اتک حدیث الغاشیۃ تبرکا بالماثور عنہ علیہ الصلوۃ والسلام علی مامر فی صفۃ الصلوۃ کان حسنا لکن یترکہ احیانا لئلا یتوھم العامۃ و جوبہ [3]

نیز سورۃ غاشیہ کی آیات سورۃ اعلیٰ سے اگرچہ زیادہ ہیں لیکن نماز میں ان دونوں کو پڑھنے سے کسی قسم کی کراہت نہیں لکونہ ماثورا فیستثنی من الکراھیۃ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

نمازوں میں تسلسل کے ساتھ قرآنِ پاک پڑھنا

(س)

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک حافظ صاحب پیش امام مسجد پنج وقتہ نمازوں میں مسلسل قرآن کریم پڑھتے ہیں کیا اس طریقہ سے قرآن کریم کا پڑھنا قرون اولیٰ میں ثابت ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اورصحابہ کرام وتابعین وائمہ صالحین سے ایسا عمل ثابت ہے یا نہیں اس کا شرعی حکم کیا ہے۔ بینواتوجروا

---

١) عن النعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقرأ فی العیدین وفی الجمعۃ ...... سبح اسم ربك الاعلی وھل أتاك حدیث الغاشیہ قلت : وقد مر فی باب الجھر فی الجمعۃ والعیدین حدیث ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ أنہ قرأ سورۃ الجمعۃ وإذا جائك المنافقون ...... متن وفی الشرح فھذہ الاحادیث فیھا لفظۃ کان ولم تدل علی المداومۃ بل کان صلی اللہ علیہ وسلم قرأ بھذا مرۃ وبھذا مرۃ فحکی عنہ کل فریق ما حضروا ، ففیہ دلیل علی أن لا توقیت للقراءۃ فی ذلك وأن للامام أن یقراء فی ذلك مع فاتحۃ الکتاب أی القرآن شاء (اعلاء السنن کتاب الصلوۃ مقداد القراءۃ فی الحضر ٤/٤٦،٤٧ إدارۃ القرآن کراچی

٢) الدرالمختار مع شرحہ رد المحتار کتاب الصلوۃ باب صفۃ الصلوۃ ١/٥٤٤ ایچ۔ایم۔سعید کراچی

٣) حلبی کبیر فصل فی صلوۃ الجمعۃ ص: ٥٦١ طبع سعیدی کتب خانہ کوئٹہ
وکذا فی تبیین الحقائق کتاب الصلوۃ باب صفۃ الصلوۃ ١/٣٣٧ طبع دار الکتب علمیہ ربیروت
وکذا فی البحر الرائق کتاب الصلوۃ باب صفۃ الصلوۃ ١/٥٩٨ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ

﴿ج﴾

پنجوقتہ نمازوں میں مسلسل قرآن کریم پڑھنا ثابت نہیں ہے سور مفصلات کا پڑھنا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم وسلف صالحین سے ثابت ہے (۱) لہذا اسی کی اتباع میں سنت اور برکت ہے البتہ اس طریقہ سے نماز میں کوئی کراہت بھی پیدا نہیں ہوتی (۲) اگرچہ خلاف اصح ہے۔

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان شہر

تحقیق مخرج ضاد

الحمد لله الذى نزل القران بلسان عربى مبين والصلوة والسلام على نبيه الامى الذى هو افصح العرب والاعجميين و على اله و عترته و صحابته الذين بلغوا الينا قواعد الاداء و طرقه والقوانين—اما بعد—

ضاد صحیحہ عربیہ فصیحہ کے متعلق چند مباحث ہیں۔

اوّل مخرج: زبان کی دائیں یا بائیں آخری کروٹ کا وہ بغلی حصہ جو اوپر کی ڈاڑھوں کے بالمقابل ہو جب یہ اپنے مقابل ومحاذی چار یا پانچ ڈاڑھوں سے منطبق وملاقی ہو اس طرح کہ کروٹ کا اوپر والا حصہ (جو زبان کی پشت سے ملا ہوا ہے) ڈاڑھوں کی بیخ وجڑ سے ملے اور اس کے وسط کو آخراس کے وسط سے اور نچلے کو (جو زبان سے مجاور ہے) ڈاڑھوں کی اطراف اور نوکوں سے ملائیں نہ کہ اس مقام سے جس سے غذا چبائی جاتی ہے اور یہ بھی مخفی نہ رہے کہ ضاد کو بائیں جانب سے ادا کرنا ایسر وسہل ترین وکثیر تر اور دائیں سے قلیل ونادر اور جانبین سے دفعۃ اور معاً ادا کرنا قلیل ترین ودشوار ترین ہے (۳)۔

---

۱) والاصل فيه كتاب عمر رضى الله عنه الى ابى موسى الاشعرى رضى الله عنه إن اقرأ فى الفجر والظهر بطوال المفصل وفى العصر والعشاء بأوساط المفصل وفى المغرب بقصار المفصل" (الهداية كتاب الصلوة باب صفة الصلوة ۱/۱۲۰ رحمانيه لاهور
وكذا فى الدر المختار كتاب الصلوة باب صفة الصلوة ۱/۵٤۰ طبع ایچ۔ایم۔سعید کراچی
وكذا فى تبيين الحقائق كتاب الصلوة باب صفة الصلوة ۱/۵۳۳ دار الكتب العلمية بيروت
۲) قال الله تعالى فاقرؤا ما تيسر من القرآن (سورة المزمل آية: ۲۰
فيه دليل على أن لا توقيت، للقرأة فى ذلك وأن للامام أن يقرأ فى ذلك مع فاتحة الكتاب أى القرآن شاء (اعلاء السنن كتاب الصلوة مقدار للقرأة فى الحضر ، ٤/٤۷ إدارة القرآن كراچی
۳) والضاد من حافته إذ وليا الاضراس من ايسر أو يمناها
المقدمة الجزرية باب مخارج الحروف ص:۷، قرأت اکیڈمی لاهور
فوائد مكيه دوسری فصل مخارج کے بیان میں ص:۱۵ طبع قرأت اکیڈمی لاهور
وكذا فى جمال القرآن چوتھا مخرج :۸ ص:۱۸ قرأت اکیڈمی لاهور

دوم صفات: اس کی لزومی اور ضروری صفتیں اجماعاً چھ ہیں- (۱) جہر: اونچی اور قوی اور زیادہ آواز سے ادا کرنا جس میں سانس اور خالی ہوا کا حصہ کم اور صوت و آواز کا حصہ زائد ہو- (۲) رخاوت: نرم ولطیف اور آواز جاری رکھ کر ادا کرنا (۳) استعلاء: زبان کی جڑ کو تالو کی طرف بلند کر کے وزنی، موٹا اور پُر ادا کرنا- (۴) اطباق: زبان کے وسط کو تالو کے وسط سے ملصق کر کے اعلیٰ درجہ کا پُر ادا کرنا- (۵) اصمات: مضبوطی اور جماؤ سے بلا عجلت وروانی کے ادا کرنا (۶) استطالت: شروع کروٹ مع اضراس علیا تک آواز کا پورے مخرج میں بتدریج دراز وطویل کرنا[1]۔

سوم ضاد صحیحہ لطیفہ کا مشابہ حرف: ائمہ اداء، علماء تجوید وقرأت، تفسیر وفقہ، نحو وصرف، ادب ولغت ان تمام حضرات کا اس پر اجماع ہے کہ جب ضاد کو اس کے صحیح عربی مخرج ثابت عند القراء سے جمیع صفات لازمہ کی رعایت سمیت مجہور ولطیف، مفخم و مستحکم اور ممتد نیز زبان کو اگلے دو دانتوں (ثنایا علیا) کی نوک و جڑ سے الگ رکھ کر ادا کیا جائے تو اس کی ادا اور آواز ماہر وکامل اور معتمد قاری کی سماعت میں ظاء معجمہ منقوطہ سے صفۃً بہت مشابہ ہوگی- چند حوالے ذکر کیے جاتے ہیں-

(۱) **فلولا الاستطالة و اختلاف المخرجين لكانت ظاء** (التمهيد فى علم التجويد للعلامة الجزرى)[2] یعنی ضاد وظاء میں اگر استطالت ومخرج کا فرق نہ ہوتا تو ضاد عین ظاء ہوتا-

(۲) **والضاد يشبه لفظها بلفظ الظاء الخ**- (كتاب الرعايه لابى محمد بن ابى طالب المكى[3] فى القراءات) یعنی ضاد کا تلفظ ظاء کے تلفظ کے مشابہ ہے-

(۳) **فثبت بما ذكرنا ان المشابهة بين الظاء والضاد شديدة و ان التمييز عسير** (التفسير الكبير للامام الرازى)[4] یعنی ہمارے مذکورہ بیان سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ ضاد وظاء میں نہایت درجہ مشابہت ہے کہ ہر ایک کا تمایز بہت دشوار ہے----

---

۱) المقدمة الجزرية باب الصفات ۸/۷ قرأت اکیڈمی لاهور

وکذافی الفوائد مکیه تیسری فصل صفات کے بیان میں ص:۱۸، ۲۳ طبع قرأت اکیڈمی لاهور

وکذا فی جمال القرآن پانچواں لمعه ص: ۲۳، ۲۹ قرأت اکیڈمی لاهور

۲) بحواله مجموعة الفتاوى أردو مترجم كتاب الصلوة استفتاء ۱/۶۸، ۲۵۱ ایچ۔ایم۔سعید

۳) بحواله مجموعة الفتاوى اردو مترجم كتاب الصلوة استفتاء: ۶۸ ۱/ ۲۵۰ طبع ایچ۔ایم سعید

٤) خانيه بهامش الهنديه كتاب الصلوة فصل فى قرائة القرآن خطاء ۱/ ۱٤۱ رشيديه كوئٹه

(۴) فقہاء ضاد وظاء کے فرق کو فصل بالمشقہ سے تعبیر کرتے ہیں یہ بھی قرینہ ہے کہ ان دونوں حرفوں میں شدید درجہ کا صوتی وصفتی تشابہ پایا جاتا ہے۔ (ملاحظہ ہو خانیہ (۱)، شامیہ (۲)، عالمگیریہ (۳)، بزازیہ (۴)، فتح القدیر (۵)، نہر فائق (۶)، شرح تنویر وغیرھا)

(۵) **و بعض الحروف اذا وقفت علیها خرج معها مثل النفخة و لم ینضغط الاول و هی الظاء و الذال والضاد والزاء** (شرح شافیه للعلامة الرضی) (۷) یعنی کچھ حروف ایسے ہیں کہ جب ان پر وقف ہوتا ہے تو ان میں پھونک کی مانند آواز جاری رہتی ہے اور پہلی ہی مرتبہ آواز نہیں رکے گی اور وہ یہ ہیں: ظاء، ذال، ضاد، زاء۔

(۶) **و یجتهد فی الفرق بین الضاد و الظاء** (احیاء العلوم للعلامۃ الامام الغزالی) (۸) یعنی ضاد اور ظاء میں جدائی کرنے کی کوشش کرے۔ (کیونکہ ان میں صفتی تشابہ کثیر ہے)

چہارم ضاد کی غلط ادائیگی: اس کو باریک یا پُر دال، ذال، زاء، ذُواد، زواد، ڈواد، غواد عین ظاء، غین معجمہ، طاء مہملہ، لام مفخّم، پڑھنا خلاف تجوید و باعث گناہ ہے اور اگر اہمال (بے معنویت) یا معنی کا تغیر فاحش ہو تو نماز فاسد ہو جائے گی (۹)۔

پنجم نماز کا فساد و جواز: حروف وغیرہ کی تبدیلی اور خلاف قواعد تجوید پڑھنے سے اہل دیہات وعوام کی نیز معذور جو صحیح ادا پر قادر نہ ہو۔ (اور ماہر و کامل شیخ اس کو مجبور قرار دے دے) نیز الثغ (توتلا آدمی) ان سب کی

---

۱) تنویر الابصار مع رد المحتار کتاب الصلوة باب مایفسد الصلوة مطلب إذا قرأ تعالی جد ۶۳۳/۱ سعید کراچی
۲) الفتاوی الهندیه کتاب الصلوة الباب الرابع الفصل الخامس فی زلة القاری ۷۹/۱ رشیدیه کوئٹه
۳) الفتاوی الهندیه کتاب الصلوة الباب الرابع الفصل الخامس فی زلة القاری ۷۹/۱ رشیدیه کوئٹه
٤) الفتاوی البزازیه علی هامش الهندیه کتاب الصلوة الفصل الثانی عشر فی زلة القاری ٤۲/٤ رشیدیه
٥) فتح القدیر کتاب الصلوة فصل فی القراءة ٦٨٢/١ رشیدیه کوئٹه
٦) النهر الفائق کتاب الصلوة باب ما یفسد الصلوة وما یکره فیها ٢٧٤/١ دار الکتب العلمیة بیروت
۷) مجموعة الفتاوی اردو مترجم کتاب الصلوة استفتاء: ٦٨، ٢٥١/١ ایچ۔ایم۔سعید کراچی
۸) إحیاء علوم الدین: کتاب أسرار الصلوة ومهماتها الباب الثانی القراة ٢١٩/١، طبع مکتبه رشیدیه کوئٹه
۹) والقاعدة عند المتقدمین أن ماغیر المعنی تغییرا یکون اعتقاده کفرا یفسد فی جمیع ذلك
رد المحتار کتاب الصلوة باب ما یفسد الصلوة وما یکره فیها مطلب مسائل زلة القاری ٦٣١/١ ایچ۔ایم۔سعید
وکذا فی حلبی کبیر فصل فی بیان أحکام زلة القاری ص: ٤٧٦ طبع سعیدی کتب خانه کوئٹه

نمازیں فاسد نہ ہوں گی اور معذور آدمی اس طرح پڑھنے کے باعث گنہگار بھی نہیں ہوگا- ملاحظہ ہو فتاویٰ رشیدیہ [۱]-مگر عاجز معذور ہے اھ نیز جمال القرآن مصنفہ علامہ تھانوی رحمہ اللہ [۲] محقق عالموں نے عام مسلمانوں کے گنہگار ہونے کا اوران کی نمازوں کے درست نہ ہونے کا حکم نہیں کیا-اھ منیہ کی شرح میں ہے کہ فتاویٰ حجت کی رو سے فقہاء کو نماز لوٹانی پڑے گی اور عوام کی درست ہوجائے گی [۳]-(یعنی تبدیل ضاد بالظاء کی صورت میں ملاعلی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس باب میں یہ فیصلہ عمدہ تر ہے-المنح الفکریہ) باقی رہے خواص و قراء اور فقہاء سو قاضی خان میں ہے کہ اگر اس تبدیلی سے معنی بدل جائیں تو اس کا حکم یہ ہے کہ اگر یہ دونوں حرف ایسے ہوں کہ ان میں بدون مشقت کے فرق وجدائی کرسکتے ہوں تو ایسے موقعہ میں تو تبدیلی سے نماز فاسد ہوجائے گی جیسے صاد کو طاء سے بدل کر الصلحت کے بجائے الطلحت پڑھیں اور اگر وہ دو حرف ایسے ہوں جن میں مشقت کے بغیر فرق نہ کرسکتے ہوں- جیسے ضاد، وظاء، صاد وسین، طاء وتا تو وہاں تبدیلی سے اکثر مشائخ کے قول پر نماز فاسد نہ ہوگی--و ان ذكر حرفا مكان حرف و غير المعنى فان امكن الفصل بين الحرفين بلا مشقة كالصاد مع الطاء فقرأ (الطلحت) مكان (الصلحت) تفسد صلا ته عندالكل و ان لا يمكن الفصل بين الحرفين الا بمشقة كالظاء مع الضاد و الصاد مع السين و الطاء مع التاء اختلف المشائخ فيه قال اكثر هم لا تفسد صلا ته [۴]-اسی طرح عالمگیری [۵]، فتح القدیر [۶] وغیرہ میں ہے-اور قاضیخان میں یہ بھی ہے [۷] کہ ذیل کی غلطیوں سے نماز فاسد ہوجائے گی-(۱) والعديت ضبحا کے بجائے ظبحا- (۲) غير المغضوب میں ضاد کے بجائے ظاء یا دال (۳) طلعها هضيم میں ضاد کے بجائے ظا یا ذال (۴) فترضى (والضحى) ضاد کے بجائے ظاء پڑھ دی اور ان صورتوں میں فاسد نہ ہوگی و لا الضالين میں (۲) و من يضلل الله میں (۳) ء اذا ضللنا میں ضاد کے

---

۱) تأليفات رشيديه مع فتاوى رشيديه كن امور سے نماز فاسد ہوتی ہے ، ص:۲۸۸ إدارة اسلاميات لاهور

۲) جمال القرآن پانچواں لمعه فائده :۵ ص: ۳۰ قرأت اکیڈمی لاهور

۳) فى فتاوى الحجة أنه يفتى فى حق الفقهاء باعادة الصلوة وفى حق العوام بالجواز حلبى كبير فصل فى بيان أحكام زلة القارى ص:۴۷۸ سعيدى كوئٹه

۴) فتاوى قاضيخان بهامش الهنديه كتاب الصلوة فصل فى قرأة القرآن خطاء ۱۴۱/۱ رشيديه

۵) الفتاوى الهندية كتاب الصلوٰة الباب الرابع الفصل الخامس فى زلة القارى ص ۱/۷۹ رشيديه كوئٹه

۶) فتح القدير كتاب الصلوة الباب الرابع ، الفصل الخامس فى زلة القارى ۷۹/۱ رشيديه كوئٹه

۷) ولو قراء والعاديات ظبحاً بالظاء تفسد صلاته وكذا لو قرأ غير المغظوب بالظاء أو بالذال تفسد صلاته فتاوى قاضيخان على هامش الهنديه فصل فى قراة القرآن خطاء ۱۴۲/۱ ، ۱۴۶ رشيديه كوئٹه

بجائے ظاء پڑھ دی نیز ولاالدالین سے نماز فاسد ہو جائے گی (خانیہ) اسی طرح فی تظلیل (فیل) سے بھی نادرست ہوگی۔(منیہ)[1]

لیکن یہ واضح رہے کہ یہ ساری تفصیل لغزش وجریان علی اللسان کی صورت میں ہے۔ باقی عمداً یا عناداً یا وجود قدرت علی الاداء التصحیح کے ضاد صحیحہ کو ظاء یا دال مفخم سے تبدیل کر دینا مطلقاً مفسد صلاۃ ہے۔ ان تعمد ذلک تفسد و ان جری علی لسانہ او لا یعرف التمییز لا تفسد و ہو المختار۔[2]

تنبیہ:- باوجود فارغ البالی ورقت زبان وقدرت کے تصحیح کی طرف توجہ نہ کرنا موجب اثم ہے۔[3]

ششم: طریقہ اداء صحیح ضاد: اولاً حافہ کو اضراس سے دائیں یا بائیں جانب لگائیں پھر بقیہ حصہ زبان کو پھیلا کر صفت استعلاء واطباق کو ادا کرنے کے لیے اس کو تالو سے لگائیں۔ اس طرح کہ وسط حنک (تالو) ڈھک جائے اور زبان کی نوک کو دال اور ظاء کے مخرج پر لگنے سے بچائیں۔ پس قاعدہ کے موافق زبان لگ جائے تو اب آواز میں جہر پیدا کرنے کی کوشش کریں کہ آواز آہستہ آہستہ شروع مخرج سے اخیر تک ممتد ہو۔ نیز اس کا بھی خیال رہے کہ آواز سامنے سے پیدا نہ ہو بلکہ کروٹ اور ڈاڑھوں میں پیدا ہو اور پورے مخرج سے نکلے۔ پس جب تک صوت مخرج سے نہ نکلے صرف زبان کا مخرج پہ لگنا کارآمد نہیں ہے[4]۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب وعندہ علم الکتاب العبد العاثر محمد طاہر الرحیمی

ضاد کا مخرج اصلی کیا ہے

کیا فرماتے ہیں علماء ودین قراء عظام دریں مسئلہ کہ لفظ ضاد (ض) کے مخرج کی آواز کے ساتھ کن حروف کی

---

١) ولو قرأ الم يجعل كيدهم فى تظليل بالظاء مكان الضاد تفسد حلبى كبير فصل فى بيان احكام زلة القارى (تنبيه) ص: ٤٩٢ سعيدى كتب خانه كوئٹه

٢) رد المحتار كتاب الصلوة باب ما يفسد الصلوة مطلب إذا قرأ تعالى جد ١/٦٣١ ايچ-ايم-سعيد
وقال القاضى ابو الحسن والقاضى أبو عاصم أن تعمد فسد وأن جرى على لسانه أو كان لا يعرف التمييز لا يفسد وهو أعدل الاقاويل وهو المختار (الفتاوى البزازيه على هامش الهنديه كتا ب الصلوة الفصل الثانى عشر فى زلة القارى ٢/٤٢ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه
وكذا فى الفتاوى الهندية كتاب الصلوة الباب الرابع فى صفة الصلوة الفصل الخامس فى زلة القارى ١/٧٩ رشيديه كوئٹه

٣) وحرر الحلبى وابن الشحنة أنه بعد بذل جهده دائما حتماً قوله حتماً أى بذلاً حتما فهو مفروض عليه (الدر المختار كتاب الصلوة باب الامامة مطلب فى الالثغ ١/٥٨٢ سعيد

٤) كذا فى جما ل القرآن چوتها لمعه ، مخرج :٨ ص:١٨ قرأت اكيڈمى لاهور

آواز کو مشابہت ہے اور اس کا مخرج کیا ہے- صحیح کتب سے باسناد باحوالہ جواب عنایت فرمائیں-

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم- جمال القرآن مصنفہ حکیم الامت مولانا محمد اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ میں ہے مخرج نمبر ۸ ض (۱) کا ہے اور وہ حافہ لسان یعنی زبان کی کروٹ دائیں یا بائیں سے نکلتا ہے جبکہ اضراس علیا یعنی اوپر کی ڈاڑھوں کی جڑوں سے لگائیں اور بائیں طرف سے آسان ہے اور دونوں طرف سے ایک دفعہ میں نکالنا بھی صحیح ہے مگر بہت مشکل ہے اور اس حرف کو حافیہ کہتے ہیں اور اس حرف میں اکثر لوگ بہت غلطی کرتے ہیں اس لیے کسی مشاق قاری سے اس کی مشق کرنا ضروری ہے- اس حرف کو دالِ پُر یا باریک یا دال کے مشابہ جیسا کہ آج کل اکثر لوگوں کے پڑھنے کی عادت ہے ایسا ہرگز نہیں پڑھنا چاہیے یہ بالکل غلط ہے- اسی طرح خالص ظاء پڑھنا بھی غلط ہے البتہ اگر ضاد کو اس کے صحیح مخرج سے صحیح طور پر نرمی کے ساتھ آواز کو جاری رکھ کر اور تمام صفات کا لحاظ کر کے ادا کیا جائے تو اس کی آواز سننے میں ظاء کی آواز کے ساتھ بہت زیادہ مشابہ ہوتی ہے- دال کے مشابہ بالکل نہیں ہوتی- علم تجوید وقرأت کی کتابوں میں اسی طرح لکھا ہے-

اور تفسیر عزیزی ص ۳۷ (۲) (سورۃ التکویر) پر ہے- وفرق درمیان مخرج ضاد وظاء بسیار مشکل است اگر خوانندگان ایں دیار ہر دو را یکسان برارند نہ در مقام ضاد ضاد میشود ونہ در مقام ظا ظا مخرج ایں ہر دو حرف را جدا جدا شناختن قاری قرآن را ضروراست الخ-

اور جہد المقل میں ہے- الضاد والظاء و الذال المعجمات الکل متشارکۃ فی الجھر والرخاوۃ و متشابھۃ فی السمع (و ایضا فیہ) و یشبہ صوتھا (ای صوت الضاد المعجمۃ) صوت الظاء المعجمۃ بالضرورۃ- (۳) اور سعایہ شرح شاطبی میں ہے ان ھذہ الثلث (ای الضاد والظاء والذال) متشابھۃ فی السمع والضاد لا تفرق من الظاء الا باختلاف المخرج و زیادۃ الاستطالۃ فی الضاد و لو لاھما لکانت احدیھما عین الاخری- (۴)

اس مسئلہ کی مزید تفصیل مجموعۃ الفتاویٰ مولانا عبدالحئی لکھنوی (۵) اور احسن الفتاویٰ مولانا رشید احمد

---

۱) جمال القرآن چوتھا لمعہ مخرج :۸ ص:۱۸ قرأت اکیڈمی لاہور

۲) بحوالہ مجموعۃ الفتاوی کتاب الصلوۃ استفتاء ۱ /۶۸، ۲۵۰ ایچ-ایم-سعید

۳، ۴، ۵) مجموعۃ الفتاوی اردو مترجم کتاب الصلوۃ استفتاء ۶۸; ۱ /۲۵۱ طبع ایچ-ایم سعید کمپنی کراچی ۔

لدھیانوی[1] اورتفسیر مواھب الرحمان تحت آیۃ و ما ھو علی الغیب بضنین (سورۃ تکویر) میں ملاحظہ فرمائیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

قراءۃِ فاتحہ خلف الامام کاحکم

﴿س﴾

کیاامام کے پیچھے فاتحہ پڑھنا ضروری ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

قرأت خلف الامام میں ائمہ کا اختلاف ہے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ اوران کے اتباع وموافقین عدم جواز قرأت خلف الامام کے قائل ہیں۔ دلیل امام صاحب کی آیت قرآنیہ و اذا قرئ القران فاستمعوا لہ وانصتوا[2]۔ الایۃ اورحدیث صحیح مسلم و اذا قرأ فانصتوا[3] اور من کان لہ امام[4]۔ الحدیث اور شامی میں خزائن سے منقول ہے۔و فی الکافی و منع المؤتم من القرأۃ مأثور من ثمانین القراء من کبار الصحابۃ المرتضی و العبادلۃ و قددون فی الحدیث اسامیھم[5]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ضاد کے مخرج اورصفات کا دیگر حُروف سے فرق

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ حرف (ض) کی صحیح ادائیگی کیسی ہے اوراس کی آواز ظاء کے مشابہ ہے یا دال کے اوراس کا مخرج اوراس کی صفات کیا کیا ہیں مفصل بیان فرمائیں۔

---

۱) أحسن الفتاوی باب القراءۃ والتجوید ، رسالہ الارشاد الی مخرج الضاد ۹۰/۳ طبع ایچ۔ایم سعید کمپنی کراچی

۲) سورۃ الاعراف آیۃ: ۲۰۴

۳) صحیح المسلم کتاب الصلوۃ باب التشھد فی الصلوۃ ۱۷۴/۱ قدیمی کراچی

٤) عن جابر رضی اللہ عنہ قال : قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من کان لہ امام فقرأۃ الامام لہ قرأۃ سنن ابن ماجہ کتاب الصلوۃ باب اذا قرأ الامام فانصتو ۶۱/۱ ایچ۔ایم۔سعید کراچی

۵) رد المحتار کتاب الصلوۃ باب صفۃ الصلوۃ فصل فی القراءۃ ۵٤۵/۱ ایچ۔ایم۔سعید
ولا یقراء المؤتم بل یستمع وینصت ...... للحدیث المروی من طرق عدیدۃ من کان لہ إمام فقرائۃ الامام لہ قراءۃ ...... (البحر الرائق کتاب الصلوۃ باب صفۃ الصلوۃ ۵۹۹/۱ رشیدیہ کوئٹہ
وکذا فی النھر الفائق کتاب الصلوۃ باب صفۃ الصلوۃ ۲۳۵/۱ دار الکتب العلمیۃ بیروت

		مخارج	صفات
ض	معجمہ	زبان کا بغلی کنارہ اور اوپر ڈاڑھوں کی جڑ	جہر-رخوت-استعلاء-اطباق-استطالت [1]
ظ	معجمہ	زبان کی نوک کنارہ ثنایا علیا	جہر-رخوت-استعلاء-اطباق-[2]
د	مہملہ	زبان کی نوک جڑ ثنایا علیا	جہر-شدت-استفال-انفتاح-قلقلہ [3]

اس سے معلوم ہو گیا کہ مخارج تو ان تینوں حرفوں کے جداگانہ ہیں مگر ظاء حرف ض کے ساتھ سوائے صفت استطالت کے باقی تمام صفات میں متحد ہے اور دال حرف ض کے ساتھ سوائے صفت جہر کے باقی تمام صفات میں مختلف ہے اور یہ بات واضح ہے کہ کسی دو حرفوں میں تشابہ کا سبب اشتراک مخرج ہوا کرتا ہے یا اشتراک صفات یہاں حرف ض سے تو یہ دونوں حرف ظ-د-مخرج میں مختلف ہیں-حاصل یہ کہ ضاد کو دال مہملہ کے ساتھ بوجہ اتحاد ایک صفت جہر کے نہایت قلیل درجہ کی مشابہت ہے-اسی وجہ سے ضاد کا ممتاز ادا کرنا دال مہملہ سے نہایت سہل اور آسان ہے-لیکن حرف ض بسبب اتحاد اکثر صفات کے ظاء کے ساتھ مشابہت کاملہ رکھتا ہے-اسی وجہ سے علماء مجودین کے ہاں ان دونوں حرفوں میں تمیز کو مشکل اور عسیر سمجھا گیا ہے اور فقہاء کرام نے اس کو فصل بالمشقہ سے تعبیر کیا ہے-لیکن ہیں یہ دونوں حرف جداگانہ کیونکہ مشابہت مشعر بمغائرت ہے-لیکن جب حرف ض کو اپنے مخرج سے مع رعایت جمیع صفات کے ادا کیا جائے تو اس کی آواز ظاء کی آواز سی مسموع ہوگی اور اس کی آواز سے مشابہ ہوگی علامہ محمد مکی رحمہ اللہ اپنی کتاب رعایہ باب الضاد میں ارشاد فرماتے ہیں- الضاد تخرج من المخرج الرابع من مخارج الفم تخرج من اول حافة اللسان و ما يليه من الاضراس و هو حرف قوی لانها مجهور مطلق من حروف الاستعلاء و فيه استطالة و له صفات قد تقدم ذكرها و ايضا يشبه لفظها بلفظ الظاء لانها من حروف الاطباق و من حروف المستعلية و من الحروف المجهورة و لو لااختلاف المخرجين و ما فی الضاد من الاستطالة لكان لفظهما واحدا و لم يختلفا فی السمع الـــخ [4]-اس مسئلہ کے متعلق اگر مزید تفصیل مطلوب ہو تو رسالہ النطق بالضاد للقاری [5] المقری عبدالمالک رحمہ اللہ مجموعۃ الفتاویٰ [6] کمل مولانا عبدالحیٔ الکھنوی تفسیر مواہب [7] الرحمٰن تحت آیت و ما هو علی الغيب بضنين جهد المقل للعلامة المرعشی [8] وغیرہ کتب متعلقہ کی طرف رجوع فرمائیں۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۱،۲،۳) كذا فی فوائد مکیہ دوسری فصل مخارج کے بیان میں ص:۱۵ اور چوتھی فصل ہر حرف کی صفات لازم کے بیان میں ص:۲۳ طبع قرأت اکیڈمی لاہور

٤) لم اجد هذا الكتاب۔

(ولكن مثله فی مجموعة الفتاویٰ: كتاب الصلوٰة، استفتاء نمب ٦٨، ص ٢٥١، ج١، ایچ، ایم سعید کراچی)

٥) (لم اجد هذا الكتاب)

٦) (مجموعة الفتاویٰ (اردو مترجم) کتاب الصلوٰة، ص ۱/۲۵۱/۲۵۰، استفتاء نمبر ٦٨، سعید کراچی)

٧) لم أجد هذا الكتاب

٨) لم أجد هذا الكتاب۔

نمازوں میں قراءۃ مسنونہ کے بجائے ترتیب سے پورا قرآن پڑھنے کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ میں حافظ قرآن ہوں - اگر میں فرض پانچ نمازوں میں قرآن اس ترتیب سے پڑھوں کہ ہر رکعت میں ایک رکوع قرآن مجید کا پڑھا جائے اور اس ترتیب سے قرآن ختم کیا جائے پھر شروع کیا جائے کیا اس ترتیب سے قرآن مجید پڑھنے سے قرأت مسنونہ میں تو کوئی فرق نہیں آئے گا - برائے مہربانی مدلل تحریر فرمائیں۔

﴿ج﴾

فجر اور ظہر کی نماز میں تو رکوع ہر رکعت سے پڑھنے سے قرأۃ مسنونہ پر عمل ہو جائے گا - لیکن عصر و مغرب میں جبکہ قصار سور کے پڑھنے کا حکم ہے - یہ مقدار قوم کے لیے گراں ہوگی جیسا کہ یہی مشاہدہ ہے اس لیے تمام نمازوں میں یکساں قرأۃ مقرر کرنے کی بجائے مسنون مقدار کے مطابق پڑھا جائے [1] - اپنی سہولت پر سنت کو ترجیح دیں تاکہ نمازیوں کے لیے حرج کا باعث نہ ہو - فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ایک حرف کی جگہ دوسرا حرف پڑھنے سے فسادِ نماز کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ کسی شخص نے ضاد کی جگہ ظا پڑھ لی تو نماز ہو جائے گی یا نہیں جیسا کہ پارہ نمبر ۱۵ سورۂ بنی اسرائیل میں واخفض لهما جناح الذل ضاد کی جگہ ظا پڑھی گئی -

---

۱) ويقرأ في الحضر في الفجر في الركعتين بأربعين آية أو خمسين آية سوى فاتحة الكتاب ...... وفي الظهر مثل ذلك لاستوائهما في سعة الوقت ...... والعصر والعشاء سواء يقرا فيهما بأوساط المفصل وفي المغرب دون ذلك يقرأ فيها بقصار المفصل والاصل فيه كتاب عمر رضى الله عنه الى ابى موسى الاشعرى رضى الله عنه۔ الهدايه كتاب الصلوة فصل فى القراءة ، ۱۲۰/۱ طبع مكتبه رحمانيه لاهور

وكذا فى الدر المختار مع رد المحتار كتاب الصلوة باب صفة الصلوة ۵۴۰/۱ طبع ايچ۔ايم۔سعيد

وكذا فى الفتاوى الهنديه كتاب الصلوة الباب الرابع فى صفة الصلوة فى القرائة ۷۷/۱ رشيديه كوئٹه

﴿ج﴾

اگرض کی جگہ ظا پڑھی گئی تو نماز فاسد ہوگی۔ درمختار میں ہے اگر حرف میں تبدیلی آجائے اور معنی بدل جائیں پھر نماز فاسد ہو جائے گی ہاں اگر دو حرفوں میں مشکل ہے مثلاً ضاد اور ظا وہاں نماز فاسد نہ ہوگی اگر چہ معنی بدل جائیں [1]۔ زیادہ اگر اس کی تفصیل دیکھنی ہے تو آیت **ما هو علی الغیب** سے متعلق کتب تفسیر [2] اور عینی شرح بخاری [3] کی طرف مراجعت کرو۔ والسلام

تبدیل حرف بہ حرف کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک امام مسجد سورۃ فاتحہ میں **صراط الذین** کی بجائے **صراط الظین** پڑھتا ہے۔ بجائے ذال کے صریح طور پر ظاء سنا جاتا ہے اور سورۃ تین میں **فما یکذبک** کی بجائے **فما یکظبک** ذال کی بجائے صریح طور پر ظا سنا جاتا ہے اور التحیات میں اس قدر وقفہ کرتا ہے کہ مقتدی بمشکل نصف کے قریب پڑھ سکتے ہیں۔ اس کے متعلق بار بار کہا گیا ہے نہ معلوم وہ ضد کے طور پر پڑھتے ہیں یا عادۃً ایسا پڑھتے ہیں۔ کیا ایسی صورت میں نماز ہوتی ہے یا نہ۔ بینوا توجروا۔

---

۱) ولو زاد کلمة أو نقص کلمة أو نقص حرفا او قدمه أو بدله بآخر نحو من ثمره إذا أثمر لم تفسد مالم یتغیر المعنی ، إلا ما یشق تمییزه کالضاد والظاء فأکثرهم لم یفسدها وکذا لو کرر کلمة وصحح الباقانی الفساد إن غیر المعنی الد رالمختار مع شرحه رد المحتار کتاب الصلوة باب ما یفسد الصلوة وما یکره فیها، مطلب إذا قرأ تعالی جدك ۱/۶۳۳ ایچ۔ایم ۔سعید کراچی

وکذا فی الفتاوی الخانیه بهامش الهندیه کتاب الصلوة فصل فی قراء ة القرآن خطاء ۱/۱٤۱ رشیدیه کوئٹه

وکذا فی الفتاوی الهندیه کتاب الصلوة الباب الرابع الفصل الخامس فی زلة القاری ۱/۷۹ طبع مکتبه رشیدیه کوئٹه

۲) دیکھیے تفسیر روح المعانی سورة التکویر آیة: ۲٤ ،۳۰/۳۷۳ دار إحیاء التراث العربی بیروت

۳) واتقان الفصل بین الضاد والظاء واجب ومعرفة مخرجهما لا بد منه للقارئ فان اکثرهم العجم لا یفرقون بین الحرفین عمدة القاری شرح صحیح البخاری کتاب تفسیر القرآة ۸۱، سورة التکویر ۱۳/٤٦٥،٤٦٦ طبع دارالفکر بیروت۔

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم-اس کی کئی صورتیں ہیں اور ہرایک کا حکم علیحدہ ہے اگر امام مذکور قصداً بجائے ذال کے ظاء پڑھتا ہے تو ایسی صورت میں نماز نہیں ہوتی ہے-اور اگر وہ صحیح پڑھنا جانتا نہیں ہے یا جانتا ہے لیکن بے احتیاطی سے ذال کی جگہ ظاء پڑھ لیتا ہے تو ایسی صورت میں نماز متاخرین کے قول کے مطابق ہو جاتی ہے لیکن اگر صحیح نہ پڑھے تو اس کو امام نہ بنایا جائے یا تو اس کا خیال کر کے صحیح طور پر ادا کرے ورنہ امامت نہ کرائے-

(و منها) ذكر حرف مكان حرف ان ذكر حرفا مكان حرف و لم يغير المعنى بان قرأ ان المسلمون ان الظالمون و ما اشبه ذلك لم تفسد صلوته و ان غير المعنى فان امكن الفصل بين الحرفين من غير مشقة كا لطاء مع الصاد فقرأ الطالحات مكان الصالحات تفسد صلا ته عندالكل و ان كان لايمكن الفصل بين الحرفين الا بمشقة كالظاء مع الضاد والصاد مع السين والطاء مع التاء اختلف المشائخ قال اكثرهم لا تفسد صلا ته هكذا فى فتاوىٰ قاضى خان و كثير من المشائخ افتوابه قال القاضى الامام ابو الحسن والقاضى الامام ابوعاصم ان تعمد فسدت و ان جرى على لسانه او كان لا يعرف التميز لا تفسد و هوا عدل الاقاويل والمختار هكذا فى الوجيز (۱) ---الخ- فقط والله تعالى اعلم

کسی معتمد قاری سے یہ تشخیص کرائی جائے کہ واقعی وہ ظاء پڑھتا ہے یا نہیں۔

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

---

۱) الفتاوى الهندية كتاب الصلوة الباب الرابع الفصل الخامس فى زلة القارى ۷۹/۱ رشيديه كوئٹه
الاصل فيما إذا ذكر حرفاً مكان حرف وغير المعنى إن امكن الفصل بينهما بلا مشقة فسد، وإلا يمكن الا بمشقة كالظاء مع الضاد المعجمتين والصاد مع السين المهملتين والطاء مع التاء قال أكثرهم لا تفسد وفى خزانة الاكمل قال القاضى ابوعاصم ان تعمد ذلك تفسدوان جرى على لسانه اولا يعرف التميز لاتفسد وهو المختار حليه وفى البزازية وهو أعدل الاقاويل وهو المختار
رد المحتار كتاب الصلوة باب ما يفسد الصلوة مطلب إذا قرأ تعالىٰ جدك...... ۶۳۳/۱ ایچ-ایم سعید كراچی- وكذا فى الفتاوى البزازية بهامش الهنديه كتاب الصلوة الفصل الثانى عشر فى زلة القارى ۴۲/۴ رشيديه كوئٹه
وكذا فى الخانيه بهامش الهنديه كتاب الصلوة فصل فى قراءة القرآن خطاء...... ۱۴۱/۱ رشيديه كوئٹه

نماز کی تلاوت میں درمیان سے ایک سورت چھوڑ کر پڑھنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ قرآن مجید کی آخری دس سورتوں میں سے ایک سورت کو نماز کی پہلی رکعت میں پڑھا جائے پھر ایک سورت چھوڑ کر دوسری رکعت میں تیسری سورت پڑھی جائے یعنی زید نے پہلی رکعت میں سورت الفیل پڑھی پھر سورت القریش کو چھوڑ کر دوسری رکعت میں سورت الماعون پڑھی تو کیا ایک سورۃ کو چھوڑنے سے نماز میں کراہت واقع ہوتی ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

دو سورتوں کے درمیان میں کوئی چھوٹی سورت جس میں تین آیتیں ہوں چھوڑ دی جائے تو مکروہ ہے۔ یعنی درمیان میں چھوٹی سورت کا چھوڑنا جو مکروہ ہے تو اس میں شرط یہ ہے کہ سورت متروکہ اول سورت سے بڑی نہ ہو ورنہ مکروہ نہیں یہ کراہت فرضوں کے ساتھ خاص ہے نفل نمازوں میں اگر ایسا کیا جائے تو کراہت نہیں ہے۔ مکروہ بمعنی خلاف سنت ہے لہذا سجدہ سہو واجب نہیں اور نہ اعادہ اس نماز کا واجب ہے۔ لیکن اگر کسی نے اعادہ کیا تو گناہ نہیں بلکہ ثواب ہے۔ **و یکرہ الفصل بسورۃ قصیرۃ اما بسورۃ طویلۃ بحیث یلزم منہ اطالۃ الرکعۃ الثانیۃ اطالۃ کثیرۃ فلا یکرہ۔ شرح المنیۃ** [1] نیز شامی میں فتح القدیر سے منقول ہے۔ **والحق التفصیل بین کون تلک الکراھۃ کراھۃ تحریم فتجب الاعادۃ او تنزیہ فمستحب** [2]

پس صورت مسئولہ میں نماز درست ہے اور سجدہ سہو واجب نہیں اور نہ واجب الاعادہ ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

۱) الدر المختار مع رد المحتار کتاب الصلوۃ قبیل باب الامامۃ مطلب الاستماع للقرآن فرض کفایہ ۱/۵۴۶ سعید

وکذا الجمع بین سورتین بینھما سور أوسورۃ فی رکعۃ أما فی الرکعتین فإن کان بینھما سور أو سورتان لا یکرہ وان کان سورۃ قیل یکرہ وقیل ان کانت طویلۃ لا یکرہ قال فی الخلاصۃ ھذا کلہ فی الفرائض أما فی النوافل لا یکرہ فتح القدیر کتاب الصلوۃ قبیل باب الامامۃ ۱/۲۹۹ رشیدیہ کوئٹہ۔ وکذا فی خلاصۃ الفتاوی کتاب الصلوۃ الفصل الحادی عشر فی القرأۃ جنس آخر ۱/۹۷ رشیدیہ کوئٹہ۔ وکذا فی حلبی کبیر تتمات فیما یکرہ من القرآن فی الصلوۃ ص: ۴۹۴ طبع سعیدی کتب خانہ کوئٹہ

۲) رد المحتار کتاب الصلوۃ مطلب کل صلوۃ أدیت مع کراھۃ التحریم وجب إعادتھا ۱/۴۵۷ ایچ۔ایم۔سعید۔ وکذا فی فتح القدیر کتاب الصلوۃ باب ما یفسد الصلوۃ وما یکرہ فیھا فصل یکرہ للمصلی ۱/۳۶۴ رشیدیہ کوئٹہ

نمازوں میں زیادہ بلند آواز سے تلاوت کرنے کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک امام مسجد بہت ہی آواز سے نماز پڑھاتا ہے کہ مسجد سے باہر دور دراز تک آواز جاتی ہے تو ایک مولوی صاحب نے کہا کہ اس قدر زور سے نماز پڑھانا بہتر نہیں کہ نفس کو مشقت میں ڈالے اور خوش الحانی بڑھا بڑھا کر قرأۃ پڑھنے سے نماز میں فساد پیدا ہو جاتا ہے اب علماء صاحبان سے استفسار ہے کہ کس انداز میں قرأۃ پڑھی جائے۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

نماز پڑھانے کے لیے امام کا عالم ہونا اور قرأت کا صحیح پڑھنا ضروری ہے [۱]۔ خوش الحانی شرط نہیں خوش الحانی کرنے سے بہت سی غلطیاں ایسی بھی ہو جاتی ہیں جن سے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ **لا ینبغی للقوم ان یقدموا فی التراویح الخوشخوان و لکن یقدموا الدرستخوان ان الامام اذا قرأ بصوت حسن یشغله عن الخشوع والتدبر والتفکر** [۲] **هکذا فی فتاوی قاضیخان** [۳]۔ جب تراویح کے لیے درست خواں امام ہونا چاہیے نہ خوش خوان تو فرضوں کے لیے ضروری درست خواں ہونا چاہیے اور اس قدر بلند نہ پڑھے کہ پڑھنے میں نفس کو مشقت میں ڈالے بلکہ بلاتکلف اتنی آواز سے پڑھے کہ امام کے پیچھے پہلی صف والے لوگ اس کی آواز کو سن سکیں۔ مسجد کے تمام لوگوں کو سنانا واجب نہیں۔ جب صف اول امام کی قرأت سن لیتی ہے۔ **و ادنی الجهر سماع غیره (الی قوله والجهر ان یسمع الکل** [۴] **ای کل صف الاول لا کل المصلین بدلیل القهستانی** الخ۔ امام ابی جعفر سے ایک روایت ہے کہ بلند آواز میں پڑھنے سے نہ امام کو تکلیف ہے نہ غیر کو تو بلند آواز سے پڑھنا افضل

---

۱) أولی الناس بالامامة اعلمهم بالسنة فان تساؤوا فاقرؤهم الخ الهداية كتاب الصلوة باب الامامة ۱۲٤/۱ رحمانيه لاهور۔ وكذا فی تنوير الابصار مع الدر المختار كتاب الصلوة باب الامامة ۵۵۷/۱ ايچ۔ايم۔سعيد۔ وكذا فی البحر الرائق كتاب الصلوة باب الامامة ۶۰۷/۱ طبع مكتبه رشيديه كوئٹه۔ وكذا فی حلبی كبير بحث التراويح ص: ٤۰۷ طبع سعيدی كتب خانه

۲) (الفتاویٰ الهندية: كتاب الصلوٰة، الباب التاسع فی النوافل، فصل فی التراويح، ص ۱۱۶، ج۱، رشيديه كوئٹه)

۳) فتاوی قاضيخان علی هامش الهنديه كتاب الصوم باب التراويح فصل فی مقدار القرائة فی التراويح ۳۳۸/۱ رشيديه كوئٹه

٤) الدر المختار مع رد المحتار كتاب الصلوة باب صفة الصلوة فصل فی القرأة ۵۳٤/۱ ايچ۔ايم۔ سعيد۔ وكذا فی جامع الرموز: كتاب الصلوة فصل يجهر الامام ۱۶۵/۱ ايچ۔ايم۔سعيد كراچی

ہے لیکن یہ روایت ہے اس پر عمل نہیں- چونکہ شامی (۱) کی عبارت بالا سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ضروری نہیں کہ تمام نمازی امام کی قرأۃ سنیں ای کل صف الاول لا کل المصلین الخ- والمستحب ان یجھر بحسب الجماعة فان زاد فوق حاجة الجماعة فقد اساء (۲) درمختار میں ہے- یجھر الامام وجوبًا بحسب الجماعة فان زاد علیه اساء اورشامی میں ہے۔ فی الزاهدی عن ابی جعفر لوزاد علی الحاجة فھو افضل الا اذا اجھد نفسه او ادی غیره-(۳)

هذاما عندی- خادم الشرع احقر فضل الٰہی ساکن خالق داد غفرلہ رب العباد ضلع کیمل پور

﴿ھوالمصوب﴾

اقول وباللہ التوفیق- امام بلندی آواز میں مقتدیوں کی رعایت کرے یعنی اگر مقتدی قلیل ہوں کہ قلیل جہر ہی ان کے لیے کافی ہوسکتا ہے تو امام اتنے ہی جہر سے پڑھے جتنے جہر کی ان کو ضرورت ہے- اگر اس سے زیادہ جہر کرے گا تو شرعاً یہ مستحسن نہیں ہوگا- لان الامام یجھر لا سماع القوم فی قرأته لیحصل احضار القلب کذا فی السراج الوهاج- (۴) اور اگر مقتدی کثیر ہوں تو بلا تکلف جتنا بلند کرسکتا ہے کرے لیکن نفس کو مشقت میں ڈال کر جہر کرنا مطلوب شرع نہیں- ولا یجھد الامام نفسه' بالجھر کذا فی بحر الرائق. (۵) والله اعلم و علمه اتم-

افضل یہی ہے کہ امام کو جہر کرتے ہوئے اپنے آپ کو مشقت میں نہیں ڈالنا چاہیے- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ضاد کو دال یا ظاء کے مشابہ پڑھنے کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ بعض لوگ ضاد کو مشابہ بالدال پڑھتے ہیں اور بعض لوگ ضاد کو مشابہ بالظاء پڑھتے ہیں- اب ان میں کون صحیح ہے اور کون سا غلط؟ اگر بالفرض مشابہ بالظاء صحیح ہے تو مشابہ بالدال سے نماز جائز ہوتی ہے یا نہیں؟ اور مشابہ بالظاء سے نماز فاسد ہوتی ہے یا نہیں اور خالص ظاء پڑھنے سے بھی نماز جائز ہوتی ہے یا نہیں۔

---

۱) رد المحتار کتاب الصلوة باب صفة الصلوة فصل فی القراءة ۱/۵۳۴ طبع ایچ۔ایم۔سعید کراچی.
۲،۳) الدر المختار مع رد المحتار کتاب الصلوة باب صفة الصلوة فصل فی القراءة ۱/۵۳۲ سعید.
٤) الفتاوی الهندیه کتاب الصلوة الباب الرابع فی صفة الصلوة الفصل الثانی فی واجبات الصلوة ۱، ۷۲/ طبع مکتبه رشیدیه کوئٹه. قالوا ولا یجهد الإمام نفسه بالجهر وفی السراج الوهاج: الامام إذا جهر فوق حاجة الناس فقد اساء و أفاد أنه لا فرق فی حق الامام بین الاداء و القضاء......
۵) البحر الرائق کتاب الصلوة باب فی صفة الصلوة ۱/۵۸٦ رشیدیه کوئٹه.
وکذا فی تبیین الحقائق کتاب الصلوة باب صفة الصلوة ۱/۳۲۷ دارالکتب علمیة بیروت.

﴿ج﴾

ضاد کے مسئلہ میں جو اختلاف ہے وہ دراصل دو قسموں پر منقسم ہے- اول یہ کہ مخرج ضاد کا کیا ہے اور وہ ظاء کے مشابہ ہے یا دال مہملہ کے مشابہ ہے۔ دوم یہ کہ جو شخص بجائے ضاد کے نماز میں ظاء معجمہ یا دال مہملہ پڑھے اس کی نماز جائز ہوتی ہے یا نہیں- پس امر اول کے متعلق تو تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ جمہور قراء وفقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ مخرج ضاد کا حافہ لسان اور اس سے متصل ڈاڑھیں ہیں اور اس کی آواز ظاء معجمہ کی آواز کے مشابہ ہے دال مہملہ کے مشابہ نہیں-

کما فی نهاية القول المفيد فی علم التجويد- ان الضاد و الظاء المعجمتان اشتركتا جهرا و رخاوة و استعلاء و اطباقا و افترقتا مخرجا- الخ (۱)

اور امر ثانی کے متعلق مختار للفتویٰ اور احوط یہ ہے کہ ضاد جیسا اوپر عرض کیا گیا نہ عین ظاء ہے اور نہ عین دال اور نہ ان کے مخرج میں اتحاد ہے- لہٰذا بجائے ضاد کو خالص ظاء پڑھنا اور اسی طرح دال مفخم پڑھنا دونوں غلط محض ہیں- لیکن اس سے فساد صلوٰۃ کے بارے میں یہ تفصیل ہے کہ جو شخص قادر ہے اور صحیح مخرج سے اسے نکال سکتا ہے- اگر وہ عمداً اس کو غلط پڑھتا ہے یعنی خالص ظاء یا خالص دال پڑھتا ہے تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی اور اگر عمداً غلطی نہیں کرتا بلکہ ناواقفیت کی وجہ سے اس سے ان حروف کے مابین کوئی امتیاز نہیں ہوتا تو دونوں صورتوں میں نماز فاسد نہیں ہوگی- اگرچہ یہ شخص غلط پڑھنے اور صحیح حرف حاصل نہ کرنے کی وجہ سے گناہگار ہوگا- **والدليل عليه ما فی الذخيرة ان الحرفين ان كانا من مخرج واحد او كان بينهما قرب- الخ الى ان قال و هذا اعدل الاقاويل- فتاویٰ دار العلوم ملخصًا** (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم-

---

۱) کما فی نهاية القول المفيد فی علم التجويد ص ۷۷ طبع مکتبه علميه لاهور- وكذا فی جمال القرآن چوتھا لمعه مخرج :۸، ص:۱۸ طبع قرأت اكيڈمی وكذا فی المقدمة الجزری ضاد وظاء کے درمیان فرق کا بیان ص:۲٤ طبع قرأت اكيڈمی لاهور. وكذا فی فوائد مكيه دوسری فصلم مخارج کے بیان میں ص:۱۵ طبع قرأة اكيڈمی لاهور.

۲) فتاوی دارالعلوم دیوبند كتاب الصلوة باب ما يفسد الصلوة ، ٤/٤٧ طبع دارالاشاعت.

وفی الخانية علی هامش الهندية وان ذكر حرفا مكان حرف وغير المعنى فان امكن الفصل بين الحرفين من غير مشقة كا الطاء مع الصاد ، فقرا الطالحات مكان الصالحات تفسد صلاته عند الكل وان كان لا يمكن الفصل بين الحرفين الا بمشقة كا الظاء مع الضاد والصاد مع السين...... قال اكثرهم لا تفسد صلاته كتاب الصلوة فصل فی القرأة ١/١٤١،١٤٣ طبع رشيديه.

وكذا فی الفتاوی التاتارخانيه كتاب الصلوة نوع آخر فی زلة القاری الفصل الاول ١/٤٦٥ طبع إداة القرآن وكذا فی البزازيه كتاب الصلوة الفصل الثانی عشر ٤/٤٢ طبع رشيديه كوئٹه.

نماز میں دوسری قرأت کے مطابق پڑھنے کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ زید نے جماعت کرائی اور **لست علیهم بمصیطر** کے بجائے **لست علیهم بمضیطر** پڑھا - کیا نماز ہوئی ہے یا نہ اور زید سے جو دریافت کیا گیا تو جواب دیا کہ میں ہمیشہ ایسا ہی پڑھتا ہوں اور ابن عباس رضی اللہ عنہ کی قرأت بتائی اگر نماز فاسد ہوئی تو پچھلی نمازوں کا کیا حکم ہے۔

﴿ج﴾

بمصیطر میں اشمام بالزاء امام حمزہ کوفی رحمہ اللہ کی قرأت ہے جس کی کیفیت یہ ہے کہ صاد اور زاء سے مرکب ایک حرف بنا کر اس طرح ادا کرتے ہیں کہ پُر زا کی طرح معلوم ہو - یعنی استعلاء واطباق صاد کا ہو اور جہر زاء کا ہو اور امام حمزہ رحمہ اللہ کی قرأت کی سند حضرت علی، حضرت ابن مسعود اور حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہم سے ملتی ہے - ابن عباس رضی اللہ عنہ کی کوئی قرأت اشمام بالزاء والی نہیں ہے - باقی اس تبدیلی کی وجہ یہ ہے کہ دراصل یہ لفظ سین سے ہے اور سین مہموسہ مستعلیہ ہے اور طاء مجہورہ مستعلیہ ہے - پس ان دونوں میں مناسبت پیدا کرنے کے لیے اولاً سین کو صاد سے بدل لیا - پھر اشمام بالزاء مزید مناسبت پیدا کرنے کے لیے ہے کیونکہ زاء میں طاء کی طرح جہر ہے جو صاد میں نہیں ہے اور یہ قیسی لغت ہے - صورت مسئولہ میں اگر زید حمزہ کوفی رحمہ اللہ کی قرأت نماز میں پڑھتا ہے یعنی سورۃ فاتحہ میں جب **اهدنا الصراط المستقیم** میں صاد میں اشمام بالزاء کرتا ہے اور **انعمت علیهُم** میں ھا پر ضمہ پڑھتا ہے - اور **مالک یوم الدین** میں **مَلِکِ یوم الدین** بحذف الف پڑھتا ہے - یعنی پوری قرأت میں امام حمزہ رحمہ اللہ کی قرأت کا لحاظ رکھتا ہے تو یہ جائز ہے [1] اور اگر وہ باقی سورتوں میں اور فاتحہ کو تو امام عاصم رحمہ اللہ کی قرأت کے مطابق پڑھتا ہے اور اسی ایک لفظ **لست علیهم بمصیطر** میں اشمام بالزاء کرتا ہے تو یہ کذب فی الروایۃ اور خلط مذاهب ہے جو کہ جائز نہیں ہے [2]۔

---

۱) فی الفتاوی التاتارخانیه لربیعة لغةولقیس لغة ولسعد من بنی تمیم لغة...... فعلی هذا اذا قرأ فی صلاته ذالك لا تفسد صلاته عندهما ...... وأجمعوا إذا كان قرائة لاتفسد كتاب الصلوة آخر فی زلة القاری فصل الاول ۱/۴۷۱ طبع ادارة القرآن .
وكذا فی الخانیه كتاب الصلوة فصل فی القرءة ۴/۴۶ طبع رشیدیه كوئٹه.

۲) كما فی مقدمة اعلاء السنن ولو شاعت المذاهب كلها فی بلد من البلاد واشتهرت وفیه من العلماء بكل مذهب عدد كثیر جاز للعامی تقلید ای مذهب من المذاهب شاء وكلها فی حقه سواء وله ان لا یتمذهب بمذهب معین ویستفتی من شاء من علماء المذهب هذا مرة وذلك اخریٰ ...... ولا یتتبع الرخص متبعاً هواه (مقدمة الحادی عشر فی مسائل شتیٰ / ۲۹۰، طبع إدارة القرآن كراچی.
وكذا فی شرح عقود رسم المفتی ص:۴۴ طبع قدیمی كتب خانه كراچی.

نماز فاسد نہیں ہوئی اس لیے اعادہ واجب نہیں [۱]- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ضاد کو دال پڑھنے والے کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ان مسائل میں کہ:

(۱) سورۃ الفاتحہ شریف میں **غیر المغضوب علیهم ولاالضالین** میں صرف (ض) کو (د) کی آواز سے پڑھنا چاہیے ورنہ دوسری صورت میں قاری کافر ہو جاتا ہے اور مقتدی کا نکاح فسخ ہو جاتا ہے۔

(۲) اس آدمی سے جو یہ عقیدہ رکھتا ہے کھانا کھانا اور دوسری خورد ونوش میں شامل ہونا جائز ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

(۱) ضاد کو حتی الامکان صحیح پڑھنے کی کوشش کرے اور صحت کا طریق کسی قاری مجوِّد سے سیکھا جائے۔ اس کوشش کے بعد جس طرح سے ادا کرے ان شاء اللہ تعالیٰ نماز جائز ہوگی [۲]۔

(۲) اس حرف کو اپنے مخرج سے ادا کرنا چونکہ مشکل امر ہے۔ اس لیے کسی فریق پر کفر یا فسق کا الزام لگانا جائز نہیں [۳] اور نہ ہی اس معاملہ میں جھگڑنا مناسب ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

۱) كما فى البزازية لا ن القرأة الشادة لا توجب فساد الصلوة كتاب الصلوة الفصل الثانى عشر ، ٤٦/٤ طبع رشيديه)وكذا فى الخانيه كتاب الصلوة فصل فى القراءة ١٥٦/١ طبع رشيديه.
وكذا فى الهندية كتاب الصلوة الباب الرابع الفصل الخامس ٨٢/١ طبع رشيديه .

۲) كما فى الخانية وان ذكر حرفا مكان حرف وغير المعنى فإن امكن الفصل بين الحرفين من غير مشقة كالطاد مع الصاد فقرأ الطالحات مكان الصالحات تفسد صلاته عندالكل وان كان لا يمكن الفصل بين الحرفين الا بمشقة كالظاء مع الضاد والصاد مع السين...... قال اكثرهم لا تفسد صلاته كتاب الصلوة فصل فى القرءة ١٤١/١، ١٤٣ طبع رشيديه وكذا فى الفتاوى التاتارخانيه كتاب الصلوة نوع آخر زلة القارى الفصل الاول ٤٦٥/١ طبع إدارة القرآن وكذا فى البزازيه كتاب الصلوة الفصل الثانى عشر ٤٢/٤ طبع رشيديه .

۳) كما فى صحيح البخارى عن ابن عمر رضى الله تعالى عنهما قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ايما رجل قال لآخر كافر فقد باء بها أحدهما كتاب الأدب باب من اكفر اخاه ص:٩٠١ طبع قديمى كتب خانه . وكذا فى صحيح المسلم كتاب الايمان باب بيان حال ايمان من قال لاخيه المسلم كافر، ٥٧/١ طبع قديمى كتب خانه. وفى الهندية والمختار للفتوى فى جنس هذه المسائل أن القائل بمثل هذه المقالات (اى قوله يا كافر) ان كان اراد الشتم ولا يعتقده كافرا لا يكفر وان كان يعتقده كافراً يكفر (كتاب السير موجبات الكفر ٢٧٨/٢ طبع رشيديه كوئٹه.

ضاد کو مشابہ بالظاء یا مشابہ بالدال پڑھنے والے کے پیچھے نماز کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ آج کل کے لوگوں اور مولویوں مین ایک عجیب مسئلہ برپا ہے وہ یہ ہے کہ بعض کہتے ہیں (ضادی) یعنی مشابہ بالظاء کے پیچھے نماز پڑھنا درست نہیں ہے اور بعض کہتے ہیں کہ ضادی مشابہ بالدال کے پڑھنے والے مولوی کے پیچھے نماز جائز نہیں ہے اور قطعاً ضاد کا لفظ غلط ہے کہیں بھی نہیں آیا۔ لہٰذا اس مسئلے کو مفصل اور واضح بادلائل بیان فرمائیں۔

﴿ج﴾

لفظ ضاد ایک مستقل لفظ ہے۔ ظاء اور دال الگ لفظ ہیں۔ ان کے مخارج اور صفات جدا جدا ہیں۔ لفظ ضاد کے متعلق علامہ جزری رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ **والضاد من حافته اذولیا الاضراس من ایسر او یمناها**۔ یعنی لفظ ضاد حافۂ لسان سے خارج ہوتا ہے جب کہ دائنے یا بائیں جانب کی ڈاڑھوں سے متصل ہو۔ یہ ضاد کا مخرج ہے (۱) اور ضاد کی صفات میں اطباق استطالت وغیرہ ہیں جو کہ کتب تجوید وقرأت میں مذکور ہیں (۲)۔ لہٰذا اصل حکم تو یہ ہے کہ حرف کو اپنے مخرج سے ادا کرنے کی کوشش کی جائے اور دال یا ظاء پڑھنے سے احتراز کیا جائے اور اس کوشش کے باوجود جس طرح بھی زبان سے ادا ہو جائے نماز صحیح ہوگی (۳)۔ یہ طے کر لینا کہ اس لفظ کو دال پُر پڑھنا ہے یا ظاء ہی پڑھنا ہے دونوں کام غلط ہیں۔ پھر اس غلطی کے بعد یہ دوسری غلطی ہے کہ دوسرے فریق کو مجبور کرے کہ تم بھی میری طرح غلط پڑھو اور اگر وہ نہ پڑھے تو اس کے ساتھ جھگڑا کیا جائے۔ دوسرے فریق کے ساتھ تو یہ رویہ ہونا چاہیے کہ بھائی میں تو غلط پڑھتا ہوں اور صحیح کرنے کی سعی و کوشش

---

۱) کما فی مقدمة الجزری باب مخارج الحروف ص:۷ طبع قرأت اکیڈمی.
وکذا فی جمال القرآن چوتھا لمعه مخرج :۸، ص:۱۸ طبع قرأت اکیڈمی وکذا فی فوائد مکیه دوسری فصل مخارج کے بیان میں ص:۱۵ طبع قرأت اکیڈمی لاهور.

۲) کما فی فوائد مکیه پانچویں لمعه ممزیه کے بیان میں ص:۲۴،۲۵ طبع قرأت اکیڈمی .
وکذا فی مقدمة الجزری باب الاستعلاء والإطباق طبع قرأت اکیڈمی .

۳) کما فی الخانیه وان ذکر حرفا مکان حرف وغیر المعنی فان امکن الفصل بین الحرفین من غیر مشقة کالطاء مع الصاد ، فقرا الطالحات مکان الصالحات تفسد صلاته عند الکل وان کان لا یمکن الفصل بین الحرفین الا بمشقة کا الظاء مع الضاد والصاد مع السین...... قال اکثرهم لا تفسد صلاته کتاب الصلوة فصل فی القرأة ۱/۱۴۱،۱۴۳ طبع رشیدیه.
وکذا فی الفتاوی التاتارخانیه کتاب الصلوة نوع آخر فی زلة القاری الفصل الاول ۱/۴۶۵ طبع إدارة القرآن وکذا فی البزازیه کتاب الفصل الثانی عشر ۴/۴۲ طبع رشیدیه کوئٹه.

میں ہوں تم اس لفظ کو کسی قاری سے صحیح کرا لو- جھگڑا اور عدم جواز امامت و مقاطعہ وغیرہ اس لفظ کے نطق و تلفظ پر ہرگز جائز نہیں [۱]- واللہ تعالیٰ اعلم

عجمی شخص

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام مسائل ذیل میں کہ:

(۱) عجمی آدمی اگر قرآن مجید کی تلاوت کرے تو ضاد کا مخرج ادا کرتے وقت مشابہ بالظاء پڑھے یا مشابہ بالدال علماء جمہور احناف کا کیا مسلک ہے۔

(۲) اگر نماز میں امام ضاد کو مشابہ بالظاء پڑھتا ہے تو نماز میں کراہت پیدا ہو جاتی ہے یا نہ۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

(۱) حرف ضاد کا مخرج زبان کا کنارہ اور اوپر کی ڈاڑھ ہے- اس لیے یہ مخرج میں ظاء سے بالکل ممتاز ہے [۲]- لیکن صفات (اطباق- استعلاء- رخوۃ- جہر) میں دونوں شریک ہیں صفۃ رخوۃ کی تعریف یہ ہے کہ آواز جاری رہے بند نہ ہو- اب اگر اس حرف کو مشابہ بالدال پڑھا جائے کما ھو المعروف تو آواز بند ہو جائے گی اور ہرگز جاری نہ رہ سکے گی اور رخوۃ ختم ہو جائے گی جو صرف ضاد کی صفت ذاتیہ ہے- جس کے معدوم ہونے سے حرف تبدیل ہو جاتا ہے اس لیے مشابہ بالدال پڑھنے کی صورت میں وہ حرف قرآنی عربی نہیں رہے گا اور تمام قراء کا اس پر اتفاق ہے کہ اس حرف کی آواز ظاء معجمہ کے ساتھ مشابہ ہے- جہد المقل میں ہے- **فیشبہ صوتھا حینئذ صوت الظاء المعجمۃ بالضرورۃ فماذا بعد الحق الا الضلال** [۳]- یہ قرأت کا مسئلہ ہے اس میں

---

۱) کما قال اللہ تعالی ولا تنازعوا فتفشلوا وتذھب ریحکم وصبروا ان اللہ مع الصابرین سورۃ الانفال الآیۃ: ۴۷ . وفی تفسیر ابن کثیر ولا تفرقوا امرھم بالجماعۃ ونھاھم عن التفرقۃ عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ـ ان اللہ یرضی لکم ثلاثاً ویسخط لکم ثلاثاً یرضی لکم ان تعبدوہ ولا تشرکوا بہ شیئا وان تعتصموا بحبل اللہ جمیعاً ولا تفرقوا سورۃ آل عمران آیۃ: ۱۰۳ ۲/۸۰ طبع قدیمی کتب خانہ.

۳) کمافی مقدمۃ الجزری والضاد من حافتہ اذولیا، الأضراس من ایسر أو یمیناھا (باب مخارج الحروف ص:۷ طبع قرأت اکیڈمی وکذا فی جمال القرآن چوتھا لمعہ مخرج،۸ ص:۱۵ طبع قرات اکیڈمی .

وکذا فی فوائد مکیہ دوسری فصل مخارج کے بیان میں ص:۱۵ طبع قرات اکیڈمی.

۳) جھد المقل۔ مذکورہ تفصیل جمال القرآن پانچواں لمعہ، ص:۲۵،۲۳ طبع قرأت اکیڈمی لاھور.

وکذا فی مقدمۃ الجزری صفات کے بیان ص:۲۱، طبع قرأت اکیڈمی لاھور.

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا اور دوسرے مجتہدین کا کوئی اختلاف نہیں ہے اور نہ ہوسکتا ہے- حضرت شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ تفسیر عزیزی میں لکھتے ہیں- بدانکہ فرق میان ضاد وظاء بسیار مشکل است۔ رعایہ میں لکھا ہے- **الضاد والظاء والذال والزاء المعجمات کلها متشارکة فی الجهر والرخاوة متشابهة فی السمع** [1]- امام رازی رحمہ اللہ تفسیر کبیر میں تحریر کرتے ہیں- **فثبت بما ذکرنا ان المشابهة بین الضاد والظاء شدیدة و ان التمییز عسیر**- آگے لکھتے ہیں- **ان التمییز بین هذین الحرفین لیس فی محل التکلیف** [2]- فقہائے احناف نے لکھا ہے صاحب درمختار لکھتے ہیں **الا ما یشق تمییزهٔ کالضاد والظاء فقال اکثر هم لم یفسدها** [3] فتاویٰ عالمگیریہ [4] اور قاضی خان میں ہے- **و ان کان لا یمکن الفصل الا بمشقة کالضاد مع الظاء والصاد مع السین والطاء مع التاء اختلف المشائخ فیه قال اکثرهم لا تفسد- (الی غیر ذالک من عبارات القراء والمفسرین والفقهاء)** [5]

(۲) جب اصل تلفظ ہی مشابہ بالظاء ہے تو کراہت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا [6]- واللہ تعالیٰ اعلم

فرض نماز میں تلاوت کے دوران امام کو غلطی بتانے کا حکم

کیا فرماتے ہیں علماء دین مندرجہ ذیل مسائل کے بارے میں کہ:

(۱) امام صاحب نے جماعت کرائی سورۂ فاتحہ کے بعد جب انھوں نے قرأت شروع کی تو آیتیں ختم ہونے کے بعد امام صاحب سے دو تین لفظ چھوٹ گئے- یعنی غلطی ہوگئی کیا مقتدی پیچھے سے امام کو لقمہ دے سکتا ہے یا نہیں۔ اگر دے سکتا ہے تو کیسے دے۔

(۲) صبح کی نماز کے وقت ایک آدمی مسجد میں گیا تو اس نے جا کر نماز پڑھ لی- اس کے نماز پڑھنے کے بعد امام صاحب آ گئے اور صبح کی جماعت کرائی جس شخص نے نماز پہلے پڑھی تھی وہ پاس ہی بیٹھ گیا اور قرأت سننے لگا- امام صاحب نے فاتحہ کے بعد دوسری سورت شروع کی تو امام صاحب نے لفظ ض پر پیش کی بجائے

---

۱) مذکوره حواله مجموعة الفتاوی کتاب الصلوة ص: ۲۵۰ طبع سعید میں ملاحظه ہو.

۲) مذکوره حواله ملاحظه بحواله مجموعة الفتاوی کتاب الصلوة ص: ۲۵۰ طبع ایچ-ایم-سعید.

۳) الدر المختار کتاب الصلوة باب ما یفسد الصلوة وما یکره فیها ۱/۶۳۳ طبع سعید.

٤) وکذا فی الهندیه کتاب الصلوة الباب الرابع الفصل الخامس ۱/۷۹ طبع رشیدیه.

٥) الخانیه کتاب الصلوة فصل فی القراة ۱/۱٤۱،۱٤۲ طبع رشیدیه.

٦) تقدم تخریجه تحت حاشیة : ۲،۳،٤ صفحه هذا جواب مذکوره.

زبر پڑھی مقتدیوں میں سے کسی نے لقمہ نہیں دیا اور جو شخص پہلے نماز پڑھ کر پاس ہی بیٹھا تھا اس نے امام کو صحیح لقمہ دیا کیا وہ ایسے لقمہ دے سکتا ہے؟

﴿ج﴾

(۱) اگر ایسے لفظ چھوٹ گئے ہوں کہ ان کے چھوٹنے سے معنی میں خرابی آتی ہو تو لقمہ دے دے ورنہ اچھا یہ ہے کہ نہ دے۔لیکن اگر بغیر ضرورت کے دے دیا اور امام نے لے لیا تو فتویٰ اس پر ہے کہ کسی کی نماز فاسد نہیں ہوئی[۱]۔

(۲) باہر کے آدمی کو لقمہ نہیں دینا چاہیے اور اگر دے دیا تو امام کو اس پر عمل نہیں کرنا چاہیے۔اگر امام نے اس کے لقمہ پر عمل کر کے الفاظ ٹھیک کیے تو امام کی نماز اور پوری جماعت کی نماز فاسد ہو جائے گی سب پر اعادہ فرض ہوگا[۲]۔واللہ تعالیٰ اعلم

کیا ''ضاد'' کے مخرج یا صفات میں اختلاف ہے

﴿س﴾

محترم ومکرم جناب حضرت قاری طاہر صاحب دامت برکاتہم السلام علیکم۔

بعد از آداب کے عرض یہ ہے کہ قرأت عشرہ میں مخرجا،صفاتا،مشابہتا یا کسی اور قسم کا اختلاف لفظ ض میں پایا جاتا ہے یا نہیں؟ مہربانی فرما کر اس اختلاف کو قلمبند کر کے کتاب کا حوالہ بھی تحریر فرمائیں۔

---

۱) كما فی حاشية الطحطاوی وفتحه على امامه جائز بما روى أنه صلى الله عليه وسلم قرأ فی الصلوة سورة المؤمنين فترك كلمة فلما فرغ قال الم يكن فيكم ابی قال بلى قال هلا فتحت على...... ويكره للمقتدى أن يعجل بالفتح لأن الامام ربما يتذكر (باب ما يفسد الصلوة ص: ٣٣٤ طبع قديمی كتب خانه ص ١٨٣، باب مايفسد وكذا فی الشاميه كتاب الصلوة باب ما يفسد الصلوة ٢/ ١٠ طبع رشيديه.

وكذا فی البحر كتاب الصلوة مايفسد الصلوة ٢/ ١٠ طبع رشيديه.

٢) كما فی الدر المختار مع شرحه وفتحه على غير امامه الا اذا اراد التلاوة وكذا الاخذ الا اذا تذكر فتلا قبل تمام الفتح قال ابن عابدين ان حصل التذكر بسبب الفتح تفسد مطلقا (كتاب الصلوة باب ما يفسد الصلوة وما يكره فيها ١/ ٦٢٢ طبع سعيد.

وكذا فی البحر الرائق كتاب الصلوة باب ما يفسد الصلوة وما يكره فيها٢/ ١٠ طبع رشيديه .

وكذا فی حاشية الطحطاوی كتاب الصلوة باب مايفسد الصلوة وما يكره فيها ص: ٣٣٤ طبع دارالكتب العلمية بيروت.

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم - علماء قراٰۃ، ائمہ اداء، مشائخ دیار، اساتذہ امصار، محققین ماہرین، جہابذہ مجودین، فضلاء مقرئین، اجلۂ ارباب فن قراء عشرہ وغیرہ میں سے کسی قاری وامام کا بھی ضاد صحیحہ فصیحہ کے مخرج، اس کی صفات لازمہ (فرعیہ اصلیہ) نیز اس کے مشتبہ بہ ومتشابہ بہ (صوتا) اوراس کے تلفظ کی نوعیت میں کسی جہت سے بھی کوئی نزاع وخلاف نہیں پایا جاتا ہے- بلکہ باتفاق جمیع القراء واجماع محققین فن ض کا مخرج ہے حافۂ لسان اقصی (یمنی یا یسریٰ) کا اول بغلی حصہ (جو کہ اضراس کے محاذی ہے) جبکہ اپنے مقابل پانچ یا چار اضراس علیا (۳ ضواحک طواحن نواجذ) کے ساتھ منطبق ومتصل وملاقی ہو بدین طور کہ حافہ کے اوپر والے حصہ کو (جو اوپر ظہر لسان سے ملا ہوا ہے) اضراس کے اصل (بیخ وجڑ) کے ساتھ اوراس کے وسط کو وسط اضراس کے ساتھ اور نچلے حصہ کو (جو نیچے بطن لسان سے مجاور ہے) اطراف اضراس کے ساتھ ملا دیں- (نہ کہ اس مقام سے جس سے کہ غذا چبائی جاتی ہے) ض کو ایسر سے ادا کرنا ایسر واسہل واکثر اور ایمن سے قلیل اور جانبین سے اقل واعز واصعب واعسر ہے اور یہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ کے خصائص سے ہے جملہ کتب فن میں اسی طرح درج ہے- چنانچہ مقدمہ جزریہ، رعایہ[1]، جہد المقل[2]، النشر[3]، حرز الامانی[4] وغیرہ میں تفصیل موجود ہے- علامہ محقق ابن الجزری رحمہ اللہ فرماتے ہیں-

والضاد من حافة اذ وليا الاضراس من ايسر او يمناها[5]

حضرت شاہ ولی اللہ الشاطبی رقم طراز ہیں

وحافة اللسان فاقصاها لحرف تطولا الى ما يلي الاضراس و هو لايهما
يعزو باليمنى يكون مقللا - اوراس کا ماحصل یہ ہے کہ ض حافۂ لسان (کروٹ) اوراوپر کی ڈاڑھوں سے ادا ہوتا ہے- خواہ بائیں طرف سے نکالیں خواہ دائیں سے یا یک دم دونوں طرف سے- اول اسہل واکثر، والثانی قلیل ونادر والثالث اقل واندر ہے- (**لهذا قال سيبويه انها تتكلف من الجانبين و هذا الحرف يصعب خروجه من الجانبين** - (شرح شاطبیہ عربی)[6] علی ہذا القیاس- ض کی صفات اجمالاً چھ ہیں-

---

۱) رعایہ. ۲) جهد المقل.
۳) النشر ٤) حرز الامانی
٥) كما فى المقدمة الجزرية باب مخارج الحروف، ص:طبع قرأت اکیڈمی .
وكذا فى جمال القرآن چوتھا لمعہ ، مخرج :۸ص:۱۸ طبع قرأت اکیڈمی لاهور.
وكذا فى فوائد مكيه دوسری فصل مخارج کے بیان میں ص:۱۵ طبع قرات اکیڈمی لاهور
٦) شرح شاطبیہ عربی.

(۱) جہر (۲) رخاوت (۳) استعلاء (۴) اطباق (۵) اصمات (۶) استطالت۔

پس ض مجہورہ، رخوہ، مستعلیہ، مطبقہ، مستعلیہ (حافیہ) (ضرسیہ) ہوا۔ پس جہر کی وجہ سے بلند مع قلت نفس وہواء، رخاوت کی وجہ سے نرم ولطیف ونازک مع جریان صوت، استعلاء کی وجہ سے مفخم، اطباق کی وجہ سے زیادہ مفخم اقویٰ واعلیٰ، اصمات کی وجہ سے بلا عجلت مع مضبوطی و جماؤ۔ استطالت کی وجہ سے طویل الصوت بتدریج ادا ہوگا۔ (۱)

للضاد ستة بلا شقاق جهر و رخو ثم بالاطباق مستعليا و مصمت مستطلا الخ
(**اغاثة الملهوف فی مخارج الحروف لابراهيم بن سعد**) (۲)

ض کو صحیح ادا کرنے کا طریقہ: اولاً حافہ کو اضراس سے دائیں یا بائیں جانب لگائیں پھر بقیہ حصہ زبان کو پھیلا کر صفت استعلاء واطباق ادا کرنے کے لیے تالو سے لگائیں۔ اس طرح کہ وسط تالو ڈھک جائے اور زبان کی نوک کو د، ظ کے مخرج پر لگنے سے بچائیں۔ پس جب قاعدہ کے موافق زبان لگ جائے تو اب آواز پیدا کرنے کی کوشش کرنی چاہیے کہ آواز آہستہ آہستہ **عن اول الحافه الی اخرها** پورے مخرج میں پہنچ جائے اس کا بھی خیال رکھو کہ آواز سامنے سے نہ پیدا ہو بلکہ کروٹ میں پیدا ہو اور پورے مخرج سے نکلے اس طرح پر کہ اگر جبڑوں کو سمیٹ کر ہاتھ منہ کے قریب داہنی جانب یا بائیں جانب جدھر سے نکالنا ہو لگائیں تو آواز کے ساتھ ساتھ کچھ ہوا بھی ہاتھوں کو محسوس ہو۔ کوئی یہ نہ سمجھے کہ جبڑوں کے سمیٹنے کو اس کے مخرج وادا میں دخل ہے کیونکہ یہ تو صحت ادا معلوم کرنے کا طریقہ بیان کیا ہے۔ پس جب تک صوت مخرج سے نہ نکلے صرف زبان کا مخرج پر لگنا کار آمد نہیں) ۔ض صحیحہ، فصیحہ، لطیفہ، متشابہ الصوت کون سا حرف ہے اس امر پر سب قراء ومجودین متفق ہیں کہ اگر ض کو اس کے مخرج معلوم عند القراء (حافہ لسان مع اصول اضراس علیا) سے برعایت جمیع صفات لین مفخم ---- مستطیل نیز طرف لسان کے دخل کے بغیر ادا کیا جائے گا تو اس کی صوت واداء ماہر ومشاق وکامل قاری کی سماعت میں ظ منقوطہ کے ساتھ کافی متشابہ معلوم ہوگی۔ پس دونوں میں آواز جہوری، جاری، مفخم ہوگی، لیکن مخرج جدا جدا ہی رہے گا۔ اب تشابہ ض، ظ پر چند دلائل پیش کیے جاتے ہیں۔

---

۱) کما فی جمال القرآن پانچواں لمعہ، ص: ۲۳ تا ۲۶ طبع قرأت اکیڈمی لاہور.
وکذا فی فوائد مکیہ تیسری فصل صفات کے بیان میں ص: ۱۸، ۲۳ طبع قرأت اکیڈمی.
وکذا فی مقدمۃ الجزری (صفات کا بیان ص: ۲۱ طبع قرأت اکیڈمی لاہور.

۲) اغاثۃ الملہوف مخارج الحروف لا براہیم بن سعد.

(۱) قال فی التفسیر الکبیر- ان المشابهة بین الضاد والظاء شدیدة و ان التمییز عسیر [۱]- (۲) و فی جهد المقل الضاد و الظاء والذال المعجمات الکل متشارکة فی الجهر والرخاوة و متشابهة فی السمع [۲] (۳) وایضًا فیه و یشبه صوتها (ای الضاد) صوت الظاء المعجمة بالضرورة [۳] (۴) و فی شرح الشاطبیة ان هذه الثلاث متشابهة فی السمع (۵) فلذلک اشتد شبهة و عسر التمییز و احتاج القاری فی ذلک الی الریاضة لاتصال بین مخرجهما وفصحاء العرب یتلفظون بها بحیث یشبه صوتها صوت الظاء (شرح قصیده منه) [۴] (۲) اننا نجد اعراب الشام و ما حولها ینطقون بالضاد فیحسبها السامع ظاء لشدة قربها منها و شبهها بها- و هذا هو المحفوظ عن فصحاء العرب الاولین (تفسیر منار ج ا للشیخ محمد عبده مفتی مصر) [۵] (۷) علم تجوید کی جملہ کتب میں ہے- لو لا الاستطالة واختلاف المخرجین لکان الضاد عین الظاء [۶]-(۸) شرح تنویر شامیه[۷]، خانیه [۸]، فتح القدیر [۹]، نهر فائق [۱۰]، خزانة المفتین [۱۱]، خلاصة الفتاوی [۱۲] وغیرها کتب فقہ میں بھی اسی

---

۱) تفسیر الکبیر

۲) جهد المقل

۳) شرح شاطبیه

٤) شرح قصیده

٥) تفسیر منارج للشیخ محمد عبده مفتی مصر.

٦) کما فی جمال القرآن البتہ اگر ضاد کو اس کے صحیح مخرج سے اس طور پر نرمی کے ساتھ آواز کو جاری رکھ کر اور تمام صفات کا لحاظ کر کے ادا کیا جائے تو اس کی آواز سننے میں ظاء کی آواز کے ساتھ بہت زیادہ مشابہ ہوتی ہے (چوتا لمعہ مخرج :۸، ص:۱۸ طبع قرأت اکیڈمی. وکذا فی المقدمة الجزریة باب فی الفرق بین الظاء والضاد ص: ۱۰ طبع قرأت اکیڈمی لاهور. وکذا فی مقدمة الجزری پانچویں فصل صفات ممیزہ کے بیان میں ص: ۲۵ طبع قرأت اکیڈمی لاهور.

۷) شرح تنویر کتاب الصلوة باب ما یفسد الصلاة ۱/ ٦٣٣ طبع سعید.

۸) کما فی الخانیه وان کان لا یمکن الفصل الا بمشقة کالضاد مع الظاء...... قال اکثرهم لا تفسد کتاب الصلوة فصل فی القرائة ۱/ ۱۷۱ طبع رشیدیه.

۹) فتح القدیر کتاب الصلوة فصل فی القراءة ۱/ ۲۷۲ طبع رشیدیه کوئٹه.

۱۰) النهر الفائق کتاب الصلوة باب ما یفسد الصلاة ۱/ ۸۷۲طبع دارالکتب.

۱۱) خزانة المفتین.

۱۲) خلاصة الفتاوی کتاب الصلوة الفصل الحادی عشر فی القراءة ۱/ ۹۷ طبع رشیدیه کوئٹه.

طرح درج ہے۔تفصیل کا موقع نہیں (۹) فقہاء ض ظ کے فرق کو فصل بالمشقۃ سے تعبیر کرتے ہیں۔یہ بھی قرینہ ہے اس بات پر کہ ان دونوں حرفوں میں شدید درجہ تشابہ صوتی پایا جاتا ہے۔شرح تنویر میں ہے۔ الا ما یشق تمییزہ کالضاد والظاء فقال اکثرھم لم یفسدھا [۱]۔خانیہ میں ہے۔ وان ذکر حرفا مکان حرف و غیر المعنی فان امکن الفصل بین الحرفین بلا مشقة کالصاد مع الطاء فقرأ الطالحات مکان الصالحات تفسد صلاته عند الکل و ان کان لا یمکن الفصل بینھما الا بمشقة کالظاء مع الضاد- والصاد مع السین والطاء مع التاء اختلف المشائخ فیه قال اکثرھم لا تفسد صلاته -[۲] (۱۰) والضاد یشبه لفظھا بلفظ الظاء لانھا من حروف الاطباق و من الحروف المستعلیة و من الحروف المجھورة و لو لا اختلاف المخرجین و ما فی الضاد من الاستطالة لکان لفظھما واحدا و لم یختلفا فی السمع الخ [۳] (۱۱) بدانکہ فرق درمیان مخرج ضاد و ظاء بسیار مشکل است (تفسیر عزیزی) [۴] (۱۲) و منھا ای من انواع التجنیس و ھو تشابه اللفظین فی اللفظ مع اختلافھما ذاتا- کقوله تعالی (وجوه یومئذ ناضرة الی ربھا ناظرة) (تفسیر اتقان و کتب تفسیر) [۵] پس یہ صفت تجنیس اس صورت میں ممکن ہے جبکہ ض ظ متشابہ الصوت ہوں (۱۳) حروف اسنانیہ ولسانیہ میں سے جو حروف جہر و رخاوۃ میں شریک ہوتے ہیں وہ متشابہ الصوت ہوتے ہیں۔اس کلیہ کا وقوع ذ، ز، ض، ظ میں ہی ہے۔پس تشابہ صوتی کا سبب اتحاد مخرج حقیقی یا حکمی (نوعی) ہی نہیں (اگر ایسا ہوتا تو ء۔ ہ اور ض۔ د۔ اور د۔ ت اور ث۔ ذ اور ز۔ س۔ میں بھی تشابہ پیدا ہوتا حالانکہ ان میں عدم تشابہ صوتی مسلم ہے) بلکہ اتحاد مخرجی حقیقی یا حکمی کے ساتھ ساتھ خاص صفت مفردہ یا بالحاق صفت دیگر خاص کا پایا جانا ضروری ہے۔چنانچہ حروف اسنانیہ کے تشابہ کی تین (۱۔شدیدہ مجہور مطبقہ ۲۔ مہموسہ رخوہ ۳۔ مجہور رخوہ) اور حروف لہویہ کے تشابہ ایک (باشتراک شدت) اور حروف حلقیہ کے تین (۱۔ مجہور شدیدہ ۲۔ مجہور رخوہ ۳۔مہموسہ رخوہ) صورتیں بنتی ہیں۔اسی بنا پر ضاد اور دال میں تشابہ صوتی نہیں ہے۔کیونکہ یہ مجہور، رخوہ کے سابقہ کلیہ میں مشترک نہیں بلکہ دال میں شدت ہے۔اگرچہ دونوں بسبب نوع (اصل لسانی) کے محاذی ومتقارب ہیں اس لیے بعض قراء نے ض۔ د کو متقاربین

---

۱) کما فی شرح کتاب الصلوة باب ما یفسد الصلاة ۱/۶۳۳ طبع سعید.

۲) الخانیه کتاب الصلوة فصل فی القراءة ۱/۱۴۱ طبع رشیدیه.

۳) **کتاب الرعایه لابی محمد المکیؒ باب الضاد** ص ۴۵-۴۶ مطبوعه محبوب المطابع دهلی)

۴) تفسیر عزیزی ص ۱۱۴، ج ۴، طبع سعید، کمپنی۔

۵) تفسیر اتقان.

فی المخرج تصور کر کے قد ضلوا وغیرہ میں ادغام کیا ہے۔ مگر ان دونوں کا عدم تشابہ مسلم ہے۔ وللتفصیل مقام آخر۔ یہ بھی مخفی نہ رہے کہ ض و ظ کا تشابہ صفتی وکیفیتی ہے نہ کہ مخرجی وذاتی و وجودی بھی۔ کیونکہ مخرج تو دونوں کا متبائن ومتغائر ہے۔ پس یہ دونوں حروف مخرج جو کہ بمنزلہ سبب و ماہیت ومقدار کے ہے۔ اس کی وجہ سے ذاتا متغایر ومتمائز ومتبائن الصوت ادا ہوں گے۔ مگر بوجہ اشتراک صفات ضروریہ متضادہ، جہر، رخاوت استعلاء، اطباق، اصمات کے ان دونوں میں تشابہ صوتی صفتی مسموع ومحسوس ہوگا۔ اسی بنا پر قراء لکھتے ہیں کہ ض اور ظ میں تشابہ کے باوجود تمایز ذاتی و وجودی وتبائن مخرجی لازم ہے۔

نیز صفت استطالت کی وجہ سے بھی ان دونوں کی صوت میں قدر تغایر معلوم ہوگا کہ ض تو بتدریج مستطیل وطویل الصوت ادا ہوگا۔ (اسی لیے وہ قریب بزمانی ہے) اور ظ قصیر ادا ہوگی۔ (اسی لیے وہ قریب آنی ہے) حاصل یہ کہ ض۔ ظ میں تشابہ صوتی اور تغایر ذاتی و وجودی ہے[1]۔ ضاد کو دال مرققہ یا دال مفخمہ یا زاء معجمہ یا دال معجمہ منقوطہ یا عین ظاء معجمہ۔ یا ممزوج بطاء مہملہ بالام مفخم یا ڈواد یا غین معجمہ یا عواد یا ڈال وغیرہ (جو کسی کو معلوم ہو بیان کرے) پڑھنا بالکل خلاف تجوید ومفسد صلاۃ ہے۔ بشرط تغیر المعنی تغیرا فاحشا یا بشرط اہمال کلمہ فساد صلوۃ ض کو عین ظاء وغیرہ عمداً وعناداً پڑھنا باوجود قدرت علی المخرج کے موجب اثم ومفسد صلوۃ ہے۔ اگر باوجود ریاضت و مجاھدہ کے بارشاد ماہر استاذ صحیح ضاد ادا نہ ہو۔ تو وہ معذور ہوگا۔ **ان تعمد ذلک تفسد و ان جری علی لسانه او لا یعرف التمییز لا تفسد و هو المختار**[2] تفصیل کو دوسری فرصت پر چھوڑتا ہوں۔ **والله یقول الحق و هو یهدی السبیل۔ والله اعلم بالصواب و عنده علم الکتاب**

غیر المغذوب یا المغظوب۔ اسی طرح **ولا الدالین** عمداً یا بلاعمد کے مفسد صلوٰۃ ہے۔[3] اسی طرح **کیدھم فی تظلیل** (منیۃ المصلی) ۱۲ منہ[4]

---

۱) جمال القرآن پانچواں لمعہ ص: ۳۱،۲۳ طبع قرأت اکیڈمی لاهور وکذا فی فوائد مکیه تیسری فصل صفات کے بیان میں، ص: ۲۶،۱۸ طبع قرأت اکیڈمی لاهور وکذا فی مقدمة الجزری صفات کا بیان ص: ۲۱ طبع قرأت اکیڈمی لاهور.

۲) الشامیه کتاب الصلوة باب ما یفسد الصلوة وما یکره فیها ص: ۶۳۳ طبع سعید.
وکذا فی الخانیه کتاب الصلوة فصل فی القراءة ۱/۱۴۱،۱۴۲ طبع رشدیه وکذا فی الفتاوی التاتارخانیه کتاب الصلوة من آخر فی زلة القاری الفصل الاول ۱/۴۶۵ طبع إدارة القرآن.

۳) الخانیه ولو قرأ والعادیات ظبحاً بالظاء تفسد صلاته وکذا لو قرأ غیر المغظوب بالظاء او باالدال تفسد صلاته کتاب الصلوة فصل فی القراءة ۱/۱۴۲،۱۴۶ طبع رشیدیه کوئٹه.

۴) کما فی حلبی کبیر ولو قرأ الم یجعل کیدهم، فی تظلیل بالظاء مکان الضاد تفسد الخ کتاب الصلوة فصل فی بیان زلة القاری ص: ۴۹۲ طبع سعیدی کتب خانه.

فقط و انا العبد القاصر المفتقر الی رحمۃ الملک المقتدر محمد طاهر الرحیمی عفا الله عن اثامی خادم التجوید و القراء ۃ و القران بمدرسۃ قاسم العلوم

دو رکعتوں کی تلاوت میں چھوٹی سورت سے فصل کرنے کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک امام مسجد جان بوجھ کر جہری نماز پڑھاتے وقت پہلی رکعت میں سورۃ ماعون اور دوسری رکعت میں ساتھ والی سورۃ کوثر چھوڑ کر اس سے اگلی سورۃ کافرون پڑھتا ہے اور نماز سے فارغ ہونے کے بعد جب اس کو کہا جاتا ہے کہ آپ بھول گئے تو وہ کہتا ہے کہ نہیں یہ جائز ہے اور میں نے عمداً کیا ہے تو کیا ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں۔ کتاب وسنت کے مطابق جواب عنایت فرمائیں۔

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں امام کا یہ فعل مکروہ ہے کیونکہ امام پہلی رکعت میں جہاں سے قراءۃ کرتا ہے دوسری رکعت میں اس کے بعد والی سورۃ یا آیتیں پڑھے اور کم از کم وہ دو چھوٹی سورتوں کا یا اس کی مقدار کا فاصلہ دے کر پڑھے اگر وہ ایک چھوٹی سورۃ کا فاصلہ دے کر قراءۃ کرے تو یہ مکروہ ہے۔ **و یکره الفصل بسورة قصیرة الخ**۔ شامی میں متن کی اس عبارت کے تحت لکھتے ہیں۔ **اما بسورة طویلة بحیث یلزم منه اطالة الرکعة الثانیة اطالةً کثیرة فلا یکره کما اذا کانت سورتان قصیرتان الخ** [1] نور الایضاح میں ہے۔ **یکره للمصلی سبعة و سبعون شیئا (الی ان قال فیه) و فصله بسورة بین سورتین قرأهما فی رکعتین** [2] **الخ** عالمگیری میں ہے۔ **و اذا جمع بین سورتین بینهما سورة او سورة واحدة فی رکعة واحدة یکره و اما فی رکعتین ان کان بینهما سور لا یکره و ان کان سورة واحدة قال بعضهم یکره و قال بعضهم ان کانت السورة طویلة لا یکره هکذا فی المحیط کما اذا کان بینهما سورتان قصیرتان الخ** [3]۔ ان عبارات فقہیہ سے مذکورہ بالا حکم کراہت کا واضح ہے اور امام کا

---

۱) کما فی الشامیه کتاب الصلوة فصل فی القراء ۃ ۵۴۶/۱ طبع سعید۔

۲) حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح شرح نور الایضاح کتاب الصلوة فصل فی مکروهات الصلوة ص: ۳۵۲ طبع قدیمی ، کتب خانه۔

۳) الهندیه کتاب الصلوة الفصل الرابع فی القراء ۃ ۷۸/۱ طبع رشیدیه کوئٹه۔

اس کو جائز کہنا جہالت ہے- مسائل کی تحقیق کر کے جواز کا حکم لگائیں- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

تحقیق مسئلہ فاتحہ خلف الامام

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ فاتحہ خلف الامام از روئے شرع محمدی کیسے ہے- بمع دلائل صحیحہ بیان فرمادیں۔ بینوا توجروا عنداللہ

﴿ج﴾

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک قرأۃ فاتحہ خلف الامام مکروہ ہے[1] امام کی قرأت ہی مقتدی کے لیے کافی ہوتی ہے- حدیث میں آتا ہے- **من كان له امام فقرأة الامام له قرأة رواه محمد بن الحسن في الموطأ والطحاوي و اسناده صحيح قال محمد اخبرني ابوحنيفة ناموسى بن ابي عائشة عن عبدالله بن شداد عن جابر** رضی اللہ عنہ **قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم نحوه**[2]-امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ ائمہ اسلام میں سب سے بڑے امام خود اس کے راوی ہیں- موسیٰ بن ابی عائشہ اور عبداللہ بن شداد صحیحین کے رواۃ میں سے ہیں اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ صحابی ہیں- لہٰذا اس سند پر کوئی اعتراض وارد نہیں ہوسکتا- لہٰذا حدیث اس سند سے صحیح الاسناد ہے- بالخصوص جبکہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے متابع حضرت سفیان اور شریک دونوں ثقہ ہیں- نیز آیت **و اذا قرئ القران فاستمعوا له وانصتوا لعلكم ترحمون**[3]- سے ظاہر معلوم ہوتا ہے کہ قرآن پڑھتے وقت استماع اور انصات کا حکم ہے- استماع کا حکم جہری نمازوں میں نہیں اور سری نمازوں میں صرف انصات مامور بہ ہے یہ آیت نماز کے بارہ میں نازل ہوئی ہے- **قال ابن تيمية و استفاض عن**

---

۱) كما في الدر المختار المؤتم لا يقرأ مطلقا ولا الفاتحة في السرية فإن قرأ كره تحريماً كتاب الصلوة فصل في القراءة ، ۵۴۴/۱ طبع سعيد. كما في اثار السنن عن ابي موسى رضي الله عنه قال علمنا رسول الله صلى الله عليه وسلم قال اذا قمتم الى الصلوة فليؤمكم احدكم واذا قرأ الامام فأنصتوا (باب ترك القراءة ۱۰۹/۵ طبع امداديه ملتان. وكذا في البحر الرائق ،كتاب الصلوة باب صفة الصلوة ۵۹۹/۱ طبع رشيديه .

۲) الموطا امام محمد باب القراءة في الصلوة خلف الامام ص:۹۶ ميرمحمد كتب خانه. وكذا في شرح الاثار للطحاوي ،ص:۱۴۹ طبع سعيد.

۳) سورة الاعراف آية:۲۰۴ .

السلف انها نزلت فی الصلوۃ و ذکر احمد بن حنبل انها نزلت فی الصلوۃ [1] مغنی ابن قدامہ میں احمد رحمہ اللہ کا قول نقل کیا گیا ہے۔و ذکر احمد ما سمعنا احدا من اھل الاسلام یقول ان الامام اذا جھر بالقران لا تجزئ صلوۃ من خلفه اذا لم یقرا [2]۔ نیز مغنی میں ہے قال احمد ھذا النبی صلی اللہ علیه وسلم واصحابه وتابعون وھذا مالک فی اھل الحجاز وھذا الثوری فی اھل العراق وھذا الاوزاعی بالشام و ھذا اللیث فی مصر ما قالوا الرجل صلی خلف الامام فقرأ امامه و لم یقرأھو فصلوته باطلة [3] - نیز حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے یقول من صلی رکعة لم یقرأ فیھا بام القران فلم یصل الاوراء الامام رواہ مالک فی موطأ و اسنادہ صحیح [4]-اور صحیح مسلم میں عطاء بن یسار سے مروی ہے۔ انه سأل زید بن ثابت عن القرأۃ مع الامام فقال لا قرأۃ مع الامام فی شی رواہ مسلم فی باب سجود التلاوۃ فی صحیحه [5]۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ابو جمرہ نے سوال کیا-أقرأ والامام بین یدی فقال لا- رواہ الطحاوی [6]-حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے-قال انصت للقرأۃ فان فی الصلوۃ شغلا و سیکفیک ذالک الامام رواہ الطحاوی- و اسنادہ صحیح [7]-اور حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے- الامام اذا ام القوم فقد کفاھم رواہ النسائی والطحاوی [8]- نیز مسلم نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے و اذا قرأ فانصتوا [9]۔جس کے متابع بھی موجود ہیں-حدیث لا صلوۃ الا بفاتحة الکتاب سے [10] اگر فاتحہ کا وجوب معلوم ہوتا ہے اور اس لیے فاتحہ پڑھے بغیر نماز نہیں ہوتی اور قرأۃ امام کی قائم مقام قرأۃ مقتدی

---

۱) المغنی لابن قدامه کتاب الصلوۃ قراءۃ الماموم الفاتحه ۱/۶۰۱ طبع دارالکتب .

۲) المغنی لابن قدامه کتاب الصلوۃ قراءۃ الماموم الفاتحه ۱/۶۰۲ طبع دارالکتب .

۳) المغنی لإبن قدامه کتاب الصلوۃ مکروھات الصلوۃ ۱/۶۰۲ طبع دارالکتب.

٤) موطا امام مالك رحمه الله کتاب الصلوۃ باب ما جاء فی ام القرآن ص:٦٦،٦٧ میر محمد کتب خانه کراچی۔

٥) صحیح المسلم کتاب الصلوۃ باب سجود التلاوۃ ، ۱/۲۱۵ طبع قدیمی کتب خانه کراچی.

٦) شرح معانی الأثار للطحاوی کتاب الصلوۃ باب القراءۃ خلف الامام ۱/۱۵۱ طبع سعید کراچی.

٧) شرح معانی الأثار للطحاوی کتاب الصلوۃ باب القراءۃ خلف الامام ۱/۱۵۰ طبع سعید کراچی.

٨) شرح معانی الأثار للطحاوی کتاب الصلوۃ باب القراءۃ خلف الامام ۱/۱٤٧ طبع سعید کراچی.

٩) صحیح المسلم کتاب الصلوۃ باب التشھد فی الصلوۃ ۱/۱٧٤ طبع قدیمی .

وکذا فی اثار السنن کتاب الصلوۃ باب فی ترك القراءۃ خلف الامام ص:۱۰۹ مکتبه امدادیه ملتان.

۱۰) شرح معانی الاثار کتاب الصلوۃ خلف الامام ۱/۱٤٨ طبع سعید.

کی نہیں ہوتی جیسا کہ مخالفین یعنی غیر مقلدین کا اصول ہےتو ان پر لازم ہے کہ وہ قرأۃ فاتحہ کے ساتھ ضم سورۃ بھی کریں اور امام کے پیچھے سورۃ بھی پڑھیں۔ اس لیے کہ حدیث میں جہاں فاتحہ کا وجوب مروی ہے وہاں ضم سورۃ بھی ابوداؤد نے سنن میں نقل کیا ہے عن ابی هريرة رضی الله عنه قال امرنی رسول الله صلی الله عليه وسلم ان انادی انه لا صلوة الا بقرأة فاتحة الكتاب فما زاد انتهی۔(۱) نیز مسلم(۲) اور نسائی (۳) نے زہری کے طریق حدیث لا صلوۃ الخ میں فصاعداً کی زیادتی نقل کی ہے۔ سنن ابوداؤد میں ہے۔ امرنا ان نقرأ بفاتحة الكتاب و ما تيسر(۴) تو کیا وجہ ہے کہ ما زاد علی الفاتحہ کے پڑھے بغیر تو امام کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے اور فاتحہ پڑھے بغیر نماز نہیں ہوتی۔ اگر امام کی قرأت کفایت کرتی ہے تو فاتحہ اور سورۃ دونوں میں کرتی ہے فرق کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ ترمذی کی روایت لا تفعلوا الا بفاتحة الكتاب فانه لا صلوة لمن لم يقرأبها(۵)۔ اگرچہ فاتحہ کے پڑھنے میں صریح ہے لیکن یہ حدیث تین وجوہ سے معلول ہے۔ (۱) اس کا راوی مجہول ہے جو مدلس ہے اور یہاں وہ روایت عن عن سے کرتا ہے مدلس کی روایت عن عن سے اتصال پر محمول نہیں ہوتی جو محدثین کا متفقہ مسلک ہے۔ (۲) نیز اس کی سند میں اضطراب ہے۔ (۳) محمد بن اسحاق اس کا راوی متفرد ہے۔ اور محمد بن اسحاق اتنا قوی نہیں ہے کہ اس کے تفردات بھی قابل قبول ہوں لہٰذا حدیث حسن نہیں اور حدیث کی صحت کا دعویٰ تو خود ترمذی نے بھی نہیں کیا۔ صرف حسن کا دعویٰ کیا ہے۔ لیکن ان تین علل کی وجہ سے حسن بھی نہ رہی(۶)۔ بہرحال ایسی کوئی دلیل صریح اور صحیح آخر تک نہیں پائی گئی جس سے فاتحہ کا پڑھنا خلف الامام ثابت ہو سکے اور انصات کی حدیث اور آیت کی موجودگی میں پڑھنا کراہت سے خالی نہیں بالخصوص جہری نمازوں میں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

---

۱) ابو داؤد كتاب الصلوة باب من ترك القراءة فی صلاته ١٢٦/١ طبع مكتبه رحمانيه لاهور.

۲) مسلم كتاب الصلوة باب وجوب قراء الفاتحة ١٦٩/١ طبع قديمی كتب خانه.

۳) سنن النسائی كتاب الصلوة باب ايجاب قراءة فاتحة الكتاب فی الصلوة ١٤٥/١ طبع قديمی.

٤) سنن ابی داؤد كتاب الصلوة باب من ترك القراءة فی صلاته ١٢٦/١ طبع رحمانيه لاهور.

٥) سنن ترمذی كتاب الصلوة باب ما جاء فی القراءة خلف الامام ٦٩/١، ٧٠ طبع سعيد.

٦) وكذا فی المشكوة كتاب الصلوة باب القراءة فی الصلوة ٨١/١ طبع قديمی كتب خانه.

مذكوره بالا تفصیل کے لیے ملاحظه هو مرقات المفاتيح كتاب الصلوة فصل فی القراءة الفصل الثانی ٥٣٣/٢، ٥٣٤ طبع، دار الكتب.

نمازوں میں جہراور سر کی وجہ

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ پانچ نمازوں میں سے صبح، مغرب اور عشاء میں بلند آواز سے قرأت پڑھی جاتی ہے اور ظہر وعصر کی نماز میں بلند آواز سے قرأت کیوں بند کی گئی اس میں کیا فرق ہے اگر بلند آواز سے پڑھی جائے تو کیا فرق ہے۔

﴿ج﴾

مبسوط میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک حدیث نقل کی گئی ہے۔و قال ابو سعید الخدری رضی الله عنه سجد رسول الله صلی الله علیه وسلم فی صلوة الظهر فظننا انه قرأه الم تنزیل السجدة و قد کان النبی صلی الله علیه وسلم فی الابتداء یجهر بالقران فی الصلوة کلها و کان المشرکون یؤذونه و یسبون من اَنزل و من اُنزل علیه فانزل الله تعالی و لا تجهر بصلوتک و لا تخافت بها وابتغ بین ذالک سبیلا فکان یخافت بعد ذالک فی صلوة الظهر و العصر لانهم کانوا مستعدین الاذی فی هذین الوقتین و یجهر فی صلوة المغرب لانهم کانو مشغولین بالاکل و فی صلوة العشاء والفجر لانهم کانوا نیاما و لهذا جهر فی الجمعة والعیدین لانه اقامها بالمدینة و ما کان لکفار بها قوة الاذی[1]۔

روایت ھذا سے جہر وسر میں یہ حکمت معلوم ہورہی ہے کہ ابتداء اسلام میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ کے اندر جہر سے تمام نمازیں پڑھایا کرتے تھے۔مشرکین مکہ قرآن جب سنا کرتے تھے تو اس کے نازل کرنے والے یعنی اللہ تعالیٰ اور جس پر نازل کیا گیا ہے یعنی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سب وشتم کیا کرتے تھے۔اللہ جل مجدہ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ نہ نمازیں ساری بلند آواز سے پڑھاؤ اور نہ سر سے اور درمیان کی صورت کو تلاش کرلو۔چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بعد ظہر وعصر میں سر کیا کرتے تھے کیونکہ ان دو وقتوں میں مشرکین

---

۱) المبسوط للسرخسی کتاب الصلوة فصل یجهر الامام فی صلاة الجهر و یخافت الخ ۱/۱۷ طبع ادارۃ القرآن . وکذا فی حاشیة الطحطاوی کتاب الصلوة فصل فی واجب الصلوة ص:۲۵۳،۲۵٤، طبع قدیمی کتب خانه. وکذا فی اعلاء السنن کتاب الصلوة باب وجوب الجهر فی الجهریة والسر فی السریة ٤/۲۰۱ طبع إدارة القرآن .

مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو معارف القرآن ۵/٥٤۲ طبع مکتبہ دارالعلوم کراچی.

اذیت دیا کرتے تھے اور مغرب کے وقت چونکہ وہ کھانے میں مشغول ہوتے تھے اور عشاء اور صبح کے وقت وہ سوئے ہوئے ہوتے تھے اس لیے اذیت نہیں دیا کرتے تھے- اس لیے یہ نمازیں بلند آواز سے ادا کرنے لگے اور جمعہ اور عیدین کی نمازیں چونکہ مدینہ منورہ میں شروع کی گئی ہیں اور وہاں کافروں کی اذیت کا اندیشہ نہیں تھا اس لیے وہ نمازیں بلند آواز سے ادا کیں اور اس کے بعد اگرچہ کافروں کی اذیت کا اندیشہ نہیں رہا تھا لیکن پھر بھی اسی طریقہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام امت نے بحال رکھا- نماز سری کو بلند آواز کے ساتھ اور جہری کو سر کے ساتھ جب جماعت کے ساتھ ادا کیا جائے تو واجب کا ترک شمار ہوتا ہے- جس کی صورت میں سجدہ سہو واجب ہوتا ہے [۱]- واللہ تعالیٰ اعلم

نماز میں تلاوت سے قبل بسم اللہ کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ فرضی نماز ہو یا نفلی یا سنتیں ہوں ان میں ہر رکعت میں بسم اللہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

ہر رکعت میں تلاوت سے قبل بسم اللہ پڑھنا مسنون ہے [۲]۔

کیا کسی کے آمین بالجہر کہنے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک غیر مقلد نے حضرات احناف کی مسجد میں نماز پڑھتے ہوئے آمین بالجہر کہی تو ایک شخص نے جو کہ ساتھ کھڑا تھا' آمین سنتے ہی اپنی نماز کو توڑ کر اس کو زدوکوب کرنا شروع کر دیا اور کہہ رہا تھا کہ تو ہماری نماز فاسد کرتا ہے۔ اب آپ سے درخواست ہے کہ شریعت کی رو سے اس شخص کا نماز توڑ کر یہ کہنا کہ ہماری نماز فاسد ہوتی ہے ٹھیک ہے یا نہیں اور نماز بھی فاسد ہوتی ہے یا نہیں۔ بینوا بالدلیل توجروا عندالجلیل۔

---

۱) رد المحتار یجب السهو بهما ای بالجهر والمخافة ملطقًا ان قل أو كثر وهو ظاهر الرواية كتاب الصلوة باب سجود السهو ، ۸۱/۲ سعيد. وكذا فى حلبى كبير فصل فى سجود السهو ص:۴۵۷ سعيدى. وكذا فى البحر الرائق فصل فى سجود السهو ۱۷۰/۲ طبع مكتبه رشيديه.

۲) الدر المختار مع رد المحتار كما تعوذ سمى ...... سرا فى اول كل ركعة ولو جهرية...... ذكر فى المحيط المختار قول محمد وهو أن يسمى قبل الفاتحة وقبل كل سورة فى كل ركعة كتاب الصلوة باب فى بيان صفة الصلاة ۴۹۰/۱ سعيد. (فروع)

وكذا فى البحر الرائق كتاب الصلوة باب صفة الصلوة ۵۴۵/۱ رشيديه.

وكذا فى الهنديه كتاب الصلوة الفصل الثالث فى سنن الصلوة ۷۳/۱ رشيديه.

﴿ج﴾

اس شخص کا یہ کہنا درست نہیں ہے کہ ہماری نماز فاسد کرتا ہے اور نہ اس کی نماز فاسد ہوتی ہے اور نہ اسے آمین بالجہر کہنے والے کو زدوکوب کرنا جائز ہے (۱)۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

محمود عفا اللہ عنہ

۲۰ ربیع الثانی ۱۳۸۰ھ

ثنا اور تسمیہ کونسی رکعت میں پڑھنا بہتر ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین دریں مسائل کہ:

(۱) سنن غیر مؤکدہ اربع کی تیسری رکعت کی ابتداء میں ثناء پڑھنی چاہیے یا نہیں۔ مع حوالہ کتب معتبرہ تحریر فرماویں۔

(۲) بسم اللہ الخ ہر رکعت میں پڑھنی چاہیے یا صرف پہلی رکعت میں ہی پڑھنی چاہیے اور باقی رکعت نہیں پڑھنی چاہیے۔ بینوا توجروا۔

﴿ج﴾

(۱) تیسری رکعت کی ابتداء میں ثناء پڑھنی چاہیے۔ کذا فی الشامیہ (۱)۔

(۲) ہر رکعت کی ابتداء میں پڑھنی چاہیے کما ذکر فی المحیط المختار قول محمد وهو ان يسمى قبل الفاتحة وقبل كل سورة في كل ركعة. (۲)

---

۱) عن عبد الله بن عمرو رضى الله عنه عن النبى صلى الله عليه وسلم قال المسلم من سلم المسلمون من لسانه ويده الصحيح البخارى كتاب الايمان باب المسلم من سلم الخ ۶/۱ قديمى. كراچى
وكذا فى مشكوة المصابيح كتاب الايمان ۱۲/۱ قديمى. كراچى
وكذا فى الجامع الترمذى ابواب الايمان باب ماجاء المسلم من مسلم الخ ۹۰/۲ سعيد.

۲) الدر المختار ولا يستفتح إذا قام الى الثالثة منها ...... وفى البواقى من ذوات الاربع يصلى على النبى صلى الله عليه وسلم ويستفتح ويتعوذ ولو نذراً لان كل شفع صلاة كتاب الصلوة باب الوتر والنوافل ۵۵۲/۲ رشيديه جديد كوئٹه. وكذا فى الهندية كتاب الصلوة باب الوتر والنوافل ۸۶/۲،۸۷ مكتبه رشيديه. وكذا فى البحر الرائق كتاب الصلوة باب فى بيان تأليف الصلوة ۴۹۰/۱ سعيد.
وكذا الهنديه كتاب الصلوة الفصل الثالث سنن الصلوة ۷۳/۱ رشيديه.

فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ محمد انور شاہ

۱۳ر جب ۱۳۹۱ھ

نمازِ معکوس کی شرعی حیثیت

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ان مسائل میں کہ:

(۱) نماز معکوس کا ثبوت شرعاً ہے یا کتب معتبرہ یا غیر معتبرہ میں ذکر آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز پڑھی ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سر مبارک نیچے کو کیا ہوا اور پاؤں مبارک اوپر کیے ہوں- کیا ایسی نماز ثابت ہے اور کس موقع پر پڑھی ہے یا کسی امام و بزرگ نے یہ نماز اختراع کی غرض سے پڑھی ہو۔ (۲) مشہور طور پر واعظین اپنی رنگین تقریروں میں نہایت جوش و خروش کے ساتھ بیان کرتے ہیں کہ ایک موقع پر حضرت ام المؤمنین صدیقہ بنت صدیق حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئیں تو حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا (من انت) بی بی صاحبہ نے جواب میں عرض کیا کہ عائشہ۔ تو حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا- من عائشہ یا ای عائشة - کیا یہ روایت صحیح ہے- (۳) جن روایات سے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نور ہونا ثابت ہے- ان کے بیان کی مختصر تعدادی فہرست حسب اختلاف اسناد یا الفاظ یا کتب عنایت فرمائیں-

﴿ج﴾

(۱) یہ نماز اختراعی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ثبوت نہیں [۱] ہے- شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نے القول الجمیل [۲] میں اسے اشغال چشتیہ میں درج کیا ہے اور یہ فرمایا ہے کہ سنت سے اس کا ثبوت نہیں ملتا- اس کو صلوٰۃ مجازاً کہہ دیتے ہیں اصل میں ایک مجاہدہ ہے اور مجاہدہ ایک معالجہ ہے اور معالجہ کے لیے منقول و ماثور ہونا ضروری نہیں- ہاں منہی عنہ نہ ہونا چاہیے لیکن اس وقت امزجہ اس کے متحمل نہیں ہو سکتے اس لیے مشائخ نے اس کو ترک فرمایا ہے-

---

۱) مشکوٰۃ المصابیح من احدث فی امرنا هذا مالیس منه فهو رد کتاب الایمان باب الاعتصام بالکتاب والسنة ۱/۲۷ قدیمی کتب خانه.

۲) شفاء العلیل ترجمه القول الجمیل ص ۸۶، طبع مکتبه رحمانیه، لاهور

(۲) ان روایات کا ثبوت بعض مقامات میں ملتا ہے ممکن ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی خاص وقت میں مناجات الٰہی میں یہ فرمایا ہو۔

(۳) عن جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ قال قلت یا رسول اللہ بابی انت و امی اخبرنی عن اول شی ء خلقه الله قبل الاشیاء قال یا جابر ان الله تعالی قد خلق قبل الاشیاء نور نبیک [۱]۔ نیز مسلم شریف میں ایک لمبی دعا میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے لیے دعا کی ہے اللھم اجعلنی نورا۔الخ. قد جاء کم من الله نور و کتاب مبین [۲] میں اکثر مفسرین نے نور سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم مراد لیے ہیں [۳]۔ ان روایات سے یہ معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر نور کا اطلاق صحیح ہے اگرچہ یہ بات قطعی [۴] ہے کہ آپ جنس بشر سے تھے۔

مقتدی کے لیے تلاوت کی ممانعت

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسائل کہ:

(۱) نماز میں ہاتھ ناف کے نیچے باندھنے کی حدیث تحریر فرمائیں۔

(۲) نماز میں آمین آہستہ پڑھنے کا حکم بحوالہ حدیث شریف تحریر فرمائیں۔

(۳) امام کے پیچھے مقتدی کے الحمد نہ پڑھنے کا حکم۔

(۴) فجر کی نماز کی سنتیں بعد نماز فرض کے طلوع آفتاب سے قبل نہ پڑھنے کا حکم۔

(۵) نماز وتر پڑھنے کا مسنون طریقہ تحریر فرمائیں۔

---

۱) الصحیح المسلم کتاب المسافرین باب صلوة النبی صلی الله علیه وسلم ۱/۲۶۱ قدیمی کتب خانه.

۲) سورة المائدة الآیة :۱۵.

۳) روح المعانی قد جاء کم من الله نور عظیم وهو نورالانوار والنبی المختار صلی الله علیه وسلم سورة الکهف الآیة :۱۱، ۱/۱۴۳ وکذا فی تفسیر المنیر سورة المائدة الآیة: ۱۵، ۶/۱۳۴ مکتبه الغفاریه. وکذا فی تفسیر اللباب فی علوم الکتاب سورة المائدة الآیة:۱۵، ۷/۲۵۹ دارالکتب العلمیة. وکذا فی تفسیر زاد المنیر سورة المائدة الآیة:۱۵ ۲/۳۱۶ دارالکتب العلمیة.

۴) قل انما أنا بشر مثلکم یوحی الی إنما الهکم اله واحد سورة الکهف الآیة:.

تفسیر المنیر ای قل یل محمد لهم ما أنا الا بشر مثلکم فی البشریة لیس لی صفة الملکیة او الالوهیة ولا علم الا ما علمنی الله سورة الکهف آیة: ۱۱۰ ،۱۶۶/۴۹۶ مکتبه الغفاریه.

وکذا فی تفسیر روح المعانی سورة الکهف الآیة: ۱۱۰، ۱۶/۴۹۶ داراحیاء التراث العربی.

﴿ج﴾

(۱) عن علقمه بن وائل بن حجر عن ابیه قال رأیت النبی صلی الله علیه وسلم یضع یمینه علی شماله فی الصلوة تحت السرة– رواه ابن ابی شیبة [۱] و اسناده صحیح–

(۲) روی احمد و ابویعلی و الطحاوی والدارقطنی والحاکم فی المستدرک من حدیث شعبة عن سلمة بن کهیل عن حجر ابن العنبس عن علقمة بن وائل عن ابیه انه صلی مع رسول الله صلی الله علیه وسلم فلما بلغ غیر المغضوب علیهم ولاالضالین قال اٰمین و اخفی بها صوته [۲]– اھ

۳– عن عطاء بن یسار انه سأل زید بن ثابت رضی الله عنه عن القرأة مع الامام فقال لا قراء ة مع الامام فی شی ء [۳] رواه مسلم فی باب سجود التلاوة–

۴– عن ابی سعید الخدری قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لا صلوة بعد العصر حتی تغرب الشمس و لا صلوة بعد صلوة الفجر حتی تطلع الشمس رواه الشیخان [۴]–

۵– عن ابی سلمة بن عبدالرحمان انه سال عائشة رضی الله عنها کیف کانت صلوة رسول الله صلی الله علیه وسلم فی رمضان فقالت ما کان رسول الله صلی الله علیه وسلم یزید فی رمضان و لا فی غیره احدی عشرة رکعة یصلی اربعًا فلا تسئل عن حسنهن و طولهن ثم یصلی اربعًا فلا تسأل عن حسنهن و طولهن ثم یصلی ثلا ثا قالت عائشة فقلت یا رسول الله اتنام قبل ان توتر فقال یا عائشة ان عینی تنامان و لا ینام قلبی رواه البخاری [۵]–فقط والله تعالی اعلم۔

---

۱) مصنف ابن ابی شیبة کتاب الصلوة باب وضع الیمین علی الشمال حدیث:۶،۱/۴۲۷ امدادیه اعلاء السنن کتاب الصلوة باب وضع الیدین تحت السرة ۲/۱۶۶،۱۶۷ ادارة القرآن کراچی۔
الدر المختار ووضع یمینه علی یساره تحت سرته کتاب الصلوة فصل فی بیان تألیف الصلوة ۱/۴۸۶ سعید. وکذا فی تبیین الحقائق کتاب الصلوة باب صفة الصلوة ۱/۲۸۹ دارالکتب العلیمیة.

۲) آثار السنن ص ۱۲۴ و الترمذی ابواب الصلوة باب ما جاء فی التامین ۱/۵۸ سعید.
إذا فرغ من الفاتحة قال آمین والسنة فیه الاخفاء الهندیة کتاب الصلوة الباب الرابع الفصل الثانی فی بیان الصلوة الخ ۱/۷۴ ،رشیدیه .

۳) الصحیح للمسلم کتاب الصلوة باب سجود التلاوة ۱/۲۱۵ قدیمی کتب خانه.
الدر المختار المؤتم لا یقراء مطلقاً ولا الفاتحة سراً فان قرا کره تحریماً کتاب الصلوة فصل فی القرآة ۱/۵۴۴ ،سعید.

۴) مشکوٰة المصابیح کتاب العلم باب اوقات النهی ۱/۹۴ قدیمی کتب خانه.
وکذا فی الصحیح للبخاری کتاب الصلوة باب لا تتحری الصلوة قبل غروب الشمس ۱/۸۲،۸۳ قدیمی کتب خانه.

۵) وکذا الصحیح للبخاری کتاب الصلوة باب قیام النبی صلی الله علیه وسلم ۱/۱۵۴ قدیمی کتب خانه.

''سبحان ربی العظیم'' کی جگہ ''سبحان ربی الکریم'' پڑھنے کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے علماء دین دریں مسئلہ کہ رکوع میں سبحان ربی العظیم کی جگہ عمداً سبحان ربی الکریم پڑھتا ہے اور تاویل یہ کرتا ہے کہ عظیم میں ثقل ہے اور غلطی کا احتمال ہے۔ بخلاف کریم کے۔ حالانکہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے صفاتی ناموں میں سے اس نام کو اس لیے پسند کرتا ہے کہ اس کے شیخ کے نام کا مضاف الیہ کریم ہے جواب باحوالہ مرحمت فرمائیں۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ واضح رہے کہ تسبیح رکوع میں مسنون تو سبحان ربی العظیم کی تسبیح ہے ہاں اگر کوئی شخص ظاء کو صحیح طور پر ادا نہ کر سکے بلکہ اس سے زاء ادا ہوتی ہے۔ یعنی العظیم کی جگہ العزیم پڑھا جاتا ہے تب ایسا شخص سبحان ربی العظیم کی جگہ سبحان ربی الکریم پڑھے تاکہ فساد صلوۃ سے بچ جائے۔ العزیم پڑھنے میں فساد نماز کا اندیشہ ہے[1]۔ **(تنبیه) السنة فی تسبیح الرکوع سبحان ربی العظیم الا ان کان لا یحسن الظاء فیبدل به الکریم لئلا یجری علی لسانه العزیم فتفسدبه الصلوة کذا فی شرح درر البحار فلیحفظ فان العامة عنه غافلون حیث یأتون بدل الظاء بزاء مفخمة** [1].

صورت مسئولہ میں امام مذکور اگر عمداً باوجود قدرت کے العظیم کو صحیح طور پر پڑھنے کے الکریم پڑھتا ہے تو یہ تارک سنت ہے[2]۔ نیز اپنے شیخ کے نام کے مضاف الیہ ہونے کی وجہ سے الکریم کو العظیم پر ترجیح دینے کی وجہ سے (جبکہ دونوں اسماء حسنیٰ میں سے ہیں) اسماء حسنیٰ میں سے بعض کو بعض پر تفضیل کی قباحت لازم آتی ہے جس سے احتراز ضروری ہے۔ لہٰذا ایسی صورت میں بوجہ مداومت علی ترک السنۃ نیز بوجہ ارتکاب قباحت تفضیل

---

۱) رد المحتار کتاب الصلوة فصل فی بیان تألیف الصلوة ۱/۴۹۴ سعید.

۲) عن ابن مسعود رضی الله عنه ان النبی صلی الله علیه وسلم قال: اذا رکع احدکم فقال فی رکوعه سبحان ربی العظیم ثلاث مرات فقد تم رکوعه وذالك ادناه سنن الترمذی ابواب الصلوة ما جاء فی التسبیح فی الرکوع ۱/۶۰ سعید.

رد المحتار السنة فی تسبیح الرکوع سبحان ربی العظیم کتاب فصل فی بیان تألیف الصلوة ۱/۴۹۴ سعید وکذا فی البحر الرائق کتاب الصلوة باب صفة الصلوة ۱/۵۵۰ رشیدیه کوئٹه.

مذکور امامت کراہت سے خالی نہ ہوگی جب تک کہ وہ اس امر کو ترک نہ کردے اور اگر عمداً نہیں پڑھتا ہے بلکہ صحیح ادا نہیں کرسکتا تب یہ الثغ کے حکم میں ہے۔ الثغ کی امامت ناجائز ہے علی الاصح یا مکروہ ہے علی قول کما قال فی الشامی [1]۔

امامة الالثغ للمغایر — تجوز عندالبعض من اکابر

و قد اباه اکثر الاصحاب — لما لغیره من الصواب

اور اگر ظاء کو صحیح پڑھ سکتا ہے لیکن غلط پڑھنے کے اندیشہ سے الکریم پڑھتا ہے۔ تب اس کی امامت درست ہو گی [2] اگرچہ ایسا کرنا خلاف اولیٰ ضرور ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

فاتحہ خلف الامام کی حدیث کا مقام

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء اہل سنت والجماعت مندرجہ ذیل سوال کے متعلق کہ:

(۱) من کان له امام فقراء ة الامام له قراء ة یا (۲) من کان له امام فقرأة الامام قرأة له۔ والی حدیث شریف اصول حدیث شریف واصول فقہ حنفی واصول عقیدہ علماء اہل سنت والجماعت کی رو سے مرفوع متصل مسند ہے یا ضعیف ہے۔

(۲) کیا وہ احادیث شریف جن کی رو سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مقتدیوں کو امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ سری اور جہری نمازوں میں پڑھنے سے منع فرمایا وہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری قول اور فعل ہیں اور وہ احادیث شریف جن کی رو سے امام کے پیچھے سری اور جہری نمازوں میں سورۃ فاتحہ مقتدیوں کو آہستہ پڑھنے کا حکم دیا ہے وہ منع کرنے والی احادیث شریف سے پہلے کی ہیں۔ بینوا توجروا

---

۱) شامیه کتاب الصلوة فصل فی القرأة مطلب فی الالثغ ۱/۵۸۲ سعید۔
وکذا فی الهند کتاب الصلوة الباب الخامس فی الامامة ۱/۸۶ رشدیه.

۲) الدالمختار ومنها زلة القاری فلو فی اعراب ......لم تفسد مالم یتغیر المعنیٰ الا ما یشق تمییزه کالضاد والظاء فاکثرهم لم یفسدها کتاب الصلوة باب ما یفسد الصلوة ۱/۶۳۰،۶۳۲ سعید.
فکل ذلك حکمه ما مر من بذل الجهد دائماً، والا فلا تصح الصلوة ردالمحتار کتاب الصلوة باب الامامة ۱/۵۸۲ سعید.

﴿ج﴾

(۱) حدیث مذکور مرفوع متصل صحیح ہے- قال العلامۃ النیموی رحمہ اللہ فی آثار السنن [۱] وعن جابر رضی الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من كان له امام فقرأة الامام قرأة له رواه الحافظ احمد بن منيع فی مسنده و محمد بن الحسن فی الموطأ والطحاوی والدارقطنی و اسناده صحیح والتفصیل فی تعلیقه-

(۲) حضرت اقدس علامہ رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے الکوکب الدری علی الجامع الترمذی [۲] پر ذکر فرمایا ہے کہ جن احادیث سے قرأت فاتحہ کی ضرورت ثابت ہو وہ امام اور منفرد کے بارے میں ہیں مقتدی کے بارے میں نہیں ہیں- کیونکہ بعض صحیح روایات میں سورت کی زیادتی بھی ہے حالانکہ مقتدی کسی کے نزدیک بھی سوائے فاتحہ کے سورت مضمومہ کی قرأت نہیں کرتا ہے- و هذه عبارته و كان الذى قاله النبى صلى الله عليه وسلم من انه لا صلوة لمن لم يقرأبام القران و كذالک لا صلوة الا بفاتحة الكتاب مصداقه المنفرد والامام لا المقتدى لما ورد فى الرواية الصحيحة من زيادة لفظه و فى رواية و زيادة الى غير ذالک [۲] الخ- فقط واللہ تعالیٰ اعلم-

---

۱) أثار السنن باب فی ترك القرأة ص:۸۸ مكتبه امداديه.
وكذا فی آثار السنن طحطاوی ص:۱۴۹ سعید باب القرأة خلف الامام.
وكذا فی السنن النسائی كتاب الصلوة باب اذا قرئی القرآن ۱۴۶/۱ قدیمی.

۲) الكوكب الدری على الجامع الترمذی. ص ۳۰۳، ج۱، طبع ادارة القرآن كراتشی-
رد المحتار قوله مروی عن عدة الصحابة قال فی الخزائن ...... وفی الكافی ومنع المؤتم من القرأة مأثور عن ثمانين نفرا من كبار الصحابةمنهم المرتضى والعبادلة وقد دون اهل الحديث اساميهم كتاب الصلوة فی فصل فی القرآة ۵۴۴/۱، ۵۴۵ سعید.
وكذا فی البحر الرائق باب صفة الصلوة ۵۹۹/۱ رشیدیه.
وكذا فی تبيين الحقائق باب صفة الصلوة ۳۳/۱، ۳۴ دارالكتب العلمية.

باب الجمعه

بارہ سو کی آبادی میں جمعہ کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک گاؤں ۱۲۰۰ نفوس پر مشتمل شہر سے ۱۳ میل کے فاصلہ پر واقع ہے- اس میں تین مسجدیں ہیں، دو آٹا پینے کی مشینیں ہیں جن میں روئی صاف کرنے دھننے اور لکڑی چیرنے دھان نکالنے اور صاف کرنے کا بھی انتظام ہے، دوکانوں کی تعداد ۱۳ تک ہے، ایک پرائمری سکول پختہ تعمیر شدہ اور ایک دینی مدرسہ بھی ہے جس میں حفظ و ناظرہ تجوید کا مکمل انتظام ہے اور ابتدائی عربی کتب کا بھی انتظام ہے گاؤں کے اردگرد تقریباً ۲۰ بستیاں اڑھائی میل کے اندر اندر ہیں جن کی بعض ضروریات مثلاً سودا خریدنا آٹا پسوانا روئی صاف کروانا لکڑی چرانا وغیرہ اس گاؤں سے پوری ہوتی ہیں یہ بستی ان تمام بستیوں سے بڑی بھی ہے اردگرد کے بچے سکول مدرسہ میں تعلیم کے لیے بھی آتے ہیں- اس میں ایک بی ڈی ممبر اور دو نمبردار ہیں- تین عالم سند یافتہ بھی موجود ہیں- اس گاؤں کی ایک بڑے محلے والی مسجد میں نماز جمعہ پڑھی جاتی ہے-

لہٰذا براہ کرم مدلل تحریر فرما دیں کہ اس گاؤں میں جمعہ ہو سکتا ہے یا نہیں؟ اور جاری شدہ جمعہ کو بند کرنے کا کیا حکم ہے اور جو پڑھے جا چکے ہیں ان کی قضا لازم ہے یا نہیں- نیز شامی نے جمعہ کی اجازت میں گاؤں کا تذکرہ کیا ہے اس کی کیا تعریف ہے-

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم- معلوم ہونا چاہیے کہ باتفاق جمیع علماء احناف جمعہ کی فرضیت اور اس کی صحت کے لیے مصر (شہر) ہونا شرط ہے [1]- عام دیہاتوں اور بستیوں میں نماز جمعہ پڑھنی جائز نہیں بلکہ ظہر چار رکعتیں فرض اور ضروری ہے [2]- مصر کی تعریف میں مختلف اقوال ہیں- بعض کہتے ہیں وہ بڑی آبادی کہ جس میں بازار اور گلیاں

---

۱) يشترط لصحتها سبعة اشياء الاول المصر الدر المختار كتاب الصلوة باب الجمعة ۲/۱۳۷ سعيد.
وكذا فى البحر الرائق كتاب الصلوة باب الجمعة ۲/۲٤٦ رشيديه.

۲) وفيما ذكرنا إشارة إلى أنه لا تجوز فى الصغيرة التى ليس فيها قاض ومنبر وخطيب كما فى المضمرات والظاهر أنه أريد به الكراهة لكراهة التنفل بالجماعة الاترى أن فى الجواهر لو صلوا فى القرى لزمهم اداء الظهر ردالمحتار باب الجمعة ۲/۱۳۸ سعيد. وكذا فى البحر الرائق كتاب الصلوة باب الجمعة ۲/۲٤٥ رشيديه.

ہوں اور اس میں ایک ایسا حاکم موجود ہو جو اپنی قوت سلطنت اور علم وفہم کے ذریعہ مقدمات کے فیصلے کرنے کی قدرت رکھتا ہو۔ بعض کا قول ہے وہ آبادی کہ جس میں والی اور قاضی ہو جو حدود اور احکام شرعیہ کو جاری کرتا ہو۔ بعض فرماتے ہیں اتنی بڑی آبادی کہ اس کے سب عاقل بالغ مرد اگر جمع ہو جائیں تو بڑی مسجد کے اندر اور باہر نہ آ سکیں۔ ایک اور روایت امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے ہے کہ وہ آبادی کہ جس میں دس ہزار آدمی بستے ہیں۔ وہ شہر ہے اسی طرح دیگر اقوال بھی ہیں اور یہ تعریفیں امارات وعلامات ہیں اور سب کا مآل تقریباً ایک ہی ہے وہ یہ کہ ایسی آبادی ہو کہ بڑے شہروں کو شمار کرتے وقت اسے بھی عُرفاً اس میں شمار کیا جائے۔

كما قال فى البحر [1] تحت قول الكنز شرط ادا ئها المصر و هو كل موضع له امير وقاض ينفذ الاحكام و يقيم الحدود او مصلاه (قال) و فى حدالمصر اقوال كثيرة اختاروا منها قولين احدهما ما فى المختصر ثانيهما ما عزوه لابى حنيفة انه بلدة كبيرة فيها سكك و اسواق و لها رساتيق و فيها وال يقدر على انصاف المظلوم من الظالم بحشمه و علمه او علم غيره والناس يرجعون اليه فى الحوادث-الخ

و قال فى الهداية لا تصح الجمعة الا فى مصر جامع او فى مصلى المصر و لا تجوز فى القرى لقوله عليه السلام لا جمعة و لا تشريق و لا فطر و لا اضحى الا فى مصر جامع والمصر الجامع كل موضع له امير وقاض ينفذ الاحكام و يقيم الحدود و هذا عند ابى يوسف رحمہ اللہ و عنه انهم اذا اجتمعوا فى اكبر مساجد هم لم يسعهم والاول اختيار الكرخى و هو الظاهر والثانى اختيار الثلجى [2] و فى العنايه و عن ابى يوسف رواية اخرى غير ها تين الروايتين و هو كل موضع يسكنه عشرة الاف نفرفكان عنه ثلاث روايات [3]۔

بنابریں جس بستی کے بارے میں سوال میں پوچھا گیا ہے اور جس کے کچھ حالات سوال میں درج ہیں۔ مصر کی تمام تعریفوں کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ بستی مصر (شہر) شرعاً نہیں ہے لہٰذا اس بستی میں جمعہ جائز نہیں۔ اس بستی

---

۱) وكذا فى البحر الرائق كتاب الصلوة باب الجمعة ٢/٢٤٥ رشيديه.
وكذافى حلبى كبير فصل فى صلوة الجمعة ص: ٥٥٠ سعيدى كتب خانه.
وكذا فى رد المحتار كتاب الصلوة باب الجمعة ٢/١٣٧ سعيد.
۲) الهداية كتاب الصلوة باب الجمعة ١/١٥٢،١٥١ سعيد.
۳) العنايه شرح الهديه على هامش فتح القدير كتاب الصلوة باب الجمعة ٢/٢٤ مكتبه رشيديه.

میں جب جمعہ جائز نہیں تو وہاں جمعہ پڑھنا مکروہ تحریمی ہے اور جاری شدہ جمعہ کا بند کرنا واجب ہے- **صلوۃ العید فی القری تکرہ تحریما و مثلہ الجمعۃ** (۱)--ایسی بستی میں جہاں کوئی تعریف مصر کی صادق نہ آتی ہو امام صاحب کے نزدیک جمعہ پڑھنا مسقط ظہر نہیں اس لیے جو نمازیں پڑھ چکے ہیں ان کی قضاء لازم ہے- **و لو صلوا فی القری لزمھم اداء الظہر ھذا مذھب ابی حنیفۃ** (۲)-

علامہ شامی رحمہ اللہ نے جمعہ کی اجازت میں گاؤں کا تذکرہ کیا ہے اس سے مراد قریہ کبیرہ ہے- عبارت اس کی یہ ہے **و تقع فرضا فی القصبات و القری الکبیرۃ التی فیھا اسواق- الخ- 'الی ان قال' و فیما ذکرنا اشارۃ الی انھا لا تجوز فی الصغیرۃ** (۳)-ان عبارات سے ظاہر ہے کہ جمعہ قصبات اور بڑے قریہ میں ادا ہوتا ہے جن میں بازار ہوں اور چھوٹے قریہ میں ادا نہیں ہوتا - واللہ تعالیٰ اعلم

ایک مسجد میں جمعہ کی سنتیں پڑھ کر دوسری میں فرض ادا کرنے کا حکم

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک مسجد میں ساڑھے بارہ بجے اذان ہوتی ہے اور ایک بجے نماز جمعہ شروع ہوتی ہے اور دوسری مسجد میں پون بجے نماز جمعہ ہے لوگ پہلی مسجد میں آ کر وضوء کرتے ہیں سنت پڑھتے ہیں اذان بھی سنتے ہیں اور جمعہ پڑھنے کے لیے دوسری مسجد میں جہاں پونے ایک بجے نماز جمعہ ہوتا ہے چلے جاتے ہیں- دوسری مسجد میں نماز جمعہ پڑھ کر واپس پہلی مسجد میں آ جاتے ہیں اور بقیہ سنتیں اس پہلی مسجد میں پڑھ کر گھروں کو چلے جاتے ہیں- کیا ان لوگوں کا یہ طرز عمل از روئے شریعت جائز ہے یا نہ-

---

۱) الدر المختار کتاب الصلوۃ باب العیدین ۱۶۷/۲ طبع سعید

۲) رد المحتار کتاب الصلوۃ باب الجمعۃ ۱۳۸/۲، سعید

۳) رد المحتار کتاب الصلوۃ باب الجمعۃ ۱۳۷/۲ سعید.

وکذا فی البحر الرائق کتاب الصلوۃ باب الجمعۃ ۲۲۵/۲ مکتبہ رشیدیہ.

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم-واضح رہے کہ اذان کے وقت جولوگ مسجد میں موجود ہوں یا اذان ہوجانے کے بعد مسجد میں داخل ہوں ان کے لیے نماز ادا کرنے سے پہلے بلاضرورت شدیدہ کے مسجد سے نکلنا مکروہ تحریمی ہے-لما فی الحدیث عن ابی هريرة رضى الله عنه قال امرنا رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا كنتم فى المسجد فنودى بالصلوة فلا يخرج احدكم حتى يصلى-(رواہ احمد)

(۲) و عن ابى الشعثاء رضى الله عنه قال خرج رجل من المسجد بعد ما اذن فيه فقال ابوهريرة اما هذا فقد عصى اباالقاسم صلى الله عليه وسلم و عن عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من ادرك الاذان فى المسجد ثم خرج لم يخرج لحاجة و هو لا يريد الرجعة فهو منافق [1]

و فى الدرالمختار (و كره) تحريما للنهى (خروج من لم يصل من مسجد اذن فيه) (الالمن ينتظم به امر جماعة اخرى) والا (لمن صلى الظهر والعشاء) وحده مرة فلا يكره خروجه بل تركه للجماعة الاعندالشروع فى الاقامة فيكره لمخالفة الجماعة بلا عذر [2]، و فى الكنز و كره خروجه من مسجد اذن فيه حتى يصلى و ان صلى لا الا فى الظهر والعشاء ان شرع فى الاقامة الخ [3]- و فى فتح المعين' و كره خروجه الخ - تحريما لقوله عليه السلام لا يخرج من المسجد بعد النداء الامنافق او رجل يخرج لحاجة يريد الرجوع و قوله اذن فيه اى على الغالب والمراد دخول الوقت اذن فيه اولا و لا فرق بين ما اذن و هو فيه او دخل بعد الاذان' و قالوا اذا كان ينتظم به امر جماعة بان كان مؤذنا او اماما فى مسجد اخر تتفرق الجماعة لغيبته يخرج بعد النداء لانه ترك صورة تكميل معنى) و فى النهاية- اذاخرج يصلى فى مسجد حية مع الجماعة فلا بأس به مطلقًا من غير قيد بالامام والمؤذن فلا يخفى ما فيه

---

۱) فى مشكوة المصابيح: كتاب الصلوة- باب الجماعة وفضلها ، الفصل: الثالث ص ۹۷: قديمى كتب خانه، كراچى)

۲) فى الدرالمختار: كتاب الصلوة- باب ادراك الفريضه: ٥٤-٥٥: مكتبه ايچ ايم سعيد كراچى)

۳) كنز الدقائق: (كتاب الصلوة- ادراك الفريضه: ص.٣٦، بلوچستان، بك ڈپو كوئٹه)

اذخروجه مكروه تحريما والصلوة فى مسجد حية مندوبة فلا يرتكب المكروه لاجل المندوب بخلاف الخروج لحاجة اذا كان على عزم العود لانه مستثنى بنص الحديث الخ"[۱]

ان احادیث اور فقہی جزئیات سے واضح ہوا کہ صورت مسئولہ میں ان لوگوں کے لیے پہلی مسجد کو چھوڑ کر دوسری مسجد میں جانا مکروہ تحریمی ہے۔ (البتہ اگر ان لوگوں میں کوئی دوسری مسجد کا مؤذن یا امام ہو جو وہاں جا کر جمعہ قائم کرتا ہو ان کے لیے نکلنا جائز ہے)[۲] لہٰذا یہ لوگ پہلی ہی مسجد میں نماز جمعہ ادا کریں کہ اس مسجد کا ان پر حق ہے اور ثواب بھی اس میں زیادہ ہے۔ **افضل المساجد مكة ثم المدينة ثم القدس ثم قبا ثم الاعظم ثم الاقرب**[۳]۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

پانچ سو افراد کی آبادی میں جمعہ کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک قریہ ہے جس کی آبادی تقریباً ۵۰۰ ہے اور اس قریہ میں صرف دو تین دکانیں ہیں وہ بھی کسی وقت کھلی ہوتی ہیں اور کسی وقت بند رہتی ہیں اور اس قریہ میں دو مسجدیں ہیں ایک مسجد ایسی ہے جس میں بالکل کوئی نماز بھی نہیں پڑھتا بالکل غیر آباد ہے اور بستی کے کنارے پر واقع ہے۔ دوسری میں سوائے جمعہ کے کوئی جماعت اذان وغیرہ نہیں ہوتی۔ ایسی بستی میں جمعہ کا پڑھنا درست ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

---

۱) لم اجد فتح المعين ولا النهاية۔

۲) كما فى الدرالمختار: (وكره) تحريما للنهى (خروج من لم يصل من مسجد اذن فيه)...... الا لمن ينتظم به امر جماعة اخرى) أوكان الخروج لمسجد حية ولم يصلوا فيه، أولاً ستاذه لدرسه، أولسماع الوعظ أولحاجة ومن عزمه أن يعود نهر۔" (كتاب الصلوٰة باب ادراك الفريضة: ص ٥٤، ج ٢، مكتبه ايچ ايم سعيد كراچى)۔ (وكذا فى تبيين الحقائق: (كتاب الصلوٰة باب ادراك الفريضة: ص ٤٥١، ج ١، دارالكتب العلمية، بيروت)

۳) كما فى الدرالمختار: (كتاب الصلوٰة ـ باب مايفسد الصلاة، وما يكره فيها۔ ص ٦٥٨، ج ١، مكتبه ايچ ايم سعيد كراچى)۔ وكذا فى مشكوٰة المصابيح: (كتاب الصلوٰة: باب المساجد و مواضع الصلوة، ص ٧٢: قديمى كتب خانه ، كراچى)

(وكذا فى الهندية: (كتاب الكراهية، الباب الخامس، ص ٣٢١، ج ٥، رشيديه ، كوئٹه)

﴿ج﴾

حنفیہ کے مذہب میں یہ ہے کہ شہر اور قصبہ اور بڑے قریہ میں جس میں تین چار ہزار آدمی آباد ہوں اور ضروری اشیاء کی دوکانیں ہوں اور شہروں کو شمار کرتے وقت اسے بھی عُرفاً ان میں شمار کیا جائے تو وہاں جمعہ واجب ہے اور ادا ہوتا ہے- البتہ چھوٹے قریہ میں جمعہ صحیح نہیں ہوتا اس میں جمعہ پڑھنا مکروہ تحریمی لکھا ہے- ردالمحتار میں ہے- **و تقع فرضا فی القصبات و القری الکبیرة التی فیها اسواق (الی ان قال) و فیما ذکرنا اشارة الی انهالا تجوز فی الصغیرة الخ**[1] **وایضاً فیه..... صلوة العید فی القری تکره تحریما و فی الشامیة و مثله الجمعة**[2]-

ظاہر ہے کہ قریہ مذکورہ فی السوال جس کی آبادی تقریباً پانچ سو ہے قریہ صغیرہ ہے اس پر قصبہ یا قریہ کبیرہ جس کو فقہاء نے بحکم قصبہ لکھا ہے شہر کی تعریف صادق نہیں آتی- لہٰذا وہاں ظہر با جماعت ادا کرے ترک ظہر وہاں حرام اور معصیت ہے اور جمعہ پڑھنا مسقط ظہر نہیں- **ولو صلوا فی القری لزمهم اداء الظهر**[3] واللہ تعالیٰ اعلم-

جمعہ کا وقتِ اختتام

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ جمعہ کی نماز آخری گرمی کے موسم میں کس وقت تک جائز ہے یعنی کتنے بجے تک جائز ہے اور سردی کے موسم میں آخری وقت جمعہ کی نماز کس وقت تک جائز ہے یعنی کتنے بجے تک جائز ہے-

---

۱) کما فی الدرالمحتار: (کتاب الصلوٰة: باب الجمعة ص ۱۳۸، ج ۲، ایچ ایم سعید کراچی)
(وکذا فی بدائع الصنائع: (کتاب الصلوٰة، فصل فی بیان شرائط الجمعة: ص ۲۵۹، ج ۱، مکتبه رشیدیه کوئٹه)- (وکذا فی البحرالرائق : کتاب الصلوٰة، باب الجمعة، ص ۲۴۸، ج ۲، مکتبه رشیدیه کوئٹه)- (وکذا فی الهدایه: کتاب الصلوٰة، باب صلوٰة الجمعة ، ص ۱۵۰، ج ۱، بلوچستان بك ڈپو کوئٹه)

۲) کما فی الدرالمختار: مع ردالمحتار: (کتاب الصلوٰة، باب العیدین، ص ۱۶۷، ج ۲، مکتبه ایچ ایم سعید کراچی)

۳) ردالمحتار (کتاب الصلوٰة ، باب الجمعة: ص ۱۳۸، ج ۲، ایچ ایم سعید کراچی)
(وکذا فی البحرالرائق: کتاب الصلاة، باب الصلاة الجمعة: ۲۴۹، ج ۲، مکتبه رشیدیه کوئٹه)
(وکذا فی خیر الفتاوی: باب الجمعة، قریه صغیره میں جمعه پڑھا گیا تو ظهر ادا کرنی لازم هے- ص ۴۳، ج ۳، امدادیه ، ملتان-

﴿ج﴾

جمعہ کا وقت مثل ظہر کے ہے زوال آفتاب کے بعد شروع ہوتا ہے اور ایک مثل یا دو مثل تک علی اختلاف القولین باقی رہتا ہے (۱)۔ لیکن جمعہ میں تعجیل یعنی جلدی پڑھنا مستحب اور بہتر ہے (۲) باقی مختلف موسموں میں آخری اوقات مختلف ہوتے ہیں اس لیے گھنٹوں کے حساب سے آخری وقت ایک نہیں ہوتا - فقط واللہ تعالیٰ اعلم

پانچ سو افراد کی آبادی میں جمعہ کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ہمارے گاؤں کی آبادی پانچ سو کے قریب ہے اور دو سو گھر آباد ہیں گاؤں کے اردگرد چھ چھوٹی بستیاں ہیں- چار دوکانیں ہیں ہمارے گاؤں میں ہر چیز میسر آ سکتی ہے- جولاہے لوہار سب ہمارے گاؤں میں موجود ہیں- ایک پرائمری سکول اور ایک بہت بڑی مسجد ہے جس میں ہر روز درس ہوتا ہے- سینکڑوں طلبہ وہاں سے دینی تعلیم حاصل کرتے ہیں- شہر ہمارے گاؤں سے بہت دور (تین میل کے فاصلے پر) ہے کافی لوگ شہر پہنچتے پہنچتے ہی عید یا جمعہ پڑھنے سے رہ جاتے ہیں اور فاصلہ شہر سے زیادہ ہونے کی وجہ سے کافی لوگ نماز پڑھ نہیں سکتے اور خاص کر بوڑھے اس تکلیف سے دوچار ہیں- آپ بتائیں کہ ہمارے گاؤں میں ہی عید اور جمعہ ادا ہو سکتا ہے یا نہیں۔

---

۱) الدرالمختار: (وجمعة كظهر أصلا و استحبابا) فى الزمانين لأنها خلفه۔ (كتاب الصلاة، ص، ج۱، ایچ ایم سعید کراچی)

وكذا فى البحرالرائق: (كتاب الصلاة باب الجمعة: ص ۲۵٦، ج ۲: مكتبه رشيديه كوئٹه)

وكذا فى الهدايه: (كتاب الصلوٰة۔ باب الصلوٰة الجمعة: ص ۱۵۱، بلوچستان بك ڈپو كوئٹه)

۲) صحيح البخارى: عن انس بن مالك رضى الله تعالىٰ عنه أن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، كان يصلى الجمعة حين تميل الشمس: (كتاب الجمعة باب وقت الجمعة إذا زالت الشمس، ص ۱۲۳، ج ۱، : قديمى كتب خانه كراچى)

وكذا فى إعلاء السنن: (ابواب الجمعة، باب أن وقت الجمعة بعد الزوال، ص ۵۹، ج ۸، ادارة القرآن، كراچى)۔

وكذا فى ردالمحتار: (كتاب الصلوٰة مطلب فى طلوع الشمس من مغربها۔ ص ۳٦۷، ج ۱: ایچ ایم سعید كراچى)

﴿ج﴾

فقہ کی معتبر کتابوں مثل ہدایہ (۱) وشرح وقایہ (۲) ودرمختار وشامی سے ثابت ہے کہ ادائے جمعہ اور وجوب جمعہ کے لیے مصر شرط ہے اور شامی میں نقل فرمایا ہے کہ قریہ کبیرہ میں جمعہ ادا ہوتا ہے کیونکہ وہ بھی حکم میں شہر اور مصر کے ہیں اور شامی میں یہ بھی نقل کیا گیا ہے کہ چھوٹے گاؤں میں جمعہ درست نہیں ہے اور اس میں کراہت تحریمہ ہے (۳)- سوال میں جس گاؤں کا ذکر ہے اور اس کے کچھ حالات بھی درج کیے ہیں یہ قریہ کبیرہ نہیں- اس گاؤں میں نماز جمعہ وعیدین جائز نہیں یہاں کے لوگ نماز ظہر باجماعت ادا کریں (۴)- نیز جمعہ یا عید کے لیے شہر میں جانا بھی ان لوگوں پر ضروری نہیں- اس لیے کہ ان کے ذمہ جمعہ واجب نہیں- الحاصل اس گاؤں میں نماز جمعہ یا عیدین جائز نہیں (۵)- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

۱) الهدايه: (كتاب الصلوٰة- باب الجمعة- ص ۱۵۱-۱۵۰، ج ۱: مكتبه بلوچستان، بك ڈپو كوئٹه)

۲) شرح وقايه: (كتاب الصلاة- باب الجمعة، ص ۱۹۸، ج ۱، مكتبه ايچ ايم سعيد كراچی)

۳) ردالمحتار: تقع فرضا فی القصبات والقرى الكبيرة التى فيها أسواق...... وفيما ذكرنا إشارة إلى أنه لاتجوز فی الصغيرة التى ليس فيها قاض ومنبر و خطيب كما فی المضمرات و الظاهر أنه أريدبه الكراهة لكراهة النفل بالجماعة- (كتاب الصلوٰة- باب الجمعة ، ص ۱۳۸، ج ۲، مكتبه ايچ ايم سعيد كراچی)- وكذا فی البحر الرائق: (كتاب الصلوٰة- فصل فی بيان شرائط الجمعة- ص ۲۵۹، ج ۱: مكتبه رشيديه كوئٹه)
وكذا فی البحر الرائق: (كتاب الصلاة- باب الجمعة: ص ۲٤۸، ج ۲: مكتبه رشيديه كوئٹه)
وكذا فی الهدايه: (كتاب الصلوٰة- باب الصلوٰة الجمعة : ص ۱۵۰، ج ۱: بلوچستان بك ڈپو كوئٹه)

٤) ردالمحتار: ولوصلوا فی القرىٰ لزمهم أداء الظهر- (كتاب الصلاة، باب الجمعة ص ۱۳۸، ج ۲، ايچ ايم سعيد كراچی)
وكذا فی البحر الرائق: (كتاب الصلاة، باب الجمعة- ص ۲٤۸، ج ۲: مكتبه رشيديه كوئٹه)
وكذا فی خير الفتاوىٰ: باب الجمعة قريه صغيره ميں جمعه پڑها گيا تو ظهر ادا كرنی لازم هے- ص ٤۳، ج ۳، امداديه ملتان-
وكذا فی الشامی : تقع فرضا فی القصبات والقرى الكبيرة التى فيها أسواق...... وفيما ذكرنا إشارة إلى أنه لا تجوز فی الصغيرة التى ليس فيها قاض و منبر و خطيب كما فی المضمرات والظاهر أنه اريد به الكراهة لكراهة النفل بالجماعة- (كتاب الصلاة باب الجمعة، ص ۱۳۸، ج ۲: مكتبه ايچ ايم سعيد كراچی)-

۵) الدرالمختار: (تجب صلاتهما) فی الأصح (على من تجب عليه الجمعة بشرائطها) (كتاب الصلاة باب العيدين ص ۱٦٦، ج ۲- وكذا فی البحر الرائق: (كتاب الصلاة- باب الصلاة العيدين، ص ۲۷۵، ج ۲، مكتبه رشيديه كوئٹه)

قصبہ سے ڈیڑھ میل کے فاصلہ پر واقع گاؤں میں جمعہ کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک گاؤں ہے اس میں دو مسجدیں ہیں ایک کے قریب چھوٹا مدرسہ ہے جس میں دس پندرہ باہر کے طالب علم بھی رہتے ہیں- اس مسجد میں دس مہینے پانچ وقت نماز باجماعت ہوتی ہے- باقی دو مہینے مدرسہ کو چھٹی ہوتی ہے تو وہاں جماعت کا انتظام نہیں ہوتا- باقی دو مہینے دوسری مسجد میں پنج وقت نماز باجماعت ہوتی ہے- یہ دونوں مسجدیں ایک جماعت کے حکم میں ہیں یا الگ الگ جماعتیں ہیں- اور ڈیڑھ میل کے فاصلے پر ایک اور بڑا قصبہ ہے اس میں پہلے نماز جمعہ پڑھی جاتی ہے اس قصبہ میں ۵-۸ دکانیں بھی ہیں یعنی بازار ہے- جس میں ریڈیو بھی بہت ہیں اور دوسری لغویات اور شکوہ شکایت غیبت بھی بہت ہیں- اس قصبہ میں جب آدمی جمعہ کی نماز پڑھنے جاتے ہیں تو بازار میں سے جانا پڑتا ہے اور سستی اور غفلت کی وجہ سے سارا دن ادھر ہی خراب کر دیتے ہیں- شکوہ شکایت میں شرکت ہوتی ہے- دنیاوی کاروبار بھی خراب ہوتا ہے اور سارا دن فضول جاتا ہے اور وہاں زیادہ آنے جانے سے ناسازیاں بھی پیدا ہو جاتی ہیں- اور چند آدمی سستی اور دور فاصلے کی وجہ سے نماز جمعہ سے محروم ہو جاتے ہیں- بعض آدمی ایسے بھی ہیں کہ ناسازی کی وجہ سے ادھر نہیں جاتے تو جمعہ نہیں پڑھتے- ان تمام پہلوؤں کو مدنظر رکھ کر ہماری صحیح رہنمائی فرما دیں کہ مذکورہ گاؤں میں نماز جمعہ جائز ہے یا نہیں جب جائز ہے تو دونوں مسجدوں میں سے کس میں پڑھی جائے- جس مسجد میں دو مہینے نماز باجماعت پڑھی جاتی ہے اس میں پانی وغیرہ کا انتظام بھی اچھا ہے اور دوسری مسجد سے بڑی بھی ہے- آدمی اس میں آسانی سے آ جاتے ہیں- باعتبار دوسری مسجد کے باقی سوال یہ ہے کہ نماز باجماعت باقاعدہ پابندی سے نہیں ہوتی- دو نمازوں میں ناغا کبھی کبھی پڑ جاتا ہے ایک ظہر اور دوسری عصر کی نماز میں- جواب سے مطلع فرمائیں-

﴿ج﴾

وجوب جمعہ کے لیے شہر یا قریہ کبیرہ ہونا شرط ہے- کذا فی جمیع الکتب الفقہ چھوٹے گاؤں میں نماز جمعہ جائز نہیں [1]- چھوٹے گاؤں میں نماز جمعہ پڑھنے سے نماز ظہر ذمہ سے ساقط نہیں ہوتی لہٰذا یہاں کے لوگ نماز ظہر

---

١) ردالمحتار: تقع فرضا فی القصبات والقری الکبیرۃ التی فیها أسواق...... وفیما ذکرنا إشارة إلی أنه لاتجوز فی الصغیرة التی لیس فیها قاض و منبر و خطیب کما فی المضمرات والظاهر أنه أریدبه الکراهة لکراهة النفل بالجماعة (کتاب الصلاة باب الجمعة: ص ١٣٨، ایچ ایم سعید کراچی)
وکذا فی بدائع الصنائع: (کتاب الصلاة فصل فی بیان ، مکتبه رشیدیه کوئٹه)

باجماعت ادا کریں(۱)۔ جمعہ جائز نہیں اور جبکہ گاؤں والوں پر نماز جمعہ واجب نہیں تو نماز جمعہ کے لیے دوسری جگہ جانا ان پر ضروری نہیں اور نماز جمعہ کے لیے قصبہ نہ جانے کی وجہ سے ان پر شرعاً کوئی ملامت نہیں۔(۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ایسی آبادی میں جمعہ کا حکم جس میں بازار وغیرہ نہ ہو

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین جمعہ کے بارہ میں بمطابق مسلک امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کہ:

(۱) ایسے دیہات میں جس کی آبادی تقریباً ۲ یا ۳ سو افراد پر مشتمل ہو اور وہاں کوئی بازار ضروریات کے پورا کرنے کا اور کوئی عدالت فیصلہ دینے والی نہ ہو نماز جمعہ جائز ہے یا نہیں۔

(۲) ایسے مقام پر اگر جمعہ پڑھ لیا جائے تو ہوگا یا نہیں اور نماز ظہر ساقط ہو جائے گی یا نہیں؟

(۳) علاقہ سندھ کے اکثر گاؤں دیہات میں جمعہ اس نظریہ کے تحت پڑھایا جاتا ہے کہ اس کے بغیر لوگ نماز نہیں پڑھتے تو بوجہ جمعہ کم از کم ہفتہ میں ایک نماز تو پڑھ لیں گے یا اس کی وجہ سے دوسری نمازوں کا شوق پیدا ہو گا کیا یہ جائز ہے؟

(۴) ایک گاؤں میں جس کی کل آبادی تقریباً ۲ یا ۳ سو افراد کی ہوگی جیسا کہ اوپر بیان ہوا ہے وہاں زید نے جمعہ ان کے رائج کردہ دستور کے مطابق پڑھایا۔ مگر یہ سمجھتے ہوئے کہ فقہ حنفی کے مطابق جمعہ جائز نہیں بعد میں اپنی نماز ظہر ادا کر لی اور اعلان کیا کہ یہاں جمعہ نہیں ہوتا میں نے اپنی ظہر پڑھ لی ہے تم

---

۱) کما فی ردالمحتار: ولوصلوا فی القری لزمهم اداء الظهر (کتاب الصلاۃ۔ باب الجمعۃ، ص ۱۳۸، ج۲: مکتبہ ایچ ایم سعید، کراچی)

وکذا فی البحرالرائق: (کتاب صلاۃ۔ باب الصلاۃ الجمعۃ: ص ۲۴۹، ج ۲، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)۔ وکذا فی خیر الفتاویٰ: باب الجمعۃ قریہ صغیرہ میں جمعہ پڑھا گیا تو ظہر ادا کرنی لازم ہے۔ ص ۴۳، ج ۳، امدادیہ ملتان)۔

۲) کما فی البحر الرائق: وأما القری فإن أراد الصلاۃ فيها فغير صحيحة علی المذهب و إن أراد تكلفهم وذهابهم إلی المصر فممكن لكنه بعيد (کتاب الصلاۃ باب الجمعۃ، ص ۲۴۸، ج ۲، رشیدیہ کوئٹہ) وکذا فی ردالمحتار: (کتاب الصلاۃ باب الجمعۃ، مطلب فی شروط وجوب الجمعۃ ص ۱۵۳، ج ۲، مکتبہ ایچ ایم سعید کراچی)۔

وکذا فی حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح (کتاب الصلاۃ باب الجمعۃ ص ۵۰۴۔۵۰۵) قدیمی کتب خانہ کراچی)

لوگ اس رواج کو ختم کرو اس پر مقامی پیش امام نے کہا کہ ہمارا جمعہ قرآن کی رو سے ہوتا ہے۔ مگر چونکہ زید کا جمعہ نہیں ہوا تو پیچھے والوں کا بھی نہیں ہوا۔ لہٰذا یہ جمعہ دوبارہ قضاء کر کے پڑھا گیا۔ آیا یہ درست ہے اور اس نماز جمعہ کے لوٹانے کی ضرورت ہے جبکہ دیہات میں سرے سے جمعہ جائز ہی نہ ہو۔ برائے کرم جواب مفصل و مدلل عنایت فرمادیں۔

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم (۱) معلوم رہے کہ باتفاق جمیع علماء احناف جمعہ کی فرضیت اور اس کی صحت کے لیے مصر (شہر) ہونا شرط ہے۔ عام دیہاتوں اور بستیوں میں نماز جمعہ پڑھنی جائز نہیں ہے[1]۔ بلکہ ظہر چار رکعتیں ادا کرنی فرض اور ضروری ہیں[2]۔ مصر کی تعریف میں مختلف اقوال ہیں بعض کہتے ہیں وہ بڑی آبادی کہ جس میں بازار اور گلیاں ہوں اور اس میں ایک ایسا حاکم موجود ہو جو اپنی قوت و سلطنت اور علم و فہم کے ذریعہ مقدمات کے فیصلے کرنے کی قدرت رکھتا ہو بعض کا قول ہے وہ آبادی کہ جس میں والی اور قاضی ہو جو حدود اور احکام شریعت کو جاری کرتا ہو۔ بعض فرماتے ہیں اتنی بڑی آبادی کہ اس کے سب عاقل بالغ مرد اگر جمع ہو جائیں تو بڑی مسجد کے اندر اور باہر نہ آسکیں اور ایک روایت امام ابو یوسف صاحب رحمہ اللہ سے ہے۔ وہ آبادی کہ جس میں دس ہزار آدمی بستے ہیں وہ شہر ہے۔ اسی طرح دیگر اقوال بھی ہیں اور یہ تعریفیں امارات و علامات ہیں اور سب کا مآل تقریباً ایک ہی

---

۱) کما فی ردالمحتار: تقع فرضا فی القصبات والقری الکبیرة التی فیها أسواق ...... وفیما ذکرنا إشارة إلی أنه لاتجوز فی الصغیرة التی لیس فیها قاض ومنبر و خطیب کما فی المضمرات والظاهر أنه أریدبه الکراهة لکراهة النفل بالجماعة (کتاب الصلاة، باب الجمعة ص ۱۳۸، ج ۲: مکتبه ایم سعید کراچی)۔

وکذا فی بدائع الصنائع: (کتاب الصلاة فصل فی بیان شرائط الجمعة: ص ۲۵۹، ج ۱: مکتبه رشیدیه کوئٹه)

وکذا فی البحرالرائق: (کتاب الصلاة: باب الجمعة: ص ۲۴۸، ج ۲: مکتبه رشیدیه کوئٹه)

۲) ردالمحتار: ولو صلوا فی القری لزمهم اداء الظهر۔ (کتاب الصلاة۔ باب الجمعة، ص ۱۳۸، ج ۲، مکتبه ایچ ایم سعید کراچی)

وکذا فی البحرالرائق: (کتاب الصلاة۔ باب الصلاة الجمعة ۔ ص ۲۴۹، ج ۲، مکتبه رشیدیه کوئٹه)

وکذا فی خیرالفتاویٰ: باب الجمعة، قریه صغیره میں جمعه پڑھا گیا تو ظهر ادا کرنی لازم هے۔ ص ۴۳، ج ۳، امدادیه ملتان)

ہے- وہ یہ کہ ایسی آبادی ہو کہ بڑے شہروں کو شمار کرتے وقت اسے بھی عرفا اس میں شمار کیا جائے[1]- کما قال فی البحر الرائق تحت قول الکنز- شرط ادائها المصر و هو کل موضع له امیر وقاض ینفذالاحکام و یقیم الحدود او مصلاه- (قال) و فی حدالمصر اقوال کثیرة اختار وا منها قولین احدهما ما فی المختصر ثانیهما ما عزوه لابی حنیفة انه بلدة کبیرة فیها سکک و اسواق و لها رساتیق و فیها وال یقدر علی انصاف المظلوم من الظالم بحشمه و علمه او علم غیره و الناس یرجعون الیه فی الحوادث الخ[2]- و قال فی الهدایة و لا تصح الجمعة الا فی مصر جامع او فی مصلی المصر و لا تجوز فی القری- لقوله علیه السلام لا جمعة و لا تشریق و لا فطر و لا اضحی الا فی مصر جامع- والمصر الجامع کل موضع له امیر وقاض ینفذ الاحکام و یقیم الحدود و هذا عند ابی یوسف رحمه الله تعالی و عنه انهم اذا اجتمعوا فی اکبر مساجد هم لم یسعهم والاول اختیار الکرخی و هوالظاهر والثانی اختیار الثلجی[3] و فی العنایه و عن ابی یوسف روایة اخری غیر هاتین الروایتین و هو کل موضع یسکنه عشرة الاف نفر فکان عنه ثلاث روایات[4]- جس بستی کے بارہ سوال میں پوچھا گیا ہے اور جس کے کچھ حالات سوال میں درج ہیں وہ یہ کہ اس کی آبادی تقریباً دو تین سو نفر کی ہے مصر کی تمام تعریفوں کو

---

۱) ردالمحتار: تقع فرضا فی القصبات والقری الکبیرة التی فیها أسواق...... وفیما ذکرنا إشارة الی أنه لاتجوز فی الصغیرة التی لیس فیها قاض ومنبر و خطیب کما فی المضمرات والظاهر أنه أرید به الکراهة لکراهة النفل بالجماعة۔ (کتاب الصلاۃ۔ باب الجمعة: ۱۳۸، ج ۲: مکتبه ایچ ایم سعید کراچی)

وکذا فی بدائع الصنائع: (کتاب الصلوٰۃ فصل فی بیان شرائط الجمعه۔ ص ۲۵۹، ج ۱، مکتبه رشیدیه کوئٹه)

وکذا فی البحرالرائق: (کتاب الصلاۃ۔ باب الجمعة: ص ۲٤۸، ج ۲، مکتبه رشیدیه کوئٹه)

وکذا فی الهدیه: (کتاب الصلوۃ۔ باب الصلوٰۃ الجمعة: ص ۱۵۰۔۱۵۱: بلوچستان بك ڈپو کوئٹه)

۲) البحرالرائق: (کتاب الصلوٰۃ۔ باب الصلوٰۃ الجمعة: ص ۲٤۵۔۲٤٦، ج ۲: مکتبه رشیده کوئٹه)

۳) الهدایه: (کتاب الصلوٰۃ۔ باب الصلوٰۃ الجمعة، ص ۱۵۰۔۱۵۱، ج۱: بلوچستان بك ڈپو کوئٹه)

٤) العنایة علی هامش فتح القدیر: (کتاب الصلوٰۃ۔ باب صلاة الجمعة ص ۲٤، ج ۲: مکتبه الرشیدیه کوئٹه)

مدنظر رکھتے ہوئے یہ بستی مصر (شہر) شرعاً نہیں ہے[1]۔

(۲) اوراس کے اھالیان پر نماز جمعہ فرض نہیں ہے بلکہ لوگ ظہر کی نماز ہی ادا کریں گے جمعہ کی نماز پڑھنے سے ان کے ذمہ سے ظہر کی نماز ساقط نہ ہوگی[2]۔

(۳) چھوٹے گاؤں میں حنفیہ کے مذھب میں جمعہ قائم کرنے کی اجازت نہیں ہے جیسا کہ اوپر معلوم ہوا اور جمعہ ادا نہیں ہوتا اور جماعت کے ساتھ نفل ادا کرنا مکروہ ہوتا ہے[3] تو کسی رعایت یا مصلحت کی وجہ سے فعل مکروہ کو اختیار کرنا اور جماعت فرض ظہر کو ترک کرنا درست نہیں ہے[4]۔ پس ان لوگوں کو دوسرے طریق سے سمجھا دیجیے اور کبھی کبھی جمع کر کے یا بروز جمعہ جمع کر کے ظہر کی نماز پڑھ کر ان کو بطریق وعظ سمجھا دیا کیجیے اور مسائل بتلا دیجیے۔

صلوة العيد فى القرى تكره تحريما و مثله الجمعة[5]

---

۱) ردالمحتار: تقع فرضا فى القصبات والقرى الكبيرة التى فيها أسواق...... فيما ذكرنا إشارة إلى أنه لاتجوز فى الصغيرة التى ليس فيها قاض ومنبر و خطيب كما فى المضمرات والظاهر أنه أريد به الكراهة لكراهة النفل بالجماعة۔ (كتاب الصلوة۔ باب الجمعة۔ ص ۱۳۸، ج ۲، مكتبه اي ايم سعيد كراچى)۔ وكذا فى البحر الرائق: (كتاب الصلوة باب الجمعة۔ ص ۲۴۸، ج ۲: مكتبه رشيديه كوئٹه)۔ وكذا فى بدائع الصنائع: (كتاب الصلوة۔ فصل فى بيان شرائط الجمعة: ص ۲۵۹، ج ۱، مكتبه رشيديه كوئٹه)

۲) ردالمحتار: ولو صلوا فى القرىٰ لزمهم أداء الظهر۔ (كتاب الصلوة باب الجمعة۔ ص ۱۳۸، ج ۲: ايچ ايم سعيد كراچى)۔ وكذا فى الهنديه: كتاب الصلاة۔ الباب السادس عشر فى صلاة الجمعة : ص ۱۴۵، ج ۱: مكتبه رشيديه كوئٹه)

وكذا فى البحر الرائق: (كتاب الصلاة۔ باب الجمعة: ص ۲۴۸، ج ۲، مكتبه رشيديه كوئٹه)

۳) ردالمحتار: تقع فرضا فى القصبات والقرى الكبيرة التى فيها أسواق...... وفيما ذكرنا إشارة إلى أنه لاتجوز فى الصغيرة التى ليس فيها قاضى و منبر و خطيب كما فى المضمرات والظاهر أنه أريد به الكراهة لكراهة النفل بالجماعة۔ (كتاب الصلوة، باب الجمعة، ص ۱۳۸، ج ۲، مكتبه ايچ ايم سعيد، كراچى)۔ وكذا فى الهدايه: (كتاب الصلاة، باب الصلاة الجمعة: ص ۱۵۰، ج ۱، بلوچستان بك ڈپو، كوئٹه)

وكذا فى البحر الرائق: (كتاب الصلاة۔ باب الجمعة: ص ۲۴۸، ج ۲: مكتبه رشيديه، كوئٹه)

۴) الهنديه: ومن لاتجب عليهم الجمعة من أهل القرى والبوادى لهم أن يصلوا الظهر بجماعة يوم الجمعة باذان واقامة۔ (كتاب الصلاة۔ الباب السادس عشر فى صلاة الجمعة۔ ص ۱۴۵، ج ۱: مكتبه رشيديه كوئٹه)

وكذا فى ردالمحتار: (كتاب الصلوة، باب الجمعة: ص ۱۳۸، ج ۲، مكتبه ايچ ايم سعيد كراچى)

وكذا فى البحر الرائق: (كتاب الصلاة۔ باب الجمعة: ، ص ۲۴۸، ج ۲: مكتبه رشيديه كوئٹه)

۵) الدرالمختار مع ردالمحتار: (كتاب الصلاة۔ باب العيدين، ص ۱۶۷، ج ۲، مكتبه ايچ ايم سعيد كراچى)

(۴) اگر وہ گاؤں چھوٹا ہے جیسا کہ سوال سے ظاہر ہوتا ہے تو بے شک جمعہ وہاں پڑھنا مکروہ تحریمی ہے[۱] اور جمعہ کا توڑنا واجب ہے نماز جمعہ کا اعادہ جائز نہ تھا وہاں کے لوگ ظہر کی نماز ہی ادا کریں[۲]۔
فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بستی کے بغیر کنویں پر واقع مسجد میں جمعہ کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلے میں کہ ایک کنواں جہاں بستی بھی نہیں ہے صرف ایک کنواں ہے اس پر ایک مسجد میں لوگ جمعہ پڑھتے ہیں اور پھر ساتھ ساتھ ظہر کی نماز بھی پڑھ لیتے ہیں کیا ان کا یہ کام درست ہے کیا ان کا جمعہ ہوگا یا ظہر ہوگی۔ احتیاط الظہر کا ایسے حالات میں کیا مسئلہ ہے؟

﴿ج﴾

جواز جمعہ کے لیے مصر یا قریہ کبیرہ ہونا ضروری ہے قریہ صغیرہ میں نماز جمعہ جائز نہیں بلکہ جمعہ پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔ اور جہاں سرے سے بستی بھی نہیں وہاں تو ائمہ اربعہ[۳] میں سے کسی کے نزدیک بھی جمعہ جائز

---

۱) ردالمحتار: تقع فرضا فی القصبات والقری الکبیرة التی فیها أسواق ...... وفیما ذکرنا إشارة إلی أنه لاتجوز فی الصغیرة التی لیس فیها قاض ومنبر و خطیب کما فی المضمرات والظاهر أنه أریدبه الکراهة لکراهة النفل بالجماعة۔ (کتاب الصلوٰة۔ باب الجمعة۔ ص ۱۳۸، ج ۲: مکتبه ایچ ایم سعید کراچی)۔ وکذا فی البدائع الصنائع: (کتاب الصلاة فصل فی بیان شرائط الجمعة: ص ۲۵۹، ج ۱: مکتبه رشیدیه کوئٹه)۔ وکذا فی الهدایه: (کتاب الصلاة۔ باب الصلوٰة الجمعة، ص ۱۵۰۔۱۵۱، ج ۱: مکتبه بلوچستان بك ڈپو کوئٹه)

۲) کما فی ردالمحتار: ولوصلوا فی القریٰ لزمهم أداء الظهر۔ (کتاب الصلوٰة باب الجمعة: ص ۱۳۸، ج ۲: مکتبه ایچ ایم سعید، کراچی)۔ وکذا فی الهندیه: (کتاب الصلوٰة، الباب السادس عشر فی صلاة الجمعة: ص ۱۴۵، ج ۱: مکتبه رشیدیه کوئٹه)۔
وکذا فی البحرالرائق: (کتاب الصلاة۔ باب الجمعة: ص ۲۴۸، ج ۲: مکتبه رشیدیه کوئٹه)

۳) کما فی الفقه الإسلامی وادلته: قال الحنفیة: یشترط الإقامة فی مصر ای بلد کبیر ...... وقال المالکیة: وتجب الجمعة علی مقیم ببلدالجمعة ......وقال الشافعیة: تجب الجمعة علی المقیم فی بلد......ومذهب الحنابلة: تجب الجمعة...... مقیم فی بلد (الفصل العاشر۔ أنواع الصلاة المبحث الثانی۔ صلاة الجمعة: المطلب الثالث من تجب علیه الجمعة أوشروط وجوب الجمعة۔ ص ۱۲۸۶۔۱۲۸۷۔۱۲۸۸، ج ۲: مکتبه دارالفکر المعاصر بیروت)۔

نہیں[1]-شامی میں ہے-و تقع فرضا فی القصبات و القری الکبیرۃ التی فیھا اسواق الخ (الی ان قال) و فیما ذکرنا اشارۃ الی انھا لا تجوز فی الصغیرۃ الخ[2]-درمختار میں ہے- صلوۃ العید فی القری تکرہ تحریما ای لانہ اشتغال بما لا یصح و مثلہ الجمعۃ [3]-بس ان لوگوں کا نماز جمعہ ادا کرنا مکروہ ہے ان پر لازم ہے کہ وہ نماز ظہر با جماعت ادا کریں [4] اس لیے کہ جمعہ کی صورت میں ان لوگوں کو دو گناہوں کا ارتکاب کرنا پڑ رہا ہے-ایک تو نماز جمعہ جو اس مقام پر مکروہ تحریمی ہے [5]-اس کا ارتکاب کر رہے ہیں اور ایک ترک نماز ظہر با جماعت کے گناہ کا ارتکاب [6] کر رہے ہیں-فقط واللہ تعالیٰ اعلم

فوجی ٹریننگ کے سلسلہ میں جنگل میں مقیم افواج کے لیے جمعہ کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ جب فوج ٹریننگ کے لیے جنگل میں جائے تو وہاں ہر قسم کی سہولتیں اور ضروریات زندگی مہیا کی جاتی ہیں اور سفر میں بھی آبادی جیسی سہولتیں ہوتی ہیں کیا ایسی حالت میں جمعہ کی نماز پڑھ سکتے ہیں تفصیل سے مطلع کر کے ممنون فرمائیں-

---

١) كما فى الهدايه: لاتصح الجمعة الافى مصر جامع (كتاب الصلاة باب الصلوٰة الجمعة: ص ١٥٠، ج ١، بلوچستان، بك ڈپو كوئٹه)۔ وكذا فى الفقه الإسلامى أدلته: (الفصل العاشر۔ أنواع الصلاة۔ المبحث الثانى۔ صلاة الجمعه۔ المطلب الخامس۔ شروط صححة الجمعة۔ ص ١٢٩٤: مكتبه دارالفكر المعاصر بيروت، لبنان)۔ وكذا فى بدائع الصنائع: (كتاب الصلاة فصل فى بيان شرائط الجمعة: ص ٢٥٩، ج ١: مكتبه رشيده، كوئٹه)

٢) ردالمحتار: (كتاب الصلاة، فصل فى بيان شرائط الجمعة: ص ٢٥٩، ج ١: مكتبه رشيديه، كوئٹه)

٣) كما فى الدرالمختار مع ردالمحتار: (كتاب الصلوٰة باب العيدين، ص ١٦٧، ج ٢: ايچ ايم سعيد كراچى)

٤) كما فى الهنديه: ومن لاتجب عليهم الجمعة من أهل القرى والبوادى لهم أن يصلوا الظهر بجماعة يوم الجمعة باذان واقامة (كتاب الصلاة الباب السادس عشر فى صلاة الجمعة، ص ١٤٥، ج ١: مكتبه رشيديه، كوئٹه)

٥) وكذا فى ردالمحتار: (كتاب الصلاة۔ باب الجمعة ص ١٣٨، ج ٢، مكتبه ايچ ايم سعيد كراچى) وكذا فى البحر الرائق: (كتاب الصلاة، باب الجمعة، ص ٢٤٨، ج ٢: مكتبه رشيديه كوئٹه)

٦) كما فى الصحيح لمسلم: عن أبى سفيان قال: سمعت جابراً رضى الله تعالى عنه يقول: سمعت النبى صلى الله عليه وسلم يقول: إن بين الرجل وبين الشرك والكفر ترك الصلوٰة (كتاب الإيمان۔ باب بيان إطلاق اسم الكفر على من ترك الصلاة۔ ص ٦١، ج ١: قديمى كتب خانه كراچى)

﴿ج﴾

جہاں بالکل آبادی ہی نہ ہو اور وہ جگہ کسی بڑی آبادی کے قریب بھی نہ ہو تو وہاں باتفاق ائمہ جمعہ صحیح نہیں ہے[1]- **و لا جمعة بعرفات فی قولهم جمیعا لانها فضاء (لا ابنیة فیها) و بمنی ابنیة الخ-**[2]
پس صورت مسئولہ میں جنگل میں نماز جمعہ صحیح نہیں ہے-

قیامِ جمعہ کی افضلیت عیدگاہ یا مسجد میں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ بستی کے ایک کنارہ پر امیروں کے محلّہ میں ایک مسجد ہے جس میں کچھ عرصہ سے جمعہ پڑھا جارہا ہے- لیکن دیگر نمازوں کے اوقات اور خصوصا رمضان المبارک جیسے مقدس مہینہ میں وہاں نماز کا کوئی انتظام نہیں ہے- کسی آدمی نے کبھی اتفاقی طور پر پڑھالی تو پڑھ لی ورنہ جماعت پنجگانہ کا کوئی انتظام نہیں ہے- اس کے مقابلہ میں آبادی میں بستی کے سنٹر میں ایک مدرسہ ہے جو کہ عیدگاہ کے ساتھ ملحق ہے- اب مہتمم صاحب مدرسہ وہاں عیدگاہ میں جمعہ قائم کرنا چاہتے ہیں- کیونکہ وہاں آدمیوں کا اکثر ہجوم رہتا ہے اور پنجگانہ نماز بھی وہاں ہی پڑھی جاتی ہے- تو واضح فرمایا جائے کہ جمعہ پڑھنا وہاں مسجد میں افضل ہے یا نہیں' یا کہ یہاں مدرسہ کی عیدگاہ میں (جہاں پنجگانہ نماز بھی پڑھی جاتی ہے) افضل ہے- وہاں مسجد کی بہ نسبت یہاں مدرسہ میں لوگوں کو آسانی ہے- کیونکہ سنٹر میں ہے اور وہاں مسجد میں مشکل سے بیرونی آدمی دو چار یا پانچ ہی پہنچ سکتے ہیں اور یہاں مدرسہ میں مسجد کی بنیاد ڈالی جا رہی ہے- بینوا توجروا

---

۱) کما فی الهدایه: لاتصح الجمعة الافی مصر جامع اوفی مصلے المصر ولاتجوز فی القری۔ (کتاب الصلوٰة، باب صلوٰة الجمعة۔ ص ۱۵۰، ج ۱۔ مکتبه بلوچستان بك ڈپو کوئٹه)
وکذا فی ردالمحتار: (کتاب الصلوٰة۔ باب الجمعة۔ ص ۱۳۸، ج ۲: مکتبه ایچ ایم سعید کراچی)
وکذا فی البحرالرائق: (کتاب الصلاة۔ باب الجمعة، ص ۲۴۸، ج ۲: مکتبه رشیدیه کوئٹه)
۲) کما فی الهدایه: (کتاب الصلوٰة، باب صلوة الجمعة: ص ۱۵۱، ج ۱: کتبه بلوچستان بك ڈپو کوئٹه)

﴿ج﴾

واضح رہے کہ جمیع احکام میں عیدگاہ کا بحکم مسجد ہونا مختلف فیہ ہے- شامیہ سے اس کوترجیح معلوم ہوتی ہے کہ جمیع [(۱)] احکام میں بحکم مسجد ہے [(۲)] اور عالمگیریہ میں ہے کہ اتصال صفوف کے سوا باقی احکام میں بحکم مسجد نہیں اکثر حضرات اکابر نے اس قول کو اختیار فرمایا ہے- ان جزئیات سے معلوم ہوتا ہے کہ مسجد میں جمعہ پڑھنا افضل ہے بشرطیکہ جواز جمعہ کی شروط اس بستی میں پائی جائیں- باقی اس مسجد میں نماز پنجگانہ کا انتظام کرنا اور مسجد کو آباد کرنا بھی تو آپ لوگوں کا فرض ہے [(۳)] - ویسے عیدگاہ میں بھی نماز جمعہ پڑھنا جائز ہے کیونکہ نماز کے لیے مسجد شرط نہیں- **و عن انس ابن مالک رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلوۃ الرجل فی بیتہ بصلوۃ و صلوتہ فی مسجد القبائل بخمس و عشرین صلوۃ و صلوتہ فی المسجد الذی یجمع فیہ بخمسمأۃ صلوۃ و صلوتہ فی المسجد الاقصی بخمسین الف صلوۃ و صلوتہ فی مسجدی بخمسین الف صلوۃ و صلوتہ فی المسجد الحرام بمأۃ الف صلوۃ** [(۴)] **وفی الدر المختار و تودی فی مصر واحد بمواضع کثیرۃ مطلقا** [(۵)] فقط واللہ تعالیٰ اعلم-

---

۱۔ الشامیہ: وما صححہ تاج الشریعۃ أن مصلی العید لہ حکم المساجد (الشامیۃ کتاب الصلاۃ باب مایفسد الصلاۃ۔ وما یکرہ فیھا مطلب فی أحکام المسجد۔ ص ٦٥٧، ج ١: مکتبہ ایچ ایم سعید کراچی)

۲) أما (المتخذ لصلاۃ جنازۃ أوعید) فھو (مسجد فی حق جواز الاقتداء) وان انفصل الصفوف رفقا بالناس (لا فی حق غیرہ) بہ یفتی نھایۃ (فحل دخولہ لجنب وحائض) کفناء مسجد الخ۔ (تنویر الأبصار مع الدرالمختار: کتاب الصلوٰۃ، باب مایفسد الصلاۃ ومایکرہ فیھا، ص ٦٥٧، ج١: ایچ ایم سعید کراچی)۔ وکذا فی البحرالرائق: (کتاب الطھارۃ، باب الحیض: ص ٣٣٨، ج ١: مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)۔ وکذا فی الفتاویٰ العالمکیریۃ: (کتاب الطھارۃ: الفصل الرابع فی أحکام الحیض، الخ۔ ص ٣٨، ج ١: طبع رشیدیہ کوئٹہ، وکذا فی فتاویٰ تاتارخانیۃ: (کتاب الوقف، مسائل وقف المساجد، ص ٨٤٥، ج ٥: مکتبہ إدارۃ القرآن کراچی)

٣) افضل المساجد مکۃ ثم المدینۃ ثم القدس، ثم قبا، ثم الأقدم، ثم الأعظم، ثم الأقرب (الدرالمختار: کتاب الصلاۃ باب مایفسد الصلاۃ وما یکرہ فیھا۔ ص ٦٥٨، ج ١: مکتبہ ایچ ایم سعید کراچی)۔ وکذا فی مشکوٰۃ المصابیح: (الدرالمختار: کتاب الصلاۃ: باب المساجد و مواضع الصلوٰۃ: ص ٧٢، قدیمی کتب خانہ، کراچی۔

وکذا فی الھندیہ: (کتاب الکراھیۃ: الباب الخامس، ص ٣٢١، ج ٥: مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)۔

٤) مشکوۃ المصابیح: (کتاب الصلوٰۃ: باب المساجد ومواضع الصلوٰۃ ص ٧٢، قدیمی کتب خانہ، کراچی)

٥) الدرالمختار: (کتاب الصلوٰۃ: باب الجمعۃ، ص ١٤٤، ج ٢: مکتبہ ایچ ایم سعید کراچی)

پندرہ سو کی آبادی میں جمعہ کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء کرام دریں مسئلہ کہ خانیوال کے نزدیک چک نمبر ۸۶ واقع ہے اس میں تقریباً عرصہ بارہ سال سے جمعہ ہو رہا ہے۔ مگر کچھ آدمیوں کو اختلاف ہے کہ اس جگہ جمعہ نہیں ہو سکتا جس کی وجہ سے اب دو پارٹیاں بن گئی ہیں اور لوگوں میں کافی اختلاف پیدا ہو گیا ہے۔ چک مذکور کے آدمی تقریباً پندرہ سو ہیں۔ چک کی ایک بستی میونسپل کمیٹی کی حدود میں ہے اور اب چک کے ساتھ ہی ریلوے اسٹیشن بن رہا ہے ریلوے شیڈ خانیوال سے تقریباً دو میل کا فاصلہ ہوگا اور کمیٹی کی حدود سے ایک میل ہے اور ایک بستی چک مذکور کی کمیٹی حدود کے اندر ہے۔ اب اس جگہ جمعہ پڑھتے رہیں یا نہیں۔

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ صحت جمعہ کے لیے منجملہ دیگر شرائط کے شہر یا فناء شہر سے ہونا ہے چک مذکور تو خود شہر کہلا نہیں سکتا کیونکہ پندرہ سو افراد کی آبادی بہت قلیل ہے۔ ہاں اگر خانیوال فناء میں چک واقع ہو یعنی خانیوال کا گورستان یا گھوڑ دوڑ کا میدان یہاں واقع ہو یا[۱] شہر کی دوسری مصالح اس سے متعلق ہوں تو یہاں جمعہ جائز ہوگا۔ ورنہ نہیں[۲] کما فی التنویر و یشترط لصحتها سبعة اشیاء المصر او فناؤه۔[۳] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

۱) (أوفناوه) (وهوما) حوله (اتصل به) ...... لأجل مصالحه) كدفن الموتى وركض الخيل والمختار للفتوى (الدرالمختار: كتاب الصلاة۔ باب الجمعة ص ۱۳۹۔۱۳۸، ج ۲: مكتبه ايچ ايم سعيد كراچى)

۲) لاتصح الجمعة الافى مصر جامع اوفى مصلے المصر ولا تجوز فى القرى۔ (الهدايه: كتاب الصلوة، باب صلوة الجمعة، ص ۱۵۰، ج۱: مكتبه بلوچستان، بك ڈپو كوئٹه)

وكذا فى ردالمحتار: (كتاب الصلوة۔ باب الجمعة ص ۱۳۸، ج ۲: مكتبه ايچ ايم سعيد كراچى)

وكذا فى بدائع الصنائع: (كتاب الصلوة۔ فصل فى بيان شرائط الجمعة، ص ۲۵۹، ج ۱: مكتبه رشيديه، كوئٹه)

۳) تنوير الابصار مع الدرالمختار، كتاب الصلوة، باب الجمعة: ص ۱۳۷۔۱۳۸، ج۲: مكتبه ايچ ايم سعيد كراچى)

ساتھ ساتھ واقع دو بستیوں کی آبادی کے کثیر ہونے کے سبب جمعہ کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ:

کاغذات مال میں ڈیرہ بدھو ملک ورام کلی ایک ہی حلقہ پٹوار میں شامل ہے اور ڈیرہ بدھو ملک میں نماز جمعہ جاری ہے۔ ہر دو مواضعات کی آبادی تقریباً ۷۰۰۰ افراد پر مشتمل ہے اور اکیلے رام کلی کی آبادی ۲۵۰۰ ہے۔ دونوں مواضعات حدود کمیٹی سے ملحق ہیں اور نشان حدود کمیٹی تیسرے پار موضع رام کلی کی سرحد میں لگ چکا ہے ایک جگہ ۱۲۱/۱۰۰ گھر آباد ہیں۔ باقی آبادی چاہات پر ہے۔ دو پٹرول پمپ، تین بھٹے، ایک ماڈل جیننگ فیکٹری، فضل ماڈل جیننگ فیکٹری ایک میل آگے ہے۔

گرڈ اسٹیشن واپڈا البستی سے ایک میل سے بھی کم فاصلہ پر ہے اور گرڈ اسٹیشن کوٹلہ محمد بقا کی اراضی ہے اور قاسم پور کالونی کوٹلہ محمد بقا میں ہے۔ موضع رام کلی میں ۱۲ ٹیوب ویل بجلی سے چلتے ہیں اور بستی میں بھی بجلی آئی ہوئی ہے۔ ڈیرہ کے بدھو اور رام کلی کا مشترکہ پرائمری سکول ہے اور ڈاکخانہ بھی ہے۔ محصول چنگی قاسم پور کالونی میں ہے۔ ہسپتال اور ایک مدرسہ اور جامعہ محمدیہ رام کلی میں ہے۔ چیئرمین یونین کونسل ڈیرہ کے بدھو ملک ایک میں ہے۔ آٹھ موضعات شامل ہیں اور چیئرمین بھی ہے۔ اور تحصیل کونسل کی ممبر یعنی رام کلی قاسم پور کالونی کی فناء میں واقع ہے۔ مسئلہ مندرجہ بالا کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے۔ کیا بستی رام کلی میں جمعہ پڑھنا جائز ہے یا کہ نہیں۔ اگر کئی سال سے جمعہ پڑھا جاتا ہو تو بند کرنا جائز ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

رام کلی کی آبادی بھی تھوڑی ہے۔ مندرجہ بالا اوصاف جو رام کلی کے مذکور ہیں ان میں سے کوئی وصف رام کلی کو نہ تو شہر بناتا ہے اور نہ فناء شہر اگر شہر سے اس کا اتصال ایسا ہوتا کہ درمیان میں کھیت بالکل نہ ہوتے تو بھی اتصال سے شہر بن جاتا ہے۔ اس کی آبادی بھی مستقل نہیں ہے۔ لہٰذا بظاہر حال یہ چھوٹی بستی ہے اس میں جمعہ جائز نہیں اس لیے ترک کر دیا جاوے [1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم، ملتان

---

۱) كما في ردالمحتار: تقع فرضا في القصبات والقرى الكبيرة التي فيها أسواق...... وفيما ذكرنا إشارة إلى أنه لاتجوز في الصغيرة التي ليس فيها قاض و منبر و خطيب كما في المضمرات والظاهر أنه أريد به الكراهة لكراهة النفل بالجماعة۔ (كتاب الصلوٰة ، باب الجمعة ص ۱۳۸ ، ج ۲ : مكتبه ايچ ايم سعيد كراچى)۔ وكذا في بدائع الصنائع: (كتاب الصلوٰة۔ فصل في بيان شرائط الجمعة ص ۲۵۹ ، ج ۱ : مكتبه رشيديه كوئٹه)

ایک سو مکانات پر مشتمل بستی میں جمعہ کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک بستی جس کی آبادی تقریباً ایک صد مکانات ہیں اور صرف ایک مسجد ہے اس بستی میں ایک دوکان ہے نمک تیل وغیرہ کی اس بستی میں شرعاً جمعہ کی نماز کا جواز ہے یا کہ نہیں - بینوا توجروا -

﴿ج﴾

فی الشامیة عن القهستانی و تقع فرضا فی القصبات والقری الکبیرة التی فیها اسواق- الی ان قال- و فی ما ذکرنا اشارة الی انه لا تجوز فی الصغیرة التی لیس فیها قاض و منبر و خطیب- الخ- [1] اس عبارت سے واضح ہوا کہ بستی مذکورہ جس میں تقریباً یک صد مکانات ہیں جمعہ جائز نہیں- یہ قریہ قریہ صغیرہ ہے قریہ کبیرہ نہیں -هذا ما علیه المحققون- واللہ اعلم

حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مذہب یہی ہے کہ اس بستی میں نماز جمعہ جائز نہیں ہے اس لیے احناف کو اسی پر عمل کرنا لازم ہے-

محمود عفا اللہ عنہ مفتی، مدرسہ قاسم العلوم

پچاس مکانات کی آبادی میں جمعہ کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ دیہات جس جگہ بازار نہیں مگر کاروبار تجارت ہوتا ہے۔ سڑک موجود ہے، جامع مسجد موجود ہے جس میں دواڑھائی سو آدمی نماز پڑھ سکتے ہیں- گردونواح میں سینکڑوں مکانات ہیں، ڈاک خانہ موجود نہیں- البتہ یونین کونسل کا دفتر موجود ہے- بستی میں ۵۰/۴۰ گھر ہیں- کیا علماء امت اس مسئلہ میں اجتہاد کر کے دیہات میں نماز جمعہ پڑھنے کی اجازت دے سکتے ہیں۔

---

۱) ردالمحتار: (کتاب الصلوٰۃ- باب الجمعة: ص ۱۳۸، ج۲: مکتبہ ایچ ایم سعید کراچی)

﴿ج﴾

فقہ کی معتبر کتابوں مثل ھدایہ (۱) وشرح وقایہ (۲) درمختار (۳) وشامی (۴) سے یہ ثابت ہے کہ وجوب جمعہ اورادائے جمعہ کے لیے مصر شرط ہے- اورشامی میں نقل فرمایا ہے کہ قصبہ اور قریہ کبیرہ میں جمعہ ادا ہوجا تا ہے کیونکہ وہ بھی شہر اور مصر کے حکم میں ہے-مصر کی تعریف میں اختلاف ہے لیکن مدار عرف پر ہے-عرفاً جو شہر اور قصبہ ہو اور آبادی اس کی زیادہ ہو اور بازار وگلیاں اس میں اور ضروریات سب ملتی ہوں وہ شہر ہے (۵)-

فی التحفة عن ابی حنیفة انه بلدة کبیرة فیها سکک واسواق و لها رساتیق و فیها وال یقدر علی انصاف المظلوم من الظالم بحشمته و علمه او علم غیره یرجع الناس الیه فیما یقع من الحوادث و هذا هو الاصح (٦)– و ایضًا فیه و تقع فرضا فی القصبات و القری الکبیرة التی فیها اسواق (الی ان قال) و فیما ذکرنا اشارة الی انها لا تجوز فی الصغیرة (٧) و ایضًا فیه (قوله و صلوة العید فی القری تکره تحریما و مثله الجمعه (٨) –

سوال میں جس دیہات کا ذکر کیا ہے نہ یہ مصر ہے اور نہ قریہ کبیرہ لہٰذا اس دیہات میں عندالاحناف نماز جمعہ یا

---

١) الهدایه: (کتاب الصلوٰة- باب صلوٰة الجمعة: ص ١٥٠، ج ١، مکتبه بلوچستان بك ڈپو کوئٹه)

٢) شرح وقایه: (کتاب الصلوٰة- باب الجمعة: ص ٢٣٩، ج ١: مکتبه محمد سعید اینڈ سنز تاجران و ناشران کتب قرآن محل، کراچی)

٣) الدرالمختار: (کتاب الصلوٰة- باب الجمعة ص ١٣٧، ج ٢: مکتبه ایچ ایم سعید کراچی)

٤) الشامیه: (کتاب الصلوٰة- باب الجمعة- ص ١٣٨، ج ٢: مکتبه ایچ ایم سعید کراچی)

٥) ردالمحتار: تقع فرضا فی القصبات والقری الکبیرة التی فیها أسواق ......وفیما ذکرنا أشارة إلی أنه لاتجوز فی الصغیرة التی لیس فیها قاض و منبر و خطیب کما فی المضمرات والظاهر أنه أریدبه الکراهة لکراهة النفل بالجماعة- (کتاب الصلوٰة- باب الجمعة- ص ١٣٨، ج ٢: مکتبه ایچ ایم سعید کراچی)- وکذا فی البحرالرائق: (کتاب الصلاة- باب الجمعة: ص ٢٤٨، ج ٢: مکتبه رشیدیه کوئٹه)- وکذا فی بدائع الصنائع: (کتاب الصلوٰة فصل فی بیان شرائط الجمعة: ص ٢٥٩، ج ١: مکتبه رشیدیه کوئٹه)

٦) ردالمحتار: (کتاب الصلوٰة- باب الجمعة- ص ١٣٧، ج ٢: مکتبه ایچ ایم سعید کراچی)

٧) ردالمحتار (کتاب الصلوٰة - باب الجمعة: ص ١٣٨، ج ٢: مکتبه ایچ ایم سعید کراچی)

٨) الدرالمختار مع ردالمحتار: (کتاب الصلوٰة، باب العیدین- ص ١٦٧، ج ٢: مکتبه ایچ ایم سعید کراچی)

عیدین صحیح نہیں اور نماز جمعہ ادا کرنے سے ان لوگوں کے ذمہ سے نماز ظہر ساقط نہیں ہوتی [۱]۔ لما فی الشامیہ الاتری ان فی الجواہر لو صلوا فی القری (الصغیرۃ) لزمہم اداء الظہر [۲] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

شرائطِ جمعہ نہ پائے جانے کے باوجود شروع کرایا ہوا جمعہ بند کیا جائے یا نہ

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک ایسی جگہ ہو کہ وہاں جمعہ کی نماز کی شرائط نہ پائی جائیں۔ وہاں اس مسجد میں نماز جمعہ صحیح ہے یا نہیں۔ بشرطیکہ اس مسجد میں چار پانچ سال پہلے بھی جمعہ کی نماز جاری رہی ہو اور اس مسجد کے نزدیک ایک اور مسجد آدھ میل کے فاصلہ پر ہو۔ وہاں اس مسجد میں بھی جمعہ کی نماز قائم ہو اس جگہ پر صرف چالیس پچاس آدمی نماز جمعہ کے لیے آتے ہیں۔ اب کونسی مسجد میں نماز جمعہ پڑھی جائے۔ نماز ظہر بھی پڑھے یا نہ اگر پڑھے باجماعت پڑھے یا نہ۔

﴿ج﴾

جس گاؤں میں نماز جمعہ کی شرائط نہ پائی جائیں وہاں نماز جمعہ پڑھنا جائز نہیں اور نماز جمعہ ادا کرنے سے ظہر ساقط نہیں ہوتی۔ ایسی جگہ میں نماز جمعہ پڑھنا درمختار میں مکروہ تحریمی لکھا ہے [۳]۔ لہٰذا اس جگہ ترک جمعہ

---

۱) کما فی ردالمحتار: لاتجوز فی الصغیرۃ التی لیس فیھا قاض و منبر و خطیب...... لوصلوا فی القریٰ، لزمھم أدا الظھر (کتاب الصلوٰۃ۔ باب الجمعۃ۔ ص ۱۳۸، ج۱: مکتبہ ایچ ایم سعید کراچی)
وکذا فیہ: (تجب صلوتھما) فی الأصح (علی من تجب علیہ الجمعۃ بشرائطھا) المتقدمۃ (سوی الخطبۃ) فإنھا سنۃ بعدھا، وفی القنیۃ: صلوۃ العید فی القریٰ یکرہ تحریما قولہ وصلوٰۃ العید ومثلہ الجمعۃ (کتاب الصلوۃ ، باب العیدین ، ج ۱٦٦ ، ج ۲: مکتبہ ایچ ایم سعید کراچی)۔ وکذا فی البحرالرائق: (کتاب الصلاۃ، باب الصلاۃ الجمعۃ، ص ۲٤٥، ج۲، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)۔
وکذا فیہ: (کتاب الصلاۃ۔ باب صلاۃ العیدین ص ۲۷٥، ج ۲: مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)۔ وکذا فی حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح، کتاب الصلوٰۃ باب أحکام العیدین: ص ٥۲۸۔٥۲۷: مکتبہ قدیمی کتب خانہ کراچی)
۲) کما فی الشامیۃ: (کتاب الصلوٰۃ باب الجمعۃ، ص ۱۳۸، ج ۲: مکتبہ ایچ ایم سعید کراچی)
۳) کما فی ردالمحتار: تقع فرضا فی القصبات والقری الکبیرۃ التی فیھا أسواق...... وفیما ذکرنا إشارۃ إلی أنہ لاتجوز فی الصغیرۃ التی لیس فیھا قاض ومنبر و خطیب کما فی المضمرات والظاھر أنہ أرید بہ الکراھۃ لکراھۃ النفل بالجماعۃ۔ (کتاب الصلوٰۃ۔ باب الجمعۃ، ص ۱۳۸، ج ۲: مکتبہ ایچ ایم سعید کراچی)۔وکذا فی البحرالرائق: (کتاب الصلوٰۃ۔ باب الجمعۃ، ص ۲٤۸، ج ۲: مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)۔ وکذا فی بدائع الصنائع: (کتاب الصلوٰۃ: فصل فی بیان شرائط الجمعۃ: ص ۲٥۹، ج ۲: مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

ضروری ہے تمام لوگ ظہر کی نماز باجماعت ادا کریں[1]-و فیما ذکرنا اشارة الی انه لا تجوز (الجمعة) فی الصغیرة التی لیس فیها قاض و منبر و خطیب الخ – الاتری ان فی الجواهر لو صلوا فی القری (الصغیرة) لزمهم اداء الظهر[2] و فی القنیة صلوة العید فی القری تکره تحریما لانه اشتغال بما لا یصح قوله صلوة العید و مثله الجمعة[3]- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

جمعہ کی اذانِ ثانی کے جواب کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ خطبہ جمعہ سے قبل اذان ثانی کا جواب دینا جائز ہے کہ نہیں اور اذان کے بعد ہاتھ اٹھا کر ﴿اللهم رب هذه الدعوة التامة﴾ الخ- پڑھنا از روئے شریعت مصطفوی جائز ہے کہ نہیں۔ بینوا توجروا-

﴿ج﴾

صحیح یہ ہے کہ اجابت اذان ثانی جمعہ مکروہ ہے[4] اسی طرح دعائے ماثورہ ﴿اللهم رب هذه الدعوة التامة﴾ الخ- وینبغی ان لا یجیب بلسانه اتفاقا فی الاذان بین یدی الخطیب و اجابة الاذان حینئذ مکروهة و فیه ایضا و ذکر ان الاحوط الانصات[5] -فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

۱) کما فی ردالمحتار: ولو صلوا فی القریٰ لزمهم أداء الظهر (کتاب الصلوٰة باب الجمعة، ص ۱۳۸، ج ۲: ایچ ایم سعید کراچی۔ وکذا فی الهندیه: (کتاب الصلوٰة الباب السادس عشر فی صلاة الجمعة ص ۱٤٥، ج ۱: مکتبه رشیدیه کوئٹه)۔ وکذا فی البحر الرائق: (کتاب الصلاة باب الجمعة۔ ص ۱۳۸، ج ۲: مکتبه ایچ ایم سعید کراچی)

۲) ردالمحتار مع الدرالمختار: (کتاب الصلوٰة باب الجمعة: ص ۱۳۸، ج۲: مکتبه ایچ ایم سعید کراچی)

۳) ردالمحتار مع الدرالمختار باب العیدین ۱٦۷، ج۲، طبع ایچ ایم سعید، کراچی

٤) کما فی الطحطاوی: وینبغی أن یقال: لاتجب یعنی بالقول بالإجماع للأذان بین یدی الخطیب (کتاب الصلاة باب الأذان، ص ۲۰۲: قدیمی کتب خانه کراچی)۔وکذا فی منحة الخالق، بذیل البحر الرائق: (کتاب الصلاة، باب الأذان۔ ص ٤٥۰، ج ۱: مکتبه رشیدیه، کوئٹه۔
وکذا فی الدرالمختار: (کتاب الصلاة، باب الأذان، ص ۳۹۹، ج ۱: مکتبه ایچ ایم سعید کراچی)۔

٥) الدرالمختار: (کتاب الصلاة، باب الأذان۔ ص ۳۹۹، ج ۱: مکتبه ایچ ایم سعید کراچی)

جمعہ کا افضل وقت

﴿س﴾

نماز جمعہ کا وقت فضیلت کیا ہے اور آخری وقت کیا ہے۔

﴿ج﴾

جمعہ کا وقت ظہر کی طرح زوال شمس کے بعد سے شروع ہوتا ہے اور جس وقت تک ظہر کا وقت ہے یعنی دو مثل تک اسی وقت تک جمعہ کا وقت ہے جمعہ میں ہمیشہ تعجیل مستحب ہے (۱)۔و جمعة کظهر اصلا و استحبابا فی الزمانین (ای الشتاء والصیف) لانها خلفه لکن جزم فی الاشباه من فن الاحکام انه لا یسن لها الابراد–الخ (۲)۔

ایک سو اسی گھروں کی آبادی میں جمعہ کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ دیہات میں ظہر کی نماز جماعت کے ساتھ ادا کی جائے یا جمعہ کے روز جماعت کے ساتھ جمعہ ادا کیا جائے حکم شرعی سے ممنون فرمائیں۔ سائلین امام اعظم حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مقلدین ہیں گاؤں کی آبادی ایک سو اسی گھر ہیں اور چھ دوکانیں وڈاکخانہ بھی ہے شہر جہانیاں جو نائب تحصیل ہے اس گاؤں سے چار میل دور ہے۔

عبدالرشید امام مسجد چک ۱۴۱

---

۱) کما فی الصحیح البخاری: عن أنس بن مالك رضی الله تعالیٰ عنه أن رسول الله صلی الله علیه وسلم۔ کان یصلی الجمعة حین تمیل الشمس (کتاب الجمعة۔ باب وقت الجمعة إذا زالت الشمس۔ ص ۱۲۳، ج ۱: قدیمی کتب خانه کراچی)۔ وکذا فی بذل المجهود: (کتاب الصلاة۔ باب فی وقت الجمعة: ص ۱۷۹، ج ۲: مکتبه قاسمیه، ملتان)۔ وکذا فی تنویر البصار مع الدرالمختار: (وجمعة کظهر أصلا واستحبابا) فی الزمانین لأنها خلفه۔ (کتاب الصلوٰة مطلب فی طلوع الشمس من مغربه، ص ۳۶۷، ج ۱: مکتبه ایچ ایم سعید کراچی)۔

۲) کما فی الدرالمختار مع ردالمحتار: (کتاب الصلوٰ: مطلب فی طلوع الشمس من مغربها، ص ۳۶۷، ج ۱: مکتبه ایچ ایم سعید کراچی)

﴿ج﴾

حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک دیہات میں جمعہ جائز نہیں لہٰذا قریہ مذکورہ میں نماز ظہر باجماعت ادا کی جائے اور جمعہ ہرگز نہ پڑھا جائے (۱)- واللہ تعالیٰ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

شہر سے تین میل کے فاصلہ پر واقع بستی میں جمعہ کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک چھوٹی سی بستی ہے جس میں چوبیس یا پچیس گھر ہیں اور اس بستی میں ایک ہی مسجد ہے جس میں پانچ وقت نماز ہوتی ہے اور اس مسجد میں چند طلبہ رہتے ہیں جو حدیث وفقہ اور قرآن مجید پڑھتے ہیں اور اس کے تقریباً اڑھائی یا تین میل کے فاصلہ پر ایک شہر ہے جس میں تین مسجدیں ہیں- اور اس شہر میں بہت سے سال گزر گئے ہیں کہ وہاں جمعہ پڑھایا جاتا ہے اور مذکورہ بالا بستی میں بھی تقریباً چار یا پانچ ماہ سے جمعہ پڑھایا جاتا ہے- اس بستی میں جمعہ جائز ہے یا نہیں اس مسئلے کی تشریح فرما دیں-

اگر اس بستی میں جمعہ جائز ہے تو کس امام کے نزدیک اگر اس بستی میں جمعہ جائز نہیں ۔ تو جوابات تفصیل سے لکھیں-

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں جس چھوٹی بستی کا ذکر کیا گیا ہے اس میں جمعہ جائز نہیں اگرچہ وہ بستی شہر کے قریب ہو- لہٰذا ان لوگوں پر لازم ہے کہ وہ جمعہ کی نماز اس بستی میں نہ پڑھیں بلکہ ظہر باجماعت ادا کریں (۲)- جمعہ پڑھنے

---

۱) كما في ردالمحتار: تقع فرضا في القصبات والقرى الكبيرة التي فيها أسواق ...... وفيما ذكرنا إشارة إلى أنه لاتجوز في الصغيرة التي ليس فيها قاض ومنبر و خطيب كما في المضمرات والظاهر أنه أريد به الكراهة لكراهة النفل بالجماعة۔ (كتاب الصلوة۔ باب الجمعة۔ ص ۱۳۸، ج ۲: مكتبه ايچ ايم سعيد كراچى) وكذا فى البحر الرائق: (كتاب الصلاة، باب الجمعة: ص ۲۴۸، ج ۲: مكتبه رشيديه كوئٹه) ۔ وكذا فى بدائع الصنائع: (كتاب الصلاة، فصل فى بيان شرائط الجمعة: ص ۲۵۹، ج ۱: مكتبه رشيديه كوئٹه)

۲) كما فى الهندية: ومن لاتجب عليهم الجمعة من أهل القرى والبوادى لهم أن يصلوا الظهر بجماعة يوم الجمعة باذان واقامة (كتاب الصلاة، الباب السادس عشر فى صلوة الجمعة، ص ۱۴۵، ج ۱: مكتبه رشيديه كوئٹه)۔

سے ظہر کی نماز ان سے ساقط نہیں۔ظہر ان کے ذمہ فرض ہے۔ و کما یجوز اداء الجمعة فی المصر یجوز اداء ها فی فناء المصر [1] و فی الدر المختار او فناء ہ وهو ما حوله اتصل به او لا لاجل مصالحه کدفن الموتی و رکض الخیل والمختار للفتوی تقدیره بفرسخ ذکره الولو الجی [2] الخ۔ و فی الشامیة والتعریف احسن من التحدید الخ۔ و ایضا فیه فالقول بالتحدید بمسافة یخالف التعریف المتفق علی ما صدق علیه بانه المعد لمصالح المصر الخ و قال الشامی و تقع فرضا فی القصبات و القری الکبیرة التی فیها اسواق (الی ان قال) و فیما ذکرنا اشارة الی انها لا تجوز فی الصغیرة [3] و فی باب العیدین من الدر المختار [4] وصلوة العید فی القری تکره تحریما و قال الشامی و مثله الجمعة الخ۔ و فی ردالمحتار ولو صلوا فی القری لزمهم اداء الظهر [5] الغرض صورت مسئولہ میں یہ بستی شہر یا قریہ کبیرہ کی تعریف میں داخل نہیں اور نہ فناء مصر میں داخل ہے۔اس لیے یہاں نماز جمعہ جائز نہیں اس بستی والوں پر ظہر باجماعت ضروری ہے [6]۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

١) الهندية: کتاب الصلاة، باب السادس عشر فی صلاة الجمعة، ص ١٤٥، ج١: مکتبه رشیدیه کوئٹه۔

٢) تنویر الابصار مع الدرالمختار مع ردالمحتار: (کتاب الصلوٰة۔ باب الجمعة، ص ١٣٩، ج٢: ایچ ایم سعید کراچی)

٣) ردالمحتار: (کتاب الصلوٰة، باب الجمعة ص ١٣٨، ج ٢: مکتبه ایچ ایم سعید کراچی)

٤) کما فی الدرالمختار مع ردالمحتار: (کتاب الصلوٰة باب العیدین، ص ١٦٧، ج ٢: مکتبه ایچ ایم سعید کراچی)

٥) ردالمحتار: (کتاب الصلوٰة۔ باب الجمعة، ص ١٣٨، ج ٢: مکتبه ایچ ایم سعید کراچی)

٦) ردالمحتار: وتقع فرضا فی القصبات والقری الکبیرة التی فیها اسواق...... وفیما ذکرنا إشارة الی انها لا تجوز فی الصغیرة التی لیس فیها قاض و منبر و خطیب کما فی المضمرات والظاهر أنه أریدبه الکراهة لکراهة النفل بالجماعة، ألا تری أن فی الجواهر لوصلوا فی القری لزمهم أداء الظهر۔ (کتاب الصلوٰة، باب الجمعة، ص ١٣٨، ج ٢: مکتبه ایچ ایم سعید کراچی)

وکذا فی البحرالرائق: (کتاب الصلاة، باب الجمعة: ص ٢٤٨، ج ٢: مکتبه رشیدیه کوئٹه)

وکذا فی بدائع الصنائع: (کتاب الصلوٰة فصل فی بیان شرائط الجمعة: ص ٢٥٩، ج ١: مکتبه رشیدیه کوئٹه)

چار سو مکانات کی آبادی پر مشتمل بستی میں جمعہ کا حکم

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین کہ شہر ترمن جو تقریباً چار سو مکانات کی آبادی پر مشتمل ہے- اور عام ضروریات کی اشیاء بھی مہیا ہو سکتی ہیں- اس شہر میں جمعہ شروع ہوا تقریباً تین سال ہوئے تو جمعہ کے جائز ہونے پر اختلاف ہو گیا- قاضی غلام نبی سڑہ می گرہ والے نے فتویٰ دیا کہ اگر شہر کے عاقل بالغ جمع ہو جائیں اور شہر کی بڑی مسجد میں نہ سما سکیں تو اس شہر میں جمعہ جائز ہے- دوسری دلیل دی جہاں جمعہ شروع ہو تو میری کوتاہ نظر میں وہاں ترک کا فتویٰ نہیں گزرا تو جہاں جمعہ جائز ہو وہیں ترک کے فتویٰ کی کوئی ضرورت ہو سکتی ہے- برائے مہربانی اگر جمعہ کے جواز کی واضح دلیل ہو تحریر فرمادیں- بینوا توجروا-

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم- جمعہ کی نماز کے جواز کے لیے مصر (شہر) ہونا شرط ہے دیہاتوں اور بستیوں میں جمعہ جائز نہیں ہے اور شہر وہ ہوتا ہے کہ جس میں حکومت کی طرف سے حاکم ہو اور خصومات کے تصفیہ کے لیے قاضی یا جج مقرر ہوں اور اس میں بازار اور گلی کوچے ہوں- شہر کی یہ تعریف صحیح ہے ویسے یہ بھی اس کی علامت بتائی گئی ہے کہ اس کی سب سے بڑی مسجد میں وہاں کے عاقل بالغ مرد[1] نہ سما سکیں- لیکن یہ تعریف جامع مانع نہیں ہے گویا شہر کے لیے عام طور پر کم از کم پانچ چھ ہزار یا اس سے زیادہ آبادی کی ضرورت ہوا کرتی ہے اور جس کو لوگ آپس میں شہر کے نام سے [2] پکارا کرتے ہوں- صورت مسئولہ میں اگر آپ کے ترمن پر تعریف بالا صادق آتی ہو تو

---

۱) كمـا فی البنـايـة شـرح الهـدايـه: (وهـذا عند أبی يوسف)...... (أنهم) ش: أی أن من تجب عليهم الـجـمـعـة من الرجال البالغين الأحرار لامن يكون هناك من الصبيان والنساء والعبيد: (إذا اجتمعوا فی أكبـر مسـاجـد هـم لـم يسعهم) س: فإذاكان كذلك يكون مصراجاً معاً۔ (كتاب الصلاة۔ باب صلاة الجمعة، ص ٤٦، ج ٣: مكتبه دارالكتب العلمية، بيروت)۔

۲) كمـا فی تاتارخانيه: المصر الجامع مايعده الناس مصرا عند ذكر الأمصار۔ (كتاب الصلاة، شرائط الجمعة ۔ ص ٤٩، ج ٢: مكتبه ادارة القرآن كراچی)

اس میں جمعہ جائز ہوگا اور اگر اس میں حاکم منصف اور بازار نہ ہوں تو یہ دیہات شمار ہوگا اور اس میں جمعہ جائز نہ ہو گا اور وہاں کے لوگوں پر جمعہ کے روز ظہر کی چار رکعتیں پڑھنی ہوں گی-صرف دو رکعت پڑھنا مکروہ ہوگا-اور وقت کا فرض بھی ذمہ سے ساقط نہ ہوگا-لہٰذا اس معاملہ میں احتیاط پر عمل کرنا چاہیے[1]-کما قال فی التنویر و یشترط لصحتها المصر و قال الشامی و فی ما ذکرنا اشارة الی انه لا تجوز فی الصغیر ة التی لیس فیها قاض و منبرو خطیب کما فی المضمرات و الظاهر انه اریدبه الکراهة لکراهة النفل بالجماعة الاتری ان فی الجواهر لو صلوا فی القری لزمهم اداء الظهر -الخ[2]-فقط واللہ تعالیٰ اعلم

تین ہزار کی آبادی میں جمعہ کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ چک نمبر ۱۱۰ ایچ تحصیل کبیر والا کی آبادی تقریباً ڈھائی تین ہزار کی ہے اور ایک مسجد نہایت خوبصورت بنی ہوئی ہے اور اس میں تقریباً ۲۰-۲۲ سال سے نماز جمعہ ادا کی جا رہی ہے-اب کچھ احباب کو شک ہو گیا ہے کہ اس جگہ جمعہ نہیں ہو سکتا-انھیں کچھ لوگوں نے سمجھایا ہے کہ جمعہ ہو جاتا ہے مگر وہ کہتے ہیں کہ فتویٰ منگوا کر دکھلاؤ کہ آیا جمعہ ہوسکتا ہے یا نہیں۔بینوا توجروا

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم-واضح رہے کہ نماز جمعہ کے جواز کے لیے باتفاق علماء احناف مصر یا قریہ کبیرہ ہونا شرط ہے-قریہ صغیرہ میں جمعہ کی نماز نہیں ہوتی اور مصر کی تعریفیں فقہاء کرام نے مختلف کی ہیں سب سے صحیح تعریف اس کو

---

١) الدرالمختار مع ردالمحتار: (ویشترط لصحتها المصر...... وظاهر المذهب أنه كل موضع له أمير و قاض يقدر على إقامة الحدود......(أوفناؤه)......(وهوما) حوله (أتصل به)۔ وفی ردالمحتار: تقع فرضا في القصبات والقرى الكبيرة التي فيها اسواق...... وفيما ذكرنا إشارة الى انها لا تجوز فى الصغيرة التي ليس فيها قاض و منبر و خطيب كما فى المضمرات والظاهر أنه أريد به الكرهة لكراهة النفل بالجماعة ألا ترى أن فى الجواهر لو صلوا فى القرى لزمهم أداء الظهر۔ (كتاب الصلوة۔ باب الجمعة ، ص ١٣٨،١٣٧، ج٢: مكتبه ايچ ايم سعيد كراچى) وكذا فى البحر الرائق: (كتاب الصلوة۔ باب الجمعة، ص ٢٤٨، ج ٢: مكتبه رشيديه كوئٹه)۔ وكذا فى بدائع الصنائع: (كتاب الصلاة۔ فصل فى بيان شرائط الجمعة، ص ٢٥٩، ج١: مكتبه رشيديه كوئٹه)

٢) تنوير مع ردالمحتار، كتاب الصلاة۔ باب الجمعة، ص ١٣٨-١٣٧، ج٢: مكتبه ايچ ايم سعيد كراچى

قرار دیا ہے کہ مصر وہ جگہ ہے جس میں امیر و قاضی (حاکم) ہوں جو لوگوں کے معاملات کو فیصلہ کرنے پر قدرت رکھتے ہوں احکام کو جاری کرتے ہوں اور اس میں گلیاں کوچے اور بازار ہوں- کما قال فی الکبیری [1] علی ما صرح به فی تحفة الفقهاء عن ابی حنیفة انه بلدة کبیرة فیها سکک و اسواق و لها رساتیق و فیها وال یقدر علی انصاف المظلوم من الظالم لحشمته و علمه او علم غیره والناس یرجعون الیه فی الحوادث و هذا هو الاصح -آپ نے چک مذکور کی صرف آبادی لکھی ہے اور ایک اس کی خوبصورت مسجد کا تذکرہ کیا ہے-فقہاء نے نہ تو ڈھائی تین ہزار کی آبادی کو اور نہ ایک خوبصورت مسجد کو شہر بننے کے لیے معیار قرار دیا ہے اور آپ نے چک مذکور کے دوسرے حالات نہیں لکھے ہیں اس لیے جواز جمعہ یا عدم جواز کے متعلق کوئی قطعی فتویٰ نہیں لکھا جا سکتا- ویسے میں نے اوپر بحوالہ کبیری شہر کی اصح تعریف لکھ دی ہے- آپ خود بھی اس سے ان شاء اللہ حکم معلوم کر سکیں گے- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

دو ہزار نفوس پر مشتمل آبادی میں جمعہ کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین درج ذیل مسئلہ میں کہ ہمارے گاؤں بزدار تحصیل تونسہ شریف ضلع ڈیرہ غازی خان کی مجموعی آبادی تقریباً دو ہزار نفوس پر مشتمل ہے جس میں دس گھر احمدیوں کے ہیں اور ان کی ایک علیحدہ مسجد ہے علاوہ ازیں اہل سنت والجماعت کی تین مسجدیں ہیں قبل ازیں جمعہ کی نماز صرف ایک ہی مسجد میں ادا کی جاتی تھی-مگر چند اشخاص کے دنیاوی اختلاف کی بنا پر نماز جمعہ دو مسجدوں میں ادا کی جانے لگی نیز آٹھ دس آدمی ساتھ کے دیہاتوں سے آ کر نماز جمعہ ادا کرتے ہیں کیا ان دونوں مسجدوں میں نماز جمعہ ادا ہو جائے گی۔

﴿ج﴾

بظاہر یہ بستی نہ شہر ہے نہ قصبہ-مصر کی کوئی تعریف بھی اس پر صادق نہیں آتی اس لیے حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ

---

۱) حلبی کبیر فصل فی صلاة الجمعة، ص ۵۵۰: سعیدی کتب خانہ کوئٹہ

کے مذہب میں یہاں جمعہ جائز نہیں[1]-لا جمعة و لا تشريق الافی مصر جامع صحیح سند کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے[2] و كفى به قدوة- جب حنفی مذہب کے مطابق اس بستی میں جمعہ ہی جائز نہیں تو ایک اور دو مساجد میں جواز وعدم جواز کا سوال ہی عبث ہے- واللہ تعالیٰ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

تیرہ سوافراد پر مشتمل آبادی میں جمعہ کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین کہ ہمارے گاؤں پیر اصحاب کے شہر کی آبادی بارہ تیرہ سوافراد پر مشتمل ہے-شہر کے لوگ جو اپنی زمینوں میں رہتے ہیں ان کو ملا کر کل افراد کی تعداد ڈھائی ہزار کے قریب ہو جاتی ہے- جو لوگ اپنی زمینوں میں رہتے ہیں ان میں سے بعض کے گاؤں میں مکان ہیں اور بعض کے نہیں لیکن سب کی سکونت پیر اصحاب میں نہیں ہے اس صورت میں جمعہ ہو سکتا ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

ظاہر ہے کہ موضع مذکورہ جس کی آبادی قریب بارہ سو کے ہے قریہ صغیرہ ہے قریہ کبیرہ نہیں ہے جس کو فقہاء نے بحکم قصبہ کے لکھا ہے- لہٰذا حسب قواعد فقہیہ وتصریح فقہاء موضع پیر اصحاب میں ظہر با جماعت ہونا چاہیے- جمعہ پڑھنا اس میں صحیح نہیں ہے[3] جیسا کہ شامی میں ہے-و تقع فرضا فی القصبات والقری

---

۱) كما فی ردالمحتار: وتقع فرضا فی القصبات والقری الكبيرة التی فيها اسواق...... وفيما ذكرنا اشارة إلی أنه لا تجوز فی الصغيرة التی ليس فيها قاض و منبر وخطيب (كتاب الصلوٰة باب الجمعة، ص ۱۳۸، ج۲ : مكتبه ايچ ايم سعيد كراچی)
وكذا فی البحر الرائق: (كتاب الصلاۃ: باب الجمعة، ص ۲۴۸، ج ۲: مكتبه رشيديه كوئٹه)
وكذا فی حلبی كبير: (فصل فی صلاة الجمعة، ص ۵۵۰: سعيد كتب خانه كوئٹه)

۲) كما فی إعلاء السنن: (أبواب الجمعة، باب عدم جواز الجمعة فی القری۔ ص ۳، ج ۸: إدارة القران كراچی)

۳) كما فی ردالمحتار: وتقع فرضا فی القصبات والقری الكبيرة التی فيها اسواق...... وفيما ذكرنا اشارة الی انه لاتجوز فی الصغيرة......ألاتری أن فی الجواهر لوصلوا فی القری لزمهم أداء لظهر۔ (كتاب الصلوٰة باب الجمعة۔ ص ۱۳۸، ج ۲: مكتبه ايچ ايم سعيد كراچی)
وكذا فی البحر الرائق: (كتاب الصلاة۔ باب الجمعة۔ ص ۲۴۸، ج ۲: مكتبه رشيديه كوئٹه)
وكذا فی حلبی كبير: (فصل فی صلاة الجمعة: ص ۵۵۰، سعيدی كتب خانه كوئٹه)

الکبیرۃ التی فیھا اسواق (الی ان قال) و فیما ذکرنا اشارۃ الی انہ لا تجوز فی الصغیرۃ [۱]۔
باقی جو کچھ عبارات مختلفہ مصر کی تعریف میں وارد ہیں سب کا حال تقریباً ایک ہی ہے وہ یہ کہ بڑے شہروں کو شمار کرتے وقت اسے بھی عرفاً اس میں شمار کیا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسجد سے باہر جمعہ کی شرعی حیثیت

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ نماز جمعۃ المبارک مسجد کے باہر ہو جاتی ہے جبکہ امام بھی مسجد میں نہ ہو نہ اذان نہ خطبہ اور جگہ بھی ایسی ہو جہاں ہفتہ بھر جانور لید گوبر غلاظت وغیرہ پھیلاتے رہیں۔ ہفتہ بھر نجاست غلیظہ موجود رہے صرف جمعہ کے دن تھوڑا سا صاف کر کے دریاں وغیرہ بچھا کر جمعہ کی نماز ادا کر لی جائے۔ جبکہ اردگرد شہر میں بالکل قریب اور بھی اسی مسلک کی جامع مسجد موجود ہیں۔ کیا نماز جمعہ وہاں ہو جاتی ہے اگر نہیں تو پڑھی گئی نمازوں کا اعادہ ضروری ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

نماز تو ہو جائے گی جبکہ اس جگہ پر دریاں بچھائی جائیں اور ان کے اوپر پاک کپڑا ہو [۲]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

جس جگہ جمعہ کی شرائط نہ پائی جائیں البتہ مسجد شاندار ہو تو کیا ایسی جگہ جمعہ جائز ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ہمارے چک کی آبادی تقریباً ایک صد ہے اور آس پاس کے نزدیکی دو تین آدمی نماز جمعہ ادا کرنے آ جاتے ہیں اور ایسی شرائط جو کہ حدیث میں ہیں وہ سب پوری نہیں ہیں البتہ ہمارے چک کی مسجد بڑی شاندار ہے کیا جمعہ یہاں جائز ہے یا نہیں۔ اور مولوی محمد یوسف جٹ فرماتے ہیں کہ جمعہ یہاں جائز ہے۔

---

۱) ردالمحتار: (کتاب الصلوٰۃ باب الجمعۃ۔ ص ۱۳۸، ج۲: مکتبہ ایچ ایم سعید کراچی)
۲) ردالمحتار: وکذا الثوب إذا فرش علی النجاسۃ الیابسۃ، فإن کان رقیقا یشف ماتحتہ أوتوجد منہ رائحۃ النجاسۃ علی تقدیر ان لھا رائحۃ، لایجوز الصلوٰۃ علیہ وإن کا غلیظاً بحیث لایکون کذلک جازت۔ (کتاب الصلاۃ۔ باب مایفسد الصلوٰۃ ومایکرہ فیھا۔ ص ۶۲۶، ج ۱: مکتبہ ایچ ایم سعید کراچی)۔ وکذا فی حاشیۃ الطحطاوی: (کتاب الصلاۃ۔ باب شروط الصلاۃ وأرکانھا: ص ۲۰۸، قدیمی کتب خانہ کراچی)۔ وکذا فی حلبی کبیر: (الشرط الثانی۔ ص ۱۹۹: مکتبہ سعیدی کتب خانہ کوئٹہ)۔

﴿ج﴾

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مذہب میں دیہات اور گاؤں میں جمعہ ادا نہیں ہوتا ہے لہٰذا اس چک مذکورہ میں جمعہ پڑھنا جائز نہیں سب مسلمانوں کولازم ہے کہ ظہر کی نماز باجماعت ادا کریں [۱]۔ واللہ تعالیٰ اعلم

جمعہ کی دوسری اذان خطیب کے قریب دی جائے یا مسجد سے باہر

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ جمعہ مبارک کے دن پہلی اذان مؤذن مسجد کے ایک مینار پر یا خاص جگہ پر دیتا ہے دوسری اذان جوخطبہ سے پہلے دی جاتی ہے کیا اس کو اسی جگہ پر دیں یا امام کے سامنے اس کے قریب دیں۔

﴿ج﴾

دوسری اذان مسجد میں امام کے سامنے دی جائے امام کے قریب کھڑا ہونا ضروری نہیں [۲] حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ سے اسی پر امت کا عمل رہا ہے۔ صاحب ہدایہ نے اس کو مسجد کے اندر امام کے بالمقابل ہیئت متعارفہ سے سنت قرار دیا ہے۔ و اذا صعد الامام المنبر و جلس اذن المؤذنون بين يدى المنبر بذالک جرى التوارث ولم يكن على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم الا هذا الاذان [۳] الخ۔ عنایہ [۴] کفایہ [۵] وغیرہ میں عندالمنبر کی قید مذکور ہے لہٰذا یہی مسنون ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

---

۱) تقدم تخريجه فى حاشية نمبر ۳ فى صفحة ۴۹۵۔

۲) كما فى ردالمحتار: ويؤذن ثانياً بين يدى الخطيب على سبيل السنة (كتاب الصلاة۔ باب الجمعة، ص ۱۶۱، ج ۲: مكتبه ايچ ايم سعيد كراچى)۔ وكذا فى البحرالرائق: (كتاب الصلاة: باب الجمعة، ص ۲۷۴، ج ۲: مكتبه رشيديه كوئٹه)۔ وكذا فى حلبى كبير: (كتاب الصلاة، فصل فى صلاة الجمعة، ص ۵۶۱: سعيدى كتب خانه كوئٹه)

۳) الهدايه: (كتاب الصلاة۔ باب الجمعة: ص ۱۵۴، ج۱: بلوچستان بك ڈپو كوئٹه)

۴) العناية على هامش فتح القدير: واختلفوا فى الاذان المعتبر الذى يحرم عنده البيع ويجب السعى الى الجمعة فكان الطحاوى يقول هو الاذان عندالمنبر بعد خروج الامام۔ (كتاب الصلاة۔ باب الصلاة الجمعة۔ ص ۳۸، ج ۲: مكتبه رشيديه كوئٹه)

۵) الكفاية على هامش فتح القدير: وكان الطحاوى يقول المعتبر هو الاذان عند المنبر بعد خروج الامام۔ (كتاب الصلاة۔ باب الصلاة الجمعة: ص ۳۸، ج ۲: مكتبه رشيديه كوئٹه)

کسی گاؤں میں عارضی طور پر بہت سے لوگ جمع ہو جائیں تو کیا جمعہ جائز ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ کسی گاؤں میں کسی خاص وقت میں تقریباً ہزار کے قریب آدمی جمع ہو جاتے ہیں وہاں کے (یعنی گاؤں کے) جو ہمیشہ رہنے والے ہیں- اس کے بعد متفرق ہو کر گاؤں سے ایک مسافت کے فاصلہ پر جاتے ہیں وہاں کے (یعنی گاؤں کے) جو ہمیشہ رہنے والے ہیں تحصیل دار بمع بیس گھر کے ہیں کیا اس گاؤں میں جمعہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

﴿ج﴾

مذہب احناف میں یہ متفق علیہ ہے کہ مصر شرائط جمعہ میں سے ہے اور یہ قریہ جو بیس گھر پر مشتمل ہے نہ مصر ہے، نہ قصبہ، نہ قریہ کبیرہ بلکہ یقیناً قریہ صغیرہ ہے اس لیے اس میں جمعہ جائز نہیں **ولا تجوز فی الصغیرة التی لیس فیها قاض و منبر و خطیب** الخ-[1] باہر کے لوگوں کے عارضی اجتماع کی وجہ سے بھی یہ بات صادق نہیں آسکتی[2] اس لیے ان کا اعتبار نہ ہوگا- واللہ تعالیٰ اعلم-

کیا شہر سے ایک میل کے فاصلہ پر کم آبادی والے علاقہ میں جمعہ جائز ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ پہلے جمعہ شہر گنویں میں پڑھا جاتا ہے اب چند لوگ ایک میل کے فاصلہ میں دوسرا جمعہ شروع کرنا چاہتے ہیں- وہاں کی آبادی چند گھر ہیں صرف لاری کا اڈہ اور پکی سڑک ہے- جہاں ٹریفک آتی جاتی ہے- وجہ صرف یہ ہے کہ وہاں آپس میں برادری کا اختلاف ہے اور کوئی وجہ نہیں تو ایسی صورت میں دوسری جگہ پر جمعہ شروع کرنا یا پڑھنا پڑھانا جائز ہے یا نہیں۔

---

۱) ردالمحتار: ولا تجوز فی الصغیرة التی لیس فیها قاض و منبر و خطیب الخ (کتاب الصلاة، باب الجمعة: ص ۱۳۸، ج ۲: مکتبه ایچ ایم سعید کراچی)

وکذا فی البحرالرائق: (کتاب الصلاة۔ باب صلاة الجمعة: ص ۲۴۵، ج ۲: مکتبه رشیدیه کوئٹه)

وکذا فی الهدایه: (کتاب الصلاة۔ باب صلوٰة الجمعة: ص ۱۵۰، ج ۱: بلوچستان بك ڈپو کوئٹه)

۲) کما فی الدرالمختار: ویشترط لصحتها سبعة اشیاء: الأول: المصر الخ (کتاب الصلاة باب الجمعة۔ ص ۱۳۷، ج ۲: مکتبه ایچ ایم سعید کراچی)۔

﴿ج﴾

اگر یہ لاری اڈہ شہر گنویں کی ضرورتوں میں سے شمار ہوتا ہے اور وہاں کی آبادی عرف عام میں مستقل آبادی شمار نہ کی جاتی ہو تو اس صورت میں دوسری جگہ جمعہ جائز ہے (۱)- اور اگر وہ اڈہ شہر کی ضروریات میں داخل نہ ہو اور عرف خاص میں وہاں کی آبادی مستقل شمار کی جاتی ہو تو وہ شہر کی آبادی یا فنائے شہر میں سے نہ ہوگا اور وہاں بوجہ چھوٹا گاؤں ہونے کے جمعہ جائز نہیں ہوگا (۲) خواہ وہاں کی اذان سنائی دے یا نہ دے۔ یہی راجح ہے اور اصح ہے (۳)۔
ملخصاً من عمدۃ الفقہ حصہ دوم ص ۴۳۹، ۴۴۰۔

(نوٹ) چونکہ سوال میں دوسری جگہ کے پورے کوائف درج نہیں کہ آیا وہ دوسری جگہ حدود شہر میں داخل ہے یا نہیں وہاں تک شہر کی آبادی واقع ہے یا نہیں وہ اڈہ شہر کی ضروریات میں سے ہے یا نہیں- اس لیے بہتر یہ ہے کہ کسی جید ثقہ عالم دین کو وہاں لے جا کر جائے وقوع کا معائنہ کرایا جائے اور پھر اس کے فیصلہ کے مطابق عمل درآمد کیا جائے-

---

۱) کما فی الهدایه: لاتصح الجمعة الا فی مصر جامع اوفی مصلے المصر۔ (کتاب الصلاۃ۔ باب الجمعة، ص ۱۵۰، ج ۱: مکتبه بلوچستان بك ڈپو کوئٹه)
وکذا فی بدائع الصنائع: (کتاب الصلاة، فصل فی بیان شرائط الجمعة: ص ۲۵۹، ج۱: مکتبه رشیدیه کوئٹه)
وکذا فی البحرالرائق: (کتاب الصلاة: باب الجمعة، ص ۲۴۸، ج۲: مکتبه رشیدیه کوئٹه)

۲) کما فی ردالمحتار: لاتجوز فی الصغیرة التی لیس فیها قاض و منبر و خطیب۔ (کتاب الصلاۃ۔ باب الجمعة۔ ص ۱۳۸، ج۲: ایچ ایم سعید، کراچی)
وکذا فی البحرالرائق: (کتاب الصلاۃ۔ باب صلاۃ الجمعة: ص ۲۴۵، ج۲: مکتبه رشیدیه کوئٹه)
وکذا فی الهدایه: (کتاب الصلاۃ۔ باب صلاۃ الجمعة: ص ۱۵۰، ج ۱: مکتبه بلوچستان بك ڈپو کوئٹه)

۳) کما فی ردالمحتار: وفی الخانیة المقیم فی موضع من أطراف المصر إن کان بینه و بین عمران المصر فرجة من مزارع لا جمعة علیه وإن بلغه النداء وتقدیر البعد بغلوة أومیل لیس بشيء۔ (کتاب الصلاۃ۔ باب الجمعة مطلب فی شروط و جوب الجمعة۔ ص ۱۵۳، ج۲: مکتبه ایچ ایم سعید کراچی)
وکذا فی البحرالرائق: (کتاب الصلاۃ۔ باب صلوة الجمعة۔ ص ۲۴۷، ج۲: مکتبه رشیدیه کوئٹه)
وکذا فی الهدیه: (کتاب الصلاۃ۔ الباب السادس عشر فی صلاۃ الجمعة: ص ۱۴۵، ج۱: مکتبه رشیدیه کوئٹه)۔

کیا جمعہ کے فرضوں سے قبل کی چار سنتیں رہ جائیں تو بعد میں پڑھی جائیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ اگر کسی شخص کی جمعہ شریف کی پہلی چار سنتیں رہ جائیں وہ دیر سے آیا ہو اور پہلی ۴ سنتیں نہ پڑھ سکا ہو تو آیا ان ۴ سنتوں کی قضا ہو گی یا قضا کی صورت نہیں رہے گی۔ باقاعدہ مستند کتاب کا حوالہ ضرور تحریر فرماویں یہ مسئلہ جمعہ شریف میں پیش آیا۔ کسی کتاب یا حدیث شریف میں کوئی حوالہ نہیں مل سکا۔

﴿ج﴾

جو سنتیں جمعہ کے اول پڑھی جاتی ہیں اگر ان کو نہ پڑھ سکا تو بعد جمعہ کے پڑھے۔ کما قال فی الدر المختار – (بخلاف سنة الظهر) و كذا الجمعة فانه ان خاف فوت ركعة (يتركها) و يقتدى (ثم يأتى بها) على انها سنة (فى وقته) اى الظهر (قبل شفعه) عنده وبه يفتى جوهره۔[1] والله تعالى اعلم

کیا ڈیڑھ پونے دوسو کی آبادی والے گاؤں میں جمعہ جائز ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ موضع روانی جاجا چک گجراں جس میں تقریباً ڈیڑھ سو تا پونے دوسو گھر کی آبادی ہے۔ دو چک میں دس دوکانیں بھی چھوٹی بڑی ہیں۔ اس آبادی کے ہونے سے پہلے ایک کچی مسجد تھی جب یہ آبادی اتنی ہوئی تو پھر سارے چک والوں نے ایک مسجد بڑی تیار کی اس کا نام جامع مسجد رکھ دیا اور اس میں جمعہ شروع کر دیا گیا اور تین سال ایک جگہ جمعہ ہوتا رہا اس کے بعد چک میں لڑائی جھگڑا ہوا ایک شخص نے آکر چھوٹی مسجد میں جمعہ شروع کر دیا اور تین سال ہوتا رہا۔ تین سال کے بعد اب چھوٹی مسجد میں بند ہو گیا کہ ایک جگہ ہونا چاہیے یا دونوں جگہ درست ہے۔ اگر چھوٹی مسجد میں جمعہ درست نہیں، تو کیا ظہر کی نماز ادا کرنی چاہئے۔

---

١) الدرالمختار: كتاب الصلاة۔ باب إدراك الفريضة۔ ص ٥٨، ج ٢: مكتبه ايچ ايم سعيد كراچى
وكذا فى البحر الرائق كتاب الصلاة۔ باب ادراك الفريضة۔ ص ١٣٢، ج ٢: مكتبه رشيديه كوئٹه
وكذا فى الهدايه كتاب الصلاة۔ باب ادراك الفريضة: ص ١٣٥، ج١: مكتبه بلوچستان بك ڈپو كوئٹه۔

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں جس موضع کا ذکر ہے جس کی آبادی ڈیڑھ یا پونے دوسو گھروں پر مشتمل ہے یہ قریہ صغیرہ ہے اور اس میں نماز جمعہ جائز نہیں یہاں کے لوگ نماز ظہر باجماعت ادا کریں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

جمعہ کے فرضوں کے بعد احتیاطی ظہر ادا کرنے کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان زمان کہ آج کل لوگ بعد از نماز جمعہ چار رکعت ظہر احتیاطی پڑھتے ہیں کیا یہ احتیاطی ظہر ادا کرنا جائز ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

احتیاط ظہر کے بارہ میں یہ تفصیل ہے کہ عوام الناس جو مسائل شرعیہ کی حکمتوں کو نہیں جانتے ہیں اور احتیاط الظہر ادا کرنے سے تکاسل فی اداء الجمعۃ کے ظہور کا ان سے خطرہ ہو ان کو عدم جواز احتیاط الظہر کا فتویٰ دے کر روک دیا جائے۔ لیکن خواص جن کے متعلق یہ خطرہ ہرگز نہ ہو ان کے لیے جواز کی گنجائش رکھی جائے اور ان سے اختلاف نہ کیا جائے ان کو اس حال پر چھوڑ دیں ان کی گنجائش کے لیے بحر الرائق کی یہ عبارت کافی ہے۔ **مع مالزم من فعلها فی زماننا– من المفسدة العظیمة و هو اعتقاد الجهلة ان الجمعة لیست بفرض** ۔(۲) نیز شامی نے **نعم ان ادی الی مفسدة لایفعل لکن الکلام عند عدمها ولذا قال المقدسی نحن لانأ مر بذالک امثال هذه العوام بل ندل علیه الخواص ولوبا لنسبة الیهم** (۳)۔

---

۱) كما فى ردالمحتار: ولا تجوز فى الصغيرة التى ليس فيها قاض ومنبر و خطيب...... لوصلوا فى القرى لزمهم أداء الظهر۔ (كتاب الصلاة: باب الجمعة۔ ص ۱۳۸، ج ۲: مكتبه ايچ ايم سعيد كراچى)
وكذا فى البحر الرائق: (كتاب الصلاة۔ باب صلاة الجمعة۔ ص ۲۴۵۔۲۴۶، ج۲: مكتبه رشيديه كوئٹه)۔ وكذا فى الهدايه: (كتاب الصلاة باب صلوة الجمعة ص ۱۵۰۔۱۵۱، ج ۱: مكتبه بلوچستان بك ڈپو كوئٹه)

۲) البحر الرائق: كتاب الصلاة۔ باب صلاة الجمعة: ص ۲۵۱۔۲۵۲، ج۲: مكتبه رشيديه كوئٹه)

۳) كما فى الشامية كتاب الصلاة۔ باب الجمعة: مطلب فى نية آخر ظهر بعد صلاة الجمعة۔ ص ۱۴۶، ج۲: ايچ ايم سعيد كراچى)
وكذا فى منحة الخالق على البحر الرائق كتاب الصلاة۔ باب صلاة الجمعة۔ ص ۲۵۱، ج ۲: مكتبه رشيديه كوئٹه۔

ڈیڑھ ہزار کی آبادی والے گاؤں میں نمازِ جمعہ کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ جس قریہ کے درج ذیل کوائف ہوں: آبادی ڈیڑھ ہزار، متعدد دوکانیں کپڑا پرچون، مرمت سائیکل، مرمت ریڈیو، سوڈا برف وغیرہ، حکمت یونانی وڈاکٹری، پختہ سڑک قریہ ھذا تک، موٹریں تانگے تحصیل ہیڈکوارٹر تک ہمہ وقت برائے سفر فاصلہ ۹ میل تحصیل ہیڈکوارٹر، سرکاری مردانہ ہسپتال، جانوروں کا شفاخانہ، ڈاک خانہ، پرائمری سکول، یونین کونسل ہیڈکوارٹر، دفتر محکمہ زراعت، بجلی وغیرہ کا انتظام ایسی جگہ جمعہ جائز ہے یا نہیں۔ جواب سے مطلع فرمائیں۔

﴿ج﴾

شامی میں ہے و تقع فرضا فی القصبات و القری الکبیرۃ التی فیھا اسواق (الی ان قال) و فیما ذکرنا اشارۃ الی انه لا تجوز فی الصغیرۃ التی لیس فیھا قاض ۔[1]۔اس عبارت سے یہ معلوم ہوا کہ عندالحنفیہ بڑے گاؤں میں جمعہ ہوتا ہے جو مثل قصبہ کے ہو اور اس میں بازار و دوکانیں ہوں اور چھوٹے قریہ میں جمعہ صحیح نہیں ہوتا ہے۔صورت مسئولہ میں جس قریہ کا ذکر ہے جس کی آبادی ڈیڑھ ہزار ہے۔ بظاہر قریہ صغیرہ ہے یہاں جمعہ جائز نہیں یہاں کے لوگ نماز ظہر با جماعت ادا کریں[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

شہر سے سات آٹھ میل دور کی آبادی میں جمعہ کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک دیہات جو دو دریاؤں کے درمیان واقع ہے۔منتشر آبادی ہے۔ دو دو چار چار گھر ایک دوسرے سے فاصلے پر آباد ہیں۔کوئی گاؤں بستی یا شہر نہیں ہے۔نزدیکی شہر جہاں پر جمعہ ہوتا ہے اس مذکورہ آبادی سے سات آٹھ میل دور ہے۔ اس آبادی میں صرف چار دوکانیں بہت

---

۱) ردالمحتار: (کتاب الصلاۃ باب الجمعۃ ۔ ص ۱۳۸، ج ۲: مکتبہ ایچ ایم سعید کراچی)

۲) ومن لاتجب علیھم الجمعۃ من اھل القرای والبوادی لھم ان یصلوا الظھر بجماعۃ یوم الجمعۃ باذان واقامۃ الھندیۃ الباب السادس عشر فی صلاۃ الجمعۃ ص ۱۴۵، ج۱۔

ہی محدود قسم کی بھی موجود ہیں- عام قسم کی اشیاء مل جاتی ہیں- مگر پوری ضروریات زندگی میسر نہیں آتیں- البتہ ایک پرائمری سکول بھی ہے، بس اڈہ، ریلوے اسٹیشن، پوسٹ آفس، تھانہ چوکی ہے- ایسی جگہ پر ادھر ادھر سے اگر کچھ لوگ جمع ہو کر جمعہ وعیدین ادا کریں تو عندالاحناف جائز ہے یا نہیں۔ کیونکہ بوڑھے یا کمزور آدمی شہر تک نہیں پہنچ سکتے- بینوا توجروا

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں جس دیہات کا ذکر ہے یہ قریہ صغیرہ ہے- یہاں احناف کے نزدیک جمعہ وعیدین جائز نہیں- جواز جمعہ کے لیے شہر قصبہ یا قریہ کبیرہ ہونا ضروری ہے- لما فی الشامیة تقع فرضا فی القصبات و القری الکبیرة التی فیھا اسواق (الی قوله) و فیما ذکرنا اشارة الی انه لا تجوز فی الصغیرة[1]- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

اڑھائی سو گھرانوں پر مشتمل گاؤں میں جمعہ کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک گاؤں جو کہ تقریباً ۲۵۰ گھرانہ پر مشتمل ہے- اس گاؤں میں جامع مسجد کے علاوہ تین اور چھوٹی مسجدیں بھی ہیں جن میں سے ایک چھت دار اور دو کچی ہیں- ایک پرائمری سکول ہے- چھ پرچون کی دوکانیں ہیں- ایک درزی کی بھی دوکان ہے- گاؤں مذکورہ پختہ سڑک کے قریب ہے- اہل بستی کے علاوہ مختلف چاہات سے بھی چند آدمی نماز جمعہ میں شمولیت کرتے ہیں- کل تعداد حاضرین نماز جمعہ اوسطاً ۴۰ آدمی ہے- جامع مسجد میں پانچ وقت نماز باجماعت ادا کرنے کا اہتمام ہے- تقریباً بیس سال سے اس گاؤں میں نماز جمعہ وعیدین ہوتی آرہی ہیں- آبادی تقریباً ۸۰۰/۹۰۰ ہے- لیکن کچھ آدمیوں کا کہنا ہے کہ نہ اس بستی میں جمعہ ہوسکتا ہے اور نہ ہی نماز عید ہوسکتی ہے- لہٰذا عرض ہے کہ بروئے شریعت مسئلہ صحیح سے آگاہ فرمادیں-

---

۱) ردالمحتار: (کتاب الصلاة باب الجمعة، ص ۱۳۸، ج ۲: مکتبه ایچ ایم سعید کراچی)
وکذا فی البحرالرائق: (کتاب الصلاة- باب صلاة الجمعة، ص ۲۴۸، ج ۲: مکتبه رشیدیه کوئٹه)
وکذا فی بدائع الصنائع: (کتاب الصلاة- فصل فی بیان شرائط الجمعة، ص ۲۵۹، ج ۱: مکتبه رشیدیه کوئٹه)

﴿ج﴾

تقع فرضا فی القصبات والقری الکبیرة التی فیھا اسواق (الی ان قال) و فیما ذکرنا اشارة الی انه لا تجوز فی الصغیرة [1]۔اس عبارت سے یہ معلوم ہوا کہ عندالحنفیہ بڑے گاؤں میں جمعہ ہوتا ہے جو مثل قصبہ کے ہو اور اس میں بازار اور دوکانیں ہوں اور چھوٹے قریہ میں جمعہ صحیح نہیں ہوتا اور صورت مسئولہ میں اس بستی پر قصبہ اور شہر کی تعریف صادق نہیں آتی۔ پس اس بستی میں نماز جمعہ وعیدین صحیح نہیں۔ یہاں کے لوگ نماز ظہر باجماعت ادا کریں نماز جمعہ اس بستی میں مکروہ تحریمی ہے۔ظہر کی نماز ان کے ذمہ سے ساقط نہیں ہوتی [2]۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

پچیس افراد پر مشتمل آبادی والے گاؤں میں جمعہ کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ان مسائل میں کہ:

(۱) ایک بستی میں بارہ گھر ہیں اور سات کنبے ہیں اور اہل قریہ پچیس افراد پر مشتمل ہیں۔نمازی پانچ ہیں۔کیا ایسی بستی میں نماز جمعہ پڑھنا حنفی مذہب میں واجب ہے یا سنت ہے یا جائز ہے اگر نماز جمعہ پڑھی جائے تو کیا جمعہ ادا ہوگا اور نماز ظہر تو دوبارہ نہیں پڑھنی پڑے گی۔ فقہ حنفیہ کی معتبر کتابوں کی عبارت لکھ کر فتویٰ عنایت فرمادیں۔

(۲) جنازہ کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا جائز ہے یا نہیں۔ تحقیقی جواب صادر فرمادیں۔

---

۱) ردالمحتار کتاب الصلاة۔ باب الجمعة۔ ص ۱۳۸، ج ۲: مکتبہ ایچ ایم سعید کراچی)

۲) ومن لاتجب علیھم الجمعة من اھل القری والبوادی لھم ان یصلوا الظھر بجماعة یوم الجمعة باذان واقامة الھندیة الباب السادس عشر فی صلاة الجمعة ص ۱۴۵، ج۱۔

وکذا فی البحر الرائق: (کتاب الصلاة۔ باب صلاة الجمعة۔ ص ۲۴۸۔۲۴۹، ج۲: مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

وکذا فی بدائع الصنائع: (کتاب الصلاة۔ فصل فی بیان شرائط الجمعة۔ ص ۲۵۹، ج۱: مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

﴿ج﴾

(۱) مذہب حنفیہ کا جو تمام کتب فقہ حنفیہ میں مذکور ہے یہ ہے کہ جمعہ ادا ہونے اور واجب ہونے کے لیے مصر شرط ہے اور مصر کہتے ہیں شہر کو اور قصبہ اور بڑا قریہ بھی حکم شہر میں ہے۔ **کما فی الشامی تقع فرضا فی القصبات والقری الکبیرة التی فیھا اسواق (الی ان قال) و فیما ذکرنا اشارة الی انه لا تجوز فی الصغیرة**[۱]۔ الخ

پس خلاصہ یہ ہے کہ چھوٹے قریہ میں جمعہ نہیں ہوتا۔ سوال میں جس گاؤں کا ذکر ہے اس کی آبادی پچیس افراد پر مشتمل ہے قریہ کبیرہ نہیں یہاں جمعہ پڑھنا جائز نہیں۔ یہاں لوگ نماز ظہر باجماعت ادا کریں جمعہ پڑھنے سے ظہر کی نماز ساقط نہیں ہوگی[۲]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) نماز جنازہ خود دعا للمیت ہے اس کے بعد کوئی اور دعا ماثور و منقول نہیں، فقہاء نے اس کو مکروہ اور بدعت لکھا ہے۔ **لا یتھیا بالدعا بعد صلوة الجنازة** فتاویٰ[۳] بزازیہ، ملا علی قاری رحمہ اللہ شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں **ولا یدعو للمیت بعد صلوٰة الجنازة لانه یشبه الزیادة فی صلوٰة الجنازة**[۴]۔ اس کے علاوہ اور بھی بہت سی روایات ہیں جن سے دعا بعد الجنازہ کو ممنوع قرار دیا گیا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

۱) ردالمحتار: (کتاب الصلوٰة باب الجمعة، ص ۱۳۸، ج ۲: مکتبہ ایچ ایم سعید کراچی)

۲) کما فی ردالمحتار: تقع فرضا فی القصبات والقری الکبیرة التی فیھا اسواق...... وفیما ذکرنا اشارة الی انه لاتجوز فی الصغیرة التی لیس فیھا قاض و منبر و خطیب کما فی المضمرات والظاهر انه اریدبه الکراهة لکراهة النفل بالجماعة الاتریٰ ان فی الجواهر لوصلوا فی قری لزمهم اداء الظهر۔ (کتاب الصلاة۔ باب الجمعة۔ ص ۱۳۸، ج ۲: مکتبہ ایچ ایم سعید، کراچی)
وکذا فی البحر الرائق: (کتاب الصلاة باب صلاة الجمعة، ص ۲٤۸۔۲٤۹، ج ۲: مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)
وکذا فی بدائع الصنائع: (کتاب الصلاة، فصل فی بیان شرائط الجمعة، ص ۲۵۹، ج ۱: مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)۔

۳) الفتاوی بزازیه علی هامش الهندیه: (کتاب الصلاة، الخامس والعشرون فی الجنائز وفیه الشهید۔ نوع المختاران الامام الاعظم أولی الخ۔ ص ۸۰، ج ٤: مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

٤) مرقاة المفاتیح شرح مشکاة المصابیح: (کتاب الجنائز، باب المشی بالجنازة والصلاة علیها۔ الفصل الثالث حدیث نمبر ۱٦۸۷: ص ۱٤۹، ج ٤: مکتبہ دارالکتب العلمیة بیروت)۔
وکذا فی خلاصة الفتاویٰ: (کتاب الصلوٰة۔ الفصل الخامس والعشرون، اذا اجتمعت الجنائز، ص ۲۲۵، ج ۱۱، رشیدیہ کوئٹہ)

اُس آبادی کے اوصاف کہ جس میں جمعہ جائز ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ بستی میں جمعہ عندالاحناف جائز ہے یانہیں اور اگر جائز ہے تو کیا آبادی کی مقدار کوئی متعین ہے یانہیں۔ کیا ایسی جگہ میں جہاں پہلے جمعہ نہیں ہوتا اب جمعہ شروع کرنا جائز ہے یا نہیں-حوالہ جات کے ساتھ مسئلہ کی وضاحت فرماویں- بینوا توجروا-

﴿ج﴾

مذہب حنفی جمعہ کے بارہ میں یہ ہے کہ مصر یعنی شہر میں واجب ہوتا ہے اور قصبہ اور قریہ کبیرہ بھی جس میں بازار ودوکانیں وغیرہ ہوں مصر کے حکم میں ہے- وہاں بھی جمعہ درست ہے-مصر کی تعریف میں اختلاف ہے لیکن بظاہر مدار عرف پر ہے-عرفا جو شہر اور قصبہ ہو اور آبادی اس کی زیادہ ہو اور بازار وگلیاں اس میں ہوں اور ضروریات سب ملتی ہوں وہ شہر ہے- فی التحفة عن ابی حنیفة انه بلدة کبیرة فیها سکک و اسواق و لها رساتیق و فیها وال یقدر علی انصاف المظلوم من الظالم بحشمته و علمه او علم غیره یرجع الناس الیه فیما یقع من الحوادث و هذا هو الاصح- [1] قریہ صغیرہ میں جمعہ جائز نہیں- تقع فرضا فی القصبات والقری الکبیرة التی فیها اسواق (الی ان قال) و فیما ذکرنا اشارة الی انه لا تجوز فی الصغیرة التی لیس فیها قاض و منبر و خطیب -[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

جس قریۂ صغیرہ میں جمعہ شروع کیا گیا علم ہونے پر کیا جمعہ بند کر دیا جائے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسائل کہ:

(۱)　جمعہ کے جواز کے لیے جو قریہ کبیرہ کا ہونا شرط ہے اس کی تعریف آج کل کے عرف کے مطابق تحریر فرمادیں کہ کس بستی میں جمعہ صحیح ہے اور کس میں صحیح نہیں ہے-

---

۱) ردالمحتار: (کتاب الصلاة، باب الجمعة، ص ۱۳۷، ج ۲: مکتبه ایچ ایم سعید، کراچی)
۲) ردالمحتار: (کتاب الصلاة، باب الجمعة: ص ۱۳۸، ج ۲: مکتبه ایچ ایم سعید کراچی)-
وکذا فی البحرالرائق: (کتاب الصلاة- باب الصلاة الجمعة- ص ۲٤۸، ج۲: مکتبه رشیدیه کوئٹه)
وکذا فی بدائع الصنائع: (کتاب الصلاة، فصل فی بیان شرائط الجمعة: ص ۲۵۹، ج ۱: مکتبه رشیدیه کوئٹه)

(۲) کہ اگر کسی قریہ صغیرہ میں جمعہ کافی مدت سے پڑھا جاتا ہے کیا اس کو اب ختم کرنا چاہیے اور وہاں نہ جانا چاہیے شرعاً کیا حکم ہے۔

(۳) یہ کہ کتنی دور سے جمعہ کی نماز کے لیے آنا ضروری ہے۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

(۱) عرفاً جو بستی قریہ کبیرہ کہلائی جانے کی مستحق ہو جس میں بازار دوکانیں وغیرہ ہوں اور ضروریات مردمان وہاں ملتی ہوں وہ بحکم مصر ہے اور جمعہ وہاں درست ہے، شامی میں ہے۔ **تقع فرضا فی القصبات والقری الکبیرة التی فیها اسواق (الی ان قال) و فیما ذکرنا اشارة الی انه لا تجوز فی الصغیرة التی لیس فیها قاض و منبر و خطیب۔ الخ**[1]۔

(۲) جس گاؤں میں بوجہ اس کے چھوٹا ہونے کے عند الحنفیہ جمعہ درست نہیں اس میں کسی خیال سے بھی جمعہ نہ پڑھنا چاہیے۔ اس کو ترک کرنا چاہیے۔ کتابوں میں لکھا ہے کہ ایسی جگہ جمعہ پڑھنے سے گناہ گار ہوتے ہیں اور ظہر کی جماعت کے ترک کا گناہ بھی ان پر ہے اور ظہر کی نماز ان کے ذمہ سے ساقط نہیں ہوتی۔ **کما فی الشامی و فیما ذکرنا اشارة الی انه لا تجوز (ای الجمعة) فی الصغیرة التی لیس فیها قاض و منبر و خطیب کما فی المضمرات والظاهر انه ارید به الکراهة لکراهة النفل بالجماعة الاتری ان فی الجواهر لو صلوا فی القری لزمهم اداء الظهر۔**[2]

(۳) جب جمعہ گاؤں والوں پر فرض نہیں ہے تو ان کو جمعہ ادا کرنے کے لیے مصر میں جانا ضروری نہیں[3]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

۱) ردالمحتار: (کتاب الصلاة، باب الجمعة، ص ۱۳۸، ج ۲: مکتبه ایچ ایم سعید، کراچی)

۲) ردالمحتار: (کتاب الصلاة۔ باب الجمعة، ص ۱۳۸، ج ۲: مکتبه ایچ ایم سعید کراچی)
وکذا فی البحر الرائق: (کتاب الصلاة۔ باب الصلاة الجمعة، ص ۲۴۸۔۲۴۹، ج۲: مکتبه رشیدیه کوئٹه)۔ وکذا فی بدائع الصنائع: (کتاب الصلاة فصل فی بیان شرائط الجمعة۔ ص ۲۵۹، ج۱: مکتبه رشیدیه کوئٹه)

۳) کما فی البحر الرائق: وأما القری فإن أرادالصلاة فیها فغیر صحیحة علی المذهب، وإن أراد تکلفهم وذهابهم إلی المصر فممکن، لکنه بعید۔ (کتاب الصلاة باب الجمعة۔ ص ۲۴۸، ج ۲، مکتبه رشیدیه کوئٹه)۔ وکذا فی ردالمحتار: (کتاب الصلاة۔ باب الجمعة، مطلب فی شروط وجوب الجمعة، ص ۱۵۳، ج۲: مکتبه ایچ ایم سعید کراچی)۔ وکذا فی الحاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح: (کتاب الصلاة، باب الجمعة، ۵۰۴۔۵۰۵: مکتبه قدیمی کتب خانه کراچی)

اسّی مربع اراضی، ۲۵۰۰ نفوس کی آبادی میں جمعہ کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک چک ۸۰ مربع اراضی پر مشتمل ہے- موجودہ مردم شماری کے حساب پر آبادی ۲۵۰۰ نفوس کی ہے- چند گھر غیر مسلموں (عیسائیوں) کے ہیں- چھوٹی بڑی آٹھ دوکانیں پرچون کی ہیں- موت اور پیدائش کے وقت ضروریات کی اشیاء میسر ہو جاتی ہیں- آٹے کی چکی موجود ہے- چک میں بجلی کی سہولت ہے گھروں میں بجلی کے انڈے اور پنکھے لگے ہوئے ہیں- جامع مسجد ایک ہے- لوگ حنفی اعتقاد اور دیوبندی خیال کے ہیں- ایک مولوی نے آج سے چار سال پہلے جمعہ کی نماز جاری کر دی علاقہ کے بعض علماء نے جمعہ کی نماز کے عدم جواز کا فتویٰ دیا- خانقاہ سراجیہ ضلع میانوالی کے سجادہ نشین مولانا خان محمد صاحب نے بھی عدم جواز جمعہ کا ارشاد فرمایا- مگر حضرت مولانا فاضل بے بدل حافظ الحدیث مولانا عبداللہ صاحب درخواستی جب الیکشن کے زمانہ میں چیچہ وطنی تشریف لائے تھے تو جمعہ کے جواز کا تحریری فتویٰ دے گئے اور فرمایا جاری جمعہ کو نہ توڑا جائے جمعہ جائز ہے اور ایسا ہی مفتی اعظم مولانا مفتی محمد شفیع صاحب کراچی والے نے جواب دیا ہے کہ جمعہ جائز ہے معلوم رہے جمعہ کی نماز چار سال سے جاری ہے- باہر سے آدمی آتا ہے جمعہ کی نماز پڑھا جاتا ہے- بعض جمعہ پڑھتے ہیں، بعض اس نظریے سے کہ یہ قریہ ہے اور احناف کے نزدیک قریہ میں جمعہ نہیں ہوسکتا نماز نہیں پڑھتے- ناچاکی کی وجہ سے کوئی امام مستقل طور پر مقتدی ٹھہرنے نہیں دیتے اگر امام جمعہ کی نماز پڑھاوے تو جمعہ نہ پڑھنے والے ایسے امام کے پیچھے باقی نمازیں نہیں پڑھتے- بلکہ جماعت کی نماز کے بالمقابل الگ نماز شروع کر دیتے ہیں اور اسی طرح اگر امام جمعہ کی نماز نہ پڑھائے تو جمعہ پڑھنے والے بعض افراد ایسے امام کے پیچھے باقی نمازیں نہیں پڑھتے یہ بھی جماعت کی موجودگی میں الگ ہی پڑھتے ہیں اور مسجد چار سال سے برباد ہے- چک میں نمبردار، چیئرمین یونین کونسل بھی موجود ہے- چک سے شہر چیچہ وطنی پکی سڑک کا فاصلہ ۵ میل ہے- اب سوال یہ ہے کہ آیا جاری کردہ جمعہ توڑ دیا جائے یا جاری رکھا جائے؟ اب ایسی حالت (مذکورہ) کے ہوتے ہوئے جمعہ جائز ہے یا نہیں- بینوا توجروا

نوٹ:- عیدین پچاس سال سے لوگ اس چک میں پڑھتے چلے آرہے ہیں- آٹے کی مشین کے علاوہ دو گھراس ہیں- کپڑے کی دوکان ہے- برف، سبزی عام بکتی ہے- مٹی کے برتن بنا کر باہر تک جا کر یہاں کے کمہار بیچتے ہیں-

﴿ج﴾

مدار جمعہ کے وجوب وعدم وجوب کا قریہ کا بڑا چھوٹا ہونا فقہاء نے لکھا ہے اور قریہ کبیرہ وہ ہے جو مثل قصبہ کے ہو- آبادی اس کی تین چار ہزار ہو- اور بازار ہو اور ضروریات زندگی کی اشیاء میسر ہوں- وہاں جمعہ جائز ہے [۱]-

صورت مسئولہ میں جس چک کا ذکر ہے جس میں حضرت مولانا خان محمد صاحب مدظلہ نے جمعہ کے عدم جواز اور حضرت مولانا درخواستی صاحب مدظلہ نے جواز کا فتویٰ دیا ہے بہتر یہ ہے کہ کسی معتمد علیہ مفتی دیندار عالم کو چک میں لے جائیں اور وہ اس چک کے پورے حالات وضروریات کا جائزہ لے کر حکم شرعی صادر فرمادیں اور چک والے شرعی حکم تسلیم کرتے ہوئے اتفاق واتحاد کے ساتھ ایک ہی امام کے پیچھے نماز باجماعت ادا کریں [۲]-

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بظاہر عدم جواز کا رجحان ہے- والجواب صحیح

سو افراد پر مشتمل انہار کالونی میں جمعہ کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ انہار کالونی جو کہ قصبہ کچا کھوہ سے تقریباً تین میل کے فاصلے پر ہے-

---

۱) كما فى ردالمحتار: فى التحفة عن ابى حنفية انه بلدة كبيرة فيها سكك واسواق ولها ساتيق وفيها وال يقدر على انصاف المظلوم من الظالم بحشمته وعلمه اوعلم غيره يرجع الناس اليه فيما يقع من الحوادث وهذا هوالاصح۔ (كتاب الصلاة باب الجمعة: ص ١٣٧، ج٢: مكتبه ايچ ايم سعيد كراچى)

وكذا فى البحر الرائق: (كتاب الصلاة، باب الجمعة، ص ٢٤٨، ج ٢: مكتبه رشيده كوئٹه)

وكذا فى بدائع الصنائع: (كتاب الصلاة، فصل فى بيان شرائط الجمعة، ص ٢٥٩، ج١: مكتبه رشيديه كوئٹه)

٢) كما فى ردالمحتار: وقد علم من هذا أن مذهب العامى فتوى مفتيه من تقييد بمذهب، ولهذا قال فى الفتح: الحكم فى حق العامى فتوى مفتيه، الخ (كتاب الصوم، باب مايفسد الصوم وما لايفسده: ص ٤١١، ج ٢، مكتبه ايچ ايم سعيد كراچى)

وكذا فى البحر الرائق: (كتاب الصوم، فصل فى العوارض، ص ٥١٣، ج٢، مكتبه رشيديه كوئٹه)

وكذا فى مسند أحمد: (رقم الحديث: ٢٤٤٣: ص ٤٤٧، ج١: دارإحيا التراث العربى) بحواله فتاوىٰ محموديه ص ١٥٤، ج ٩)

اور جس کی آبادی تقریباً سو افراد پر مشتمل ہے کیا ایسی کالونی میں نماز جمعہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔ نیز نماز جمعہ پڑھنے سے یہاں کے لوگوں سے نماز ظہر ساقط ہو جاتی ہے یا نہیں اگر اس کالونی میں نماز جمعہ جائز نہیں تو اس کالونی میں جو کہ عرصہ چار سال سے نماز جمعہ جاری ہے جمعہ جاری رکھا جائے یا بند کر دینا ضروری ہے واضح رہے کہ انہار کالونی کی آبادی مستقل نہیں بلکہ محکمہ انہار کے ملازمین پر مشتمل ہے۔ اور شہر کچا کھوہ کی ضروریات اس سے متعلق نہیں۔ بہرحال جو بھی صورت اختیار کرنی ضروری ہو تحریر فرمائیں۔

﴿ج﴾

واضح رہے کہ فقہ کی معتبر کتابوں مثل ہدایہ[۱] وشرح[۲] وقایہ ودر مختار وشامی سے یہ ثابت ہے کہ ادائے جمعہ اور وجوب جمعہ کے لیے مصر شرط ہے۔ (و يشترط لصحتها) سبعة اشياء الاول (المصر) [۳] اور شامی میں نقل فرمایا ہے کہ قصبہ وقریہ کبیرہ میں جمعہ ادا ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ بھی مصر اور شہر کے حکم میں ہے۔ **تقع فرضا فی القصبات والقری الکبیرۃ التی فیها اسواق** [۴]۔ اسی طرح فناء مصر میں جمعہ جائز ہے۔ **(و يشترط لصحتها) سبعه اشياء الاول (المصر)۔ اوفناء ه** [۵]

---

۱) الهدايه: (كتاب الصلاة، باب صلوفة الجمعة، ص ۱۵۰، ج ۱: مكتبه بلوچستان بك ڈپو، كوئٹه)

۲) شرح الوقايه: (كتاب الصلاة، باب الجمعة، ص ۲۳۹، ج ۱: مكتبه محمد سعيد اينڈ سنز، قرآن محل كراچی)۔

۳) الدر مع ردالمحتار: (كتاب الصلاة، باب الجمعة، ص ۱۳۷، ج۲: ايچ ايم سعيد كراچی)

٤) ردالمحتار: (كتاب الصلوٰة، باب الجمعة: ص ۱۳۸، ج۳: ايچ ايم سعيد كراچی)

وكذا فی البحرالرائق: (كتاب الصلوٰة، باب الجمعة: ص ۲٤۸، ج۲: مكتبه رشيديه كوئٹه)

وكذا فی بدائع الصنائع: (كتاب الصلوٰة، فصل فی بيان شرائط الجمعة، ص ۲۵۹، ج ۱: مكتبه رشيديه كوئٹه)

۵) كما فی الدرالمختار: (كتاب الصلاة، باب الجمعة: ص ۱۳۷، ج۱: مكتبه بلوچستان بك ڈپو كوئٹه)

۔ شرح الوقايه: (كتاب الصلاة باب الصلوٰة الجمعة، ص ۱۵۰، ج۱: مكتبه بلوچستان بك ڈپو كوئٹه)

وكذا فی شرح الوقايه: (كتاب الصلوٰة ، باب الجمعة ص ۲۳۹، ج ۱: مكتبه محمد سعيد اينڈ سنز قرآن محل كراچی)

مصر کی تعریف میں اختلاف ہے۔لیکن بظاہر مدار عرف پر ہے عرفاً جو شہر اور قصبہ ہو اور آبادی اس کی زیادہ ہو اور بازار و گلیاں اس میں ہوں اور ضروریات سب ملتی ہوں وہ شہر ہے۔علی ما فی التحفة عن ابی حنیفة انه بلدة كبيرة فيها سكك و اسواق و لها رساتيق و فيها وال يقدر على انصاف المظلوم من الظالم بحشمته او علمه او علم غيره يرجع الناس اليه فيما يقع من الحوادث و هذا هو الاصح -(۱) اور فناء مصر وہ جگہ ہے جو شہر کے متصل شہر کے مصالح مثل دفن موتی ورکض خیل وغیرہ غرض ضروریات شہر کے لیے ہو۔کما فی الدر المختار (اوفنائه) (و هو ما) حوله (اتصل به) اولا (لاجل مصالحه) كدفن الموتى و ركض الخيل و فى الشامية ان بعض المحققين اهل الترجيح اطلق الفناء عن تقديره بمسافة –الى قوله– و التعريف احسن من التحديد (۲) اور درمختار و شامی میں یہ نقل کیا ہے کہ چھوٹے قریہ میں جمعہ درست نہیں اور اس میں کراہت تحریمیہ ہے۔و فيما ذكرنا اشارة الى انه لا تجوز فى الصغيرة التى ليس فيها قاض و ممبر و خطيب – الخ– و الظاهر انه اريد به الكراهة لكراهة النفل بالجماعة - نیز درمختار میں ہے۔و صلوة العيد فى القرى تكره تحريما و فى الشامية و مثله الجمعة (۳)۔

نیز چھوٹے قریہ میں جمعہ پڑھنے سے نماز ظہر ان لوگوں سے ساقط نہیں ہوتی۔ان فى الجواهر لو صلوا فى القرى لزمهم اداء الظهر (۴)۔

پس صورت مسئولہ میں جس انہار کالونی کا ذکر ہے اور اس کے کچھ حالات بھی درج ہیں کہ کچا کھوہ سے تقریباً تین میل کے فاصلہ پر ہے اور اس کی آبادی تقریباً ۱۰۰ افراد پر مشتمل ہے اور شہر کی ضروریات کا اس سے کچھ

---

۱) ردالمحتار: (كتاب الصلاة، باب الجمعة، ص ۱۳۷، ج۲: مكتبه رشيديه كوئٹه)۔ وكذا فى البحر الرائق: (كتاب الصلوٰة، باب الجمعة: ص ۲۴۸، ج۲: مكتبه رشيديه كوئٹه) وكذا فى بدائع الصنائع: (كتاب الصلاة، فصل فى بيان شرائط الجمعة: ص ۲۵۹، ج۱: مكتبه رشيديه كوئٹه)

۲) الدرمع ردالمحتار: (كتاب الصلاة۔ باب الجمعة۔ ص ۱۳۸،۱۳۹، ج ۲: مكتبه ايچ ايم سعيد كراچی)

۳) ردالمحتار: (كتاب الصلاة۔ باب الجمعة، ص ۱۳۸، ج ۲: مكتبه ايچ ايم سعيد كراچی)
وكذا فى البحر الرائق: (كتاب الصلاة، باب صلاة الجمعة، ص ۲۴۸، ج۲: مكتبه رشيديه كوئٹه)
وكذا فى بدائع الصنائع: (كتاب الصلاة فصل فى بيان شرائط الجمعة: ص ۲۵۹، ج۱: مكتبه رشيديه كوئٹه)

۴) ردالمحتار: (كتاب الصلاة۔ باب الجمعة، ص ۱۳۸، ج ۲: مكتبه رشيديه كوئٹه) وكذا فى الهنديه: (كتاب الصلاة، السادس عشر فى صلاة الجمعة، ص ۱۴۵، ج۱: مكتبه رشيديه كوئٹه)

تعلق نہیں یہ نہ قریہ کبیرہ ہے اور نہ فناء مصر ہے بلکہ قریہ صغیرہ ہے اور اس میں نماز جمعہ وعیدین جائز نہیں بلکہ یہاں کے لوگ نماز ظہر با جماعت ادا کریں اور چونکہ اس قریہ صغیرہ (انہار کالونی) میں جمعہ جائز نہیں اس لیے اس کو جاری رکھنا کسی طرح بھی درست نہیں بلکہ بند کر دینا ضروری ہے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

تین ہزار کی آبادی والے چک میں جمعہ کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ فدوی چک نمبر ۲۲۳ جنوبی کا باشندہ ہے اس چک کی آبادی تقریباً تین ہزار ہے اور اٹھارہ بیس دوکانیں بھی ہیں۔ تقریباً ضروریات زندگی میسر ہو جاتی ہیں۔ اس چک میں پہلے سے ایک مسجد تھی جس میں مہاجر لوکل سب ہی نماز پڑھتے رہے اور جمعۃ المبارک بھی پڑھتے رہے۔ کچھ عرصہ تک پڑھتے رہے بعد میں ہمیں معلوم ہوا کہ یہ لوگ جمعہ بھی پڑھتے ہیں اور ساتھ احتیاطی ظہر بھی پڑھتے ہیں تو اس کو ہمارے دلوں نے نہ مانا اس بنا پر ہم نے جمعہ پڑھنا چھوڑ دیا اپنی مسجد تیار کر لی اپنی مسجد میں عرصہ تین سال سے ہم نے خالص جمعہ پڑھنا شروع کر دیا جس میں کبھی بیس آدمیوں کی تعداد کبھی دس بارہ کی تعداد ہوتی رہی۔ اب بھی اوسط دس بارہ ہے۔ اب ایسا ہوا کہ ایک مولوی صاحب آئے انھوں نے جب دس آدمیوں کی تعداد دیکھی تو نہ خود جمعہ پڑھا اور نہ ہی ہم کو پڑھنے دیا۔ انھوں نے فرمایا کہ کم از کم چالیس آدمیوں کی تعداد ہونی چاہیے کم آدمیوں میں جمعہ نہیں۔ اب ایک ماہ سے جمعہ بند ہے۔ ہم اس حالت میں جمعہ سے محروم ہیں شہر یا قصبہ چک ہذا سے آٹھ نو میل ہے۔ ہم اس شش و پنج میں ہیں کہ اب کیا کریں۔ آخر کار آپ کی خدمت میں مکمل تفصیل تحریر ہے۔ آپ برائے مہربانی بتا دیں کہ آیا جمعہ پڑھ سکتے ہیں یا نہیں۔

﴿ج﴾

مذھب حنفی جمعہ کے بارے میں یہ ہے کہ مصر یعنی شہر میں واجب ہوتا ہے قریہ صغیرہ میں واجب نہیں ہوتا اور قصبہ اور قریہ کبیرہ بھی جس میں بازار و دوکانیں وغیرہ ہوں مصر کے حکم میں ہے وہاں بھی جمعہ درست ہے (۲)۔

---

۱) تقدمه تخريجه فى حاشية نمبر ۱ فى صفحه متقدمه

۲) كما فى ردالمحتار تقع فرضا فى القصبات والقرى الكبيرة التى فيها اسواق ...... وفيما ذكرنا اشارة الى انه لاتجوز فى الصغيرة۔ (كتاب الصلاة۔ باب الجمعة، ص ۱۳۸، ج۲: مكتبه ايچ ايم سعيد كراچى)۔ وكذا فى بدائع الصنائع: (كتاب الصلاة فصل فى بيان شرائط الجمعة، ص ۲۵۹، ج۱: مكتبه رشيديه كوئٹه)

وكذا فى البحر الرائق: (كتاب الصلاة، باب صلاة الجمعة، ص ۲۴۸، ج۲: مكتبه رشيديه كوئٹه)

کما صرح بہ الشامی-صورت مسئولہ میں اگر یہ چک عرفاً شہر یا قصبہ یا قریہ کبیرہ سمجھا جاتا ہو اور اس میں بازار و دو کانیں ہوں اور ضروریات زندگی سب ملتی ہوں تو اس میں جمعہ صحیح ہے (۱) جہاں جمعہ جائز ہے وہاں احتیاط الظہر نہیں پڑھنا چاہیے (۲)- جہاں نماز جمعہ کی شرائط پائی جائیں وہاں امام کے علاوہ کم از کم تین آدمیوں کا نماز میں شریک ہونا ضروری ہے (۳) جس شخص نے چالیس کا قول کیا ہے یہ صحیح نہیں فقط واللہ تعالیٰ اعلم

شہر سے ساڑھے تین میل دور ایک ہزار کی آبادی والی بستی میں جمعہ کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک بستی جس کی آبادی تقریباً ایک ہزار نفوس پر مشتمل ہے اور اپنے علاقہ میں مرکزی حیثیت رکھتی ہے شہر سے ساڑھے تین میل دور ہے تمام بستی میں ایک ہی جامع مسجد ہے جس میں بچے قرآن مجید اور دیگر دینی تعلیم حاصل کرتے ہیں لاؤڈ سپیکر کے ذریعہ اذان اور پانچ وقت باجماعت نماز ہوتی ہے بستی میں ایک پرائمری سکول ہے دو تین دو کانیں مستقل ہیں چونکہ وہ باڈر کا اور بارانی علاقہ ہے اگر بارشیں کثرت سے ہوں تو اناج اور دیگر اجناس کی وجہ سے دو کانیں اور بھی زیادہ ہو جاتی ہیں کیا اس بستی میں عندالشرع جمعہ کی نماز باجماعت ادا کرنا جائز ہے یا نہیں بینوا توجروا۔

﴿ج﴾

سوال میں جس بستی کا ذکر ہے کہ اس کی آبادی تقریباً ایک ہزار ہے اور یہاں دو تین دو کانیں ایک مسجد اور پرائمری سکول ہے یہ قریہ صغیرہ ہے اس میں نماز جمعہ وعیدین جائز نہیں- **قال فی الشامیة و فیما ذکرنا**

---

۱) تقدم تخریجه فی صفحة متقدمه

۲) کما فی حاشیة الطحطاوی: ولیس الاحتیاط فی فعلها، لأن الاحتیاط هوالعمل بأقوی الدلیلین وأقواهما إطلاق جواز تعدد الجمعة وبفعل الأربع مفسدة اعتقاد الجهلة عدم فرض الجمعة أوتعدد المفروض فی وقتها، ولا یفتی بالأربع إلا للخواص ویکون فعلهم إیاها فی منازلهم - (کتاب الصلاة: باب الجمعة، ص ٥٠ قدیمی کتب خانه کراچی)-

۳) کما فی الدرالمختار: (و) السادس: (الجماعة) وأقلها ثلاثة رجال...... (سوی الإمام) (کتاب الصلاة باب الجمعة ،ص ١٥١، ج ٢: مکتبه ایچ ایم سعید کراچی)- وکذا فی الهدایه: (کتاب الصلاة- باب صلوة الجمعة: ص ١٥٢، ج١: مکتبه بلوچستان بك ڈپو کوئٹه)- وکذا فی شرح الوقایه: (کتاب الصلاة- باب الجمعة ، ص ٢٤٢، ج١: مکتبه محمد سعید اینڈ سنز قرآن محل کراچی)

اشارة الى انه لا تجوز فی الصغيرة [1]- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

خطبۂ جمعہ وعیدین عربی میں پڑھنے کے ساتھ ساتھ اردو میں ترجمہ کرنے کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ خطبہ جمعہ وعیدین میں اگر خطیب عربی خطبہ تھوڑا تھوڑا پڑھ کر ترجمہ اردو یا ہندی میں کرے تاکہ عربی سے ناآشنا مقتدیوں کو مسائل اور مضمون سمجھ آجائیں تو کیا یہ جائز ہے یا نہیں- بینوا توجروا

﴿ج﴾

خطبہ تمام عربی میں ہونا سنت ہے اور کچھ خطبہ عربی کا پڑھ کر پھر اردو وغیرہ میں ترجمہ کرنا یا اردو میں بطریق وعظ خطبہ کے اندر کچھ کہنا خلاف سنت ہے اور بدعت ہے سلف سے ایسا ثابت نہیں- حضرت شاہ ولی اللہ صاحب قدس سرہ نے مصفی شرح مؤطا میں لکھا ہے کہ صحابہ باوجودیکہ بلاد عجم میں تشریف لے گئے مگر خطبہ سوائے عربی کے اور کسی زبان میں مخاطبین کے سمجھانے کے لیے نہیں پڑھا- پس صحابہ کا عمل مستمر دلیل ہے اس کی کہ تمام خطبہ عربی میں ہونا چاہیے [2]- کذا فی فتاویٰ دارالعلوم [3] دیوبند- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

۱) ردالمحتار: (كتاب الصلاة: باب الجمعة، ص ۱۳۸، ج۲: مكتبه ايچ ايم سعيد كراچی)
وكذا فی البحر الرائق: (كتاب الصلاة باب الجمعة، ص ۲۴۸، ج۲: مكتبه رشيديه كوئٹه)
وكذا فی بدائع الصنائع: (كتاب الصلاة: فصل فی بيان شرائط الجمعة- ص ۲۵۹، ج۱: مكتبه رشيديه كوئٹه)

۲) مصفی شرح مؤطا: چوں خطب آن حضرت صلی الله عليه وسلم وخلفاء وهلم جراملاحظه كرديم، تنقيح آن وجود چند چيز است: حمد وشهادتين، وصلوة برآنحضرت صلی الله عليه وسلم، وامر بتقوی، وتلاوت قرآن پاك، ودعائے مسلمين و مسلمات، وعربی بودن خطبه، و عربی بودن نيز بجهت عمل مستمرۂ مسلمين در مشارق و مغارب باوجود آنكه در بسيارے از أقاليم مخاطبان عجمی بودند- (باب التشديد علی من ترك الجمعة من غير عذر ص ۱۵۴: كتب خانه رحيميه سنهری مسجد دهلی بحواله فتاویٰ محموديه، ص ۲۳۷، ج۸)-
وكذا فی بذل المجهود: قال الطيبی مكروه إذالم يكن أمراً بالمعروف- (كتاب الصلاة، باب الإمام يكلم الرجل الخ- ص ۱۸۱، ج ۲: مكتبه امداديه ملتان)- وكذا فی الدر المختار: (كتاب الصلاة- باب الجمعة: ص ۱۴۹، ج۲: مكتبه ايچ ايم سعيد كراچی)- وكذا فی بدائع الصنائع: (كتاب الصلاة- محظورات الخطبة، ص ۵۹۷، ج۱: مكتبه رشيديه كوئٹه)

۳) كما فی فتاوی دارالعلوم ديوبند: (كتاب الصلوة، باب الجمعة ص ۲۷۵، ج۱: دارالاشاعت كراچی)

جس بستی کی طرف جانے کو شہر کی جانب جانا سمجھا جاتا ہو اس میں جمعہ کا حکم

﴿س﴾

موضع کوٹ محل تحصیل کبیر والا ضلع ملتان میں جمعہ کی نماز کی اجازت ہے یا نہیں جس کے کوائف یہ ہیں جس میں کئی سکول، دینی درسگاہ، بنک اور تقریباً ہر قسم کی کئی دوکانیں ہیں اور اس کی طرف جانے سے اگر پوچھا جائے تو کہتا ہے کہ شہر جا رہا ہوں وغیرہ وغیرہ۔

﴿ج﴾

اگر موضع قریہ کبیرہ کی حد میں آتا ہے اور دوکانیں اور بازار اس میں ہیں۔ یعنی شہریت یہاں پائی جاتی ہے تو اس میں جمعہ پڑھنا صحیح ہے [1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

شہر سے دو میل کے فاصلہ پر ڈیڑھ سو کی آبادی پر مشتمل بستی میں جمعہ کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایسی بستی میں جہاں ضروریات زندگی مکمل طور پر میسر نہیں اور وہ بستی وھوا (بڑے مشہور شہر وھوا) سے دو میل کے فاصلے پر ہے اور وہاں ابھی تک جمعہ کی نماز نہیں ہوتی کیا ایسے مقام پر عید کی نماز جائز ہے یا نہیں اور وہاں پر کوئی خاص شہری صورت بھی نہیں بلکہ ایک ڈیڑھ سو آبادی کی بستی ہے۔ بینوا تو جروا

﴿ج﴾

جمعہ اور عیدین کے وجوب اور اداء کے لیے مصر یا قریہ کبیرہ ہونا شرط ہے [2] صورت مسئولہ میں جس بستی کا

---

۱) کما فی ردالمحتار: تقع فرضا فی القصبات والقری الکبیرة التی فیها اسواق الخ (کتاب الصلاة۔ باب الجمعة، ص ۱۳۸، ج ۲: ایچ ایم سعید کراچی)۔
وکذا فی البحر الرائق: (کتاب الصلاة۔ باب الجمعة، ص ۲٤۸، ج۲: مکتبه رشیدیه کوئٹه)
وکذا فی بدائع الصنائع: (کتاب الصلاة، فصل فی بیان شرائط الجمعة، ص ۲۵۹، ج۱: مکتبه رشیدیه کوئٹه)۔

۲) کمافی ردالمحتار: تقع فرضا فی القصبات والقری الکبیرة التی فیها اسواق: (کتاب الصلاة۔ باب الجمعة: ص ۱۳۸، ج۲: مکتبه ایچ ایم سعید کراچی)۔
وکذا فی البحر الرائق: (کتاب الصلاة۔ باب الجمعة، ص ۲٤۸، ج۲: مکتبه رشیدیه کوئٹه)
وکذا فی بدائع الصنائع: (کتاب الصلاة فصل فی بیان شرائط الجمعة۔ ص ۲۵۹، ج۱: مکتبه رشیدیه کوئٹه)

ذکر ہے یہ قریہ صغیرہ ہے اوراس میں نماز جمعہ وعیدین جائز نہیں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

جمعہ کے لیے حکمِ حاکم کی شرعی حیثیت

﴿س﴾

چہ میگویند علماء کرام ومفتیان عظام اندریں مسئلہ کہ درعلاقہ بلوچستان وخاص درحدود ریاست قلات کہ یک کلاں موضع رئیت کہ قریبا بیس دیہہ یعنی قریہ بیک دیگر متصل اندمگراز زمانہ قدیم تا حال دریں علاقہ نماز جمعہ وعید بودہ است تمام اہلِ علاقہ ازدیں نہایت غافل اند۔ وبے دینی روز بروز زیادہ میشود۔ از وعظ شنیدن نہایت متنفر اند ودرقریہ ہا یک مکدن شہریست کہ تقریبا یک ہزارنفری دران موجود اندبغیرازیں درعلاقہ بقاعدہ پولیس ڈاکخانہ دکان وغیرہ ہمگی موجود اند۔ بنابراں بمطابق قول صاحب درمختار اذن الحاکم ببناد الجامع ص ۱۳۸ ج ۲ بعض بندگاں درخواست درحضور والی قلات برائے جمعہ نماز وعیدین پیش کردہ چنانچہ قلات خان معظم احمدایاز خان حکم فرمود کہ در علاقہ موصوف جمعہ نماز وعیدین قائم کنند چنانچہ مولوی صاحبان بحکم حاکم عادل جمعہ نماز وعیدین شروع کردن گرفت۔ وبعضے مولوی صاحبان بمطابق لا جمعۃ و لا عیدالافی مصر عبارت راگرفتہ صراحتا ازحکم دراں انحراف کردہ ودرعام علاقہ ایں سخنے عام منتشر کردہ کہ جمعہ وعیدین جائز نیست چنانچہ قاضی قلات بمطابق حکم حاکم فتویٰ دادہ کہ جمعہ نمازعیدین خواندہ میشود۔ مگر بعضے ملا صاحبان نہایت ازیں حکم منکر اند بنابراں تحریری میشود کہ جمعہ وعیدین بمطابق عبارت درمختار میشود دریں علاقہ یانہ۔

﴿ج﴾

درمذہب امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ درقریٰ صغیرہ جمعہ جائز نیست ودرمصر قصبات وقریٰ کبیرہ جائز است وہوالمعتمد کما ہو فی کتب الفقہ (۲) پس درصورت مسئولہ اگر درکبیرہ بودن شک است لیکن بعدازحکم حاکم بلاشبہ درین چنیں موضع جمعہ لازم است (۳)۔ وچون ازپیش ہم روح جمعہ گزاردن است۔ پس بنابراستعجاب حال آن را جاری دارند ترک نہ کنند۔ اگر بالیقین قریہ صغیرہ بودے پس حکم حاکم حنفی برصریح خلاف مذہب نہ بودے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

۱) تقدم تخريجه فى صفحه متقدمه

۲) كما فى ردالمحتار: وفيما ذكرنا اشارة إلى أنه لاتجوز فى الصغيره۔ (كتاب الصلاة، باب الجمعة، ص ۱۳۸، ج۲)۔ وكذا فيه: صلاة العيد فى القرى تكره تحريما وفى ردالمحتار (قول صلاة العيد) ومثله الجمعة۔ (كتاب الصلاة باب الجمعة، ص ۱٦۷، ج۲: مكتبه ايچ يم سعيد كراچى)

وكذا فى البحر الرائق: (كتاب الصلاة: باب الجمعة، ص ۲٤۸، ج۲: مكتبه رشيديه كوئٹه)

وكذا فى بدائع الصنائع: (كتاب الصلاة، فصل فى بيان شرائط الجمعة۔ ص ۲۵۹، ج۱: مكتبه رشيديه كوئٹه)

تین صد کی آبادی والی بستی میں جمعہ جاری رکھنے کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک بستی کی آبادی تقریباً تین صد آدمی کی ہے یہاں پر جمعہ تقریباً عرصہ ۵ سال سے شروع ہے- ہمارے ہاں ایک عالم نے فرمایا ہے کہ جمعہ کی نماز بستیوں میں نہیں ہوتی- اس کے بارے میں فرمائیں یہاں پر امام ہم نے مقرر کیا ہے جمعہ کی نماز بند کردیں یا جاری رکھیں اور عید کے بارے میں بھی فرمادیں کہ وہاں پڑھنی چاہیے یا نہ پڑھیں-

﴿ج﴾

فقہاء نے تصریح فرمائی ہے کہ قصبات اور قریہ کبیرہ میں نماز جمعہ فرض ہے اور ادا ہوتی ہے اور یہ بھی تصریح فرمائی ہے کہ چھوٹے قریہ میں باتفاق علماء حنفیہ جمعہ نہیں ہوتا- بلکہ چھوٹے قریہ و بستی میں وہاں کے لوگ نماز ظہر باجماعت ادا کریں- **و تقع فرضا فی القصبات والقری الکبیرة التی فیها اسواق (الی ان قال) و فیما ذکرنا اشارة الی انه لا تجوز فی الصغیرة التی لیس فیها قاض و منبر و خطیب** [1]- سوال میں جس بستی کا ذکر ہے- جس کی آبادی تین صد افراد پر مشتمل ہے قریہ صغیرہ ہے اور اس میں نماز جمعہ جائز نہیں- یہاں کے لوگ نماز ظہر باجماعت ادا کریں عیدین بھی جائز نہیں [2]- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

١) ردالمحتار: (کتاب الصلاة- باب الجمعة- ص ١٣٨، ج٢: مکتبه ایچ ایم سعید کراچی)
وکذا فی البحر الرائق: (کتاب الصلاة- باب صلاة الجمعة- ص ٢٤٨، ج٢: مکتبه رشیدیه کوئٹه)
وکذا فی بدائع الصنائع: (کتاب الصلاة، فصل فی بیان شرائط الجمعة، ص ٢٥٩، ج١: مکتبه رشیدیه کوئٹه)

٢) ردالمحتار: لاتجوز فی الصغیرة التی لیس فیها قاض و منبر و خطیب......ألاتری أن فی الجوهر لوصلوا فی القری لزمهم أداء الظهر- (کتاب الصلوٰة باب الجمعة، ص ١٣٨، ج٢: مکتبه ایچ ایم سعید کراچی)-
وکذا فیه: صلاة العید فی القری تکره تحریما........... قال ابن عابدین: (قوله صلاة العید) ومثله الجمعة (کتاب الصلاة- باب العیدین، ص ١٦٧، ج٢: مکتبه ایچ ایم سعید کراچی)
وکذا فی البحر الرائق: (کتاب الصلاة- باب الجمعة: ص ٢٤٨،٢٤٩، ج٢: مکتبه رشدیه کوئٹه)
وکذا فی بدائع الصنائع: (کتاب الصلاة- بافصل فی بیان شرائط الجمعة: ص ٢٥٩، ج١: مکتبه رشیدیه کوئٹه)

سات سو کی آبادی والی بستی میں جمعہ قائم کرنے کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ڈھوک فقیر داخلی بدھڑ جس کی آبادی تقریباً سات صد ہے دو مسجدیں ہیں، علیحدہ قبرستان بھی ہے اور صرف پانچ چھ پرچون کی دوکانیں اپنے اپنے گھروں میں بنی ہوئی ہیں- لوہار، ترکھان، موچی، حجام بھی ہے- یعنی اکثر ضروریات پوری ہو جاتی ہیں- خیال ہے کہ لوگوں کو نیکی کی ترغیب ہوتی رہے کیا ایسی جگہ جمعہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔ اگر پڑھا جائے تو ظہر کی نماز ذمہ سے ساقط ہوگی یا نہیں اور پڑھنے سے گناہ ہوگا یا نہیں- بینوا توجروا-

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں یہ بستی جس کے کچھ کوائف سوال میں درج ہیں قریہ صغیرہ ہے اور قریہ صغیرہ (بستی) میں حنفیہ کے مذہب میں جمعہ قائم کرنے کی اجازت نہیں اور جمعہ ادا نہیں ہوگا- لہٰذا قریہ مذکورہ میں نماز جمعہ ادا کرنے سے نماز ظہر ذمہ سے ساقط نہیں بلکہ یہاں کے لوگ نماز ظہر با جماعت ادا کریں-

و تقع فرضا فی القصبات والقری الکبیرة التی فیها اسواق (الی قوله) و فیما ذکرنا اشارة الی انه لا تجوز فی الصغیرة التی لیس فیها قاض و منبر و خطیب (الی ان قال) لو صلوا فی القری لزمهم اداء الظهر (۱)- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

جمعہ کے فرضوں کے بعد کتنی رکعات سنت مؤکدہ ہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین کہ جمعہ کے بعد کتنی سنت مؤکدہ ہیں، ائمہ اربعہ کا ان میں کوئی اختلاف ہے، نیز صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اس کے بارہ میں کیا عمل رہا ہے- بینوا توجروا-

---

۱) ردالمحتار: (کتاب الصلاۃ- باب الجمعة- ص ۱۳۸، ج۲: مکتبه ایچ ایم سعید کراچی)
وکذا فی الهندیه: (کتاب الصلاۃ- الباب السادس عشر فی صلاۃ الجمعة: ص ۱۴۵، ج۱: مکتبه رشیدیه کوئٹه)
وکذا فی البحر الرائق: (کتاب الصلاۃ- باب صلاۃ الجمعة، ص ۲۴۸، ج۲: مکتبه رشیدیه کوئٹه)

﴿ج﴾

فقہاء حنفیہ جمعہ کے بعد چار سنت مؤکدہ لکھتے ہیں اور بعض روایات میں چھ رکعات آتی ہیں لہٰذا بہتر اور احتیاط یہ ہے کہ چھ رکعت پڑھیں ورنہ چار ضرور پڑھیں- و سن قبل الظهر والجمعة و بعدها اربع بتسليمة [1] و فی الدر المختار [2] و سن موكدا اربع قبل الظهر و اربع قبل الجمعة و اربع بعدها بتسليمة و ذكر فی الاصل و اربع قبل الجمعة و اربع بعدها– الخ و ذكر الطحاوی عن ابی يوسف انه قال يصلي بعدها ستا الخ– ينبغی ان يصلی اربعاثم ركعتين. [3]

تحصیل مع سرکاری عملہ مڈل سکول، سول ہسپتال وغیرہ جس بستی میں ہو اس میں جمعہ کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین حق اس مسئلہ میں کہ ایک ایسے مقام پر جہاں پر درج ذیل شروط پائے جاتے ہیں- جمعہ کی نماز جاری کی جاسکتی ہے یا کہ نہیں-

تحصیل مع سرکاری عملہ' مڈل سکول شفاخانہ حیوانات' سول ہسپتال' گندم پیسنے والی چکی' لوہار' اور ستر دوکان جس میں اشیاء ضرورت سب میسر ہوسکتی ہیں- اور مزید فناء میں تین چار سو افراد بھی ایک میل یا ڈیڑھ میل کے اندر سے اس مقام پر جمع ہوسکتے ہیں- تو ایسے مقام پر جمعہ کی نماز قائم کی جاسکتی ہے یا کہ نہیں-

براہ کرم جواب مع حوالہ جات کتب فقہ حنفی اور مذہب اہل سنت والجماعت کے مطابق تحریر فرما کر ممنون فرماویں-

---

۱) شرح الوقايه: (كتاب الصلاة- باب الوتر والنوافل، ص ۲۰۰، ج۱: مكتبه رشيديه كوئٹه)

۲) كما فی الدر المختار (كتاب الصلاة- باب الوتر والنوافل، مطلب فی السنن والنوافل، ص ۱۲، ج۲، ایچ ایم سعید کراچی)

۳) بدائع الصنائع: (كتاب الصلاة، فصل فی الصلوٰة المسنونة، ص ۲۸۵، ج۱: مكتبه رشيديه كوئٹه)
(وكذا فی الهنديه: كتاب الصلاة- الباب التاسع فی النوافل، ص ۱۱۲، ج۱: مكتبه رشيديه كوئٹه)
وكذا فی البحر الرائق: (كتاب الصلاة- باب الوتر والنوافل، ص ۸۷، ج۲: مكتبه رشيديه كوئٹه)

﴿ج﴾

سوال میں جس مقام کے بارے میں پوچھا گیا ہے اور جس کے کچھ حالات بھی سوال میں درج ہیں کہ تحصیل مع سرکاری عملہ، مڈل سکول شفاخانہ حیوانات، سول ہسپتال اور ستر کے قریب دوکانیں موجود ہیں-تو یہ مقام بظاہر قریہ کبیرہ معلوم ہوتا ہے اور قریہ کبیرہ میں نماز جائز ہے- تقع فرضا فی القصبات والقری الکبیرة التی فیھا اسواق-الخ(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

تبلیغ کرنے، چندہ اکٹھا کرنے کی غرض سے چھوٹی بستی میں جمعہ کرانے کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ-ایک شخص نے بنیت تبلیغ ایک بستی میں تحریک جماعت بندی کی ہوئی ہے اور اراکین جماعت پر مندرجہ ذیل قواعد رکھے ہوئے ہیں- (۱) ہر ماہ کا دوسرا خمیس بمقام فلاں ہر ممبر نے شرکت کرنی ہوگی- (۲) ہر ممبر کو ایک روپیہ دینا ہوگا- (۳) ہر ممبر رائے پیش کرے تو اس کو اختیار ہو گا- (۴) کسی ماہ میں کوئی بیرونی مبلغ بلا کر جماعتی پیسوں سے خرچ کر کے جلسہ کرایا جائے گا- چنانچہ چند ماہ اس کارروائی پر گزر چکے ہیں-اب عرض یہ ہے کہ جو محرک جماعت ہے وہ باہر سے آتا ہے اور جس بستی میں تحریک چلی ہوئی ہے اسی بستی میں لوگ جمعہ پڑھتے ہیں-انھوں نے محرک جماعت کو کہا ہے کہ بروز جمعہ مجلس شوریٰ قائم کی جائے کیونکہ جمعہ کو اجتماع کافی ہوتا ہے- آمدنی میں اضافہ ہوگا-محرک نے کہا ہے کہ میں پختہ حنفی المذھب ہوں حنفی مذھب میں دیہات میں جمعہ ناجائز ہے- البتہ وصولی چندہ میں اضافہ ہو جائے-تو حیلہ حسب ذیل کروں گا کہ امام جمعہ کے پیچھے بہ نیت دو رکعت نفل پڑھوں گا اور بعد کو چار فرض ادا کروں گا- اب قابل دریافت بات یہ ہے کہ حنفی مذھب رکھنے والے کو اس طرح حیلہ ایسی مصلحت کے لیے جائز ہے یا نہ مستفتی کی تشفی فرما کر اجر دارین حاصل کریں یہ بھی معلوم ہو کہ بستی بھی چند مکانوں پر مشتمل ہے- بہت مکان بھی نہیں-

---

۱) ردالمحتار: (کتاب الصلاۃ- باب الجمعة، ص ۱۳۸، ج۲: مکتبہ ایچ ایم سعید کراچی)
وکذا فی الھندیہ: (کتاب الصلاۃ، الباب السادس عشر فی صلوٰۃ الجمعہ، ص ۱۴۵، ج۱: رشیدیہ کوئٹہ)
وکذا فی البحر الرائق: (کتاب الصلاۃ- باب صلاۃ الجمعة، ص ۲۴۸، ج۲: مکتبہ رشیدہ کوئٹہ)

﴿ج﴾

جس بستی میں نماز جمعہ جائز نہیں وہاں جو لوگ نماز جمعہ دو رکعت ادا کرتے ہیں' نوافل شمار ہوتے ہیں اور نوافل باجماعت ادا کرنا مکروہ ہے لہٰذا آمدنی کے اضافہ کی غرض سے مکروہ کا ارتکاب کرنا جائز نہیں- **و فیما ذکرنا اشارة الی انه لا تجوز (ای الجمعة) فی الصغیرة التی لیس فیها قاض و منبر و خطیب کما فی المضمرات و الظاهر انه ارید به الکراهة لکراهة النفل بالجماعة الاتری ان فی الجواهر لو صلوا فی القری لزمهم اداء الظهر** [1] -فقط واللہ تعالیٰ اعلم

جمعہ پڑھ کر احتیاط الظہر پڑھنے کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک امام مسجد ہے جو کہتا ہے جمعہ پڑھنے کے بعد احتیاطاً نماز ظہر پڑھ لینی چاہیے اس کی وضاحت فرمائیں اس کا کوئی شریعت میں ثبوت ہے اگر ہے تو کس کا قول ہے اور اب فتویٰ کیا ہے- بینوا توجروا-

﴿ج﴾

شہروں وغیرہ میں احتیاط الظہر صحیح نہیں ہے اس لیے کہ وہاں جمعہ صحیح ہے اور قریہ صغیرہ میں جمعہ ادا نہیں ہوتا وہاں نماز ظہر باجماعت پڑھنی چاہیے [2]-**و فی البحر قد افتیت مرارا بعدم صلوتها (ای الاربع بنیة اخر من الظهر) خوف اعتقاد الجهلة بانها الفرض** [3] - فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

۱) کما فی ردالمحتار: (کتاب الصلاة- باب الجمعة- ص ۱۳۸، ج۲: مکتبه ایچ ایم سعید کراچی) وکذا فی الهندیه: (کتاب صلاة- الباب السادس عشر فی صلاة الجمعة، ص ۱۴۵، ج۱: مکتبه رشیدیه کوئٹه)- وکذا فی البحرالرائق: (کتاب الصلاة، باب الجمعة- ص ۲۴۸، ج۲: مکتبه رشیدیه کوئٹه)

۲) کما تقدمه تخریجه فی صفحه متقدمه

۳) البحرالرائق: (کتاب الصلاة- باب صلاة الجمعة، ص ۲۴۵، ج۲: مکتبه رشیدیه کوئٹه)
وکذا فی الدرالمختار: (کتاب الصلاة باب الجمعة: ص ۱۳۷، ج۲: مکتبه ایچ ایم سعید کراچی)
وکذا فی الهدیه: (کتاب الصلاة- باب الصلاة الجمعة، ص ۱۵۳، ج۱: مکتبه بلوچستان بک ڈپو کوئٹه)

سوگھر، پانچ سو چار افراد کی آبادی سے تین میل کی مسافت پر واقع بستی میں جمعہ کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک چک جو کہ ایک سو گھر پر مشتمل ہے اور افراد کی آبادی اس میں پانچ سو چار (۵۰۴) ہے، پانچ دوکانیں بھی ہیں، گاہے بگاہے افسران کی بھی آمد رہتی ہے اور اس مذکورہ چک سے ایک قصبہ تین میل پر ہے جس میں جمعہ پڑھا جاتا ہے آج کل تین چار میل پر جمعہ پڑھنے کے لیے کوئی بھی نہیں جاتا ہے۔ چک مذکور کا پیش امام جمعہ پڑھنے جاتا تھا اب وہ بھی بیمار اور کمزور سا رہتا ہے۔ آج کل وہ بھی جمعہ وہاں جا کر پڑھنے سے قاصر ہے بوجہ سخت مجبوری ومعذوری کے اب لوگ بھی چک مذکور میں جمعہ جاری کرنے کا شوق رکھتے ہیں اور پیش امام کا بھی یہی خیال ہے کہ جمعہ یہاں پر جاری ہو جائے لہٰذا آپ فتویٰ تحریر فرما کر ثواب دارین حاصل کریں کہ یہاں پر جمعہ جاری کیا جائے یا نہ اگر کیا جائے تو ظہر پڑھیں یا ۱۴ رکعت پڑھیں برائے کرم فتویٰ صادر فرما کر ثواب دارین حاصل کریں۔

(نوٹ) دوسرا قصبہ قطب جہاں جمعہ پڑھا جاتا ہے وہاں پیش امام بمعہ مقتدی پکے بریلوی ہیں جن کا عقیدہ ہے کہ السلام علیک یارسول اللہ نہ پڑھا جائے تو کفر ہے دوسرا قیام کرنا ضروری ہے ہمیشہ ہی دیوبند والوں پر گند ڈالتے ہیں جن کو ہم برداشت کرتے ہوئے وہاں نہیں جاسکتے ہیں۔

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اصل یہ ہے کہ فقہ کی معتبر کتابوں مثلاً ہدایہ [1]، شرح [2] وقایہ، درمختار [3] اور شامی سے یہ ثابت ہے کہ ادائے جمعہ اور وجوب جمعہ کے لیے مصر شرط ہے اور شامی میں نقل فرمایا ہے کہ قصبہ وقریہ کبیرہ میں جمعہ ادا ہو جائے گا کیونکہ وہ بھی حکم شہر اور مصر کے ہے۔ و تقع فرضا فی القصبات والقری الکبیرة التی فیها اسواق۔ الخ [4] اور درمختار اور شامی میں یہ بھی نقل کیا ہے کہ

---

۱) الهدايه: (كتاب الصلاة باب الجمعة: ص ۱۵۰، ج۱: مكتبه بلوچستان بك ڈپو، كوئٹه)

۲) شرح الوقايه: (كتاب الصلاة، باب الجمعة، ص ۲۳۹، ج۱: مكتبه محمد سعيد اينڈ سنز قرآن محل كراچى)

۳) الدرالمختار مع ردالمحتار: (كتاب الصلاة، باب الجمعة، ص ۱۳۷-۱۳۸، ج۲: مكتبه ايچ ايم سعيد كراچى)

٤) ردالمحتار: (كتاب الصلاة- باب الجمعة، ص ۱۳۸، ج۲: مكتبه ايچ ايم سعيد، كراچى)

چھوٹے قریہ میں جمعہ درست نہیں اور اس میں کراہت تحریمہ ہے وفیما ذکرنا اشارة الی انه لا تجوز فی الصغیرة التی لیس فیها قاض و منبر و خطیب الخ والظاهر انه ارید به الکراهة لکراهة النفل بالجماعة الا تری ان فی الجواهر لو صلوا فی القری لزمهم اداء الظهر-(ایضًا) (۱)

پس بنابریں سوال میں جس چک کے بارے پوچھا گیا ہے اور جس کے کچھ حالات سوال میں درج ہیں یہ چک قریہ کبیرہ کے حکم میں نہیں بلکہ قریہ صغیرہ ہے نماز جمعہ پڑھنا یہاں جائز نہیں اور نہ یہاں کے رہنے والوں پر نماز جمعہ واجب ہے لہٰذا یہاں جمعہ ہرگز شروع نہ کریں کیونکہ جہاں جمعہ جائز نہ ہو وہاں پڑھنے سے نماز ظہر ذمہ سے ساقط نہیں ہوتی اور جمعہ ایک نفل کے درجہ میں ہو جاتی ہے اور نفل باجماعت پڑھنا مکروہ ہے اور پھر نفل کے لیے خطبہ واذان وغیرہ کا اہتمام کرنا چہ معنی دارد الحاصل اس چک میں نماز جمعہ جائز نہیں یہاں کے لوگ نماز ظہر باجماعت ادا کریں (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

آٹھ سو افراد پر مشتمل آبادی والے چک میں جمعہ کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین مندرجہ ذیل مسئلہ میں کہ:

چک نمبر ۱۹۳ ایم ایل کی آبادی تقریباً ۶۰ یا ۷۰ گھروں کی ہے تعداد افراد خورد و کلاں مرد و زن تقریباً ۷۰۰ یا ۸۰۰ ہیں کیا اس چک میں جمعہ پڑھنا واجب ہے اگر واجب نہیں تو کیا جمعہ پڑھنے سے ظہر کی نماز ساقط الذمہ ہو جائے گی۔

---

۱) ردالمحتار: (کتاب الصلاة- باب الجمعة، ص ۱۳۸، ج۲: ایچ ایم سعید کراچی)

۲) ردالمحتار: وتقع فرضا فی القصبات والقری الکبیرة التی فیها اسواق ...... وفیما ذکرنا اشارة الی انه لاتجوز فی الصغیرة التی لیس فیها قاض و منبر و خطیب الخ والظاهرانه ارید به الکراهة لکراهة النفل بالجماعة الاتری ان فی الجواهر لوصلوا فی القری لزمهم اداء الظهر- (کتاب الصلاۃ- باب الجمعة، ص ۱۳۸، ج۲: ایچ ایم سعید کراچی)

وکذا فی الهندیه: (کتاب الصلاة- الباب السادس عشر فی صلاة الجمعة، ص ۱۴۵، ج۱: مکتبه رشیدیه کوئٹه)

وکذا فی بدائع الصنائع: (کتاب الصلاة، فصل فی بیان شرائط الجمعة، ص ۲۵۹، ج۱: مکتبه رشیدیه کوئٹه)

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں جس چک کا ذکر کیا گیا ہے یہ قریہ کبیرہ نہیں بلکہ قریہ صغیرہ ہے اور یہاں نماز جمعہ جائز نہیں جمعہ پڑھنے سے نماز ظہر ساقط نہیں ہوگی[1]- **صلوۃ الجمعۃ لا تصح الا فی مصر جامع او مصلی المصر و لا تجوز فی القری-** [2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم- حضرت مفتی صاحب کے حکم سے یہ فتویٰ احقر نے لکھا ہے-

محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان ۲۳ ذوالقعدہ ۱۳۸۹ھ

چودہ پندرہ گھروں کی آبادی والے گاؤں میں جمعہ کا حکم

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ

(۱) ایک گاؤں جس کی آبادی تقریباً چودہ پندرہ گھر کی ہے اور وہ بھی غیر مستقل یعنی قلب مکانی کا امکان ہے- جس طرح عادۃً سردیوں کے موسم میں شہر میں رہا کرتے ہیں اور گرمیوں میں دیہات میں جس میں ایک دو دوکانیں بھی ہیں- جن سے چائے چینی کپڑا میسر ہوسکتا ہے- علاوہ ازیں معمولی چیزیں ہیں- اگر علاج معالجہ کی ضرورت ہو تو اس گاؤں میں سے کچھ نہیں بن سکتا- البتہ پچاس ساٹھ میل کے فاصلہ پر معمولی امراض کا علاج کرا سکتے ہیں- دیگر قوانین شرعیہ کے مطابق کوئی قاضی اور فیصلہ کرنے والا جو کہ ظالم سے مظلوم کا حق لے کر دلوا سکے وہ بھی نہیں- البتہ ایک امام اور ایک مسجد شریف اداء صلوٰۃ کے لیے ہے- اگر گرد و نواح کے لوگ جمع ہو جائیں تو تقریباً بیس تیس آدمی حاضر ہو سکتے ہیں- آیا ایسا گاؤں جو کہ ان وصفوں سے موصوف ہو اس میں نماز جمعہ اور عیدین پڑھ سکتے ہیں یا نہیں-

---

۱) کما فی ردالمحتار: لاتجوز فی الصغیرة التی لیس فیها قاض ومنبر و خطیب...... **ألاتری أن فی الجواهر لوصلوا فی القری لزمهم أداء الظهر-** (کتاب الصلاة- باب الجمعة، ص ۱۳۸، ج۲: مکتبه ایچ ایم سعید کراچی)
وکذا فی الهندیه: (کتاب الصلاة- الباب السادس عشر فی صلاة الجمعة: ص ۱٤٥، ج۱: مکتبه رشیدیه کوئٹه)- وکذا فی بدائع الصنائع: (کتاب الصلاة- فصل فی بیان شرائط الجمعة، ص ۲۵۹، ج۱: مکتبه رشیدیه کوئٹه)

۲) الهدایه: (کتاب الصلاة- باب صلاة الجمعة: ص ۱۵۰، ج۱: مکتبه بلوچستان بك ڈپو کوئٹه)- وکذا فی الدرالمختار: (کتاب الصلاة، باب الجمعه: ص ۱۳۷، ج۲: مکتبه ایچ ایم سعید کراچی)- وکذا فی بدائع الصنائع: (کتاب الصلاة فصل فی بیان شرائط الجمعة، ص ۲۵۹، ج۱: مکتبه رشیدیه کوئٹه)

نیز اگر اس بات کو مدنظر رکھیں کہ اگر جمعہ اور سال کے اندر عیدین کو قائم نہ کیا جائے تو لوگ تبلیغ و تصحیح سے محروم رہیں گے تو اس طریقہ سے نماز جمعہ اور عیدین ادا کر سکتے ہیں یا نہیں۔

(۲) صدقۃ الفطر کے متعلق بھی واضح کر دیں کہ کتنی مقدار ادا کرنا ہے آج کل کے انگریزی سیروں سے۔

﴿ج﴾

(۱) اصل یہ ہے کہ فقہ کی معتبر کتابوں مثل ھدایہ [۱] وشرح وقایہ [۲] ودرمختار وشامی [۳] سے یہ ثابت ہے کہ ادائے جمعہ اور وجوب جمعہ کے لیے مصر شرط ہے اور شامی میں نقل فرمایا ہے کہ قصبہ قریہ کبیرہ میں جمعہ ادا ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ بھی حکم میں شہر اور مصر کے ہے۔ شامی میں ہے۔ **و تقع فرضا فی القصبات و القری الکبیرة التی فیها اسواق** [۴]۔ الخ

مصر کی تعریف میں اختلاف ہے لیکن مدار عرف پر ہے، عرفاً جو شہر اور قصبہ ہو اور آبادی اس کی زیادہ ہو اور بازار و گلیاں اس میں ہوں اور ضروریات سب ملتی ہوں وہ شہر ہے۔ **فی التحفة عن ابی حنیفة رحمه الله انه بلدة کبیرة فیها سکک و اسواق و لها رساتیق و فیها وال یقدر علی انصاف المظلوم من الظالم بحشمته و علمه او علم غیره یرجع الناس الیه فیما یقع من الحوادث و هذا هو الاصح** [۵]۔ شامی میں یہ بھی نقل کیا ہے کہ چھوٹے قریہ میں جمعہ درست نہیں اور اس میں کراہۃ تحریمہ ہے اور جس گاؤں میں بوجہ اس کے چھوٹے ہونے کے عندالحنفیہ جمعہ درست نہیں اس میں کسی خیال سے مثلاً تبلیغ و تصحیح کے ارادہ سے بھی جمعہ نہ پڑھنا چاہیے۔

---

۱) الهدایه: لاتصح الجمعة الافی مصر جامع اوفی مصلی المصر۔ (کتاب الصلاة، باب صلوة الجمعة، ص ۱۵۰، ج۱: بلوچستان بك ڈپو، کوئٹه)

۲) شرح الوقایه: شرط لوجوبها لا لا دائها الا قامة بمصر۔ (کتاب الصلاة باب الجمعة، ص ۲۳۹، ج۱: محمد سعید اینڈ سنز، قرآن محل کراچی)

۳) الدرالمختار مع ردمحتار: (کتاب الصلاة۔ باب الجمعة، ص ۱۳۷۔۱۳۸، ج۲: مکتبه ایچ ایم سعید کراچی)

٤) ردالمحتار: (کتاب الصلاة۔ باب الجمعة، ص ۱۳۸، ج۲: مکتبه ایچ ایم سعید کراچی)

٥) ردالمحتار: (کتاب الصلاة۔ باب الجمعة، ص ۱۳۷، ج۲: مکتبه ایچ ایم سعید کراچی)

وکذا فی البحرالرائق: (کتاب الصلاة۔ باب صلاة الجمعة، ص ۲٤۸، ج۲: مکتبه رشیدیه کوئٹه)

وکذا فی الهندیه: (کتاب الصلاة۔ الباب السادس عشر فی صلاة الجمعة، ص ۱٤٥، ج۱: مکتبه رشیدیه کوئٹه)

کتابوں میں لکھا ہے کہ ایسی جگہ جمعہ پڑھنے سے گنہگار ہوتے ہیں اور ظہر کی جماعت کے ترک کا گناہ بھی ان پر ہے اور نماز ظہر بھی ان کے ذمہ سے ساقط نہیں ہوتی۔

وفیما ذکرنا اشارة الی انه لا تجوز (ای الجمعة) فی الصغیرة التی لیس فیها قاض و منبر و خطیب۔ الخ

والظاهر انه ارید به الکراهة لکراهة النفل بالجماعة الاتری ان فی الجواهر لو صلوا فی القری لزمهم اداء الظهر (1)

پس صورت مسئولہ میں جس گاؤں کا ذکر کیا ہے اس گاؤں میں نماز جمعہ اور عیدین پڑھنا جائز نہیں ہے یہاں کے لوگ نماز ظہر باجماعت ادا کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) صدقة الفطر کے بارے میں احتیاط اسی میں ہے کہ اسی تولہ کے سیر سے پونے دو سیر گندم ایک صدقہ الفطر میں نکالے جائیں (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

دس بارہ افراد کی آبادی میں جمعہ قائم کرنے کا حکم

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسائل کہ

(۱) صوبہ بلوچستان کے بعض علاقوں میں قریہ صغیرہ میں نماز جمعہ ادا کی جاتی ہے۔ مثلاً ایک جگہ جو کہ بنام سفید معروف ہے۔ جس میں پورے سال بھر میں رہنے والوں کی تعداد دس بارہ آدمیوں کی ہوگی۔ نیز سال بھر مقیم گھر زیادہ سے زیادہ آٹھ یا دس ہوں گے اور اس میں ایک معمولی سی دوکان بھی ہے جس سے تیل گڑ چائے کبھی کبھی مہیا ہو سکتی ہے۔ نیز ایک عالم دین بھی ہے جو کہ اکثر مسائل فقہ سے استفتاء کرتا ہے۔ اگر علاج معالجہ کی ضرورت ہو تو چالیس پچاس میل کے فاصلے پر ایک معمولی سا ڈاکٹر ہے جو علاج ناقص کر سکتا ہے۔

---

۱) ردالمحتار: (کتاب الصلاۃ۔ باب الجمعة، ص ۱۳۸، ج۲: مکتبہ ایچ ایم سعید کراچی)
وکذا فی الهندیه: (کتاب الصلاۃ، الباب السادس عشر فی صلوۃ الجمعة۔ ص ۱٤٥، ج۱: مکتبه رشیدیه کوئٹه)۔ وکذا فی بدائع الصنائع: (کتاب الصلاۃ۔ فصل فی بیان شرائط الجمعة: ص ۲٥۹، ج۱: مکتبه رشیدیه کوئٹه)

۲) کما فی ارجح التعاویل فی اصح الموازین والملائیل المعروف باوزان شرعیه: ایك صاع، اسی تولہ کے سیر سے ساڑھے تین سیر، نصف صاع: اسی تولہ کے سیر سے پونے دو سیر۔ ص ۳، ادارۃ المعارف، کراچی) مفتی اعظم پاکستان وکذا فی الدرالمختار: (نصف صاع) فاعل یجب (من برأو دقیقه أوسویقه۔ (کتاب الزکاۃ۔ باب صدقة الفطر، ص ۳٦٤، ج۲: ایچ ایم سعید کراچی)
وکذا فی الهدایه: (کتاب الزکاۃ، باب صدقة الفطر۔ ص ۱۹۰، ج۱: مکتبه بلوچستان، بك ڈپو کوئٹه)

مذکورہ بالا (موضع سفید) کیا عندالشرع مصر یا قصبہ یا قریہ کبیرہ یا صغیرہ ان مراتب اربعہ میں سے کون سا مرتبہ اس کو حاصل ہے یا دیہات شمار کیا جاتا ہے۔

(۲) کیا عندالاحناف اس میں نماز جمعہ جائز ہے یا نہیں۔

(۳) بالفرض جو کوئی ایسی جگہ ہو کہ جس میں شرائط جمعہ عندالاحناف مفقود ہوں کیا حنفی ہوتے ہوئے مذہب شوافع پر عمل کر سکتے ہیں یا نہیں۔

(۴) نیز عدم جواز کے باوجود تبلیغ و نصیحت کے لیے جمعہ قائم کیا جا سکتا ہے۔

(۵) نیز اس سے بھی مطلع فرماویں کہ جواز جمعہ کے لیے کتنی آبادی چاہیے۔ مذکورہ سوالات کے جوابات مفصل فرمادیں۔ نیز لکیر کشیدہ نمبروں کے تحت کیے گئے سوالات کے جوابات علیحدہ علیحدہ بادلائل تحریر فرمائیں۔

﴿ج﴾

(۱) صورۃ مسئولہ میں جس جگہ کا ذکر کیا ہے جس کا نام "سفید" ہے اور اس کی آبادی دس بارہ آدمیوں پر مشتمل ہے۔ یقیناً قریہ صغیرہ (چھوٹا گاؤں) ہے۔

(۲) عندالاحناف اس قریہ صغیرہ میں نماز جمعہ جائز نہیں۔ **قال العلامة الشامی ناقلا عن القهستانی تقع فرضا فی القصبات والقری الکبیرة التی فیها اسواق (الی ان قال) و فیما ذکرنا اشارة الی انه لا تجوز فی الصغیرة** ۔ [1]

(۳) حنفیہ کو اس صورت میں امام شافعی کے مذہب پر عمل کرنا جائز نہیں ہے [2] کیونکہ حنفیہ نے اس کی

---

۱) ردالمحتار: (کتاب الصلاة۔ باب الجمعة، ص ۱۳۸، ج۲: مکتبه ایچ ایم سعید کراچی)
وکذا فی البحر الرائق: (کتاب الصلاة: باب صلاةالجمعة، ص ۲۴۸، ج۲: مکتبه رشیدیه کوئٹه)
وکذا فی الهندیه: (کتاب الصلاة۔ الباب السادس عشر فی صلاة الجمعة، ص ۱۴۵، ج۱: مکتبه رشیدیه کوئٹه)

۲) مقدمه اعلاء السنن: قال صاحب جامع الفتاویٰ۔ یجوز للحنفی أن ینتقل إلی مذهب الشافعی وبالعکس لکن بالکلیة أما فی مسئلة واحدة فلایمکن۔ فوائد فی علوم الفقه ذکر الشروط الثلاثة لجواز الانتقال، ص ۲۹۳، ج ۲۰: اداره القرآن، کراچی)
وکذا فی ردالمحتار: ولوأن رجلا برئ من مذهب باجتهاد وضع له، کان محمود امأجورا أما انتقال غیره من غیر دلیل بل لمایرغب من عرض الدنیا و شهوتها فهوالمذموم الاثم المستوجب للتادیب والتعزیر لارتکابه المنکر فی الدین و استخفافه بدینه ومذهبه۔ (باب التعزیر۔ مطلب فیما اذا ارتحل إلی غیر مذهبه۔ ص ۸۰، ج۴، مکتبه ایچ ایم سعید، کراچی)۔ وکذا فی الدرالمختار (وأن الحکم الملفق باطل بالاجماع۔ المقدمة، ص ۷۵، ج۱: ایچ ایم سعید کراچی)۔

تصریح فرمائی ہے کہ چھوٹے گاؤں میں نماز جمعہ وعیدین کی جائز نہیں بلکہ درمختار وشامی میں قنیہ سے نقل کیا ہے کہ گاؤں میں جمعہ وعیدین کی نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے- **صلوۃ العید فی القری تکرہ تحریما......و مثلہ الجمعۃ** (۱)

(۴) جس گاؤں میں بوجہ اس کے چھوٹا ہونے کے عندالحنفیہ جمعہ درست نہیں اس میں کسی خیال سے بھی جمعہ نہ پڑھنا چاہیے- کتابوں میں لکھا ہے کہ ایسی جگہ جمعہ پڑھنے سے گنہگار رہوتے ہیں اور ظہر کی جماعت کے ترک کا گناہ بھی ان پر ہے- **و فیما ذکرنا اشارۃ الی انہ لا تجوز (ای الجمعۃ) فی الصغیرۃ التی لیس فیھا قاض و منبر و خطیب کما فی المضمرات و الظاھر انہ ارید بہ الکراھۃ لکراھۃ النفل بالجماعۃ الاتری ان فی الجواھر لو صلوا فی القری لزمھم اداء الظھر** - (۲) وعظ ونصیحت کے لیے وقتاً فوقتاً جمعہ کے دن یا کسی اور دن اجتماع کر کے لوگوں کو مسائل دینیہ سے آگاہ کیا جائے اس مقصد کے لیے مکروہ تحریمی کا ارتکاب کرنا اور ظہر باجماعت کا ترک کرنا جائز نہیں (۳)-

(۵) جواز جمعہ کے لیے شرعاً کوئی آبادی متعین نہیں- جواز جمعہ کے لیے مصر قصبہ اور قریہ کبیرہ ہونا شرط ہے اور مصر کی تعریف میں اختلاف ہے- لیکن بظاہر مدار عرف پر ہے- عرفاً جو شہر اور قصبہ ہو اور آبادی اس کی زیادہ ہو اور بازار وگلیاں اس میں ہوں اور ضروریات سب ملتی ہوں وہ مصر ہے- **عن ابی حنیفۃ رحمہ اللہ کل بلدۃ فیھا سکک و اسواق و وال ینصف المظلوم من ظالمہ ای یقدر علی انصافہ و عالم یرجع الیہ فی الحوادث کذا فی النھایۃ** (۴) **و فی الکوکب الدری** (۵) **و لیس ھذا کلہ تحدیدا لہ بل اشارۃ الی تعیینہ و تقریب لہ الی الاذھان و حاصلہ ادارۃ الامر علی رای اھل**

---

۱) الدر مع ردالمحتار : (کتاب الصلاۃ، باب العیدین: ص ۱۶۷، ج۱: مکتبہ ایچ ایم سعید ، کراچی)

۲) ردالمحتار: (کتاب الصلاۃ۔ باب الجمعۃ۔ ص ۱۳۸، ج۱: مکتبہ ایچ ایم سعید کراچی)

وکذا فی الھندیہ: (کتاب الصلاۃ، الباب السادس عشر فی صلاۃ الجمعۃ۔ص ۱۴۵، ج۱: مکتبہ راشیدیہ کوئٹہ)

وکذا فی البحر الرائق: (کتاب الصلاۃ۔ باب صلاۃ الجمعۃ۔ ص ۲۴۸، ج۲: مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

۳) المجلۃ: درء المفاسد أولی من جلب المنافع۔ (المقدمۃ۔ المقالۃ الثانیۃ فی بیان القواعد الفقھیۃ۔ المادۃ نمبر ۳۰، ص ۱۹: قدیمی کتب خانہ کراچی)۔

۴) آثار السنن مع التعلیق: (کتاب الصلاۃ۔ باب لاجمعۃ الافی مصر جامع۔ ص ۲۳۱: مکتبہ حقانیہ ، ملتان)

۵) الکوکب الدری: (أبواب الجمعۃ، باب ماجاء فی ترك الجمعۃ من غیر عذر ، ص ۴۱۳،۴۱۴، ج۱: إدارۃ القرآن، کراچی بحوالہ، فتاویٰ محمودیہ، ۱۳۴/۸)

کل زمان فی عدھم المعمورة مصرا فما ھو مصر فی عرفھم جازت الجمعة فیه و مالیس بمصر لم یجز فیه الا ان یکون فناء المصر -الخ- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

چھ سات گھروں کی آبادی والی جگہ پر جمعہ کا حکم

﴿س﴾

چہ میفر مایند علماء احناف اندریں مسئلہ کہ نماز جمعہ بجائیکہ شش و ہفت خانہ معمور اند و دراں عمارات مسجد ے نیز تعمیر است و مقرر بہر نماز نمازی چار پنج میباشد و ہمیں جماعت بموسم گرما اند و اما بموسم سرما شش ماہ ہمیں مقتدیان نقل مکانی کردہ بقطعہ دیگر زمین میروند و اندریں شش ماہ بغیر از امام مسجد دیگر کسی نیست کہ نماز وقتی بجماعت ادا کردہ آید و در اولین شش از گرد و نواح دہ دوازدہ مردم نیز بنماز جمعہ جمع شوند آیا ایں جائز است یا نہ۔ بینوا بالبرهان توجروا من الرحمٰن-

﴿ج﴾

در قریہ صغیرہ بمذھب امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اقامت جمعہ درست نیست و در قریہ کبیرہ کہ اسواق و کوچہا دراں باشند جمعہ ادا می شود کما صرح بہ الشامی تقع فرضا فی القصبات و القری الکبیرة التی فیھا اسواق (الی ان قال) و فیما ذکرنا اشارة الی انه لا تجوز فی الصغیرة الخ (۱)- و در تعریف شہر و قریہ حاجت بیان ندارد آنچہ عرفا آں را شھر نامند شھر است- و آنچہ آن را قریہ دانند قریہ است اما ایں قدر ہست کہ قصبہ و قریہ کبیرہ ہم حکم مصر دارد و اقامت جمعہ دراں جائز است- پس بموجب روایت مذکورہ جمعہ در قریہ مسئول عنھا روا نیست و بر اھالیان ایں قریہ نماز ظھر با جماعت واجب است (۲)- فقط واللہ تعالیٰ اعلم-

چار سو مکانات پر مشتمل آبادی میں جمعہ کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اندریں مسئلہ کہ شہر ترمن واقع ڈیرہ غازی خان جس کی آبادی تقریباً چار صد مکانات پر مشتمل ہو گی- اس میں گیارہ بارہ سال سے جمعہ شروع ہے- ایک دو سال قبل جب اس مسئلے کے متعلق تحقیق کی گئی تو بعض علماء نے یہ فرمایا کہ جہاں جمعہ شروع ہو وہاں ترک جمعہ کا فتویٰ دینا درست نہیں

---

۱) ردالمحتار: (کتاب الصلاة، باب الجمعة، ص ۱۳۸، ۲: مکتبه، ایچ ایم سعید، کراچی)

۲) تقدتخریجه فی حاشیة نمبر ۱ ص ۵۲٤۔

ہے-اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس شہر میں جمعہ صحیح ہے یا نہیں۔اگر صحیح نہیں تو لوگوں کی نمازیں تباہ ہورہی ہیں ترک جمعہ کا فتویٰ ضروری ہوگا تو کیا جمعہ کا کسی جگہ چند سالوں تک پڑھا جانا دلیل جواز ابدی بن سکتا ہے یا نہیں؟ اور کیا یہ دلیل جواز جمعہ پر صحیح ہے کہ جس شہر کے عاقل بالغ اس شہر کی بڑی مسجد میں نہ سماسکیں وہاں جمعہ درست ہے-بینواتوجروا-

﴿ج﴾

حنفیہ کا مذھب جمعہ کے بارہ میں یہ ہے کہ شہر اور قصبہ اور بڑے قریہ میں جس میں دو چار ہزار آدمی آباد ہوں اور ضروری اشیاء کی دوکانیں ہوں وہاں جمعہ واجب اور ادا ہوتا ہے البتہ چھوٹے قریہ میں جمعہ صحیح نہیں ہوتا-اس میں جمعہ پڑھنا مکروہ تحریمی لکھا ہے[1]-**صلوۃ العید فی القری تکرہ تحریما (درمختار) و مثله الجمعة** [2] پس اگر یہ جگہ جس میں جمعہ ہورہا ہے قصبہ یا بڑا قریہ ہے تو جمعہ اس میں واجب اور صحیح ہے اور اگر وہ چھوٹا گاؤں ہے تو بے شک جمعہ پڑھنا وہاں مکروہ تحریمی ہے توڑنا جمعہ کا ضروری ہے جہاں شرائط صحت جمعہ موجود نہ ہوں صرف چند سال تک وہاں جمعہ پڑھا جانا دلیل جواز نہیں [3] اور چھوٹے گاؤں میں جمعہ پڑھنے سے ظہر ساقط نہیں ہوتی- **لو صلوا فی القری لزمهم اداء الظهر** [4] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

۱) ردالمحتار: تقع فرضا فی القصبات والقری الکبیرة التی فیها اسواق ...... وفیما ذکرنا اشارة الی انه لاتجوز فی الصغیرة التی لیس فیها قاض و منبر وخطیب۔ الخ والظاهر انه ارید به الکراهة لکراهة النفل بالجماعة الاتری ان فی الجواهر لوصلوا فی القری لزمهم اداء الظهر۔ (کتاب الصلاة۔ باب الجمعة، ص ۱۳۸، ج ۲: مکتبہ ایچ ایم سعید کراچی)

وکذا فی الهندیه: (کتاب الصلاة، الباب السادس عشر فی صلاة الجمعة، ص ۱۴۵، ج۱، مکتبه رشیدیه کوئٹه)

وکذا فی البحر الرائق: (کتاب الصلاة، باب صلاة الجمعة: ص ۲۴۸، : ۲: مکتبه رشیدیه کوئٹه)

۲) الدر مع رد: (کتاب الصلاة باب العیدین، ص ۱۶۷، ج۱: مکتبه ایچ ایم سعید، کراچی)

۳) تقدمه تخریجه فی حاشیة نمبر ۱ فی صفحة هذا۔

٤) ردالمحتار: (کتاب الصلاة، باب الجمعة، ص ۱۳۸، ج۲: مکتبه ایچ ایم سعید، کراچی)

وکذا فی الهندیه: (کتاب الصلاة۔ الباب السادس عشر فی صلاة الجمعة، ص ۱۴۵، ج۱: مکتبه رشیدیه، کوئٹه)

وکذا فی البحر الرائق: (کتاب الصلاة، باب صلاة الجمعة، ص ۲۴۵، ج۲: مکتبه رشیدیه، کوئٹه)

بائیس سو کی آبادی والے قصبہ میں جمعہ کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک بستی جس کی کل آبادی بائیس سو ہو پانچ مساجد ہیں جو آباد ہیں چھٹی مسجد زیر تعمیر ہے ایک پرائمری سکول ہے تین دینی درسگاہیں ہیں جو اٹھارہ سال سے شروع ہیں-تقریباً تیس دوکانیں مختلف اشیاء کی موجود ہیں اس کے علاوہ باقی فنون کی دوکانیں بہت ہیں- جیسے جولاہے کی دوکان، موچیوں کی دوکان، لوہار کی دوکان، نائیوں کی دوکان وغیرہ اکثر ضرورتیں شہر کی اسی شہر میں پوری ہو جاتی ہیں- باہر کے آنے والے اس کو شہر بولتے ہیں-شہر کی سب سے بڑی مسجد میں مکین نہیں سما سکتے بلکہ یقینی طور پر اگر آ جائیں تو پانچوں نمازوں میں نہیں سما سکتے - دو ممبر ایک نمبردار اور ایک چوکیدار ہے- ڈاک خانہ مستقل تو نہیں ہے لیکن لیٹر بکس لگا ہوا ہے اعلیٰ قسم کے پختہ مکان اور محل بنے ہوئے ہیں- چار سڑکیں پکی سرکاری ہیں اس کے علاوہ شہر میں ٹیڑی سڑکیں تو بہت ہیں جیسے ہوتی ہیں-تقریباً دو سال کا عرصہ ہوا ہے اس بستی مذکورہ میں حضرت مولانا مفتی عبدالرحمٰن کہروڑ پکا والے ایک شادی کے موقع پر تشریف لائے تھے انھوں نے جمعہ پڑھایا تھا نیز یہ فرمایا کہ یہ قریہ جامعہ معلوم ہوتا ہے-اس بستی مذکورہ میں تقریباً ۷۰ سال سے جمعہ شروع ہے اس مذکورہ بستی میں جمعہ برقرار رکھا جائے یا بند کر دیا جائے جائز ہے یا نہ-از روئے شرع جواب دیں-

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم- حنفیہ کا مذہب جمعہ کے بارے میں یہ ہے کہ قریہ صغیرہ میں جمعہ صحیح نہیں ہے اور قریہ کبیرہ میں اور قصبہ میں جمعہ واجب و ادا ہوتا ہے اور عرف میں جس کو قریہ کبیرہ سمجھیں وہ قریہ کبیرہ ہے اور جس کو قریہ صغیرہ سمجھیں وہ قریہ صغیرہ ہے-فی ردالمحتار باب الجمعة تقع فرضا فی القصبات والقری الکبیرة التی فیھا اسواق [1]-الخ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

قریہ مذکورہ فی السوال میں جمعہ کے جواز یا عدم جواز کے بارے میں حکم یہ ہے کہ کسی ذی رائے تجربہ کار عالم باعمل

---

۱) ردالمحتار: (کتاب الصلاة، باب الجمعة، ص ۱۳۸، ج۱: مکتبہ ایچ ایم سعید کراچی)

وکذا فی الھندیہ: (کتاب الصلاة- الباب السادس عشر فی صلاة الجمعة- ص ۱۴۵، ج۱: مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

وکذا فی البحر الرائق: (کتاب الصلاة- باب صلاة الجمعة- ص ۲۴۸، ج۱: مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

کو بلائیں اور وہ اس قریہ میں صحت جمعہ کے شروط وغیرہ کا جائزہ لے کر حکم صادر فرمادیں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سولہ سو کی آبادی والے قصبہ میں جمعہ کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک گاؤں جس کی آبادی سولہ سو افراد پر مشتمل ہو نماز جمعہ جائز ہے جبکہ دو کانیں معروف بازار کی شکل میں ہوں گاؤں کی اکثر ضروریات اس گاؤں میں پوری ہوتی ہوں اور آس پاس کی عام آبادیوں سے بڑا ہو اور ہر لحاظ سے فوقیت رکھتا ہو اور آس پاس کے لوگوں کی ضروریات یہاں سے پوری ہوتی ہوں، مڈل سکول، دینی مدرسہ حفظ و ناظرہ، آٹا پینے، چاول نکالنے، کپاس بیلنے، روئی بیلنے کی مشینیں ہوں، گھروں میں اور مسجد میں بجلی وغیرہ کا انتظام ہو اور گاؤں پر رونق طریق پر ہو، کفن دفن کے لیے خود کفیل ہو اور مکلّف مسلمان گاؤں کی بڑی مسجد میں نہ سما سکتے ہوں۔

﴿ج﴾

اصل یہ ہے کہ فقہ کی معتبر کتب مثل ھدایہ (۲) وشرح وقایہ (۳) درمختار وشامی (۴) سے یہ بات ثابت ہے کہ ادائے جمعہ اور وجوب کے لیے مصر شرط ہے اور شامی میں نقل فرمایا ہے کہ قصبہ وقریہ کبیرہ میں جمعہ ادا ہوتا ہے کیونکہ وہ بھی حکم شہر اور مصر کے ہے اور درمختار اور شامی میں یہ بھی نقل کیا ہے کہ چھوٹے قریہ میں جمعہ درست نہیں ہے اور اس میں کراھت تحریمہ ہے۔ باقی مصر کی تعریف میں اختلاف ہے۔ لیکن بظاہر مدار عرف پر ہے عرفاً جو شہر اور قصبہ

---

۱) ردالمحتار: وقد علم من هذا أن مذهب العامی فتوی مفتیه من تقیید بمذهب، وبهذا قال فی الفتح: الحکم فی حق العامی فتوی مفتیه، الخ۔ (کتاب الصوم۔ باب یفسد الصوم وما لایفسده، ص ٤١١، ج٢: مکتبه ایچ ایم سعید کراچی)۔ وکذا فی البحرالرائق: (کتاب الصوم، فصل فی العوارض، ص ٥١٣، ج٢: مکتبه رشیدیه کوئٹه)۔ وکذا فی مسند احمد: (رقم الحدیث، ص ٢٤٤٣، ص ٤٤٧، ج١: دارإحیاء التراث العربی (بحواله فتاویٰ محمودیه، ص ٤٥٤، ج٨)

٢) کما فی الهدایه: لاتصح الجمعة الافی مصر جامع۔ (کتاب الصلاة باب صلاة الجمعة، ص ١٥٠، ج١: بلوچستان بك ڈپو کوئٹه)

٣) کما فی شرح الوقایه: شرط لوجوبها لا لادائها الاقامة بمصر۔ (کتاب الصلاة۔ باب الجمعة، ص ٢٣٩، ج١: محمد سعید اینڈ سنز، قرآن محل، کراچی)

٤) کما فی الدرالمختار مع رد: (ویشترط لصحتها) سبعة أشیاء الأول (المصر الخ وفی ردالمحتار: وحر صحیح بالبلوغ مذکر، مقیم و ذو عقل لشرط وجوبها ومصر الخ۔ (کتاب الصلوٰة باب الجمعة، ص ١٣٧، ج٢: مکتبه ایچ ایم سعید، کراچی)

ہواور آبادی اس کی زیادہ ہواور بازاروگلیاں اس میں ہوں اور ضروریات سب ملتی ہوں وہ شہر ہے [۱]۔ فی التحفة عن ابی حنیفة رحمه الله انه بلدة کبیرة فیها سکک و اسواق و لها رساتیق و فیها وال یقدر علی انصاف المظلوم من الظالم بحشمته و علمه او علم غیره یرجع الناس الیه فیما یقع من الحوادث و هذا هو الاصح [۲]

پس سوال میں جس قریہ کا ذکر کیا گیا ہے اگر اس میں شرائط صحت جمعہ پائی جاتی ہیں یعنی وہ جگہ شہر یا قصبہ یا قریہ کبیرہ ہوتو اس میں نماز جمعہ جائز ہے ورنہ نہیں [۳]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

تیس چالیس گھروں پر مشتمل آبادی والی بستی میں جمعہ کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک چک جس کی آبادی تقریباً تیس چالیس گھروں پر مشتمل ہے جس میں ایک پرائمری سکول ہے اس کے علاوہ اس چک میں کوئی ہسپتال ڈاک خانہ وبازار وغیرہ ضروریات زندگی بالکل ناپید ہیں لیکن اس چک میں کافی عرصہ سے جمعہ شروع ہے کیا جمعہ یہاں جائز ہے یا نہیں اگر جائز نہیں ہے تو اس بستی میں نماز جمعہ پڑھنے سے ظہر ذمہ سے ساقط ہوگی یا نہیں نیز کیا احتیاطی پڑھنے کی صورت میں جمعہ کی گنجائش نکل سکتی ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

---

۱) کما فی ردالمحتار: تقع فرضا فی القصبات، والقری الکبیرة التی فیها اسواق...... وفیما ذکرنا إشارة إلی انه لاتجوز فی الصغیرة التی لیس فیها قاض و منبر و خطیب الخ ...... والظاهر انه ارید به الکراهة لکراهة النفل بالجماعة۔ (کتاب الصلاة۔ باب الجمعة۔ ص ۱۳۸، ج۲، مکتبه ایچ ایم سعید کراچی)۔ وکذا فی الهندیه: (کتاب الصلاة باب السادس عشر فی صلوٰة الجمعة۔ ص ۱٤٥، ج۱: مکتبه رشیدیه کوئٹه)۔ وکذا فی البحرالرائق: (کتاب الصلاة۔ باب الصلاة الجمعة۔ ص ۲٤۸، ج۲: مکتبه رشیدیه کوئٹه)

۲) ردالمحتار: (کتاب الصلاة باب الجمعة، ص ۱۳۷، ج۲: مکتبه ایچ ایم سعید کراچی)

۳) کما فی ردالمحتار: تقع فرضا فی القصبات والقری الکبیرة التی فیها اسواق ...... وفیما ذکرنا اشارة الی انه لاتجوز فی الصغیرة التی لیس فیها قاض و منبر و خطیب۔ (کتاب الصلاة۔ باب الجمعة: ص ۱۳۸، ج۲: مکتبه ایچ ایم سعید، کراچی)

وکذا فی البحرالرائق: (کتاب الصلاة۔ باب الصلاة الجمعة، ص ۲٤۸، ج۲: مکتبه رشیدیه کوئٹه)

وکذا فی الهندیه: (کتاب الصلاة، الباب السادس عشر فی صلاة الجمعة، ص ۱٤٥، ج۱: مکتبه رشیدیه کوئٹه)

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم- جمعہ کے بارے میں اصل یہ ہے کہ فقہ کی معتبر کتابوں مثلاً ہدایہ وشرح وقایہ درمختار و شامی سے یہ ثابت ہے کہ ادائے جمعہ ووجوب جمعہ کے لیے مصر شرط ہے- **ولا تصح الجمعة الا فی مصر جامع او فی مصلی المصر و لا تجوز فی القری لقوله علیه السلام لا جمعة و لا تشریق و لا فطر ولا اضحی الا فی مصر جامع** الخ (ہدایہ)[۱] اور شامی نے نقل فرمایا ہے کہ قصبہ وقریہ کبیرہ میں بھی جمعہ ادا ہوتا ہے کیونکہ وہ بھی حکم شہر اور مصر میں ہے- **تقع فرضا فی القصبات والقری الکبیرة التی فیها اسواق** الخ-[۲] اور درمختار اور شامی میں یہ بھی نقل کیا ہے کہ چھوٹے قریہ میں جمعہ درست نہیں ہے اور اس میں کراہت تحریمہ ہے- **و فیما ذکرنا اشارة الی انه لا تجوز فی الصغیرة التی لیس فیها قاض و منبر و خطیب الخ والظاهر انه ارید به الکراهة لکراهة النفل بالجماعة الا تری ان فی الجواهر لو صلوا فی القری لزمهم اداء الظهر**[۳] اور مصر کی تعریف میں اختلاف ہے لیکن بظاہر مدار عرف پر ہے عرفاً جو شہر اور قصبہ ہو اور آبادی اس کی زیادہ ہو اور بازار وگلیاں اس میں ہوں اور ضروریات سب ملتی ہوں وہ شہر ہے- **فی التحفة عن ابی حنیفة انه بلدة کبیرة فیها سکک و اسواق و لها رساتیق و فیها وال یقدر علی انصاف المظلوم من الظالم بحشمته و علمه او علم غیره یرجع الناس الیه فیما یقع من الحوادث و هذا هو الاصح**-[۴] ان روایات سے معلوم ہوا کہ جس چک کے بارے سوال میں پوچھا گیا ہے اور جس کے کچھ حالات سوال میں درج ہیں وہ یہ کہ اس کی آبادی تقریباً تیس چالیس گھروں پر مشتمل ہے- مصر کی تمام تعریفوں کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ چک مصر یا قصبہ شرعاً نہیں ہے اور اس کے اھالیان پر نماز جمعہ فرض نہیں ہے بلکہ اس چک کے لوگ ظہر کی نماز باجماعت ہی ادا کریں گے جمعہ کی نماز پڑھنے سے ان کے ذمہ سے ظہر ساقط نہ ہوگی

---

۱) الهدایه: (کتاب الصلاة- باب صلاة الجمعة- ص ۱۵۰، ج۱: مکتبه بلوچستان بك ڈپو کوئٹه)- وکذا فی الدرالمختار: (کتاب الصلاة - باب الجمعة، ص ۱۳۷، ج۲: مکتبه ایچ ایم سعید، کراچی) وکذا فی البحرالرائق: (کتاب الصلاة باب صلاة الجمعة: ص ۲٤۸، ج۲: مکتبه رشیدیه کوئٹه)

۲) ردالمحتار: (کتاب الصلاة، باب الجمعة، ص ۱۳۸، ج۲: مکتبه ایچ ایم سعید کراچی)
وکذا فی الهندیه: (کتاب الصلاة- الباب السادس عشر فی صلاة الجمعة، ص ۱٤۵، ج۱: مکتبه رشیدیه کوئٹه)- وکذا فی البحرالرائق: (کتاب الصلاة- باب صلاة الجمعة- ص ۲٤۸، ج۲: مکتبه رشیدیه کوئٹه)

۳) ردالمحتار کتاب الصلاة باب الجمعه ص ۱۳۸، ج ۲، سعید کراچی

٤) تقدتخریجه فی حاشیه نمبر ۲، فی صفحة هذا-

اور جبکہ اپنے مذھب کے موافق جمعہ فی القریٰ مثلاً مکروہ تحریمی ہے جیسا کہ روایت والظاھر انہ ارید بہ الکراھۃ۔[۱] الخ میں مذکور ہے تو احتیاط الظہر مع ادائے جمعہ اس کی مکافات کب کرسکتی ہے وہاں تو ظہر جماعت سے پڑھنا چاہیے اور جمعہ کو ترک کرنا چاہیے ورنہ ارتکاب مکروہ تحریمی کا لازم آئے گا[۲] ۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ایک ہزار کی آبادی والے گاؤں میں جمعہ کا حکم

﴿س﴾

چہ می فرمایند علماء کرام کہ در شہر جیبری از عرصہ بعید نماز جمعہ کردہ بودند و بلکہ دریں دیار بلوچستان در قریہ قریہ نماز جمعہ خواندہ میشود و در قریہ جیبری بمطابق شروط احناف حدود شرعی یافتہ نمیشود البتہ یک کلاں قریہ ست کہ مردم شماری شان تقریباً خورد و کلان بیک ہزار یا قدرے کم میشود و در آنجا بعضے فیصلہا بذریعہ قاضی صاحب پڑویٹی و قوم سردار صاحب ہم میشوند فی الوقت یک مولانا صاحب از خواندن جمعہ نماز منع فرمودہ است کہ دریجا شروط جمعہ عندالاحناف موجود نیستند بعضے حضرات فتویٰ برقول شاہ ولی اللہ صاحب دادہ کہ خواہان جمعہ کردہ اند و در جمعہ نماز مندرجہ ذیل مفاد اند کہ قرآن و احادیث ہفتہ واری شنوند و بہمراہ بیک دیگر الفت می کنند و از رسوم ھائے بد پرہیزمی کنند و از حقیقت اسلام واقف میشوند بنابراں التماس است کہ دریجا سلسلہ معلوم بسازید تا کہ تسلی باشد۔

﴿ج﴾

جمعہ باتفاق حنفیہ در مصر یا در قریہ کبیرہ کہ اسواق و کوچہ ہا دران باشند ادا می شود و در قریہ صغیرہ جائز نیست کما صرح بہ الشامی نقلا عن القهستانی تقع فرضا فی القصبات والقری الکبیرة التی فیھا۔(الی ان قال) و فیما ذکرنا اشارة الی انہ لا تجوز فی الصغیرة[۳]

---

۱) روالمحتار: (کتاب الصلاۃ۔ باب الجمعۃ، ص ۱۳۷، ج۲: مکتبہ ایچ ایم سعید کراچی)

۲) ردالمحتار: (کتاب الصلاۃ۔ باب الجمعۃ۔ ص ۱۳۸، ج۲: مکتبہ ایچ ایم سعید کراچی)

۳) کما فی ردالمحتار: تقع فرضا فی القصبات والقری الکبیرة التی فیھا اسواق......وفیما ذکرنا اشارة الی انہ لاتجوز فی الصغیرة التی لیس فیھا قاض و منبر و خطیب کما فی المضمرات والظاھر انہ ارید بہ الکراھۃ لکراھۃ النفل بالجماعۃ الاتری ان فی الجواھر لوصلوا فی القری لزمھم اداء الظھر۔ (کتاب الصلاۃ۔ باب الجمعۃ، ص ۱۳۸، ج۲: مکتبہ ایچ ایم سعید کراچی)
وکذا فی الھندیہ: (کتاب الصلاۃ الباب السادس عشر فی صلاۃ الجمعۃ، ص ۱۴۵، ج۱: مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)۔ وکذا فی بدائع الصنائع: (کتاب الصلاۃ فصل فی بیان شرائط الجمعۃ، ص ۲۵۹، ج۲: مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

حقیقت تعریف شہر وقریہ حاجت بیان ندارد- آنچہ عرفا آنرا شہر نامند شہر است وآنرا قریہ دانند قریہ است اما این قدر ہست کہ قصبہ وقریہ کبیرہ ہم حکم مصر دارد واقامت جمعہ دراں جائز است اگر سلطان یا نائب سلطان نباشد در امصار جمعہ واجب کما صرح بہ الشامی دراں جا مسلمین امام معین ومقرر سازند این ہم کافی است-

پس اگر قریہ مسئول عنہا بازار وکوچہا میدارد پس بموجب روایت مذکورہ جمعہ واعیاد آنجا بوجود شرائط دیگر ہا بلاشبہ رواست والا لا- وبرائے آن مصالح کہ در سوال ذکر کردہ ارتکاب کردن فعل مکروہ وترک کردن ظہر باجماعت روانیست [1] صلوة العیدفی القری تکرہ تحریما- (درمختار) و مثلہ الجمعہ [2]

کیا عیدگاہ میں جمعہ ادا کرنا جائز ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ شہر کی عیدگاہ میں جمعہ جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

شہر کی عیدگاہ میں بلاشبہ نماز جمعہ صحیح اور درست ہے- ہدایہ میں ہے لا تصح الجمعة الافی مصر جامع او فی مصلی المصر (و مکتوب تحت هذا السطر) نحو مصلی العید [3] یعنی جمعہ شہر یا ایسی جگہ بھی ہوسکتا ہے جو شہر کے مصالح کے لیے بنائی گئی ہو جیسا کہ عیدگاہ اور اس کے علاوہ قبرستان و چھاؤنی الخ- لہٰذا عیدگاہ میں نماز جمعہ بلا کسی تردد کے جائز ہے [4] - واللہ تعالیٰ اعلم

---

۱) کما فی ردالمحتار: تقع فرضا فی القصبات والقری الکبیرة التی فیها اسواق......وفیما ذکرنا إشارة إلی انه لاتجو فی الصغیرة التی لیس فیها قاض و منبر و خطیب کما فی المضمرات والظاهر انه ارید به الکراهة لکراهة النفل بالجماعة الاتری ان فی الجواهر لوصلوا فی القری لزمهم اداء الظهر۔ (کتاب الصلاة ، باب الجمعة، ص ۱۳۸، ج۲: مکتبه ایچ ایم سعید ، کراچی)۔وکذا فی الهندیه: (کتاب الصلاة۔ باب السادس عشر فی صلاة الجمعة ص ۱۴۵، ج۱: مکتبه رشیدیه کوئٹه)۔ وکذا فی البحر الرائق: (کتاب الصلاة۔ باب صلاة الجمعة، ص ۲۴۸، ج۲: مکتبه رشیدیه کوئٹه)

۲) ردالمحتار: (کتاب الصلاة۔ باب العیدین۔ ص ۱۶۷، ج۲: مکتبه ایچ ایم سعید کراچی)

۳) الهدایه: (کتاب الصلاة۔ باب صلاة الجمعة، ص ۱۵۰، ج۱، مکتبه بلوچستان بك ڈپو، کراچی)۔ وکذا فی البنایة شرح الهدایة: (کتاب الصلاة۔ باب صلاة الجمعة: ص ۴۲، ج۳: دارالکتب العلمیة، بیروت)

وکذا فی فتح القدیر: (کتاب الصلاة۔ باب الصلاة الجمعة: ص۲۲، ج۲: مکتبه رشیدیه کوئٹه)

۴) تقدتخریجه فی حاشیة نمبر ۳، فی صفحة هذا

گردونواح سمیت دو ہزار کی آبادی والی بستی میں جمعہ کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ موضع سبحان پور کی آبادی تقریباً ایک ہزار افراد پر مشتمل ہے جس میں سات دوکانیں کریانہ ایک چکی آٹا پیسنے والی اور گردونواح کی آبادی بھی تقریباً ایک ہزار کے قریب ہے۔ جمعہ کے دن پڑھنے والوں کی اکثریت قریباً ۱۰۰ افراد ہوتے ہیں اور آگے پیچھے نماز میں زیادہ آدمی نہیں ہوتے۔ اس مسجد میں کچھ آدمی جمعہ نہیں پڑھتے اور کچھ پڑھتے ہیں آیا یہاں جمعہ ہوسکتا ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

صحت جمعہ کے لیے مصر یا قریہ کبیرہ ہونا شرط ہے جہاں آبادی زیادہ ہو بازار ہو اور اطراف کے لوگ اپنی ضروریات پوری کرنے کے لیے وہاں آتے ہوں عرفاً قریہ کبیرہ سمجھا جاتا ہو اور قریہ صغیرہ میں جمعہ جائز نہیں۔ صورت مسئولہ میں جس موضع کا ذکر ہے جہاں سات دوکانیں ہیں۔ ہسپتال ڈاک خانہ وغیرہ بھی اس موضع میں ہیں یہ قریہ صغیرہ ہے اور یہاں نماز جمعہ جائز نہیں۔ یہاں کے لوگ نماز ظہر باجماعت ادا کریں۔ جہاں جمعہ کے شروط نہیں پائے جاتے وہاں شروع کرنے سے جائز نہیں ہوتا۔ کسی کتاب میں یہ نہیں لکھا کہ جمعہ کے شروط میں سے شروع کرنا بھی ہے بہر حال عندالاحناف یہاں جمعہ درست نہیں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

۱) کما فی ردالمحتار: تقع فرضا فی القصبات والقری الکبیرة التی فیها اسواق......وفیما ذکرنا إشارة إلی أنه لاتجوز فی الصغیرة التی لیس فیها قاض و منبر وخطیب کما فی المضمرات والظاهر انه ارید به الکراهة لکراهة النفل بالجماعة، الاتری ان فی الجواهر لوصلوا فی القری لزمهم اداء الظهر۔ (کتاب الصلاة باب الجمعة، ص ۱۳۸، ج۲: مکتبه ایچ ایم سعید، کراچی)

وکذا فی الهندیه: (کتاب الصلاة الباب السادس عشر فی صلا الجمعة، ص ۱۴۵، ج۱: مکتبه رشیدیه کوئٹه)

وکذا فی بدائع الصنائع: (کتاب الصلاة، فصل فی بیان شرائط الجمعة: ص ۲۵۹، ج۱: مکتبه رشیدیه کوئٹه)

جس گاؤں کی مسلم وغیر مسلم آبادی اڑھائی ہزار ہو اس میں جمعہ کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک گاؤں چک نمبر ۵۵ ضلع لاہور تحصیل قصور جس کی کل آبادی اس وقت دو ہزار پانچ سو اکاون ہے۔ جس میں مسلم وغیر مسلم صغیر وکبیر سبھی شامل ہیں۔ نو دس دوکانیں متفرق طور پر ہیں دو پرائمری سکول چیئرمین کا دفتر اور ایک ڈاکٹر کی دوکان ہے۔ اس گاؤں میں عندالاحناف نماز عیدین وجمعہ جائز ہے یا نہیں۔

ایک مولوی صاحب یہ کہتے ہیں کہ جس گاؤں کی سب سے بڑی مسجد میں اس گاؤں کے لوگ نہ سما سکیں اس میں جمعہ جائز ہے جبکہ چک نمبر ۵۵ ضلع لاہور تحصیل قصور کے متعلق اوپر بیان کیا گیا ہے۔ اگر اس مولوی صاحب کا یہ قول درست ہے تو حنفیوں اور غیر مقلدوں کے درمیان جھگڑا ختم ہو جاتا ہے۔ کیونکہ ہر گاؤں میں کوئی بڑی مسجد ہوتی ہے۔ جس میں گاؤں کے لوگ نہیں آسکتے۔ اس چک میں دو مسجدیں ہیں ایک بڑی اور ایک چھوٹی مسجد ہے۔ آیا ان شرائط کے ہوتے ہوئے چک نمبر ۵۵ ضلع لاہور تحصیل قصور میں جمعہ وعیدین عندالاحناف جائز ہے یا نہیں۔

اگر عندالاحناف جمعہ وعیدین اس گاؤں میں پڑھنا ناجائز ہو اور پھر بھی کچھ لوگ جمعہ وعیدین پڑھیں اور جمعہ پڑھنے کا فتویٰ دیں وہ گنہگار ہوں گے یا نہیں۔

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ واضح رہے کہ جمعہ کی نماز نیز عیدین کی نماز فقہاء احناف کے نزدیک مصر (شہر) یا قریہ کبیرہ میں جائز ہوتی ہے [1]۔ چک و دیہات میں جمعہ اور عید کی نماز جائز نہیں ہوتی۔ ۵۵ معمولی سی آبادی ہے اتنی آبادی کی بستی میں جمعہ جائز نہیں ہے۔ مصر (شہر) کی متعدد تعریفیں کی گئی ہیں۔ ایک تعریف یہ ہے کہ ایسی آبادی کو مصر کہتے ہیں جس میں حکومت کی طرف سے والی (امیر) ہو اور محکمہ قضاء کا قاضی ہو جو حدود اور احکام شرعیہ کو جاری کرنے کی قدرت رکھتا ہو بعض نے یہ کی ہے کہ اس میں بازار اور گلی کوچے ہوں [2] وغیرہ وغیرہ۔

---

۱) تقدم تخريجه فى حاشية نمبر ۱ فى صفحة۔

۲) كما فى ردالمحتار: فى التحفه عن أبى حنيفة أنه بلدة كبيرة فيها سكك وأسواق ولهار ساتيق وفيها وال يقدر على إنصاف المظلوم من الظالم بحشمته۔ الخ (كتاب الصلاة۔ باب الجمعة، ص ۱۳۷، ج۲: مكتبه ايچ ايم سعيد كراچى)

وكذا فى البناية شرح الهداية: (كتاب الصلاة، باب صلوة الجمعة، ص ٤٥، ج۳: دارالكتب العلمية، بيروت) وكذافى الفتاوى التاتارخانيه: (كتاب الصلاة، الفصل الخامس فى صلاة الجمعة، ص ٤۹، ج۲: ادارة القرآن ، كراچى)

بعض نے یہ تعریف کی ہے کہ اس میں متعدد مساجد ہوں اور سب سے بڑی مسجد میں وہاں کے وہ عاقل بالغ مرد جن پر جمعہ واجب ہوتا ہے مسجد کے اندر اور بیرون مسجد صحن سمیت میں نہ سما سکیں [1]- اور چک نمبر ۵۵ ہذا میں تو صرف دو ہی مسجدیں ہیں- ویسے یہ سب تعریفیں حقیقی نہیں ہیں بلکہ یہ سب شہر کی امارات وعلامات ہیں- حقیقۃً شہر وہی ہوتا ہے جس کو عام لوگ شہر کہیں- اس کو گاؤں دیہات چک وغیرہ ناموں سے یاد نہ کریں اور شہروں کو شمار کرتے وقت اس کو بھی اس شمار میں ذکر کیا جائے اور واضح ہے کہ چک نمبر ۵۵ کی حیثیت اس جیسی نہیں ہے- لہٰذا اس میں جمعہ جائز نہ ہوگا اور نہ عیدین کی نماز جائز ہوگی- یہاں کے رہنے والوں پر جمعہ کے دن ظہر کے وقت چار رکعتیں فرض ادا کرنی ضروری ہیں اور ان کو جماعت سے ادا کرنا سنت مؤکدہ بلکہ واجب ہے [2]- لہٰذا جمعہ کی نماز چک ہذا میں پڑھنی جائز نہیں ہے- ویسے امام ابو یوسف صاحب رحمہ اللہ سے شہر کی امارات میں باعتبار آبادی کے دس ہزار کی روایت آئی ہے [3]- و **قال فی الھدایة لا تصح الجمعة الا فی مصر جامع اوفی مصلی المصر و لا تجوز فی القری لقوله علیه السلام لا جمعة ولا تشریق ولا فطر ولااضحی الا فی مصر جامع** الخ [4]- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

۱) كمـا فـي الـهـدايـه: عـن ابـي يوسف وعنه انهم اذا اجتمعوا في اكبر مساجد هم لم يسعهم۔ (كتاب الصلاة، باب الجمعة، ص ۱۵۱، ج ۱: بلوچستان بك ڈپو كوئٹه)
وكـذا فـي البـنـايـه شـرح الـهـدايـه: (كتـاب الصلاة۔ باب صلاة الجمعة، ص ٤٦، ج۳: دارالكتب العلمية، بيروت)۔ وكـذا فـي الـفـتـاوى الـتـاتـار خانية: (كتاب الصلاة۔ الفصل الخامس في صلاة الجمعة، ص ٤٩، ج ۲: ادارة القرآن، كراچی)

۲) كمـا فـي الهنديه: والمصر في ظاهر الرواية الموضع الذي يكون فيه مفت وقاض يقيم الحدود وينفذ الاحـكـام......ومـن لاتجب عليهم الجمعة من أهل القرى والبوادي لهم أن يصلوا الظهر بجماعة يوم الـجـمـعـة بـاذان واقـامـة۔ (كتـاب الـصلاة۔ الباب السادس عشر في صلوٰة الجمعة: ص ١٤٥، ج ۱: مكتبه رشيديه كوئٹه)
وكذا في ردالمحتار: (كتاب الصلاة۔ باب الجمعة۔ ص ۱۳۸، ج ۲: مكتبه ايچ ايم سعيد، كراچی)
وكذا في البحر الرائق: (كتاب الصلاة۔ باب صلاة الجمعة۔ ص ٢٤٨، ج ۲: مكتبه رشيديه كوئٹه)

۳) كما في الفتاوى التاتارخانية: وعن أبي يوسف...... وفي رواية أخرى عنه قال: كل موضع يسكن فيه عشرة آلاف نفر۔ (كتاب الصلاة۔ الفضل الخامس والعشرون في صلاة الجمعة۔ النوع الثاني۔ ص ٤٩، ج ۲: ادارة القرآن والعلوم الاسلامية، كراچی)

٤) الهدايه: (كتاب الصلاة، باب صلاة الجمعة، ص ۱۵۰، ج ۱: بلوچستان بك ڈپو، كوئٹه)
وكـذا في البنايه شرح الهدايه: (كتاب الصلاة باب صلاة الجمعة۔ ص ٤٤، تا ٤١، ج۳: دارالكتب الـعـلـمية بيروت)۔ وكذا في الفتح القدير: (كتاب الصلاة، باب صلاة الجمعة۔ ص ۲۲، ۲۳، ج ۲: مكتبه رشيديه، كوئٹه)

جمعہ کی ادائیگی کا مستحب وقت کونسا ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ جمعہ اول وقت میں افضل ہے یا آخر میں جمعہ کا صحیح وقت کونسا ہے پہلا یا آخری۔ اس مسئلہ میں تفصیل سے روشنی ڈال کر شکریہ کا موقع دیں۔

﴿ج﴾

جمعہ میں تعجیل یعنی اول وقت میں پڑھنا مستحب اور بہتر ہے۔ آج کل تقریباً ساڑھے بارہ بجے زوال آفتاب ہوتا ہے۔ تو ایک بجے یا ڈیڑھ بجے تک نماز جمعہ ادا کر لینی چاہیے۔ زیادہ تاخیر پسندیدہ نہیں ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول زوال کے ساتھ جمعہ پڑھنے کا تھا۔ اور یہی مستحسن ہے۔ **عن انس رضی اللہ عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یصلی الجمعة حین تمیل الشمس رواہ البخاری** [1] شامی میں ہے **لکن جزم فی الاشباہ من فن الاحکام انہ لایسن لھا الابراد۔** [2] الخ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ایک سو بیس گھرانوں پر مشتمل آبادی میں جمعہ کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک گاؤں میں مندرجہ ذیل شرائط موجود ہوں کیا اس میں شرعاً جمعہ وعیدین کی نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں جبکہ تقریباً پینتیس سال سے یہاں جمعہ اور عیدین کی نماز پڑھی جاتی ہے اور دلیل امام ابو یوسف رحمہ اللہ کی یہ روایت کہ **انھم اذا اجتمعوا فی اکبر مساجد ھم لم یسعھم** [3]۔ جس کو صاحب ہدایہ نے نقل کیا ہے پیش کرتے ہیں۔

---

۱) مشکوٰۃ المصابیح: (کتاب الصلاۃ، باب الخطبة والصلوٰۃ، الفصل الاول، ص ۱۲۳، قدیمی کتب خانہ کراچی)

۲) کما فی الشامیہ: (کتاب الصلاۃ۔ مطلب فی طلوع الشمس من صغربھا، ص ۳۶۷، ج۱: مکتبہ ایچ ایم سعید، کراچی)۔ وکذا فی صحیح البخاری، (کتاب الجمعة، باب وقت الجمعة إذا زالت الشمس، ص ۱۲۳، ج۱: قدیمی کتب خانہ کراچی)۔

۳) کما فی الھدایہ: (کتاب الصلاۃ۔ باب صلاۃ الجمعة۔ ص ۱۵۱، ج۱: بلوچستان بک ڈپو، کوئٹہ)

اس گاؤں کی کل آبادی ۱۲۰ گھرانوں پر مشتمل ہے- ساتھ ہی چند دیہات قریب قریب ہیں جو کہ مندرجہ بالا گاؤں سے تقریباً کم وبیش میل کے فاصلہ پر واقع ہیں اوران کے علیحدہ علیحدہ اپنے نام ہیں- اسی گاؤں میں چار مسجدیں اور چھ دوکانیں بصورت بازارنہیں بلکہ اپنے گھروں کے ساتھ علیحدہ علیحدہ جگہوں پر ہیں- نیز اس گاؤں میں ایک آٹا پیسنے کی مشین اورایک پرائمری سکول موجود ہے- باقی ضروریات زندگی کی تکمیل کے لیے صرف ایک ترکھان موجود ہے باقی کاریگرلوہار، سنار، موچی وغیرہ موجودنہیں ہیں-

امید ہے کہ مندرجہ بالا شرائط مدنظررکھتے ہوئے ہمیں مسئلہ شرعی سے باخبرکیا جائے گا-

یہ گاؤں قریہ صغیرہ ہے اس میں اقامتِ جمعہ درست نہیں لہٰذا یہ لوگ ظہر کی نماز پڑھتے رہیں جمعہ کے پڑھنے سے ظہر کی نماز ذمہ سے ساقط نہ ہوگی (۱)- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ایک ہزار کی آبادی پر مشتمل گاؤں میں جمعہ کا حکم

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک گاؤں جس میں ایک جامع مسجد ہے اوراس میں پانچ وقت نماز جماعت کے ساتھ ہوتی ہے اورگاؤں کی آبادی تقریباً ہزار آدمیوں پر مشتمل ہے-

صحت جمعہ اور جواز کے لیے مصراورقریہ کبیرہ ہونا شرط ہے (۲)- جس کی آبادی تین چار ہزار کے قریب ہو

---

۱) كما فى ردالمحتار لاتجوز فى الصغيرة التى ليس فيها قاض و منبر و خطيب...... الاترى ان فى الجواهر لوصلوا فى القرى لزمهم اداء الظهر- (كتاب الصلاة- باب الجمعة- ص ۱۳۸، ج۲: مكتبه ايچ ايم سعيد كراچى)- وكذا فى الهنديه: (كتاب الصلاة، الباب السادس عشر فى صلاة الجمعة، ص ۱٤۵، ج۱: مكتبه رشيديه كوئٹه)

وكذا فى البحرالرائق: (كتاب الصلاة- باب صلاة الجمعة: ص ۲٤۸، ج۲: مكتبه رشيديه كوئٹه)

۲) كما فى ردالمحتار مع الدرالمختار ويشترط لصحتها) سبعة أشياء: الأول: (المصر)...... وتقع فرضا فى القصبات والقرى الكبيرة التى فيها اسواق- (كتاب الصلاة - باب الجمعة، ص ۱۳۷،۱۳۸، ۱۳۷،۱۳۸، ج۲: مكتبه ايچ ايم سعيد، كراچى)- وكذا فى الهندية: (كتاب الصلاة- الباب السادس عشر فى صلوة الجمعة، ص ۱٤۵، ج۱: مكتبه رشيديه كوئٹه)- وكذا فى البحرالرائق: (كتاب الصلاة - باب صلاة الجمعة- ص ۲٤۸، ج۲: مكتبه رشيديه كوئٹه)

اور ضروریات کی تمام اشیاء وہاں میسر ہوں لوگ اپنی ضروریات پوری کرنے کے لیے وہاں رجوع کرتے ہوں (۱)۔سوال میں جس گاؤں کا ذکر ہے یہ قریہ صغیرہ ہے یہاں جمعہ کی نماز جائز نہیں۔ یہاں کے لوگ نماز ظہر باجماعت ادا کریں (۲)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

سات سو افراد پر مشتمل بستی میں جمعہ کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک بستی جس کی آبادی سات سو افراد کے قریب ہے اور شہر کی کمیٹی حدود سے صرف دو فرلانگ دور ہے اور اگر سیلاب کا علاقہ نہ ہوتا تو کبھی کی یہ آبادی شہر میں شامل ہو چکی ہوتی۔کیا یہ آبادی شہر سے ملحق قرار دی جا سکتی ہے اور اس میں جمعہ کی نماز پڑھنا جائز ہے یا ناجائز۔مزید برآں مسجد میں پانچ وقت نماز باجماعت کثیر تعداد کے ساتھ ہوتی ہے۔مذکورہ بستی میں تین مساجد ہیں۔ان میں غیر مقلدین کا جمعہ ہوتا ہے۔

﴿ج﴾

تحدید بالفراسخ مطلقاً معتبر نہیں بلکہ اعتبار فناء مصر کا ہے کہ وہ جگہ مصالح مصر کے لیے ہے یا نہیں اگر مصالح مصر کے لیے نہیں ہے بلکہ جداگانہ قریہ ہے تو اس کا حکم مستقل ہے یعنی اگر وہ قریہ کبیرہ ہے جمعہ واجب وادا ہوگا ورنہ نہیں (۳)۔ **قال فی الشامی و التعریف احسن من التحدید۔الخ** (۴)

---

۱) کما فی الکوکب الدری: ان شرط المصر فمسلّم، لکنهم اختلفوا فی مایتحقق به المصریة، فقیل: مافیه أمیر یقیم الحدود...... وقیل: مافیه أربعة آلاف رجال إلی غیر ذلک۔ (أبواب الجمعة۔ باب ماجاء فی ترک الجمعة من غیر عذر: ص ٤١٣۔٤١٤، ج:١، إدارة القرآن کراچی)

۲) کما تقدم تخریجه فی حاشیة نمبر ١ ص ٥٤٩

۳) کما فی ردالمحتار: تقع فرضا فی القصبات والقری الکبیرة التی فیها اسواق......وفیما ذکرنا اشارة الی انه لاتجوز فی الصغیرة التی لیس فیها قاض و منبر و خطیب۔ (کتاب الصلاة، باب الجمعة، ص ١٣٨، ج٢: ایچ ایم سعید کراچی)

وکذا فی البحر الرائق: (کتاب الصلاة۔ باب الصلاة الجمعة، ص ٢٤٨، ج٢: مکتبه رشیدیه کوئٹه)

وکذا فی الهندیه: (کتاب الصلاة الباب السادس عشر فی صلوة الجمعة۔ ص ١٤٥، ج١: مکتبه رشیدیه کوئٹه)

٤) ردالمحتار: (کتاب الصلاة، باب الجمعة، ص ١٣٩، ج٢: مکتبه ایچ ایم سعید کراچی)

صورت مسئولہ میں جبکہ یہ بستی مستقل نام سے مشہور ہے اور کمیٹی کی حدود سے باہر ہے شہری قوانین کا اس بستی پر اطلاق نہیں ہوتا اور شہر کی اغراض کے لیے نہیں ہے تو فناء مصر نہیں ہے۔ یہاں کے لوگ نماز ظہر با جماعت ادا کریں (۱)۔ جمعہ وعیدین یہاں درست نہیں (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

پانچ ہزار کی آبادی والے شہر سے تین میل کے فاصلہ پر واقع تین صد آبادی والے گاؤں میں جمعہ کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک گاؤں جو پچاس گھرانوں اڑھائی تین صد افراد کی آبادی پر مشتمل ہے گاؤں مذکور سے ڈھائی میل کے فاصلہ پر ٹبہ سلطان پور نامی قصبہ جو تقریباً ایک ہزار گھرانوں اور چار پانچ ہزار کی آبادی پر مشتمل ہے واقع ہے قصبہ مذکور میں باقاعدگی سے نماز جمعہ ادا کی جاتی ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ دیہہ مذکور میں جو نماز ادا کی جاتی ہے واقعی جائز ہے یا نہیں واضح ہو کہ کسی جمعہ کی نماز میں تیس سے زائد افراد شریک نماز نہیں ہوتے۔

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نماز جمعہ کی صحت کے لیے شہر یا قصبہ کبیرہ ہونا ضروری ہے گاؤں اور دیہات میں جمعہ کی نماز ادا نہیں ہوسکتی وہاں کے رہنے والوں پر جمعہ کے روز اپنے گاؤں میں ظہر کی چار رکعتیں ادا کرنی فرض ہیں۔ اور ظہر کی جماعت واجب ہے دو رکعت ادا کرنے سے ان کے ذمہ سے فرض وقتی ساقط نہیں ہوتا۔ بلکہ یہ دو رکعت نفل

---

۱) كما في ردالمحتار: لاتجوز في الصغيرة التي ليس فيها قاض و منبر و خطيب...... الاترى ان في الجواهر لوصلوا في القرى لزمهم اداء الظهر۔ (كتاب الصلاة۔ باب الجمعة، ص ۱۳۸، ج۲: مكتبه ايچ ايم سعيد كراچى)

وكذا في الهندية: ومن لاتجب عليهم الجمعة من أهل القرى والبوادي لهم أن يصلوا الظهر بجماعة يوم الجمعة باذان واقامة۔ (كتاب الصلاة۔ الباب السادس عشر في صلوة الجمعة۔ ص ۱۴۵، ج۱: مكتبه رشيديه كوئٹه)

وكذا في البحرالرائق: (كتاب الصلاة، باب صلاة الجمعة، ص ۲۴۸، ج۲: مكتبه رشيديه كوئٹه)

۲) كما في ردالمحتار: صلوة العيد في القرى تكره تحريما (درالمختار) ومثله الجمعة۔ (كتاب الصلاة، باب العيدين، ص ۱۶۷، ج۲: مكتبه ايچ ايم سعيد، كراچى)

ہی شمار ہوں گی اور نفل کو جماعت کے ساتھ ادا کرنا بالتداعی مکروہ ہے (۱)- اس لیے دیہات میں جمعہ ادا نہ کیا جائے اور ظہر کی نماز باقاعدہ باجماعت ادا کی جائے (۲)- اڑھائی تین صد کی آبادی والی بستی دیہات ہی ہے اور اس میں نماز جمعہ ادا کرنا درست نہیں ہے- لا جمعة و لا تشریق ولا فطر ولا اضحی الا فی مصر جامع او کما قال (۳)- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

جنازہ گاہ میں جمعہ ونماز پنجگانہ قائم کرنے کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ جنازہ گاہ جو کہ وسط شہر میں ہے اور قابل آبادی ہے اس کے ساتھ محلہ جات موجود ہیں اس میں نماز پنجگانہ جمعہ وغیرہ قائم کیے جاسکتے ہیں اگر کراہت ہے تو کس حد تک ہے۔

﴿ج﴾

قبرستان کی زمین میں مسجد بنانا درست نہیں اگر جنازہ گاہ اس میں تعمیر شدہ ہے اور نمازیوں کے سامنے قبریں نہیں ہیں تو اس میں پنجوقتہ نمازیں اور جمعہ پڑھنا جائز ہے (۴)- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

۱) کما فی ردالمحتار: تقع فرضا فی القصبات والقری الکبیرة التی فیها اسواق...... وفیما ذکرنا إشارة إلی أنه لا تجوز فی الصغیرة التی لیس فیها قاض و منبر و خطیب کما فی المضمرات والظاهر أنه أریدبه الکراهة لکراهة النفل بالجماعة، ألاتری أن فی الجواهر لوصلوا فی القری لزمهم أداء الظهر۔ (کتاب الصلاة باب الجمعة۔ ص ۱۳۸، ج۲، مکتبه ایچ ایم سعید کراچی)۔ وکذا فی الهندیه: (کتاب الصلاة، باب السادس عشر فی صلوة الجمعة: ص ۱٤٥، ج۱: مکتبه رشیدیه کوئٹه)۔ وکذا فی بدائع الصنائع: (کتاب الصلاة، فصل فی بیان شرائط الجمعة: ص ۲٥۹، ج۱: مکتبه رشیدیه کوئٹه)

۲) کما فی الهندیه: ومن لاتجب علیهم الجمعة من أهل القری والبوادی لهم أن یصلوا الظهر بجماعة یوم الجمعة باذان واقامة۔ (کتاب الصلاة۔ الباب السادس عشر فی صلوة الجمعة: ص ۱٤٥، ج۱: مکتبه رشیدیه کوئٹه)۔

۳) الهدایه: (کتاب الصلاة۔ باب صلاة الجمعة، ص ۱٥۰، ج۱: بلوچستان بك ڈپو کوئٹه)
وکذا فی البنایه شرح الهدایه: (کتاب الصلاة۔ باب صلاة الجمعة۔ ص ٤٤، ج۳: دارالکتب العلمیة، بیروت)۔ وکذا فی فتح القدیر: (کتاب الصلاة ۔ باب صلاة الجمعة۔ ص ۲۲،۲۳، ج۲: مکتبه رشیدیه کوئٹه)

٤) کما فی ردالمحتار: ولا بأس بالصلا ة فیها إذا کان فیها موضع أعد للصلاة ولیس فیه قبر ولانجاسة...... ولاقبلته إلی قبر۔ (کتاب الصلاة۔ مطلب فی إعراب کائنا ماکان۔ ص ۳۸۰، ج۱: مکتبه ایچ ایم سعید کراچی)۔ وکذا فی الجامع الترمذی: (أبواب الصلوة۔ باب ماجاء أن الأرض کلها مسجد إلا المقبرة والحمام۔ ص ۷۳، ج۱: ایچ ایم سعید کراچی)۔ وکذا فی ردالمحتار: (کتاب الصلاة۔ باب مایفسد الصلاة ومایکره فیها۔ ص ٦٥٤، ج۱: ایچ ایم سعید کراچی)

جیل میں جمعہ قائم کرنا

قتل کے جرم میں عمر قید کی سزا پانے والے کا نماز جمعہ میں امام بننا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ جیل میں جمعہ قائم کرنا جائز ہے یا نہیں اور کیا قتل کے جرم میں عمر قید کی سزا پانے والا شخص جمعہ کی نماز پڑھا سکتا ہے یا نہ۔

﴿ج﴾

جیل کا دروازہ بسبب عادت مستمرہ کے بند رہتا ہے اور حکومت کی طرف سے جیل کے اندر رہنے والوں کو پڑھنے کی اجازت ہے اور اس میں قیدی وغیر قیدی سب کی شرکت جائز ہے نیز امام قیدی ہو یا غیر قیدی ہر حال میں جمعہ جائز ہے۔ درمختار وشامی میں ہے۔ **قال فی شرح التنویر فی شروط صحة الجمعة (و)السابع (الاذن العام) (الی قوله) فلا یضر غلق باب القلعة لعدو او لعادة قدیمة لان الاذن العام مقرر لاهله و غلقه لمنع العدولا المصلی و فی الشامیة تحت (قوله او قصره) قلت و ینبغی ان یکون محل النزاع ما اذا کان لا تقام الا فی محل واحد اما لوتعددت فلا لانه لا یتحقق التفویت کما افاده التعلیل فتامل** (۱)

دیندار مسائل سے واقف شخص کو امام بنایا جائے اگر ایسا شخص نہ ملے اور قتل کے جرم میں ماخوذ قیدی توبہ تائب ہو جائے اور مسائل جانتا ہو تو اس کی امامت بھی درست ہے (۲)۔ فقط اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے آپ کے لیے رہائی کی بہتر صورت پیدا فرمائے۔ آمین۔

---

۱) الدرالمختار مع رد: (کتاب الصلاة۔ باب الجمعة۔ ص ۱۵۱، ۱۵۲، ج۲: مکتبه ایچ ایم سعید کراچی)۔ وکذا فی الانهر (کتاب الصلاة۔ باب الجمعة، ص ۲۴۶، ج۱: المتکبة الغفاریه کوئٹه)۔ وکذا فی امداد الفتاوی: (کتاب الصلاة۔ باب صلوة الجمعة والعیدین: ص ۴۱۱، ۴۱۲، ج۱: مکتبه دارالعلوم کراچی)

۲) قال الله تعالیٰ۔ إنی لغفارٌ لمن تاب (سورة طه : آیت: ۸۲)

وکذا فی مشکوٰة المصابیح : عن عائشة رضی الله تعالیٰ عنها قالت: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم : إن العبد إذا اعترف ثم تاب ، تاب الله علیه۔ متفق علیه۔ کتاب الدعوات، باب الاستغفار والتوبه ص ۲۰۳ ، ج۱ ، قدیمی کتب خانه کراچی)

وکذا فیه (کتاب الدعوات: باب الاستغفار والتوبة۔ ص ۲۰۶ ، قدیمی کتب خانه کراچی)

ساتھ سو آبادی والی ایسی بستی میں جمعہ کا حکم کہ جس سے ایک میل کے فاصلہ پر سات ہزار کی آبادی ہو

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ کہان ایک بستی ہے جو پہاڑوں کے دامن میں واقع ہے- اس کی چار دیواری کے اندر تقریباً چھ سات سو کی آبادی ہے اور اس کے آس پاس ایک میل سے چار میل تک جو آبادیاں ہیں وہ تقریباً چھ سات ہزار کی ہیں اور وہاں پر تقریباً اٹھارہ سال سے جمعہ اور عیدین کی نماز جاری ہے تو کیا اس کہان بستی میں از روئے شرع جمعہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

صحت جمعہ اور جواز جمعہ کے لیے مصر یا قریہ کبیرہ کا ہونا شرط ہے قریہ کبیرہ جس کی آبادی دو ڈھائی ہزار ہو اور ضروریات زندگی تمام میسر ہوں مصر کے حکم میں ہے- سوال میں جس بستی کہان کا ذکر ہے جس کی آبادی چھ سات سو ہے- قریہ صغیرہ ہے اور یہاں نماز جمعہ و عیدین جائز نہیں- یہاں کے لوگ نماز ظہر با جماعت ادا کریں[1]- آس پاس کی آبادی جبکہ مستقل نام کے ساتھ موسوم ہے اور درمیان میں فاصلہ ہے عرف میں ایک قریہ شمار نہیں کیا جاتا تو یہ متعدد بستیاں کہان کے ساتھ مل کر ایک قریہ شمار نہ ہوں گی اور نہ فناء کہان میں داخل ہیں- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ایک شہر میں کئی مقام پر جمعہ قائم کرنے کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک مسجد جو کہ ملتان شہر کی حدود میں واقع ہے اور جس کے ارد گرد کافی آبادی ہے اس میں نماز جمعہ کا اہتمام کیا گیا ہے- لیکن بعض حضرات کہتے ہیں کہ اس مسجد میں جمعہ جائز نہیں ہے-

---

۱) كما في ردالمحتار: تقع فرضا في القصبات والقرى الكبيرة التي فيها اسواق...... وفيما ذكرنا اشارة إلى أنه لاتجوز في الصغيرة التي ليس فيها قاض و منبر و خطيب...... الاترى ان في الجواهر لوصلوا في القرى لزمهم اداء الظهر۔ (كتاب الصلاة۔ باب الجمعة، ص ۱۳۸، ج۲: مكتبه ايچ ايم سعيد كراچی)۔ وكذا في الهنديه: (كتاب الصلاة۔ باب السادس عشر في صلاة الجمعة۔ ص ۱۴۵، ج۱: مكتبه رشيديه كوئٹه)
وكذا في البحر الرائق: (كتاب الصلاة باب الجمعة۔ ص ۲۴۸، ج۲: مكتبه رشيديه كوئٹه)

﴿ج﴾

حنفیہ کا صحیح و مفتی بہ مذہب یہ ہے کہ ایک شہر میں چند جگہ جمعہ صحیح ہے- کما فی الدر المختار و تودی فی مصر واحد بمواضع کثیرة مطلقا علی المذهب و علیه الفتوی [۱]- پس اگر قریب مسجد کے نمازیوں کو کم کرنا اور پہلی مسجد کو غیر آباد کرنا مقصود نہ ہو تو اس مسجد میں جمعہ شروع کرنا درست ہے- اس کا بھی لحاظ رکھا جائے کہ جمعہ اول وقت میں پڑھا جائے- حنفیہ کا صحیح مذہب یہ ہے کہ جمعہ میں تعجیل مستحب ہے اور احادیث سے بھی جمعہ کی تعجیل ہی ثابت ہوتی ہے- پس زوال کے بعد مثلاً ساڑھے بارہ بجے اذان جمعہ ہونی چاہیے پھر دس پندرہ منٹ بعد خطبہ اور اس کے بعد نماز ہونی چاہیے- مثلاً ایک بجے تک یہ سب کام ہو جائیں- یا کسی قدر کم وبیش ہو- قال فی ردالمحتار لکن جزم فی الاشباه من فن الاحکام انه لا یسن لها الابراد و قال الجمهور لیس بمشروع لانها تقام بجمع عظیم فتاخیره مفض الی الحرج-[۲]

بہر حال جمعہ اس مسجد میں جائز ہے البتہ بہتر یہ ہے کہ بڑی جامع مسجد میں جمعہ کا اہتمام کیا جائے اور ہر ہر مسجد میں الگ الگ جمعہ شروع نہ کیا جاوے [۳]- فقط واللہ اعلم

چار سو گھروں کی آبادی والی بستی میں جمعہ قائم کرنے کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک بستی میں تقریباً چار سو گھر اور اردگرد سے ملا کر تقریباً سولہ سو کی آبادی ہو جاتی ہے اور اس بستی مذکورہ میں بارہ دوکانیں بھی موجود ہیں اور دو بڑی بڑی مسجدیں ہیں تو کیا ایسی بستی میں جمعہ پڑھنا جائز ہے-

---

۱) الدرالمختار: (کتاب الصلاة- باب الجمعة- ص ۱٤٤،۱٤٥، ج۲: مکتبه ایچ ایم سعید کراچی)- وکذا فی البحر الرائق: (کتاب الصلاة باب الجمعة، ص ۲٤۹، ج۲: مکتبه رشیدیه کوئٹه)- وکذا فی فتح القدیر: (کتاب الصلاة- باب صلاة الجمعه، ص ۲۲، ج۲: مکتبه رشیدیه کوئٹه)

۲) ردالمحتار: (کتاب الصلاة- مطلب فی طلوع الشمس من مغربها، ص ۳٦۷، ج۱: مکتبه ایچ ایم سعید، کراچی)- وکذا فی البحر الرائق: (کتاب الصلاة، ص ٤۲۹، ج۱: مکتبه رشیدیه کوئٹه)- وکذا فی بذل المجهود فی حل إبی داؤد: (کتاب الصلاة- باب وقت الجمعة، ص ۱۷۹، ج۲: امدادیه، ملتان)

۳) تقدم تخریجه فی حاشیة نمبر ۱ فی صفحة هذا-

﴿ج﴾

یہ گاؤں قریہ صغیرہ ہے اس میں اقامت جمعہ درست نہیں اقامت جمعہ کے لیے شہر یا قصبہ کا ہونا ضروری ہے- حدیث شریف میں ہے-لا جمعة و لا تشریق الافی مصر جامع [1]- و فی الشامية و تقع فرضا فی القصبات و القری الكبيرة التی فيها اسواق [2]- فقط واللہ تعالیٰ اعلم-

ایک ہزار کی آبادی والی بستی میں جمعہ کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء کرام دریں مسئلہ کہ ایک شہر ہے اس میں مردم شماری کے مطابق آبادی ایک ہزار کی ہے ایک چھوٹا سا بازار ہے جس میں چالیس دوکانیں ہیں- کپڑے پرچون کی اور ضروریات کی اشیاء مہیا ہیں- پرائمری سکول سرکاری تھانہ جس میں سرکاری سوار لیویز رہتے ہیں- مسجد میں پانچ وقت نماز باجماعت ہوتی ہے- مقتدیوں کی تعداد پچاس یا ساٹھ ہے- مذکورہ صفتوں والے شہر کے گردونواح میں چھوٹی چھوٹی سی بستیاں بھی ہیں- جن میں بسنے والے اسی شہر میں اپنی ضروریات کی چیزیں خریدتے ہیں- ڈیلر سے پوچھا گیا وہ تقریباً چار ہزار مردم کل جو کہ اس شہر سے چینی لیتے ہیں بتاتا ہے- اب عرض یہ ہے کہ اس شہر میں جمعۃ المبارک وعیدین شروع کیے جائیں یا نہ- اس میں امام اعظم رحمہ اللہ کا مذہب کیا ہے؟ بينوا بحوالة الواضحة توجروا فی الدارين-

﴿ج﴾

گاؤں مذکورہ قریہ صغیرہ ہے اس میں اقامت جمعہ درست نہیں- ظہر کی نماز باجماعت پڑھتے رہیں [3]-
فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

۱) الهدايه: (كتاب الصلاة- باب صلاة الجمعة- ص ۱۵۰، ج۱: بلوچستان بك ڈپو، كوئٹه)

۲) ردالمحتار: (كتاب الصلاة، الباب السادس عشر فی صلاة الجمعة، ص ۱٤۵، ج۱: مكتبه رشيديه كوئٹه)
وكذا فی البحر الرائق: (كتاب الصلاة- باب الجمعة، ص ۲٤۸، ج۱: مكتبه رشيديه كوئٹه)

۳) كما فی ردالمحتار: لاتجوز فی الصغيرة التی ليس فيها قاض و منبر و خطيب...... الاترى ان فی الجواهر لوصلوا فی القرى لزمهم اداء الظهر- (كتاب الصلاة- باب الجمعة- ص ۱۳۸، ج۲: مكتبه ايچ ايم سعيد كراچی)- وكذا فی الهنديه: (كتاب الصلاة- الباب السادس عشر فی صلوة الجمعة- ص ۱٤۵، ج۱: مكتبه رشيديه كوئٹه)
وكذا فی البحر الرائق: (كتاب الصلاة- باب صلاة الجمعة، ص ۲٤۸، ج۲: مكتبه رشيديه كوئٹه)

کسی کو پانچوں نمازوں اور جمعہ کے لیے آنے سے روکنا کیا اذنِ عام کے خلاف ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص نے دوسرے کو مسجد میں آنے سے جمعہ اور پانچوں نمازوں کے لیے منع کیا اور یہ محض ذاتیات کی بنا پر ہوا کیا یہ اذن عام کے خلاف ہے یا نہ اور اس مسجد میں از روئے شرع جمعہ شریف جائز ہے یا نہ۔

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ یہ اذن عام کے منافی نہیں ہے اور اس مسجد میں شرعاً جمعہ شریف جائز ہوگا اگرچہ کسی شخص کو ذاتی عداوت کی بناء پر مسجد سے روکنا بڑا گناہ ہے۔ **لقوله تعالى و ان المساجد لله**(۱)۔ الاية۔ و قال تعالى و من اظلم ممن منع مساجد الله ان يذكر فيها (۲)۔ الاية۔ ایک آدمی کو مسجد میں آنے سے روکنا اذن عام کے منافی نہیں ہے۔ کیونکہ اس صورت میں تو سب لوگوں کو یہاں پڑھنے کی اجازت ہے سوائے ایک شخص معین کے لہذا اس سے اذن عام کی شرط مفقود نہیں ہو جاتی ہے (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ساٹھ گھروں کی آبادی والی بستی میں جمعہ کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین دریں مسئلہ کہ جمعہ کے جواز کے لیے کیا کیا شرائط ہیں اور کیا ایسی جگہ میں نماز جمعہ جائز ہے جس کی آبادی تقریباً ساٹھ گھر ہیں اور وہاں تحصیل وتھانہ وغیرہ بھی نہیں ہے۔

(نوٹ) نیز بعض دیہاتوں میں جمعہ کے بغیر چار رکعت فرض بھی احتیاطی پڑھنا کیسا ہے۔ بینوا توجروا

---

۱) كما قال الله تعالىٰ: (سورة الجن، آیت نمبر ۱۸)

۲) كما قال الله تعالىٰ (سورة البقرة آیت: ۱۱٤)

۳) كذا فی تفسیر منیر: سورة البقرة، آیت نمبر ۱۱٤، ص ۲۸۰، ج۱: مكتبه غفاريه كوئٹه)
وكذا فی امدادالفتاوی: كتاب الوقف أحكام المسجد۔ ص ٦٦٩، ج۲: مكتبه دارالعلوم، كراچی)

﴿ج﴾

مذھب حنفیہ کی تمام کتب میں مذکور ہے کہ جمعہ کے ادا ہونے اور واجب ہونے کے لیے مصر شرط ہے اور مصر کہتے ہیں شہر کو اور قصبہ اور بڑا قریہ جس میں دو چار ہزار آدمی آباد ہوں اور ضروری اشیاء کی دوکانیں ہوں وہ بھی حکم شہر میں ہے۔ کما قال فی الشامیة و تقع فرضا فی القصبات و القری الکبیرة التی فیها اسواق (الی ان قال) و فیما ذکرنا اشارة الی انه لا تجوز فی الصغیرة۔ [1] خلاصہ یہ کہ بڑے قریہ اور قصبہ اور شہر یا متعلقاتِ شہر میں جمعہ پڑھنا چاہیے چھوٹے قریہ میں جمعہ نہیں ہوتا اور سوال میں جس قریہ کا ذکر ہے وہ قریہ صغیرہ ہے جس میں جمعہ پڑھنا جائز نہیں وہاں ظہر باجماعت پڑھنی چاہیے [2]۔ جمعہ کے بعد چار رکعت فرض احتیاطی درست ہے [3]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ایک وسیع مسجد ہوتے ہوئے دوسری مسجد بنا کر جمعہ ادا کرنے کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شہر یا گاؤں میں ایک جامع مسجد میں عرصہ دراز سے نماز جمعہ ادا ہوتی ہے اب محلّہ والوں نے دوسری مسجد بنائی ہے تاکہ اس میں نماز جمعہ ادا کریں۔ حالانکہ پہلی مسجد وسیع اور کافی ہے تو کیا اس دوسری مسجد میں نماز جمعہ ادا کرنا جائز ہوگا یا نہ۔

---

١) ردالمحتار: (کتاب الصلاة، باب الجمعة، ص ١٣٨، ج٢: مکتبه ایچ ایم سعید کراچی)

٢) کما فی ردالمحتار: تقع فرضا فی القصبات والقری الکبیرة التی فیها اسواق...... وفیما ذکرنا اشارة الی انه لاتجوز فی الصغیرة التی لیس فیها قاض و منبر و خطیب...... الاتری ان فی الجواهر لوصلوا فی القری لزمهم اداء الظهر۔ (کتاب الصلاة۔ باب الجمعة، ص ١٣٨، ج١: مکتبه ایچ ایم سعید کراچی)
وکذا فی الهندیه: (کتاب الصلاة۔ باب السادس عشر فی صلاة الجمعة۔ ص ١٤٥، ج١: مکتبه رشیدیه کوئٹه)
وکذا فی البحر الرائق: (کتاب الصلاة۔ باب صلاة الجمعة، ص ٢٤٨، ج٢: مکتبه رشیدیه کوئٹه)

٣) کما فی الهندیة: ثم فی کل موضع وقع الشك فی جواز الجمعة لوقوع الشك فی المصر أو غیره وأقام أهله الجمعة، ینبغی أن یصلوا بعدالجمعة، أربع رکعات وینووابها الظهر۔ الخ (کتاب الصلاة۔ الباب السادس عشر فی صلاة الجمعة۔ ص ١٤٥، ج١: مکتبه رشیدیه کوئٹه)
وکذا فی الدر المختار: (کتاب الصلوة۔ باب الجمعة: ص ١٣٧، ج١: ایچ ایم سعید کراچی)
وکذا فی البحر الرائق: (کتاب الصلاة۔ باب الجمعة، ص ٢٤٥، ج١: مکتبه رشیدیه کوئٹه)

﴿ج﴾

اگر یہ گاؤں اس طرح کا ہے کہ اس میں اقامت جمعہ درست ہے تو پھر دوسری مسجد میں بھی نماز جمعہ درست ہوگی (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

پانچ سو کی آبادی والے قصبہ میں جمعہ کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک قصبہ جس کی آبادی تقریباً پانچ صد کی ہے اس کے قرب و جوار میں دیگر بستیاں دو دو تین تین میل پر چار پانچ موجود ہیں اس قصبہ میں چار دوکانیں بھی ہیں، ضروریات زندگی کی تمام چیزیں مل سکتی ہیں، گلی کوچے وغیرہ بھی ہیں۔ یہاں کے لوگوں کا خیال ہے کہ نماز جمعہ وعیدین شروع کر دی جائیں اور ہر جمعہ کو خطبہ سے پہلے تبلیغ احادیث نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام بھی لوگوں کو دیندار بنانے کے لیے شروع کرادی جائے کیا ازروئے شریعت یہاں نماز جمعہ اور سلسلہ تبلیغ درست ہے۔

﴿ج﴾

پانچ صد کی آبادی کی بستی میں حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جمعہ جائز نہیں ہے اس لیے مسئولہ صورت میں جمعہ نہ پڑھا جائے (۲)۔ تبلیغ مستحسن اور لازمی امر ہے اسے ضرور جاری کر دیا جائے۔ لیکن اس کا تعلق جمعہ سے جوڑنا صحیح نہیں۔ تبلیغ بغیر جمعہ کے بھی ہو سکتی ہے (۳)۔ واللہ تعالیٰ اعلم

---

۱) کما فی الدرالمختار مع رد: (وتؤدی فی مصر واحد بمواضع کثیرة) مطلقاً علی المذهب۔ وعلیه الفتویٰ۔ (کتاب الصلاة۔ باب الجمعة، ص ١٤٤۔١٤٥، ج٢: مکتبه ایچ ایم سعید کراچی)
وکذا فی البحرالرائق: (کتاب الصلاة، باب الجمعة۔ ص ٢٤٩، ج٢: مکتبه رشیدیه کوئٹه)
وکذا فی فتح القدیر: (کتاب الصلاة۔ باب صلاة الجمعة۔ ص ٢٢، ج٢: مکتبه رشیدیه کوئٹه)

۲) کما فی ردالمحتار: لاتجوز فی الصغیرة التی لیس فیها قاض ومنبر و خطیب۔ (کتاب الصلاة، باب الجمعة ،ص ١٣٨، ج٢، مکتبه ایچ ایم سعید کراچی)۔ وکذا فی البحرالرئاق: (کتاب الصلاة۔ باب الصلاة الجمعة: ص ٢٤٨، ج٢: مکتبه رشیدیه کوئٹه)۔ وکذا فی الهندیه: (کتاب الصلاة۔ الباب السادس عشر فی صلاة الجمعة۔ ص ١٤٥، ج١: مکتبه رشیدیه کوئٹه)

۳) کما قال الله تعالیٰ: یؤمنون بالله والیوم الاخر ویأمرون بالمعروف وینهون عن المنکر و یسارعون فی الخیرات وأولئك من الصالحین۔ (سورة ال عمران آیت: ١١٤)۔ وکذا فی مشکوٰة المصابیح عن أبی موسی الأشعری قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم والذی نفس محمد بیده ان المعروف والمنکر خیلقتان تنصبان للناس یوم القیامة فأما المعروف فیبشر أصحابه ویوعدهم الخیر واما المنکر ،الخ۔ (مشکوٰة: باب الأمر بالمعروف، ص ٤٣٩، ج١: قدیمی کتب خانه کراچی)۔ وایضاً فیه (باب الافلاس والأنظار الفصل الأول ، ص ٢٥١، ج١: مکتبه قدیمی کتب خانه، کراچی)

ایک ہزار کی آبادی والی ایسی بستی میں جمعہ کا حکم جس سے فرلانگ دو فرلانگ کے فاصلہ پر اور بستیاں ہوں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک بستی بنام جان محمد آباد جس کی آبادی تقریباً ایک ہزار ہے اس میں ایک جامع مسجد، ایک مدرسہ ہے جن میں تقریباً ڈیڑھ سو بچے اور بچیاں زیر تعلیم ہیں اور دس دوکانیں ہیں جن میں تقریباً تمام ضروریات زندگی کی اشیاء تھوک و پرچون ملتی ہیں اور چار دیگر بستیاں ہیں فرلانگ دو فرلانگ کے فاصلے پر جو کہ سرکاری طور پر اس کے ساتھ شمار ہوتی ہیں تو کیا اس میں جمعہ وعیدین جائز ہیں۔

﴿ج﴾

بظاہر یہ قریہ صغیرہ ہے اور یہاں جمعہ وعیدین جائز نہیں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

جامع مسجد کو ویران کرنے کی غرض سے دوسری چھوٹی مسجد میں جمعہ شروع کرنے کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین دریں مسئلہ کہ ایک شہر میں ایک ہی جامع مسجد ہے اس ہی میں دائماً جمعہ پڑھا جاتا ہے کسی تنازع اور دنیوی جھگڑے کی بناء پر چند لوگ دوسری چھوٹی مسجد میں جمعہ قائم کر دیتے ہیں اور ان کا ارادہ بھی ساتھ ساتھ یہ ہے کہ جامع مسجد ویران ہو جائے کیا ان لوگوں کے لیے دوسری چھوٹی مسجد میں جمعہ کرنا جائز ہے یا نہ اگر جمعہ جائز نہیں ہے تو کیا ان کی نماز ہوتی ہے یا نہ اور جو جمعہ اس مسجد میں پڑھ چکے ہیں وہ واجب الاعادہ ہیں یا نہ؟ بینوا توجروا

---

۱) کما فی ردالمحتار: لاتجوز فی الصغیرة التی لیس فیها قاض و منبر و خطیب (کتاب الصلاة، باب الجمعة، ص ۱۳۸، ج۲: ایچ ایم سعید کراچی)
وکذا فی الهندیة: (کتاب الصلاة، باب السوال عشر فی صلاة الجمعة، ص ۱۴۵، ج۱: مکتبه رشیدیه کوئٹه)
وکذا فی البحر الرائق: (کتاب الصلاة، باب صلاة الجمعة، ص ۲۴۸، ج۲: مکتبه رشیدیه کوئٹه)

﴿ج﴾

ایک ہی علاقہ میں متعدد جگہوں پر جمعہ قائم کرنے کے سلسلہ میں خود ائمہ کا اختلاف ہے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ اس طرح کے مروجہ تعدد کو جائز نہیں رکھتے امام محمد رحمہ اللہ تعدد کے جواز کے قائل ہیں۔ اس لیے احتیاط لازم ہے اور جمعہ صرف ایک جگہ پڑھنے پر اکتفاء کیا جائے لیکن اس کے باوجود اگر دو جگہ بھی پڑھ لیا جائے تو بناءً علی قول محمد جمعہ اداء ہو جاتا ہے۔ (ھو المفتی بہ) لہٰذا صورت مسئولہ میں تو مفتیٰ بہ قول کے مطابق تو جمعہ صحیح ہو جائے گا[1]۔ اگرچہ احتیاط کے خلاف ہوگا۔ البتہ اگر ان کا مقصد صرف تفریق بین المسلمین ہے اور کوئی شرعی وجہ الگ پڑھنے کی نہیں ہے بلکہ صرف فساد یا دنیوی اختلاف کی وجہ سے ایسا کرتے ہیں تو ان کا یہ فعل گناہ ہوگا[2]۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان شہر

چار سو کی آبادی والے چک میں جاری جمعہ کو بند کرنے کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ہمارا چک جس کی آبادی تقریباً چارسو افراد پر مشتمل ہے دیہات

---

۱) کما فی فتح القدیر: أن عند أبی حنیفة لایجوز تعددها فی مصر واحد وکذا روی أصحاب الاملاء عن أبی یوسف أنه لایجوز فی مسجدین فی مصر الا أن یکون بینهما نهر کبیر حتی یکون کمصرین...... وعن محمد یجوز تعددها مطلقا ورواه عن أبی حنیفة ولهذا قال السرخسی الصحیح من مذهب أبی حنیفة جواز اقامتها فی مصر واحد فی مسجدین فأکثروبه نأخذ۔ (کتاب الصلاة، باب صلاة الجمعة، ص ۲۵، ج۲: مکتبه رشیدیه کوئٹه)۔ وکذا فی الدرالمختار مع رد: (کتاب الصلاة۔ باب الجمعة، ص ۱۴۴۔۱۴۵، ج۲: مکتبه ایچ ایم سعید کراچی)
وکذا فی البحرالرائق: (کتاب الصلاة۔ باب صلاة الجمعة۔ ص ۲۵۰، ج۲: مکتبه رشیدیه کوئٹه)

۲) قال الله تعالیٰ: واعتصموا بحبل الله جمیعا ولاتفرقوا (سوة ال عمران: آیت ۱۰۳)
وفی تفسیر اللباب فی علوم الکتاب: قوله: ولا تفرقوا......الثانی: أنه نهی عن المعاداة المخاصمة، فانهم کانوا فی الجاهلیة مواظبین علی ذالك فنهوا عنه، الثالث: أنه نهی عما یوجب الفرقة، ویزیل الألفة...... واعلم أن النهی عن الاختلاف والأمر بالإتفاق۔ الخ، ص ۴۳۲، ج۵: سورة ال عمران آیت نمبر ۱۰۳، دارالکتب العلمیه بیروت)۔ وکذا فی روح المعانی: ص ۳۲۱، ج۳۔۴، سورة ال عمران: آیت نمبر ۱۰۳، طبع دارالاتراث بیروت)
وکذا فی التفسیر المنیر: ص ۲۹، ج۴: سورة ال عمران: آیت نمبر ۱۰۳، مکتبه غفاریه کوئٹه)

میں واقع ہے۔جس میں ایسی دو کانیں بھی نہیں کہ جن سے عام ضروریات پوری ہوسکیں۔عرصہ پانچ سال سے اس میں جمعۃ المبارک شروع ہے۔اب بند کرنے میں عوام تشدد اختیار کرتے ہیں اور فتنہ کا خطرہ ہے تو کیا اب اس کو باقی رکھنے کے جواز کی کوئی صورت ہے تا کہ فتنہ نہ ہو اور احتیاط کا پہلو کیا ہے یا اس کو بند کرنا ضروری ہے اگر ضروری ہے تو سابقہ نمازوں کے بارے میں کیا حکم ہے۔

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ دیہات میں جمعہ جائز نہیں ہوتا[1] اس کا بند کرنا موعظہ حسنہ کے ساتھ ضروری ہے۔ جو ظہر کی نمازیں بوجہ جمعہ کے ادا نہیں کی ہیں ان کی قضا کرنی ضروری ہے[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ڈیڑھ صد گھروں کی آبادی والے گاؤں میں جمعہ کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک گاؤں کے اندر تقریباً ڈیڑھ سو گھر ہیں اور جمعہ کے وقت تقریباً چار سو جمع ہو جائیں گے اگر جمعہ کوئی پڑھائے تو کیا جائز ہے براہ مہربانی بمعہ حوالہ کتاب مسئلہ واضح تحریر فرمائیں۔

﴿ج﴾

نماز جمعہ شہر یا قصبے میں ہو جاتی ہے[3] اس گاؤں میں احناف کے نزدیک جمعہ بالکل ناجائز ہے نیز یہ

---

۱) کما فی ردالمحتار: لاتجوز فی الصغیرة التی لیس فیها قاض و منبر و خطیب...... الاتری ان فی الجواهر لوصلوا فی القری لزمهم اداء الظهر۔ (کتاب الصلاة باب الجمعة، ص ۱۳۸، ج۲: مکتبه ایچ ایم سعید کراچی)۔ وکذا فی البحر الرائق: (کتاب الصلاة۔ باب صلاة الجمعة، ص ۲٤٥، ج۲: مکتبه رشیدیه کوئٹه)۔ وکذا فی الهندیه: (کتاب الصلاة۔ باب السادس عشر فی صلوة الجمعة، ص ١٤٥، ج۱: مکتبه رشیدیه کوئٹه)

۲) کما فی الهدایه: من فاتته صلوٰةقضاها اذا ذکرها۔ (کتاب الصلاة، باب قضاء الفوائت، ص ۱٦۱، ج۱: مکتبه رحمانیه لاهور)۔ وکذا فی البنایة شرح الهدایه: (کتاب الصلوٰة باب القضاء الفوائت، ص ٥۸۲، ج۲: دارالکتب بیروت)

۳) کما فی بدائع الصنائع: وکذا لایصح اداء الجمعة الا فی المصر وتوابعه۔ (کتاب الصلاة باب فصل فی بیان شرائط الجمعة، ص ۲٥۹، ج۱: مکتبه رشیدیه کوئٹه)۔ کذا فی الهدیه: (کتاب الصلاة، الباب السادس عشر فی صلوة الجمعة۔ ص ١٤٥، ج۱: مکتبه رشیدیه کوئٹه)۔ وکذا فی حاشیة الطحطاوی: (کتاب الصلاة۔ باب الجمعة، ص ٥٠٤: قدیمی کتب خانه کراچی)

گاؤں قریۂ کبیرہ بھی نہیں ہے جس میں فقہاء نے جمعہ وعیدین کو صحیح کہا ہے (۱)- جولوگ عام دیہاتوں میں نماز جمعہ ادا کرتے ہیں اور دلیل میں قریہ جواثا کی روایت پیش کرتے ہیں سو ان کی یہ دلیل بالکل غب شب سمجھیے وہ ہرگز قابل التفات نہیں کیونکہ قریہ کا اطلاق مصر اور قریہ کبیرہ دونوں پر ہو جاتا ہے اور یہ جواثا مشہور منڈی ہے قریہ کبیرہ سے بھی زیادہ ہے- صاحب فتح القدیر نے پر (۲) لکھا ہے- و اما ما روی ابن عباس رضی اللہ عنہ ان اول جمعة جمعت بعد جمعة فی مسجد رسول الله صلی الله علیه وسلم بجواثا قریة بالبحرین فلاینا فی المصریة تسمیة الصدر الاول اسم القریة اذ القریة تقال علیه فی عرفهم و هو لغة القران قال الله تعالی و قالوا الولا نزل هذا القران علی رجل من القریتین عظیم ای مکة والطائف و لا شک ان مکة مصر و فی الصحاح ان جواثا حصن بالبحرین فهی مصر - اس کے بعد مبسوط کا حوالہ دیا ہے- و لذاقال فی المبسوط انها مدینة بالبحرین - صاحب ھدایہ نے جلد اول باب الصلوة الجمعة میں فرمایا لاتصح الجمعة الافی مصر جامع (۳)-

اور اسی پر ایک حدیث نقل کی ہے- لا جمعة (۴) و لا تشریق و لا فطر و لا اضحی الافی مصر جامع - گاؤں اور دیہات کے متعلق صاف لکھا ہے- ولا تجوز (۵) فی القری - علامہ عینی رحمہ اللہ (۶) نے بھی جواثا کے متعلق مفصلاً تحریر کیا ہے کہ جواثا تاجر لوگوں کا مرکز ہے- وکثرة التجار تدل علی ان جواثا مدینة قطعاً - نیز علامہ شامی نے بار بار لکھا ہے- لا تجوز فی الصغیرة التی لیس فیها قاض و منبر و خطیب (۷) حرۂ بنی بیاضہ میں جو اسعد بن فرودہ نے چالیس آدمیوں (۸) کو جمعہ پڑھایا ہے- فکان قبل ان تفرض الجمعة او بغیر علمه صلی الله علیه وسلم- واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالرحمن نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

---

۱) کما فی ردالمحتار: تقع فرضا فی القصبات والقری الکبیرة التی فیها أسواق...... فیما ذکرنا إشارة إلی أنه لاتجوز فی الصغیرة...... وکما أن المصر أوفناء ه شرط جواز الجمعة فهو شرط جواز صلاة العید۔ (کتاب الصلاة۔ باب الجمعة، ص ۱۳۸۔۱۳۹، ج۲: مکتبه ایچ ایم سعید کراچی) وکذا فی الهندیه: (کتاب الصلاة۔ الباب السادس عشر فی صلوة الجمعة۔ ص ۱۴۵، ج۱: مکتبه رشیدیه کوئٹه)۔ وکذا فی البحر الرائق: (کتاب الصلاة ۔ باب صلوة الجمعة، ص ۲۴۸، ج۲: مکتبه رشیدیه کوئٹه)

۲) کما فی فتح القدیر: (کتاب الصلاة۔ باب صلاة الجمعة۔ ۲۲، ج۲: مکتبه رشیدیه کوئٹه)

۳) کما فی الهدایه: (کتاب الصلاة۔ باب صلوة الجمعة، ص ۱۵۰۔۱۵۱، ج۱: مکتبه بلوچستان، بك ڈپو کوئٹه)

۴) کما فی المصنف ابن ابی شیبة: (کتاب الجمعة، من قال لا جمعة ولاتشریق إلا فی مصر جامع، ص ۱۰، ج۲: مکتبه امدادیه ملتان)۔

۵) کما فی الهدایه: (کتاب الصلوٰة۔ باب صلوة الجمعة، ص ۱۵۰، ج۱: بلوچستان بك ڈپو کوئٹه)

۶) کما فی عمدة القاری شرح صحیح البخاری: (کتاب الجمعة، باب الجمعة فی القری والمدت ص ۳۹، ج۵، دارالفکر بیروت)۔

۷) کما فی ردالمحتار: (کتاب الصلاة، باب الجمعة۔ ص ۱۳۸، ج۲: مکتبه ایچ ایم سعید کراچی)

۸) کما فی البنایه شرح الهدایه: (کتاب الصلاة۔ باب الجمعة، ص ۴۴، ج۳: دارالکتب العلمیه بیروت)

جمعہ کی دو رکعتیں فرض ہیں یا واجب

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ نماز جمعہ کی دو رکعت جو کہ باجماعت پڑھی جاتی ہیں یہ فرض ہیں یا واجب۔

﴿ج﴾

جہاں شرائط جمعہ پائی جائیں وہاں جمعہ فرض عین ہے۔ (هی (ای الجمعة) فرض) عین (یکفر جاحدها) ثبوتها بالدلیل القطعی کما حققه الکمال (درمختار) قوله " بالدلیل القطعی" و هو قوله تعالی یا ایها الذین امنوا اذا نودی للصلوة من یوم الجمعة فاسعوا [1]– الایة و بالسنة والاجماع– [2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

شہر سے دو میل کے فاصلہ پر ایک سو کی آبادی والی بستی میں جمعہ کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ بستی تنگراوہ موضع سومن تحصیل شجاع آباد میں ۱۲ صفر ۹۶ھ مطابق ۱۳ فروری ۷۶ء بروز جمعۃ المبارک نماز جمعہ کا آغاز کیا گیا ہے۔ بستی مذکور میں تقریباً چالیس سال قبل نماز جمعہ کا آغاز کیا گیا تھا۔ عرصہ تین ماہ تک جاری رہا مولانا قاضی غلام یٰسین مرحوم کو معلوم ہوا تو انھوں نے اس نماز جمعہ کو ناجائز قرار دیا اور نماز جمعہ بند کرادی گئی۔ بستی مذکورہ کا فاصلہ شہر شجاع آباد سے ڈیڑھ دو میل ہے جبکہ متوقع حدود کمیٹی سے فاصلہ نصف میل رہ جاتا ہے۔ بستی میں مکانات کی تعداد بیس ہے۔ اور آبادی ایک سو کے قریب ہے۔ ویسے آدمی دیہات کے کافی جمع ہو سکتے ہیں کیا اس بستی میں نماز جمعہ ادا ہو سکتی ہے یا نہیں۔

---

۱) سورة الجمعة پاره ۲۸، آیت نمبر ۹۔

۲) الدرالمختار مع رد: (کتاب الصلاة۔ باب الجمعة، ص ۱۳٦، ج۲: مکتبه ایچ ایم سعید کراچی)
وکذا فی البحرالرائق: (کتاب الصلاة۔ باب صلاة الجمعة، ص ۲٤٥، ج۲: مکتبه رشیدیه کوئٹه)
وکذا فی الهندیه: (کتاب الصلاة۔ الباب السادس عشر فی صلوة الجمعة، ص ۱٤٤، ج۱: مکتبه رشیدیه کوئٹه)

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں جس بستی کا ذکر ہے اور اس کے کچھ احوال بھی درج ہیں کہ اس میں بیس کے قریب مکانات اور سو کے قریب آبادی ہے- یہ بستی قریہ صغیرہ ہے اور احناف کے نزدیک یہاں نماز جمعہ جائز نہیں- **لما فی الشامیة و فیما ذکرنا اشارة الی انه لا تجوز فی الصغیرة** -[1] لہذا یہاں کے لوگ نماز ظہر باجماعت ادا کریں[2]- جہاں جمعہ جائز نہیں وہاں کسی غرض سے جمعہ قائم کرنا جائز نہیں- جب یہ قریہ صغیرہ ہے اور شہر کے فناء میں سے بھی نہیں تو نہ یہاں جمعہ درست ہے اور نہ ان لوگوں پر شہر میں جا کر جمعہ ادا کرنا لازم ہے[3]- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کیا جمعہ کی نماز پڑھنے کے بعد ظہر کی نماز ادا کرنا ضروری ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ جمعۃ المبارک کی نماز پڑھنے کے بعد ظہر کی نماز ادا کرنا ضروری ہے- جمعہ کی شرائط بھی ارشاد فرمادیں-

---

۱) ردالمحتار: (كتاب الصلاة- باب الجمعة، ص ۱۳۸، ج۲: مكتبه ايچ ايم سعيد كراچی)
وكذا فی الهنديه: (كتاب الصلاة- الباب السادس عشر فی صلاة الجمعة- ص ۱٤٥، ج۱: مكتبه رشيديه كوئٹه)- وكذا فی البحر الرائق: (كتاب الصلاة- باب صلوة الجمعة، ص ۲٤۸، ج۲: مكتبه رشيديه كوئٹه)

۲) كما فی ردالمحتار: الاترى ان فی الجواهر لوصلوا فی القرى لزمهم اداء الظهر- (كتاب الصلاة باب الجمعة، ص۱۳۸، ج ۲: مكتبه ايچ ايم سعيد كراچی)- وكذا فی الهنديه: (كتاب الصلاة- باب السادس عشر فی صلوة الجمعة : ص ۱٤٥، ۱: مكتبه رشيديه كوئٹه)
وكذا فی البحر الرائق: (كتاب الصلاة- باب صلاة الجمعة، ص ۲٤۸، ج۲: مكتبه رشيديه كوئٹه)

۳) كما فی البحر الرائق: وأما القرى فإن أراد الصلاة فيها فغير صحيحة على المذهب وإن أراد تكلفهم وذهابهم إلى المصر فممكن لكنه بعيد- (كتاب الصلاة- باب صلاة الجمعة، ص ۲٤۸، ج۲: مكتبه رشيديه كوئٹه)- وكذا فی ردالمحتار: (كتاب الصلاة- باب الجمعة- مطلب فی شروط وجوب الجمعة ص ۱٥۳، ج۲: مكتبه رشيديه كوئٹه)- وكذا فی ردالمحتار: (كتاب الصلاة- باب الجمعة- مطلب فی شروط وجوب الجمعة، ص ۱٥۳، ج۲: مكتبه ايچ ايم سعيد كراچی)
وكذا فی حاشية الطحطاوی على مراقی الفلاح- (كتاب الصلاة- باب الجمعة، ٥۰٤، ٥۰٥، قديمی كتب خانه كراچی)

﴿ج﴾

جہاں پر جمعہ کی نماز فرض ہو وہاں پر جمعہ کی نماز پڑھ لینے سے ظہر کی نماز ذمہ سے ساقط ہو جاتی ہے۔لہٰذا جمعہ کی نماز کے بعد ظہر کی نماز پڑھنا کوئی ضروری نہیں (۱)۔

فرضیت جمعہ کے لیے شہر یا قصبہ کا ہونا ضروری ہے (۲)۔قصبہ کی تعریف حضرات علماء یہ کرتے ہیں کہ جس میں بازار ہوں اور خرید وفروخت ہو (۳)۔آبادی مردم شماری کم از کم تین چار ہزار کی ہو (۴)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

شہر کی ایسی مسجد میں جمعہ کا حکم کہ جس میں پانچ وقت کی باجماعت نماز نہ ہوتی ہو

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں مفتیان شرع متین ان مسائل میں کہ:

---

۱) کما فی حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح: ولیس الاحتیاط فی فعلها، لأن الاحتیاط هوالعمل باقوی الدلیلین وأقواهما إطلاق جواز تعدد الجمعة وبفعل الأربع مفسدة اعتقاد الجهلة عدم فرض الجمعة أوتعدد المفروض فی وقتها، ولایفتی بالأربع إلا للخواص، ویکون فعلهم إیاها فی منازلهم۔ (کتاب الصلاة ، باب الجمعة، ص ۵۰۶: مکتبه قدیمی کتب خانه ، کراچی)
وکذا فی ردالمحتار: (کتاب الصلاة۔ باب الجمعة، ص ۱۴۶، ج۲: مکتبه ایچ ایم سعید کراچی)
وکذا فی البحرالرائق: (کتاب الصلاة، باب الجمعة ص ۲۵۰۔۲۵۱، ج۲: مکتبه رشیدیه کوئٹه)

۲) کما فی الدرالمختار مع رد: (ویشترط لصحتها) سبعة أشیاء: الأول: المصر ۔قال ابن عابدین، وتقع فرضا فی القصبات والقری الکبیرة۔ (کتاب الصلاة۔ باب الجمعة، ص ۱۳۸۔۱۳۷، ج۲: مکتبه ایچ ایم سعید کراچی)
وکذا فی الهدایه: (کتاب الصلاة۔ باب صلاة الجمعة، ص ۱۵۰، ج۱: مکتبه بلوچستان بك ڈپو کوئٹه)۔ وکذا فی بدائع الصنائع: (کتاب الصلاة۔ الفصل فی بیان شرائط الجمعة، ص ۲۵۹، ج۲: مکتبه رشیدیه کوئٹه)

۳) کما فی ردالمحتار: تقع فرضا فی القصبات والقری الکبیرة التی فیها اسواق.....(کتاب الصلاة باب الجمعة، ص ۱۳۸، ج۲: مکتبه ایچ ایم سعید کراچی)
وکذا فی البحرالرائق: (کتاب الصلاة۔ باب صلاة الجمعة: ص ۲۴۸، ج۲: مکتبه رشیدیه کوئٹه)
وکذا فی الهندیه: (کتاب الصلاة ، الباب السادس فی صلوة الجمعة، ص ۱۴۵، ج۱: مکتبه رشیدیه کوئٹه)

۴) کما فی الکوکب الدری: ان شرط المصر فمسلم، لکنهم اختلفوا فی مایتحقق به المصریة...... وقیل: مافیه أربعة الاف رجال إلی غیر ذلك (أبواب الجمعة، باب ماجاء فی ترك الجمعة من غیر عذر۔ ص ۴۱۳۔۴۱۴، ج۱: إدارة القرآن، کراچی)

(۱) ایک مسجد واقع ہے کچہری ملتان میں اور اس مسجد میں سوائے ظہر کی نماز کے دوسرے اوقات الاربع میں نماز تو نماز رہی اس میں اذان بھی نہیں ہوتی بلکہ امام المسجد خود بھی وہاں سے چلا جاتا ہے۔صرف ظہر کی نماز میں بغیر اتوار کے آیا کرتا ہے۔اس میں بات تلاش کی یہ ہے کہ ایسی مساجد میں جمعہ ہونا چاہیے یا نہیں اور جمعہ کی شرائط کیا ہیں، اور مسجد کا آباد ہونا شرائط الجمعہ میں داخل ہے یا نہیں؟ جبکہ دوسرے ساری شرائط مثلاً بازار اور سرکاری عملہ وغیرہ اور مسافر وغیرہ پائے جائیں؟

(۲) دیہاتوں اور دیہاتی چکوں میں جمعہ جائز ہے یا نہیں۔حالانکہ وہ تو صرف ۵۰ یا ۱۰۰ گھر ہوتے ہیں اور معمولی دو چار دوکانیں ہوتی ہیں نہ ان میں سرکاری آدمی اور نہ بازار ہوتا ہے۔

﴿ج﴾

(۱) اس مسجد میں جمعہ جائز ہے کیونکہ جمعہ کی صحت کے لیے مسجد کا ہونا بھی شرط نہیں ہے۔ویسے گراؤنڈ میں بھی باقی شرائط کے موجود ہونے کے ساتھ اگر جمعہ کا انتظام ہو جائے تو جمعہ پڑھنا وہاں بھی صحیح ہے [1] اور یہ تو مسجد بھی ہے۔پھر کیونکر جائز نہ ہو ہاں یہ دوسری بات ہے کہ مسجد کو آباد رکھنا ضروری چیز ہے۔وہاں کے محلّہ والوں پر لازم ہے کہ اس میں پنج وقتہ نماز باجماعت کا انتظام کر لیں یا کم از کم اذان تو دیں [2] ویسے جمعہ جائز ہے۔

(۲) دیہاتوں اور دیہاتی چکوں میں جمعہ جائز نہیں ہے جمعہ کی صحت کے لیے شہر کا ہونا ضروری ہے۔جس کی مختلف تعریفیں فقہاء کی عبارات میں موجود ہیں، مثلاً یہ کہ وہاں قاضی اور حاکم ہوں جو تنفیذ احکام پر قدرت رکھتے ہیں یا جس میں بازار اور گلی کوچے ہوں، وغیرہ وغیرہ یعنی جسے عرف میں لوگ شہر اور مصر کہا کرتے ہیں، صرف ۵۰ یا ۱۰۰ گھروں کی کوئی آبادی شہر نہیں کہلاتا، ایسے لوگوں کو جمعہ پڑھنا جائز نہیں ہے۔جہاں ایسی بستیوں میں جمعہ

---

۱) کما فی الهدایه: والحکم غیر مقصور علی المصلی بل یجوز فی جمیع افنیة المصر لانها بمنزلته فی حوائج اهله۔ (کتاب الصلاة۔ باب صلوٰة الجنة، ص ۱۵۱، ج۱: مکتبه بلوچستان بك ڈپو کوئٹه)۔
وکذا فی الفتاویٰ التاتارخانیة: (کتاب الصلاة۔ الفصل الخامس والعشرون فی صلاة الجمعة، النوع الثانی فی بیان شرائط الجمعة۔ ص ۴۹، ج۲: مکتبه إدارة القرآن کراچی)
وکذا فی الدرالمختار: (کتاب الصلاة، باب الجمعة، ص ۱۳۸، ج۲: مکتبه ایچ ایم سعید کراچی)

۲) کما فی الدرالمختار: افضل المساجد مکة ثم المدینة ثم القدس ثم قباء ثم الاعظم ثم الاقرب۔ (کتاب الصلاة۔ باب مایفسد الصلاة ومایکره فیها۔ ص ۶۵۸، ج۱: مکتبه ایچ ایم سعید کراچی)
وکذا فی مشکوٰة المصابیح (کتاب الصلاة۔ باب المساجد و مواضع الصلوٰة ص ۷۲، قدیمی کتب خانه کراچی)
وکذا فی الهندیه: (کتاب الکراهیة الباب الخامس، ص ۳۲۱، ج۵: مکتبه رشیدیه کوئٹه)

پڑھا جائے وہاں کے لوگوں پر ظہر کی نماز جمعہ کی نماز کے بعد پڑھنی فرض ہے اور یہ جمعہ ادا کرنا گویا نفلی نماز کی جماعت کی طرف بلانا ہے اور یہ بھی مکروہ ہے-قال فی الشامیة و فیما ذکرنا اشارة الی انه لا تجوز فی الصغیرة التی لیس فیها قاض و منبر و خطیب کما فی المضمرات والظاهر انه ا ریدبه الکراهة لکراهة النفل بالجماعة الاتری ان فی الجواهر لو صلوا فی القری لزمهم اداء الظهر -(۱) الخ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

پانچ سو کی آبادی والے چک میں جمعہ کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس صورت مسئلہ میں کہ ایک چک جس کی تمام آبادی تقریباً چار پانچ سو کے قریب ہوگی اس چک میں مدت دراز سے ایک مدرسہ عربیہ بھی ہے اس چک میں خانہ داری کی اکثر ضروریات بھی مل جاتی ہیں- اس چک میں دیوانی پنچائیت بھی ہے- افسر پنچائیت اسی چک میں رہتا ہے اس کی آبادی چک ھذا کی تحصیل فورٹ عباس کے قریب ہی پڑے گی- اس علاقہ کے لوگ بالکل ناواقف عن المسئلہ ہیں جنھیں بالکل فرض عین وکفایہ کے پڑھنے کا کوئی مسنون طریقہ نہیں آتا اور نہ انھیں یہ شوق ہے کہ بچوں کو قرآن و حدیث پڑھائیں اور مسائل سیکھیں جو لوگ یہاں پڑھیں گے یا تو وہ مسافر ہوں گے یا قدیمی ریاستی جو کہ بالکل قلیل ہیں یہاں کے جو اکثر لوگ ہیں وہ مہاجر کہلاتے ہیں انھیں بالکل کسی قسم کا شوق نہیں ہے صرف انھیں ایک خواہش رہتی ہے کہ جمعہ پڑھیں اور وہاں جا کے مسائل بھی سنیں تو کیا عندالشریعت چک مذکورہ اوصاف والے میں جمعہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں اگر کوئی شخص اسی چک میں صرف جمعہ اسی لیے قائم کرتا ہے تاکہ لوگ مسائل دینی سے واقف ہو جائیں تو اس شخص کا یہ فعل جائز ہے یا نہیں۔

چک ھذا میں دو ماہ سے جمعہ بموجب فرمان ایک عالم قائم ہوا ہے صرف اطمینان کی خاطر استفتاء ارسال کیا گیا ہے اگر چک ھذا میں عندالشریعت جمعہ جائز نہ ہو تو ہم بالکل چھوڑ دیں گے اور اگر جائز ہو تو جس طرح جمعہ جاری ہے جاری رہے گا- بینوا وتوجروا- المستفتی ضیاء الدین پٹھان عالمگیر-

---

۱) ردالمحتار: (کتاب الصلاة- باب الجمعة، ص ۱۳۸، ج۲: مکتبه ایچ ایم سعید کراچی)

وکذا فی الهندیه: (کتاب الصلاة- الباب السادس عشر فی صلاة الجمعة، ص ۱۴۵، ج۱: مکتبه رشیدیه کوئٹه)

وکذا فی بدائع الصنائع: (کتاب الصلاة، الفصل فی بیان شرائط الجمعة، ص ۲۵۹، ج۱: مکتبه رشیدیه کوئٹه)

﴿ج﴾

یہ مذھب حنفی میں مصرح ومتفق علیہ ہے کہ مصر شرائط جمعہ میں سے ہے اور اہل فتاویٰ نے قصبات وقریٰ کبیرہ کو بھی مصر کا حکم دے دیا ہے- کما فی ردالمحتار تقع فرضا فی القصبات و القری الکبیرۃ -(۱) اور بلدۃ کبیرہ کی تعریف خود امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے یوں منقول ہے- فیھا سکک و اسواق و فیھا وال یقدر علی انصاف المظلوم من الظالم الی قولہ و ھذا ھو الاصح-(۲) تعریف مذکور سے معلوم ہوا کہ آبادی اتنی ہو جتنی مصر کی ہوتی ہے اس میں بازار اور کوچے ہوں اور اس میں حاکم ہو- مختلف دوکانوں کو بازار نہیں کہا جاتا بظاہر جس جگہ کے متعلق استفتاء ہے وہ عرف میں دیہات میں سے ہے اور نہ وہ مصر، نہ قصبہ، نہ قریہ کبیرہ لہٰذا اس میں جمعہ کی نماز صحیح نہیں (۳)۔ وعظ وتعلیم مسائل کی غرض سے جمعہ کی صحت نہیں ہو سکتی تبلیغ کے لیے اور کوئی صورت کردی جاوے- واللہ اعلم-

کیا نصِ قرآنی کی رو سے ہر جگہ جمعہ جائز ہے

﴿س﴾

جناب مفتیان عظام وورثۃ الانبیاء السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ-

کیا فرماتے ہیں اس مسئلہ میں کہ نماز جمعہ بستی میں جائز ہے یا نہیں؟ نیز ایک شخص نے جواز بایں کہا ہے (قال(۴) اللہ تعالی) یا ایھا الذین امنوا اذا نودی للصلوۃ الآیۃ ۔ کہ یہ آیت شریفہ مطلق جمعہ کو بیان کرتی ہے گو کہیں بھی کیوں نہ ہو نیز فداہ ابی وامی علیہ السلام نے بھی ارشاد فرمایا- عن ابن عباس رضی اللہ عنہ (۵) قال

---

۱) ردالمحتار کتاب الصلاۃ۔ باب الجمعۃ، ص ۱۳۸، ج۲: مکتبہ ایچ ایم سعید کراچی

۲) ردالمحتار کتاب الصلاۃ ۔ باب الجمعۃ، ص ۱۳۷، ج۲: مکتبہ ایچ ایم سعید کراچی
وکذا فی الفتاوی تاتارخانیہ: (کتاب الصلاۃ الفصل الخامس فی صلاۃ الجمعۃ۔ النوع الثانی فی بیان شرائط الجمعۃ، ص ۴۹، ج۲: مکتبہ ادارۃ القرآن کراچی)۔ وکذا فی البنایۃ شرح الھدایہ: (کتاب الصلاۃ۔ باب صلاۃ الجمعۃ۔ ص ۴۵، ج۳: مکتبہ دارالکتب العلمیۃ بیروت)

۳) کما فی ردالمحتار: تقع فرضا فی القصبات والقری الکبیرۃ التی فیھا اسواق...... وفیما ذکرنا اشارۃ إلی أنہ لاتجوز فی الصغیرۃ التی لیس فیھا قاض و منبر و خطیب (کتاب الصلاۃ، باب الجمعۃ ص ۱۳۸، ج۲: مکتبہ ایچ ایم سعید کراچی)۔ وکذا فی الھندیہ: (کتاب الصلاۃ۔ الباب السادس عشر فی صلوۃ الجمعۃ، ص ۱۴۵، ج۱: مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)
وکذا فی البحرائق: (کتاب الصلاۃ۔ باب صلاۃ الجمعۃ، ص ۲۴۸، ج۲: مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

۴) قال اللہ تعالیٰ فی القرآن المجید: (سورۃ الجمعۃ، آیات نمبر ۹، پارہ ۲۸)

۵) صحیح البخاری: (کتاب الجمعۃ: باب الجمعۃ فیالقری والمدن، ص ۱۲۲، ج۱، قدیمی کتب خانہ کراچی)

ان اول جمعة جمعت بعد جمعة فی مسجد رسول الله صلی الله علیه وسلم فی مسجد عبدالقیس بجواثی -رواه البخاری باسناد طویل- حواله باب الجمعة فی القری والمدن) -

فریق ثانی جوعدم جواز کا قائل ہوااس نے حوالہ ہدایہ کالا تصح[1] الجمعة الا فی مصر جامع اوفی مصلی المصر ولا تجوز فی القری لقوله علیه السلام لاجمعة ولا تشریق ولا فطرو لا اضحی الافی مصر جامع پیش کر کے عدم جواز کا ثبوت ظاہر کیا-مگر فریق اول نے جو قائل ہے جواز کا اپنی حدیث شریف کو بحوالہ ابن ابی شیبہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ پر موقوف ثابت کیا چنانچہ فریق ثانی نے باطمینان دیکھا کہ واقعی موقوف ہے حوالہ اس کے اوپر و نیچے (یعنی بین السطور) لکھا ہے لا جمعة ولا تشریق و لا فطر عبارت ملاحظہ ہو رفعه المصنف[2] وانما رواه ابن ابی شیبة موقوفا علی علی رضی الله عنه-

اب فریقین نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ استفتاء مدارس عربیہ میں بھیج دیں جو فیصلہ شرع کی روشنی میں صادر کریں گے ہمیں منظور ہے اب اس کے متعلق بدلائل احادیث وکلام اللہ شریف مکتوب فرما کر ممنون فرمائیں-(بینواتوجروا)

﴿ج﴾

مسئلہ مجتہد فیہ ہے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مذہب عدم جواز فی القریٰ الصغیرہ ہے[3] اور باقی ائمہ جواز کے قائل ہیں مقلد کے لیے تو مسائل اجتہادیہ میں اپنے امام کی تقلید چاہیے[4] لہٰذا اگر فریقین مقلد حنفی ہیں تو اس بحث سے لاتعلق ہو کر ان کو اس میں اپنے امام کی تقلید وجوباً کرنی ہوگی اور اگر بالفرض ایک فریق غیر مقلد ہے تو مختصراً عرض ہے کہ آیت سے استدلال صحیح نہیں اس لیے کہ عام مخصوص البعض بالاتفاق ہے حتیٰ کہ عورت اور عبد اور مسافر پر بالاتفاق جمعہ نہیں[5] اور معلوم ہے کہ عام مخصوص البعض ظنی ہوتا ہے جس کی تخصیص قیاس یا خبر واحد سے صحیح ہوتی ہے اور یہاں حدیث و لا تشریق مخصص موجود ہے جس سے قریٰ کو بھی خاص کر دیا جائے گا نیز خود

---

١) الهداية كتاب الصلاة- باب الجمعة ص ١٥٠، ج٢: مكتبه رشيديه كوئٹه)

٢) كما فی فتح القدير: (كتاب الصلاة- باب صلاة الجمعة- ص ٢٢، ج٢: مكتبه رشيديه كوئٹه)

٣) كما فی ردالمحتار: لاتجوز فی الصغيرة- (كتاب الصلاة- باب الجمعة، ص ١٣٨، ج٢: مكتبه ايچ ايم سعيد كراچی)

٤) كما فی مقدمة اعلاء السنن: قال صاحب جامع الفتاوى من الحنفية: يجوز للحنفی أن ينتقل إلى مذهب الشافعی وبالعكس لكن بالكلية، أما فی مسئلة واحدة فلا يمكن- (ذكر الشروط الثلاثة لجواز الإنتقال- ص ٢٢٧، ج٢: إدارة القرآن، كراچی)

٥) كما فی الهداية: ولاتجب الجمعة على مسافر ولا امرأة ولامريض ولا عبد ولا اعمى- (كتاب الصلاة- باب صلاة الجمعة: ص ١٥٢، ج١: مكتبه بلوچستان، بك ڈپو كوئٹه) وكذا فی ردالمحتار: (كتاب الصلاة، باب الجمعة، ص ١٣٧، ج٢: مكتبه ايچ ايم سعيد كراچی)-وكذا فی الهنديه: (كتاب الصلاة- باب السادس عشر فی صلاة الجمعة، ص ١٤٤، ج١: مكتبه رشيديه كوئٹه)

آیت میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وجوب جمعہ کن پر ہے اور کن پر نہیں اسعوا [1] سے معلوم ہوتا ہے کہ عورت پر جمعہ واجب نہیں اس لیے کہ وہ مامور بالستر ہے اور سعی منافی ستر ہے- کما فی حق السعی فی مناسک الحج [2]- و ذروا البیع [3] سے معلوم ہوتا ہے کہ غلام پر جمعہ نہیں اس لیے کہ بیع سے مجور ہے اس کو ترک بیع کا حکم دینا نہی عن العاجز کے حکم میں ہے اسی طرح معلوم ہونا چاہیے کہ ذکر اللہ کا مقام مصر ہے قریہ نہیں حدیث- لا یقص الاثلثة امیرا و مامور [4] او محتال سے ثابت ہے کہ امیر و مامور کے علاوہ کسی کو تذکیر جائز نہیں اور امیر و مامور بغیر مصر کے اور کہیں سکونت نہیں کرتے جیسے کے مصر کی تعریف میں ہے مالہ امیر [5] او قاض ینفذ الاحکام و یقیم الحدود اس سے اشارۃً اشتراط مصر بھی معلوم ہوا-

حدیث تجمیع فی جواثی کے متعلق عرض ہے کہ جواثی قریہ کبیرہ یا مصر ہے ابوعبداللہ البکری کہتا ہے [6]- ھی مدینة بحرین نحو العتیس اور قریہ کا اطلاق بہت دفعہ شہر پر بھی ہوسکتا ہے- جیسے لو لا [7] نزل ھذا القران علی رجل من القریتین عظیم -کی آیت میں قریتین سے مراد مکہ معظمہ اور طائف ہیں باوجودیکہ مصر ہیں لہٰذا جواثی پر اطلاق قریہ من ھذا القبیل ہے- جو اگر چہ مستدل کے لیے کافی نہ ہو لیکن بمعنی لیکر احتمال کافی ہے- پھر باوجودیکہ جمعہ کی فرضیت بالتحقیق والدلائل ثابت ہے کہ مکہ میں ہوئی تھی اور اداء بوجہ عدم قدرت کے نہ ہوسکا لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں آتے وقت قبا میں تقریباً دو ہفتہ ٹھہرے لیکن جمعہ ادا نہ کیا جو صراحۃً عدم جواز فی القری پر دال ہے- پھر مدینہ میں تشریف لاکر جمعہ پڑھا حدیث [8] لا جمعة [9] و لا تشریق -الخ- حدیث صحیح ہے- ابن ابی شیبہ نے اس کو عن جریر عن منصور نقل کیا ہے- جس کی صحت پر کوئی اعتراض نہیں حدیث اگر چہ موقوف علی سیدنا علی کرم اللہ وجہہ ہو لیکن ابن ہمام رحمہ اللہ کہتے ہیں- و کفی بعلی قدوة و اماما [10]-

---

۱) القرآن المجيد: (سورة الجمعة آيات نمبر ۹، پاره ۲۸)

۲) كما فى حاشية الطحطاوى: والمراة فى أفعال الحج كالرجل غير أنها لاتكشف رأسها وتسدل على وجهها شيئا تحته عيد ان كا لقبة تمنع مسه بالغطاء، ولا ترفع صوتها بالتلبية ولا ترمل ولا تهرول فى السعى بين الميلين الا خضرين، بل تمشى على هيئتها فى جميع السعى بين الصفاء والمراة۔ (كتاب الحج فصل فى كيفية ترتيب أفعال الحج، ص ۷۳۸: قديمى كتب خانه كراچى)

۳) القرآن المجيد: (سورة الجمعة، آيت نمبر ۹، پاره ۲۸)

٤) سنن ابى داود: (اول كتاب العلم۔ باب فى القصص، ص ۱٦۰، ج۲: مكتبه رحمانيه لاهور)

٥) الهدايه: (كتاب الصلاة۔ باب صلاة الجمعة۔ ص ۱٥۲، ج۱: مكتبه بلوچستان بك ڈپو كوئٹه)

٦) البدائع الصنائع: فصل فى بيان شرائط الجمعة، ص ۲٥۹، ج۱: مكتبه رشيديه كوئٹه)

۷) القرآن المجيد: (سورة زخرف۔ آيت نمبر ۳۱، پاره ۲٥)

۸) المصنف ابن أبى شيبة: (كتاب الجمعة من قال لا جمعة ولاتشريق إلا فى مصر جامع ص ۱۰، ج۲، مكتبه امداديه ملتان)

۹) الهدايه: (كتاب الصلاة۔ باب صلاة الجمعة، ص ۱٥۰، ج۱: مكتبه بلوچستان بك ڈپو كوئٹه)

۱۰) البحر الرائق: (كتاب الصلاة۔ باب صلاة الجمعة، ص ۲٤٥، ج۲: مكتبه رشيديه كوئٹه)

بحث بہت طویل الذیل ہے لیکن اس اختصار کے ساتھ بھی منصف حضرات کے لیے باعث اطمینان ہوگا۔ ان شاء اللہ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ خادم الافتاء مدرسہ قاسم العلوم ملتان شہر

جیل میں نماز جمعہ کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس بارے میں کہ پاکستان بننے کے بعد جیل مچھ میں کسی کو اجازت نہیں تھی نماز پڑھنے کی حتیٰ کہ اگر کسی نے دوسرے کو چادر دے دی نماز پڑھنے کے لیے تو اس پر سزا اور مار پیٹ ہوتی تھی لیکن اب سرکار کی طرف سے وہاں جمعہ کی نماز ہوتی ہے اور حکومت خود منتظم ہے۔ کوئی شخص بلا عذر نماز نہ پڑھے تو جرمانہ وغیرہ لگایا جاتا ہے اب دریافت اس بات کی ہے کہ وہاں پر نماز ہوتی ہے یا نہ اور ہماری نمازوں کا کیا حال ہے اور کیا حکم ہے شریعت کی جانب سے کیا ہم ان نمازوں کا اعادہ کریں یا نہ۔

﴿ج﴾

جیل خانہ میں جمعہ کی نماز پڑھ سکتا ہے۔ لیکن احتیاطی ظہر بھی [1] ادا کرے تو بہتر ہے۔ درمختار میں ہے [2]۔ **فلا یضر غلق باب القلعة لعدو او لعادة قديمة لان الاذن العام مقرر لاهله و غلقه لمنع العدو لا المصلى** ۔ چونکہ جیل خانہ کی بندش نماز کے لیے نہیں بلکہ دوسری وجوہات ہیں اس لیے اجازت دی جا سکتی ہے۔

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان شہر ۴ شعبان ۱۳۷۱ھ

گیارہ سو کی آبادی والے گاؤں میں نماز جمعہ کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک گاؤں جس کی آبادی قریباً گیارہ سو ہے اس میں تین مسجدیں

---

۱) كما فى البحر الرائق: وإذا اشتبه على الإنسان ذلك فينبغى أن يصلى أربعاً بعد الجمعة وينوى بها آخر فرض أدركت وقته ولم أؤدبعد، فإن لم تصح الجمعة وقعت ظهره وإن صحت كانت نفلاً۔ (كتاب الصلاة۔ باب صلاة الجمعة۔ ص ٢٤٩، ج٢: مكتبه رشيديه كوئٹه)

٢) كما فى الدرالمختار: (كتاب الصلاة، باب الجمعة، ص ١٥٢، ج٢: مكتبه ايچ ايم سعيد كراچى) وكذا فى مجمع الانهر: (كتاب الصلاة، باب الجمعة، ص ٢٤٦، ج١: مكتبه الغفاريه كوئٹه)

ایک پرائمری سکول اور ایک مڈل سکول لڑکیوں کے لیے اور ایک پرائمری سکول لڑکوں کے لیے ہے۔ نمبر دار بھی اس میں ہے چوکیدار بھی ممبر یونین کونسل بھی اس کے علاوہ زمیندارہ بنک کی بھی تین شاخیں ہیں۔ سات دوکانیں بھی ہیں۔ بڑے شہر سے قریباً بالکل ملحقہ دو فرلانگ کے فاصلے پر ہے اور اس کا داخلی سمجھا جاتا ہے۔ کیا مذکورہ بالا گاؤں شہر کا محلّہ متصور کیا جا سکتا ہے؟ اور اس میں جمعہ شریف جائز ہوسکتا ہے جبکہ اس میں تین متدین عالم بھی رہتے ہیں۔ جنھیں سوا قیام جمعہ اظہار خیال ناممکن ہے۔ اگر گاؤں سمجھا جائے تو کیا نزاکت وقت یعنی غفلت دین والے دور میں بغرض اشاعت دین جمعہ شریف قائم کیا جا سکتا ہے۔ جیسے فتاوی عبدالحی رحمہ اللہ میں اس کا جواز معلوم ہوتا ہے اور شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ بھی اس کی طرف مائل ہیں۔ اس گاؤں میں پہلے دوسری مسجد میں جمعہ کی نماز پڑھی جاتی ہے لیکن صرف نماز نہ کہ وعظ بوجہ ناموزوں امام کے اور ہمارے محلّہ کے امام محتاط قسم ہونے کے جمعہ شریف نہیں پڑھتے۔ بینوا توجروا

﴿ ج ﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ واضح رہے کہ خود تو یہ مذکورہ آبادی گاؤں ہی ہے اور اس میں جمعہ جائز نہیں ہوتا شہر ہونا جمعہ کے جواز کے لیے شرط ہے [1] ویسے اگر یہ بستی شہر کی فناء کہلائے یعنی شہر کے حدود کمیٹی میں شمار کی جائے اور شہر کی ضروریات از قسم گورستان میدان گھوڑ دوڑ عیدگاہ وغیرہ اس میں موجود ہوں تو اس میں شہر کے تابع ہو کر جمعہ جائز ہوگا ورنہ نہیں۔ **کما قال فی الدر المختار** [2] **(اوفناءہ) بکسر الفاء (و ھوما) حولہ (اتصل بہ) اولا کما حررہ ابن الکمال وغیرہ (لاجل مصالحہ) کدفن الموتی و رکض الخیل**۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

۱) کما فی االدرالمختار: (ویشترط لصحتها) سبعة أشياء: الأول: (المصر...... الخ۔ (کتاب الصلاۃ باب الجمعة، ص ۱۳۷، ج۲: ایچ ایم سعید کراچی)

وکذا فی الھندیه: (کتاب الصلاۃ، الباب السادس عشر فی صلاۃ الجمعة: ص ۱۴۵، ج۱: مکتبه رشیدیه کوئٹه)

وکذا فی البحر الرائق: (کتاب الصلاۃ۔ باب الجمعة، ص ۲۴۸، ج۲: مکتبه ایچ ایم سعید کراچی)

۲) الدرالمختار: (کتاب الصلاۃ۔ باب الجمعة، ص۱۳۸۔۱۳۹، ج۲: مکتبه ایچ ایم سعید کراچی)

وکذا فی منحة الخالق علی البحرالرائق: (کتاب الصلاۃ۔ باب صلاۃ الجمعة: ص ۲۴۷، ج۲: مکتبه رشیدیه کوئٹه)

وکذا فی مجمع الانھر: (کتاب الصلاۃ۔ باب الجمعة، ص ۲۴۷، ج۱: مکتبه الغفاریه کوئٹه)

کنویں پر تین چار گھروں کی آبادی میں جمعہ کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک کنویں پر تین چار گھر ہیں ایک نمبردار صاحب اور ایک مولوی صاحب بھی ہیں علاوہ ازیں پرائمری سکول ہے جس کے طلبہ کی تعداد تقریباً ایک سو یا سوا سو کی ہے- وہ لوگ اس چیز کے خواہش مند ہیں کہ یہاں گرد و نواح کے لوگ اکٹھے ہو کر جمعہ کے دن جمعہ کی نماز آکر پڑھیں دین کی باتیں سنیں اور اس پر عمل پیرا ہوں نیز ان کو اپنے بچوں کی دینی تعلیم دلانے کی رغبت پیدا ہو- مذکورہ بالا وجوہ کی بنا پر جمعہ جائز ہوسکتا ہے یا نہیں- بینوا توجروا

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم- باتفاق علماء احناف رحمہم اللہ جمعہ کے جواز کے لیے شہر کا ہونا شرط ہے- دیہاتوں، چکوں، کنووں وغیرہ کم آبادی کی بستیوں میں جمعہ جائز نہیں ہے- وہاں کے لوگوں پر جمعہ کے روز ظہر کی چار رکعتیں پڑھنی فرض ہیں دو رکعت پڑھنے سے ان کے ذمہ سے فرض ساقط نہیں ہوگا[۱]- لہٰذا کسی بھی مصلحت کی خاطر ترک فرض کا فتویٰ نہیں دیا جا سکتا ہے- کما قال فی الهداية [۲] **لا تصح الجمعة الا فی مصر جامع او فی مصلى المصر و لا تجوز فی القرى لقوله عليه السلام لا جمعة ولا تشريق ولا فطر ولا اضحى الا فی مصر جامع** -فقط واللہ تعالیٰ اعلم-

جمعہ فی القریٰ کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ قریٰ کے اندر جمعہ کی نماز پڑھنا جائز ہے یا نہ ہمارے پاس بہت علماء

---

۱) كمـا فی ردالمحتار: تقع فرضا فی القصبات والقرى الكبيرة التی فيها اسواق ...... وفيما ذكرنا إشارة إلى أنه لاتجوز فی الصغيرة التی ليس فيها قاض و منبر و خطيب كما فی المضمرات والظاهر أنه أريد به الكرهة لكراهة النفل بالجماعة؛ ألاترى أن فی الجواهر لوصلوا فی القرى لزمهم أداء الظهر۔ (كتاب الصلاة۔ باب الجمعة، ص ۱۳۸، ج۲: مكتبه ايچ ايم سعيد، كراچی)
وكذا فی الهنديه: (كتاب الصلاة۔ باب السادس عشر فی صلوة الجمعة۔ ص ۱٤٥، ج۱: مكتبه رشيديه كوئٹه)۔ وكذا فی البحرالرائق: (كتاب الصلاة۔ باب صلاة الجمعة، ص ۲٤۸، ج۲: مكتبه رشيديه كوئٹه)

۲) الهدايه: (كتاب الصلاة۔ باب صلوة الجمعة، ص ۱۵۰، ج۱: مكتبه بلوچستان بك ڈپو كوئٹه)

بڑے بڑے قریٰ میں جمعہ پڑھتے ہیں- خصوصاً مشائخ حضرات کہ وہ بھی جمعہ پڑھتے تھے- جیسے مولانا تاج محمد امروٹ والے اور مرشد ھالیجوی والے آپ کے نزدیک قریٰ میں نماز جمعہ پڑھنے کا کوئی ثبوت ہے- عندالاحناف قریٰ میں نماز جمعہ پڑھے یا نہ- اگر پڑھے تو ظہر کی نماز ساقط ہوگی یا نہ جماعت کی نماز میرے ذمہ ہوگی یا نہ آپ اس مسئلہ کو مذہب احناف کے مطابق دلیلوں کے ساتھ واضح فرمادیں کہ نماز جمعہ قریٰ میں جائز ہے یا نہیں- ہمارے مشائخ جو پڑھتے تھے وہ کس بنا پر پڑھتے تھے- بینواتوجروا

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم- جمعہ کے جواز کے لیے منجملہ دیگر شرائط کے مصر (شہر) ہونا ہے- قریٰ میں جمعہ کی نماز باتفاق ائمہ احناف جائز نہیں ہے اوران لوگوں سے ظہر کی نماز ادائے جمعہ سے ساقط نہیں ہوتی- لہٰذا ان کے ذمہ ظہر کی چار رکعتیں پڑھنی فرض ہے- کما قال فی تنویر الابصار (و یشترط لصحتها) سبعة اشياء الاول المصر و هو ما لا يسع - الخ[1] باقی مشائخ کے عمل کا ہمیں پتہ نہیں ہے- مسئلہ مذہب کی کتابوں میں مفصل ومدلل مذکور ہے- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

شہر سے پانچ میل کے فاصلہ پر واقع چالیس گھروں کی آبادی میں جمعہ کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک بستی ہے جس کی مکمل آبادی چالیس گھر پر مشتمل ہے اور شہر یعنی مصر سے پورے پانچ میل کے فاصلہ پر واقع ہے- یہ زمینداروں کا ایک محلّہ ہے، نہ بازار ہے، نہ ضروریات معاش میسر ہوتی ہیں، نہ ڈاکخانہ ہے- دیگر یہ چالیس گھر سال کے بارہ مہینے یہاں موجود نہیں ہوں گے بلکہ سردی کے موسم میں چار مہینہ تک دس یا پندرہ گھر یہاں سے چلے جائیں گے اس شہر میں چالیس سال سے نماز جمعہ ہوتا رہا ہے- ابھی مقامی علماء کرام نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ اس شہر میں نماز جمعہ جائز نہیں ہوتی- کیونکہ فناء مصر میں داخل نہیں ہے- اب گزارش یہ ہے کیا ایسے محلّہ میں نماز جمعہ جائز ہوسکتی ہے یا نہیں اور یہ بھی بتائیں کہ فناء مصر کہاں تک ہوتا ہے- جواب میں میلوں کے حساب سے تحریر فرمادیں- بینواتوجروا

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم- واضح رہے کہ نماز جمعہ کے لیے باتفاق جمیع علماء احناف مصر (شہر) کا ہونا شرط ہے-

---

۱) الدرالمختار کتاب الصلاة باب الجمعة، ص ۱۳۷، ج۲: مکتبه ایچ ایم سعید کراچی-

لقول علی رضی الله عنه لا جمعة و لا تشريق و لا فطر و لا اضحی الا فی مصر جامع او کما قال [۱]-اور ظاہر ہے کہ مذکورہ آبادی کسی طرح بھی شہر نہیں ہے اور شہر کی کوئی تعریف بھی اس پر صادق نہیں آتی- اسی طرح یہ بستی ظاہر ہے کہ فناء مصر بھی نہیں ہے کیونکہ فناء مصر شہر کے اردگرد ایسے علاقہ اور خطہ زمین کو کہتے ہیں جس کے ساتھ شہر کی ضروریات اور مصالح پوری ہوتی ہوں مثلاً گورستان' گھوڑ دوڑ کا میدان ،فوجی چھاؤنی وغیرہ- میلوں کا حساب شرعاً کوئی مقرر نہیں ہے-لہٰذا شہر کے چھوٹے بڑے ہونے سے اس کی فناء مختلف ہوتی رہتی ہے- تمھاری بستی اگر شہر کی ان ضروریات کو پورا کرنے کی جگہ میں واقع نہیں ہے تو یہ فناء مصر میں سے بھی نہ ہوگی اور یہاں کے لوگوں پر ظہر کی نماز فرض ہوگی جمعہ کے ادا کرنے سے ان کے ذمہ سے ظہر کی نماز ساقط نہ ہوگی [۲]- **کما قال فی الدر المختار (اوفناءه) بكسر الفاء (و هوما) حوله (اتصل به) او لا كما حرره ابن كمال وغيره (لاجل مصالحه) كدفن الموتى و ركض الخيل والمختار للفتوى تقديره بفرسخ ذكره الولوالجى** [۳]- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ایک سوستر گھروں کی آبادی والے گاؤں میں جمعہ کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ہم اہالیان گاؤں کڑکوالی جمعہ کے متعلق مسئلہ پوچھنا چاہتے ہیں اس معاملے میں ہماری رہنمائی فرما کر مشکور فرمائیں- گاؤں ہذا کے گھروں کی تعداد ایک سوستر (۱۷۰) ہے- مردوں کی آبادی ساڑھے تین سو کے لگ بھگ ہے- یہاں دو مساجد ہیں- یہاں تین میل کے اندر کسی جگہ نماز جمعہ نہیں پڑھائی جاتی- گاؤں میں امام مسجد عالم نہیں ہے- بلکہ جمعہ پڑھانے کی اہلیت رکھتا ہے- ضروری کاروبار سودا سلف وغیرہ کے لیے چھ دوکانیں ہیں اور باقی موچی، نائی، لوھار، ترکھان، درزی، تیلی، جولاہا اور مسلی وغیرہ قومیں یہاں آباد ہیں- مذکورہ آبادی کے علاوہ بھی نزدیک فاصلے پر اور بھی بہت سی ڈھوکیں ہیں- بینوا توجروا-

---

۱) الهدايه كتاب الصلاة- باب صلاة الجمعة- ص ۱۵۱، ج۱: مكتبه بلوچستان بک ڈپو کوئٹه)
وكذا فى الدرالمختار: (كتاب الصلاة- باب الجمعة- ص ۱۳۷، ج۲: مكتبه ايچ ايم سعيد كراچى)
وكذا فى البحرالرائق: (كتاب الصلاة- باب صلاة الجمعة، ص ۲۴۸، ج۲: مكتبه رشيديه كوئٹه)

۲) كما فى ردالمحتار: لاتجوز فى الصغيرة التي ليس فيها قاض و منبر و خطيب...... الاترى ان فى الجواهر لوصلوا فى القرى لزمهم اداء الظهر- (كتاب الصلاة- باب الجمعة، ص ۱۳۸، ج۲: ايچ ايم سعيد كراچى)- وكذا فى الهنديه: (كتاب الصلاة - الباب السادس عشر فى صلاة الجمعة- ص ۱۴۵، ج۱: مكتبه رشيديه كوئٹه)- وكذا فى البحرالرائق: (كتاب الصلاة- باب صلاة الجمعة، ص ۲۴۵، ج۱: مكتبه رشيديه كوئٹه)

۳) كما فى الدرالمختار: (كتاب الصلاة- باب الجمعة، ص ۱۳۷-۱۳۸، ج۲: مكتبه ايچ ايم سعيد كراچى)

﴿ج﴾

اس گاؤں میں جمعہ کی نماز ادا نہیں ہوسکتی جمعہ کی نماز کے جواز کے لیے شہر کا ہونا منجملہ شرائط میں سے ہے اور مذکورہ بستی شہر ہرگز نہیں ہوسکتی۔ لہٰذا اس گاؤں کے رہنے والوں پر ظہر کی چار رکعتیں فرض ہیں۔ جمعہ پڑھنے سے ان کے ذمہ سے نماز ظہر ساقط نہ ہوگی[1]۔ **کما قال فی الهدایه لا تصح الجمعة الا فی مصر جامع او فی مصلی المصر و لا تجوز فی القری لقوله علیه السلام[2] لا جمعة و لا تشریق و لا فطر و لا اضحی الا فی مصر جامع[3]۔ فقط و اللّٰه تعالی اعلم**

اصلی چالیس باشندوں کی بستی میں جمعہ کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک علاقہ ہے۔ راجہ کی حکومت تھی جب سے بھٹو صاحب نے جاگیرداری ختم کردی ہے وہاں پر موجودہ حکومت کا کنٹرول رہتا ہے۔ ڈی سی رہتا ہے اور بیس پولیس والے ہیں۔ ۵۰ سیکورٹی والے ہیں۔ چالیس باشندے اصل مقامی ہیں اس میں جمعہ پڑھایا جاتا ہے ایک گاؤں داماس تین میل کے فاصلے پر ہے۔ ۲۰۰ کی آبادی ہے ایک گاؤں گاھکوچ ایک میل کے فاصلے پر ہے اور ایک گاؤں عیشی دو میل کے فاصلے پر ہے، ان دو علاقوں میں اسماعیلی فرقہ سے تعلق رکھنے والے رہتے ہیں جو پانچ وقت کی نماز کے منکر ہیں۔ اذان اور نماز نہیں ہوتی اور مسجد بھی نہیں ہے، ایک گاؤں دو میل کے فاصلے پر ہے جو دریا پار ہے۔ درمیان میں کوئی پل بھی نہیں ہے۔ ۱۰۰ کے قریب باشندے ہیں۔ تین گاؤں اور (بوبر۔ گلموتی۔ گوروجر) ۶ میل کے فاصلے پر ہیں۔ باشندے تقریباً تینوں کے ایک ہزار کے قریب ہیں، مندرجہ بالا گاؤں میں جواز جمعہ کے قائلین کے دلائل یہ ہیں کہ یہاں پر غیر مسلم رہتے ہیں مسلمانوں کی اقلیت ہے۔ اس طرح وعظ و نصیحت ہوگا آئندہ دین قائم ہوگا۔

---

۱) کما فی ردالمحتار: لاتجوز فی الصغیرة التی لیس فیها قاض و منبر و خطیب...... الاتری ان فی الجواهر لوصلوا فی القری لزمهم اداء الظهر۔ (کتاب الصلاة۔ باب الجمعة: ص ۱۳۸، ج۲: مکتبه ایچ ایم سعید کراچی)

۲) کما فی المصنف ابن ابی شیبة: (کتاب الجمعة۔ من قال لاجمعة ولاتشریق الافی مصر جامع۔ ص ۱۰، ج۲: مکتبه امدادیه، ملتان)

وکذا فی البحرالرائق: (کتاب الصلاة۔ باب صلوة الجمعة، ص ۲۴۵، ج۲: مکتبه رشیدیه کوئٹه)

۳) کما فی الهدایه: (کتاب الصلاة ۔ باب صلاة الجمعة، ص ۱۵۰، ج۱: مکتبه بلوچستان بك ڈپو کوئٹه)

مسلمانوں میں دین پھیلے گا مسلمانوں کا دبدبہ قائم ہوگا اور مانعین سے ناراض ہوتے ہیں مانعین کو جمعہ پڑھنے سے روکنے والے قرار دیتے ہیں- آیا جمعہ پڑھنے والوں پر ترک ظہر کا گناہ ہوگا یا نہیں- آیا موجودہ ڈی سی آرڈر دے اپنے طور پر مرکز سے کوئی تعلق نہیں نہ مرکز کا آرڈر ہے- شاید مرکزی حکومت کے علم میں بھی نہ ہوگا، کیا یہ حنفی مسلک کے خلاف ہے اس بارہ میں شریعت کیا کہتی ہے، آیا ان کا یہ عمل صحیح ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

سوال میں جس بستی کا ذکر ہے جس میں چالیس مقامی باشندے ہیں اور ستر دوسرے ملازمین یہ قریہ صغیرہ ہے اور یہاں جمعہ جائز نہیں- یہاں کے لوگ نماز ظہر باجماعت ادا کریں- جمعہ پڑھنے سے ان کے ذمہ سے نماز ظہر ساقط نہیں ہوتی اور جہاں جمعہ جائز نہ ہو وہاں کسی مصلحت کے لیے جمعہ جائز نہیں ہوجاتا۔ صحت جمعہ کے لیے مصر (شہر) یا قریہ کبیرہ ہونا ضروری ہے- مختلف دیہاتوں کی آبادی کا اعتبار نہیں- بہر حال صورت مسئولہ میں اس جگہ جمعہ جائز نہیں [1]- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

شہر سے دومیل کے فاصلہ پر واقع اڑھائی ہزار افراد کی آبادی والی بستی میں جمعہ کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ بستی گڈولہ جس کا شمار دیہات میں ہوتا ہے- کوائف ذیل کی روشنی میں کیا اس بستی میں نماز جمعہ پڑھی جاسکتی ہے یعنی یہاں نماز جمعہ پڑھنا جائز ہے- دیہہ ھذا کی آبادی تقریباً اڑھائی ہزار نفوس پر مشتمل ہے- دیہہ ھذا بھکر شہر سے تقریباً دومیل کے فاصلہ پر واقع ہے- بھکر شہر کی نئی آبادی جانب بستی گڈولہ بڑھ رہی ہے اور اب بھکر کی اس نئی آبادی اور گڈولہ بستی کے درمیان تقریباً چار پانچ فرلانگ غیر آباد فاصلہ باقی ہے-

بھکر شہر سے گڈولہ کی حد تک پختہ سڑک بن گئی ہے- لیکن بستی گڈولہ میں بس اسٹینڈ اور ریلوے اسٹیشن نہیں ہے- دیہہ ھذا میں تین مسجدیں ہیں اور ساری بستی میں مستقل پابند نمازی تقریباً بارہ ہیں، مدنی مسجد، ۶ نمازی،

---

۱) کما فی ردالمحتار: تقع فرضا فی القصبات والقری الکبیرۃ التی فیھا اسواق ...... وفیما ذکرنا اشارۃ إلی انہ لاتجوز فی الصغیرۃ التی لیس فیھا قاض و منبر و خطیب...... الاتریٰ ان فی الجواھر لوصلوا فی القری لزمھم اداء الظھر۔ (کتاب الصلاۃ۔ باب الجمعۃ، ص ۱۳۸، ج۲: مکتبہ ایچ ایم سعید کراچی)۔ وکذا فی الھندیہ: (کتاب الصلاۃ، باب السادس عشر فی صلوۃ الجمعۃ، ص ۱۴۵، ج۱: مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)۔ وکذا فی البحر الرائق: (کتاب الصلاۃ۔ باب صلاۃ الجمعۃ، ص ۲۴۸-۲۴۵، ج۲: مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

مدینہ مسجد ۴ نمازی، مسجد ملکا نوری ۲ نمازی۔ دیہہ ھذا میں دینی درسگاہ نہیں ہے۔ البتہ مسجدوں میں امام صاحبان بچوں کو قرآن کی تعلیم دیتے ہیں۔لیکن دیھہ ھذا میں کوئی عالم دین نہیں ہے۔لڑکوں اورلڑکیوں کے لیے پرائمری سکول ہیں۔ ڈاکخانہ بھی ہے ترکھان، حمام اور موچی ہے۔ تین چھوٹی دوکانیں ہیں لیکن ضروریات زندگی کی اشیاء قطعاً نہیں ملتیں۔ لوہار، کمہار، تیلی دیھہ ھذا میں موجود ہیں۔ ہسپتال مردانہ وزنانہ بھی نہیں ہے اور نہ کوئی پرائیویٹ ڈاکٹر یا حکیم ہے۔ مویشی ہسپتال بھی نہیں ہے۔ بھکر شہر کی مسجدوں میں صبح کی اذان کی آواز بذریعہ لاؤڈ سپیکر صاف بستی گڈولہ میں سنی اور سمجھی جاتی ہے۔لیکن باقی اذانوں کا پتہ نہیں لگتا۔ تو کیا ایسی بستی میں جمعہ قائم کرنا جائز ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

دیھہ مذکور فی السوال میں اقامت جمعہ درست نہیں۔ اس لیے کہ یہ نہ قریہ کبیرہ کے حکم میں آتا ہے اور نہ ہی فناء مصر میں آتا ہے۔ اس لیے یہاں کے رہنے والوں پر لازم ہے کہ اپنی اپنی مسجد میں ظہر کی نماز باجماعت پڑھتے رہیں۔ھکذا فی عامة الکتب [1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

چارسو افراد پر مشتمل آبادی والے گاؤں میں جمعہ کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک گاؤں جس کی آبادی چارصد کے قریب ہے۔بستی میں دو مسجدیں ہیں کافی عرصہ سے وہاں جمعہ وعیدین پڑھتے تھے۔ ایک مولوی صاحب نے کہا کہ یہاں پر امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مذہب پر جمعہ نہیں ہوتا۔بستی کے معززین نے جمعہ بند کردیا بغیر جھگڑا اختلاف کے جمعہ بند ہوگیا۔ عرصہ چارسال کے بعد اب ایک مولوی صاحب نے دوبارہ جمعہ پڑھا دیا اور کہا کہ آس پاس کی آبادی جو میل دومیل کم زیادہ کے فاصلہ پر ہیں ان کو ملا کر مصر کے شرائط پائے جاتے ہیں۔ لہٰذا جمعہ درست ہے۔ لوگوں میں اب سخت اختلاف پیدا ہوا تو کیا اس بستی میں جمعہ پڑھنا جائز ہے اور کیا آس پاس کی بستیاں ملا کر اکبر المساجد کی تعریف صادق آتی ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

گاؤں مذکور میں اقامت جمعہ درست نہیں۔ وجوب جمعہ کے لیے مصر یا قصبہ کا ہونا شرط ہے۔ لا جمعة

---

١) تقدم تخریجه فی صفحة متقدمة

و لا تشریق الا فی مصر جامع [۱]-الحدیث- ردالمحتار میں ہے-و فیما ذکرنا اشارۃ الی انہ لا تجوز فی الصغیرۃ التی لیس فیھا قاض و منبر و خطیب و فیھا ایضا و یشترط لصحتھا المصر او فنائہ و ھو ماحولہ اتصل بہ اولا لاجل مصالحہ [۲]-اوراکبر مساجد کی عدم وسعت کی تعریف منقوض ہے- کما فی شرح المنیۃ فکل تفسیر لا یصل------ احدھما فھو غیر معتبر حتی التعریف الذی اختارہ جماعۃ من المتاخرین کصاحب المختار وغیرھما و ھو ما لواجتمع اھلہ فی اکبر مساجدہ لا یسعھم فانہ منقوض بھما اذ مسجد کل منھما یسع اھلہ و زیادۃ الی ان قال فلا یعتبر ھذا التعریف فقط واللہ اعلم-[۳]

﴿ھوالمصوب﴾

واضح رہے کہ صحت جمعہ کے لیےعندالاحناف قریہ کبیرہ یافناءمصر کا ہوناضروری ہے-فناءمصر سے مراد وہ جگہ ہے جومصالح مصر کے لیے ہو- اگر وہ جگہ مصالح مصر کے لیےنہیں ہے بلکہ جداگانہ قریہ ہےتو اس کاحکم جمعہ کے بارے میں مستقل ہے کسی اور گاؤں کے تابع نہیں ہوتا ہے-اگرخودقریہ کبیرہ ہے جمعہ اس میں واجب الاداہوگاورنہ نہیں۔صورت مسئولہ میں جس بستی کا ذکر ہےجس کی آبادی چارصد کےقریب ہے یہ قریہ صغیرہ ہےاور یہاں احناف کےنزدیک جمعہ جائزنہیں- یہاں کےلوگ نمازظہر باجماعت اداکریں- جمعہ اداکرنے سےظہران کےذمہ سے ساقط نہیں ہوگی [۴]- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

۱) إعلاء السنن: (أبواب الجمعۃ۔ باب عدم جواز الجمعۃ فی القری: ص ۳، ج۸: إدارۃ القرآن کراچی)

۲) کما فی الدرالمختار مع: (کتاب الصلاۃ۔ باب الجمعۃ، ص ۱۳۸۔۱۳۷، ج۲: مکتبہ ایچ ایم سعید کراچی)

۳) الفتاویٰ دارالعلوم دیوبند: (کتاب الصلاۃ۔ الباب الخامس عشر فی صلاۃ الجمعۃ، مسائل نماز جمعہ۔ ص ۳۵، ج۵: دارالاشاعت، کراچی)

٤) کما فی ردالمحتار: تقع فرضا فی القصبات والقری الکبیرۃ التی فیھا اسواق...... وفیما ذکرنا إشارۃ إلی أن لاتجوز فی الصغیرۃ التی لیس فیھا قاض و منبر و خطیب...... الاتری ان فی الجواھر لوصلوا فی القری لزمھم اداء الظھر۔ (کتاب الصلاۃ۔ باب الجمعۃ، ص ۱۳۸، ج۲: مکتبہ ایچ ایم سعید کراچی)

وکذا فی الھندیہ: (کتاب الصلاۃ الباب السادس عشر فی صلوۃ الجمعۃ ،ص ۱٤٥، ج۱: مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

وکذا فی البحرالرائق: (کتاب الصلاۃ الجمعۃ، ۲٤۸۔۲٤٥، ج۲: مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

کوئی فوجی یونٹ ریگستانی علاقہ میں فوجی مشقوں کے لیے ٹھہر جائے تو وہاں جمعہ کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک یونٹ ایک ریگستانی علاقہ میں کئی مہینے فوجی مشق کرنے کے لیے چلے جاتے ہیں۔ جس کو سکیم کہتے ہیں کیا ان لوگوں کو نماز ظہر پڑھنی چاہیے یا نماز جمعہ۔

﴿ج﴾

روایات فقہیہ کے مطابق اس یونٹ کی اس علاقہ میں اقامت جمعہ صحیح نہیں ہے۔ نماز جمعہ کی صحت اور وجوب کے لیے مصر یعنی شہر یا قصبہ اور قریہ کبیرہ کا ہونا شرط ہے۔ لہٰذا ایسے موقع پر نماز ظہر با جماعت جمعہ کی بجائے پڑھا کریں[1] ہدایہ میں ہے۔ **ولا جمعة بعرفات فی قولهم جمیعا.** [2]

کیا جمعہ کی نماز کے بعد احتیاطی ظہر ادا کرنا ضروری ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ جمعہ احتیاطی اور فرضی کے بارہ میں بکر کہتا ہے کہ نماز جمعہ کے بعد چار رکعت نماز فرض بہ نیت احتیاطی ادا کی جائے یہ ضروری ہے۔ معتبر کتب کا حوالہ بھی پیش کرتا ہے جیسا کہ فتاوی عالمگیری، شامی، کبیری، صغیری، عبدالحئی صاحب کا مجموعۃ الفتاویٰ، دیگر نجم الھدیٰ، مجموعۃ البرکات اور فتح القدیر وغیرہ کے حوالے بھی بتاتا ہے۔ بکر کا قول صحیح ہے یا کہ غلط ہے؟ اور یہ بھی کہتا ہے کہ جس جگہ مصر میں اختلاف ہو اس جگہ ایک شرط نہ ہونے کے سبب نماز احتیاطی فرض پڑھی جانی ضروری ہے۔ آیا قول بکر کا صحیح ہے یا کہ غلط ہے؟

زید کہتا ہے کہ جس جگہ جمعہ کی شرائط پوری نہ ہوں ادھر نماز جمعہ نہ پڑھائی جائے، زید کہتا ہے کہ مسئلہ نماز جمعہ احتیاطی کا بدعت سیئہ ہے۔ کیونکہ اس کا ثبوت خیر القرون سے نہیں ہے۔ بحر الرائق، فتح القدیر، تاتارخانیہ، درالمختار، میں فرماتے ہیں کہ نماز احتیاطی نہ حضرت ﷺ نے پڑھی ہے نہ اصحاب رضی اللہ عنہم نے اور نہ ائمہ اربعہ نے حکم کیا نماز احتیاطی کا۔ جو شخص نماز جمعہ احتیاطی پڑھے وہ گناہگار ہوگا۔ دیگر فتاویٰ رشیدیہ میں حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ

---

۱) کما فی ردالمحتار: تقع فرضا فی القصبات والقری الکبیرة التی فیها اسواق...... لاتجوز فی الصغیرة التی لیس فیها قاض و منبر و خطیب...... الاتری ان فی الجواهر لوصلوا فی القری لزمهم اداء الظهر۔ (کتاب الصلاة۔ باب الجمعة۔ ص ۱۳۸ ج۲: مکتبه ایچ ایم سعید کراچی)وکذا فی الهندیه: (کتاب الصلاة۔ الباب السادس عشر فی صلوة الجعمة۔ ص ۱۴۵، ج۱: مکتبه رشیدیه کوئٹه)

۲) الهدایه: (کتاب الصلاة۔ باب صلاة الجمعة۔ ص ۱۵۱، ج۱: مکتبه بلوچستان بك ڈپو کوئٹه)

بھی فرماتے ہیں جونماز احتیاطی کا مسئلہ نکلا ہے ایک بادشاہ تھا جس کا نام عباس تھا، چار مذھب میں سے نہ تھا، نہ مالکی نہ شافعی نہ حنفی نہ حنبلی، مذھباً معتزلی تھا یہ مسئلہ اس کا نکالا ہوا ہے-اس ظالم نے جبراً نماز جمعہ احتیاطی ہر جگہ جاری کیا تھا-اس نے حکم دیا کہ اگر کسی نے نماز احتیاطی نہ پڑھی اس کو سزا دی جائے گی،اس وقت جو علماء دنیا کی محبت رکھنے والے تھے انھوں نے قبول کیا اور اپنی کتابوں میں بھی درج کر گئے-آیا مولانا رشید احمد گنگوہی صاحب ٹھیک فرماتے ہیں یا غلط اور نماز احتیاطی جائز ہے یا کہ ناجائز ہے؟ بینوا توجروا-

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم-اس مسئلہ میں بڑا اختلاف ہے، ہمارے علماء دیو بند اور اسلاف کرام کا یہی مسلک ہے کہ جہاں جواز جمعہ کے شرائط میں سے کوئی شرط نہیں پائی جاتی مثلاً شہر نہیں دیہات ہے وہاں جمعہ کی نماز نہ پڑھی جائے- بلکہ صرف ظہر کی نماز باجماعت پر اکتفا کیا جائے [1] اور جہاں شرائط جمعہ کی پائی جاتی ہیں وہاں صرف جمعہ کی نماز پر اکتفا کرلیا جائے احتیاطی نہ پڑھی جائے کیونکہ قرون اولیٰ میں اس کا کوئی وجود نہیں ہے-نیز اس میں ایک غیر ضروری امر کے ضروری جاننے کا مفسدہ موجود ہے جس سے پرہیز از حد ضروری ہے-

لایصلی رجل من الخواص سرا خروجا من الخلاف لئلا یفضی الی المفسدة ولا یواظب علیه-[2] و علی المرجوح فالجمعة لمن سبق تحریمة و تفسد بالمعیة والاشتباه فیصلی بعدها اٰخر ظهر و کل ذلک خلاف المذهب فلا یعول علیه کما حرره فی البحر- و قال الشامی تحته بعد ما حقق والحال نعم ان ادی الی مفسدة لا تفعل جهارا والکلام عند عدمها ولذا قال المقدسی نحن لا نامر بذلک امثال هذه العوام بل ندل علیه الخواص و لو بالنسبة الیهم والله تعالی اعلم-

وقال فی البحر الرائق [3] مع مالزم من فعلها فی زماننا من المفسدة

---

۱) کما فی ردالمحتار: لاتجوز فی الصغیرة التی لیس فیها قاض و منبر و خطیب...... الاتری ان فی الجواهر لوصلوا فی القری لزمهم أداء الظهر- (کتاب الصلاة- باب الجمعة- ص ۱۳۸، ج۲: مکتبه ایچ ایم سعید کراچی) وکذا فی الهندیه: (کتاب الصلاة- الباب السادس عشر فی صلوة الجمعة، ص ۱۴۵، ج۱: مکتبه رشیدیه کوئٹه)

وکذا فی البحر الرائق: (کتاب الصلاة، باب صلاة الجمعة، ص ۲۴۸ ج۲: مکتبه رشیدیه کوئٹه)

۲) الدرالمختار مع رد کتاب الصلاة، باب الجمعة، ص ۱۴۶-۱۴۵، ج۲: مکتبه ایچ ایم سعید کراچی)

۳) البحرالرائق کتاب الصلاة- باب صلاة الجمعة، ص ۲۵۲-۲۵۱، ج۲: مکتبه رشیدیه کوئٹه)

العظیمة وهو اعتقاد الجهلة ان الجمعة لیست بفرض لما یشاهدون من صلاة الظهر فیظنون انها الفرض و ان الجمعة لیست بفرض فیتکا سلون عن اداء الجمعة فکان الاحتیاط فی ترکها و علی تقدیر فعلها ممن لا یخاف علیه مفسدة منها فالاولی ان تکون فی بیته خفیة خوفا من مفسدة فعلها واللہ سبحانه الموفق للصواب فقط واللہ تعالی اعلم۔

پانچ سے زائد آبادی والی بستی میں جمعہ کا حکم

﴿س﴾

چہ مے فرمایند علماء دین ومفتیان شرع متین دریں مسئلہ کہ سرباز صوبۂ بلوچستان ایران علاقہ است دراں قری کثیرہ کہ آبادی آن قری برجانبین دودی بین الجبلین واقع است اکثر آبادی قری باہم متصل و بعض ازان فاصلہ ہم دارند۔ دو چند قریہ از قری سرباز کہ از روئے اعتبار عرف اینولات قریہ کبیرہ شمردہ شدہ اندازمان قدیم نماز جمعہ درآنہا جاری وہنوز جاری است چنانچہ یکے ازاں قری کبیرہ موسوم بقریہ کوہ میتگ است کہ تعداد جمعیت آن از رجال ونساء وکبار وصغار واحرار وعبید پنج صد وسی نفر میباشد واکثر اہل صرف ازنباء ونجار ونوگر وآہنگر وغیرھا دران موجود ونیز چہار و پنج دوکان دارد کہ مردم قری دیگر برائے خرید ضروریات خود مدام بآن احتیاج دارند وصندوق ڈاک ودو سہ موتر (سیارہ) نیز دران ایاب وذھاب دارد کہ مالک سیارھا نیز از اہل کوہ میتگ است۔

غرض اینکہ قریہ مذکورہ نسبت قریہ مرکزی حیثیت دارد کہ مردم دیگر قری بہر حیثیت بآن احتیاج دارند و آبادی آن مشتملہ انواع اشجار ونخیل است ومسجد آن نیز مسجد واحد است کہ سابق مسجد صغیر وتنگ بودہ گنجائش تمام جماعت را نہ داشتہ بعد ا بخرچ حکومت وعامۃ المسلمین آنرا توسع دادہ مسجدی کبیر ووسیع بنام مسجد جامع تعمیر کردہ اند وخطیب مسجد نفر عالم مقرر است وآدمان قری قریبہ کہ آواز اذان مسجد جامع بآن قری میرسد برائے جمعہ دران مسجد جامع جمع میشوند چوں قریہ موصوفہ بصفات مذکورہ از دیگر قری فائق وممتاز است باعتبار عرف اینولات آنرا قریہ کبیرہ قرار دادہ نماز جمعہ را جاری کردہ اند کہ عرف عند الفقہاء معتبر است و درقریہ کبیرہ عندالاحناف نماز جمعہ درست و جائز است خلاصہ سوال اینکہ آیا قریہ موضوعہ بصفات مذکورہ راطبق عرف یا ناجائز وواجب الترک است۔

قریہ کبیرہ در شریعت مطہرہ حدی مخصوص ومعین دارد یا اینکہ ہر زمان وہر مکان عرف آن زمان ومکان برائے تعین قریہ کبیرہ معتبر است امید دارم کہ جواب صافی ومدلل تحریر فرمایند تا بار ثانی احتیاج تکرار سوال نشود چو علماء اینو لات دریں مسئلہ اختلاف وقیل وقال دارند عوام بیچارہ سرگرداننداں جواب تسلی بخش را انتظار دارند تعجلوا بالجواب توجروا لیوم الحساب۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ واضح باد کہ برائے صحت وفرضیت نماز جمعہ مصر یا قریہ کبیرہ عندالاحناف از جملہ شرائط شرط اولین [۱] است ودر تحدید مصر علامات بسیار فقہاء کرام ذکر کردہ اند وقہستانی در جامع [۲] الرموز آن علامتہا را ذکر کردہ است چنانچہ درذیل عبارتش ذکر کردہ مے شود ودر صورت مسئولہ در قریہ کوہ میتک ہیچ علامت ازان علامتہائے صادق نمی آید چرا کہ درو قاضی وحاکم نیست کہ بر تنفیذ احکام قادر باشد ونہ درو کوچہا وبازارہا ہستند چرا کہ چار وپنج دوکانہا را عرفا بازار نتواند گفت ونہ آبادی مکان آن ایں قدر کثیر است کہ اورا مصر یا قریہ کبیرہ گفتہ شود۔ چرا کہ در یک روایت از امام ابو یوسفؒ عدد سکان در ہزار آمدہ است از مرد وزن وغیرہ۔ ودر یک قول آمدہ است کہ عدد مرد مان نرینہ آنجا یک ہزار باشد کہ تمامی بر قتال قادر باشند ونہ در آن مساجد کثیرہ ہستند کہ در اکبر آن مرد مان قریہ کہ برایشان نماز جمعہ فرض باشد نہ گنجند بلکہ درین قریہ کوہ میتگ محض یک مسجد است قریہ کبیرہ بودن اگر چہ امر اضافی است لیکن شرعًا برائے جواز جمعہ آن را قریہ کبیرہ یا مصر گویند کہ وقت تعداد امصار مطلقہ ایں را ہم در آن شمارند لہٰذا برائے مصر یا قریہ بودن ایں قدر حدی مخصوص ومتعین است اگر چہ حدی جامع مانع ندارد لیکن اینقدر ہم غالبا

---

۱) كما في الدر المختار مع رد: (ويشترط لصحتها) سبعة أشياء: الأول: (المصر...... وقال في رد: تقع فرضا في القصبات والقرى الكبيرة التي فيها اسواق...... الخ۔ (كتاب الصلاة۔ باب الجمعة، ص ۱۳۷،۱۳۸، ج۲: ايچ ايم سعيد كراچى)

وكذا في البحر الرائق: (كتاب الصلاة۔ باب صلاة الجمعة، ص ۲۴۸، ج۲: مكتبه رشيديه كوئٹه)

وكذا في الهنديه: (كتاب الصلاة۔ الباب السادس عشر في صلوة الجمعة، ص ۱۴۵، ج۱: مكتبه رشيديه كوئٹه)

۲) كما في جامع الرموز: (شرط لوجوب الجمعة الاقامة في المصر...... الخ (كتاب الصلاة۔ فصل صلوة الجمعة، ص ۲۵۹، ج۱: مكتبه ايچ ايم سعيد كراچى)

برقریہ کومیتگ صادق نے آیدوایں واضح است-کما قال فی جامع الرموز [1] و ما یسع ای موضع اکبر مساجده المبنية لصلوة الخمس اهله ای اهل ذلک الموضع فما وجب علیه الجمعة مصر و احترز به اصحاب الاعذار مثل النساء والصبیان والمسافرین الا انهم قالوا ان هذا الحد غیر صحیح عندالمحققین والحد الصحیح المعول علیه انه کل مدینة تنفذ فیها الاحکام و یقام الحدود کما فی الجواهر فظاهر المذهب انه ما فیه جماعات الناس و جامع و اسواق و مفت و سلطان اوقاض یقیم الحدود و ینفذ الاحکام و قریب منه ما فی المضمرات و فیه انه الاصح و قیل انه ما یجتمع فیه مرافق الدین والدنیا او یعیش فیه کل صانع سنة بلا تحول الی الاخری او یکون سکانه عشرة الاف او سمی مصرا عند التعداد ..... او لا یظهر فیه نقصان بموت و زیادة بولادة او یمکنهم دفع عدد بلا استعانة او یمعره الامام و ان صغر و قل اهله کما فی التمر تاشی او یولد انسان و یموت کل یوم اولا یعد اهله الا بمشقة او یکون فیه الف رجل او عشرة الاف مقاتل علی الخلاف کما فی المضمرات- فقط والله تعالی اعلم-

شہر سے تین میل کے فاصلہ پر واقع بستی میں جمعہ کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک بستی میں دینی درس گاہ بنائی گئی ہے جس میں اہل علاقہ کے بچوں کو تعلیم قرآن پاک دی جاتی ہے- اب اہل علاقہ کا خیال ہے کہ یہاں پر جمعہ شروع کیا جائے-شہر سدھو تقریباً تین میل کے سفر پر ہے- آیا جمعہ پڑھایا جا سکتا ہے یا نہیں؟ بستی میں جمعہ ہوسکتا ہے یا نہیں؟ اصل سبب یہ ہے کہ دلی خواہش ہے کہ ہر آٹھویں دن کچھ وعظ ونصیحت کی جائے وہ تب ہوسکتی ہے کہ اگر جمعہ شروع کرایا جائے- بینوا توجروا-

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم- جمعہ کے جواز کے لیے احناف کے نزدیک شہر کا ہونا شرط ہے- دیہاتوں اور بستیوں میں جمعہ کی نماز جائز نہیں ہوتی اور نہ جمعہ پڑھنے سے ان کے ذمہ سے ظہر کی نماز ساقط ہوتی ہے- دیہاتیوں کے

---

۱) جامع الرموز: (کتاب الصلوة، فصل فی صلوة الجمعة، ص ۲٦۲، ج۱: مکتبه ایچ ایم سعید کراچی) وکذا فی الدرالمختار مع رد: (کتاب الصلاة- باب الجمعة، ص ۱۳۸-۱۳۷، ج۲: مکتبه ایچ ایم سعید کراچی)

وکذا فی البحر الرائق: (کتاب الصلاة- باب صلاة الجمعة، ص ۲٤۸، ج۲: مکتبه رشیدیه کوئٹه)

لیے ضروری ہے کہ دیہات میں جمعہ کے روز ظہر کی نماز چار رکعتیں با جماعت ادا کرلیا کریں [۱]- باقی اگر آپ کو وعظ کا شوق ہے تو پھر جمعہ کے روز یا کسی دوسرے دن ظہر کی نماز کے بعد یا کسی بھی وقت کہہ دیا کریں بلکہ ہر روز وعظ کہہ دیا کریں، وعظ کا ہونا نماز جمعہ کے پڑھنے پر ہرگز موقوف نہیں ہے- بالفرض موقوف ہوتب بھی فتویٰ یہی ہے کہ وعظ کہنا چھوڑ دو اور فرض نماز ظہر کی ہرگز نہ چھوڑو- قال فی الهداية [۲] **لا تصح الجمعة الا فی مصر جامع او فی مصلی المصر ولا تجوز فی القری- لقوله عليه السلام لا جمعة ولا تشريق ولا فطر ولا اضحی الا فی مصر جامع** -الخ- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

وقفہ وقفہ سے واقع آبادیوں میں جمعہ کا حکم

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس بارے میں کہ موضع مہران تحصیل لیہ متفرق آبادی پر کافی متعدد چک رقبہ میں میلوں تک آباد ہیں، اس کی آبادی چالیس ہزار کے قریب ہوگی- اس کی شکل یوں ہے کہ کچھ گھر ایک زمین میں آباد ہیں اور تھوڑے سے فاصلے فرلانگ یا کم وبیش پر دوسرے چند گھر آباد ہیں اسی طرح متفرق آبادی میلوں تک پھیلی ہوئی ہے- بیچ میں کھیتیاں ہیں بازار وغیرہ اس میں کوئی نہیں ہیں- کیا ایسی آبادی میں جمعہ جائز ہے یا نہیں۔ وضاحت سے بیان فرمائیں اور کیا ایسی آبادی کو متحد شمار کر کے شہر کہلایا جائے گا یا نہیں۔

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم- واضح رہے کہ باتفاق جمیع علماء احناف جمعہ کی صحت کے لیے مصر (شہر) کا ہونا شرط ہے [۳]- اور مصر متصل بڑی آبادی کو کہتے ہیں جو آبادیاں ایسی ہوں کہ ان کے بیچ میں کھیتیاں وغیرہ ہوں ان کو

---

۱) کما فی ردالمحتار: تقع فرضا فی القصبات والقری الكبيرة التی فيها اسواق...... وفيما ذكرنا إشارة إلى أنه لاتجوز فی الصغيرة التی ليس فيها قاض و منبر و خطيب...... الاتریٰ ان فی الجواهر لوصلوا فی القری لزمهم اداء الظهر۔ (كتاب الصلاة۔ باب الجمعة، ص ۱۳۸، ج۲: مكتبه ايچ ايم سعيد كراچی) وكذا فی الهنديه: (كتاب الصلاة۔ باب صلاة الجمعة، ص ۱۴۵، ج۱: مكتبه رشيديه كوئٹه) وكذا فی البحر الرائق: (كتاب الصلاة۔ باب صلاة الجمعة، ص ۲۴۸، ۲۴۵، ج۲: مكتبه رشيديه كوئٹه)

۲) الهدايه: (كتاب الصلاة۔ باب صلاة الجمعة، ص ۱۵۱۔۱۵۰، ج۱: مكتبه بلوچستان بك ڈپو كوئٹه) وكذا فی البناية شرح الهدايه: (كتاب الصلاة، باب صلاة الجمعة، ص ۴۰، ۴۱، ج۳: مكتبه دار الكتب العلمية، بيروت) وكذا فی فتح القدير: (كتاب الصلاة۔ باب صلاة الجمعة، ص ۲۳۔۲۲، ج۲: مكتبه رشيديه كوئٹه)

۳) كما تقدم تخريجه فی حاشية نمبر ۱

اکٹھا شمار کر کے شرعاً مصر نہیں کہا جا سکتا - بلکہ یہ متفرق آبادی علیحدہ مستقل آبادی شمار ہوتی ہے صورت مسئولہ میں موضع کی آبادی چونکہ متفرق اور منتشر ہے اس لیے ان سب کو متحد شمار کر کے مصر کا حکم نہیں دیا جائے گا اور نہ ان آبادیوں میں جمعہ جائز ہوگا -

ان لوگوں پر ظہر کی چار رکعتیں فرض ہیں جمعہ پڑھنے سے ان کے ذمہ سے ظہر ساقط نہیں ہوتی [1] - کما قال فی العالمگیریة [2] (ولا دائها شرائط فی غیر المصلی) منها المصر هكذا فی الكافی و فیها ایضا بعد اسطرو كما یجوز اداء الجمعة فی المصر یجوزا دائها فی فناء المصر و هو الموضع المعد لمصالح المصر متصلا بالمصرو من كان مقیما بموضع بینه و بین المصر فرجة من المزارع والمراعی نحو القلع ببخاری) لا جمعة علی اهل ذلک الموضع و ان كان النداء یبلغهم والفلوة والمیل والامیال لیس بشی ء هكذا فی الخلاصة - الخ -

و فی القهستانی [3] و شرط لا دائها ---- المصر ای البلد المحصورای المحدود فان المصر الحد كما فی المفردات او فناؤه بالكسر سعة امام البیت و قیل ما امتد من جوانبه كما فی المغرب -

و فی القاموس [4] والمصر بالكسر الحاجز بین الشیئین كالماصر والحدبین الارضین - الخ و فیه ایضا و مصروا المكان تمصیرا جعلوه مصرا فتمصر - و فی البحر [5] و ذكر فی المجتبی ان قدر الغلوة ثلاثمائة ذراع الی اربعمائة و هو الاصح - فقط والله تعالی اعلم

---

۱) كما فی ردالمحتار: لوصلوا فی القری لزمهم اداء الظهر - (كتاب الصلاة - باب الجمعة، ص ۱۳۸ ج۲: ایچ ایم سعید كراچی) - وكذا فی الهندیة: (كتاب الصلاة - باب السادس عشر فی صلاة الجمعة، ص ۱٤٥ ج۱: مكتبه رشیدیه كوئٹه)

وكذا فی البحرالرائق: (كتاب الصلاة - باب صلاة الجمعة، ص ۲٤٥، ج۲: مكتبه رشیدیه كوئٹه)

۲) العالمگیریه: (كتاب الصلاة، باب السادس عشر فی صلوة الجمعة - ص ۱٤٥، ج۱: مكتبه رشیدیه كوئٹه)

۳) جامع الرموز كتاب الصلاة، فصل صلوة الجمعة، ص ۲٦۲، ج۱: مكتبه ایچ ایم سعید كراچی)

٤) القاموس حرف میم - ص ۱٥٥، ادارة اسلامیة، كراچی)

٥) البحرالرائق كتاب الصلاة - باب المسافر، ص ۲۲٦، ج۲: مكتبه رشیدیه كوئٹه)

قریب قریب کی آبادیوں کو ایک شمار کر کے جمعہ کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کاغذات مالی میں ڈیرہ بدھو ملک رام ایک ہی حلقہ پٹوار میں شامل ہیں اور ڈیرہ بدھو ملک میں نماز جمعہ جاری ہے اور مولانا عبداللہ درخواستی صاحب موضع مذکورہ بالا میں تشریف لائے تھے جو کہ فرما گئے ہیں کہ نماز جمعہ ڈیرہ بدھو ملک میں جائز ہے ہر دو مواضعات کی آبادی تقریباً /۶۰۰۰ ہے اور اکیلے رام کلی کی آبادی ۲۱۴ ہے دونوں مواضعات دو دو کہئی سے ملحق ہیں یہاں پر تین ٹیوب ویل دو آٹے کی چکیاں جاری ہیں اور ایک جگہ ۷۰ گھر آباد ہیں اور باقی چاہات پر آباد ہیں اور آبادی سے فالم پور کالونی ایک میل کے فاصلے پر آباد ہے پرائمری سکول بھی منظور ہو چکا ہے لیکن تا حال تعمیر نہیں ہوا اور بجلی گھر بھی رام کلی سے ملتا ہے زیر تعمیر ہسپتال ہمارے موضع سے ایک میل ہے اور موضع رام کلی ڈیرہ بدھو ملک اندرون بدھو دو دو کمیٹی ہیں۔

﴿ج﴾

اس آبادی کو اگر اہل عرف مجموعہ اجزاء کو ایک ہی آبادی سمجھتے ہیں تو باوجود کسی قدر فصل جدائی کے وہاں مجموعہ کا اعتبار ہوگا اور وہاں پر جمعہ صحیح ہوگا[1] صرف آبادی کا نام ایک ہونا کافی نہیں بلکہ یہ ضروری ہے کہ اردگرد کی آبادی کو تمام ایک آبادی سمجھا جائے اور اگر عرف میں الگ الگ آبادی شمار ہو تو جمعہ صحیح نہ ہوگا[2]۔ واللہ تعالیٰ اعلم

---

۱) كما في بدائع الصنائع: لاتجب الجمعة الاعلى اهل المصر ومن كان ساكنا في توابعه وكذالايصح اداء الجمعة إلا في المصر و توابعه...... الخ (كتاب الصلاة۔ فصل في بيان شرائط الجمعة، ص ۲۵۹، ج۱: مكتبه رشيديه كوئٹه)
وكذا في ردالمحتار: (كتاب الصلاة۔ باب الجمعة، ص ۱۳۸، ج۲: مكتبه ايچ ايم سعيد كراچی)
وكذا في الهنديه: (كتاب الصلاة، الباب السادس عشر في صلوة الجمعة۔ ص ۱۴۵، ج۱: مكتبه رشيديه كوئٹه)

۲) كما في بدائع الصنائع: فلا تجب على اهل القرى التي ليست من توابع المصر ولا يصح اداء الجمعة فيها (كتاب الصلاة، فصل في بيان شرائط الجمعة، ص ۲۵۹، ج۱: مكتبه رشيديه كوئٹه)
وكذا في ردالمحتار: (كتاب الصلاة۔ باب الجمعة، ص ۱۳۸، ج۲: مكتبه ايچ ايم سعيد كراچی)
وكذا في الهنديه: (كتاب الصلاة۔ باب صلاة الجمعة، ص ۱۴۵، ج۱: مكتبه رشيديه كوئٹه)

تین ہزار کی آبادی میں جمعہ کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ

(۱) ایک گاؤں جس کی آبادی تقریباً ہزار کے قریب ہے مردم شماری کے لحاظ سے مرد عورت لڑکے صغیر و کبیر سب تین ہزار سے زائد ہیں جس میں تقریباً پینتیس دوکانیں ہیں اس کے علاوہ آٹھ دوکانیں خاص کپڑے کی ہیں نیز کپڑے کی مشینیں تقریباً ۱۵ یا ۱۶ ہوں گی اور تین آٹا پیسنے والی مشینیں ہیں- ڈاکخانہ اور ہسپتال بھی ہے مڈل تک سکول ہے خاص اس شہر سے تقریباً سات رساتیق نکلے ہیں اور گرد و نواح میں دیگر رساتیق بھی ہیں- ان سب رساتیق کی ساری حاجات دینی و دنیاوی اس شہر میں پوری ہو جاتی ہیں نیز اس شہر میں سولہ مسجدیں ہیں اور چھ جید علماء کرام سند یافتہ موجود ہیں نیز اس شہر میں ایک عربی مدرسہ ہے جس میں تقریباً ۲۵ طلبہ ہیں اور دو اور مدرسے ہیں جس میں تقریباً پندرہ یا سولہ طلبہ ہوں گے ان سب کے اخراجات کا بھی شہر کفیل ہے محترف اس میں گزارہ کر سکتا ہے تجربہ سے ثابت ہے نیز تین میل پر تھانہ بھی ہے اب اس شہر میں نماز جمعہ جائز ہوگا یا ناجائز یہ بتلانا ضروری ہے کہ اتنی دوکانوں کے باوجود ''سوق'' کی تعریف اس پر صادق آتی ہے یا نہیں آیا سوق میں دوکانوں کی کثرت ضروری ہے یا کوئی میلہ ہفتہ وار ہو-

(۲) دینی استاد کا حق زیادہ ہے یا پیر طریقت کا جو آج کل مروج ہے-

﴿ج﴾

(۱) احناف کے نزدیک [1] مصر شرائط جمعہ میں سے ہے لیکن علامہ شامی و دیگر فقہاء نے قصبات و قری کبیرہ کو بھی حکم مصر میں شمار کیا ہے شامی [2] بحث جمعہ میں ہے- **و تقع فرضا فی القصبات و القری الکبیرة التی فیها اسواق الی قوله و لا تجوز فی الصغیرة التی لیس فیها قاض و منبر و خطیب**' اب مصر اور قریہ کبیرہ کے مفہوم کو بیان کرنا چاہیے مصر کے متعلق امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی اپنی رائے یہ

---

۱) کما فی الهدایه: لاتصح الجمعة الا فی مصر جامع- (کتاب الصلاة- باب صلوة الجمعة- ص ۱۵۰، ج۱: مکتبه بلوچستان بك ڈپو کوئٹه)

وکذا فی الهندیه: (کتاب الصلاة- باب السادس عشر فی صلاة الجمعة، ص ۱۴۵، ج۱: مکتبه رشیدیه کوئٹه)

وکذا فی البحر الرائق: (کتاب الصلاة- باب صلاة الجمعة، ص ۲۴۸، ج۲: مکتبه رشیدیه کوئٹه)

۲) ردالمحتار: (کتاب الصلاة، باب الجمعة: ص ۱۳۸، ج۲: مکتبه ایچ ایم سعید کراچی)

ہے جس کو شامی نے نقل کیا ہے- عن ابی حنیفة انه بلدة کبیرة فیها سکک و اسواق و لها رساتیق و فیها وال یقدر علی انصاف المظلوم من الظالم الی قوله و هذا هو الاصح [1] اس کے علاوہ جتنی تعریفیں فقہاء نے مصر کی کی ہیں ان سب کا مآل یہی ہے عنوانات مختلف ہیں اور معنون ایک ہے کیونکہ جہاں پر سکک اسواق اور والی کا تحقق ہو وہاں پر دیگر تعریفیں بھی صادق آئیں گی- مثلاً بحر العلوم کی تعریف مصر میں ہے- موضع یندفع حاجة الانسان الضروریة من الاکل بان یکون هناک من یبیع طعاما والکسوة الضروریة و ان یکون هناک اهل حرف یحتاج الیهم کثیرا - اسی طرح کنز العباد میں یہ تعریف لکھی گئی ہے ان یولد [2] فیه کل یوم ولد و یموت فیه انسان قاضیخان میں ہے لایکون [3] الموضع مصرا الا ان یکون فیه مفت و قاض ینفذ الاحکام- علامہ شامی نے جو قصبات اور قری کبیرہ میں جواز کا حکم کیا ہے ان قری سے بھی وہ قری مراد ہیں جن میں مثل امصار کے حاجات پوری ہو جاتی ہیں کیونکہ التی فیها اسواق [4] اس کے ساتھ متصل ذکر کیا ہے قصبات اور قری کبیرہ سے مراد ایک ہی چیز ہے القصبات جمع قصبة [5] و هی القریة فیکون عطف القری علیه عطف تفسیر - (حاشیہ) پس اگر یہ قریہ جس کے متعلق پوچھا گیا ہے قصبہ ہو یعنی اس کی مردم شماری چار ہزار ہو کیونکہ حکام وقت کے عرف کا مقتضی بھی یہی ہے کہ چار ہزار سے کم قصبہ نہیں بتاتے تو عرف شرعی میں اس سے کم ہرگز نہ ہوگا اور اس قریہ میں جملہ حاجات ضروریہ پوری ہو سکتی ہوں مثلاً ڈاکخانہ میں ہر قسم کی ضرورت پوری ہو سکے نیز دوکانوں میں سے بعض دوکانوں پر کھانے پینے کا انتظام بھی مسافر کے لیے میسر ہو اور حکومت کی طرف سے کوئی پولیس کی چوکی بھی مقرر ہو اور ہیئت آبادی کی مثل شہر و قصبہ کے ہو جیسا کہ تقیید قری کی بالتی فیها سکک [6] و اسواق سے معلوم ہے تو جائز ہے بلکہ جمعہ پڑھنا واجب ہوگا اور اگر یہ اوصاف اس میں نہیں پائے جاتے تو نہ یہ قصبہ ہے نہ قریہ کبیرہ

---

۱) ردالمحتار: (کتاب الصلاۃ۔ باب الجمعة، ص ۱۳۷ ج۲: مکتبه ایچ ایم سعید کراچی)

۲) التارخانیه: (کتاب الصلاۃ۔ شرائط الجمعة۔ ص ۴۹، ج۲: مکتبه إدارة القرآن کراچی)

۳) الخانیة علی هامش الهندیه: (کتاب الصلاۃ۔ باب صلاۃ الجمعة، ص ۱۷۴، ج۱: مکتبه رشیدیه کوئٹه)

۴) ردالمحتار: (کتاب الصلاۃ۔ باب الجمعة، ص ۱۳۸، ج۲: مکتبه ایچ ایم سعید کراچی)

۵) ردالمحتار (کتاب الصلاۃ۔ باب صلاۃ الجمعة، ص ۱۳۸ ج۲: مکتبه ایچ ایم سعید کراچی)

۶) ردالمحتار: (کتاب الصلاۃ۔ باب الجمعة، ص ۱۳۷ ج۲: مکتبه ایچ ایم سعید کراچی)

ہے کیونکہ قری صغیرہ میں متفرق دوکانوں کے تحقق سے جمعہ جائز نہیں ہوجاتا[1]۔

(۲) دینی استاد کا حق بدرجہا زیادہ ہے[2] آج کل کے پیروں سے۔ حدیث شریف میں ہے۔ **تواضعوا لمن تعلمون منه**. بیھقی نے اس کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول قرار دے کر اس کے حدیث موقوف ہونے کو ترجیح دی ہے۔ نیز امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے منقول ہے **قال سمعت السلف یقولون من لا یعرف لاستاذہ لا یفلح**۔ یعنی سلف صالحین کا قول ہے کہ جو اپنے استاد کی قدر نہیں جانتا ہے وہ کامیاب نہیں ہوسکتا اور آج کل اکثر پیر ایسے ہوتے ہیں کہ محض دنیوی مفاد کی خاطر اپنے مریدین و متعلقین کے ساتھ ربط قائم کر کے حب جاہ وحب مال میں سرگرداں رہتے ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

دوسو گھر کی آبادی والے گاؤں میں جمعہ کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک گاؤں جو کہ دوسو گھر کی آبادی پر مشتمل ہے اور اس میں ضروری اشیاء بھی کچھ میسر ہیں اور جامع مسجد جو کہ پچاس گز طولاً عرضاً وسیع مسجد بھی ہے اور ایک مولانا صاحب پانچ وقت نماز پڑھاتے ہیں اور مولانا موصوف فرماتے ہیں کہ یہاں جمعہ وغیرہ نہیں ہوسکتا اور کافی لوگ جمعہ پڑھنے کے لیے دور دور سے آتے ہیں اور مذکورہ بالا گاؤں بڑے شہروں سے چھ سات میل دور ہے۔ اب فرمائیے کہ اس گاؤں میں جمعہ جائز ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

گاؤں مذکورہ قریہ صغیرہ ہے اس میں اقامت جمعہ درست نہیں ہے۔ اقامت جمعہ کے لیے شہر یا قصبہ کا ہونا

---

۱) کما فی ردالمحتار: لاتجوز فی الصغیرة التی لیس فیها قاض و منبر و خطیب۔ (کتاب الصلاة، باب الجمعة، ص ۱۳۸، ج۲: مکتبہ ایچ ایم سعید کراچی)

وکذا فی الهندیه: (کتاب الصلاة۔ باب السادس عشر فی صلاة الجمعة، ص ۱۴۵، ج۱: مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

وکذا فی البحر الرائق: (کتاب الصلاة۔ باب الصلاة الجمعة، ص ۲۴۸، ج۲: مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

۲) کما فی الترمذی: عن ابن عباس رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم فقیه واحد اشد علی الشیطان من الف عابد۔ (ابواب العلم عن رسول الله صلی الله علیه وسلم۔ باب ماجاء فی فضل الفقه علی العبادة۔ ص ۹۷، ج۲: مکتبہ ایچ ایم سعید کراچی)

وکذا فیه: عن قیس بن کثیر...... قال فانی سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول...... وفضل العالم علی العابد کفضل القمر علی سائر الکواکب۔ (ابواب العلم عن رسول الله صلی الله علیه وسلم۔ باب ماجاء فی فصل الفقه علی العبادة۔ ص ۹۷، ج۲: مکتبہ ایچ ایم سعید کراچی)۔

شرط ہے-حدیث شریف میں ہے لا جمعة ولا تشریق...... الافی مصر جامع الحدیث [۱]-اور شامی میں ہے و تقع فرضاً فی القصبات والقری الکبیرة التی فیها اسواق [۲]-فقط واللہ تعالیٰ اعلم-اس گاؤں میں ظہر کی نماز باجماعت پڑھیں [۳]-

چالیس پچاس گھروں کی آبادی والے دیہات میں جمعہ کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ دیہات جس جگہ بازار نہیں مگر کاروبار تجارت ہوتا ہے سڑک موجود ہے جامع مسجد موجود ہے جس میں دواڑھائی سو آدمی نماز پڑھ سکتے ہیں، گردونواح میں سینکڑوں مکانات ہیں، ڈاکخانہ موجود نہیں البتہ یونین کونسل کا دفتر موجود ہے بستی میں ۴۰/۵۰ گھر ہیں-کیا علماء امت اس مسئلہ میں اجتہاد کر کے دیہات میں نماز جمعہ پڑھنے کی اجازت دے سکتے ہیں-

﴿ج﴾

فقہ کی معتبر کتابوں مثل ھدایہ [۴] وشرح [۵] وقایہ درمختار وشامی سے یہ ثابت ہے کہ وجوب جمعہ اور ادائے جمعہ کے لیے مصر شرط ہے اور شامی میں نقل فرمایا ہے کہ قصبہ اور قریہ کبیرہ میں جمعہ ادا ہوتا ہے کیونکہ وہ بھی شہر اور مصر کے حکم میں ہے-مصر کی تعریف میں اختلاف ہے-لیکن مدار عرف پر ہے-عرفاً جو شہر اور قصبہ ہو اور آبادی اس کی زیادہ ہو اور بازار وگلیاں ہوں اور ضروریات سب ملتی ہوں وہ شہر ہے-

فی التحفة عن ابی حنیفة انه بلدة کبیرة فیها سکک و اسواق و لها رساتیق و فیها وال یقدر علی انصاف المظلوم من الظالم بحشمته و علمه او علم غیره یرجع الناس الیه فیما یقع من الحوادث و هذا هو الاصح- [۶] **و ایضاً فیه و تقع فرضا فی القصبات والقری**

---

۱) مصنف ابن أبی شیبة: (کتاب الجمعة، من قال لاجمعة ولاتشریق إلا فی مصر جامع ص ۱۰، ج۲ امدادیه، ملتان)

۲) ردالمحتار: (کتاب الصلاة، باب الجمعة، ص ۱۳۸، ج۲: مکتبه ایچ ایم سعید کراچی)

۳) کما فی الهندیه: ومن لاتجب علیهم الجمعة من أهل القری والبوادی لهم أن یصلوا الظهر بجماعة یوم الجمعة باذان وا قامة ـ (کتاب الصلاة۔ الباب السادس عشر فی صلاة الجمعة۔ ص ۱۴۵ ج۱: مکتبه رشیدیه کوئٹه)

٤) الهدایه کتاب الصلاة۔ باب صلاة الجمعة۔ ص ۱۵۰ ج۱: مکتبه بلوچستان، بك ڈپو کوئٹه)

٥) شرح الوقایه کتاب الصلاة۔باب الجمعة، ص ۱۹۸، ج۱، مکتبه ایچ ایم سعید کراچی)

٦) ردالمحتار کتاب الصلاة۔ باب الجمعة، ص ۱۳۷ ج۲: مکتبه ایچ ایم سعید کراچی)

الکبیرۃ التی فیھا اسواق (الی ان قال) و فیما ذکرنا اشارۃ الی انہ لا تجوز فی الصغیرۃ[۱] و ایضاً فیہ (قولہ و صلوۃ العید فی القری تکرہ تحریما و مثلہ الجمعۃ[۲]

سوال میں جس دیہات کا ذکر کیا ہے نہ یہ مصر ہے اور نہ قریہ کبیرہ لہٰذا اس دیہات میں عندالاحناف نماز جمعہ یا عیدین صحیح نہیں اور نماز جمعہ ادا کرنے سے ان لوگوں کے ذمہ سے نماز ظہر ساقط نہیں ہوتی۔ لما فی الشامیۃ الاتری ان فی الجواھر لو صلوا فی القری (الصغیرۃ) لزمھم اداء الظھر[۳]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

تین صد کی آبادی میں جمعہ کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ موضع کوٹکی بیرونی جو کہ ضلع میانوالی میں واقع ہے۔مندرجہ ذیل اوصاف سے موصوف ہے آبادی مردم شماری کے مطابق تقریباً چالیس گھر تین صد افراد ہیں۔ دو مسجدیں جن میں سے صرف ایک آباد ہے اور دوسری میں جماعت بھی نہیں ہوتی اور نہ اس میں کوئی امام مقرر ہے اور تین دوکانیں جن سے اکثر ضروریات اہل قریہ پوری ہوتی ہیں اور اہل حرفہ مثلاً ترکھان' حجام وموچی وغیرہ آباد ہیں۔ساتھ ہی اس کے گردونواح میں دس دس پندرہ پندرہ گھروں کی بستیاں تقریباً ایک میل کے اندر اندر واقع ہیں۔جن کی اکثر ضروریات موضع موصوف سے متعلق ہیں' کیا اس بستی یا اس جیسی اور کسی بستی میں نماز جمعہ اور نماز عیدین پڑھنی جائز ہے یا نہ۔ بینوا توجروا۔

---

۱) ردالمحتار: (کتاب الصلاۃ۔ باب الجمعۃ، ص ۱۳۸ ج۲: مکتبہ ایچ ایم سعید کراچی)

۲) الدرالمختار مع رد: (کتاب الصلاۃ۔ باب العیدین، ص ۱٦۷ ،ج۲: مکتبہ ایچ ایم سعید کراچی)

۳) ردالمحتار: (کتاب الصلاۃ۔ باب الجمعۃ، ص ۱۳۸، ج۲: مکتبہ ایچ ایم سعید کراچی)

وکذا فی الھندیہ: (کتاب الصلاۃ ، الباب السادس عشر فی صلوۃ الجمعۃ۔ ص ۱٤۵ ج۱: مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

وکذا فی البحرالرائق: (کتاب الصلاۃ۔ باب صلاۃ الجمعۃ، ص ۱٤۵، ج۱،مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

وکذا فی البحرالرائق: (کتاب الصلاۃ۔ باب صلاۃ الجمعۃ: ص ۲٤۵، ج۲: مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں یہ بستی نہ مصر ہے اور نہ قریہ کبیرہ، کتب احناف میں جو تعریفات مصر کی منقول ہیں ان میں سے کوئی تعریف بھی اس پر صادق نہیں آتی حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے مصر کی تعریف یہ منقول ہے کل موضع ذات ابنیة فیہ سکک و اسواق ووال ینصف المظلوم من الظالم (ای یقدر علی انصافه) و عالم یرجع الیه فی الحوادث (۱) -امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے یہ تعریف منقول ہے- هو کل موضع له امیر و قاض یقدر علی تنفیذ الاحکام واقامة الحدود (۲)- نیز ان سے یہ بھی منقول ہے هو کل موضع لایسع اهله اکبر مساجدهم الی غیر ذالک من التعریفات الکثیرة (۳)- یہ تمام تعریفات دراصل علامات مصر ہیں علماء وفقہاء نے اپنے زمانے کے عرف کے اعتبار سے علامات ذکر کی ہیں ورنہ درحقیقت اس میں عرف معتبر ہے عرف میں جس کو شہر یا مصر کہا جاتا ہے وہاں نماز جمعہ وعیدین واجب ہے ورنہ نہیں۔ حنفی مذہب میں اس کی کوئی گنجائش نہیں کہ اس قسم کی بستی میں نماز جمعہ اور عیدین ادا کی

---

۱) بدائع الصنائع کتاب الصلاة- فصل فی بیان شرائط الجمعة، ص ۲۶۰، ج۱: مکتبه رشیدیه کوئٹه)
وکذا فی ردالمحتار: (کتاب الصلاة- باب الجمعة، ص ۱۳۷ ج۲: مکتبه ایچ ایم سعید کراچی)
وکذا فی البنایة شرح الهدایه: (کتاب الصلاة- باب صلاة الجمعة، ص ۴۵، ج۳: مکتبه دارالکتب العلمیة، بیروت)-

۲) کتاب الصلاة- باب الجمعة، ص ۱۳۷ ج۲: مکتبه ایچ ایم سعید کراچی
وکذا فی بدائع الصنائع: (کتاب الصلاة- فصل فی بیان شرائط الجمعة: ص ۲۵۹، ج۱: مکتبه رشیدیه کوئٹه)
وکذا فی البنایة شرح الهدایه: (کتاب الصلاة- باب صلاة الجمعة: ص ۴۵، ج۳: مکتبه دارالکتب العلمیة بیروت)
وکذا فی الهدایه کتاب الصلاة- باب صلاة الجمعة، ص ۱۵۱، ج۱: مکتبه بلوچستان بك ڈپو کوئٹه

۳) الهدایه کتاب الصلاة- باب صلاة الجمعة، ص ۱۵۱، ج۱: مکتبه بلوچستان بك ڈپو، کوئٹه)
وکذا فی الفتاوی التاتارخانیة کتاب الصلاة- شرائط الجمعة، ص ۴۹، ج۲: مکتبه إدارة القران کراچی-
وکذا فی البنایة شرح الهدایة کتاب الصلاة- باب صلاة الجمعة، ص ۴۶، ج۳: مکتبه دارالکتب العلمیة بیروت

جائے (۱) البتہ اگر کوئی شخص حنفی مذہب ترک کر کے کسی دوسرے مذہب پر عمل کرے تو اس کا وہ خود ذمہ دار ہے مذھب حنفی کے متبعین کا ان سے کوئی واسطہ نہیں (۲)- واللہ تعالیٰ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

ایسے گاؤں میں جمعہ کا حکم جس کی اپنی اور قرب و جوار کی آبادی ایک ہزار ہو

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک گاؤں جس کی اپنی اور قرب و جوار کی آبادی تقریباً ایک ہزار ہے معمولی دو کانیں اور ایک دو رئیس القوم جو قومی فیصلہ کرتے ہیں اور شہر سے نو میل کے فاصلہ پر واقع ہے- نو میل سے نزدیک کسی جگہ بھی جمعہ نہیں ہوتا- اس گاؤں میں نماز جمعہ جائز ہے یا نہ؟ نیز پہلے ایک سال کی جو نمازیں یہاں پڑھی گئی ہیں کیا وہ نمازیں صحیح ہوئی ہیں یا ان کا اعادہ کریں۔

﴿ج﴾

یہ گاؤں قریہ صغیرہ ہے اس میں اقامتہ جمعہ درست نہیں، ظہر کی نماز باجماعت ادا کریں اور سال گزشتہ میں جو جمعہ کی نمازیں پڑھی گئی ہیں ان میں صرف ظہر کے چار فرضوں کا اعادہ کریں (۳)- فقط واللہ تعالیٰ اعلم-

---

۱) کما فی ردالمحتار: وكما أن المصر أوفناء ه شرط جواز الجمعة، فهو شرط جواز صلاة العيد- (كتاب الصلاة- باب الجمعة، ص ۱۳۹، ج۲: مكتبه ايچ ايم سعيد كراچی)وكذا فی الهنديه: (كتاب الصلاة، الباب السابع عشر فی صلاة العيدين: ص ۱۵۰ ج۱: مكتبه رشيديه كوئٹه)
وكذا فی الهندايه: (كتاب الصلاة- باب العيدين، ص ۱۵۵ ج۱: مكتبه بلوچستان، بك ڈپو كوئٹه)

۲) عقدالجيد (مترجم اردو): اس کی اجازت نہیں- یہ اتباع ھوا اور تلعب ھے (تاكيد ألاخذبهذه المذهب الاربعة ص ۵۳-۷۳-۱۳۳-۱۱۴: قرآن محل كراچی) (بحواله فتاویٰ محموديه، ۶۲۶/۲)- وكذا فی الإنصاف فی بيان أسباب الاختلاف (التقليد فی المذاهب الأربعة، ص ۹۷-۹-۱۱۱: دارالنفائس) بحواله محموديه، ۱۲۶/۲)

۳) كما فی ردالمحتار: لاتجوز فی الصغيرة التی ليس فيها قاض ومنبر و خطيب...... الاترىٰ ان فی الجواهر لوصلوا فی القرى لزمهم اداء الظهر- (كتاب الصلاة- باب الجمعة، ص ۱۳۸ ج۲: مكتبه ايچ ايم سعيد كراچی)- وكذا فی الهنديه: (كتاب الصلاة- باب السادس عشر فی صلوٰة الجمعة، ص ۱۴۵ ج۱: مكتبه رشيديه كوئٹه)- وكذا فی البحر الرائق: (كتاب الصلاة، باب صلاة الجمعة: ص ۲۴۵-۲۴۸، ج۲: مكتبه رشيديه كوئٹه)

۱۶۰۰ سوافراد پر مشتمل آبادی میں جمعہ کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک گاؤں جس کی آبادی ۱۶۰۰ افراد پر مشتمل ہو نماز جمعہ جائز ہے جبکہ دوکانیں معروف بازار کی شکل میں ہوں- گاؤں کی غالب واکثر ضروریات اس گاؤں میں پوری ہوتی ہوں- اور آس پاس کی عام آبادیوں سے بڑا ہو اور ہر لحاظ سے فوقیت رکھتا ہو اور آس پاس کے لوگوں کی ضروریات یہاں سے پوری ہوتی ہوں- مڈل سکول' دینی مدرسہ' حفظ وناظرہ- آٹا پینے' چاول نکالنے' کپاس بننے، روئی بیلنے کی مشینیں ہوں، گھروں میں اور مسجد میں بجلی وغیرہ کا انتظام ہو، اور گاؤں پر رونق طریق پر ہو کفن دفن کے لیے خود کفیل ہو اور مکلّف مسلمان گاؤں کی بڑی مسجد میں نہ سما سکتے ہوں-

﴿ج﴾

اصل یہ ہے کہ فقہ کی معتبر کتب مثل ھدایہ (۱) وشرح وقایہ (۲) و درمختار (۳) وشامی سے یہ بات ثابت ہے کہ ادائے جمعہ اور وجوب کے لیے مصر شرط ہے اور شامی میں نقل فرمایا ہے کہ قصبہ وقریہ کبیرہ میں جمعہ ادا ہوتا ہے- کیونکہ وہ بھی حکم میں شہر اور مصر کے ہے اور درمختار اور شامی میں یہ بھی نقل کیا ہے کہ چھوٹے قریہ میں جمعہ درست نہیں ہے اور اس میں کراہت تحریمہ ہے (۴)- باقی مصر کی تعریف میں اختلاف ہے- لیکن بظاہر مدار عرف پر ہے- عرفاً جو شہر اور قصبہ ہو اور آبادی اس کی زیادہ ہو اور بازار وگلیاں اس میں ہوں اور ضروریات سب ملتی ہوں وہ شہر ہے-

---

۱) الھدایه: (لاتصح الجمعة الافی مصر جامع اوفی مصلے المصر ولا تجوز فی القری- (کتاب الصلاة- باب صلاة الجمعة، ص ۱۵۰ ج۱: مکتبه بلوچستان بك ڈپو کوئٹه)-

۲) شرح الوقایه: (کتاب الصلاة- باب الجمعة، ص ۱۹۸، ج۱: مکتبه ایچ ایم سعید کراچی)

۳) الدرالمختار: (کتاب الصلاة- باب الجمعة، ص ۱۳۷، ج۲: مکتبه ایچ ایم سعید کراچی)

٤) کـمـا فی ردالمحتار: تقع فرضا فی القصبات والقری الکبیرة التی فیها اسواق...... وفیما ذکرنا إشارة إلی أنه لاتجوز فی الصغیرة التی لیس فیها قاض ومنبر و خطیب کما فی المضمرات والظاهر أنه أرید بـه الـكـراهة لكراهة النفل بجماعة- (کتاب الصلاة- باب الجمعة، ص ۱۳۸، ج۲: مکتبه ایچ ایم سعید کراچی)

وکـذا فـی الهـندیه: (کتاب الصلاة- الباب السادس عشر فی صلوة الجمعة، ص ۱٤٥، ج۱: مکتبه رشیدیه کوئٹه)

وکذا فی البحرالرائق: (کتاب الصلاة- باب صلاة الجمعة، ص ۲٤۸، ج۲: مکتبه رشیدیه کوئٹه)

فی التحفة عن ابی حنیفة رحمه الله انه بلدة کبیرة فیها سکک و اسواق و لها رساتیق و فیها وال یقدر علی انصاف المظلوم من الظالم بحشمته و علمه او علم غیره یرجع الناس الیه فیما یقع من الحوادث و هذا هو الاصح- (۱)

پس سوال میں جس قریہ کا ذکر کیا گیا ہے اگر اس میں شرائط صحت جمعہ پائے جاتے ہیں یعنی وہ جگہ شہر یا قصبہ یا قریہ کبیرہ ہو اس میں نماز جمعہ جائز ہے ورنہ نہیں (۲)- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کیا جمعہ کی اذانِ ثانی اقامۃ کی طرح ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء اس مسئلہ میں کہ جمعہ کی اذان ثانی اقامت کی طرح ہے جیسے کہ نور الایضاح میں خطبہ کی چوتھی سنت کی عبارت یہ ہے-(و الاذان بین یدیه کالاقامة) یعنی کلمات اس کے جلدی اور پست آواز سے کہے جاتے ہیں تو آج کل اذان ثانی مثل اذان اولیٰ خلاف سنت کیوں دی جاتی ہے اور اگر کالاقامة کا یہ معنی نہ ہو تو کیا مطلب ہے-

﴿ج﴾

اذان ثانی جو کہ خطیب کے سامنے ہوتی ہے (۳) اس میں مستحب دو باتیں ہیں (۱) آواز زیادہ بلند نہ ہو (۲) اور کلمات جلد جلد ادا کیے جائیں- کما فی السعایة شرح شرح الوقایة نداء- ای اذان لا یستحب

---

۱) ردالمحتار: (کتاب الصلاة باب الجمعة، ص ۱۳۷ ج۲: مکتبه ایچ ایم سعید کراچی)
وکذا فی بدائع الصنائع: (کتاب الصلاة- فصل فی بیان شرائط الجمعة، ص ۲۶۰، ج۱: مکتبه رشیدیه کوئٹه)
وکذا فی النبیایه شرح الهدایه: (کتاب الصلاة- باب صلاة الجمعة- ص ٤٥، ج۳: مکتبه دارالکتب العلمیه، بیروت)

۲) تقدم تخریجه فی صفحة متقدمة

۳) الدرالمختار: (ویؤذن) ثانیا (بین یدیه) أی الخطیب (کتاب الصلاة- باب الجمعة، ص ۱٦۱، ج۲: مکتبه ایچ ایم سعید کراچی)
وکذا فی الهدایه: (کتاب الصلاة- باب الصلاة الجمعة- ص ۱٥٤، ج۱: مکتبه بلوچستان بك ڈپو کوئٹه)
وکذا فی شرح الوقایه: (کتاب الصلاة- باب الجمعة- ص ۲۰۱، ج۱: مکتبه ایچ ایم سعید کراچی)

رفع الصوت فيه قيل هو الاذان الثانى يوم الجمعة الذى يكون بين يدى الخطيب لانه كالاقامة لاعلام الحاضرين منقول من امداد الفتاوىٰ [۱]-فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ایک صدکی آبادی والی بستی میں جمعہ کاحکم

﴿س﴾

کیافرماتے ہیں علماءدین دریں مسائل کہ:

(۱) ایک بستی جس کی آبادی تقریباًایک صدآدمیوں پر مشتمل ہواور جامع مسجد بھی ہو، نماز باجماعت ادا ہوتی ہو،اتنی ہی آبادی کی تین بستیاں اس کے آس پاس ہوں فاصلہ تقریباًایک فرلانگ کا ہو،اس کےعلاوہ میل یا نصف میل پر بھی بستیاں ہوں ،کیاایسی جگہ پرنماز جمعہ ادا کی جاسکتی ہے یانہ- (۲) دیہات میں نماز جمعہ کی کتنی رکعات ہونی چاہئیں-بعض علماءکرام فرماتے ہیں اٹھارہ رکعات نماز جمعہ ہوناچاہیے چار رکعات احتیاط ظہر-اس کا کیامطلب ہے-

﴿ج﴾

(۱) مذکورہ بستی میں نماز جمعہ جائزنہیں کیونکہ جمعہ کے لیے مصر کا ہونایامصر کی طرح ہونا(قصبہ ہو یاقریہ کبیرہ ہوجس میں بازارگلی کوچے ہوں اور جملہ ضروریات زندگی وہاں پوری ہوتی ہوں اورعرف میں بھی قریہ کبیرہ کہلاتاہو)ضروری ہے-رواه البيهقى فى المعرفة و عبدالرزاق [۲] و ابن ابى شيبه [۳] فى مصنفيهما عن على كرم الله وجهه انه لا جمعة و لا تشريق و لا صلوة الفطر ولا اضحى الا فى مصر جامع او لمدينة و لان كان لمدينة النبى صلى الله عليه وسلم قرى كثيرة و لم ينقل عنه عليه الصلوة والسلام انه امر باقامة الجمعة فيها انتهى– و فى الشامى [۴] عن القهستانى و تقع فرضا فى القصبات و القرى الكبيرة التى فيها اسواق الى قوله ولا يجوز فى الصغيرة

-----

۱) امداد الفتاوى: (كتاب الصلاة- باب صلاة الجمعة والعيدين: ص ٤٧٤، ج١: مكتبه دارالعلوم، كراچى)

۲) عبدالرزاق: (كتاب الجمعة: باب القرى الصغار: ص ٧٠، ج٣: مكتبه دارالكتب العلميه بيروت)

۳) مصنف ابن ابى شيبة: (كتاب الجمعة، من قال لاجمعة ولاتشريق الافى مصر جامع، ص ١٠، ج٢: مكتبه امداديه، ملتان)

٤) ردالمحتار: (كتاب الصلاة- باب الجمعة، ص ١٣٨، ج٢: مكتبه ايچ ايم سعيد كراچى)

التی لیس فیها قاض و منبر و خطیب کما فی المضمرات و نقل [۱] ایضا عن التحفة عن ابی حنیفة رحمه الله انه بلدة کبیرة فیها سکک و اسواق و فیها وال یقدر علی انصاف المظلوم الی قوله و هذا هو الاصح- ان عبارات فقہیہ وحدیثیہ سے یہ واضح ہے کہ ایسی جگہ میں جمعہ جائز نہیں [۲]-

(۲) اوپر یہ ثابت کیا گیا کہ دیہات میں نماز جمعہ جائز نہیں بلکہ وہاں ظہر ہی کی نماز فرض ہے [۳] تو دیہات میں رکعات جمعہ کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اور جہاں جمعہ کے شرائط پائے جاتے ہیں اور جمعہ کی نماز فرض ہو ان تمام جگہوں میں نماز جمعہ کی رکعات برابر ہیں وہ بارہ رکعات ہیں چار سنت پہلے درمیان میں دو رکعات نماز جمعہ فرض اور فرض کے بعد چار رکعات سنتیں اور ان کے بعد دو رکعات سنت ہیں [۴]- اس کے علاوہ جو نماز جمعہ کی نیت سے سنت پڑھے گا وہ نفل ہوں گی نماز جمعہ میں دس رکعات سنتوں کے علاوہ سنت نہیں- جن لوگوں نے اس بستی میں نماز جمعہ شروع کیا ہے ان پر جمعہ کا ترک کرنا لازم ہے' اور ان پر نماز ظہر کا پڑھنا فرض ہے [۵]- اگر ظہر کی نماز

---

۱) ردالمحتار: (کتاب الصلاۃ- باب الجمعة- ص ۱۳۷، ج۲: مکتبه ایچ ایم سعید کراچی)

۲) کما فی ردالمحتار: لاتجوز فی الصغیرة (کتاب الصلاۃ- باب الجمعة، ص ۱۳۸ ج۲: مکتبه ایچ ایم سعید کراچی) وکذا فی البحرالرائق: (کتاب الصلاۃ- باب الجمعة، ص ۲۴۸، ج۲: مکتبه رشیدیه کوئٹه) وکذا فی الهندیه: (کتاب الصلاۃ- باب السادس عشر فی صلوة الجمعة، ص ۱۴۵ ج۱: مکتبه رشیدیه کوئٹه)

۳) کما فی ردالمحتار: (لوصلوا فی القری لزمهم اداء الظهر- (کتاب الصلاۃ- باب الجمعة- ص ۱۳۸، ج۲: مکتبه ایچ ایم سعید کراچی)- وکذا فی الهندیه: (کتاب الصلاۃ- الباب السادس عشر فی صلاة الجمعة، ص ۱۴۵، ج۱: مکتبه رشیدیه کوئٹه)
وکذا فی البحرالرائق: (کتاب الصلاۃ- باب صلاة الجمعة، ص ۲۴۵، ج۲: مکتبه رشیدیه کوئٹه)
وکذا فی البحرالرائق: (کتاب الصلاۃ- باب صلاة الجمعة- ص ۲۴۵، ج۲: مکتبه رشیدیه کوئٹه)

٤) کما فی حلبی کبیر: (والسنة قبل الجمعة أربع وبعدها اربع) ...... (وعند ابی یوسف) السنة بعدالجمعة (ست) رکعات وهو مروی عن علی رضی الله عنه والافضل ان یصلی اربعا ثم رکعتین للخروج عن الخلاف (کتاب الصلاة، فصل فی النوافل ، ص ۳۸۸، ۳۸۹: مکتبه سعیدی کتب خانه کوئٹه) وکذا فی الهدایه: (کتاب الصوم باب الاعتکاف: ص ۲۱۲، ج۱: مکتبه بلوچستان بك ڈپو کوئٹه) وکذا فی البنایه شرح الهدایه: (کتاب الصوم باب الاعتکاف ص ۱۲۸، ج٤: مکتبه دارالکتب العلمية، بیروت)

٥) کما فی ردالمحتار: لاتجوز فی الصغیرة التی لیس فیها قاض و منبر و خطیب ...... الاتری ان فی الجواهر لوصلوا فی القری لزمهم اداء الظهر- (کتاب الصلاۃ- باب الجمعة، ص ۱۳۸ ج۲: مکتبه ایچ ایم سعید کراچی) وکذا فی الهندیه: (کتاب الصلاۃ- الباب السادس عشر فی صلاة الجمعة، ص ۱۴۵ ج۱: مکتبه رشیدیه کوئٹه)
وکذا فی البحرالرائق: (کتاب الصلاۃ- باب صلاة الجمعة، ص ۲۴۵، ج۲: مکتبه رشیدیه کوئٹه)

نہ پڑھیں گے تو ان کو فرض نماز کے چھوڑنے کا گناہ ہوگا[۱]۔ کوئی احتیاط الظہر نہیں بلکہ یا نماز جمعہ ہوگا یا نماز ظہر فرض ہوگی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کیا شہر سے ملحقہ مسجد میں جمعہ جائز ہے

(س)

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک دیہاتی مسجد جو کہ شہر سے ملحقہ ہے جس میں تقریباً بیس پچیس آدمی جمع ہو جائیں۔ کیا اس میں جمعہ جائز ہے یا ناجائز عندالاحناف جبکہ تقریباً دو سو کرم کے نزدیک ایک اور جامع مسجد میں جمعہ ہو رہا ہے۔

(ج)

صورۃ مسئولہ میں یہ مذکورہ جگہ اگرچہ فناء شہر میں ہو کر اس میں جمعہ جائز ہو جائے گا[۲]۔ لیکن اولیٰ یہ ہے کہ ایسی چھوٹی مسجد میں نماز جمعہ قائم نہیں کی جائے گی۔ بلکہ اس مسجد والے دوسری مسجد میں جا کر نماز جمعہ ادا کریں اور ثواب مزید حاصل کریں[۳]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

۱) كما في الصحيح لمسلم: عن أبي سفيان قال: سمعت جابراً رضي الله تعالى عنه يقول: سمعت النبي صلى الله تعالى عليه وسلم يقول: إن بين الرجل وبين الشرك والكفر ترك الصلوة۔ (كتاب الإيمان باب بيان إطلاق اسم الكفر على من ترك الصلاة۔ ص ٦١، ج١: قديمى كتب خانه كراچى) وكذا في سنن النسائي: (كتاب الصلاة۔ باب الحكم في تارك الصلوات۔ ص ٨١، ج١: قديمى كتب خانه كراچى)

۲) كما في الدر المختار: (ويشترط لصحتها) سبعة أشياء: الأول: (المصر ...... (أو فناؤه)...... (وهو ما حوله اتصل به)۔ (كتاب الصلاة باب الجمعة، ص ١٣٧۔١٣٨، ج٢: مكتبه ايچ ايم سعيد كراچى) وكذا في حاشية الطحطاوي: (كتاب الصلاة۔ باب الجمعة، ص ٥٠٦، مكتبه قديمى كتب خانه، كراچى)۔ وكذا في بدائع الصنائع: (كتاب الصلاة۔ فصل في بيان شرائط الجمعة، ص ٢٥٩، ج١: مكتبه رشيديه كوئٹه)

۳) كما في صحيح البخاري: سمعت أبا هريرة رضي الله تعالى عنه يقول: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: صلوة الرجل في الجماعة تضعف على صلاته في بيته وفي سوقه خمسة وعشرين ضعفا، وذلك أنه إذا توضأ فاحسن الوضوء، ثم خرج إلى المسجد لايخرجه إلا الصلوة لم يخط خطوةً إلا رفعت له بها درجة وحط عنه بها خطيئة، فإذاصلى، لم تزل الملائكة تصلي عليه مادام في مصلاه: اللهم صلى عليه، اللهم ارحمه، ولا يزال أحدكم في صلاة ما انتظر الصلوة۔ (كتاب الأذان، باب فضل صلوة الجماعة، ص ٨٩، ٩٠، ج١: قديمى كتب خانه، كراچى)
وكذا في الصحيح لمسلم: (باب فضل صلوة الجماعة، مكتبه قديمى كتب خانه كراچى)

جمعہ کے وعظ کے دوران ذکر وغیرہ کرنے کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بوقت جمعہ جب تقریر شروع ہوتی ہے بعض لوگ دوران تقریر میں ورد، درود شریف جاری رکھتے ہیں- حتیٰ کہ تسبیح پڑھتے رہتے ہیں- تقریر بھی شروع رہتی ہے اور وہ بھی درود پڑھنے میں مشغول رہتے ہیں- زید نے ان کو مسئلہ بتلایا کہ دوران تقریر میں تسبیح ودرود کا پڑھنا بند کر دیا کرو- انھوں نے جواباً کہا کہ دوران تقریر میں درود منع نہیں حدیث پیش کرتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص میرا نام سن لے اور مجھ پر درود نہ پڑھے وہ بڑا بخیل ہے اور دوسری دلیل پیش کی کہ قرآن میں لکھا ہے کہ محمد رسول اللہ (پارہ چھبیس) تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک آ گیا- اب درود پڑھنا کیونکر ناجائز ہوا اور نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اگر درود نہ پڑھیں گے تو بخیل بن جائیں گے- لہٰذا یہ مسئلہ درود پڑھنا دوران تقریر لگاتار تسبیح پر جائز ہے یا نہیں- بادلائل جواب مرحمت فرمادیں-

﴿ج﴾

دوران تقریر ووعظ میں اگر مخاطبین کی توجہ تمام واعظ کی تقریر کی طرف قائم رہے تو کوئی حرج نہیں ہے[1] اس امر میں کہ وہ زبان سے درود شریف یا تسبیحات یا اور ذکر کر لیں-

دریا میں بہہ جانے والی بستی میں جمعہ کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ جامع قریہ علووالہ میں بہت عرصہ سے جمعہ اور عیدین کی نمازیں پڑھائی جاتی ہیں- علووالہ بستی ایسی تھی جہاں جمعہ کی شرائط پائی جاتی تھیں- اس سال خدا تعالیٰ کے فیصلہ سے بستی مذکورہ دریائے سندھ میں برد ہو چکی ہے- بستی مذکورہ کے قریب تقریباً چار سو کرم کے فاصلہ پر

---

۱) کما فی الدرالمختار مع رد: او ذکر فی المسجد عظة وقرآن، فاستماع العظة أولی (در) وقال ابن عابدینؒ: (قول فاستماع العظة أولی) الظاهر أن هذا خاص بمن لاقدرة له علی فهم الآیات القرآنیة والتدبر فی معانیها الشرعیة والاتعاظ بموا عظها الحکمیة...... بخلاف الجاهل فإنه یفهم من المعلم والواعظ مالا یفهمه من القاری فکان ذلك أنفع له- (کتاب الصلاة- باب مایفسد الصلاة وما یکره فیها- ص ٦٦٣، ج١: مکتبه ایچ ایم سعید کراچی)-

ایک بستی بنام پکے منیے والا ہے-کم از کم پندرہ گھر آباد ہیں-اس بستی کے اردگرد چھوٹی چھوٹی بستیاں ہیں-اگران سب بستیوں کے لوگوں کو اکٹھا کیا جائے تو مسجد بھر جاتی ہے-بستی پکے منیے والا مسجد قدیم ہے اور پختہ ہے-اشاعت اسلام سوائے جمعہ کے نہیں ہوسکتی-لوگوں کی اکثر آبادی مائل الی البدعت ہے-ان کی تبلیغ کا ذریعہ سوائے جمعہ کے نہیں ہوسکتا-علو والہ بستی کا خطیب بستی پکے منیے والا میں نماز جمعہ پڑھارہا ہے-ان کو کہا گیا ہے کہ اس بستی میں جمعہ ناجائز ہے-وہ جواب دیتا ہے کہ لوگوں کی آبادی بہت ہے اور تعلیمی حالت لوگوں کی بہت ہی کمزور ہے ۸۰ فیصد آبادی بدعت اور بریلویت کی طرف راغب ہے-ان کی تعلیم کا بندوبست سوائے جمعہ کے نہیں ہوسکتا-لہٰذا مسئلہ مذکورہ پر غور فرما کر جواب سے مشکور فرمائیں-

﴿ج﴾

مذکورہ بستی میں جمعہ پڑھنا جائز نہیں ہے-جمعہ کے لیے مصر ہونا شرط ہے یا مصر کی طرح ہو-یعنی قصبہ یا قریہ کبیرہ ہو جس میں بازار گلی کوچے ہوں-اور جملہ ضروریات زندگی وہاں پورے ہوتے ہوں [1]- نیز سوال میں ذکر کردہ وجوہات سے شرعی حکم پر کوئی اثر نہیں پڑتا کہ مذکورہ بستی میں نماز جمعہ جائز ہو جائے [2]- وعظ اور تعلیمی ضروریات اس طرح بھی پوری ہوسکتی ہیں کہ خطبہ نہ پڑھا جائے اور ظہر ادا کی جائے اور اس سے پہلے اور بعد میں تقریریں کردی جائیں-فقط واللہ تعالیٰ اعلم

شرائطِ جمعہ میں ''شہر'' سے کتنا بڑا شہر مراد ہے

﴿س﴾
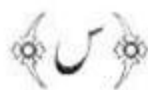
کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جمعہ کے جواز کے لیے کتنا بڑا شہر ہو اور اس کی آبادی بلحاظ افراد کتنی ہونی چاہیے اور آبادی بلحاظ گھرانے کتنی ہونی چاہیے مکمل طور پر تحریر فرمادیں-

---

۱) كمـا فى الـدرالمختار مع رد: (ويشترط لصحتها) سبعة أشياء: (الأول: (المصر ...... الخ- وقال ابن عـابـدينؒ: تـقـع فـرضـا فى القصبات والقرى الكبيرة التى فيها اسواق ...... وفيما ذكرنا إشارة إلى أنه لاتـجـوز فـى الـصـغيـرة التى ليس فيها قاض و منبر و خطيب- (كتاب الصلاة- باب الجمعة، ص ۱۳۸-۱۳۷، ج۲: مكتبه ايچ ايم سعيد كراچى)

وكـذا فـى بـدائـع الـصـنائع: (كتاب الصلاة، فصل فى بيان شرائط الجمعة، ص ۲۵۹، ج۱: مكتبه رشيديه كوئٹه)

وكذا فى البحرالرائق: (كتاب الصلاة- باب صلاة الجمعة، ص ۲٤۸، ج۲: مكتبه رشيديه كوئٹه)

۲) تقدم تخريجه فى حاشية نمبر ۲

﴿ج﴾

عن علی رضی الله عنه [۱] لا جمعة و لا تشریق الا فی مصر جامع [۲] الخ قال الشامی فی ردالمحتار و تقع فرضا فی القصبات و القری الکبیرة التی فیها اسواق الی ان قال و فیما ذکرنا اشارة الی انه لاتجوز فی الصغیرة التی لیس فیها قاض و منبر و خطیب [۳]

ان عبارات سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ جمعہ مصر وقصبات اور بڑے قریہ میں ادا ہوتا ہے جس میں بازار گلی کوچے ہوں اور وہاں لوگوں کی جملہ ضروریات بھی پوری ہوں اور عرف میں قریہ کبیرہ بھی کہلاتا ہو جس قریہ میں یہ علامات ہوں وہاں جمعہ فرض ہوگا [۴] باقی آبادی بلحاظ افراد و گھرانوں کے شرعاً منقول نہیں اور نہ اس کی تحدید ہے البتہ مثل قصبہ کبیرہ کے آبادی ہو جیسا کہ فتاویٰ میں آیا ہے اور قصبہ صغیرہ کے متعلق یہ ہے کہ تین چار ہزار کی آبادی تقریباً ہو [۵]۔ واللہ تعالیٰ اعلم

---

۱) مصنف ابن ابی شیبة: (کتاب الجمعة: من قال لاجمعة ولا تشریق الا فی مصر جامع، ص ۱۰، ج۲ : مکتبه امدادیه ، ملتان)

۲) فتح القدیر: (کتاب الصلاة۔ باب صلاة الجمعة: ص ۲۲، ج۲: مکتبه رشیدیه کوئٹه)
وکذا فی مصنف عبدالرزاق: (کتاب الجمعة۔ باب القری الصغار: ص ۷۰ ج۳: مکتبه دارالکتب العلمیة، بیروت) وکذا فی مصنف لابن أبن شیبة: (کتاب الجمعة، من قال: لاجمعة ولاتشریق إلا فی مصر جامع، ص ٤٦، ج٤: مکتبه إدارة القران ، کراچی)

۳) ردالمحتار: (کتاب الصلاة۔ باب الجمعة، ص ۱۳۸، ج۲: مکتبه ایچ ایم سعید کراچی)
وکذا فی الهندیه: (کتاب الصلاة۔ الباب السادس عشر فی صلاة الجمعة۔ ص ۱٤٥، ج۱: مکتبه رشیدیه کوئٹه) وکذا فی البحرالرائق: (کتاب الصلاة۔ باب صلاة الجمعة، ص ۲٤۸ ، ج۲: مکتبه رشیدیه کوئٹه)

٤) تقدم تخریجه فی حاشیة نمبر ۳ فی صفحة هذا

٥) کما فی الکوکب الدری: ان شرط المصر فمسلم، لکنهم اختلفوا فی مایتحقق به المصریة: فقیل: مافیه أمیر یقیم الحدود......بل المراد بذلك قدرة الأمیر علی ذلك، إذلو لم یرد ذلك لما صحت الجمعة فی شئی من الأمصار فی وقتناهذا، إذلایجری الحدود أحد۔ وقیل : مافیه أربعة الاف رجال إلی غیر ذلك۔ (أبواب الجمعة۔ باب ماجاء فی ترك الجمعة من غیر عذر۔ ص ٤١٣-٤١٤، ج۱: إدارة القرآن کراچی، بحواله الفتاوی محمودیه۔

ایک ہزار کی آبادی والے چک میں جمعہ کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اندریں صورت مسئولہ کہ ایک چک جس کے تقریباً بالغ نابالغ مرد وزن ایک ہزار نفوس پر مشتمل ہیں۔ علاوہ ازیں ایک مسجد اور چار پانچ دوکانیں ہیں اور تقریباً ایک میل کے فاصلہ پر ایک بڑے قصبہ میں پیشتر ازیں جمعہ پڑھا جاتا ہے۔ کیا شرعاً ایسے چکوں میں جمعہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

عبارات فقہ سے یہ واضح ہوتا ہے کہ جمعہ کے لیے مصر ہو یا مصر کی طرح قصبہ یا قریہ کبیرہ ہو جس میں بازار گلی کوچے ہوں اور جملہ ضروریات زندگی وہاں پوری ہوتی ہوں اور عرف میں بھی قریہ کبیرہ کہلاتا ہو ضروری ہے۔ چونکہ قریہ جس کے متعلق سوال کیا گیا ہے ایسا نہیں اس لیے اس میں جمعہ پڑھنا بلا شبہ جائز نہیں۔ **روی البیھقی فی المعرفة و عبدالرزاق**[۱]**– و ابن ابی شیبه**[۲] **فی مصنفیھما– عن علی** رضی اللہ عنہ **انه قال لا جمعة و لا تشریق و لا صلوة الفطر والاضحی الا فی مصر جامع او لمدینة و لا نکان لمدینة النبی قری کثیرة و لم ینقل عنه علیه الصلوة والسلام انه امر باقامة الجمعة فیھا انتھی– و فی الشامی**[۳] **عن القھستانی تقع فرضا فی القصبات والقری الکبیرة التی فیھا اسواق الی قوله و لا یجوز فی الصغیرة التی لیس فیھا قاض و منبر و خطیب کما فی المضمرات و نقل عن الشامی**[۴] **ایضًا فی التحفة عن ابی حنیفة انه بلدة کبیرة فیھا سکک و اسواق و لھا رساتیق و فیھا وال یقدر علی انصاف المظلوم الی قوله و ھذا ھو الاصح– واللہ تعالی اعلم–**

---

۱) مصنف عبدالرزاق: (کتاب الجمعة۔ باب القری الصغار، ص ۷۰، ج۳: مکتبه دارالکتب العلمیة، بیروت)

۲) مصنف ابن أبی شیبة: (کتاب الجمعة، من قال لاجمعة ولاتشریق إلا فی مصر جامع، ص ۱۰، ج۲: مکتبه امدادیه، ملتان)

۳) ردالمحتار: (کتاب الصلاة۔ باب الجمعة، ص ۱۳۸، ج۲: مکتبه ایچ ایم سعید کراچی)

٤) ردالمحتار: (کتاب الصلاة۔ باب الجمعة، ص ۱۳۷ ج۲: مکتبه ایچ ایم سعید کراچی)

ساٹھ ستر افراد کی آبادی میں جمعہ کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید ایک کنویں پر جمعہ کی نماز جاری کرنے کا ارادہ رکھتا ہے- جہاں بصد مشکل پندرہ بیس گھر ہوں گے اور آدمیوں کی کل آبادی (بمعہ عورتیں اور بچے) ساٹھ ستر کی ہوگی اور ساتھ ہی دو فرلانگ پر ایک قصبہ ہے جہاں قدیم زمانے سے جمعہ ہو رہا ہے اور عید بھی پڑھی جاتی ہے اور وہاں سے تقریباً چار میل کے فاصلہ پر ایک خاصا بڑا شہر ہے اور زید وہاں عید پڑھانے کا ارادہ رکھتا ہے جیسا کہ کنواں پر آبادی کے لحاظ سے دو کانیں ہوتی ہیں ایک آدھ دوکان بھی ہے نیز اس میں مسلمانوں کے اختلاف کا بھی بہت احتمال ہے' اور شاید بہانہ یہ ہو کہ چونکہ قصبہ میں ایک بدمذہب امامِ جمعہ ہے اس لیے وہاں جمعہ نہ پڑھا جائے اور اس کا انتظام اس کنوئیں پر کیا جائے- اور ہوسکتا ہے کہ فنائے مصر کے قانون کے ماتحت یہاں جمعہ جائز ہونے کا قانون برتا جائے تو کیا ایسے حالات میں اس کنویں پر زید کا جمعہ پڑھانا یا نماز عید پڑھانا جائز ہوگا یا نہ؟ اگر پڑھا بھی ہے تو اس کا کیا حکم ہوگا اگر بالفرض والتقدیر بقول زید قصبہ والی جامع مسجد کا امام بلحاظ عقیدہ مخالف بھی ہو تو قصبہ میں ہی دوسری جگہ جمعہ کا انتظام کرنا چاہیے- یا قصبہ سے دو فرلانگ کے فاصلہ پر ایک کنوئیں پر جو کہ اس موضع میں بھی نہیں جس موضع میں وہ قصبہ ہے اور نہ ہی وہ یونین کونسل ہے- دلائل کے ساتھ جوابات مطلوب ہیں- نیز فنائے مصر کی حدود کہاں تک محدود کی جاسکتی ہیں- بینوا توجروا-

﴿ج﴾

مذکورہ کنویں پر جمعہ وعیدین کی نماز جائز نہیں- بقول علی رضی اللہ عنہ **لا جمعة و لا تشریق و لا صلوة فطر و لا اضحی الا فی مصر جامع** [1]- نیز فناء مصر ہونے کے لحاظ سے بھی صحیح نہیں- اس لیے کہ فناء مصر اسے کہتے ہیں جو کہ شہر کے مصالح کے لیے ہو- جیسے قبرستان یا گھوڑ دوڑ کی جگہ یا تھانہ وغیرہ اور اسے مستقل آبادی نہ سمجھا جائے- درمختار [2] میں ہے- **او فناؤہ (و ھو ما) حولہ (اتصل بہ) اولا کما حررہ**

---

۱) البناية شرح الهداية: (كتاب الصلاة- باب صلوة الجمعة، ص ٤٤، ج ٣، مكتبه دار الكتب العلمية، بيروت) وكذا في الهدايه: (كتاب الصلاة- باب صلوة الجمعة، ص ١٥٠، ج١: مكتبه بلوچستان بك ڈپو كوئٹه) - وكذا في مصنف إبن أبي شيبة: (كتاب الجمعة، من قال لا جمعة ولا تشريق إلا في مصر جامع- ص ١٠، ج٢: مكتبه امداديه، ملتان)

۲) الدر المختار: (كتاب الصلاة- باب الجمعة، ص ١٣٨، ١٣٩، ج٢: مكتبه ايچ ايم سعيد كراچی)

ابن کمال وغیرہ (لا جل مصالحہ) کدفن الموتی و رکض الخیل -الخ -البتہ قریہ کبیرہ میں فقہاء نے بحکم مصر قرار دے کر وجوب جمعہ وعیدین کا فتویٰ دیا ہے- وتقع فرضا فی القصبات والقری الکبیرۃ التی فیھا اسواق (۱)- اور قریہ صغیرہ میں باتفاق فقہاء حنفیہ جمعہ وعیدین صحیح نہیں کما فی الشامی (۲) و فیما ذکرنا اشارۃ الی انہ لا تجوز فی الصغیرۃ- الخ و فی باب العیدین من الدرالمختار و فی القنیۃ صلاۃ العید فی القری تکرہ تحریما ای لانہ اشتغال بما لا یصح لان المصر شرط الصحۃ- الخ- و فی الشامی (۳)(قولہ صلوۃ العید) و مثلہ فی الجمعۃ -الخ اس کنوئیں والوں پر جمعہ فرض ہی نہیں -حتیٰ کہ انتظام وغیرہ واجب ہو اگر وہ پڑھنا چاہیں اور قصبہ بھی قریب ہے تو قصبہ میں جا کر پڑھیں- نیز اگر امام جمعہ پڑھانے والا اس کے خیال میں بدعقیدہ ہے تو اگر مذکورہ قصبہ میں بلا اختلاف وتفرقہ بین المسلمین دوسری مسجد میں انتظام ہو سکے تو انتظام کر کے جمعہ ادا کریں (۴)- اور تفرقہ کی صورت میں نہ ادا کرنا اولیٰ ہے- جبکہ ان پر فرض بھی نہیں اس بستی میں جتنے جمعہ ادا کیے گئے ہیں اس کی جگہ ظہر کی اتنی نمازوں کی قضا لازم ہے (۵)- واللہ تعالیٰ اعلم

---

۱) ردالمحتار: (کتاب الصلاۃ- باب الجمعۃ- ص ۱۳۸، ج۲: مکتبہ ایچ ایم سعید کراچی)

۲) ردالمختار: (کتاب الصلاۃ- باب الجمعۃ، ص ۱۳۸، ج۲: مکتبہ ایچ ایم سعید کراچی)

۳) الدرالمختار مع رد: (کتاب الصلاۃ، باب العیدین، ص ۱۶۷، ح۲: مکتبہ ایچ ایم سعید کراچی)

وکذا فی الھدایہ: (کتاب الصلاۃ- باب العیدین، ص ۱۵۵، ج ۱: مکتبہ بلوچستان بک ڈپو، کوئٹہ)

وکذا فی شرح الوقایہ : (کتاب الصلاۃ، باب العیدین: ص ۲۰۲، ج۱: مکتبہ ایچ ایم سعید کراچی)

٤) کما فی الدرالمختار مع رد: (وتؤدی فی مصر واحد بمواضع کثیرۃ) مطلقاً علی المذھب، وعلیہ الفتویٰ (کتاب الصلاۃ- باب الجمعۃ، ص ۱٤٤-۱٤٥، ج۲: مکتبہ ایچ ایم سعید کراچی)

وکذا فی البحرائق: (کتاب الصلاۃ- باب الجمعۃ، ص ۲٤۹، ج۲: مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

وکذا فی فتح القدیر: (کتاب الصلاۃ- باب صلاۃ الجمعۃ، ص ۲۵، ج۲: مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

۵) کما فی ردالمحتار: (الاتریٰ ان فی الجواھر لوصلوا فی القری لزمھم اداء الظھر- (کتاب الصلاۃ باب الجمعۃ، ص ۱۳۸، ج۲: مکتبہ ایچ ایم سعید ، کراچی)

وکذا فی الھندیہ: (کتاب الصلاۃ- باب السادس عشر فی صلوۃ الجمعۃ، ص ۱٤۵، ج۱: مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

وکذا فی البحرالرائق: (کتاب الصلاۃ- باب صلاۃ الجمعۃ، ص ۲٤۵، ج۲: مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

پانچ سو افراد کی آبادی میں جمعہ کا حکم

﴿س﴾

گزارش ہے کہ علاقہ خیر پور ٹامیوالی ضلع بھاولپور میں کوٹ اعظم ایک گاؤں ہے مردم شماری کے اعتبار سے چھوٹے بڑے مرد وعورتیں کل پانچ سو افراد آباد ہیں- آٹھ ایک دو کانیں مختلف اشیاء کی موجود ہیں ان میں دو دو کانیں تو بالمقابل ہیں باقی مختلف گلیوں میں ایک ایک دو دو ہیں-عمومی مدرسہ بھی ہے-جس میں شرح جامی تک تعلیم ہوتی ہے-نو اساتذہ کی نگرانی میں ڈیڑھ سو سے زائد طلبہ زیر تعلیم ہیں-ایسے حالات میں دریافت طلب بات یہ ہے کہ جمعہ یا عیدین کی نماز یہاں جائز ہے یا نہ؟اگر نا جائز ہے تو نماز ظہر جمعہ پڑھنے سے ساقط ہو جائے گی-نماز جمعہ اور نماز عیدین کے جواز عدم جواز اور ان کی شرائط یکساں ہیں یا کچھ فرق ہے کہ نماز عیدین جائز ہو اور جمعہ نا جائز-

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں جو حالات کوٹ اعظم کے بیان کیے گئے ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ جگہ قریہ صغیرہ ہے-یہاں جمعہ جائز نہیں ہے جب جمعہ جائز نہ ہوا تو فریضہ ظہر ساقط نہ ہوگا ذمہ میں بدستور رہے گا-پچھلی نمازوں کی قضا واجب ہوگی جہاں جمعہ جائز نہیں وہاں عیدین بھی واجب نہیں-دونوں (جمعہ وعیدین) کے وجوب کے لیے شہر ہونا یا قصبہ وقریہ کبیرہ ہونا ضروری ہے[1]-فقط واللہ تعالیٰ اعلم

جمعہ کی اذانِ ثانی کے جواب کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ خطبہ جمعہ سے قبل اذان ثانی کا جواب دینا جائز ہے کہ نہیں اور اذان کے بعد ہاتھ اٹھا کر اللّٰھم رب ھذہ الدعوۃ التامۃ-الخ پڑھنا از روئے شریعت مصطفوی جائز ہے کہ نہیں-بینوا توجروا

---

۱) کما فی ردالمحتار: (تقع فرضا فی القصبات والقری الکبیرة التی فیها اسواق ...... وفیما ذکرنا إشارة الی انه لاتجوز فی الصغیرة التی لیس فیها قاض و منبر و خطیب ...... الاتری ان فی الجواهر لو صلوا فی القری لزمهم اداء الظهر ...... وکما أن المصر أوفناء ه شرط جواز الجمعة، فهو شرط جواز صلاة العید۔ (کتاب الصلاة۔ باب الجمعة، ص ۱۳۸۔۱۳۹، ج۲: مکتبه ایچ ایم سعید کراچی)

وکذا فی الهندیه: (کتاب الصلاة۔ الباب السادس عشر فی صلوة الجمعة، ص ۱۴۵، ج۱: مکتبه رشیدیه کوئٹه)

وکذا فی البحر الرائق: (کتاب الصلاة۔ باب صلاة الجمعة، ص ۲۴۸، ج۲: مکتبه رشیدیه کوئٹه)

﴿ج﴾

صحیح یہ ہے کہ اجابت اذان ثانی جمعہ مکروہ ہے- اسی طرح دعائے ماثورہ اللھم رب ھذہ الدعوۃ التامۃ[۱]- الخ- و ینبغی ان لا یجیب بلسانہ اتفاقا فی الاذان بین یدی الخطیب- [۲] و اجابۃ الاذان حینئذ مکروھۃ (ردالمحتار) و فیہ ایضا و ذکر ان الاحوط الانصات- فقط واللہ تعالی اعلم

کیا جمعہ کے فرضوں کے بعد کی تمام سنتیں مؤکدہ ہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ان مسائل میں کہ:

(۱) نماز جمعہ میں دو فرض کے بعد کی چار سنتیں موکدہ ہیں یا غیر موکدہ- نیز دو سنتیں موکدہ ہیں؟ تفصیلی جواب عنایت فرمائیں-

(۲) ایک شخص فرض نماز کی جماعت میں اس وقت شامل ہوتا ہے جب کہ امام دوسری رکعت پڑھا رہا ہے تو مقتدی کو امام کے سلام پھیرنے کے بعد فوت شدہ رکعت ثناء سے شروع کرنی چاہیے یا الحمد شریف سے؟ نیز اگر مقتدی امام کی پہلی رکعت میں اس وقت شامل ہو جبکہ امام قرأت کر رہا ہو تو مقتدی کو ثناء کب پڑھنی چاہیے-

﴿ج﴾

(۱) نماز جمعہ میں دو رکعت فرض کے ادا کرنے کے بعد چھ رکعتیں سنتیں ہیں- حضور اکرم ﷺ سے [۳]

---

۱) ردالمحتار: (کتاب الصلاۃ- باب الاذان، مطلب فی کراھۃ تکرار الجماعۃ، فی المسجد، ص ۳۹۸، ج۱: ایچ ایم سعید کراچی)

۲) الدرالمختار: (کتاب الصلاۃ- باب الاذان، ص ۳۹۹، ج۱: مکتبہ ایچ ایم سعید کراچی)
وکذا فی حاشیۃ الطحاوی علی مراقی الفلاح: (کتاب الصلاۃ ،باب الأذان ، ص ۲۰۲ ، مکتبہ قدیمی کتب خانہ، کراچی)- وکذا فی البحر الرائق: (کتاب الصلاۃ- باب الأذان ، ص ۴۵۲، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

۳) کما فی سنن النسائی: عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا صلی احدکم الجمعۃ فلیصل بعدھا اربعاً-
وایضاً فیہ: عن ابن عمر رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان لایصلی بعد الجمعۃ حتی ینصرف فیصلی رکعتین- (کتاب الجمعۃ، عدد الصلوۃ الصلوۃ بعد الجمعۃ فی المسجد ، ص ۲۱۰ ،ج۱ ، مکتبہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

چاراوردو دونوں یعنی چھ رکعت کا ثبوت ہے- احناف کا مشہور قول چار رکعت کا ہے جو کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے دونوں روایتوں کو لیا ہے اور چھ کا قول کیا ہے- اسی میں احتیاط ہے[۱]- چنانچہ فتاویٰ رشیدیہ[۲] میں حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے چھ رکعت کا مسنون ہونا کسی سائل کے جواب میں تحریر فرمایا ہے- نیز حضرت مولانا تھانوی رحمہ اللہ نے بھی امداد الفتاویٰ جلد اول[۳] میں چھ رکعت سنت تحریر فرمایا ہے- لہٰذا چھ رکعت بنیت سنت پڑھی جائیں اور یہ تمام سنتیں مؤکدہ ہیں۔

(۲) مقتدی فوت شدہ رکعت ثناء سے شروع کرے اور پہلی رکعت میں جبکہ امام قرأت شروع کر چکا ہے اور اس وقت کوئی اقتداء کر لیتا ہے تو اس شخص سے ثناء پڑھنا رہ گیا اور قرأت سننا واجب ہے- البتہ بعض فقہاء نے فرمایا ہے کہ جب امام آیت پر وقف کرے تو اس درمیان میں ثناء پوری کرے اور بعض نے یہ لکھا ہے کہ جب امام رکوع میں چلا جائے تو اس وقت اگر ثناء پڑھ کر رکوع پا سکتا ہے تو پڑھ لے- لیکن بہتر یہ ہے کہ جبکہ امام نے قرأت شروع کر دی تو انھی آیات کو سنے اور غور کرے اور ثنا پڑھنا اس کا رہ گیا یعنی ثناء نہ پڑھے[۴]- فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

۱) كما فى حلبى كبير: (السنة قبل الجمعة أربع وبعدها أربع)...... (وعند ابى يوسف) السنة بعد الجمعة (ست) ركعات وهو مروى عن على رضى الله عنه والافضل ان يصلى اربعا ثم ركعتين للخروج عن الخلاف۔ (كتاب الصلاة۔ فصل فى النوافل، ص ۳۸۸-۳۸۹: مكتبه سعيدى كتب خانه كوئٹه)۔ وكذا فى الهدايه: (كتاب الصوم۔ باب الاعتكاف، ص ۲۱۲، ج۱: مكتبه بلوچستان بك ڈپو كوئٹه)۔ وكذا فى البنايه شرح الهدايه: (كتاب الصوم۔ باب الاعتكاف: ص ۱۲۸، ج۴: مكتبه دارالكتب العلمية، بيروت)۔

۲) تاليفات رشيديه مع فتاوىٰ رشيديه: (كتاب الصلاة۔ سنتوں اور نفلوں کا بیان۔ ص ۳۰۴: ادارة الاسلاميات لاهور)

۳) كما فى امدادالفتاوىٰ: كتاب الصلاة، باب صلوٰة الجمعة والعيدين، ص ۴۵۹، ج۱، مكتبه دارالعلوم، كراچى)

۴) كما فى خلاصة الفتاوىٰ: المسبوق اذا ادرك الامام فى القرأة التى يجهر فيها لايأتى بالثناء فاذا قام الى قضاء ماسبق يأتى بالثناء ويتعوذ للقرأة وعند ابى يوسفؒ يتعوذ عندالدخول فى الصلوٰة وعند القرأة وهذا استحباب اماكونه سنة فقدمر فى فصل الادب ثم فى الثناء سواء كان قريباً من الامام اولا يسمع وفى صلوٰة الجهر يسكت۔ (كتاب الصلوٰة۔ مايتصل بمسائل الاقتداء مسائل المسبوق، ص ۱۶۵، ج۱: مكتبه رشيديه كوئٹه)
وكذا فى الهنديه: (كتاب الصلاة الباب الخامس، الفصل السابع فى المسبوق واللاحق ص ۹۱، ج۱: مكتبه رشيديه كوئٹه)
وكذا فى الدرالمختار مع رد: (كتاب الصلاة۔ باالإمامة۔ مطلب فيمالو أتى بالركوع أوالسجود...... الخ، ص ۵۹۶، ج۱: ايچ ايم سعيد كراچى)

سات گھروں کی آبادی میں جمعہ کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک بستی جس کے اندر چھ سات گھر ہیں اور اس بستی کی مسجد میں پانچوں وقت نہ نماز جماعت سے ہوتی ہے اور نہ ویسے پانچ وقت نماز کی پابندی ہے اور اس بستی کے اردگرد دو چار فرلانگ پر اور بستیاں ہیں اس جگہ جمعہ ہو سکتا ہے یا نہیں؟ بالدلائل جواب سے مطلع فرمادیں۔ جبکہ اس مسجد میں جمعہ کے وقت بیس پچیس آدمی اکٹھے ہوتے ہوں اور یہ بھی فرمادیں کہ آیا عید کی نماز بھی ہو سکتی ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

مذکورہ بستی میں نماز جمعہ جائز نہیں' کیونکہ جمعہ کے لیے مصر کا ہونا یا مصر کی طرح ہونا۔ قصبہ یا قریہ کبیرہ ہونا جس میں بازار گلی کوچے ہوں' اور جملہ ضروریات زندگی وہاں پورے ہوتے ہوں اور عرف میں قریہ کبیرہ کہلاتا ہو' ضروری ہے۔ **لما روی البیھقی فی المعرفۃ و عبدالرزاق** [1] **و ابن ابی** [2] **شیبۃ فی مصنفیھما عن علی رضی اللہ تعالی عنہ انہ قال لا جمعۃ و لا تشریق و لا صلوۃ فطر و لا اضحی الا فی مصر جامع او لمدینۃ و لان کان لمدینۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم قری کثیرۃ و لم ینقل عنہ علیہ الصلوۃ و السلام انہ امر باقامۃ الجمعۃ فیھا انتھی روی الشامی** [3] **عن القھستانی و تقع فرضا فی القصبات و القری الکبیرۃ التی فیھا اسواق (الی قولہ) لا تجوز فی الصغیرۃ التی لیس فیھا قاض و منبر و خطیب کما فی المضمرات و نقل الشامی** [4] **ایضا فی التحفۃ عن ابی حنیفۃ رحمہ اللہ انہ بلدۃ کبیرۃ فیھا سکک و اسواق و لھا رساتیق و فیھا و ال یقدر علی انصاف المظلوم الی قولہ و ھذا ھو الاصح** اور قہستانی کی مذکورہ بالا عبارت کے بعد یہ منقول ہے۔ **والظاھر انہ ارید بہ الکراھۃ لکراھۃ النفل بالجماعۃ الاتری ان فی الجواھر لو صلوا فی القری لزمھم اداء الظھر** [5]۔ الخ

---

١) مصنف عبدالرزاق: (کتاب الجمعۃ، باب القری الصغار: ص ٧٠، ج٣: مکتبہ دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

٢) مصنف إبن أبی شیبۃ: (کتاب الجمعۃ، من قال لا جمعۃ ولاتشریق إلا فی مصر جامع ص ١٠، ج٢: مکتبہ امدادیہ، ملتان)

٣) ردالمحتار: (کتاب الصلاۃ۔ باب الجمعۃ۔ ص ١٣٨، ج٢: مکتبہ ایچ ایم سعید کراچی)

٤) ردالمحتار: (کتاب الصلاۃ۔ باب الجمعۃ، ص ١٣٧، ج٢: مکتبہ ایچ ایم سعید کراچی)

٥) ردالمحتار: (کتاب الصلاۃ۔ باب الجمعۃ، ص ١٣٨، ج٢: مکتبہ ایچ ایم سعید کراچی)

ان مذکورہ عبارات سے یہ معلوم ہوا کہ نماز جمعہ کے لیے مصر کا ہونا یا مصر کی طرح ہونا یعنی قصبہ ہو یا قریہ کبیرہ ضروری ہے اور صورۃ مسئولہ میں یہ بستی قریہ صغیرہ ہے تو اس جگہ بلاشبہ نماز جمعہ فرض و جائز نہیں۔ کیونکہ نماز جمعہ فرض نہ ہونے کی صورت میں نماز ظہر کی ادا فرض ہے اور ایسی بستی میں نماز جمعہ پڑھنے سے فرض ظہر ذمہ سے ساقط نہیں ہو[1] گا بلکہ ترک فرض نماز عمداً لازم آئے گا اور جمعہ کے بعد احتیاط الظہر پڑھنے سے بھی دو محظور و ممنوع شرع کا ارتکاب ہے۔ ایک نفل نماز کی جماعت علی سبیل التداعی جو کہ مکروہ تحریمی ہے اور دوسرا ترک جماعت صلوٰۃ ظہر باتفاق جو کہ ترک واجب ہے اور یہ دونوں باتیں محظور شرعی اور معصیت ہیں۔ لہٰذا احتیاط الظہر کے مغالطہ میں بھی نہ پڑیں[2]۔ معلوم ہو کہ نماز عیدین کی صحت و وجوب کے لیے بھی وہی شرائط ہیں جو نماز جمعہ کی فرضیت کے لیے ہیں یعنی مصر ہونا اور مصر کی طرح ہونا وغیرہ۔ درالمختار[3] میں ہے **تجب صلوتهما على من تجب عليه الجمعة بشرائطها) المتقدمة و فى القنية صلوة العيد فى القرى تكره تحريما اى لانه اشتغال بما لا يصح لان المصر شرط الصحة الى آخره وقال شامى تحت قوله صلوة العيد و مثله الجمعة** ۔ لہٰذا جبکہ اس بستی میں نماز جمعہ صحیح نہیں نماز عیدین بھی جائز و صحیح نہیں اور صاحب قنیہ کی عبارت جو کہ درمختار میں ہے۔ اس نے اور شامی کی اس عبارت نے یہ واضح کر دیا کہ صلوۃ الجمعۃ و عیدین دونوں چھوٹی بستیوں میں پڑھنا مکروہ تحریمی ہے[4]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

۱) كما فى ردالمحتار: تقع فرضا فى القصبات والقرى الكبيرة التى فيها اسواق ...... وفيما ذكرنا إشارة الى انه لاتجوز فى الصغيرة التى ليس فيها قاض و منبر و خطيب كما فى المضمرات والظاهر أنه أريدبه الكراهة لكراهة النفل بالجماعة، ألاترى أن فى الجواهر لوصلوا فى القرى لزمهم أداء الظهر۔ (كتاب الصلاة، باب الجمعة، ص ۱۳۸، ج۲: مكتبه ايچ ايم سعيد، كراچى)
وكذا فى الهنديه: (كتاب الصلاة، الباب السادس عشر فى صلوة الجمعة، ص ۱۴۵، ج۱: مكتبه رشيديه كوئٹه)۔ وكذا فى البحر الرائق: (كتاب الصلاة۔ باب صلاة الجمعة، ص ۲۴۸و ۲۴۵، ج۲: مكتبه رشيديه كوئٹه)

۲) كما فى حاشية الطحطاوى: وليس الاحتياط فى فعلها، لان الاحتياط هوالعمل بأقوى الدليلين وأقواهما إطلاق جواز تعدد الجمعة وبفعل الأربع مفسدة اعتقاد الجهلة عدم فرض الجمعة أوتعدد المفروض فى وقتها، ولايفتى بالأربع إلاللخواص، ويكون فعلهم اياها فى منازلهم، ۱ھ (كتاب الصلاة۔ باب الجمعة، ص ۵۰۶، قديمى۔
وكذا فى البحر الرائق: (كتاب الصلاة۔ باب الجمعة، ص ۲۵۰۔۲۵۱، ج: مكتبه رشيديه كوئٹه)
وكذا فى ردالمحتار: (كتاب الصلاة۔ باب الجمعة، ص ۱۴۶، ج۲: مكتبه ايچ ايم سعيد كراچى)

۳) الدرالمختار مع رد: (كتاب الصلاة۔ باب العيدين۔ ص ۱۶۷۔۱۶۶، ج۲: مكتبه ايچ ايم سعيد كراچى)۔ وكذا فى الهدايه: (كتاب الصلاة باب العيدين، ص ۱۵۵، ج۱: مكتبه بلوچستان بك ڈپو كوئٹه)۔ وكذا فى الهنديه: (كتاب الصلاة الباب السابع عشر فى صلاة العيدين۔ ص ۱۵۰ ج۱: مكتبه رشيديه كوئٹه)

۴) تقدم تخريجه فى حاشية نمبر ۳، فى صفحة هذا۔

ایسی بستی میں جمعہ کا حکم جس پر مصر کی تعریف صادق نہ آتی ہو

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ نماز جمعہ ایسے موضع میں جس پر مصر کی تعریف صادق نہ آتی ہو اور نہ قصبہ ہو جس میں دوڈھائی ہزار کی آبادی ہو۔ یعنی محض قریہ (گاؤں) ہو۔ نماز جمعہ جائز ہے یا نہیں اور بصورت نہ ہونے کے ایسا کرنے والا گناہ کبیرہ کا مرتکب ہوگا یا صغیرہ کا اور ظہر ذمہ سے ساقط ہوگی یا نہیں؟ بینوا توجروا

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جس موضع پر مصر کی کوئی تعریف صادق نہ آتی ہو نہ عرف میں اسے شہر یا قصبہ کہا جاتا ہو محض قریہ ہی ہو تو ایسی جگہ جمعہ ادا کرنا صحیح نہیں ہے۔ بلکہ ایسے لوگوں کے ذمہ سے ظہر کی نماز جمعہ پڑھنے سے ساقط نہ ہوگی۔ نیز جمعہ پڑھنے میں مزید مندرجہ ذیل قباحتیں بھی ہیں۔ (۱) نماز نفل کی جماعت بالتداعی جو مکروہ ہے (۲) نوافلِ نہار[1] میں جہر (۳) غیر لازم کا التزام (۴) ترک جماعت فرض ظہر۔ **قال ابن عابدین فی ردالمحتار و فیما ذکرنا اشارۃ الی انہ لا تجوز فی الصغیرۃ التی لیس فیھا قاض و منبر و خطیب کما فی المضمرات و الظاھر انہ ارید بہ الکراھۃ لکراھۃ النفل بالجماعۃ الاتری ان فی الجواھر لو صلوا فی القری لزمھم اداء الظھر**[2]۔ الخ۔

اور امداد الفتاویٰ میں ہے[3] اور جمعہ پڑھنے سے اپنے مذہب کے چند مکروہات کا ارتکاب بھی لازم آتا ہے اور نفل کی جماعت دوم نوافل نہار میں جہر۔ سوم غیر لازم کا التزام۔ چہارم ترک جماعت فرض ظہر۔ پنجم اگر کوئی ظہر نہ پڑھے تو ترک فریضہ کہ حرام اور فسق ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہے کہ مصر شرائط جواز جمعہ سے ہے[4]۔ شرائط وجوب سے نہیں پس یہ احتمال بھی دفع ہوگیا کہ اگر واجب نہیں تو جائز تو ہوجائے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

۱) ردالمحتار: (کتاب الصلاۃ۔ باب الجمعۃ، ص ۱۳۸، ج۲: مکتبہ ایچ ایم سعید کراچی)
وکذا فی الھندیہ: (کتاب الصلاۃ۔ باب الجمعۃ، ص ۱۴۵، ج۱: مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)
وکذا فی البحرالرائق: (کتاب الصلاۃ۔ باب الجمعۃ، ص ۲۴۵۔۲۴۸، ج۲: مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

۲) الدرالمختار: (ویسر فی غیرھا)...... (کمتنقل بالنھار) فإنہ یسر۔ (کتاب الصلاۃ۔ فصل ص ۵۳۳: ایچ ایم سعید کراچی)، ج ۱)

۳) امداد الفتاویٰ: (کتاب الصلاۃ۔باب صلوۃ الجمعۃ، والعیدین، ص ۴۵۳، ج۱: مکتبہ دارالعلوم کراچی)

۴) الدرالمختار: (ویشترط لصحتھا) سبعۃ أشیاء: الأول: المصر، (کتاب الصلاۃ۔ باب الجمعۃ، ص ۱۳۷، ج۲: ایچ ایم سعید کراچی)۔ وکذا فی البحرالرائق: (کتاب الصلاۃ۔ باب الجمعۃ، ص ۲۴۸، ج۲: مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)۔ وکذا فی الھندیہ: (کتاب الصلاۃ۔ الباب السادس عشر فی صلاۃ الجمعۃ، ص ۱۴۵، ج۱: مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

اُن سات دیہاتوں کے مرکز میں جمعہ کا حکم جن کی آبادی تین ہزار آٹھ سو ہو

(س)

چه می فرمایند علماء دین وها دین شرع متین در مسئله ذیل

مسئله چه حکم دارد اداء نماز جمعه و عیدین در دهیکه مرکز هفت دهات قرار گرفته یعنی اهالی این هفت دهات اتفاق نموده نماز جمعه را در دهیکه دروسط این تمام دهات میباشد مدت پنج سال است که ادا می نمایند از هر طرف مردمان باشوق و ذوق در نماز جمعه و عیدین شرکت می نمایند جمعیت این دهیکه نماز جمعه دران خوانده یمیشود تقریبًا هشت صد (۸۰۰) نفر از ذکورواناث میرسد- دریں قریه سه دکان یك مدرسه یك جامع مسجد میباشد و قریه هائیکه مربوط بایں قریه میباشد تعداد نفوس آنها سه (۳۰۰۰) هزار نفر از ذکورواناث میرسند و در عیدین مقدار هشت صدتا هزار نفر شرکت میکند در نماز هائے جمعه ازیں کمتر و دهات اطراف از دهیکه مرکز قرار گرفته مقدار یك میل و بعضی مقدار نصف میل و بعضی ازیں کمتر انفصال دارند- و باید دانست که برائے تبلیغ دین دریں سر زمین بدون از وسیله ساختن جمعه دیگر هیچ راهے نیست یعنی بدیگر طرزے مردمان بدست نمی آیند و درمدت این پنج سال که نماز جمعه دریں جا خوانده شده و تربیت دینداری مردمان این سر زمین خیلی کرده مردمان از اصول دین آگاه شدند و بسیارے از رسومات باطله ترك شده اند وعدهٔ زیادی از بے نماز ان نماز خوان شده اند و مردمان این سر زمین قبل ازیں وحشی بودند و از راه خداوندی هیچ گونه اطلاع نه داشتند- آیا مردمان این دهات میتوانند که نماز جمعه خود را حسبِ سابق جاری سازند یا ترك کنند آیا اگر نماز جمعه رابدستور سابق ادا نمودند- عندالله مجرم و عاصی قرار میگردند یا مطیع و فرمان بردار باوجودیکه در ترك کردنش خرابیهائے ذیل به بیش بینی میشوند (۱) تبلیغ دین ترك میشود (۲) مردمان از دین اسلام متنفر میشوند (۳) باعث اختلاف و افتراق مابین مردم خواهد شد (٤) ارباب مذاهب باطله که دریں سر زمین اکثریت دارند از دین مقدس اسلام بدبین میشوند و بران طعنه میز نند- آیا بنا بریں ضرورت هائے شدید مانمی توانیم که بر مذهب ائمه ثلثه عمل بکنیم- علماء این سر زمین باوجودیکه حنفی المذهب اند الا آن

بالاتفاق فتویٰ داده اند برائے خواندن از جمعه در جائے مذکور مگر شاذ و نادر۔ بینوا توجروا–

بسم الله الرحمن الرحيم– واضح باد که باتفاق جمیع علماء احناف علیهم الرحمة برائے جواز اداء جمعه و عیدین مصر یا قریه کبیره شرط است[1] هیچ کس از متقد مین از احناف دریں اختلاف نه کرده– در صورت مسئوله خود ایں ده قریه صغیره معلوم میشود و دیگر قریه هائیکه بایں مربوط است اگر میان ایں قریة و آنها انفصال بمزارع وغیره است و در فنا ایں قریه هم شمرده نمیشود باهم جمعه جائز نمی شود اگر در نماز بسیار نفر شریك میشوند چراکه برائے جواز نماز جمعه مصر شرط است یعنی آنقدر آبادی مستقل مردمان که آں را مصر یا قریه کبیره گفته شود۔ از سوال مذکور ظاهر میشود که ایں دیهه نه شهر است نه قریه کبیره نزد ائمه احناف دریں نماز جمعه ادا نمیشود بلکه بریں مردمان نماز ظهر فرض است از دو رکعت خواندن آں فرض ساقط نمے شود– واز ادائے دو رکعت بجماعت ادائے نماز نفل بتداعی لازم میشود وآں مکروه[2] است وآں مصالح ادائے جمعه که در سوال ذکر کرده دلیل جواز جمعه نمیتوان شد چرا که تبلیغ دین موقوف برائے جمعه نیست و نه عدم جواز جمعه در قری

---

١) کما فی ردالمحتار: تقع فی القصبات والقری الکبیرة التی فیها اسواق...... وفیما ذکرنا إشارة إلی أنه لاتجوز فی الصغیرة التی لیس فیها قاض و منبر و خطیب...... وکما أن المصر أوفناء ه شرط جواز الجمعة، فهو شرط جواز صلاة العید۔ (کتاب الصلاة، باب الجمعة، ص ١٣٨۔١٣٩، ج٢: مکتبه ایچ ایم سعید کراچی)۔

وکذا فی الهندیه: (کتاب الصلاة۔ باب السادس عشر فی صلوة الجمعة: ص ١٤٥، ج٢: مکتبه رشیدیه کوئٹه)

وکذا فی البحرالرائق: (کتاب الصلاة۔ باب الجمعة، ص ٢٤٨، ج٢: مکتبه رشیدیه کوئٹه)

٢) کما فی ردالمحتار: والظاهر أنه أربدبه الکراهة لکراهة النفل بالجماعة، ألاتری أن فی الجواهر لوصلوا فی القری لزمهم أداء الظهر۔ (کتاب الصلاة۔ باب الجمعة، ص ١٣٨، ج٢: مکتبه ایچ ایم سعید کراچی)

وکذا فی الهندیه: (کتاب الصلاة۔ باب السادس عشر فی صلوة الجمعة، ص ١٤٥، ج١: مکتبه رشیدیه کوئٹه)

وکذا فی البحرالرائق: (کتاب الصلاة۔ باب الجمعة، ص ٢٤٥، ج٢: مکتبه رشیدیه کوئٹه)

سبب تنفر از اسلام و اختلاف مسلمانان و بد بینی ارباب مذاهب باطله می شود-- ایں تنفر وغیره را سبب آں مردمان شده اند که در دیهه خورد جمعه جاری کرده اند-- نیز ایں مصالح در ضرورت شدیده داخل نیستند که سبب جواز عمل بر مذهب غیر میشود-- و عمومًا بلا ضرورت برمذهب غیر آنوقت عمل کردن جائز باشد که ارتکاب مکروه در مذهب مایاں لازم نشود و اینجا لزوم او ظاهر (۱) است-- لهذا اگر دریں صورت اگر از حکومت اجازت خواندن جمعه درایں دیهه حاصل کرده شود-- پس بالاتفاق جمعه جائز خواهد شد شنیده ایم که در مملکت ایران اجازت خواندن جمعه حاصل کردن میتواند- ورنه دریں حالات بدون اذن حکومت جواز جمعه گر نمے دانیم مندرجه شواهد صدق است قال فی الدرالمختار و ظاهر المذهب انه (المصر) کل موضع له امیر و قاض یقدر علی اقامة الحدود کما حررنا فیما علقنا علی الملتقی و فی القهستانی اذن الحاکم ببناء الجامع فی الرستاق اذن بالجمعة اتفاقًا علی ماقاله السرخسی و اذا اتصل به الحکم صار مجمعًا علیه فلیحفظ۔

و قال الشامی تحته- و فیما ذکرنا اشارة الی انه لا تجوز فی الصغیرة التی لیس فیها قاض و منبر و خطیب کما فی المضمرات والظاهر انه ارید به الکراهة لکراهة النفل بالجماعة الاتری ان فی الجواهر لو صلوا فی القری لزمهم اداء الظهر و هذا اذا لم یتصل به حکم فان فی فتاوٰی الدیناری اذا بنی مسجد فی الرستاق بامر الامام فهو امر بالجمعة اتفاقًا علی ما قال السرخسی فافهم(۲)-----

و قال الشامی تحت قول صاحب الدر (۳) و رجح فی البحر اعتبار

---

۱) کما فی مقدمة إعلاء السنن: قال صاحب جامع الفتاوی من الحنفیة: یجوز للحنفی أن ینتقل إلی مذهب الشافعی وبالعکس لکن بالکلیة، أما فی مسئلة واحدة فلایمکن۔ (ذکر الشروط الثلاثة بجواز إلانتقال۔ ص ۲۲۷، ج۲: إدارة القرآن، کراچی)

۲) کما فی الدرالمختار مع رد: (کتاب الصلاة۔ باب الجمعة۔ ص ۱۳۸۔۱۳۷، ج۲: مکتبه ایچ ایم سعید کراچی)

۳) کما فی الدرالمختار مع رد: (کتاب الصلاة۔ باب الجمعة۔ مطلب فی شروط وجوب الجمعة۔ ص ۱۵۳، ج۲: مکتبه ایچ ایم سعید کراچی)

عوده بلا كلفة (قوله و رجح فی البحر – الخ) هو ما استحسنه فی البدائع و صحح فی مواهب الرحمٰن قول ابی یوسف بوجوبها علی من كان داخل حد الاقامة ای الذی من فارقه یصیر مسافرا و اذا وصل الیه یصیر مقیما و علله فی شرحه المسمی بالبرهان بان وجوبها مختص باهل المصر والخارج عن هذا الحد لیس اهله الخ قلت و هو ظاهر المتون و فی المعراج انه اصح ما قیل و فی الخانیة المقیم فی موضع من اطراف المصران كان بینه و بین عمران المصر فرجة من مزارع لا جمعة علیه و ان بلغه النداء و تقدیر البعد بغلوة او میل لیس بشئی هكذا رواه ابو جعفر عن الامامین و هو اختیار الحلوانی و فی التتار خانیة ثم ظاهر روایة اصحابنا لا تجب الاعلی من یسكن المصرا و ما یتصل به فلا تجب علی اهل السواد و لو قریباً و هذا اصح ما قیل فیه و به جزم فی التجنیس – الخ– و مولانا محمد اشرف علی صاحب تهانوی علیه الرحمة در جواب اینچنین سوال نوشته است امداد الفتاوی میفرماید [1]– ان روایات سے معلوم ہوا کہ دوسرے مجتہد کے قول پر عمل کرنا اس وقت جائز ہے جب اپنے مذہب کے مکروہ کا ارتکاب لازم نہ آئے اور یا بر موقع ضرورت جائز ہے اور ظاہر ہے کہ جمعہ میں نہ تو کوئی ضرورت ہے اور جو مصلحتیں لکھی ہیں یہ حد ضرورت کو نہیں پہنچیں کیونکہ ضرورت کی حقیقت یہ ہے کہ بدون اس کے کوئی ضرر لاحق ہونے لگے اور ضرر سے مراد حرج اور تنگی اور مشقت ہے سو یہ امور متحقق نہیں– اور جمعہ پڑھنے سے اپنے مذہب کے چند مکروہات کا ارتکاب بھی لازم آتا ہے– (۱) اول نفل کی جماعت (۲) دوم نوافل نہار [2] میں جہر (۳) سوم غیر لازم کا التزام (۴) چہارم ترک جماعت فرض ظہر [3] (۵) پنجم اگر کوئی

---

۱) كما فی امداد الفتاوی: (كتاب الصلاة۔ باب صلوة الجمعة والعیدین ص ٤٦٤، ج۱: مكتبه دارالعلوم، كراچی)

۲) كما فی الدرالمختار: (ویسر فی غیرها)...... (كمتنفل بالنهار) فإنه یسر۔ (كتاب الصلاة۔ فصل، ص ٥٣٣، ج۱: ایچ ایم سعید كراچی)

۳) كما فی ردالمحتار: والظاهر انه ارید به الكراهة لكراهة النفل بالجماعة، الاتری ان فی الجواهر لوصلوا فی القری لزمهم اداء الظهر۔ (كتاب الصلاة۔ باب الجمعة، ص ١٣٨، ج۲: مكتبه ایچ ایم سعید كراچی)۔ وكذا فی الهندیه: (كتاب الصلاة۔ باب السادس عشر فی صلاة الجمعة، ص ١٤٥، ج۱: مكتبه رشیدیه كوئٹه)

وكذا فی البحرالرائق: (كتاب الصلاة۔ باب الجمعة، ص ٢٤٨، ج۲: مكتبه رشیدیه كوئٹه)

ظہر نہ پڑھے تو ترک فریضہ کہ حرام اور فسق ہے[1]-الخ- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

چالیس گھروں کی آبادی والی بستی میں جمعہ کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ میں کہ ایک بستی جس کے گھروں کی تعداد تقریباً چالیس ہے اور اس کے اردگرد بہت سی بستیاں ہیں اور ان کے اندر ایسی دوکانیں ہیں کہ جن سے ضروریات مہیا ہو سکتی ہیں اور اس میں ایسی مشینیں ہیں جس سے آٹا وغیرہ اور چاول وغیرہ کی صفائی بھی کی جاتی ہے اور اس میں کئی سالوں سے جمعہ کی نماز شروع تھی اور اس کے اردگرد کے لوگ شریک ہو کر نماز جمعہ ادا کرتے تھے- اب ایک مولوی صاحب نے فتاویٰ دارالعلوم دیو بند سے جزئیہ پیش کر کے جمعہ کو بند کرا دیا ہے اور مکروہ تحریمی کا قول کیا ہے- آیا شرع شریف میں اس جمعہ کو بند کرنا مناسب ہے یا کہ نہیں- جیسا کہ پہلے جاری تھا- ویسے جاری کیا جائے یا نہیں۔

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم- جمعہ کے جواز کے لیے منجملہ شرائط میں سے ایک شرط مصر (شہر) یا قریہ کبیرہ کا ہونا ہے اور اس کی مختلف تعریفیں کی گئی ہیں- مدار سب تعریفوں کا تقریباً یہی ہے کہ عرف میں لوگ اسے شہر کہتے ہوں اور مطلق شہروں کو شمار کرتے وقت اسے بھی ذکر کیا جاتا ہو اور ظاہر ہے کہ چالیس گھروں پر مشتمل بستی کو عموماً شہر نہیں کہا جاتا اور نہ اس پر شہر کی کوئی تعریف صادق آتی ہے- لہٰذا ایسی بستی میں جمعہ کا ادا کرنا مکروہ تحریمی ہوگا کیونکہ جب جمعہ کا ادا کرنا صحیح نہ ہوا تو وہ دو رکعتیں نفل ہوں گی اور نفل کو تداعی کے ساتھ ادا کرنا مکروہ تحریمی ہے نیز ظہر کی نماز بھی ان کے ذمہ سے ساقط نہ ہو گی- لہٰذا جب مولوی صاحب نے بند کرا دیا ہے اور بند ہو گیا ہے تو اچھا کیا ہے- اب دوبارہ جاری کرا کر فتنہ فساد برپا نہ کیا جائے- قال فی العالمگیریة [2] (و لا دائها

---

۱) کما فی الصحیح لمسلم: عن أبی سفیان قال: سمعت جابراً رضی اللہ تعالیٰ عنه یقول: سمعت النبی صلی اللہ علیه وسلم یقول: "إن بین الرجل وبین الشرك والكفر ترك الصلوة۔ (کتاب الإیمان باب بیان إطلاق اسم الكفر علی من ترك الصلاة۔ ص ۶۱، ج۱: قدیمی کتب خانه، کراچی)
وكذا فی سنن النسائی، (کتاب الصلاة۔ باب الحکم فی تارك الصلوات، ص ۸۱، ج۱: قدیمی کتب خانه کراچی)

۲) العالمگیریة: (کتاب الصلاة۔ باب السادس عشر فی صلوه الجمعة، ص ۱۴۵، ج۱: مکتبه رشیدیه کوئٹه) وكذا فی ردالمحتار: (کتاب الصلاة۔ باب الجمعة، ص ۱۳۸، ج۲: مکتبه ایچ ایم سعید کراچی)
وكذا فی البحر الرائق: (کتاب الصلاة ، باب صلاة الجمعة، ص ۲۴۸، ج۲: مکتبه رشیدیه کوئٹه)

شرائط فی غیر المصلی) منها المصر هكذا فی الكافی والمصر فی ظاهر الرواية الموضع الذی يكون فيه مفت وقاض يقيم الحدود وينفذ الاحكام و بلغت ابنيته ابنية منی هكذا فی الظهيرية و فتاوی قاضيخان و فی الخلاصة و عليه الاعتماد كذا فی التتار خانية و معنی اقامة الحدود القدرة عليها هكذا فی الغياثية---فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بیس گھروں کی آبادی والے قصبہ میں جمعہ کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسائل کہ:

(۱) ایک قصبہ ہے جس کی آبادی تقریباً بیس گھروں کی ہوگی اور اس کے گردونواح میں تقریباً دس دس میل کوئی شہر نہیں- کیا اس جگہ احناف کے مطابق نماز جمعہ ہوسکتا ہے یا نہیں ہوسکتا-

(۲) یہ کہ امام یا خطیبِ مسجد ہو اور نہ تو فرائض صلوۃ اور واجبات صلوۃ سے واقف ہو اس کا ذریعہ معاش گداگری ہو- کیا اس کے پیچھے نماز پڑھنی جائز ہے یا نہیں؟ اگر کسی آدمی نے پڑھ بھی لی ہو تو پھر اس کا اعادہ واجب ہے یا نہیں ہے؟

﴿ج﴾

(۱) بیس گھروں پر مشتمل آبادی والی بستی میں جمعہ کی نماز عندالاحناف جائز نہیں ہے- کیونکہ عندالاحناف جمعہ کے جواز و وجوب کے لیے شہر یا قریہ کبیرہ کا ہونا شرط ہے اور ظاہر ہے کہ یہ شرط یہاں مفقود ہے شہر (مصر) کی فقہاء نے متعدد تعریفیں کی ہیں- غالباً ان تمام کا مرجع یہی ہے کہ جسے عرف میں شہر کہا جائے- بلکہ ایسے لوگوں پر ظہر کی نماز پڑھنی فرض ہے اور یہ دو رکعت جو وہ ادا کرتے ہیں بنیت جمعہ یہ نفل ہے اور مکروہ ہے- فی الدر المختار [1] (و لا يصلی الوتر) لا (التطوع بجماعة خارج رمضان) ای يكره ذالک علی سبيل التداعی بان يقتدی اربعة بواحد كما فی الدرر و فی الشامی [2] و فيما ذكرنا اشارة الی انه لاتجوز فی الصغيرة التی ليس فيها

---

۱) الدرالمختار: (كتاب الصلاة- باب الوتر والنوافل، ص ۴۸-۴۹، ج۲: مكتبه ايچ ايم سعيد كراچی)

۲) ردالمحتار: (كتاب الصلاة- باب الجمعة، ص ۱۳۸، ج۲: مكتبه ايچ ايم سعيد كراچی)

وكذا فی الهنديه: (كتاب الصلاة- باب السادس عشر فی صلوة الجمعة، ص ۱۴۵، ج۱: مكتبه رشيديه كوئٹه)- وكذا فی البحرالرائق: (كتاب الصلاة- باب صلاة الجمعة، ص ۲۴۵ و ۲۴۸، ج۲: مكتبه رشيديه كوئٹه)

قاض و منبر و خطیب کما فی المضمرات والظاهر انه ارید به الکراهة لکراهة النفل بالجماعة الاتری ان فی الجواهر لو صلوا فی القری لزمهم اداء الظهر – واللہ تعالی اعلم

(۲) ایسے امام کے پیچھے نماز جائز ہے کیونکہ جواز امامت کے لیے عالم ہونا شرط نہیں ہے- حدیث شریف میں وارد ہے صلو اخلف کل بر و فاجر [1] او کما قال - اگر اس امام کا یہ ذریعہ معاش یہاں تک ہے کہ اپنے مقتدیوں سے امامت کی اجرت یا صلہ وصول کرتا ہے اور اگر گداگری اس کا پیشہ بن گیا ہے تب تو یہ مرتکب حرام ہے اور اس سے فاسق بنتا ہے اور فاسق کی امامت مکروہ ہے [2]- ہاں اعادہ پھر بھی واجب نہیں ہے- کیونکہ یہ کراہت صلوۃ میں نہیں ہے- ویسے امامت کے لیے اولیٰ عالم باالاحکام ہے- ھکذا فی فتاوی دار العلوم [3]، فقط واللہ تعالیٰ اعلم-

جمعہ کے خطبہ میں آیاتِ قرآنیہ کا ترجمہ کرنے کا حکم

س

کیا فرماتے ہیں علماء دین ان مسائل میں کہ:

(۱) اگر خطبہ جمعہ وعیدین میں آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ و آثار صحابہ وغیرہ عربی میں پڑھ کر اس کا ترجمہ اردو پنجابی یا کسی اور زبان میں کر کے اگر عوام کو سنایا جائے غرض تبلیغ احکام ہو یا رمضان المبارک میں فضائل رمضان ہو تو یہ شریعت محمدیہ کی رو سے جائز ہے یا ناجائز- اگر ناجائز ہے تو پھر جمعہ کے دن عوام کو کس ذریعہ سے ہر ماہ کے احکام مخصوصہ سمجھائے جائیں جبکہ دیہاتوں میں لوگوں کو کسی دن اپنی حرفت سے فراغت نہ ہو- تو براہ کرم اگر کوئی طریقہ مسنون ہو تو بیان فرمائیں اور نفی کی صورت میں دلائل عقلیہ ونقلیہ سے روشناس فرمائیں، اگر کوئی حدیث اس میں مستدل ہو وہ بھی تحریر فرمادیں-

---

۱) کما فی شرح الفقه الاکبر: (الکبیرة لاتخرج المؤمن عن الإیمان ـ ص ۲۲۷۲: مکتبه دار البشائر الاسلامیة، بیروت)

۲) کما فی الدر المختار مع رد: ویکره إمامة عبد وأعرابی و فاسق وأعمی ـ درالمختار ـ وقال ابن عابدین (قوله: وفاسق) من الفسق: (وهو الخروج عن الاستقامة، ولعل المراد به من یرتکب الکبائر کشارب الخمر، والزانی واکل الربا ونحوذلك ـ (کتاب الصلوة ـ باب الإمامة، ص ۵۶۰، ج۱: مکتبه ایچ ایم سعید کراچی)
وکذا فی حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح: (کتاب الصلاة ـ فصل فی بیان الأحق بالإمامة ـ ۳۰۲ـ۳۰۳: قدیمی کراچی)
وکذا فی البحر الرائق: (کتاب الصلاة ـ باب الإمامة ـ ص ۶۱۰ـ۶۱۱، ج۱: مکتبه رشیدیه کوئٹه)

۳) فتاویٰ دار العلوم دیوبند: مفتی محمد شفیع: (کتاب الصلوة ـ فصل فی الامامة الجماعة وتسویة الصفوف ـ ص ۳۱۹، ج۳: دار الاشاعت، کراچی)

(۲) بعد اذان دعاء وسیلہ کے وقت ہاتھ اٹھانے کا کیا حکم ہے خاص کر خطبہ والی اذان کے بعد کیونکہ یہ رواج عام جگہ پر پایا جاتا ہے۔ اس کا ثبوت بھی حضور ﷺ کے فعل وقول وتقریر سے فرما کر ممنون فرمائیں۔

﴿ج﴾

(۱) خطبہ جمعہ وعیدین اگر عربی کے علاوہ کسی دوسری زبان میں پڑھا جائے یا عربی میں پڑھ کر اس کا ترجمہ اردو پنجابی وغیرہ کسی زبان میں اثناء خطبہ میں لوگوں کو سنایا جائے یا کچھ حصہ عربی میں پڑھا جائے اور کچھ حصہ کسی دوسری زبان میں یہ سب سنت متوارثہ مؤکدہ کے خلاف ہے [۱]۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تمام سلف صالحین نے صرف عربی میں خطبہ دیا ہے باوجود اس کے کہ دور صحابہ میں اور اس کے بعد کئی دفعہ ایسا مسئلہ درپیش ہوا کہ سامعین غیر عرب تھے اور خطیب فارسی وغیرہ زبان جانا کرتا تھا اور تفہیم کی ضرورت بھی تھی تب بھی غیر عربی میں خطبہ دینے کا ثبوت نہیں ملتا۔ لہٰذا یہ سنت متوارثہ مؤکدہ ہے۔ اس کے خلاف کرنا جائز نہیں ہے [۲]۔ گو خطبہ ادا ہو جائے گا اس مسئلہ کی تفصیل اگر مطلوب ہے تو امداد الفتاویٰ مصنفہ مولانا اشرف علی صاحب تھانوی [۳] کی طرف رجوع فرمائیں۔

(۲) جمعہ کے دن خطبہ والی اذان کا جواب بھی نہیں دینا چاہیے اور اذان خطبہ کے بعد دعاء وسیلہ اور اس کے لیے ہاتھ اٹھانا جائز نہیں ہے۔ **فی الحدیث اذا خرج [۴] الامام فلا صلوة ولا کلام او کما قال و فی الدر المختار [۵] و ینبغی ان لا یجیب بلسانہ اتفاقاً فی الاذان بین یدی الخطیب و ہکذا** فی فتاوی دار العلوم [۶] عزیز الفتاویٰ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

۱) کما فی عمدة الرعاية على هامش شرح الوقاية: فانه لاشك فی ان الخطبة بغير العربية خلاف السنة المتوارثة۔ (کتاب الصلاة۔ باب الجمعة، ص ۲۰۰، ج۱: مکتبه ایچ ایم سعید کراچی)
وكذا فی مجموعة رسائل اللكنوی: (رسالة اكحام النفائس: ص ٤٧، ج٤: مکتبه إدارة القرآن کراچی)۔ وكذا فی مصفی شرح مؤطا: (باب التشديد على من ترك الجمعة من غير عذر، ص ١٥٤: کتب خانه رحیمیه سنهری مسجد دهلی، بحواله محمودیه، ص ٤٣٨)

۲) تقدم تخريجه فی حاشية نمبر ۱ فی صفحة هٰذا۔

۳) امداد الفتاویٰ: (کتاب الصلوٰة ۔ باب الجمعة والعيدين: ص ٤٤١-٤٤٢، ج۲: مکتبه دار العلوم، کراچی)

٤) الهدایه: (کتاب الصلاة۔ باب صلاة الجمعة، ص ١٥٤، ج١: مکتبه بلوچستان بك ڈپو کوئٹه)

٥) الدر المختار: (کتاب الصلاة۔ باب الأذان، ص ٣٩٩، ج١: مکتبه رشیدیه کوئٹه) وكذا فی البحر الرائق: (کتاب الصلاة۔ باب الأذان ص ٤٥٢، ج١: مکتبه رشیدیه کوئٹه) وكذا فی الحاشية الطحطاوی على مراقی الفلاح: (کتاب الصلاة ۔ باب الأذان ص ٢٠٢، قدیمی کتب خانه کراچی)

٦) فتاویٰ دار العلوم دیوبند عزیز الفتاویٰ (کتاب الصلوة باب الثانی فی الاذان، ص ٩١، ج٢: مکتبه امدادیه ملتان)

کیا عورت جمعہ کی امامت کرا سکتی ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ان مسائل میں کہ:

(۱) عورت جمعہ کی امامت کر سکتی ہے یا نہ؟ بذریعہ دلائل قرآن وحدیث ثبوت پیش کیا جائے۔

(۲) گیارھویں کرنی جائز ہے یا نہ بذریعہ دلائل ثبوت پیش کریں نوازش ہوگی۔

﴿ج﴾

(۱) عورت اگر امامت کرے تو اس کے پیچھے مردوں کی اقتداء صحیح نہیں ہے [۱] اور عورتوں کی اقتداء صحیح ہے۔لیکن صف کے بیچ میں کھڑی ہو مگر عورت کی امامت مکروہ ہے خواہ جمعہ میں ہو یا غیر جمعہ میں قال فی البدائع [۲]

و كذا المرأة تصلح للامامة فى الجمعة حتى لو امت النساء جاز و ينبغى ان تقوم و سطهن لما روى عن عائشة رضى الله عنها انها امت نسوة فى صلوة العصر و قامت و سطهن و امت ام سلمة نساء و قامت و سطهن و لان مبنى حالهن على الستر و هذا استر لها الا ان جماعتهن مكروهة عندنا۔الخ

(۲) ایصال ثواب جائز ہے مگر گیارہویں وغیرہ کا تعین یا طعام کا تعین ناجائز اور بدعت ہے، اگر فاعل اس تعین کو ضروری نہ مانے اور تبدیل یوم وطعام کیا کرے تو پھر کوئی خدشہ نہیں۔ قال فی البحر الرائق [۳] لان

---

۱) كما فى الهدايه: ولا يجوز للرجال ان يقتدوابامرأة۔ (كتاب الصلاة۔ باب الامامة: ص ۱۱۱، ج۱: بلوچستان بك ڈپو ، كوئٹه)

وكذا فى الهندية: (كتاب الصلاة۔ الباب الخامس فى الامامة: الفصل الثالث۔ ص ۸۵، ج۱: مكتبه رشيديه كوئٹه)

وكذا فى الدرالمختار: (كتاب الصلاة۔ باب الإمامة، ص ۵۷۶، ج۱: مكتبه ايچ ايم سعيد كراچى)

۲) البدائع الصنائع: (كتاب الصلاة۔ فصل فى بيان من لصلح للامامة فى الجملة، ص ۱۵۷، ج۱: مكتبه رشيديه كوئٹه)

وكذا فى الدرالمختار: (كتاب الصلاة۔ باب الإمامة ، ص ۵۶۵۔۵۶۶، ج۱: مكتبه ايچ ايم سعيد، كراچى)۔ وكذا فى الهنديه: (كتاب الصلاة۔ الباب الخامس فى الامامة۔ الفصل الثالث، ص ۸۵ ، ج۱: مكتبه رشيديه كوئٹه)

۳) البحرالرائق: (كتاب الصلاة۔ باب صلاة العيدين: ص ۲۷۹، ج۲: مكتبره رشيديه كوئٹه)

وكذا فى ردالمحتار: (كتاب الصلاة۔ باب العيدين۔ ص ۱۷۰، ج۲: مكتبه ايچ ايم سعيد كراچى)

ذكر الله اذا قصدبه التخصيص بوقت دون وقت او شی ء دون شی ء لم يكن مشروعاً ما لم يرد الشرع بـه- انتهى- هـكـذا فـي الفتـاوىٰ رشيديـه [1]- و فتـاوىٰ دارالـعـلوم' امداد المفتيين [2]- فقط والله تعالى اعلم

دوسوگھروں پر مشتمل آبادی والے گاؤں میں جمعہ کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ہمارا گاؤں تقریباً دوسوگھروں پر مشتمل ہے- آبادی تقریباً ۲۳ سو کے قریب ہے گاؤں میں مربوط دیہی ترقیاتی پروگرام کا ایک دفتر، ایک ہائی سکول، ایک گرلز مڈل سکول اور ایک انٹرمیڈیٹ کالج بھی زیرتعمیر ہے اور فی الحال کالج کی پڑھائی شروع ہے گاؤں میں کل بارہ دوکانیں ہیں ساتھ ساتھ لوہار، ترکھان اور فرنیچر بنانے والے کی دوکانیں بھی ہیں- آبنوسی کی ایک سکیم بھی زیرتعمیر ہے- جن سے قریب کے چند گاؤں کو پانی ملے گا- گاؤں میں آٹا پیسنے کی دو مشینیں' لکڑی چیرنے کا آرا اور تیل نکالنے کی مشین بھی ہے، ایک سرکاری ڈاکٹر بھی ہے-لیکن اس کے پاس سرکاری دوائی کا کوئی خاص انتظام نہیں- گاؤں میں ایک اعلیٰ خاندان والے آدمی کے پاس ضرورت کے مطابق دوائی ملتی ہے-

کپڑے کی دوکان اور ساتھ ساتھ غلہ کی خرید وفروخت کی دوتین دوکانیں بھی ہیں، ایسی خرید وفروخت پر منڈی کا اطلاق ہوسکتا ہے کہ نہیں؟ ایک یونائیٹڈ بینک بھی ہے- اس گاؤں میں نہ مسافر خانہ اور نہ کوئی اور خاص انتظام ہے- دن کے وقت آمدورفت بآسانی ہوسکتی ہے- اس گاؤں کے قریب تقریباً ڈیڑھ میل کے فاصلے پر دو چھوٹی بستیاں ہیں- جن کے درمیان آبادی اور کاشت شدہ کھیت بھی ہیں- کیا یہ شرعاً اس گاؤں میں شمار ہوتے ہیں یانہیں- اس گاؤں کے بالغ مرد اگر سب سے بڑی مسجد میں جمع کردیے جائیں تو مـالا یسـع کی قید عائد نہیں ہوتی اور اسواق کا اطلاق کتنی دوکانوں پر عائد ہوتا ہے-تفصیل سے جواز یاعدم جواز صلوٰۃ جمعہ ثابت کر کے مشکور فرمائیں-

---

۱) تألیفات رشیدیه مع فتاویٰ رشیدیه (کتاب البدعة ص ۱۴۷، ج۱: مکتبه إدارة اسلامیات، لاهور)
۲) فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: (کتاب البدعة ص ۱۰۸ و ۱۰۵، ج۱: مکتبه دارالاشاعت، کراچی)

﴿ج﴾

ایسے گاؤں میں موافق مذہب حنفیہ نماز جمعہ وعیدین صحیح نہیں (۱) ہے- کما فی الشامیة (۲) و فیما ذکرنا اشارة الی انه لاتجوز فی الصغیرة التی لیس فیها قاض الخ- و قال قبیله و تقع فرضا فی القصبات و القری الکبیرة التی فیها اسواق الخ-اور اکبر مساجد کی عدم وسعت کی تعریف منقوض و ضعیف ہے- کما قال فی شرح المنیة (۳) فکل تفسیر لا یصدق علی احدهما فهو غیر معتبر حتی التعریف الذی اختاره جماعة من المتاخرین کصاحب المختار و الوقایه و غیرهما و هو ما لو اجتمع اهله فی اکبر مساجده لا یسعهم فانه منقوض بها اذ مسجد کل منهما یسع اهله وزیادة الی ان قال: فلا یعتبر هذا التعریف- فقط و الله تعالی اعلم- فتاوی دار العلوم (۴)-

پچاس گھروں کی آبادی کی مسجد میں جمعہ کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ہماری بستی میں کافی سالوں سے جمعہ کی نماز جاری ہے اور درمیان میں کچھ عرصہ بند ہوگیا تھا اور دوبارہ جاری ہوگیا ہے اور تقریباً کل گھر چالیس یا پچاس ہیں اور بستی میں ہمیشہ کے لیے ساٹھ یا ستر آدمی موجود رہتے ہیں اور اس بستی میں تین دوکانیں بھی ہیں جن سے بستی والوں کی ہر ضرورت پوری ہوسکتی ہیں-سوائے سبزی کے اور تین درزیوں کی دوکانیں بھی ہیں اور ہمیشہ کے لیے چلتی ہیں اور حجام اور ترکھان بھی موجود ہے اور اس بستی سے تقریباً ایک فرلانگ کے فاصلہ پر دو آٹے کی مشینیں ہیں اور ایک

---

۱) کما فی الدرالمختار مع رد: وفی القنیة: صلاة العید فی القری تکره تحریما...... الخ- قال ابن عابدین فی رد: (قوله صلاة العید) ومثله الجمعة- (کتاب الصلاة، باب العیدین- ص ۱۶۷، ج۲: مکتبه ایچ ایم سعید کراچی)

وکذا فی الهدایه: (کتاب الصلاة- باب العیدین، ص ۱۵۵، ج۱: مکتبه بلوچستان بك ڈپو کوئٹه)

وکذا فی البحرالرائق: (کتاب الصلاة- باب صلاة العیدین، ص ۲۷۵، ج۲: مکتبره رشیدیه کوئٹه)

۲) ردالمحتار: (کتاب الصلاة- باب الجمعة- ص ۱۳۸، ج۲: مکتبه ایچ ایم سعید کراچی)

۳) حلبی کبیر: (فصل فی صلوة الجمعة، ص ۵۵۰، ج۱: سعیدی کتب خانه کوئٹه)

٤) فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: (الباب الخامس عشر فی صلاة الجمعة، ص ۳۳، ج۵: مکتبه حقانیه، ملتان، مرتب محمد ظفیرالدین)

فرلانگ کے فاصلہ پر ایک مڈل سکول بھی ہے اور ایک فرلانگ کے فاصلہ پر تالاب ہے۔ جس میں ہر وقت پانی موجود ہوتا ہے اور اس بستی کے آس پاس بہت سی بستیاں بھی ہیں اور پہلے یہ نماز ساری بستیوں والوں کے مشورہ سے جاری ہوئی تھی لیکن اب انھوں نے چھوڑ دیا اب اس میں علماء کا اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ جائز ہے اور بعض کہتے ہیں کہ ناجائز ہے اور لوگوں کا شوق بھی یہی ہے کہ پڑھی جائے اور اس میں وعظ بھی کیا جاتا ہے۔ بینوا توجروا۔

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں مذکورہ بستی کے اندر جمعہ کی نماز ادا نہیں ہوسکتی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب میں جمعہ کی نماز اس بستی میں ناجائز ہے۔ لا جمعة و لا تشريق الا فی مصر جامع (الحديث)[1] كذا فی جميع كتب الفقه۔ واللہ تعالیٰ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان شہر

چھوٹے گاؤں میں جمعہ کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ہم حنفی المذہب ہوتے ہوئے صغیرہ گاؤں میں جمعہ کی نماز ادا کر سکتے ہیں یا نہ؟ اگر ادا کرلیں تو ظہر کی نماز ساقط ہوجائے گی یا نہ۔

---

۱) مصنف ابن أبی شيبة: (كتاب الجمعة، من قال لا جمعة ولا تشريق إلا فی مصر جامع۔ ص ۱۰، ج۲: مكتبه امداديه ، ملتان)

وكذا فی مصنف عبدالرزاق: (كتاب الجمعة۔ باب القدس الصفات۔ ص ۷۰، ج۳: مكتبه دار الكتب العلمية، بيروت)

وكذا فی الهدايه: (كتاب الصلاة۔ باب صلاة الجمعة، ص ۱۵۰، ج۱: مكتبه بلوچستان بك ڈپو كوئٹه)

وكذا فی الدر المختار مع رد: (كتاب الصلاة۔ باب الجمعة، ص ۱۳۸۔ ۱۳۷، ج۲: مكتبه ايچ ايم سعيد كراچی)

وكذا فی الهندية: (كتاب الصلاة۔ الباب السادس عشر فی صلاة الجمعة، ص ۱۴۵، ج۱: مكتبه رشيديه كوئٹه)

وكذا فی البحر الرائق: (كتاب الصلاة۔ باب صلاة الجمعة، ص ۲۴۸، ج۲: مكتبه رشيديه كوئٹه)

تفصیل یہ ہے کہ ایک جگہ کئی چھوٹے چھوٹے گاؤں ہیں- ہر گاؤں میں زیادہ سے زیادہ ۷۰ گھر ہیں- بعض گاؤں تو ۲۰، ۳۰ گھروں پر مشتمل ہیں اور ان گاؤں میں آپس میں فاصلہ تقریباً ایک میل یا بعض کا دو تین میل ہے- بعض کا اس سے کم باوجود اس تفاوت کے ہم نے کل گھروں کا اندازہ لگایا ہے تو ۴۰۰ گھر بنتے ہیں- لوگ اب زمیندار ہیں اپنے اپنے کاموں میں مصروف رہتے ہیں- وقت پر آنا دشوار ہے- وہاں پر جو امام صاحب جمعہ پڑھاتے ہیں وہ یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ لوگوں میں بے دینی زیادہ ہے اور لوگ دین سے بے بہرہ ہیں- لہٰذا ان کو ہم اکٹھا کرتے ہیں تاکہ کچھ دین کی باتیں سنیں اور ان پر عمل کریں نمازی بن جائیں ان کے دلوں میں کچھ خدا کا خوف پیدا ہو سکے- اس کے علاوہ اور کوئی ذریعہ نہیں جس سے ہم ایسا کر سکیں اور اس علاقہ میں بعض گاؤں کا حوالہ دیتے ہیں کہ فلاں گاؤں میں جمعہ ہوتا ہے آیا اس میں نہ ہو یہ تو اس کی نسبت بڑا ہے- کیا ان کی یہ دلیل وزن رکھتی ہے یا نہیں اور نہ پڑھنے والے یہ کہتے ہیں کہ ہم حنفی المسلک ہیں اور احناف کے مسلک کے مطابق یہاں جمعہ کی شرائط نہیں پائی جاتیں- مصالح کی کوئی حقیقت نہیں- اقامت جمعہ مصالح پر مبنی نہیں اور پڑھنے والے نہ پڑھنے والوں پر تشنیع کرتے ہیں حتیٰ کہ کافر تک کہہ جاتے ہیں یعنی منکر جمعہ کافر ہیں- اب شرعاً ایسا کہنا گناہ تو نہیں حنفی مذھب سے جواب دیں-

﴿ج﴾

چھوٹے قریہ میں اقامت جمعہ درست نہیں اور صورت مسئولہ میں اگر تمام گاؤں کے گھروں کو جمع کیا جائے تو بھی چار صد گھر ہیں- اگر یہ گھر تمام یکجا بھی ہوتے تب بھی اس میں جمعہ کی نماز جائز نہیں تھی- خصوصاً جبکہ ان میں کچھ گھر فاصلے فاصلے پر ہیں- حاصل یہ ہے کہ اس گاؤں میں اقامت جمعہ درست نہیں- ظہر کی نماز پڑھتے رہیں- جمعہ کی نماز پڑھنے سے ظہر کی نماز ادا نہیں ہوتی [1]- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفرلہ ۲۹-۳-۹۶ھ

---

۱) كمـا فـي ردالـمـحـتـار: (لاتجوز في الصغيرة التي ليس فيها قاض و منبر و خطيب...... الاترىٰ ان في الـجواهر لوصلوا في القرى لزمهم اداء الظهر- (كتاب الصلاة- باب الجمعة، ص ١٣٨، ج٢: مكتبه ايچ ايم سعيد كراچى)

وكـذا فـي الـهـنـديـه: (كتاب الصلاة- باب السادس عشر في صلاة الجمعة، ص ١٤٥، ج١: مكتبه رشيديه كوئٹه)

وكذا في البحر الرائق: (كتاب الصلاة- باب صلاة الجمعة، ص ٢٤٨، ج٢: مكتبه رشيديه كوئٹه)

عام دیہاتوں میں جمعہ کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسائل کہ:

(۱) موجودوقت میں عام دیہات پاکستان میں احناف کے نزدیک جمعہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔

(۲) جولوگ چھوٹے دیہاتوں میں جمعہ باقاعدگی سے پڑھتے ہیں۔بعض احتیاطی اور بعض غیراحتیاطی پڑھتے ہیں۔ان میں حق بجانب ازروئے فقہ حنفی کون ہے اوراحتیاطی پڑھنے کا طریقہ کیا ہے۔

(۳) امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے اقوال وغیرہ جن کی رو سے دیہات یا قصبہ میں جمعہ واجب یا ناجائز ثابت ہے مفصل تحریر فرمادیں۔

(۴) وہ حافظ قرآن جس کی عمر ۱۴ سال ہے بغل کے بال اتر چکے ہیں کی اقتداء فرض یا نفلی نماز میں جائز ہے یا نہ۔ بینوا توجروا۔

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم (۱) دیہات میں جمعہ پڑھنا جائز نہیں ہے اور نہ دیہات میں جمعہ پڑھنے سے ظہر کی نماز ذمہ سے ساقط ہوتی ہے۔ایسے لوگوں پر ظہر کی چار رکعتیں ادا کرنی فرض ہیں۔ کیونکہ جمعہ کی صحت کے شرائط میں ایک شرط احناف کے نزدیک مصر (شہر) ہے۔دیہات میں جمعہ ان کے نزدیک ہرگز جائز نہیں ہے [1]۔

(۲) دونوں غلطی پر ہیں احتیاطی نہ پڑھنے والے بڑی غلطی پر ہیں۔ کیونکہ ان کے ذمہ ظہر کی نماز ابھی تک باقی ہے۔ دیہات میں جمعہ کی دو رکعتیں ادا کرنے سے ظہر کی نماز ساقط نہیں ہو جاتی اور جولوگ احتیاطی پڑھتے ہیں وہ کم غلطی پر ہیں کیونکہ احتیاطی پڑھنے سے ان کی نماز ظہر ادا ہو جائے گی۔ اگرچہ صحیح طریقہ یہ ہے کہ سرے سے جمعہ کی نماز دیہات میں ادا ہی نہ کی جائے۔ کیونکہ فرض نہ ہونے کی صورت میں یہ دو رکعتیں نفل ہوں گی اور نفل کو تداعی کی صورت میں جماعت کے ساتھ ادا کرنا مکروہ ہے۔ نیز ظہر کی نماز کی جماعت بھی اس سے رہ جاتی ہے [2]۔ وغیرہ وغیرہ۔

---

۱) تقدم تخریجه فی حاشیة نمبر ۱ فی صفحة هذا

۲) كما فی ردالمحتار: لاتجوز فی الصغيرة التی ليس فيها قاض ومنبر و خطيب كما فی المضمرات والظاهر أنه أريد به الكراهة لكراهة النفل بالجماعة: ألاترىٰ أن فی الجواهر لوصلوا فی القرى لزمهم أداء الظهر۔ (كتاب الصلاة۔ باب الجمعة ۔ ص ١٣٨، ج٢: مكتبه ايچ ايم سعيد كراچی) وكذا فی الهنديه: (كتاب الصلاة۔ الباب السادس عشر فی صلوة الجمعة، ص ١٤٥، ج١: مكتبه رشيديه كوئٹه)

(۳) قال فی الهدایة (۱) لا تصح الجمعة الی فی مصر جامع اوفی مصلی المصر و لا تجوز فی القری لقوله علیه السلام لا جمعة و لا تشریق ولا فطر و لا اضحی الا فی مصر جامع والمصر الجامع کل موضع له امیر وقاض ینفذ الاحکام و یقیم الحدود و هذا عن ابی یوسف رحمہ اللہ و عنه انهم اذا اجتمعوا فی اکبر مساجد هم لم یسعهم والاول اختیار الکرخی و هو الظاهر والثانی اختیار الثلجی -الخ-

(۴) اگراس کی عمر بحساب قمری پندرہ سال بنتی ہے (۲) تو یہ شرعاً قول مفتی بہ کے مطابق بالغ شمار ہوگا اور اس کی اقتداء فرض ونفل دونوں میں جائز ہے- اوراگراس کی عمر پندرہ سال سے کم ہوتو اگر علامات بلوغ میں سے کوئی علامت مثلاً احتلام، انزال وغیرہ اس میں پائی گئی ہوتو شرعاً یہ بالغ ہے (۳) اوراس کی امامت درست ہے اور اگر کوئی علامت نہ پائی گئی ہوتو شرعاً یہ بالغ شمار نہ ہوگا اوراس کی اقتداء فرضی اور نفلی دونوں میں نماز جائز نہ ہوگی جب تک کہ اس کی عمر پندرہ سال مکمل نہ ہو جائے یا کوئی علامت علاماتِ بلوغ میں سے اس کے اندر پائی نہ جائے بغل کے بال اُتر آنا علامات بلوغ میں شرعاً نہیں ہے (۴)- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

۱) الهدایة: (کتاب الصلاة- باب الصلاة الجمعة، ص ۱۵۰-۱۵۱، ج۱: مکتبه بلوچستان بك ڈپو، کوئٹه)

۲) کما فی الهندیه: والسن الذی یحکم ببلوغ الغلام والجاریة اذا انتهیا الیه خمس عشرة سنة- (کتاب الحجر الباب الثانی فی الحجر للفساد- الفصل الثانی فی معرفة حدالبلوغ، ص ۶۱، ج۵: مکتبه رشیدیه کوئٹه)-

وکذا فی الدرالمختار: (کتاب الحجر- فصل بلوغ الغلام بالاحتلام الخ- ص ۱۵۳، ج۶: مکتبه ایچ ایم سعید کراچی)

۳) کما فی الهندیه: بلوغ الغلام بالاحتلام أوالاحبال أوالانزال- (کتاب الحجر- باب الثانی فصل الثانی فی معرفة حد ابلوغ- ص ۶۱، ج۵: مکتبه رشیدیه کوئٹه)

وکذا فی ردالمحتار: (کتاب الحجر- فصل بلوغ الغلام بالاحتلام- الخ ، ص ۱۵۲، ج۶: مکتبه ایچ ایم سعید کراچی)

٤) کما فی الحلبی الکبیر: ولا یصح اقتداء البالغ غیرالبالغ فی الفرض وغیره وهو الصحیح لأن صلاة البالغ أقوی للزومها- (کتاب الصلاة- الأولی بالإمامة، ومن لایصح الاقتداء به ۵۱۶، سعیدی کتب خانه کوئٹه)

وکذا فی الدرالمختار: (کتاب الصلاة- باب الإمامة، ص ۵۷۷-۵۷۸، ج۱: مکتبه ایچ ایم سعید کراچی)

وکذا فی البحرالرائق: (کتاب الصلاة، باب الإمامة- ص ۶۲۸، ج۱: مکتبه رشیدیه کوئٹه)

پانچ سو کی آبادی میں جمعہ کا حکم

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک گاؤں جس کی آبادی تقریباً چار یا پانچ سو سے کم نہیں اور اس گاؤں میں طویل عرصہ سے نماز جمعہ وعیدین پڑھی جا رہی ہیں اور درمیان میں چھ چھ ماہ تک یہ نماز جمعہ وعیدین چھوٹ بھی جاتی ہیں یعنی یہ کہ نہیں پڑھائی جاتیں اور خصوصاً گندم کی کٹائی کے موقع پر تو ہر سال جتنے دن گندم کی کٹائی کے ہوتے ہیں نماز جمعہ کی چھٹی رہتی ہے اور جب پڑھتے ہیں تو اکثر مقتدیوں کی تعداد تین سے بڑھ کر نہیں ہوتی ہاں نماز عیدین میں کچھ تعداد ہو جاتی ہے یہ بھی ہے کہ اس گاؤں کے لوگوں سے کہا جائے کہ یہاں نماز جمعہ نہیں ہوتی تو وہ جواب میں کہتے ہیں کہ کتنی مدت ہوگئی ہے ہم پڑھتے ہیں- آج تم کیسے منع کرتے ہو۔ یعنی کہ خطرہ جھگڑا کا بھی ہے اگر جمعہ کی نماز رکوادی جائے ۔ ازراہِ کرم اس مسئلے کا صحیح اور احسن حل فرما کر ہماری رہنمائی فرمادیں-

ج

شامی میں ہے کہ جمعہ شہر اور قصبہ یعنی بڑے قریہ میں جس کی آبادی تین چار ہزار ہو اور اس میں بازار ہوں اور آس پاس کے دیہاتوں کے لوگ ضروریات زندگی کو پورا کرنے کے لیے اس قصبہ کا رخ کرتے ہوں واجب اور ادا ہوتا ہے اور چھوٹے گاؤں میں جمعہ جائز نہیں ہے-

تقع فرضا فی القصبات والقری الکبیرة التی فیها اسواق– الی ان قال– و فیما ذکرنا اشارة الی انه لا تجوز فی الصغیرة...... لو صلوا فی القریٰ لزمهم اداء الظهر -(1)

صورت مسئولہ میں جس گاؤں کا ذکر ہے جس کی آبادی چار پانچ سو ہے قریہ صغیرہ ہے اور یہاں نماز جمعہ اور

---

۱) ردالمحتار: (کتاب الصلاۃ۔ باب الجمعة: ص ۱۳۸، ج۲: مکتبه ایچ ایم سعید کراچی)

وکذا فی الهندیه: (کتاب الصلاۃ۔ الباب السادس عشر فی صلوة الجمعة، ص ۱٤٥، ج۱: مکتبه رشیدیه کوئٹه)

وکذا فی بدائع الصنائع: (کتاب الصلاۃ۔ فصل فی بیان شرائط الجمعة، ص ۲٥۹، ج۱: مکتبه رشیدیه کوئٹه)

عیدین جائز نہیں (۱)- یہاں کے لوگ نماز ظہر با جماعت ادا کریں جہاں جمعہ جائز وصحیح نہیں وہاں کسی بھی رعایت سے جمعہ ادا کرنا درست نہیں- ایک عرصہ تک یہاں جمعہ قائم کرنے سے جمعہ جائز نہیں ہو جاتا- عجیب استدلال ہے کیا ایک عرصہ تک ناجائز کام کرنے کے بعد وہ کام جائز ہو جاتا ہے- بہرحال احناف کے نزدیک اس گاؤں میں جمعہ اور عیدین جائز نہیں ہیں (۲)- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

خطبہ میں سلطانِ وقت کا نام لینے کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ زندگی بھر قرآن وحدیث وتفسیر وفقہ کے گہرے مطالعہ سے آپ کو جو پختہ بصیرت ورائے پیدا ہوئی اس کی بنا پر فرمائیں کہ:

(۱) جمعہ کا خطبہ بدستور عربی زبان میں باقی رکھا جائے یا عوام کے سمجھنے کے لیے مقامی زبان میں رواج دیا جائے۔

(۲) اگر خطبہ عربی ہی میں باقی رکھا جائے تو لوگ جو نا سمجھنے کا اشکال کرتے ہیں اس کا حل کیا ہے۔

(۳) خطبہ میں سلطان وقت کا نام لانا چاہیے یا نہیں۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم- (۱) جمعہ کے خطبہ کو بدستور عربی زبان میں ہی باقی رکھا جائے- عربی زبان کے سوا کسی بھی مقامی زبان میں خطبہ جمعہ کہنا سنت متوارثہ کے خلاف اور مکروہ ہے- کما قال فی الهداية (۳)

---

۱) کما فی ردالمحتار: لاتجوز فی الصغيرة التی ليس فيها قاض ومنبر و خطيب...... الاترى ان فی الجواهر لو صلوا فی القرى لزمهم اداء الظهر۔ (كتاب الصلاة۔ باب الجمعة، ص ۱۳۸، ج۲: مكتبه ايچ ايم سعيد كراچی)۔ وكذا فی الهنديه: (كتاب الصلاة۔ باب السادس عشر فی صلوة الجمعة: ص ۱٤٥، ج۱: مكتبه رشيديه كوئٹه) وكذا فی البحر الرائق: (كتاب الصلاة۔ باب صلاة الجمعة، ص ۲٤٥-۲٤٨، ج۲: مكتبه رشيديه كوئٹه)

۲) الدرالمختار مع رد: صلاة العيد فی القرى تكره تحريما...... الخ قال ابن عابدين رحمه الله...... (قوله صلاة العيد) ومثله الجمعة۔ (كتاب الصلاة۔ باب الجمعة، ص ۱٦٧، ج۲: مكتبه ايچ ايم سعيد كراچی) وكذا فی الهدايه: (كتاب الصلاة۔ باب العيدين۔ ص ۱٥٥، ج۱: مكتبه بلوچستان بك ڈپو كوئٹه) وكذا فی البحر الرائق: (كتاب الصلاة۔ باب صلاة العيدين، ص ۲۷٥، ج۲: مكتبه رشيديه كوئٹه)

۳) الهدايه: (كتاب الصلاة۔ باب صفة الصلوة۔ ص ۹٥، ج۱: مكتبه بلوچستان بك ڈپو كوئٹه)

والخطبة والتشهد على هذا الخلاف– و قال فی فتح القدير [۱] (قوله على هذا الخلاف) فعنده يجوز بالفارسية و عندهما لا الا بالعربية– و قال فی الهداية [۲] ايضا قبيل هذا مستدلا لابی حنيفة– ولابی حنيفة رحمه الله تعالى قوله تعالى و انه لفی زبر الاولين و لم يكن فيها بهذه اللغة و لهذا يجوز عندالعجز الا انه يصير مسيئا لمخالفة السنة المتوارثة–

(۲) اس کا حل یہ ہے کہ اگر ضرورت سمجھیں تو خطبہ جمعہ کا مضمون اذان خطبہ سے قبل یا نماز جمعہ کے بعد مقامی زبان میں سنا دیا جائے تا کہ نہ سمجھنے کا اشکال بھی رفع ہو جائے اور عربی زبان کی عظمت اور خطبہ کا مسنون [۳] طریقہ بھی باقی رہ جائے–

(۳) خطبہ میں سلطان وقت کا نام لانا درست نہیں ہے بدعت اور محدث امر ہے–محض خلفاء راشدین اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دوعم بزرگوار حضرت عباس وحضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ذکر خیر کوفقہاء کرام نے مستحب لکھا ہے–

كما قال فی البحر الرائق و ذكر الخلفاء الراشدين مستحسن بذلك جرى التوارث وبذكر العمين و فيه بعد اسطر– و اما الدعاء للسلطان فی الخطبة فلا يستحب لما روى ان عطاء سئل عن ذلك فقال انه محدث و انما كانت الخطبة تذكيرا [۴]– فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

۱) فتح القدير: (كتاب الصلاة– باب صفة الصلوٰة– ص ۲۴۹، ج۱: مكتبه رشيديه كوئٹه)

۲) الهدايه: (كتاب الصلاة، باب صفة الصلوة– ص ۹۵، ج۱: مكتبه بلوچستان بك ڈپو كوئٹه)

۳) كما فی عمدة الرعاية على هامش شرح الوقاية: فانه لاشك فی ان الخطبة بغير العربية خلاف السنة المتوارثة– (كتاب الصلاة– باب الجمعة، ص ۲۰۰، ج۱: مكتبه ايچ ايم سعيد كراچی)

وكذا فی مجموعة رسائل للكنوی: (رسالة آكام النفائس: ص ۴۷، ج۴: مكتبه إدارة القرآن كراچی)

۴) البحر الرائق: (كتاب الصلاة– باب صلاة الجمعة، ص ۲۶۰–۲۵۹، ج۲: مكتبه رشيديه كوئٹه)

وكذا فی الدر المختار: (كتاب الصلاة– باب الجمعة، ص ۱۴۹، ج۲: مكتبه ايچ ايم سعيد كراچی)

وكذا فی حاشية الطحطاوی: (كتاب الصلاة– أحكام الجمعة، ص ۵۱۶، قديمی كتب خانه كراچی)

الجواب صواب لا سيما اذا كان السلطان ظالما فاسقا محرفا للقران و مغيرا للاحكام الشرعية القطعية فحينئذ لا ينبغي ذكره في الخطبة و لو على وجه الدعاء له لانه نوع تعظيم له واعتناء بشانه فيستحب الاحتراز عنه والله اعلم-

ایک سوستر کی آبادی میں جمعہ کا حکم

س

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک بستی میں ایک مسجد ہے اس میں نماز جمعہ کے متعلق فتویٰ درکار ہے جہاں یہ مسجد ہے وہ جگہ آبادی کے لحاظ سے تقریباً ایک سو چوبیس گھروں پر مشتمل ہے- جس میں بالغان کی تعداد ۱۷۱ ہے اور وہ آبادی مسجد سے ساٹھ کرم سے لے کر تین سو ساٹھ کرم کے فاصلہ پر اردگرد موجود ہے- جس بستی میں خاص طور پر یہ مسجد ہے اس میں تقریباً دس گھر آباد ہیں تو کیا اس مسجد میں جمعہ جائز ہے یا نہیں اور گزشتہ کئی سالوں سے اس مسجد میں نماز جمعہ کا سلسلہ جاری تھا- اب تقریباً آٹھ ماہ سے نماز جمعہ بند کرادی گئی ہے- اب اس کا دوبارہ اجرا کیا جا سکتا ہے یا نہیں اور اس بستی میں نماز عیدین بھی پڑھائی جا سکتی ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

ج

اس بستی میں اقامت جمعہ درست نہیں- فرضیت جمعہ کے لیے شہر یا قصبہ کا ہونا ضروری ہے- حدیث پاک میں ہے- لا جمعة ولا تشريق الا في مصر جامع [1] و في الشامية تقع فرضا في القصبات والقرى الكبيرة التي فيها اسواق [2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بڑے گاؤں سے ملحق چھوٹے گاؤں میں جمعہ کا حکم

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک چھوٹا سا گاؤں ہے جہاں صرف بیس پچیس گھر

---

۱) مصنف بن ابي شيبة: (كتاب الجمعة، من قال لا جمعة ولا تشريق إلا في مصر جامع، ص ۱۰، ج۲: امداديه، ملتان)

۲) ردالمحتار: (كتاب الصلاة۔ باب الجمعة، ص ۱۳۸، ج۲: مکتبه ایچ ایم سعید کراچی)

وكذا في الهنديه: (كتاب الصلاة۔ باب السادس عشر في صلوة الجمعة، ص ۱٤٥، ج۱: مکتبه رشيديه كوئٹه) وكذا في البحر الرائق: (كتاب الصلاة۔ باب الجمعة، ص ۲٤۸، ج۲: مکتبه رشيديه كوئٹه)

آباد ہیں اور اس کے قریب ایک بڑا گاؤں ہے جہاں تین سے زائد مسجدیں ہیں- وہاں جمعہ ہوتا ہے چھوٹے اور بڑے گاؤں میں تقریباً ایک فرلانگ کا فاصلہ ہے اور اذان کی آواز چھوٹے گاؤں میں سنی جاتی ہے آیا چھوٹے گاؤں کو فناء کا حکم دے کر یا مستقل قصبہ کا حکم دے کر جمعہ پڑھنا چاہیے- نیز اگر جمعہ پڑھ بھی لیا جائے تو نماز ظہر ذمہ سے ساقط ہوجائے گی یا نہ۔ بینوا توجروا

ج

اگر دونوں مواضع میں فصل بالمزارع ہو یعنی کھیتی باڑی درمیان میں حائل ہو تو دونوں بستیوں کا حکم الگ الگ ہوگا[۱] اور چھوٹے گاؤں میں جمعہ پڑھنا جائز نہ ہوگا اور نہ جمعہ ادا کرنے سے ظہر ساقط ہوگی[۲]- نیز بڑے گاؤں میں بھی اگر علامات شہریت کی نہیں پائی جاتیں تو وہاں بھی جمعہ صحیح نہ ہوگا[۳]- **كما هو مذكور في جميع الفتاوى**- واللہ تعالیٰ اعلم

جمعہ کے فرضوں کے بعد سنتوں کی تعداد

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ میں کہ جہاں جمعہ فرضی شرعاً پڑھنا جائز ہے تو نماز جمعہ کے فرضوں کے بعد کتنی رکعتیں سنت پڑھنی چاہیے- مفتی بہ قول تحریر کریں اور کتب معتبرہ کا حوالہ دیں- بینوا توجروا

---

۱) كما في الهنديه: ومن كان مقيما بموضع بينه و بين المصر فرجة من المزارع والمراعى نحو القلع بخارا لا جمعة على أهل ذلك الموضع۔ (كتاب الصلاة۔ الباب السادس عشر في صلوة الجمعة۔ ص ۱۴۵، ج۱: مكتبه رشيديه كوئٹه)۔ وكذا في الفتاوى الخانية على هامش الهنديه: (كتاب الصلاة۔ باب صلاة الجمعة، ص ۱۷۴، ج۱: مكتبه رشيديه كوئٹه)
وكذا في البحر الرائق: (كتاب الصلاة۔ باب صلاة الجمعة، ص ۲۴۷، ج۲: مكتبه رشيديه كوئٹه)

۲) كما في ردالمحتار: الاترى ان في الجواهر لوصلوا في القرى لزمهم اداء الظهر۔ (كتاب الصلاة۔ باب الجمعة، ص ۱۳۸، ج۲: مكتبه ايچ ايم سعيد كراچی)۔ وكذا في الهنديه: (كتاب الصلاة۔ الباب السادس عشر في صلوة الجمعة، ص ۱۴۵، ج۱: مكتبه رشيديه كوئٹه)
وكذا في البحر الرائق: (كتاب الصلاة۔ باب الجمعة، ص ۲۴۵، ج۲: مكتبه رشيديه كوئٹه)

۳) كما في ردالمحتار: وفيما ذكرنا إشارة إلى انه لاتجوز في الصغيرة التي ليس فيها قاض و منبر و خطيب۔ (كتاب الصلاة، باب الجمعة، ص ۱۳۸، ج۲: مكتبه ايچ ايم سعيد كراچی) وكذا في البحر الرائق: (كتاب الصلاة۔ باب الجمعة، ص ۲۴۸، ج۲: مكتبه رشيديه كوئٹه) وكذا في الهدايه: (كتاب الصلاة۔ باب صلاة الجمعة، ص ۱۵۰، ج۱: مكتبه بلوچستان بك ڈپو كوئٹه)

﴿ج﴾

نماز جمعہ کے بعد سنت کے بارہ میں مختلف روایتیں آئی ہیں اکثر روایتیں چار رکعات (۱) کی ہیں اور چھ رکعات کی بہت موجود ہیں اور ویسے دو رکعات کا بھی (۲) ثبوت ہے۔لیکن مفتی بہ قول یہ ہے کہ چار رکعات سنت مؤکدہ ہیں اور چھ رکعات کا پڑھنا زیادہ ثواب ہے (۳)۔ (مشکوۃ (۴) شریف وغیرہ)

حوالہ کے لیے بحر الرائق کی یہ عبارت ملاحظہ فرمائیں (۵)۔ **و الدليل على استنان الاربع بعد الجمعة لما فى صحيح المسلم اذا صلى احدكم الجمعة فليصل بعدها اربعا و عن ابى يوسف رحمه الله تعالىٰ ينبغى ان يصلے اربعا ثم ركعتين و فى هامشه) قال فى الذخيرة و عن على رضى الله تعالى عنه انه يصلى ركعتين ثم اربعا– و ذكر فى البدائع ان رواية الاربع ظاهر الرواية انتهى**– ان عبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ سنت مؤکدہ چار ہیں لیکن امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے قول پر عمل کرنے سے زیادہ ثواب ہوگا– واللہ تعالیٰ اعلم

---

۱) كما فى سنن النسائى: عن ابى هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا صلى احدكم الجمعة، فليصل بعدها اربعا۔ (كتاب الجمعة، عدد الصلوة الصلوة بعد الجمعة، فى المسجد ، ص ۲۱۰، ج۱: قديمى كتب خانه كراچى)

۲) كما فى سنن النسائى: عن ابن عمر رضى الله عنهما ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان لايصلے بعد الجمعة حتى ينصرف فيصلے ركعتين۔ (كتاب الجمعة عدد الصلوة الصلوة بعد الجمعة فى المسجد، ص ۲۱۰، ج۱: قديمى كتب خانه، كراچى)

۳) كما فى حلبى كبير: (السنة قبل الجمعة أربع وبعدها أربع) ...... (وعند ابى يوسف) السنة بعدالجمعة (ست) ركعات وهو مروى عن على رضى الله عنه والافضل ان يصلى اربعا ثم ركعتين للخروج عن الخلاف۔ (كتاب الصلاة۔ فصل فى النوافل، ص ۳۸۸۔۳۸۹: مكتبه سعيدى كتب خانه كوئٹه)۔ وكذا الهدايه: (كتاب الصوم۔ باب اعتكاف ، ص ۲۱۲، ج۱: مكتبه بلوچستان بك ڈپو كوئٹه)۔ وكذا فى البنايه شرح الهدايه: (كتاب الصوم، باب الاعتكاف: ص ۱۲۸ ، ج٤: مكتبه دارالكتب العلميه بيروت)۔

٤) كما فى مشكوة المصابيح: عن ابى هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من ادرك من الجمعة ركعة فليصل اليها اُخرى ومن فاتته الركعتان فليصل اربعا او قال الظهر۔ (كتاب الصلاة۔ باب الجمعة۔ باب الخطبة والصلوٰة۔ الفصل الثالث، ص ۱۲٤، ج۱: قديمى كتب خانه، كراچى)

٥) بحرالرائق: (كتاب الصلوة، ص ٤۹، ج۲، طبع مكتبه ماجديه كوئٹه)

جمعہ کی اذانِ ثانی مسجد میں دیے جانے کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ اذان ثانی جمعہ جو کہ خطیب صاحب کے سامنے کہی جاتی ہے۔ اس کا ثبوت کتب احادیث وفقہ اور ائمہ کرام کے اقوال سے ہے یا نہیں۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اذان ثانی مسجد میں دینی درست نہیں اور سنت کے خلاف ہے۔ لہٰذا مہربانی فرما کر اس مسئلہ پر روشنی ڈالیں۔

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ امداد الفتاویٰ از مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ [1] پر ہے یہ امر تو محقق ہے کہ اذان ثانی یوم الجمعہ کی داخل مسجد جائز ہے۔ بلکہ یہی متوارث ہے[2]۔ الخ۔ مولانا تھانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اذان ثانی کے مسجد کے اندر جائز بلکہ متوارث ہونے پر ایک مدلل فتویٰ لکھا ہے۔ مزید تفصیل اس میں دیکھ لیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

جس جگہ جمعہ جائز ہو تو کیا ایک موضع کی مختلف مساجد میں جائز ہے یا صرف جامع مسجد میں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ:

(۱) جمعہ وعیدین ہر مقام و ہر جگہ جائز ہیں یا ان کے لیے شرائط ہیں۔ کیا بستی میں جمعہ وعیدین جائز ہیں یا نہیں۔

(۲) جہاں جمعہ مع شرائط جائز ہے کیا ہر مسجد میں جائز ہے یا صرف جامع مسجد میں۔ بینوا توجروا

---

۱) امداد الفتاویٰ: (کتاب الصلاۃ۔ باب صلوۃ الجمعہ والعیدین، ص ۴۷۸، ج۱: مکتبہ دارالعلوم کراچی)

۲) ویؤذن ثانیاً بین یدیه أی الخطیب (قوله ویؤذن ثانیاً) ای علی سبیل السنیة کما یظهر من کلامهم؛ الدرالمختار مع رد کتاب الصلوۃ مطلب فی حکم المرقی بین یدی الخطیب ص ۴۲، ج۳: مکتبہ رشیدیہ جدید) وکذا فی البحر الرائق، کتاب الصلوۃ، باب صلوۃ الجمعۃ، ص ۲۷۴، ج۲: مکتبہ رشیدیہ)۔

﴿ج﴾

(۱) جمعہ وعیدین شہر یا قصبات میں ادا کرنا درست ہیں[۱]- چھوٹی چھوٹی بستیوں میں ان کو قائم کرنا درست نہیں[۲]- یعنی جمعہ اور عیدین کے لیے مصر اور قریہ کبیرہ ہونا شرط ہے-

(۲) ہر مسجد میں جمعہ وعیدین ادا کرنا جائز ہے[۳]- البتہ بہتر یہی ہے کہ بڑی بڑی جامع مسجدوں میں جمعہ ادا کریں اور عیدین کے لیے تو باہر جنگل میں جانا مسنون ہے[۴]- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

پانچ ہزار کی آبادی میں جمعہ کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ مسلک دیوبند کے کثیر تعداد میں لوگ جمعہ ادا کرنے کے لیے مجبور کرتے ہیں- لیکن حالت مندرجہ ذیل ہے- تعداد آبادی تقریباً پانچ ہزار ہے لیکن بریلوی تقریباً بیس سال سے جمعہ ادا کر رہے ہیں- ضروریات اشیاء تقریباً ہر قسم کی موجود ہیں- مثلاً ہسپتال، یونین کونسل، مویشی ہسپتال، ٹدل و ہائی سکول، ٹدل زنانہ سکول، بینک، مویشی منڈی- غلہ منڈی- سبزی منڈی- ہر کالونی ڈیو کھاد و بیج وغیرہ- کنڈا شوگر ملز- ڈیو کھانڈ وغیرہ، کارخانہ جات- ذرائع آبپاشی، نہریں ہیں-

---

۱) ویشترط لصحتها سبعة اشياء الاول المصر؛ الدرالمختار كتاب الصلوة، باب الجمعة، ص ٦، ج٣: مكتبه رشيديه جديد) وتقع فرضا فى القصبات والقرى الكبيرة التى فيها اسواق؛ ردالمحتار كتاب الصلوة، باب الجمعة، ص ٨، ج٣: مكتبه رشيديه جديد) وكذا فى البحر الرائق، كتاب الصلوة- باب صلوة الجمعة، ص ٢٤٥، ج٢: مكتبه رشيديه) وكذا فى التاتارخانيه كتاب الصلوة، النوع الثانى فى بيان شرائط الجمعة، ص ٤٩، ج٢: طبع اداره القرآن والعلوم الاسلامية)

۲) لاتجوز فى الصغيرة التى ليس فيها قاض و منبر و خطيب؛ ردالمحتار، كتاب الصلوة باب الجمعة، ص ٨، ج٣، مكتبه رشيديه جديد) وكذا فى البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب صلوة الجمعة، ص ٢٤٥، ج٢: مكتبه رشيديه) وكذا فى التاتارخانيه كتاب الصلوة، ص ٤٩، ج٢، طبع ادارة القرآن والاعلوم الاسلاميه)-

۳) قوله تؤدى فى مصر فى مواضع اى يصح اداء الجمعة فى مصر واحد بمواضع كثيرة؛ البحرالرائق، كتاب الصلوة، باب الجمعة، ص ٢٥٠، ج٢: طبع رشيديه) وكذا فى الدرالمختار كتاب الصلوة باب الجمعة، ص ١٨، ج٣: مكتبه رشيديه جديد) وكذا فى التاتارخانيه كتابالصلوة، شرائط الجمعه ص ٥٠، ج ٢، طبع ادارة القرآن والعلوم لاسلاميه)-

٤) والخروج اليها: اى الى الجبانة لصلاة العيد سنة؛ الدرالمختار: كتاب الصلوة باب صلوة العيد ص ٥٥، ج٣، مكتبه رشيديه جديد) وكذا فى التاتارخانيه كتاب الصلوة، شرائط صلاة العيد، ص ٨٩، ج٢، طبع ادارة القرآن والعلوم الاسلاميه) وكذا فى البدائع الضائع كتاب الصلوة فصل صلوة العيد ص ٢٧٥، ج١: مكتبه رشيديه كوئٹه)

ہماری آبادی تقریباً سولہ میل چوک سنداراور گیارہ میل چوک اعظم سے دور ہے- کیا ہمارے چک میں جمعہ جائز ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں بر تقدیر صحت واقعہ تحریر کردہ کوائف کے تحت یہ موضع قریہ کبیرہ ہے لہٰذا اس میں اقامت جمعہ درست ہے [1]- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

جیل میں جمعہ قائم کرنے کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ آج کل پاکستان میں سنٹر جیل خانے میں قیدیوں کی تعداد ہزار دو ہزار کے لگ بھگ ہوتی ہے- جہاں حکومت پاکستان نے دیگر سہولتوں کے ساتھ جمعہ اور عیدین کی نماز با جماعت کی سہولتیں بھی دی ہیں- بلکہ احکام متعلقہ جیل خانہ جات خود ان نمازوں کے اجتماع کا اہتمام کرتے ہیں اور جمعہ کو قیدیوں کو آدھا دن مشقت معاف ہوتی ہے- نیز قیدی حضرات اپنے اپنے بارکوں میں پانچ وقت نماز با جماعت ادا کرتے ہیں- اسی طرح جمعہ وعیدین بھی، نیز وقتی نمازوں کی جماعت کے لیے قیدیوں میں سے کوئی لکھا پڑھا جو کہ مسائل دینیہ سے واقف ہوتا ہے- اس کو اپنا امام مقرر کر کے اس کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں-

اب حل طلب سوال یہ ہے کہ فقہ حنفی کی رو سے یہ عیدین اور جمعہ اور وقتی نمازیں جماعت وغیرہ درست ہوتی ہیں یا کہ نہیں؟ کیونکہ بعض لوگ اس کے بھی قائل ہیں کہ جیل خانوں میں جمعہ وعیدین نیز قیدی کے بے اختیار ہونے کے سبب نماز با جماعت بھی نہیں ہوسکتی- کیونکہ قیدی قیام کا مختار نہیں ہوتا- تو اس لیے براہ کرم مدلل جواب عنایت فرمادیں تاکہ اس پر فقہ حنفی کے مطابق عمل ہو سکے اور نمازوں کے خراب ہونے سے لوگ محفوظ رہیں- بینوا توجروا

---

۱) کما فی ردالمحتار: تقع فرضا فی القصبات والقری الکبیرة التی فیها اسواق (کتاب الصلاة- باب الجمعة، ص ۱۳۸، ج۲: ایچ ایم سعید کراچی)
وکذا فی التاتارخانیه، کتاب الصلوة شرائط الجمعة، ص ۴۹، ج۲، طبع ادارة القرآن والعلوم الاسلامیه)
وکذا فی البحرالرائق: کتاب الصلوة باب صلوة الجمعة، ص ۲۴۸، ج۲: مکتبه رشیدیه)

﴿ج﴾

قیدیوں پر نماز جمعہ واجب نہیں [۱]- لیکن اگر ان کو نماز جمعہ پڑھنے کی آزادی دی جاتی ہے اور وہ جماعت کے ساتھ نماز ادا کریں تو ان کی نماز ادا ہو جائے گی اور ظہر ان کے ذمہ سے ساقط ہو جائے گی [۲]- عالمگیری میں ہے [۳]- و من لا جمعة عليه ان اداها جاز عن فرض الوقت اور جو پنجگانہ نماز پڑھتے ہیں وہ بھی ادا ہو جائے گی-

﴿الجواب الثانی﴾

اقول ان الدلائل التی اوردها المجیب لاثبات ما هو المذكور فی السوال قاصرة عن اثبات جواز الجمعة فی السجن و كان عليه ان ياتی بكلام مثبت لاذن عام فی السجن ايضًا بيد ان كثيرا من فقهاء الحنفية قد صرحوا بان الاذن العام شرط لصحة الجمعة حيث قال صاحب بحر الرائق قوله و الاذن ای شرط صحتها الاداء على سبيل الاشتهار حتى لو ان اميرًا اغلق ابواب الحصن و صلى فيه بأهله و عسكره صلوة الجمعة لا تجوز و قد عد صاحب در المختار [۴] الاذن العام من شروط صحة الاداء حيث قال و السابع الاذن العام و شرحه العلامة الشامی قوله الاذن العام بهذا النمط ای ان ياذن

---

١) انما صرح بالمسجون مع دخوله فی المعذور للاختلاف فی اهل السجن بحر الرائق، كتاب الصلوة، باب الجمعة، ص ٢٦٩، ج٢: مكتبه رشيديه) وكذا فی الدر المختار، كتاب الصلوة، مطلب فی الشروط الجمعة، ص ٣٣، ج٣: مكتبه رشيديه جديد)

وكذا فی الهنديه: كتاب الصلوة۔ باب فی صلوة الجمعة، ص ١٤٥، ج١: طبع مكتبه رشيديه كوئٹه)

٢) ولو حضروا وصلوا الجمعة، أجزأتهم ولم يلزمهم الظهر لان سقوط الوجوب عنهم للرفق بهم فاذا تحملوا المشقة وقعت فرضاً؛ حلبی كبير كتاب الصلوة باب الجمعة، ص ٥٤٩، طبع سعيدی كتب خانه)

وكذا فی الدر المختار: كتاب الصلوة، مطلب فی شروط وجوب الجمعة، ص ٣٣، ج٣، مكتبه رشيديه جديد)

وكذا فی البحر الرائق: كتاب الصلوة باب صلوة الجمعة، ص ٢٦٦، ج٢، مكتبه رشيديه)

٣) عالمگيريه كتاب الصلوة، فصل صلوة الجمعة، ص ١٤٤، ج١، مكتبه رشيديه)

٤) الدر المختار: كتاب الصلوة باب الجمعة، ص ٢٨، ج٣، مكتبه رشيديه جديد)

للناس اذنًا عامًا بان لا يمنع احدا ممن يصح منه الجمعة عن دخول الموضع الذى تصلى فيه اى تيسر للعوام الدخول فى السجن للصلوة– بغلق الابواب و اتحاز الابواب اللهم الا ان يقال ان صلوٰة الجمعة فى السجن جائزة و لكن لا كما قال المجيب لان دليله غير مثبت للاذن العام غاية ما اثبته ان المسافر والمريض والعبد و احزابهم ان اد وا الجمعة يجزئهم و يسقط عنهم الظهر كما قال صاحب بحرالرائق قوله و من[1] لا جمعة عليه ان اداها جاز عن فرض الوقت لانهم تحملوه و اطال الى قوله و اما من كان اهلا للوجوب كالمريض والمسافر والمرأة والعبد يجزئهم و يسقط عنهم الظهر فعلم ان ما قاله المجيب ناطق بمافى بحرالرائق لا بما كان ينبغى له اثباته هو اثبات الاذن العام و ينبغى ان يستدل على جواز الجمعة فى السجن بما فى الدرالمختار[2] والاذن العام من الامام هو يحصل بفتح ابواب الجامع للواردين (كافى) فلا يضر غلق باب القلعة لعدو اولعادة قديمة لان الاذن العام مقرر لاهله و غلقه لمنع العدو لا المصلى الخ و بمافى شرحه للعلامة الشامى حيث قال وينبغى ان يكون محل النزاع ما اذا كانت لا تقام الا فى محل واحدٍ امالو تعددت فلا لانه لا يتحقق التفويت كما افاده التعليل تامل هذا ما عندى و علم الصواب عند ربى لعل عند غيرى احسن من هذا والسلام–

جس گاؤں میں کچھ ضروریات پوری ہوتی ہوں اس میں جمعہ کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک گاؤں جس کے اندر یہ شرائط موجود ہیں ترکھان، حجام، کثانہ، سرکاری چوکی، چوکیدار سرکاری عدالت دو کنوئیں، دوکان درمیانی، ایک دوکان حکیم کی معمولی، اس سے پہلے جمعہ ادا کیا جاتا تھا جس کی وجہ سے اب شروع کیا ہوا ہے- پہلے کئی وجوہات ہوئیں جن کے سبب درہم برہم ہوگیا اور عید کی نماز بھی ادا کی جاتی تھی اور مولوی امام مسجد ھدایہ اولین تک کچھ پڑھا ہوا ہے- اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ جمعہ ادا کرنا چاہیے یا چھوڑ دیں- تقریباً ڈیڑھ میل کے فاصلے پر موچی لوہار موجود ہے

---

۱) بحرالرائق: كتاب الصلوة، باب صلوة الجمعة، ص ٢٦٦، ج٢: مكتبه رشيديه كوئٹه)

۲) الدرالمختار: كتاب الصلوة، والشرط السابع الاذان العام، ص ٢٨ تا ٢٩، مكتبه رشيديه، جديد كوئٹه)

جس سے ضرورت پوری ہوسکتی ہے۔

﴿ج﴾

جس گاؤں کے متعلق سوال کیا گیا ہے اس میں نماز جمعہ جائز نہیں کیونکہ یہ گاؤں ہے۔ نہ شہر ہے اور نہ قصبہ اور نہ قریہ کبیرہ۔ البتہ اگر اس گاؤں کی آبادی چار ہزار ہو تو اس میں پھر جمعہ جائز ہے۔ درمختار میں ہے۔ **وتقع فرضا فی القصبات والقری الکبیرة التی فیها اسواق الی قوله لا تجوز فی الصغیرة التی لیس فیها قاض و منبر و خطیب** [1] اس قسم کے گاؤں کے متعلق امداد الفتاویٰ [2] میں بھی یہی حکم نظر سے گزرا ہے۔

چند افراد کے جمع ہو جانے پر جمعہ قائم کرنے کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ میں کہ ہمارے مدرسہ میں دس طلبہ اور چار پانچ مسافر نماز جمعہ میں ہوتے ہیں ہمارے اس اڈہ میں تین دوکان آڑھت اور تین کریانہ اور تین ہوٹل ہیں اور تین دوکان قصاب کی ہیں اور اڈہ میں تقریباً آٹھ گھر آباد ہیں اور ہمارے بالکل قریب بریلوی حضرات نے مسجد تعمیر کروا رکھی ہے جو کہ بعد میں تعمیر کی گئی بوجہ عناد دینی ہونے کے اور ساتھ ہی بالکل قریب شیعوں کا امام باڑہ تیار ہو رہا ہے اور ہمارا مقصد و منشاء تبلیغ دین کی اشاعت ہے اور لہٰذا مسئلہ یہ درپیش ہے کہ ہمیں نماز جمعہ پڑھنا چاہیے یا نہیں برائے مہربانی ہمیں اس فتویٰ کی ضرورت ہے کہ آیا یہاں نماز جمعہ ہوتا ہے یا کہ نہیں۔

---

۱) ردالمحتار: کتاب الصلاة، باب صلاة الجمعة، ص ۱۳۸، ج۲: طبع ایچ ایم، سعید

کذا فی حاشیة الهدایه کتاب الصلاة، باب الصلاة الجمعه، ص ۱۷۷، ج۱: حاشیه نمبر ۵ طبع مکتبه رحمانیه لاهور)

کما فی البحر الرائق: شرط ادائها المصر وهو کل موضع له امیر و قاض ینفذ الاحکام ویقیم الحدود ولا تصح فی القریه ولا مفازة...... واما السنة فعلی القری الکبیره والمتستجمعه للشرائط ۱ھ، کتاب الصلاة باب الصلا الجمعه، ص ۲۴۸-۲۴۵، ج۲: طبع رشیدیه کوئٹه)

۲) امداد الفتاوی: کتاب الصلاة باب صلاة الجمعه والعیدین، ص ۴۱۶، ج۱: طبع دارالعلوم کراچی)

﴿ج﴾

آپ کے ہاں اقامت جمعہ درست نہیں ظہر کی نماز پڑھتے رہیں[1] جمعہ کی نماز پڑھنے سے ظہر بھی ذمہ سے ساقط نہ ہوگی[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

بڑے گاؤں سے ملحق آبادی میں جمعہ وعیدین کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک گاؤں جس کی آبادی ڈیڑھ ہزار کے قریب ہے۔ اس میں فرقہ بریلوی حضرات شروع ہی سے جمعہ وعیدین بالالتزام پڑھتے ہیں اور دیوبندی عقائد کے لوگ اس میں شرکت نہیں کرتے۔ اس گاؤں سے تین میل دور ایک بڑا گاؤں ہے۔ جس کی آبادی سات آٹھ ہزار ہے جہاں عیدین کی نماز میں شرکت کرنا مشکل ہے۔ لیکن اس بڑے گاؤں کی زرعی زمین کی حد آخر چار فرلانگ ہے۔ جہاں پر اس بڑے گاؤں کا قبرستان بھی ہے۔ نیز بڑے گاؤں کے مویشی بھی یہاں آ کر چرتے ہیں۔ کیا اس چھوٹے گاؤں کے آدمی اس جگہ اپنی عیدین کی نماز ادا کر سکتے ہیں اس گاؤں کے دیوبندی عقائد کے لوگوں کو اگر اس جگہ پر عیدین کی نماز کی اجازت مل جائے تو پھر یہ تمام نماز عیدین ادا کر سکتے ہیں۔ چند گنتی کے افراد بڑے شہر میں نماز عید ادا کر سکتے ہیں اکثر لوگ نماز عید سے محروم ہو جاتے ہیں۔ یا بریلوی حضرات کی عیدین میں شرکت کرلیں۔ ایسا کرنے سے ان کی تعداد زیادہ ہو جائے گی۔

---

۱) لایقیم الجمعة الافی مصر جامع اوفی مصلی المصر ولاتجوز فی القری لقوله علیه السلام لا جمعة ولاتشریق ولا فطروالااضحی الافی مصر جامع والمصر الجامع کل موضع له امیر و قاض ینفذ الاحکام ویقیم الحدود۔ هدایه کتاب الصلاة باب صلاة الجمعة، ص ۱۷۷، ج۱، طبع رحمانیه لاهور۔ وکذا فی البحرالرائق: کتاب الصلاة باب صلاة الجمعة، ص ۲٤٥، ج۲: طبع رشیدیه کوئٹه)۔ وکذا فی الدرالمختار مع ردالمحتار کتاب الصلاة باب الصلاة الجمعه ص ۱۳۷/۳۸۰، ج۲: طبع ایچ ایم سعید کراچی)

۲) کما فی ردالمحتار: الاتری ان فی الجواهر: لوصلوا فی القری لزمهم اداء الظهر۔ کتاب الصلاة باب صلاة الجمعه، ص ۱۳۸، ج۲: طبع ایچ، ایم سعید
وکذا فی جامع الرموز، فصل صلاة الجمعه ص ۲٦۲۰، ج۱ طبع سعید)
واما القری فان ارادا الصلاة فیها فغیر صحیحة علی المذهب (البحرالرائق: کتاب الصلاة باب صلاة الجمعة، ص ۲٤۸، ج۲: طبع رشیدیه کوئٹه)

﴿ج﴾

یہ مسلم ہے کہ دیہات میں جمعہ وعیدین کی نماز مذہب حنفی میں درست نہیں ہے (۱) اور جس مقام کی نسبت سوال ہے یہ مستقل آبادی ہے- بڑے گاؤں سے متعلق نہیں اور فناء سے بھی خارج ہے- لہٰذا جب اس چھوٹے گاؤں کے اہالیان کے ذمہ جمعہ وعیدین نہیں ہے تو کیوں خواہ مخواہ تکلیف کرتے ہیں لیکن اگر وہ ضرور ادا کرنا چاہیں تو چار فرلانگ کے فاصلہ کو بڑے گاؤں کی حد اخیر سمجھنا سراسر غلط ہے- فناء مصر کے بارے میں علامہ شامی نے جو اقوال نقل کیے ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس بڑے گاؤں کی فناء میں اتنی وسعت نہیں ہے- درمختار میں فناء مصر کے بارے میں ہے- والمختار (۲) للفتوی تقدیرہ بفرسخ -اس پر علامہ شامی نے لکھا ہے- و جملة (۳) **اقوالهم فی تقدیره ثمانیة اقوال- او تسعة غلوة، میل، میلان، ثلاثة، فرسخ، فرسخان، ثلاثة، سماع الصوت، سماع الاذان والتعریف احسن من التحدید لانه لا یوجد ذلک فی کل مصر و انما هو بحسب کبر المصر وصغره-** شامی کے اس جملہ کا مطلب یہ ہے کہ فناء مصر کے متعلق جتنے اقوال ہیں ان کا اعتبار شہر کی آبادی سے متعلق ہے- پس اگر شہر بہت بڑا ہو تو اس کی فناء تین فرسخ یا دو فرسخ یا دو میل مقرر کرنا چاہیے- الغرض جتنا شہر اتنی فنا- لیکن سوال میں جس بڑے گاؤں کے متعلق سوال کیا گیا ہے وہ تو شہر بھی نہیں ہے بلکہ ایک قصبہ ہے تو اس کی فناء اتنی دور یعنی اڑھائی میل تک مقرر نہیں کی جاسکتی نیز سوال میں بھی اس کا اعتراف ہے کہ اس بڑے گاؤں کا عام قبرستان گاؤں کے قریب ہی ہے تو بس اس قبرستان تک اس بڑے گاؤں کی فناء مانی جائے گی اس سے آگے نہیں (۴)- لہٰذا چھوٹے گاؤں کے باشندگان اگر چار فرلانگ اپنے گاؤں سے دور جا کر نماز عید پڑھیں تو جائز نہیں ہے- واللہ تعالیٰ اعلم-

---

۱) كما فى الهدايه: ولا تصح الجمعة الافى مصر جامع اوفى مصلى المصر ولاتجوز فى القرى لقوله عليه السلام لا جمعة ولا تشريق ولافطر ولااضحى الافى مصر جامع والمصر الجامع كل موضع له امير و قاض ينفذالاحكام ويقيم الحدود، كتاب الصلاة باب صلاة الجمعه، ص ١٧٧، ج١: طبع مكتبه رحمانيه لاهور- وكذا فى البحر الرائق: كتاب الصلاة، باب الصلاة الجمعه، ص ٢٤٥، ج٢: طبع مكتبه رشيديه كوئٹه)- وكذا فى الدرالمختار مع ردالمحتار: كتاب الصلاة، باب الصلاة الجمعه، ص ١٣٨-١٣٧، ج٢: طبع ايچ، ايم سعيد كراچى)

۲) ردالمحتار: كتاب الصلاة، باب صلاة الجمعه ص ٣٩٠، ج٢: طبع ايچ ايم سعيد-

۳) ردالمحتار: كتاب الصلاة، باب الصلاة الجمعه، ص ١٣٩، ج٢ طبع ايچ، ايم سعيد
وكذا فى حاشية الهدايه: كتاب الصلاة، باب الصلاة الجمعة، ص ١٧٧، ج١: حاشيه نمبر ٨، طبع رحمانيه لاهور- وكذا فى منحة الخالق على هامش البحر الرائق: كتاب الصلاة، باب الصلاة الجمعه، ص ٢٤٧، ج٢: طبع رشيديه كوئٹه)

٤) فى منحة الخالق على هامش البحر الرائق: ان الفناء ما أعدلدفن الموتى و حوائج المعركة كركض الخيل والدواب كتاب الصلاة، باب صلاة الجمعه ص ٢٤٧، ج٢: طبع رشيديه كوئٹه)وكذا فى حلبى كبير كتاب الصلاة باب صلاة الجمعه: ص ٥٥١، طبع سعيدى كتب خانه كانسى روڈ، كوئٹه) كذا فى درالمختار: كتاب الصلاة، باب صلاة الجمعة، ص ٩، ج٣، طبع مكتبه رشيديه جديد كوئٹه)

جامع مسجد کے ہوتے ہوئے عیدگاہ میں جمعہ پڑھانے کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین دریں مسئلہ کہ ایک جامع مسجد کے قریب تقریباً چالیس پینتالیس گز کے فاصلہ پر ایک قدیمی عیدگاہ ہے، اس عیدگاہ میں صرف عیدین کے موقع پر نماز پڑھی جاتی تھی، باقی ایام میں یہاں کوئی نماز باجماعت ادا نہیں کی جاتی - اس عیدگاہ کے قریب قدیمی جامع مسجد میں نماز پنجگانہ باجماعت اور جمعہ پڑھایا جاتا ہے - اب چند دنوں سے ایک مولوی صاحب نے اس عیدگاہ میں نماز جمعہ پڑھانا شروع کر دیا ہے ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں - بینوا توجروا

﴿ج﴾

مذکورہ عیدگاہ میں نماز جمعہ شرعاً جائز ہے[1]، پڑھانے والے نے اچھی نیت سے شروع کی ہوگی تو ثواب بھی ملے گا، نیت فاسد ہوگی تو فساد نیت کا وبال اسی پر ہے اور نماز جمعہ جائز ہے[2] - البتہ جامع مسجد میں نماز جمعہ ادا کرنا اولیٰ ہے[3] - اس لیے اگر دونوں فریق یعنی عیدگاہ والوں اور قریبی جامع مسجد والوں میں مصالحت ممکن ہے تو آپس میں مصالحت کر کے جامع مسجد میں نماز جمعہ ادا کریں - واللہ تعالیٰ اعلم

---

۱) کما فی ھدایہ: ولاتصح الجمعة الافی مصر جامع اوفی مصلی المصر ، کتاب الصلاة باب صلاة الجمعة، ص ۱۷۷، ج۱: طبع مکتبہ رحمانیہ لاھور۔ وکذا فی البنایہ: کتاب الصلاة، باب صلاة الجمعہ، ص ٤٢، ج۳: مکتبہ دارالکتب العلمیہ ، بیروت، لبنان۔ وکذا فی البحرالرائق: کتاب الصلاة، باب الصلاة الجمعة، ص ٢٤٥، ج۲: طبع مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

۲) بقولہ تعالیٰ: من عمل صالحاً فلنفسہ ومن اسآء فعلیھا سورۃ جاثیہ آیت نمبر ١٥، پارہ ٢٥

کذا فی مشکوٰۃ المصابیح: کتاب العلم الفصل الاوّل ص ٣٣، ج۱: طبع قدیمی کتب خانہ کراچی

۳) کما فی الدرالمختار: افضل المساجد مکة ثم المدینة ثم القدس ثم الاعظم ثم الاقرب۔ باب مایفسد الصلاة، ومایکرہ فیھا ص ٦٥٨، ج۱: مکتبہ ایچ ۔ ایم سعید کراچی) وکذا فی المختار الصابیح: کتاب الصلاۃ۔ باب المساجد و مواضع الصلاۃ۔ ص ٧٢٠، قدیمی کتب خانہ کراچی)

وکذا فی الھندیہ: کتاب الکراھیۃ: الباب الخامس ص ٣٢١، ج٥، طبع مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

کما فی مشکوٰۃ المصابیح عن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انما الاعمال بالنیات قبل کتاب الایمان ص ١١، ج۱: طبع قدیمی کتب خانہ کراچی)وکذا فی الصحیح البخاری: باب کیف کان بدؤالوحی الخ، ص ٢، ج۱: طبع قدیمی کتب خانہ کراچی)

تین سو افراد کی آبادی میں عرصہ گیارہ سال سے جمعہ پڑھا جارہا ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ایک گاؤں جس کی آبادی تقریباً تین سو افراد پر مشتمل ہے اس میں عرصہ گیارہ سال سے جمعہ پڑھا جارہا ہے، جمعہ میں شرکت کرنے والوں کی تعداد زیادہ سے زیادہ بیس اور کم سے کم چھ یا سات ہوتی ہے کیا مذکورہ گاؤں میں نماز جمعہ مذہب حنفی کے مطابق ادا ہو جاتی ہے یا ظہر کی نماز ضائع کر رہے ہیں، کتب معتبرہ سے براہ کرم جواب دے کر مطمئن فرمائیں۔

﴿ج﴾

لا جمعة [1] ولا تشريق الا فی مصر جامع۔ (الحدیث)

حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مذہب میں اس طرح کے گاؤں میں جمعہ اور عیدین کی نماز جائز نہیں، مذہب حنفی میں اس کی کوئی گنجائش نہیں ہے اور نہ اس مسئلہ میں کسی قسم کا خفاء ہے۔ تعجب ہے کہ حنفی مسلک کے مقلدین کو اس کے پوچھنے کی ضرورت کیوں محسوس ہوتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

نماز جمعہ کے ترک سے نہ روکنے والے امیر کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک علاقہ یا گاؤں میں عوام الناس تارک الصلوٰۃ والجمعہ و مرتکب ہمیشہ فسق و فجور و عادی دعا بعد الجنازہ ہیں، وہاں کا امیر مختار بحیثیت اختیار عوام الناس کو ترک دعا پر مجبور باقی افعال مکلفہ پر مجبور تو کیا بلکہ امر ہی نہیں کرتا اور وہ امر بترک دعا و عدم امر بالمعروف مؤاخذ اور عوام الناس بترک اطاعۃ اولی الامر و بموجب قول امام سرخسی رحمہ اللہ **ان ما تعارفه الناس بالخير فليس فی عينه نص يبطله فهو جائز** کے مؤاخذ یا ماجور ہوں گے یا نہ۔ بینوا توجروا۔

---

۱) كما فی الهدايه: لقوله عليه السلام لا جمعة ولاتشريق ولا فطر ولااضحى الافى مصر جامع۔ كتاب صلاة يا صلاة الجمعة، ص ۱۷۷، ج۱: طبع رحمانيه لاهور۔
(وكذا فی البدائع والصنائع: كتاب الصلاة باب صلاة الجمعة ص ۲۵۹، ج۱: طبع مكتبه رشيديه كوئٹه)۔ وكذا فی حلبی كبير: كتاب الصلاة، فی الصلاة الجمعة، ص ۵۴۹، طبع سعيدی كتب خانه كانسی روڈ، كوئٹه)

﴿ج﴾

ترک صلوٰۃ جمعہ (جہاں جمعہ واجب ہو) گناہ کبیرہ ہے[1]، نیز دعاء بعد الجنازہ بہیئت معروفہ بدعت سیئہ ہے[2]، نہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم وصحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے منقول اور نہ خیر القرون میں معمول رہا ہے اور تمام فقہاء نے اس کے عدم جواز پر تصریح کی ہے۔ اب ایسے شخص کو جوان باتوں سے قوم کو روک سکتا ہے اور اس کی بات قوم مانتی ہے لازم ہے کہ وہ ترک صلوٰۃ وجمعہ ودعاء بعد الجنازہ وغیرہ منکرات سے قوم کو روکے ورنہ وہ گنہگار ہوگا[3] اور اگر کسی سے روکتا ہے اور کسی سے نہیں روکتا ہے تو اس کے روکنے سے گناہ تو کیا اور ثواب ہوگا اور جس سے نہیں روکا اس کا گناہ ہوگا، اس کو چاہیے کہ سب سے روکے لیکن خلوص نیت اور اقامت دین کی نیت ہو، فساد برپا کرنے یا ذاتی رنجش کی وجہ نہ ہو[4]۔ اس طرح کی نیت سے ثواب نہیں ہوگا۔ لیکن اس کے باوجود اسے اس تبلیغ سے روکا نہیں جائے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

---

١) كما فى تنوير الابصار مع الدرالمختار: (وهى) فرض عين (يكفر جاحدها) لثبوتها بالدليل القطعى كما حققه الكمال وهى فرض مستقل آكد من الظهر، كتاب الصلاة باب صلاة الجمعة، ص ٥، ج٣، طبع رشيديه، جديد كوئٹه) (وكذا فى حلبى كبير كتاب الصلاة، صلاة الجمعة ص ٥٤٧، طبع سعيدى كتب خانه كانسى روڈ كوئٹه)۔ وكذا فى بدائع الصنائع: كتاب الصلاة فصل واما صلاة الجمعه: ص ٢٥٦، ج١: طبع رشيديه سركى روڈ كوئٹه)

٢) وكما فى الفتاوى البزازية على هامش الفتاوى العالمگيرية۔ ولايقوم بالدعاء بعد صلاة الجنائز لانه، دعا مرة لان اكثرها دعاء كتاب الصلاة الباب الخامس والعشرون فى الجنائز وفيه شهيد ص ٧٨، ج ٤، طبع مكتبة العلوم اسلاميه بلوچستان۔ وكذا فى خلاصة الفتاوى كتاب الصلاة، نوع منه، اذا جمعت الجنائز يصلى عليها ص ٢٢٥٠، ج١: طبع مكتبه رشيديه كوئٹه) وكذا فى مرقاة المفاتيح كتاب الجنائز: باب المشى بالجنازة والصلاة عليها الفصل الثالث حديث نمبر ١٦٨٧، ص ١٤٩، ج٤: طبع دارالكتب العلميه بيروت لبنان۔

٣) وكما فى مرقاة المفاتيح: قال النووى رحمه الله فى شرح مسلم: قوله: فليغيره بيده وهوامر ايجاب وقد تطابق على وجوبه الكتاب والسنة واجماع الامة...... ومن تمكن منه وتركه بلاعذر أثم۔ ص ٨٦٢، ج ٨، طبع مكتبه رشيديه۔ وكذا فى الصحيح المسلم: كتاب الايمان باب بيان كون النهى عن المنكر...... وان الامر بالمعروف ونهى عن المنكر واجبان ص ٥١، ج ١ طبع قديمى كتب خانه، كراچى)

٤) كما فى الصحيح البخارى: عن عمر بن خطاب رضى الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم انما الاعمال بالنيات، باب كيف كان بدؤ الوحى الخ، ص ٢، ج١: طبع قديمى كتب خانه كراچى۔ وكذا فى مشكوٰة المصابيح: قبل كتاب الايمان ص ١١٠، طبع قديمى كتب خانه، كراچى

سکیم پر جانے والی فوج کے لیے جمعہ کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ہم لوگ فوجی ہیں، رات دن بھاگ دوڑ میں رہتے ہیں باہر سکیم پر جاتے ہیں کبھی دو دن کے لیے کبھی دو مہینے کے لیے ہمارے پاس مولوی صاحب بھی ہوتے ہیں۔ ایک جگہ ڈیرہ لگاتے ہیں تقریباً پانچ چھ سو تو سپاہی ہوتے ہیں علاوہ ازیں افسر بالا بھی ساتھ ہوتے ہیں تقریباً سات آٹھ سو کے قریب نفری ہو جاتی ہے۔ کیا ہم نماز جمعہ یا عیدین کی خوشی منا سکتے ہیں یعنی پڑھ سکتے ہیں۔ کیونکہ ایک جگہ پر چین سے بیٹھنا تو نصیب نہیں ہوتا۔ اگر شرعاً منع ہے تو کن صورتوں میں منع ہے۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ واضح رہے کہ جمعہ کے جواز کے لیے اہل سنت والجماعت کے چاروں مذہبوں [1] میں ایسی جگہ کا ہونا شرط ہے جہاں مستقل طور پر گرمی سردی میں لوگ بستے ہیں [2]۔ صحرا بیابانوں اور جنگلوں میں جمعہ کسی کے نزدیک جائز نہیں [3] اسی لیے تو میدان عرفات میں جہاں لاکھوں حاجی جمع ہوتے ہیں چونکہ وہاں عارضی طور پر خیمے نصب کر دیے جاتے ہیں مستقل آبادی وہاں نہیں ہے اس لیے اگر جمعہ کا دن ہو تب بھی وہاں جمعہ کی نماز کسی مذہب میں بھی جائز نہیں ہے [4] اور نہ وہاں جمعہ کی نماز پڑھی جاتی ہے بلکہ صرف ظہر و عصر ہی کی

---

۱) كما فى فقه الاسلامى وادلته: قال الحنفية: يشترط الإقامة فى مصر أى بلد كبير ...... وقال المالكؒ ...... وتجب الجمعه على مقيم ببلد الجمعة ...... وقال الشافعية: تجب الجمعة على المقيم فى بلد ...... ومذهب الحنابلة۔ تجب الجمعة ...... على مقيم فى بلد۔ (الفصل العاشر۔ أنواع الصلاة۔ المبحث الثانى، صلاة الجمعة، المطلب الثالث من تجب عليه الجمعة، أوشروط وجوب الجمعة، ص ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ج ۲: مكتبه دار الفكر المعاصر بيروت)

۲) الجمعة فريضة على الرجال الاحرار العاقلين المقيمين فى الامصار الخ۔ قاضيخان ص ۱۷٤، ج ۱: طبع بلوچستان بك ڈپو۔ وايضاً فى الجوهرة النيرة، ص ۱۰٦، ج ۱: طبع قديمى كتب خانه وايضاً فى فتاوى النوازل، ص ۱۱٤، طبع مكتبه اسلاميه، كوئٹه)

۳) حتى لاتصح فى قرية ولامفازة، الخ۔ بحر الرائق: ص ۲٤٥، ج ۲: مطبع رشيديه جديد۔ وايضاً فى الهندية، ص ۱٤٥، ج ۱: طبع بلوچستان بك ڈپو، وايضاً فى الجوهرة النيرة، ص ۱۰٦، ج ۱: طبع قديمى كتب خانه۔

٤) ولا جمعة بعرفات اتفاقاً هندية ص ۱٤٥، ج ۱: طبع بلوچستان بك ڈپو، وايضاً فى الدر المختار، ص ۱۸، ج ۳، طبع رشيديه جديد، وايضاً فى البحر الرائق: ص ۱٤۲، ج ۲: مكتبة الماجدية كوئٹه)

نماز پڑھتے ہیں- باقی امام اعظم رحمۃ اللہ تعالی علیہ کے نزدیک تو معمولی آبادیوں دیہاتوں وغیرہ میں جمعہ جائز نہیں ہوتا[۱]- اس لیے ان کے نزدیک باوجود مستقل آبادی ہونے کے شہر کا ہونا بھی ضروری ہے-صورت مسئولہ میں اگر آپ کی سکیم کسی شہر کی حدود میں اوراس کے قرب وجوار میں یعنی حدود کمیٹی میں ڈیرہ ڈالے تب تو وہاں آپ لوگ شہر ہونے کی وجہ سے جمعہ پڑھ سکتے ہیں اور اگر شہر کی حدود میں ڈیرہ نہیں ڈالا بلکہ جنگل وبیابان یا کسی دیہات کے قرب وجوار میں تو ایسی جگہ جمعہ کی نماز پڑھنی جائز نہیں ہے- بلکہ آپ لوگوں کے ذمہ ظہر کی چار رکعتیں فرض ہیں-لہٰذا ایسی صورت میں جمعہ کے روز آپ لوگ ظہر کی چار رکعتیں باجماعت ادا کرلیا کریں[۲]-اس طرح عید کی نماز کا بھی یہی حکم ہے کہ ایسی صورت میں آپ نماز عید نہ پڑھیں اور دوسری جائز خوشیاں جو ہیں وہ منائیں-

کما قال فی البحر الرائق [۳](قوله و شرط ادائها مصر) ای شرط صحتها ان تؤدی فی مصر حتی لا تصح فی قرية ولا مفازة لقول علی رضی الله عنه لا جمعة ولا تشريق ولا صلاة فطر ولااضحی الا فی مصر جامع او مدينة عظيمة -الخ

و فی المبسوط [۴] اما المصر فهو شرط عندنا و قال الشافعی رحمه الله تعالی ليس بشرط فكل قرية سكنها اربعون من الرجال لا يظعنون عنها شتاء ولا صيفا- الخ

و فی كتاب الفقه فی بيان مذهب الحنابلة- ولا تجب الجمعة علی سكان الخيام و لا علی اهل القری الصغيرة التی لايتجاوز عدد سكانها اربعين- الخ- و فيه ايضا فی بيان مذهب المالكية ج ١ ص ٣٨١- (الشرط) الاول استيطان قوم ببلد او جهته بحيث يعيشون فی هذا البلد دائما امنين علی انفسهم من الطواری الغالبة-الخ-فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

١) لاتجوز (الجمعة) فی الصغيرة التی ليس فيها قاض و منبر و خطيب، الخ، شامی ص ٨، ج٣، طبع رشيديه جديد، وايضاً فی الجوهرة النيرة- ص ١٠٦، ج١: طبع قديمی كتب خانه، وايضاً فی البحر الرائق، ص ١٤٠، ج٢: طبع مكتبة الماجدية، كوئٹه)

٢) من لاتجب عليهم الجمعة، لبعد الموضع صلوا الظهر بجماعة، شامی، ص ٣٦، ج٣، طبع رشيديه جديد- وايضاً فی قاضی خان بهامش فی الهندية- ص ١٧٧، ج١: طبع بلوچستان بك ڈپو- وايضاً فی فتاوی النوازل، ص ١١٥، طبع مكتبه اسلاميه كوئٹه-

٣) البحر الرائق: ص ١٤٠، ج٢: باب صلوة الجمعة، طبع المكتبة الماجدية، كوئٹه- وايضاً فی الجوهرة النيرة- ص ١٠٥، ج١، طبع قديمی كتب خانه- وايضاً فی الهداية، ص ١٧٧، ج١: مكتبه رحمانيه، لاهور

٤) المبسوط السرخسی: كتاب الصلاة، باب الصلاة الجمعة، ص ٢٣، ج٢: مكتبه ادارة القرآن، كراچی)

تیس گھروں کی آبادی والی بستی میں جمعہ کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام کہ ایک ایسی بستی جہاں نماز فرضی جماعت سے بمشکل ادا کی جاتی ہے اور جس کی آبادی بیس سے تیس گھر ہوں تو ایسی بستی میں نماز عیدین اور نماز جمعہ درست ہے یا نہ۔ صحیح جواب دے کر عنداللہ ماجور ہوں۔

﴿ج﴾

ایسی بستی میں عید وجمعہ پڑھنا جائز نہیں ہے[1] ظہر کی نماز باجماعت ادا کی جائے[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

کیا جمعہ ظہر کا بدل ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں حضرات علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اہل سنت والجماعت کے مسلک کے مطابق:

(۱) کیا نماز جمعہ نماز ظہر کا بدل ہے یا کہ علیحدہ علیحدہ نمازیں ہیں۔

(۲) اگر نماز جمعہ بدل ہے تو جمعہ کے بعد کتنی رکعت پڑھنی چاہییں۔ اگر علیحدہ نماز ہے تو پھر جمعہ کے بعد کتنی رکعت پڑھنی چاہییں۔

(۳) اگر امام سے قرأۃ میں کوئی آیت چھوٹ جائے اور لوٹانے کے بغیر رکعت پوری کر دے تو کیا سجدہ سہو لازم ہے؟ اگر سجدہ سہو بھی یاد نہ رہے تو کیا نماز ادا ہو جائے گی؟ بینوا توجروا

---

۱) حتی لاتصح فی قریة ولامفازة لقول علی رضی الله عنه لاجمعة ولاتشریق ...... الا فی مصر جامع الخ، بحر الرائق: ص ۱۴۰، ج۲: طبع مکتبہ الماجدیة کوئٹه، وایضاً فی الهدایة، ص ۱۷۷، ج۱، طبع رحمانیه، لاهور۔ وایضاً فی جوهرة النیرة، ص ۱۰۵، ج۱: طبع قدیمی کتب خانه۔

۲) ومن لاتجب علیهم الجمعة...... لهم ان یصلوا الظهر بجماعة، یوم الجمعة۔ عالمگیریه، ص ۱۴۵، ج۱: طبع بلوچستان بك ڈپو۔

وایضاً فی فتاوی النوازل، ص ۱۱۵، طبع مکتبه اسلامیه، کوئٹه، وایضاً فی الدرالمختار، ص ۳۶، ج۳، طبع رشیدیه جدید۔

﴿ج﴾

(۱،۲) جہاں پر جمعہ جائز ہو یعنی شہر میں وہاں جمعہ کے بعد ظہر کی نماز نہ پڑھنی چاہیے [۱] اور جہاں پر شک ہو کہ آیا یہاں جمعہ جائز ہوگا یا نہیں، وہاں چار رکعت ظہر کی نیت سے بعد از جمعہ پڑھنی چاہییں [۲]- کما حققہ مولانا عبدالحی رحمہ اللہ-

(۳) اس صورت میں سجدہ سہو نہیں- واللہ تعالیٰ اعلم

کسی مسجد میں فوج کے علاوہ دیگر لوگوں کو جمعہ کی نماز کے لیے اجازت نہ دینے پر جمعہ کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین دریں مسئلہ کہ ایک سرائے ہے جس میں پہلے مسافر خانہ تھا- لیکن اب اس میں فوجی حضرات نے قبضہ کیا ہے اور اس کے اندر ایک مسجد ہے جس میں پانچ وقتی نماز اور جمعہ کی نماز بھی ہوتی ہے- لیکن اب سوائے ان فوجیوں کے اور سول آدمی کو جمعہ کے لیے نہیں چھوڑتے ہیں تو کیا اس حالت میں جمعہ کی نماز میں کوئی نقصان تو نہیں آئے گا فریقین میں جھگڑا ہے- ایک فریق جمعہ کے صحیح ہونے کا قائل ہے اور ایک فریق عدم صحیح ہونے کا قائل ہے- بینوا توجروا

﴿ج﴾

قال فی الشامیة قلت و ینبغی ان یکون محل النزاع ما اذا کانت لا تقام الا فی محل واحد اما لو تعددت فلا لانه لا یتحقق التفویت کما افاده التعلیل تامل — قوله لم تنعقد — یحمل علی ما اذا منع الناس فلایضره اغلاقه لمنع عدوا و لعادة کمامر — قلت ویؤیده قول الکافی واجلس بوابین -الخ [۳] -فتامل- فقہاء کی ان جزئیات سے معلوم ہوا کہ علت عدم جواز

---

۱) وقدافتیت مرارا بعدم صلاة الاربع بعدها بنیة اخر ظهر خوف اعتقاد عدم فرضیة الجمعة، وهوالاحتیاط فی زماننا۔ درالمختار، ص ٦، ج٣، طبع رشیدیه جدید۔ وایضاً فی جوهرة النیرة، ص ١٠٦، ج١: طبع قدیمی کتب خانه۔ وایضاً فی الهندیة ص ١٤٦، ج١: طبع بلوچستان

۲) کل موضع وقع الشك فی کونه مصرا ینبغی لهم أن یصلوا بعدالجمعة اربعاً بنیة الظهر احتیاطاً۔ شامی ص ١٩، ج٣، طبع رشیدیه جدید (کتاب الصلوٰة، باب الجمعه)۔ وایضاً فی البحرالرائق: ص ٢٤٩، ج٢، کتاب الصلوٰة، باب الجمعة، مکتبه رشیدیه۔ وایضاً فی الهندیه: کتاب الصلوٰة الباب السادس عشر فی صلوٰة الجمعة، ص ١٤٦، ج١، مکتبه رشیدیه۔

۳) کما فی الشامی کتاب الصلوٰة، مطلب فی قول الخطیب، ص ٢٩، ج٣، طبع مکتبه رشیدیه جدید۔ وایضاً فی حاشیة الطحطاوی، باب الجمعة، ص ٥١١/٥١٠، ج ٣، طبع دارالکتب العلمیة، بیروت، لبنان۔

جمعہ فی الحصن وغیرہ مقامات ممنوعہ میں تفویت جمعہ قلعہ سے باہر والوں کے لیے ہے اور جب قلعہ یا سرائے سے باہر شہر میں متعدد جگہ جمعہ ہوتا ہے اور سرائے کے اندر رہنے والوں کو اس جمعہ میں شرکت کی اجازت ہے اور باہر والوں کا جمعہ بھی فوت نہیں ہوتا ہے- اس لیے کہ شہر میں متعدد جگہ جمعہ ہونے کی وجہ سے نماز جمعہ باہر والوں کو مل سکتا ہے تو علت عدم جواز (تفویت جمعہ عن الناس) اس سرائے میں جمعہ پڑھنے کی صورت میں نہیں پائی جاتی اس لیے صورت مسئولہ میں اس سرائے کے اندر نماز جمعہ جائز ہے[1]-

اور اس مسئلہ میں چونکہ دقت نظر اور غور وفکر کی ضرورت تھی اس کے تأمل کا امر کیا اور فقہاء حنفیہ یہ بھی تصریح فرماتے ہیں کہ قوت دلیل مرجح[2] قوی ہے- بہر حال جواز جمعہ میں نہیں جواز حسب روایات مذکورہ وتعلیل مذکور ثابت ہے بااین ہمہ بندنہ کرنا دروازہ کا اور عام اجازت دینا احسن اور احوط ہے- نعم لو لم یغلق لکان احسن- الخ لانہ ابعد عن الشبھة[3]- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

شہر سے تین میل دور دوسو گھروں کی آبادی والے گاؤں میں جمعہ کا حکم

س

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ہمارے گاؤں کی آبادی پانچ سو کے قریب ہے اور دوسو گھر آباد ہیں، ہمارے گاؤں کے اردگرد چھ چھوٹی بستیاں ہیں، چار دوکانیں ہیں، ہر چیز میسر آسکتی ہے جولاہے، ترکھان، لوہار سب ہمارے گاؤں میں موجود ہیں- میں ایک پرائمری سکول اور ایک بہت بڑی مسجد ہے جس میں ہر روز درس ہوتا ہے- سینکڑوں طلبہ وہاں سے دینی تعلیم حاصل کرتے ہیں- شہر گاؤں سے بہت دور ہے- (تین میل کے فاصلے پر ہے) کافی لوگ شہر پہنچتے پہنچتے ہی عید یا جمعہ پڑھنے سے رہ جاتے ہیں اور فاصلہ شہر سے زیادہ ہونے کی وجہ سے کافی لوگ نماز پڑھ نہیں سکتے اور خاص کر بوڑھے اس تکلیف سے دوچار ہیں- آپ بتائیں کہ ہمارے

---

۱) کما فی الشامی- کتاب الصلوة، باب الجمعة، قلت وینبغی ان یکون محل النزاع ما اذا کانت لاتقام الا فی محل واحد امالو تعددت فلالانه لایتحق التفویت، الخ، ص ۲۹، ج۳، مکتبه رشیدیه جدید- وایضاً فی الحلبی الکبیر- فصل فی صلاة الجمعة، ص ۵۵۸، ج۳، طبع سعیدی کتب خانه- وایضاً فی بدائع الصنائع: کتاب الصلوة، الجماعة، من شروط الجمعة، ص ۶۰۲، ج۱: مکتبه رشیدیه

۲) وفی المقدمة الشامیة وما فی السراجیه لقوة ان من کان له قوة ادراك المدرك یفتی بالقول القوی المدرك، مقدمه، مطلب اذا تعارض التصحیح، ص ۷۷، طبع قدیمی کتب خانه)

۳) کما فی الدرالمختار: کتاب الصلوة، باب الجمعة، "مطلب فی قول الخطیب" ص ۲۹، ج۳، طبع رشیدیه جدید- وایضاً فی حاشیه الطحطاوی، باب الجمعة، ص ۵۱۱، طبع دارالکتب العلمیه، بیروت، ج۳، بیروت لبنان-

گاؤں میں ہی عید اور جمعہ ادا ہو سکتا ہے یا نہیں؟ آپ یہ مسئلہ بتا کر شکریہ کا موقع بخشیں اور ہمیں روز کے جھگڑوں سے نجات دلائیں۔

﴿ج﴾

فقہ کی معتبر کتابوں مثل ہدایہ (۱) وشرح وقایہ (۲) و درمختار و شامی (۳) سے یہ ثابت ہے کہ ادائے جمعہ اور وجوب جمعہ کے لیے مصر شرط ہے (۴) اور شامی میں نقل فرمایا ہے کہ قریہ کبیرہ میں جمعہ ادا ہوتا ہے (۵) کیونکہ وہ بھی حکم میں شہر اور مصر کے ہے۔ اور شامی میں یہ بھی نقل کیا ہے کہ چھوٹے گاؤں میں جمعہ درست نہیں ہے (۶) اور اس میں کراہت تحریمہ ہے۔ سوال میں جس گاؤں کا ذکر ہے اور اس کے کچھ حالات بھی درج کیے ہیں۔ یہ قریہ کبیرہ نہیں اس گاؤں میں نماز جمعہ وعیدین جائز نہیں یہاں کے لوگ نماز ظہر با جماعت ادا کریں۔ نیز جمعہ یا عید کے لیے شہر میں جانا بھی ان لوگوں پر ضروری نہیں اس لیے کہ ان کے ذمہ جمعہ واجب نہیں۔ اس طرح اس گاؤں میں نماز جمعہ یا عیدین جائز نہیں (۷)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

۱) کما فی البحر الرائق: کتاب الصلوۃ، باب الجمعۃ، شرط ادائها المصر ای شرط صحتها ان تودی فی مصر حتی لاتصح فی قریة ولا مفارة، ص ۱۴۰، ج۲: طبع مکتبہ ماجدیہ، وایضاً فی الجوهرة النیرة، کتاب الصلوۃ، باب الجمعۃ، ص ۱۰۵، ج۱، طبع قدیمی کتب خانہ وایضاً فی الهدایة، کتاب الصلاۃ، باب الجمعۃ، ص ۱۷۷، ج۱، طبع مکتبہ رحمانیہ۔

۲) کما فی الشامی۔ کتاب الصلوۃ باب الجمعۃ، وتقع فرضا فی القصبات والقری الکبیرة، التی فیها اسواق، الخ، ص ۸، ج ۳، طبع مکتبہ رشیدیہ جدید۔ وایضاً فی التاتارخانیة: کتاب الصلوۃ، باب فرضیة الجمعۃ، ص ۴۹، ج۲، طبع ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ۔ وایضاً

۳) صلاۃ العید فی القری تکرہ تحریما (درالمختار، کتاب الصلوۃ، باب العیدین) صلاۃ العید ومثله الجمعۃ، (شامی) ص ۵۲، ج۳، طبع مکتبہ رشیدیہ جدید۔ وایضاً فی البحر الرائق: کتاب الصلوۃ، باب صلوۃ الجمعۃ، ص ۱۴۱، ج۲، طبع مکتبہ الماجدۃ۔ وایضاً فی الهدایة باب صلوۃ الجمعۃ ص ۱۷۷، ج۱، طبع مکتبہ رحمانیہ، لاھور۔

٤) الهدایہ: (کتاب الصلاۃ، باب صلوۃ الجمعۃ، ص ۱۵۰، ج۱، مکتبہ بلوچستان بک ڈپو کوئٹہ)

٥) شرح الوقایہ: کتاب الصلاۃ، باب الجمعۃ، ص ۱۹۸، ج۱، مکتبہ ایچ ایم سعید کراچی

٦) الدرالمختار مع رد: (کتاب الصلاۃ با الجمعۃ، ص ۱۳۸–۱۳۷، ج۲، مکتبہ ایچ ایم سعید کراچی)

۷) کما فی الهدایہ لاتجوز فی القری۔ ص ۱۷۷، ج۱، طبع مکتبہ رحمانیہ لاھور۔
وایضاً فی الشامی ص ۵۲، ج۳، (باب العیدین) طبع رشیدیہ جدید۔
وایضاً فی البحر الرائق: کتاب الصلوۃ، باب صلوۃ الجمعۃ، ص ۱۴۱، ج۲: مکتبہ الماجدیة۔

۸) کما فی الدرالمختار: وظاهر المذهب أنه کل موضع له أمیر و قاضی یقدر علی إقامة الحدود۔" (کتاب الصلاۃ: باب الجمعۃ، ص ۱۳۷، ج۲، مکتبہ ایچ ایم سعید، کراچی)

پانچ سو افراد کی آبادی والے دیہات میں جمعہ کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک دیہات جس کے باشندے تقریباً پانچ سو کے قریب ہیں۔ اور ضرورت کی اشیاء بھی مہیا ہوسکتی ہیں کیا اس دیہات میں جمعہ ہوسکتا ہے یا نہیں اگر ہوسکتا ہے تو کس وجہ کی بنا پر اور اگر نہیں ہوسکتا تو اس کی وجہ بھی بیان فرمادیں۔

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ واضح رہے کہ باتفاق جمیع علماء حنفیہ رحمہم اللہ تعالیٰ جواز جمعہ کے لیے مع دیگر شرائط معتبرہ کے ایک شرط مصر یعنی شہر کا ہونا ہے۔ دیہاتوں میں اور کنووں پر جمعہ کی نماز ادا نہیں (۱) ہوتی بلکہ وہاں کے لوگوں پر ظہر کی چار رکعتیں فرض ہیں۔ جمعہ پڑھنے سے ظہر کی نماز ان کے ذمہ سے ساقط نہیں (۲) ہوتی اور شہر فقہاء کی اصطلاح میں اسے کہتے ہیں کہ جہاں امیر اور قاضی ہو جو احکام کی تنفیذ کرتے ہوں یا وہ آبادی جس میں گلی کوچے اور بازار ہوں۔ واضح رہے کہ مذکورہ بستی کسی طرح بھی شہر نہیں کہلاسکتی اس لیے اس میں جمعہ کی نماز نہیں ہوسکتی (۳)۔

کما قال فی الهداية (۴) لا تصح الجمعة الا فی مصر جامع او فی مصلی المصر

---

۱) كمـا فـى البحر الرائق: كتاب الصلوة، "باب الجمعة۔ شرط ادائها المصر اى شرط صحتها ان تودى فى مصر حتى لاتصح فى قرية ولامفازة، ص ۱۴۰، ج۲، طبع مكتبه الماجدية۔
وايضاً فى الجوهرة النيرة، كتاب الصلاة، باب الجمعة، ص ۱۰۵، ج۱، طبع قديمى كتب خانه۔
وايضاً فى الهدياة باب صلوة الجمعة، ص ۱۷۷، ج۱: طبع مكتبه رحمانيه، لاهور

۲) كما فى الشامى، كتاب الصلوة باب صلوة الجمعة، لوصلوا (الجمعة) فى القرى لزمهم اداء الظهر ص ۸، ج۳، رشيديه جديد۔
وايضاً فى التاتارخانية، الفصل الخامس والعشرون فى صلاة الجمعة، ص ۴۹، ج۲، طبع مكتبه ادارة القرآن۔ وايضاً فى الجوهرة النيرة۔ باب صلوة الجمعة، ص ۱۰۶، ج۱: طبع قديمى كتب خانه۔

۳) كمـا فـى الشـامـى، كتـاب الـصـلاة، باب صلاة الجمعة، عن ابى حنيفة انه بلدة كبيرة فيها سكك واسواق ولهـا رسـاتيـق وفيهـا وال يـقـدر عـلـى انصاف المظلوم من الظالم، ص ۶، ج۳، طبع مكتبه رشيـديـه جـديـد۔ وايضاً فى الهداية، باب صلوة الجمعة، ص ۱۷۷، ج۱، طبع رحمانيه كتب خانه لاهور۔ وايضاً فى البحر الرائق: باب صلوة الجمعة، ص ۱۴۰، ج۲: طبع مكتبه الماجدية۔

۴) فى الهداية: باب صلوة الجمعه، ص ۱۷۷، ج۱، طبع مكتبه رحمانيه لاهور۔
وايضاً فى البحر الرائق: باب صلوة الجمعة، ص ۱۴۰، ج۲: طبع مكتبه الماجدية۔
وايضاً فى الدرالمختار: كتاب الصلاة باب الجمعة، ص ۶، ج ۳، مكتبه رشيديه جديد۔

ولا تجوز فی القری-- لقوله علیه السلام لا جمعة و لا تشریق و لا فطر ولا اضحی الا فی مصر جامع والمصر الجامع کل موضع له امیر وقاض ینفذ الاحکام و یقیم الحدود و هذا عن ابی یوسف رحمہ اللہ و عنه انهم اذا اجتمعوا فی اکبر مساجد هم لم یسعهم و الاول اختیار الکرخی و هو الظاهر والثانی اختیار الثلجی -الخ

جمعہ کے روز اذانِ اول سے قبل ''صلوۃ'' کے نام سے اذان کہنے کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین ان مسائل کے بارے میں کہ:

(۱) جمعہ کے دن عندالاستواء صلوٰۃ کے نام سے ایک اذان کہی جاتی ہے-جس کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے کہ قبل اذان عثمان رضی اللہ عنہ عین استواء کے وقت بلکہ کبھی اس سے پہلے ہی یہ الفاظ مؤذن بڑی اونچے مینارہ پر آواز بلند کہہ دیتا ہے-لوگوں کا ظن یہ ہے کہ اس کی وجہ سے جمعہ کا امتیاز اور دنوں سے ہوجاتا ہے تو لوگوں کو معلوم ہوجاتا ہے کہ آج جمعہ ہے اور اس کو وہ فرض شمار کرتے ہیں کم از کم ایک گھنٹہ تک دیا جاتا ہے یعنی یہ نئی علامات کو سن کر جمعہ کی تیاری میں مدد ہوتی ہے-اس کے بغیر عوام کو جمع کرنے میں مشکل ہوجاتی ہے، بڑی دلیل یہ سمجھی جاتی ہے کہ آج جمعہ کی عظمت سے بے پرواہی ہے، لوگوں کو جمعہ سے ہم ان الفاظ سے آگاہ کرتے ہیں- یہاں تک کہتے ہیں کہ اگر یہ (جس کو عرف میں صلوٰۃ کہا جاتا ہے) نہ دی جائے اس مسجد میں جمعہ کی نماز بالکل جائز نہیں ہوتی - زید وعمر تحت قول صاحب الکنز فی باب الاذان کے حضرت امیر عمر رضی اللہ عنہ وحضرت علی کرم اللہ وجہہ کے قول سے حرمت ثابت کر کے ایسے مسجد کی نماز کو مکروہ تحریمی کہتے ہیں نیز نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قول من احدث فی امرنا هذا مالیس منه فهو رد سے استدلال کرتے ہوئے اس کو قبیح بدعت شمار کرتے ہیں-شیخ دہلوی کے الفاظ میں اس صلوٰۃ کے متعلق شرح سفر السعادہ میں ہے۔ اما ایں اذان دیگر کہ برائے ادائے جمعہ سنت گویند نہ درزمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بود نہ درزمان صحابہ ونہ بعد از ایشاں ومعلوم نہ شد کہ از کجا پیدا شد درحواشی ہدایۃ گفتہ آند کہ ایں اذان درزمان حجاج احداث یافتہ پس باید کہ سنت راہم بعد از اذان اول بگذارند-اب آیا اس کو چھوڑنا چاہیے یا کہ نہ اس سے نماز مکروہ تحریمی ہوجاتی ہے یا کہ نہیں پہلے نماز جمعہ جو کہ ایسی مسجدوں میں ادا کی گئی ہیں ان کے اعادہ کا کیا حال ہے-الفاظ کما حقہ ہیں-الصلوۃ الف السلام علیک علیک یا سیدی حضرت آدم صفی اللہ الصلوۃ الف السلام علیک-علیک یا سیدنا حضرت نوح نبی-اسی طرح اٹھارہ بیس پیغمبروں کے نام لے کر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تک ختم کرتے ہیں اور درمیان میں پانچ پانچ منٹ توقف کر کے پھر شروع کردیتے ہیں-اس

کے بعد اذان عثمان رضی اللہ عنہ دی جاتی ہے پھر سنت پڑھتے ہیں- چنانچہ زید وعمر پر جو کہ حامی نہیں اس کی وجہ سے قاتلانہ حملہ ہو رہا ہے- حتیٰ کہ حکومتی حملہ اندرون سے بھی کیا جا رہا ہے- اس مسئلہ کو کما حقہ اور بحوالہ کتب معتبرہ واضح فرما دیں- (۲) تلقین میت بعد الدفن (۳) بعد فراغ جنازہ قیاما (۴) و نوافل سے فراغ کے بعد امام مقتدیوں کو مجبور کر کے ان کے ساتھ دعا کریں- اس کے تارک پر ملامت کی جائے- تمام مسائل بحوالہ کتب معتبرہ تحریر فرمائیں-

﴿ج﴾

(۱) صلوٰۃ معروف یعنی بآواز بلند درود شریف بہ نیت اعلام نماز جائز نہیں ہے [۱]- حضور صلی اللہ علیہ وسلم وصحابہ وتابعین رضی اللہ عنہم کے زمانہ میں یہ طریقہ معمول بہا نہیں تھا- ائمہ وفقہاء ومحدثین سے بحوالہ منقول نہیں ہے اس لیے اس کا ترک کرنا لازم ہے [۲]- نیز یہ تثویب بھی نہیں ہے- تثویب تو بعد از اذان اور قبل جماعت کے ہوتی ہے- بالاتفاق ایسی تثویب جائز نہیں جو قبل اذان کے ہو- اس کو تثویب کہنا عقل ونقل کے خلاف ہے، تثویب کے معنی فقہاء نے الاعلام بعد الاعلام کے لکھے ہیں [۳]- لغت میں بھی تثویب کے معنی لوٹانے کے ہیں [۴]- اس لیے اذان سے پہلے اعلام کو تثویب کہنا اور اس پر تثویب کا حکم لگانا قطعاً غیر صحیح ہے-

(۲) دفن میت کے بعد وہاں اتنی مقدار بیٹھ جانا کہ اونٹ ذبح ہو کر اس کا گوشت تقسیم ہو جائے ثابت ہے-

---

۱) وقد كرهوا والله أعلم و نحوه لاعلام ختم الدرس حين يقرر (الدرالمختار) (قوله: لاعلام ختم الدرس) اما اذالم يكن اعلاماً بإنتهائه لايكره لأنه ذكر و تفويض، بخلاف الأول فإنه استعمله الة للاعلام، ونحوه اذا قال الداخل ياالله......الخ (ردالمختار: آخر كتاب الحظر والا باحة، ص ٤٣١، ج٦، ايچ ، ايم سعيد) (وكذا فى الفتاوىٰ الهنديه: كتاب الكراهية، الباب الرابع، ص ٣١٥، ج٥، رشيديه كوئٹه)۔ وكذا فى شرح الاشباه والنظائر:
(ص: ١٠٤، ج١، الفن الأول ، القاعدة الثانية، طبع ادارة القرآن، كراچى)
"وان سبح الفقاعى أوصلى على النبى صلى الله عليه وآله وسلم عند فتح فقاعه على قصد ترويجه وتحسينه أوالقصاص اذا قصدبها...... أثم...... الخ" (الفتاوىٰ الهندية، بحواله بالا) (وكذا فى البزازية على هامش الهندية: كتاب الكراهية الثانى فى العبادات، ص ٣٥٤، ج٦، رشيديه كوئٹه)

۲) قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من أحدث فى امرنا هذا ماليس منه فهورد۔
(مشكوٰة المصابيح: كتاب الايمان، باب الاعتصام بالكتاب والسنة، الفصل الأول، ص ٢٧، ج١: قديمى كراچى)

۳) "التثويب: العود إلى الاعلام بعد الاعلام در" (ردالمحتار: كتاب الصلوٰة، باب الأذان، ص ٣٨٩، ج١: ايچ ، ايم سعيد)
وكذا فى تبيين الحقائق: كتاب الصلوٰة، باب الأذان، ص ٢٤٥، ج١: طبع دارالكتب علميه بيروت)

٤) "ثوب: جا كر لوٹنا...... بالصلوٰة: نماز کے لیے بلانا" (القاموس الوحيد، ص: ٢٢٦، طبع إدارہ اسلاميات لاهور كراچى) (وكذا فى مصباح اللغات: ص ٩٤، طبع خزينة العلم والأدب لاهور)

اس وقت چونکہ میت سے سوال ہوتا ہے۔ اس لیے اس کے لیے تثبیت فی الجواب کی دعا مانگی تھی۔ کما فی سنن ابی داؤد۔ کان النبی ﷺ اذا فرغ من دفن المیت وقف علی قبرہ و قال استغفروا لاخیکم واسئلوا اللہ لہ التثبیت فانہ الان یسئال [1]۔ نیز اول سورۃ بقرہ اور خاتمہ سورۃ بقرہ کا پڑھنا منقول ہے۔ و کان ابن عمر یستحب ان یقراء علی القبر بعدالدفن اول سورۃ البقر و خاتمہا شامی۔[2]

(۳) دعاء بعد الجنازہ اجتماعی صورت میں مانگنا خیر القرون میں معمول نہیں تھا۔ بلکہ فقہاء نے صراحۃً اس کو منع فرمایا' بحرالرائق' سراجیہ وغیرہ دیکھ لیجیے [3] اس لیے اس کا ترک کرنا لازم ہے [4]۔

(۴) حضور صلی اللہ علیہ وسلم سنت بعد الفرض گھر میں ادا فرمایا کرتے تھے تو سنت کے بعد دعا مقتدیوں کے ساتھ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ مانگی تو اس کا ثبوت نہ ہوا اور اس کے ترک کرنے والے پر ملامت کرنی نعوذ باللہ یا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل سے جہالت پر مبنی ہے یا پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی اعتراض کرنا ہے [5]۔ والعیاذ باللہ البتہ فرض کے ساتھ دعا مانگ سکتے ہیں [6] اس کا ثبوت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

---

۱) (سنن أبی داؤد: کتاب الجنائز، باب الاستغفار عند القبر للمیت...... حدیث نمبر ۳۲۲۱، ص ۱۰۵، ج۲: رحمانیه لاهور)

۲) (ردالمحتار: کتاب الصلوٰة، باب الجنائز، مطلب فی دفن المیت، ص ۲۳۷، ج۲، ایچ ، ایم سعید)

۳) وقید بقوله بعد الثالثة لأنه لایدعوا بعد التسلیم کما فی الخلاصة۔ (البحر الرائق: کتاب الجنائز، فصل السلطان أحق بصلاته۔ ص ۳۲۱، ج۲، رشیدیه) (وکذا فی الخلاصة: کتاب الصلوٰة، الباب الخامس والعشرون فی الجنائز، ص ۲۲۵، ج۱: رشیدیه) واذا فرغ من الصلوٰة لایقوم بالدعاء۔ (السراجیة علی هامش قاضی خان: کتاب الجنائز، قبیل باب الافن، ص ۱۴۱، ج۱: بلوچستان بك ڈپو کوئٹه)۔ (وکذا فی البزازیه علی هامش الهندیة، کتاب الصلوة، الفصل الخامس والعشرون فی الجنائز، ص ۸۰، ج۴، رشیدیه)

۴) عن عبدالله بن شقیق قال سألت عائشة رضی الله عنها عن صلوة رسول الله صلی الله علیه وسلم عن تطوعه فقالت: کان یصلی فی بیتی قبل الظهر أربعاً ثم یخرج فیصلی بالناس ثم دخل فیصلی رکعتین......الخ" (الحدیث: (مشکوٰة المصابیح، باب السنن وفضائلها، الفصل الأول، ص ۱۰۴، ج۱، قدیمی کراچی)

۵) من أصر علی أمرٍ مندوب وجعله عزماً ولم یعمل بالرخصة فقد أصاب منه الشیطان من الإضلال فکیف من أصر علی بدعة أومنکر" (مرقاة: کتاب الصلوة، باب الدعاء فی التشد، الفصل الأول، حدیث ۹۴۶، ص ۲۶، ج۳، دارالکتب علمیه بیروت)۔ وکذا فی السعایة علی شرح الوقایة: کتاب الصلوة، باب صفة الصلوة، ص ۲۶۵، ج۲، سهیل اکیڈمی لاهور)

۶) کما فی المشکوٰة: عن معاذ بن جبل قال اخذبیدی رسول الله صلی الله علیه وسلم فقال انی احبك یا معاذ قلت وانا احبك یارسول الله قال فلاتدع ان تقول فی دبر کل صلاة رب اعنی علی ذکرك وشکرك وحسن عبادتك (ص ۸۸، ج۱، قدیمی کتب خانه، کراچی)

شرط نہ پائے جانے کے باوجود جاری کیے گئے جمعہ کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک ایسی جگہ ہو کہ وہاں جمعہ کی نماز کی شرائط نہ پائی جائیں وہاں اس مسجد میں نماز جمعہ صحیح ہے یا نہیں۔ درصورتیکہ اس مسجد میں چار پانچ سال پہلے بھی جمعہ کی نماز جاری ہوا اور اس مسجد کے نزدیک ایک اور مسجد آدھ میل کے فاصلہ پر ہو وہاں اس مسجد میں بھی جمعہ کی نماز قائم ہو اس جگہ پر صرف چالیس پچاس آدمی نماز جمعہ کے لیے آتے ہیں- اب کونسی مسجد میں نماز جمعہ پڑھی جائے اور کون سی میں نہ پڑھی جائے اور نماز ظہر بھی پڑھے یا نہ اگر پڑھے باجماعت پڑھے یا نہیں۔

﴿ج﴾

جس گاؤں میں نماز جمعہ کی شرائط نہ پائی جائیں وہاں نماز جمعہ پڑھنا جائز نہیں اور نماز جمعہ ادا کرنے سے ظہر ساقط نہیں ہوتی- ایسی جگہ میں نماز جمعہ پڑھنا درمختار میں مکروہ تحریمی لکھا ہے لہٰذا اس جگہ ترک جمعہ ضروری ہے تمام لوگ ظہر کی نماز باجماعت ادا کریں- **و فیما ذکرنا اشارة الی انه لا تجوز (الجمعة) فی الصغیرة التی لیس فیها قاض و منبر و خطیب...... الاتری ان فی الجواهر لوصلوا فی القری (الصغیرة) لزمهم اداء الظهر** [1] **و فی القنیة صلوة العید فی القری تکره تحریما ای لانه اشتغال بما لا یصح (درمختار) (قوله صلوة العید) و مثله الجمعة** [2]- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

۱) ردالمحتار: کتاب الصلوٰة، باب الجمعة، ص ۱۳۸، ج۲، ایچ ایم سعید کراچی)

وکذا فی جامع الرموز للقهستانی: کتاب الصلوٰة، فصل صلوٰة الجمعة، ص ۲۶۲، ج۱: ایچ، ایم سعید کمپنی کراچی)

(ومثله فی البحر الرائق: کتاب الصلوٰة، باب صلوٰة الجمعة، ص ۲۴۵-۲۴۸، ص ۲: طبع مکتبه رشیدیه کوئٹه)

۲) (الدرالمختار مع ردالمحتار: کتاب الصلوٰة، باب العیدین، ص ۱۶۷، ج۲: طبع ایچ، ایم سعید کراچی)

(وکذا فی جامع الرموز: کتاب الصلوة، فصل صلوة العیدین، ص ۲۷۲، ج۱: ایچ ایم سعید)

کیا جمعہ کے فرضوں کے بعد والی چار رکعات سنن مؤکدہ ہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ جمعہ کی نماز میں چار رکعت نماز سنت دو رکعت نماز فرض چھ رکعت نماز سنت یعنی چار اور دو یہ جو چار سنتیں فرضوں کے بعد ہیں- کیا یہ سنتیں مؤکدہ ہیں یا غیر مؤکدہ۔ نہ پڑھنے کی صورت میں نماز مکمل ہوگی یا نہیں۔

﴿ج﴾

جمعہ کی پہلی چار سنتیں اور بعد کی چار مؤکدہ ہیں لیکن فرضوں کے بعد چھ بہتر ہیں، چار پہلے اور دو پیچھے وسن مؤكدا (اربع قبل الظهر و) اربع قبل (الجمعة و)اربع (بعد ها بتسليمة) [1] و ذكر فى الاصل و اربع قبل الجمعة و اربع بعدها الخ- و ذكر الطحاوى عن ابى [2] يوسف انه قال يصلى بعدها ستا- الخ- و ينبغى ان يصلى اربعا ثم ركعتين [3] سنن مؤکدہ کا ترک کرنا درست نہیں حتی الوسع ان کو پڑھنا چاہیے-ولهذا كانت السنة المؤكدة قريبة من الواجب فى لحوق الاثم كما فى البحر و يستوجب تاركها التضليل واللوم كما فى التحرير اى على سبيل الاصرار بلا عذر [4] اس جزئیہ سے معلوم ہوا کہ سنت مؤکدہ کا تارک موجب عتاب وسرزنش ہے-واللہ تعالیٰ اعلم

---

۱) (الدرالمختار: كتاب الصلوٰة، باب الوتر والنوافل، ص ۱۲، ج۲: ایچ ، ایم سعيد كراچى)

۲) بدائع الصنائع: كتاب الصلوة، فصل فى الصلوة المسنونة، ص ۲۸۵، ج۱: طبع مكتبه رشيديه كوئٹه) (وكذا فى الفتاوى الهندية: كتاب الصلوة، الباب التاسع فى النوافل، ص ۱۱۲، ج۱: رشيديه كوئٹه) (وكذا فى البحرالرائق: كتاب الصلوٰة، باب الوتر والنوافل، ص ۸۷، ج۲: رشيديه كوئٹه)

۳) (ردالمحتار: باب الوتر والنوافل: مطلب فى السنن والنوافل، ص ۱۲، ج۲، ایچ ایم سعيد كراچى)
السنة المؤكدة بمنزلة الواجب فى الاثم بالترك كما صرحوا به كثيراً۔
(البحرالرائق: كتاب الصلوٰة، باب الوتر والنوافل، ص ۸٦، ج۲، رشيديه كوئٹه)
(وكذا فى جلبى كبير: فصل فى النوافل، فروع لوترك، ص: ۳۸۹، سعيدى كوئٹه)
(كذا فى شرح معانى الآثار للطحاویؒ، كتاب الصلوٰة، باب التطوع بعد الجمعة، كيف هو، ص ۲۳۳، ج۱: سعيد)

٤) كذا فى شرح معانى الآثار للطحاویؒ، كتاب الصلوٰة، باب التطوع بعد الجمعة كيف هو، ص ۲۳۳، ج۱، سعيد)

پچاس گھروں کی آبادی میں جمعہ کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ دیہات جس جگہ بازار نہیں مگر کاروبار تجارت ہوتا ہے سڑک موجود ہے جامع مسجد موجود ہے جس میں دو اڑھائی سو آدمی نماز پڑھ سکتے ہیں گرد و نواح میں سینکڑوں مکانات ہیں- ڈاک خانہ موجود نہیں البتہ یونین کونسل کا دفتر موجود ہے بستی میں ۵۰/۴۰ گھر ہیں- کیا علماء امت اس مسئلہ میں اجتہاد کر کے دیہات میں نماز جمعہ پڑھنے کی اجازت دے سکتے ہیں؟

﴿ج﴾

فقہ کی معتبر کتابوں مثل [۱] ہدایہ و شرح وقایہ [۲] درمختار و شامی سے یہ ثابت ہے کہ وجوب جمعہ اور ادائے جمعہ کے لیے مصر شرط ہے [۳] اور شامی میں نقل فرمایا ہے کہ قصبہ اور قریہ کبیرہ میں جمعہ ادا ہوگا کیونکہ وہ بھی شہر اور مصر کے حکم میں ہے- مصر کی تعریف میں اختلاف ہے لیکن حکم کا مدار عرف پر ہے- عرفاً جو شہر اور قصبہ ہو اور آبادی اس کی زیادہ ہو اور بازار گلیاں اس میں موجود ہوں اور ضروریات زندگی سب ملتی ہوں وہ شہر ہے-

فی التحفة عن ابی حنیفة انه بلدة کبیرة فیها سکک و اسواق و لها رساتیق و فیها وال یقدر علی انصاف المظلوم من الظالم بحشمته و علمه او علم غیره یرجع الناس الیه فیما یقع من الحوادث و هذا هو الاصح- [۴] و ایضًا فیه تقع فرضا فی القصبات والقری الکبیرة التی فیها اسواق (الی ان قال) و فیما ذکرنا اشارة الی انه لا تجوز فی الصغیرة [۵] و ایضًا فیه (قوله و صلوة العید فی القری تکره تحریما).

---

۱) کما فی الهدایة: کتاب الصلاة۔ باب صلوة الجمعة، ص ۱۵۰، ج۱: مکتبه بلوچستان بك ڈپو کوئٹه)

۲) کما فی شرح الوقایه: کتاب الصلاة، باب الجمعة، ص ۱۹۸، ج۱: ایچ ایم سعید کراچی)

۳) ویشترط لصحتها سبعة أشیآء: الأول: المصر وهو مالایسع أکبر مساجده أهله المکلفین بها...... الخ (الدرالمختار: کتاب الصلوٰة، باب الجمعة، ص ۱۳۷، ج۲: طبع ایچ، ایم سعید کمپنی کراچی) (وکذا فی البحرالرائق: کتاب الصلوٰة، باب صلوٰة الجمعة، ص ۲۴۵، ج۲: طبع مکتبه رشیدیه کوئٹه) (وکذا فی مراقی الفلاح شرح نورالایضاح: کتاب الصلوٰة، باب الجمعة، ص ۵۰۶، قدیمی کراچی)

٤) (ردالمحتار: کتاب الصلوٰة، باب الجمعة، ص ۱۳۷، ج۲، ایچ، ایم سعید)

٥) (ردالمحتار: کتاب الصلوٰة، باب الجمعة، ص ۱۳۸، ج۲: ایچ ایم سعید)

و مثله الجمعة [1]

سوال میں جس دیہات کا ذکر ہے نہ یہ مصر ہے اور نہ قریہ کبیرہ لہٰذا اس دیہات میں عندالاحناف نماز جمعہ یا عیدین صحیح نہیں [2] اور نماز جمعہ ادا کرنے سے ان لوگوں کے ذمہ سے نماز ظہر ساقط نہیں ہوتی -لما فی الشامیة الاترى ان فی الجواهر لو صلوا فی القرى (الصغيرة) لزمهم اداء الظهر [3] فقط واللہ تعالیٰ اعلم-

جمعہ کے روز وعظ کی صورت میں اذان وعظ اور عربی خطبہ کی بہتر ترتیب

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین بیچ اس مسئلہ کے کہ ہمارے مولوی صاحب جمعہ کے دن ہمیشہ اذان ثانی (جو خطیب صاحب کے سامنے پڑھی جاتی ہے) کہلوا کر تقریر شروع فرماتے ہیں- آدھ یا پون گھنٹہ تقریر فرمانے کے بعد مختصر سا عربی خطبہ پڑھ کر جماعت کروا لیتے ہیں چونکہ دیہات ہے اس لیے لوگ نماز کھڑی ہونے تک آتے رہتے ہیں اور سنتیں پڑھتے رہتے ہیں- سامعین کے لیے خطبہ کے آداب تحریر فرمادیں- نیز جو لوگ سنتیں پڑھتے ہیں وہ جائز ہے یا نہیں؟ نیز مولوی صاحب کا یہ طریقہ جائز ہے یا نہیں؟ دلائل سے مزین فرما کر مسئلہ کی وضاحت کریں۔

﴿ج﴾

خطبہ جمعہ کے آداب و واجبات بہت ہیں- منجملہ ان کے اہم اور ضروری امر یہ ہے کہ جب خطبہ شروع ہو تو بالکل بات چیت نہ کی جائے بلکہ ہمہ تن متوجہ ہو کر خطبہ سنا جائے اور نماز سنن وغیرہ بھی اس وقت میں پڑھنا منع

---

۱) (الدرالمختار: کتاب الصلوٰة، باب العیدین، ص ۱٦۷، ج۲: ایچ ایم سعید کراچی)
(وکذا فی الهدایہ: کتاب الصلوٰة، باب صلوة الجمعة، ص ۱۷۷، ج۱: طبع مکتبہ رحمانیہ لاهور)
(وکذا فی شرح الوقایة: کتاب الصلوٰة، باب الجمعة، ص ۲٤۰، ج۱، طبع مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)
(وکذا فی جامع الرموز: کتاب الصلوٰة، فصل صلوٰة الجمعة، ص ۲٦۱، ج۱: ایچ ایم سعید کراچی)

۲) کما فی ردالمحتار: لاتجوز فی الصغيرة التي ليس فيها قاض و منبر و خطيب...... وكما أن المصر اوفناء ه شرط جواز الجمعة، فهو شرط جواز صلاة العيد۔ (کتاب الصلاة۔ باب الجمعة، ص ۱۳۹۔۱۳۸، ج۲: مکتبہ ایچ ایم سعید کراچی)۔

۳) (ردالمحتار: کتاب الصلوٰة، باب الجمعة، ص ۱۳۸، ج۲: ایچ ایم سعید) (وکذا فی جامع الرموز: کتاب الصلوٰة، فصل صلوٰة الجمعة، ص ۲٦۲، ج۱: ایچ ایم سعید کراچی)

ہے (۱)۔ لہٰذا خطیب صاحب کو چاہیے کہ تقریر خطبہ سے پہلے کریں اس کے بعد اذان ثانی کہلوا کر مختصر خطبہ عربی میں پڑھ لیں۔ پھر فریضہ نماز ادا کریں اور اگر تقریر کا سلسلہ بعد از جمعہ کے کرلیا جائے تو اور بہتر ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

علاماتِ شہر

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بندہ نے ایک کتاب میں دیکھا ہے کہ جمعہ کی نماز کی ۹ شرطیں بیان کی ہیں۔ چار وجوب کی: مردی، آزادی، بیلزری، اقامت، اور پانچ صحت کی: شہر، وقت، خطبہ، جماعت، اذن عام۔

(۱) شہر کی تعریف میں تحریر ہے کہ مسجد بڑی کے بھر جانے سے زائد مسلمان مرد مکلف موجود ہوں وہ شہر کے حکم میں ہے کیا یہ قول صحیح ہے۔

(۲) بڑی مسجد کی مقدار چالیس گز شرعی تحریر ہے چوڑائی کا ذکر نہیں ہے چوڑائی بیان کردیں۔

(۳) مقدار گز چوبیس انگل تحریر ہے اور انگل کم وبیش ہوتی ہے انچ تحریر کردیں۔

(۴) شہر کی تعریف بقلم خود تحریر کردیں یہ تحریر بحوالہ شامی ہے۔

﴿ج﴾
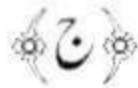
شہر یا قصبہ یا قریہ کبیرہ میں جمعہ فرض ہے قریہ کبیرہ وہ ہے کہ قریب قریب کی چھوٹی بستیوں کے لیے مرجع و مرکز کی حیثیت رکھتا ہو اور جملہ ضروریات زندگی وہاں پوری ہوتی ہوں۔ اس میں بازار گلی کوچے ہوں اور تقریباً تین چار ہزار کی آبادی ہو اور عرف میں بھی قریہ کبیرہ کہلاتا ہو تو یہ علامات مصر وقصبہ وقریہ کبیرہ ہونے کی ہیں (۲)

---

۱) عن ابن عباس و ابن عمر رضی الله عنهما أنهما كانا يكرهان الصلوة والكلام بعد خروج الامام۔ (المصنف لابن أبی شيبة: كتاب الجمعة، باب نمبر ۲۰ من كان يقول: إذا خطب الامام فلا تصل، حديث نمبر ۹، ص ۲۱، ج۲: طبع مكتبه امداديه، ملتان) إذا خرج الامام: فلا صلوٰة ولا كلام ألیٰ تمامها وان كان فيها ذكر الظلمة فی الأصح (الدر المختار) (قوله فلاصلاة) شمل السنة وتحية المسجد بحر۔ (ردالمحتار: كتاب الصلوٰة، باب الجمعة، ص ۱۵۸، ج۲: ایچ ایم سعید) (وكذا فی حلبی كبير: فصل فی صلوٰة الجمعة، ص: ۵۶۰، طبع سعيدی كتب خانه كوئٹه) (وكذا فی تبيين الحقائق: كتاب الصلاة، باب صلاة الجمعة، ص ۵۳۵، ج۱: طبع دارالكتب علميه، بيروت)

۲) "ويشترط لصحتها سبعة أشيآء! الأول المصرو...... وظاهر المذهب أنه كل موضع له أميرو قاض يقدر على اقامة الحدود (الدر المختار) فی التحفة عن أبی حنفية رحمه الله أنه بلدة كبيرة فيها سكك وأسواق ولها رساتيق وفيها وال يقدر على إنصاف المظلوم من الظالم بحشمته وعلمه أوعلم غيره...... تقع فرضا فی القصبات والقرى الكبيرة التی فيها أسواق...... الخ۔

(الدر المختار مع ردالمحتار: كتاب الصلوٰة، باب الجمعة، ص ۱۳۸/۱۳۷، ج۲: طبع ایچ، ایم سعید كمپنی كراچی) (وكذا فی البحر الرائق: كتاب الصلوٰة، باب صلوٰة الجمعة، ص ۲۴۵، ج۲: رشيديه كوئٹه) (وكذا فی فتح القدير: كتاب الصلوٰة، باب صلاة الجمعة، ص ۲۴/۲۳، ص۲: طبع مكتبه رشيديه كوئٹه) وكذا فی جامع الرموز: كتاب الصلوٰة، فصل صلوٰة الجمعة، ص ۲۶۱، ج۱: سعيد)

جہاں یہ علامات موجود ہوں گی وہاں پر جمعہ فرض ہوگا- باقی یہ تعریف کہ وہاں کی بڑی مسجد میں اہل قریہ نہ سما سکتے ہوں مدارِ فرضیتِ جمعہ بنانا درست نہیں ہے- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کیا نمازِ جمعہ کے بعد نماز احتیاطی ضروری ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ہمارے علاقہ میں ایک مولانا صاحب ہیں جو کہ ہر موقع پر فرماتے ہیں:

(۱) کہ بعد از صلوٰۃ دوگانہ جمعہ دو رکعت نماز احتیاطی ضروری ہے کیونکہ یہاں ملک دارالحرب ہے اسلام نہیں- بمسلک امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ دلیل قطعی اور ظنی وغیرہ حوالہ سے تحریر فرمائیں-

(۲) فرماتے ہیں یہاں دیہات میں پہلے تو جمعہ ہو نہیں سکتا کیونکہ جمعہ والی شرطیں موجود نہیں اگر ہو تو نماز بالکل نہیں ہوتی-

(۳) وہ علاقہ میں اس مسئلہ کو عام کر رہے ہیں حالانکہ دیہاتوں میں چاہ چاہ جمعہ ہوتا رہتا ہے آپ پوری وضاحت سے مسئلہ تحریر فرمائیں لوگوں میں شرارت بڑھنے کا امکان ہے اسلیے اس مولانا کو مسئلہ سمجھایا جائے- بینوا توجروا

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم- واضح رہے کہ احناف کے نزدیک جمعہ شہر یا قریہ کبیرہ میں ادا ہوتا ہے قریہ صغیرہ میں چاہ چاہ میں جمعہ کا ادا کرنا جائز نہیں ہے[۱] اور ان لوگوں کے ذمہ سے جمعہ پڑھنے سے ظہر کی نماز ساقط نہیں ہوتی[۲]- ان پر لازم ہے کہ وہ ظہر کی چار رکعتیں باقاعدہ جماعت کے ساتھ ادا کرلیا کریں[۳] جمعہ کی دو رکعتیں

---

۱) (راجع للحاشیة السابقة نمبر ۲، فی السوال السابق، ص ٦٥١)

۲) الاتری أن فی الجواھر: لوصلوا فی القریٰ لزمھم اداء الظھر- (ردالمحتار: کتاب الصلوة، باب الجمعة، ص ۱۳۸، ج۲: سعید) (وکذا فی جامع الرموز، کتاب الصلوٰة، فصل صلوٰة الجمعة، ص ۲٦۲، ج۱: ایچ ایم سعید کراچی)

۳) ومن لاتجب علیھم الجمعة من أھل القریٰ والبوادی لھم أن یصلوا الظھر بجماعة یوم الجمعة بأذان واقامة- (الفتاویٰ قاضی خان بھامش الھندیه: کتاب الصلوة، باب صلوٰة الجمعة، ص ۱۷۷، ج۱: طبع رشیدیه کوئٹه) (وکذا فی الفتاویٰ الھندیه: کتاب الصلوٰة، الباب السادس عشر فی صلاة الجمعة، ص ۱٤۹، ج۱: رشیدیه کوئٹه) (وکذا فی ردالمحتار: کتاب الصلوة، باب الجمعة، ص ۱۵۷، ج۲: طبع ایچ، ایم سعید کمپنی کراچی)

جن کو یہ دیہات والے پڑھتے ہیں یہ نفل کہلائیں گی اور نماز نفل کا ادا کرنا جماعت کے ساتھ با لتداعی مکروہ ہے (۱)- باقی ہمارا ملک اگر چہ اس میں شرعی احکام اور حدود جاری نہیں ہیں تب بھی دارالاسلام ہی ہے- کیونکہ اسلام پر عمل کرنے میں نمازیں ادا کرنے اذانیں دینے وغیرہ پر کوئی پابندی نہیں ہے لہٰذا دارالاسلام ہے- اور اس میں جمعہ ادا کرنا جائز ہے (۲)- شہر والے یا محلّہ والے جس شخص پر اتفاق کر کے خطیب بنائیں تو اس کے پیچھے جمعہ ادا کرنا اندریں حالات جائز ہے- باقی نماز احتیاطی کے بارہ میں فقہاء کرام کا نیز علماء دیوبند' مولانا رشید احمد صاحب رحمہ اللہ گنگوہی مولانا عزیز الرحمٰن صاحب رحمہ اللہ حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ وغیرہ کا فتویٰ یہی ہے کہ جہاں شہر ہو وہاں تو جمعہ کی نماز ادا ہو جاتی ہے اور ظہر کی نماز ذمہ سے ساقط ہو جاتی ہے- نماز احتیاطی ادا کرنے کا کیا فائدہ الثانیہ کہ اس کے ادا کرنے سے جمعہ کی فرضیت کے متعلق عوام بلکہ خواص تک کے عقیدہ کے کمزور ہونے کا اندیشہ ہے اس لیے شہروں میں احتیاطی نماز ادا نہ کی جائے اور جہاں دیہات اور چاہ ہے وہاں کے لوگوں پر ظہر کی نماز پڑھنی فرض ہے جمعہ پڑھنا وہاں ان کے لیے جائز نہیں ہے- ایسے لوگوں کو فقط ظہر کی نماز ہی با جماعت ادا کرنی چاہیے نہ یہ کہ جمعہ بھی پڑھیں اور بعد میں احتیاطی بھی پڑھیں بلکہ فقط ظہر کی نماز پر ہی اکتفا کریں اس کی مزید تحقیق فتاویٰ رشیدیہ، فتاویٰ دارالعلوم وغیرہ میں ملاحظہ فرمالیں فقط (۳)- واللہ تعالیٰ اعلم-

---

۱) ولا یصلی الوتر ولاالتطوع بجماعة خارج رمضان: أی یکره ذلك علی سبیل التداعی-
(الدارلمختار: کتاب الصلوٰة، باب الوتر والنوافل، مطلب فی کراهة الاقتداء فی النفل علی سبیل التداع، ص ۴۹/۴۸، ج۲، ایچ ایم سعید) (وکذا فی الفتاویٰ الهندیة: کتاب الصلوة، الباب الخامس فی الامامة، الفصل الأول، ص ۸۳، ج۱: رشیدیه کوئٹه)
(وکذا فی حلبی کبیر: کتاب الصلوٰة، بحث التراویح، ص: ۴۰۸، سعیدی کتب خانه کوئٹه)

۲) وأما البلاد التی علیها وال مسلم من جهتهم فیجوزبه اقامة الجمع والأعیاد...... وفی سیرالاصول لائلی الیسر ان دارالاسلام لایصیر دارحرب مالم تبطل به جمیع ماصارت به دارالإسلام...... الخ"
(مجموعة الفتاویٰ: کتاب الصلوٰة، هندوستان میں نماز جمعه...... ص ۲۳۸/۲۳۷، ج۱: ایچ ایم سعید) (وکذا فی الفتاویٰ البزازیة: کتاب السیر، الفصل الثالث فی الحظر والاباحت، ص ۳۱۱، ج٦، رشیدیه کوئٹه)

۳) (فتاوی رشیدیه: جمعه و عیدین کا بیان، ص: ۳۴۹، طبع اداره اسلامیات، لاهور)
(فتاویٰ دارالعلوم (المعروف بامداد المفتین) لمفتی محمد شفیعؒ: کتاب الصلوٰة، فصل فی الجمعة، ص ۳۹۴، ج۲: دارالاشاعت، کراچی)
(فتاویٰ دارالعلوم (المعروف بعزیز الفتاوی) لمولانا عزیزالرحمن صاحب، باب الجمعة، ص ۲۷۳، ج۱: دارالاشاعت، کراچی)
فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، کتاب الصلوة، الباب الخامس عشر فی صلوٰة الجمعة، ص ۳۸، ج۵، دارالاشاعت کراچی)

آٹھ سو کی آبادی میں جمعہ کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک گاؤں تاجہ زئی جس کے بالغ مردوں کی آبادی ۸۰۰ ہے- تقریباً دوگنے سے زیادہ نابالغ بچے بچیاں اور بالغ عورتیں ہوں گی- ایک بجلی گھر بھی ہے، اسکول مڈل تک ہے، زنانہ سکول بھی ہے، ڈسپنسری ہے، ڈاکخانہ بھی ہے، لاریوں کا مشہور اڈہ ہے، چار گاؤں ہیں ان کے درمیان میں ایک فرلانگ یا اس سے کم ہی فاصلہ ہے، گاؤں سارا ایک نام سے مسمی ہے، لہٰذا جو احناف کے نزدیک مفتی بہ ہو وہ جواب عنایت فرمائیں- تاکہ اس علاقہ کے لوگوں کا انتشار دور ہو جائے نیز یہ کہ جہاں نماز جمعہ صحیح ہو وہاں سے کتنے دور والوں پر نماز جمعہ واجب ہوگی- بینوا وتوجروا

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم- صورت مسئولہ میں مذکورہ بستی کے اندر جمعہ جائز نہیں ہے کیونکہ باتفاق علماء احناف جمعہ کی صحت کے لیے مصر یا قریہ کبیرہ کا ہونا شرط ہے[1] اور تاجہ زئی تو چار چھوٹے گاؤں کا نام ہے جن کے مابین فرلانگ تک کا فاصلہ ہے پہلے تو یہ سارے گاؤں ایک شمار نہ کیے جائیں گے کیونکہ ان کے مابین جگہ میں غالباً کھیتی باڑی ہوتی ہوگی اور جب دو بستیوں میں کھیتی باڑی کی وجہ سے انفصال ہوا اور ان میں سے کوئی ایک دوسری بستی کا فناء بھی نہ ہو تو یہ شرعاً ایک شمار نہیں کی جاتیں بلکہ علیحدہ علیحدہ آبادی شمار کی جاتی ہیں لہٰذا تاجہ زئی کا اگر ہر ایک گاؤں علیحدہ شمار کیا جائے تب تو واضح ہے کہ اس میں جمعہ جائز نہیں ہے اور اگر بالفرض ان سب کو جمع کر کے ایک بستی شمار کیا جائے تب مجموعہ پر بھی مصر کی تعریف صادق نہیں آتی- کیونکہ ہزار ڈیڑھ ہزار اور دو ہزار مختصر سی آبادی ہے- نیز اس میں امیر اور قاضی بھی نہیں ہے- دیگر جو امارات از قسم گلی کوچے اور بازاروں کے بتائے گئے ہیں وہ بھی اس کے اندر موجود نہیں ہیں لہٰذا اس میں جمعہ جائز نہ ہوگا- قال فی الهداية[2] **والمصر الجامع كل**

---

۱) ويشترط لصحتها سبعة اشياء: الأول: المصر وهو مالا يسع أكبر مساجده أهله المكلفين بها (الدر المختار)...... تقع فرضا فى القصبات والقرى الكبيرة التى فيها أسواق...... لاتجوز فى الصغيرة التى ليس فيها قاض و منبر و خطيب- (الدر المختار مع ردالمحتار: كتاب الصلوة، باب الجمعة، ص ۱۳۸، ج۲: طبع ايچ ، ايم سعيد كراچى)

(وكذا فى جامع الرموز للقهستانى: باب الجمعة، ص ۲۴۸، ج۲: ايچ ايم سعيد)

(وكذا فى البحر الرائق: باب الجمعة، ص ۲۴۸، ج۲: رشيديه كوئٹه)

۲) (الهداية: كتاب الصلوة، باب صلوٰة الجمعة، ص ۱۷۷، ج۱: رحمانيه لاهور)

موضع له امير و قاض ينفذ الاحكام و يقيم الحدود و هذا عند ابى يوسف رحمه الله و عنه انهم اذا اجتمعوا فى اكبر مساجدهم لم يسعهم والاول اختيار الكرخى و هو الظاهر والثانى اختيار الثلجى- و قال فى العناية[1] (وعنه) اى عن ابى يوسف (انهم اذا اجتمعوا) اى اجتمع من تجب عليهم الجمعة لا كل من يكن فى ذلك الموضع من الصبيان والنساء والعبيد لان من تجب عليهم مجتمعون فيه عادة قال ابن شجاع احسن ما قيل فيه اذا كان اهلها بحيث لو اجتمعوا فى اكبر مساجدهم لم يسعهم ذلك حتى احتاجوا الى بناء مسجد آخر للجمعة و هذا الاحتياج غالب عند اجتماع من عليه الجمعة والاول اختيار الكرخى و هو ظاهر الرواية و عليه اكثر الفقهاء والثانى اختيار ابى عبدالله الثلجى و عن ابى يوسف رواية اخرى غير هاتين الروايتين و هو كل موضع يسكنه عشرة آلاف نفرفكان عنه ثلث روايات. فقط والله تعالى اعلم-

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

جوازِ جمعہ کے لیے قریبی بستیوں کو ملانے کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک بستی ہے جس کا عمومی نام بستی قریش ہے اگر ان لوگوں سے میل دو میل کے فاصلے سے کوئی پوچھے آپ کہاں بیٹھتے ہو تو وہ کہتے ہیں کہ بستی قریش میں مگر یہی بستی قریش تین بستیوں میں تقسیم ہے ان کے درمیان آپس میں اتنا فاصلہ ہے جتنا کہ تقریباً مدرسہ قاسم العلوم اور انوار العلوم کے درمیان میں فاصلہ ہے ان بستیوں کے درمیان ایک مسجد ہے۔ جس کے قریب کوئی گھر بغیر ایک کنویں کے نہیں ہے کیا اس مسجد میں جمعہ قائم کر سکتے ہیں یا نہیں؟ ان تین بستیوں کو بستی واحد کا حکم دے سکتے ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا

---

١) (العناية على هامش فتح القدير: كتاب الصلوة، باب صلوة الجمعة، ص ٢٤، ج٢: رشيديه كوئٹه)
(وكذا فى حلبى كبير: فصل فى صلوة الجمعة، ص: ٥٤٩/٥٥٠، سعيدى كتب خانه كوئٹه)
(وكذا فى ردالمحتار: كتاب الصلوة، باب الجمعة، ص ١٣٧/١٣٨، ج٢: ايچ ايم سعيد كمپنى كراچى)

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم- آپ نے یہ تحریر نہیں فرمایا ہے کہ مجموعہ تین بستیوں کی آبادی کتنی ہے ان کی دیگر ہیئت کذائیہ کیسی ہے اگر مجموعہ بھی شہر جو جمعہ کے جواز کے لیے شرط ہے نہ کہلاتا ہو اور نہ شہر (مصر) کی تعریف اس پر صادق آتی ہو تو اگر بالفرض ان کو ایک بستی کے حکم میں بھی قرار دے دیا جائے تب بھی جمعہ اس میں جائز نہ ہوگا[1] یہ تو بعد کی بات ہے کہ ان کو بستی واحد کا حکم دیا جائے گا یا نہیں؟ شہر بننے کے لیے تو علاوہ دیگر شرائط کے کافی بڑی آبادی کی ضرورت پڑتی ہے[2]- فقط واللہ تعالیٰ اعلم-

تین سو بالغ ونابالغ افراد کی آبادی میں جمعہ کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ہمارے چک میں تقریباً تین صد مرد وعورت بالغ و نابالغ کی آبادی ہے یہاں دو کانیں چار ہیں- یہاں سے سودا جو ہفتہ بھر کے لیے ضروری ہوتا ہے وہ نہیں مل سکتا- بافندہ، لوہار، ترکھان، حجام، درزی موچی وغیرہ ہیں-

ایک گاؤں ہے وہاں جامع مسجد بھی ہے اور ہمیشہ جمعہ ہوتا ہے یہاں سے چار میل کے فاصلہ پر ہر چار طرف جمعہ ہوتا ہے- ہمارے چک میں ایک مسجد ہے اس میں جمعہ جائز ہے یا نہیں-

---

۱) "لا تصح الجمعة إلاّ فی مصر جامع أوفی مصلی المصر ولا تجوز فی القریٰ لقوله علیه السلام لاجمعة ولاتشریق ولا فطر ولا أضحی الا فی مصر جامع والمصر الجامع کل موضع له امیر وقاض ینفذ الأحکام ویقیم الحدود و هذا عن أبی یوسف رحمه الله وعنه أنهم اذا اجتمعوا فی اکبر مساجد هم لم یسعهم والأول اختیار الکرخی رحمه الله وهو الظاهر والثانی اختیار الثلجی رحمه الله"۔
(الهدایة: کتاب الصلوٰة، باب صلوٰة الجمعة، ص ۱۷۷، ج۱: طبع مکتبه رحمانیه، لاهور)
(وکذا فی الدرالمختار مع ردالمحتار: کتاب الصلوٰة، باب الجمعة، ص ۱۳۸/۱۳۷، ج۲: ایچ ایم سعید کمپنی کراچی)
(وکذا فی العنایه علی هامش فتح القدیر: کتاب الصلوٰة، باب صلوٰة الجمعة، ص ۲۴، ج۲: طبع مکتبه رشیدیه کوئٹه)

۲) راجع الی الحاشیة السابقة، نمبر ۱

﴿ج﴾

یہ بستی چھوٹی ہے-صحت جمعہ کے لیے تمام فقہاء نے مصر ہونے کو شرط لکھا ہے (۱)-قصبہ بھی مصر کا حکم رکھتا ہے (۲)-پس اس بستی میں نماز جمعہ صحیح نہیں ہے-نماز ظہر با جماعت پڑھنا ضروری ہے ورنہ فرض ظہر ذمہ سے ساقط نہ ہوگا (۳)-فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کیا جمعہ کے صحیح ہونے کے لیے خطبہ سننا شرط ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص خطبہ میں شمولیت نہیں کرتا بعدہ جماعت میں شامل ہو جاتا ہے-نظر شفقت فرماتے ہوئے یہ بیان فرمائیں کہ اس شخص کی نماز جمعہ ادا ہو جاتی ہے یا نہیں؟ اگر ہو جاتی ہے تو کس درجہ یعنی کاملاً یا ناقصاً-بسط کے ساتھ واضح الفاظ میں بیان فرمادیں-

﴿ج﴾

نماز کی صحت کے لیے خطبہ کا ہونا تو شرط ہے سننا شرط نہیں ہے (۴)-ایک آدمی اگر دیر سے آ گیا ہے اور خطیب خطبہ پڑھ چکا ہے مجمع موجود ہے اور یہ شخص آ کر صرف نماز میں شریک ہو جاتا ہے تو اس کی نماز جمعہ ادا ہو جاتی ہے ہاں ثواب اس کا پہلے آنے والے لوگوں سے جو خطبہ سن چکے ہیں بہت کم ہے (۵)-فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

١) (ويشترط لصحتها) أى صلاة الجمعة (ستة أشيآء) الأول (المصر أوفناؤه)" مراقى الفلاح شرح نورالايضاح، كتاب الصلوٰة، باب الجمعة، ص ٥٠٦، قديمى كراچى)۔
(وكذا فى الدرالمختار: كتاب الصلوٰة، باب الجمعة، ص ١٧٧، ج١، طبع مكتبه رحمانيه، لاهور)

٢) "تقع فرضا فى القصبات والقرى الكبيرة التى فيها أسواق......الخ" (ردالمختار: كتاب الصلوٰة، باب الجمعة، ص ١٣٨، ج٢: ايچ ايم سعيد كراچى)
(وكذا فى جامع الرموز: كتاب الصلوة، فصل صلوٰة الجمعة، ص ٢٦١، ج١ :ايچ ايم سعيد)

٣) "فى الجواهر: لوصلوا فى القرى لزمهم أداء الظهر۔" (ردالمختار: كتاب الصلوٰة، باب الجمعة، ص ١٣٨، ج٢: سعيد)...... "وأما القرىٰ فإن أراد الصلوٰة فيها فغير صحيحة على المذهب۔"
(البحرالرائق: كتاب الصلوٰة، باب الجمعة، ص ٢٤٨، ج٢: رشيديه كوئٹه)

٤) "والرابع: الخطبة فيه...... والخامس كونها قبلها...... بحضرة جماعة تنعقد الجمعة، بهم ولو كانوا صما أونياما (الدرالمختار) ...... (قوله ولوكانوا صما أونياماً) أشار إلى أنه لايشترط لصحتها كونها مسموعة۔" (الدرالمختار مع ردالمحتار: كتاب الصلوٰة، باب الجمعة، ص ١٤٧، ج٢: ايچ ايم سعيد كراچى) "الاترىٰ الى صحتها من المقتدين الذينّ لم يشهدوا الخطبة۔"(البحرالرائق: كتاب الصلوٰة، باب صلاة الجمعة، ص ٢٥٧، ج٢: رشيديه كوئٹه) (وكذا فى الفتاوىٰ الهندية: كتاب الصلوٰة، الباب السادس عشر فى صلوة الجمعة، ص ١٤٦، ج١: طبع مكتبه رشيديه كوئٹه)

٥) (راجع للحاشية السابقة، نمبر ٤

ڈیڑھ درجن مکانات کی آبادی میں جمعہ کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک چھوٹی سی بستی ہے جس میں ڈیڑھ درجن مکان ہیں اوراس کے اردگرد اور بہت سی بستیاں ہیں جن بستیوں کا فاصلہ ایک بیگھہ یا ایکڑ اوراس سے زیادہ بھی ہے اس طرح اگران بستیوں کو اکٹھا کیا جائے تو ایک اچھا خاصہ قصبہ بن جاتی ہیں مذکورہ بستی میں ایک دینی درس گاہ ہے- اس درس گاہ کی مسجد میں نماز جمعہ شروع کیا ہے- شروع اسی وجہ سے کیا ہے کہ یہ لوگ آٹھ دن کے بعد کوئی دین کا حکم سن جائیں تو آیا بستی مذکورہ میں نماز جمعہ جائز ہے یا کہ نہیں؟ بینوا توجروا

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم- واضح رہے کہ صحت ادائے نماز جمعہ کے لیے مصر یا فناء مصر کا ہونا باتفاق علماء احناف شرط ہے[1]- جہاں یہ شرط نہ پائی جائے وہاں کے لوگوں پر ظہر کی چار رکعتیں فرض ہیں جمعہ کے ادا کرنے سے ظہر کی نماز ذمہ سے ساقط نہیں ہوتی[2]- نیز ایسی جگہ جمعہ کی نماز کا ادا کرنا اداء نفل بالجماعۃ بالتداعی ہوگا اور یہ بھی مکروہ ہے[3]- مذکورہ بستی چونکہ قریہ صغیرہ ہے اور آس پاس کی بستیوں کو شرعاً اس کے ساتھ اکٹھا نہیں کیا جاسکتا- لہٰذا جمعہ

---

۱) "ویشترط لصحتها سبعة أشیاء: الأول المصر......أوفناء ه بكسر الفاء وهو ماحوله اتصل به أولاً"
(الدرالمختار: كتاب الصلوٰة، باب الجمعة، ص ١٣٨/١٣٧، ج٢: ایچ، ایم سعید کمپنی کراچی)
(وكذا فی الهداية: كتاب الصلوٰة، باب صلوٰة الجمعة، ص ١٧٧، ج١: رحمانيه، لاهور)
(وكذا فی مراقی الفلاح، كتاب الصلوٰة، باب الجمعة، ص: ٥٠٦، قديمی كراچی)

۲) "فی الجواهر: لوصلّوا فی القرىٰ لزمهم أداء الظهر-" (الدرالمختار: كتاب الصلوٰة، باب الجمعة، ص ١٣٨، ج٢: سعيد)
"وأما القرىٰ فإن أراد الصلوٰة فيها فغير صحيحة على المذهب-" (البحرالرائق: باب الجمعة، ص ٢٤٨، ج٢: رشيديه)

۳) "ولا يصلّى الوتر ولا التطوع بجماعة خارج رمضان: أی يكره ذلك على سبيل التداعی بأن يقتدی أربعة بواحد كما فی الدر-" (الدرالمختار: كتاب الصلوٰة، باب الوتر والنوافل، مطلب فی كراهة الاقتداء فی النفل على سبيل التداعی، ص ٤٩/٤٨، ج١: ایچ، ایم سعید)-
(وكذا فی حلبی كبير: بحث التراويح، ص: ٤٠٨، سعیدی کتب خانه كوئٹه)
(وكذا فی الفتاوىٰ الهندية: كتاب الصلوٰة، الباب الخامس فی الامة، الفصل الأول، ص ٨٣، ١: رشيديه كوئٹه)

کی نماز کا ادا کرنا مذکورہ بستی میں ناجائز ہے[۱] مذکورہ بستی کے لوگوں پر ظہر کی نماز فرض ہے اگر دین کا حکم سنانا مقصود ہے تو روز سنا دیا کریں، گھر گھر جا کر تبلیغ فرمائیں یا جلسے، درس وغیرہ منعقد کر لیا کریں جمعہ کا ادا کرنا محض اس مصلحت کی خاطر ہرگز درست نہیں ہے۔ قال فی الکنز شرط ادائها المصر و هو کل موضع له امیر و قاض ینفذ الاحکام و یقیم الحدود[۲]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کیا جمعہ کے دن کام کاج کی چھٹی کرنا بدعت ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ زید مدارس اسلامیہ اور اسلامی تعلیمی درسگاہوں میں تعطیل یوم الجمعۃ کا قائل ہے اور کہتا ہے کہ علماء سلف اور خلف کا اس پر اختلاف نہیں خواہ غیر مقلدین یا مقلدین ائمہ اربعہ دیوبندی' بریلوی ہوں یا اہل شیعہ ہوں ان کا اجماع ہے اور بکر سب کی تغلیط کرتے ہوئے کہتا ہے کہ بدعت ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اور صحابہ کے زمانہ اور تابعین اور تبع تابعین اور مجتہدین کے زمانے میں مروج نہ تھا بلکہ گورنمنٹ برطانیہ نے اپنے اقتدار کے دور میں روسی لیبر پارٹی کے انقلاب سے متاثر ہوتے ہوئے ایک دن کی تعطیل مقرر کی ہے اور مولوی لوگوں نے پھر اس جمعہ کے دن کی تعطیل کو اس سے لیا ہے۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ واضح رہے کہ بدعت شرعاً اس کو کہتے ہیں کہ کسی ایسے کام کو عبادت سمجھ کر کیا جائے جس کا شرعاً عبادت ہونا ثابت نہ ہو۔ کما فی الحدیث من احدث فی امرنا هذا ما لیس منه فهو رد او کما قال علیه السلام[۳]۔ لہٰذا کسی کام کو اگر کیا جائے اور اسے عبادت یعنی کار ثواب سمجھ کر نہ کیا جائے تو

---

۱) ولا تجوز فی الصغیرة التی لیس فیها قاض و منبر و خطیب۔ (ردالمحتار: کتاب الصلوٰة، باب الجمعة، ص ۱۳۸، ج۲: سعید) (وکذا فی البحر: کتاب الصلوٰة، باب صلوٰة الجمعة، ص ۲۴۵، ج۲، رشیدیه)۔(وکذا فی الهدایة: باب صلوٰة الجمعة، ص ۱۷۷، ج۱، رحمانیه لاهور)

۲) (کنزالدقائق: کتاب الصلوٰة، باب صلوٰة الجمعة، ص: ۴۳، بلوچستان بك ڈپو کوئٹه)

۳) (مشکوٰة المصابیح: کتاب الایمان، باب الإعتصام بالکتاب والسنة، الفصل الأول، ص: ۲۷، قدیمی کراچی) (قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: من أحدث، أی جددو ابتدع، أوأظهر واخترع (فی أمرنا هذا) أی فی دین الاسلام مالیس منه...... فهو) أی الّذی أحدث (رد) أی مردود علیه...... الخ۔" (مرقاة شرح مشکوٰة، کتاب الایمان، باب الاعتصام بالکتاب والسنة، الفصل الأول، حدیث نمبر ۱۴۰، ص ۳۳۵، ج۱: طبع دارالکتب علمیه بیروت)

(وکذا فی ردالمحتار: (کتاب الصلوٰة، باب الامامة، مطلب البدعة خمسة اقسام، ص ۵۶۰، ج۱: ایچ ایم سعید کمپنی کراچی)

شرعاً بدعت نہیں کہا جاتا- مثلاً لاریوں اور ریلوں کا سفر بدعت شرعاً نہیں ہے اگرچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نیز قرون مشھود لھا بالخیر میں اس قسم کے سفر کا کوئی نام ونشان نہیں ہے- کیونکہ اس قسم کے سفر کو تو کوئی عبادت کی غرض سے مقصود سمجھ کر نہیں کرتا اسی طرح مدارس عربیہ کا موجودہ نہج اور طرز پر اجراء اگرچہ قرون ثلثہ کے بعد کا ہی ایجاد ہے مگر چونکہ مقصود دین کی تعلیم وتبلیغ ہے موجودہ زمانہ میں مدارس کا موجودہ طریقہ اس مقصود کی آسانی کا سبب بنتا ہے اس لیے ان کا اجراء کیا جاتا ہے نہ یہ کہ ایسے طرز ہی کو مقصود اور عبادت سمجھ کر ہی کیا جاتا ہے ورنہ یہ بھی بدعت بن جائے گا-

اس تمہید کے بعد سمجھ لینا چاہیے کہ مسئلہ متنازعہ فیہ میں زید اگر تعطیل یوم جمعہ کا عبادت سمجھ کر قائل ہے تو یہ بدعت اور ناجائز ہے اور اگر زید تعطیل یوم الجمعۃ کا عبادت سمجھ کر قائل نہیں ہے بلکہ یوں قول کرتا ہے کہ سلف وخلف علماء کرام کی یہ عادت چلی آرہی ہے اور ان کا یہ عرف چلا آیا ہے کہ جمعہ کے دن مدارس میں تدریس کی چھٹی ہوتی ہے اور اسباق بند ہوتے ہیں اور اس عادت کو قبیح اور شنیع سمجھتا ہے اور اس کو انگریزوں یا دیگر کافروں اور مشرک قوموں کی تقلید گردانتا ہے اور یہ کہتا ہے کہ انگریزوں کی تقلید اور روسی لیبر پارٹی کے انقلاب کا یہ جمعہ کی تعطیل اثر ہے- علماء سلف میں جمعہ کی تعطیل کا رواج بالکل نہ تھا لہٰذا یہ بدعت اور گناہ ہے- اگر نزاع اس نوعیت کا ہے تو زید حق پر ہے اور بکر باطل پر ہے- کیونکہ ہمارے متقدمین اور سلف صالحین جو اس روسی انقلاب گورنمنٹ برطانیہ کے دور سے پہلے گزر چکے ہیں ان سے جمعہ کی تعطیل مدارس میں ثابت ہے بلکہ بعض کے ہاں تو ہفتہ میں دو دنوں منگل اور جمعہ کی تعطیل کا عام رواج تھا تو وہ علماء کی جمعہ کی تعطیل کو انگریزوں کی تقلید کہتا ہے- حقیقت میں علماء سلف کی عادت کی پیروی ہے اور چونکہ اسے عبادت نہیں سمجھا جاتا ہے بلکہ استراحت یا مطالعہ یا دیگر امور ضروریہ کے لیے جمعہ کی تعطیل مناتے ہیں لہذا بدعت نہ کہلائے گا- چند وہ حوالے پیش کیے جاتے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ اسلاف میں جمعہ بلکہ منگل رمضان اور عیدین کی تعطیل کا عام رواج تھا- قال فی الدر المختار [1] **و هل یاخذ ایام البطالة کعید و رمضان لم اره و ینبغی الحاقه ببطالة القاضی واختلفوا فیها والاصح انه یاخذ لانها للاستراحة اشباه من قاعدة العادة محكمة**

---

۱) (الدرالمختار مع ردالمحتار: کتاب الوقف، مطلب فی استحقاق القاضی والمدارس الوظیفة فی یوم البطالة، ص ۴۱۶، ج۳: رشیدیه قدیم)

(وکذا فی الأشباء والنظائر: الفن الأول القواعد الکلیة، القاعدة السادسة العادة محکمة، حکم البطالة فی المدارس، ص: ۹۶، طبع قدیمی کراچی)

(وکذا فی امداد الفتاوی: (کتاب الاجارة، حکم تنخواه أیام تعطیل......ص ۳۴۸، ج۳: دارالعلوم، کراچی، قدیم)

وسیجئی ما لو غاب فلیحفظ وقال الشامی تحتہ- (قولہ و ینبغی الحاقہ ببطالۃالقاضی الخ) قال فی الاشباہ و قد اختلفوا (الی ان قال) ان یاخذ و یصرف اجر ھذین الیومین الی مصارف المدرسۃ من المرمۃ وغیرھا بخلاف ما اذا لم یقدر لکل یوم مبلغا فانہ یحل لہ الاخذ وان لم یدرس فیھما للعرف بخلاف غیرھما من ایام الاسبوع حیث لایحل لہ اخذ الاجر عن یوم لم یدرس فیہ مطلقا سواء قدرلہ اجر کل یوم اولاالخ- قلت ھذا ظاھر فیما اذا قدر لکل یوم درس فیہ مبلغاً امالو قال یعطی المدرس کل یوم کذا فینبغی ان یعطی لیوم البطالۃ المتعارفۃ ما ذکرہ فی مقابلہ من البناء علی العرف فحیث کانت البطالۃ معروفۃ فی یوم الثلاثاء والجمعۃ و فی رمضان والعیدین یحل الاخذ- الخ

ہاں اگر یہ طے کرلیا جائے کہ جمعہ کے دن بھی پڑھانا ہوگا اور اس پر درس لگ جائے تب اس کو جمعہ کے دن بھی پڑھنا ضروری ہے اور اگر یہ شرط نہیں کر چکا تھا تب بمطابق عرف ورواج جمعہ کو پڑھانا لازم نہ ہوگا[1]- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ایسے گاؤں میں جمعہ کا حکم جہاں ایک ہی نماز میں ساٹھ اشخاص اکٹھے ہو جائیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ہمارے گاؤں چوہڑکوٹ میں بیک وقت ایک ہی نماز کے لیے تقریباً پچاس یا ساٹھ آدمی جمع ہو سکتے ہیں- گاؤں میں تقریباً ٦ یا ٨ دوکانیں موجود ہیں جن میں ضروریات زندگی کی اشیاء بآسانی مل سکتی ہیں- ان میں لوہار بھی ہے، زرگر نہیں ہے- اب تک ہم نے کبھی بھی اس میں جمعہ کی نماز نہیں پڑھی ہے- اب ایک مولوی صاحب تشریف لائے ہوئے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ اہالیان چوہڑ کوٹ پر جمعہ کی نماز فرض ہے تو کیا ہم پر نماز جمعہ فرض ہے یا نہیں سرکاری دفاتر میں سے پٹوارخانہ اور سکول بھی موجود ہے- بینوا توجروا

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم- معلوم رہے کہ باتفاق جمیع علماء احناف جمعہ کی فرضیت اور اس کی صحت کے لیے مصر

---

١) "المعروف عرفا کالمشروط شرطا" (مجلۃ الأحکام الشرعیۃ: المقدمۃ، المادہ نمبر ٤٣، ص: ٢١، قدیمی کراچی)

(وکذا فی الأشباہ والنظائر: الفن الأول، القاعدۃ السادسۃ، ص: ٩٩، قدیمی کراچی)

(شہر) ہونا شرط ہے- عام دیہاتوں اور بستیوں میں نماز جمعہ پڑھنی جائز نہیں ہے بلکہ ظہر چار رکعتیں ادا کرنی فرض اور ضروری ہیں اور مصر کی تعریف میں مختلف اقوال ہیں- بعض کہتے ہیں وہ بڑی آبادی کہ جس میں بازار اور گلیاں ہوں اور اس میں ایک ایسا حاکم موجود ہو جو اپنی قوت وسلطنت اور علم وفہم کے ذریعہ مقدمات اور فیصلے کرنے کی قدرت رکھتا ہو بعض کا قول ہے وہ آبادی کہ جس میں والی اور قاضی ہو جو حدود اور احکام شرعیہ کو جاری کرتا ہو بعض فرماتے ہیں اتنی بڑی آبادی کہ اس آبادی کے سب عاقل بالغ مرد اگر جمع ہو جائیں تو بڑی مسجد کے اندر اور باہر نہ آسکیں اور ایک روایت امام ابو یوسف صاحب رحمہ اللہ سے ہے وہ آبادی کہ جس میں دس ہزار آدمی بستے ہیں وہ شہر ہے اسی طرح دیگر اقوال بھی ہیں اور یہ تعریفیں امارات وعلامات ہیں اور سب کا مآل تقریباً ایک ہی ہے وہ یہ کہ ایسی آبادی ہو کہ بڑے شہروں کو شمار کرتے وقت اسے بھی ان میں عرفاً شمار کیا جائے- **كما قال فى البحر الرائق** [1] **تحت قول الكنز– شرط ادائها المصر و هو كل موضع له امير وقاض ينفذ الاحكام و يقيم الحدود اومصلاه– (قال) و فى حدالمصر اقوال كثيرة اختاروا منها قولين احدهما ما فى المختصر ثا نيهما ما عزوه لابى حنيفة انه بلدة كبيرة فيها سكك و اسواق و لها رساتيق و فيها وال يقدر على انصاف المظلوم من الظالم بحشمته و علمه او علم غيره والناس يرجعون اليه فى الخوادث– الخ و قال فى الهداية** [2] **(لا تصح الجمعة الا فى مصر جامع او فى مصلى المصر و لا تجوز فى القرى) لقوله عليه السلام لا جمعة ولا تشريق و لا فطر ولا اضحى الافى مصر جامع والمصر الجامع كل موضع له امير وقاض ينفذ الاحكام و يقيم الحدود و هذا عند ابى يوسف رحمه الله تعالى و عنه انهم اذا اجتمعوا فى اكبر**

---

۱) (البحر الرائق شرح كنزالدقائق: كتاب الصلوٰة، باب صلوٰة الجمعة، ص ٢٤٦، ج٢: طبع مكتبه رشيديه كوئٹه)

۲) (الهداية: كتاب الصلوٰة، باب صلوٰة الجمعة، ص١٧٧، ج١: طبع مكتبه رحمانيه لاهور)

"ويشترط لصحتها سبعة أشياء: الأول: المصر وهو مالا يسع أكبر مساجده أهله المكلفين بها...... وظاهر المذهب أنه كل موضع له أمير وقاض يقدر على اقامة الحدود......(الدرالمختار) فى التحفة عن أبى حنيفة أنه بلدة كبيرة فيها سكك وأسواق ولهار ساتيق وفيها وال يقدر على انصاف المظلوم من الظالم بحشمته وعلمه أوعلم غيره يرجع الناس اليه فيما يقع من الحوارث وهذا هوالأصح......الخ"

(ردالمحتار: كتاب الصلوٰة، باب الجمعة، ص ١٣٧، ج٢، طبع ايچ ايم سعيد كراچى)

(وكذا فى البدائع الصنائع: كتاب الصلوٰة، فصل فى بيان شرائط الجمعة، ص ٢٥٩، ج١: مكتبه رشيديه قديم)

مساجد هم لم يسعهم والاول اختيار الكرخي و هو الظاهر والثاني اختيار الثلجي– و في العناية [1] و عن ابي يوسف رواية اخرى غير ها تين الروايتين و هو كل موضع يسكنه عشرة الاف نفر فكان عنه ثلاث روايات–

سوال میں جس بستی کے متعلق پوچھا گیا ہے اور جس کے کچھ حالات سوال میں درج ہیں اور کچھ زبانی بتائے گئے وہ یہ کہ اس کی آبادی تقریباً تین سونفر کی ہے وغیرہ۔ میرے خیال میں مصر کی تمام تعریفوں کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ بستی مصر (شہر) شرعاً نہیں ہے اور اس کے اہالیان پر نماز جمعہ فرض نہیں ہے بلکہ لوگ ظہر کی نماز ہی ادا کریں گے جمعہ کی نماز پڑھنے سے ان کے ذمہ سے ظہر کی نماز ساقط نہ ہوگی [2] جیسا کہ پہلے سے یہ لوگ جمعہ کی نماز نہیں پڑھتے رہے۔ اب بھی اتفاق کر کے نہ ہی پڑھا کریں حدیث وفقہ پر نظر کر کے یہی سمجھ میں آتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

فوجی شہر سے دور سکیم پر ہوں تو جمعہ کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں مفتیان شرع متین کہ جب فوج سکیم پر جاتی ہے تو وہاں پر کیمپ جو ہوتا ہے وہ عارضی ہوتا ہے۔ وہاں جمعہ کے دن جمعہ کی نماز پڑھیں یا ظہر کی نماز پڑھیں اور کیمپ شہر سے دور اور جنگل میں ہوتا ہے صرف وہاں یونٹ کی نفری تقریباً تین یا چار سو ہوتی ہے۔ لہٰذا مہربانی فرما کر ہماری اس معاملہ میں رہنمائی فرمائی جائے۔

﴿ج﴾

واضح رہے کہ صحت جمعہ کے لیے مستقل آبادی شرط ہے جنگل میں یا خانہ بدوش جہاں عارضی رہائش اختیار کرے اور وہاں مستقل آبادی نہ ہو وہاں جمعہ اور عیدین جائز نہیں۔ نیز جواز جمعہ کے لیے مصر یعنی شہر یا قریہ کبیرہ کا ہونا بھی شرط ہے عرفات کے میدان میں جہاں لاکھوں افراد جمع ہوتے ہیں چونکہ مستقل آبادی نہیں۔ جمعہ جائز

---

۱) (عناية شرح الهداية على هامش فتح القدير : كتاب الصلوٰة، باب صلوة الجمعة، ص ۲۴، ج۲، طبع مكتبه رشيديه كوئٹه)

۲) "الاترى ان في الجواهر: لوصلوا في القرىٰ لزمهم أداء الظهر." (ردالمحتار: كتاب الصلوٰة، باب الجمعة، ص ۱۳۸، ج۲: طبع ايچ ايم سعيد كمپني كراچي)۔ (وكذا في جامع الرموز: فصل صلوٰة الجمعة، ص ۲۶۲، ج۱، سعيد) وأما القرىٰ فإن أرادالصلوة فيها فغير صحيحة على المذهب." (البحر الرائق: كتاب الصلوٰة، باب صلوة الجمعة، ص ۲۴۸، ج۲: طبع مكتبه رشيديه كوئٹه)

نہیں لہٰذا فوجی سکیم پر جب مستقل آبادی یعنی شہر میں قیام نہ ہو۔ جمعہ درست نہیں [1]۔

جمعہ اور جنازہ اکٹھے ہو جائیں تو پہلے کسے ادا کیا جائے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ فرض کفایہ فرض عین کے وقت میں جمع ہوئے ہیں۔ کس صلوٰۃ کو پہلے ادا کرنا چاہیے اور جمعہ کی اذان بھی ہو چکی ہے جمعہ پڑھتے وقت دیر ہو جائے گی۔ اس لیے پہلے نماز جنازہ پڑھائی گئی ہے۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ شرعاً نماز جنازہ کی تعجیل مندوب اور مطلوب ہے حدیث شریف میں وارد ہے۔ ثلاث لا یؤخرن (وعدمنها) الجنازة اذا حضرت (الحدیث) [2]۔ لہٰذا اگر نماز جنازہ نماز جمعہ سے پہلے ادا کی جائے تو بہتر ہے۔ مصلحت کی خاطر (مثلاً تکثیر جماعت) نماز جنازہ فرض عین سے مؤخر کی جائے تو بھی جائز ہے [3]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

۱) "ويشترط لصحتها سبعة أشيآء: الأول: (المصر ...... أوفناء ه (الدر المختار) وعبارة القهستانى: (قوله: لأنها مفازة) أى برية لا أبنية فيها بخلاف منىٰ۔" (الدر المختار مع ردالمحتار: كتاب الصلوٰة، باب الجمعة، ص ١٣٧، ١٤٤، ج٢: ايچ ايم سعيد) "لاتصح الجمعة إلا فى مصر جامع اوفى مصلى المصر ولا تجوز فى القرىٰ ...... ولا جمعة بعرفات فى قولهم جميعاً لأنها فضاء، وبمنى أبنية۔" (الهداية: كتاب الصلوٰة، باب صلوٰة الجمعة، ص ١٧٧، ج١: رحمانيه)

(وكذا فى حلبى كبير: فصل فى صلوٰة الجمعة، ص ٥٤٩/ ٥٥١، طبع سعيدى كتب خانه كوئٹه)

۲) "عن على بن أبى طالب رضى الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال له: يا على، ثلاث لاتؤخرها الصلوٰة اذاانت والجنازة اذا حضرت والأيم اذا وجدت لها كفوا۔" (جامع الترمذى: ابواب الجنائز، باب ماجآء فى تعجيل الجنازة، ص ٢٠٦، ج١: سعيد كراچى)

۳) (وكره تأخير صلاته ودفنه ليصلى عليه جمع عظيم بعد صلاة الجمعة) إلا إذا خيف فوتها بسبب دفنه: أى فيؤخر الدفن۔" (الدر المختار: كتاب الصلوٰة، باب الجنائز، مطلب فى حمل الميت، ص ٢٣٢، ٢، سعيد) (وكذا فى البحر الرائق: كتاب الجنائز، فصل السلطان أحق بصلاته، ص ٣٣٥، ج٢: رشيديه كوئٹه)

نئی آبادی میں جمعہ کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان دین دریں صورت کہ ایک جامع مسجد میں کافی عرصہ سے جمعہ کی نماز شروع ہے-اب اس جگہ ایک نئی آبادی تعمیر ہوئی ہے مسافت یعنی دوری دواڑھائی کرم ہے اس میں ایک نئی مسجد آباد ہوئی ہے کیا اب اس نئی آبادی کی مسجد میں جمعہ کی نماز پڑھنی جائز ہے یا نہیں- بینوا توجروا-

﴿ج﴾

جمعہ بڑے بڑے شہروں میں قائم کیا جاتا ہے چھوٹی بستیوں میں جائز نہیں ہے [1] صورت مسئولہ میں اگر یہ جامع مسجد بڑے قصبہ یا شہر میں واقع ہے تو وہاں جمعہ جائز ہے مگر اس کے ساتھ اگر نئی آبادی تعمیر ہوئی ہے جو کہ اس پرانی آبادی کے ساتھ بالکل متصل ہے تو ان لوگوں کو شہر کی قدیم جامع مسجد میں جمعہ پڑھنا لازم ہے الگ جمعہ قائم کرنا' بالکل غیر موزوں ہے- جواز وعدم جواز کی بحث میں ہم اس وقت نہیں پڑتے یہ تحقیق کتابوں کی تصحیح پر موقوف ہے لیکن اس میں کلام نہیں ہے کہ آج کل جو رواج ہر مسجد میں جمعہ قائم کرنے کا پڑ گیا ہے بالکل نامناسب اور طریق سلف کے بالکل خلاف ہے اللہ تعالیٰ معاف فرمائے- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ایک ایک میل کے فاصلہ پر واقع چار بستیوں میں تین سو بیس گھر ہوں تو جمعہ کا حکم

﴿س﴾

دیہات میں تین چار بستیاں ہیں ایک موضع گلزار پور تقریباً ۱۵۰ گھر ہیں اور دوسری بستی موضع بویہ والا ایک سو پچاس گھر ہیں، تیسری بستی تقریباً چالیس گھر ہیں، چوتھی بستی تقریباً اسی گھر ہیں- یہ چاروں بستیاں ایک ایک میل کے فاصلہ پر ہیں درمیان میں کچھ چاہ ہیں جن میں چار یا تین گھر ہیں- ان میں نماز جمعہ جائز ہے یا نہیں ۔

---

۱) "ویشترط لصحتها سبعة اشيآء: الأول: المصر (الدرالمختار)......ولا تجوز فی الصغيرة التی ليس فيها قاض و منبر و خطيب" (ردالمحتار: كتاب الصلوة، باب الجمعة، ص ۱۳۷،۱۳۸، ایچ ایم سعید)
(وكذا فی البحر الرائق: كتاب الصلوة، باب صلوٰة الجمعة، ص ۲۴۵، ج۲: رشيديه كوئٹه)
(وكذا فی الهداية: كتاب الصلوٰة، باب صلوة الجمعة، ص ۱۷۷، ج۱: رحمانيه لاهور)

﴿ج﴾

ان بستیوں میں کسی خاص مقام پر جمع ہوکر جمعہ پڑھنا جائز نہیں[1] ظہر پڑھنا لازم ہے[2] بہتر ہے کہ جمعہ کے دن اجتماع کرلیا کریں اور تقریر و وعظ بھی ہوجائے لیکن نماز ظہر بغیر خطبہ وقت مسنون پر ادا کرلیا کریں- فقط واللہ تعالیٰ اعلم-

چالیس گھروں کی آبادی میں جمعہ کا حکم

﴿س﴾

ہماری بستی میں صرف چالیس گھر ہیں وہاں ایک مولوی صاحب جمعہ پڑھاتے تھے- وہ چلے گئے تو ایک دوسرا آدمی جمعہ پڑھنے کے بعد احتیاطی چار رکعت فرض ظہر پڑھنے کے واسطے کہتا ہے کہ فرض یقینی طور پر ساقط ہو جائے تو پہلے جو مولوی ہمیشہ جمعہ پڑھاتا تھا پھر آیا اور لوگوں کو کہنے لگا کہ جمعہ کے بعد فرض احتیاطی جو کوئی پڑھے گا اس کا جمعہ نہ ہوا اور نہ ظہر ہوئی اور ساتھ یہ حکم بھی دے دیا کہ جمعہ ملک پاکستان میں ایک چاہ پر بھی ہوتا ہے کوئی شرط کی ضرورت نہیں- تو لوگ پریشان ہوئے اس واسطے مہربانی کرکے جو شریعت کا حکم ہو فرمائیں-

---

۱) "لاتصح الجمعة إلا فی مصر جامع أوفی مصلی المصر ولا یجوز فی القریٰ لقوله علیه السلام لاجمعة ولا تشریق ولا فطر ولاأضحی الا فی مصر جامع والمصر الجامع کل موضع له امیر و قاض ینفذ الأحکام و یقیم الحدود و هذا عند أبی یوسف رحمه الله تعالیٰ وعنه انهم إذا اجتمعوا فی اکبر مساجدهم لم یسعهم (الهدایة: کتاب الصلوٰة، باب صلوٰة الجمعة، ص ۱۷۷، ج۱: طبع مکتبه رحمانیه لاهور)

"ویشترط لصحتها سعبة اشیآء الأول: المصر وهو مالا یسع اکبر مساجده أهله المکلفین بها...... وظاهر المذهب أنه کل موضع له أمیر وقاض یقدر علی اقامة الحدود...... (الدر المختار)...... عن أبی حنیفة أنه بلدة کبیرة فیها سکك وأسواق ولهار ساتیق وفیها وال یقدر علی انصاف المظلوم من الظالم وتقع فرضا فی القصبات والقری الکبیرة التی فیها اسواق...... ولا تجوز فی الصغیرة التی لیس فیها قاض و منبر و خطیب-" (ردالمحتار: کتاب الصلوٰة، باب الجمعة، ص ۱۳۷، ۱۳۸، ج۲: ایچ ایم سعید)

(وکذا فی البحر الرائق: کتاب الصلوٰة، باب صلوٰة الجمعة، ص ۲٤٦/۲٤٥)، رشیدیه کوئٹه)

۲) "لوصلوا فی القریٰ لزمهم أداء الظهر-" (ردالمحتار: باب الجمعة، ص ۱۳۸، ج۲: سعید)

"أما القریٰ فإن أرادالصلوٰة، فیها فغیر صحیحة علی المذهب" (البحر الرائق: الصلوٰة، باب صلوٰة الجمعة، ص ۲٤۸، ج۲: رشیدیه)

"لوصلوا فی القری لزمهم أداء الظهر-" (جامع الرموز، کتاب الصلوٰة، باب صلوٰة الجمعة، ص ۲٦۲، ج۱: ایچ ایم سعید)

﴿ج﴾

مولوی صاحب کا یہ کہنا غلط ہے کہ پاکستان میں ہر چاہ پر جمعہ پڑھنا جائز ہے اور کوئی شرط نہیں۔ جمعہ کے لیے شہر ہونا یا قصبہ یعنی قریہ کبیرہ ہونا جس کی آبادی تقریباً چار ہزار ہو اور بازار ہوں اور تمام ضروریات ملتی ہوں شرط ہے[1]۔ اس کے بغیر جمعہ جائز نہیں ہے۔ جتنے جمعے ادا کیے ہیں ان کی جگہ ظہر کی نمازیں قضا کریں[2] اور اگر وعظ و تقریر کا شوق ہو تو اجتماع کر کے وعظ و تقریر ہو جائے اور نماز ظہر مسنون وقت پر ادا کی جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

تین سو گھروں کی آبادی میں جمعہ کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے گاؤں کی آبادی تین سو گھروں پر مشتمل ہے تعداد آبادی تقریباً چودہ سو یا پندرہ سو کے لگ بھگ ہے۔ دو کانیں چھ سات ہیں ضروریات ہر قسم کی ملتی ہیں اور مسجدیں دو ہیں بایں طور کہ واحد ملکیت کے سبب سے عام شہر کی ایک مسجد ہے اور ایک مسجد ایک محلّہ کی ہے اگر ملکیت ایک نہ ہوتی تو اور کئی مسجدیں بن گئی ہوتیں اور بڑی مسجد ہے وہ بہت وسیع پیمانہ پر ہے غالباً ۵۵ فٹ طول اور اتنا ہی عرض ہوگا کافی تعداد کے لوگ جس میں جمع ہوتے ہیں۔ مگر شومئی قسمت جمعہ یہاں نہیں پڑھا جاتا اور لوگ یہی تقاضا کرتے ہیں اور اکثر جگہ اس سے کتنی چھوٹی چھوٹی جگہ پڑھا جاتا ہے لہٰذا عرض ہے کہ اگر شرع شریف میں ہم کو مؤاخذہ نہ ہو اور فرض ہم سے ساقط ہو جائے تو ہم ضرور جمعہ شروع کر دیں جس سے تبلیغ بھی ہوتی رہے اور اہم ترین فریضہ بھی انجام پائے۔

﴿ج﴾

عبارات فقہاء سے یہ واضح ہوتا ہے کہ جمعہ کے لیے مصر ہونا یا مصر کی طرح ہونا (یعنی قصبہ یا قریہ کبیرہ ہو جس میں بازار ہوں گلی کوچے وغیرہ ہوں اور جملہ ضروریات زندگی وہاں پوری ہوتی ہوں اور عرف میں بھی قریہ کبیرہ کہلاتا ہو) ضروری ہے۔ صورۃ مسئولہ میں یہ گاؤں ایسا نہیں ہے اس لیے اس میں نماز جمعہ صحیح نہیں۔ نماز ظہر باجماعت پڑھنا ضروری ہے ورنہ فریضۂ ظہر ذمہ سے ساقط نہیں ہوگا[3]۔ روی البیھقی فی المعرفۃ و

۱، ۲) (راجع للحاشیتین السابقین نمبر ۱، ۲، فی السوال السابق۔

۳) کذا فی جامع الرموز، کتاب الصلوٰۃ، فصل صلوٰۃ الجمعۃ، ص ۲۶۲، ج ۱: سعید)

"لو صلوا فی القری لزمھم أداء الظھر۔" (ردالمحتار: کتاب الصلوٰۃ، باب الجمعۃ، ص ۱۳۸، ج ۲: ایچ، ایم سعید) "أما القری فإن أرادالصلوٰۃ فیھا فغیر صحیحۃ علی المذھب" (بحر: کتاب الصلوٰۃ، باب صلوٰۃ الجمعۃ، ص ۲۴۸، ج ۲: رشیدیہ کوئٹہ)

عبدالرزاق و ابن ابی شیبة فی مصنفیهما[1] عن علی رضی الله عنه انه قال لا جمعة و لا تشريق و لا صلوة فطر و لا اضحى الا فی مصر جامع او لمدينة و كان لمدينة النبی صلی الله عليه وسلم قرى كثيرة و لم ينقل عنه عليه الصلوة والسلام انه امر باقامة الجمعة فيها انتهى وعن القهستانی تقع فی القصبات والقرى الكبيرة التی فيها اسواق الى قوله و لا تجوز فی الصغيرة التی ليس فيها قاض و منبر و خطيب كما فی المضمرات ونقل الشامی ايضا عن التحفة عن ابی حنيفة رحمه الله انه بلدة كبيرة فيها سكك و اسواق و فيها وال يقدر على انصاف المظلوم الى قوله و هذا هو الاصح [2]-الخ-لہٰذا رسمی جمعہ وتقریر کے درپے نہ ہوں-نماز ظہر ہی قائم کریں-وعظ وتبلیغ کے لیے ہفتہ میں کوئی دن جمعہ ہو یا غیر جمعہ مقرر کرلیں-فقط واللہ تعالیٰ اعلم

تیں،پینتیس مکانات کی آبادی میں جمعہ کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں ہم لوگ چک نمبر۲۰ گھکھر میں آباد ہیں آبادی دوسو مکانات کے لگ بھگ ہے-کسی جگہ بیس گھر کسی جگہ دس گھر کسی جگہ پانچ۔سرکاری زمین ہے-مزارعہ کی حیثیت سے کاشت کرتے ہیں-دو چار دوکانیں ہیں-شہر چار میل کے فاصلہ پر ہے کیا ہم کسی جگہ جمعہ ادا کرسکتے ہیں اگر گنجائش ہوتو ادا کرلیا جائے جمعہ کی خصوصیت کی وجہ سے لوگ جمع ہو کر کچھ وعظ ونصیحت اور دین کی باتیں سن لیں گے-

﴿ج﴾

اس بستی میں جمعہ جائز نہیں وعظ ونصیحت کے لیے کوئی دوسری صورت ضرور نکال لی جائے [3]-واللہ تعالیٰ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان شہر

---

۱) (مصنف عبدالرزاق: كتاب الجمعة، باب نمبر ۵، القرى الصغار، ص ۷۰، ج۳، طبع دار الكتب علميه، بيروت)۔ (مصنف ابن أبی شيبة: كتاب الصلوٰة، كتاب الجمعة، باب نمبر ۹، من قال لاجمعة ولاتشريق...... ص ۱۰، ج۲: امداديه ملتان) (وكذا فی إعلاء السنن، كتاب الصلوٰة، ابواب الجمعة، باب نمبر ۹: من قال لاجمعة ولاتشريق...... ص ۱۰، ج۲، امداديه ملتان) (وكذا فی إعلاء السنن، كتاب الصلوٰة، ابواب الجمعة، باب عدم جواز الجمعة فی القرىٰ، ص ۳، ج۸: ادارة القرآن، كراچی)

۲) (الدرالمختار مع ردالمحتار: كتاب الصلوٰة، باب الجمعة، ص ۱۳۷، ۱۳۸، ج۲: ايچ، ايم سعيد) (وكذا فی البحر الرائق: كتاب الصلوٰة، باب صلوٰة الجمعة، ص ۲۴۵/۲۴۶، رشيديه) (وكذا فی فتح القدير: كتاب الصلوة، باب صلوٰة الجمعة، ص ۲۳، ج۲: رشيديه كوئٹه)

۳) (راجع للحاشية السابقة، نمبر ۳، فی السوال السابق)

پونے دوسو افراد کی آبادی میں جمعہ کا حکم

﴿س﴾

کیا خیال ہے بزرگان دین اور علماء کرام کا کہ چک نمبر ۸۱ جو کہ تقریباً ۴۵ گھروں پر مشتمل ہے۔جس کی کل آبادی تقریباً ۱۷۵ ہوگی کسی چیز کی دوکان وغیرہ بھی نہیں ہے مسجد صرف ایک ہے تو کیا اس مذکورہ بالا چک میں شرع محمدی کے مطابق نماز جمعہ اور عیدین جائز ہیں یا نہیں برائے کرم دلائل سے جواب عنایت فرمائیں تا کہ یہاں کا جھگڑا ختم ہو جائے۔

﴿ج﴾

جمعہ کی ادا اور وجوب کے لیے عندالحنفیہ مصر کی شرط ہے (۱) اور بڑے قریہ کو بھی حکم مصر کا دیا گیا ہے، مصر کی تعریف میں اختلاف ہے لیکن بظاہر مدار عرف پر ہے عرفاً جو شہر اور قصبہ ہو اور آبادی اس کی زیادہ ہو اور بازار اور گلیاں اس میں ہوں اور ضروریات سب ملتی ہوں وہ شہر ہے۔فی التحفة عن ابی حنیفة رحمه الله انه بلدة کبیرة فیها سکک و اسواق و لها رساتیق و فیها وال یقدر علی انصاف المظلوم من الظالم بحشمته و علمه او علم غیره یرجع الناس الیه فیما یقع من الحوادث و هذا هو الاصح۔ (۲)

صورت مسئولہ میں جس چک کا ذکر ہے کہ اس میں صرف پونے دوسو کی آبادی ہے وہ چھوٹا گاؤں ہے، اس میں جمعہ درست نہیں اور جس گاؤں میں جمعہ درست نہیں (۳) وہاں عید بھی درست نہیں ہے پس اس چک میں

---

۱) لاتصح الجمعة الا فی مصر جامع أوفی مصلی المصر ولاتجوزُفی القریٰ"۔ (الهداية: كتاب الصلوة، باب صلوٰة، الجمعة، ص ۱۷۷، رحمانیه لاهور)۔ (وكذا فی الدرالمختار: كتاب الصلوٰة، باب الجمعة، ص ۱۳۷، ج۲: ایچ، ایم سعید) (وكذا فی مراقی الفلاح شرح نورالایضاح: كتاب الصلوٰة، باب الجمعة، ص: ۵۰٦، قدیمی كراچی)

۲) (ردالمحتار: كتاب الصلوٰة، باب الجمعة، ص ۱۳۷، ج۲: ایچ ایم سعید كمپنی كراچی) (وكذا فی فتح القدير: كتاب الصلوٰة، باب الصلوٰة الجمعة، ص ۲٤، ج۲: طبع مكتبه رشيديه كوئٹه) (وكذا فی حلبی كبير: كتاب الصلوٰة، فصل فی صلوٰة الجمعة، ص ۵۵۰، سعيدی كتب خانه كانسی روڈ كوئٹه)

۳) "تجب صلاتهما فی الأصح علی من تجب علیه الجمعة بشرائطها المتقدمة...... وفی القنية: صلاة العيد فی القریٰ تكره تحريماً أی لأنه اشتغال بما لایصح لأن المصر شرط الصحة۔" (الدرالمختار: كتاب الصلوٰة، باب العيدين، ص ۱٦٦/۱٦۷، ج۲: طبع ایچ ایم سعید كمپنی كراچی) (وكذا فی جامع الرموز: كتاب الصلوة، فصل صلوٰة العيدين، ص ۲۷۲، ج۱: سعيد)

نہ جمعہ پڑھنا چاہیے نہ عید کی نماز پڑھنی چاہیے[۱]، ظہر کی نماز باجماعت پڑھنی چاہیے حنفیہ کا مذہب یہی ہے جیسا کہ جملہ کتب فقہ میں مذکور ہے۔ قال العلامة الشامی ناقلا عن القهستانی تقع فرضا فی القصبات والقریٰ الکبیرة التی فیها اسواق۔ (الی ان قال) و فیما ذکرنا اشارة الی انه لا تجوز فی الصغیرة [۲] الخ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

تیس گھروں کی آبادی میں جمعہ کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس صورت مسئلہ میں کہ:

(۱) ایک چھوٹی سی بستی ہے جس میں کل تیس گھر کی آبادی ہے کل آدمی عورت مرد اور بچوں کی تعداد دوسو ہے تین دو کانیں بھی ہیں ضروریات بستی ان دو کانوں سے میسر ہو سکتی ہیں آیا ایسی بستی میں شرعاً جمعہ اور عید پڑھنی جائز اور درست ہے یا کہ نہیں۔

(۲) ایک شہر کا سیدھا سفر ۲۰ میل ہے اور اگر موٹر میں سفر کیا جائے تو اڑتالیس میل ہے تو نماز قصر کے لیے سیدھے سفر ۲۰ میل کا اعتبار ہوگا یا موٹر والے اڑتالیس میل کا ہوگا۔

﴿ج﴾

عن علی رضی الله عنه لا جمعة ولا تشریق و لا فطر و لا اضحی الا فی مصر جامع او المدینة[۳] و کان لمدینة النبی صلی الله علیه وسلم قری کثیره و لم ینقل عنه علیه الصلوٰة

---

۱) "ومن لاتجب علیهم الجمعة من أهل القریٰ والبوادی لهم أن یصلوا الظهر بجماعة یوم الجمعة، باذان واقامة۔" (الفتاویٰ قاضی خان علی هامش الهندیة: کتاب الصلوٰة، باب صلاة الجمعة، ص ۱۷۷، ج۱: رشیدیه کوئٹه)(وکذا فی الفتاویٰ الهندیة: کتاب الصلوٰة، الباب السادس عشر فی صلاة الجمعة، ص ۱٤۹، ج۱: رشیدیه کوئٹه) (وکذا فی ردالمحتار: کتاب الصلوٰة، باب الجمعة، ص ۱۵۷، ج۲: طبع ایچ، ایم سعید کمپنی کراچی)

۲) (ردالمحتار: کتاب الصلوٰة، باب الجمعة، ص ۱۳۸، ج۲: ایچ ایم سعید کراچی) (وکذا فی جامع الرموز: کتاب الصلوٰة، فصل صلوٰة الجمعة، ص ۲٦۱/۲٦۲، ج۱: ایچ ایم سعید کمپنی کراچی)

۳) (مصنف لابن أبی شیبة: کتاب الجمعة، باب نمبر ۹، من قال لا جمعة ولا تشریق...... ص ۱۰، ج۲: طبع مکتبه امدادیه ملتان) (وکذا فی اعلاء السنن: کتاب الجمعة، باب عدم جواز الجمعة فی القریٰ، ص ۳، ج۸، ادارة القرآن، کراچی)

والسلام انہ امر باقامۃ الجمعۃ انتہی قال الشامی [1] و تقع فرضا فی القصبات والقری الکبیرۃ التی فیہا اسواق الی ان قال و فیما ذکرنا اشارۃ الی انہ لا تجوز فی الصغیرۃ التی لیس فیہا قاض -الخ- جس میں بازار گلی کوچے ہوں اور وہاں لوگوں کی جملہ ضروریات بھی پوری ہوں اور عرف میں قریہ کبیرہ بھی کہلاتا ہے سو یہ علامات مجموعی حیثیت سے جہاں موجود ہوں گی وہاں جمعہ ادا ہوگا باقی آبادی بالحاظ افراد و گھرانوں کے شرعاً منقول نہیں اور نہ اس کی تحدید ہے البتہ فتاوی جدیدہ یعنی دارالعلوم دیوبند میں ہے کہ قریہ مثل قصبہ ہو اور تقریباً تین چار ہزار آبادی ہو [2] لہٰذا صورت مسئلہ میں جب کہ مذکور بستی میں یہ علامات موجود نہیں جمعہ نہیں ہوگا جمعہ ادا ہونے کے باوجود فرض ظہر سے ذمہ فارغ نہیں ہوگا بلکہ صلوٰۃ ظہر اداء کرنا ان پر فرض ہوگا [3]۔

(۲) عالمگیریہ میں ہے کہ [4] فاذا قصد بلدۃ و الی مقصدہ طریقان احدھما ثلاثۃ ایام و لیالیھا والاخر دونھا فسلک الطریق الا بعد کان مسافرا عندنا ھکذا فی فتاوی قاضیخان و ان سلک الا قصریتم کذا فی البحر الرائق و فتاوی البزازیۃ [5] و ان کان احد طریقین الی المقصد مدۃ السفر لا الآخر فسلک الا بعد بلاداع قصر عندنا الخ- ان عبارات سے یہ واضح ہے کہ اگر مقام کو دو راستے جاتے ہوں ایک پر جانے سے مسافت متحقق ہو اور دوسرے راستے کی مسافت سفر سے کم ہو تو جس راستہ سے مسافر چلے گا اس پر دارومدار قصر و اتمام ہوگا -۲۰ میل والے رستے پر چلنے سے اتمام کرے گا لہٰذا صورت مسئولہ میں اگر چلنے والا اڑتالیس میل والے سے چلے تو قصر کرے گا اتمام والے رستے پر چلے تو اتمام کرے گا- واللہ تعالیٰ اعلم-

---

۱) (ردالمحتار: کتاب الصلوۃ، باب الجمعۃ، ص ۱۳۸، ج۲: ایچ ایم سعید کراچی) (وکذا فی جامع الرموز: کتاب الصلوۃ، فصل صلوۃ الجمعۃ، ص ۲۶۱/۲۶۲، ج۱: ایچ ایم سعید کراچی)(وکذا فی فتح القدیر: کتاب الصلوۃ، باب صلوۃ الجمعۃ، ص ۲۴۵/۲۴۶، ج۲: طبع مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

۲) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: کتاب الصلوٰۃ، الباب الخامس عشر فی صلوٰۃ الجمعۃ، ص ۴۴، ۸۳، ج۵: طبع دارالاشاعت کراچی)

۳) الاتری أن فی الجواھر لوصلوا فی القریٰ لزمھم أداء الظھر-" (ردالمحتار: کتاب الصلوۃ، باب الجمعۃ، ص ۱۳۸، ج۲: ایچ ایم سعید کراچی) (وکذا فی جامع الرموز: کتاب الصلوۃ، فصل صلوٰۃ الجمعۃ، ص ۲۶۲، ج۱: ایچ ایم سعید)

۴) (الفتاویٰ العالمکیریۃ: کتاب الصلوٰۃ، الباب الخامس عشر فی صلوٰۃ المسافر، ص ۱۳۸، ج۱: طبع مکتبہ ماجدیہ ، رشیدیہ کوئٹہ)

۵) (الفتاویٰ البزازیۃ علی ھامش الھندیۃ: کتاب الصلوٰۃ، الفصل الثانی والعشرون فی السفر، ص ۷۱، ج۴، رشیدیہ کوئٹہ) (وکذا فی فتاوی قاضی خان بھامش الھندیۃ: کتاب الصلوٰۃ، باب صلاۃ المسافر، ص ۱۶۵، ج۱: رشیدیہ کوئٹہ) (وکذا فی البحر الرائق: کتاب الصلاۃ باب المسافر، ص ۲۲۸، ج۲: طبع مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ) (وکذا فی الدر المختار: کتاب الصلوٰۃ، باب صلوٰۃ المسافر، ص ۱۲۳، ج۲: طبع ایچ ایم سعید کراچی)

باب سجود السهو

مسائل سجدہ سہو

قعدہ اولیٰ بھول کر امام کھڑا ہو گیا لقمہ ملنے پر واپس آ گیا

(س)

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ امام صاحب عشاء کی نماز پڑھا رہے ہیں کہ دو رکعت پڑھنے کے بعد قعدہ اولی بھول گئے تھے اور بالکل سیدھے کھڑے ہو گئے تھے۔ تو بعد میں مقتدیوں نے لقمہ دیا اس کے بعد امام صاحب نے قعدہ اولی کیا۔ اور تشہد کے بعد تیسری اور چوتھی رکعت پڑھی اس کے بعد انھوں نے سجدہ سہو بھی کیا۔ کیا نماز ہو گئی ہے یا نہیں۔ شک کی بنا پر دوبارہ فرض پڑھے گئے کیا فرض پہلے ٹھیک ادا ہوئے یا دوسرے صحیح ادا ہوئے۔ تفصیل کے ساتھ بیان فرما دیں۔

(ج)

مشہور یہی ہے کہ نماز فاسد ہو جاتی ہے اور بہت سے فقہاء نے اسے صحیح بھی کہا ہے۔ مگر حق یہ ہے کہ اس صورت میں نماز فاسد نہیں ہوتی بلکہ صحیح ہو جاتی ہے۔ درمختار میں ہے۔ **والا ای وان استقام قائما لایعود لا شتغاله بفرض القیام وسجد للسهو لترک الواجب فلو عاد الی القعود بعد ذلک تفسد صلوته لرفض الفرض لما لیس بفرض وصححه الزیلعی وقیل لاتفسد لکنه یکون مسیئا ویسجد لتاخیر الواجب وهو الا شبه کما حققه الکمال وهو الحق بحر وهذا فی غیر المؤتم اما المؤتم فیعود حتما** [1] فتح القدیر [2] میں ہے۔ **فی النفس من التصحیح شئی وذلک لان غایة الامر فی الرجوع الی القعدة الاولی ان یکون زیادة قیام ما فی الصلواة وهو وان کان لایحل لکنه بالصحة لا یخل لما عرف ان زیادة مادون الرکعة لاتفسد الا ان یفرق باقتران هذه الزیادة بالرفض لکن قدیقال المتحقق لزوم الاثم ایضا بالرفض اما الفساد فلم یظهر وجه استلزامه ایاه**

---

۱) الدرالمختار مع ردالمحتار: ص ٨٤، ج٢: باب سجود السهو، سعید کراچی)

٢) فتح القدیر: ص ٤٤٥، ج١: باب سجود السهو، کتاب الصلوٰة، رشیدیه)

فیترجح بهذا البحث القول المقابل للمصحح وفی الشامیة تحت قوله (وهوالحق بحر) کأن وجهه مامر عن الفتح اومافی المبتغی من ان القول بالفساد غلط لانه لیس بترک بل هوتاخیر کما لوسها عن السورة فرکع فانه یرفض الرکوع ویعود الی القیام ویقرأ وکما لوسها عن القنوت فرکع فانه لوعاد وقنت لاتفسد علی الاصح [۱] طحطاوی حاشیہ [۲] درمختار میں لکھتے ہیں۔ ثم اذا عاد قیل ینقضه القیام والصحیح لا بل یقوم ولا ینتقض قیامه بقعود لم یومر به بحر. وفی عمدة الرعایة فی حل شرح الوقایة وهل تفسد صلوته ان عاد فی هذه الصورة المشهورة عند اصحابنا هوالفساد (الی قوله) ورجح ابن الهمام عدم الفساد [۳] اھ)

دوسری دفعہ جونماز پڑھی ہے یہ دوسری نماز نفل ہوگی [۴] اگراسی سابقہ امام نے دوسری نماز کی امامت کی ہے تواس اعادہ کی نماز میں اگرکوئی ایسا شخص شریک ہوا ہے جو پہلے شریک نہ تھا تواس کی فرض نماز ادانہیں ہوئی اس پر لازم ہے کہ وہ فرض کو دوبارہ پڑھ لے۔ کیونکہ اقتداء مفترض کی متنفل کے پیچھے صحیح نہیں [۵]۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ محمد انور شاہ

۱۷ ربیع الثانی ۱۳۹۱ھ

قراءة میں غلطی کرنے سے سجدۂ سہو کا حکم

﴿س﴾

کیافرماتے ہیں علماءدین کہ قرأت کی غلطی سے سجدہ سہوآتا ہے یانہیں بحوالہ کتب تحریرفرمائیں۔

---

۱) الردالمحتار: ص ۸۴، ج۲: باب سجود السهو، سعید کراچی

۲) ہمارے ہاں دستیاب نہیں ہے۔

۳) شرح الوقایه ص ۱۸۵ ج ۱

٤) والمختار أن المعادة لترك واجب نفل جابر، والفرض سقط باالأولیٰ، لأن الفرض لایتکرر کما فی الدر وغیره، ویندب اعادتها لترك السنة، حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح، ص ۲٤۸، کتاب الصلوٰة، فصل فی بیان واجبات الصلوٰة، قدیمی۔
کذا فی الدرالمختار مع ردالمحتار: ص ٤٥۷، ج۱: باب صفة الصلوٰة، مطلب: کل صلوٰة أدیت مع کراهة التحریم تجب إعادتها، سعید، کذا فی البحرالرائق: ص ۵۲۳، ج۱، باب صفة الصلوٰة، رشیدیه۔ لایصلی بعد صلوٰة مثلها "الدرالمختار: ص ۳۷، ج۲: باب الوتر والنوافل، سعید۔

۵) ولا مفترض بمتنفل و بمفترض فرضا اخر لأن اتحاد الصلوٰتین شرط عندنا۔ الدرالمختار، ص ۵۷۹، ج۱: باب الامامة، سعید، کذا فی الهدایة : ص ۱۲۹، ج۱: باب الامامة، رحمانیه لاهور۔
کذا فی حاشیة الطحطاوی: ص ۲۹۱، باب الامامة، قدیمی کراچی۔

﴿ج﴾

عالمگیری [1] ولا یجب السجود الا بترک واجب او تاخیره او تاخیر رکن او تقدیمه او تکراره او تغییر واجب بان یجهر فیما یخافت و فی الحقیقة و جوبه بشئ واحد و هو ترک الواجب کذا فی الکافی اورھدایہ [2] میں ہے- و هذا یدل علی ان سجدة السهو واجبة هو الصحیح لانها تجب لجبر نقصان تمکن فی العبادة فتکون واجبة کالدمآء فی الحج و اذا کان واجباً لا یجب الابترک واجب او تاخیره او تاخیر رکن ساهیا هذا هو الاصل- و انما وجبت بالزیادة لانها لا تعریٰ عن تاخیر رکن او ترک واجب- الخ اور کنز الدقائق [3] میں ہے-یجب بعدالسلام سجدتان بتشهد و تسلیم و بترک واجب و ان تکرر الخ- کذا فی غیرها من کتب الفقه باب سجود السهو- مثل درالمختار و شرحه الشامی [4] و فتح القدیر [5] و البحر [6] والنهر [7] و غیرها- یہ عبارتیں معتبرات کتب حنفیہ کی ہیں- جن سے صاف ظاہر ہے کہ سجدہ سہو نہیں واجب ہوتا مگر واجب کے ترک کرنے پر اور بعض عبارتیں جو متعدد اسباب وجوب پر دال ہیں- ان سب کا مال نتیجہ ترک واجب ہے- واللہ تعالیٰ اعلم

بلاتاخیرِ فرض و بلاترک واجب سجدہ سہو کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ اگر بغیر تاخیر فرض اور ترک واجب کے نماز میں سجدہ سہو کیا جائے تو کیا نماز ہو گی یا نہیں- اگر اس نماز کو دوبارہ لوٹایا جائے تو کیا پہلی نماز افضل ہے یا بعد کی (لوٹائی ہوئی) بینواتوجروا

---

۱) العالمکیریة: ص ۱۲٦ ج۱: الباب الثانی عشر فی سجود السهو، رشیدیه

۲) الهدیة: ص ۱٦۵، باب سجود السهو، رحمانیه لاهور

۳) بحرالرائق: ص ۱٦۲، ج۲: باب سجود السهو، رشیدیه

٤) الدرالمختار مع الردالمحتار: ص ۷۸، ج۲، باب سجود السهو، سعید)

۵) فتح القدیر، ص ٤۳٤، ج۱: باب سجود السهو، رشیدیه

٦) البحرالرائق: ص ۱٦۲، ج۲: باب سجود السهو، رشیدیه

۷) النهرالفائق: ص ۳۲۱-۳۲۵، ج۱: باب سجود السهو، دارالکتب العلمیه، بیروت

﴿ج﴾

فی الدرالمختارواجبات الصلوة [1] (و لفظ السلام) مرتین فالثانی واجب علی الاصح و فیه قبیل باب الاستخلاف [2] و لو ظن الامام السهو فسجدله فتابعه (ای المسبوق) فبان ان لا سهو فالاشبه الفساد لاقتدائه فی موضع الانفراد و فی ردالمحتار [3] و فی الفیض و قیل لا تفسد و به یفتی و فی البحر عن الظهیریة قال الفقیه ابو اللیث فی زماننا لا تفسد لان الجهل فی القراء غالب ----- ان جزئیات سے معلوم ہوا کہ نماز ہو جائے گی۔

دوران نماز سوچ میں پڑ کر کسی رکن میں تاخیر کے سبب سجدہ سہو کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک انسان خواہ منفرد ہو یا امام کے ساتھ نماز میں کوئی سوچ کرتا ہے جو نماز کے اعمال سے خارج ہے یا منفرد سوچ کرتا ہے کہ آیا میں نے دو رکعت نماز پڑھی ہے یا تین رکعت یا سوچ کسی اور رکن کی ادا یا عدم ادا میں کرتا ہے- آیا اس سوچ کے لیے کوئی مقدار معین بھی ہے یا نہیں؟ یعنی کتنی دیر اس کے لیے سوچ کرنی جائز ہے یا طویل سوچ مفسد صلوٰۃ نہیں- یہ مسئلہ ہم اس لیے پوچھتے ہیں کہ ہم نے سنا ہے کہ ایک رکن کی ادائیگی تک سوچ سکتا ہے زیادہ نہیں سوچ سکتا- یعنی مثلاً ایک رکوع یا سجدہ کے ادا کرنے میں تقریباً ایک منٹ خرچ ہوتا ہے تو یہ ایک منٹ کی سوچ تو جائز ہے زیادہ نہیں زیادہ سوچ مفسد صلوٰۃ ہے-

﴿ج﴾

اصل مسئلہ تفکر میں یہ ہے کہ اگر تفکر یعنی سوچ ادائے رکن سے مثلاً ایک آیت یا تین آیت کی قرأت یا رکوع یا سجدہ سے روک دے یا ادائے واجب سے مثلاً قعدہ سے روک دے اور ایک رکن یعنی تین بار سبحان اللہ کہہ سکنے کی مقدار تک تاخیر ہو جائے تو اس سے سجدہ سہو لازم ہوگا- کیونکہ ان سب صورتوں میں ترک واجب لازم آتا ہے- یعنی فرض یا واجب کو جس کے مقام پر ادا کرنا واجب تھا وہ اپنے مقام سے ہٹ گیا- مثلاً الحمد

---

۱) الدرالمختار: ص ٤٦٨، ج۱: کتاب الصلوٰة، مطلب واجبات الصلوٰة، سعید۔
۲) الدرالمختار: ص ٥٩٩، ج۱: باب الامامة، قبیل باب الاستخلاف، سعید
۳) الردالمحتار: ص ٥٨٨، ج۱: قبیل باب الاستخلاف، سعید
کذا فی التتارخانیة: ص ٧٤٤، ج۱: الفصل السابع عشر فی سجود السهو، ادارة القرآن
کذا فی الحلبی الکبیر، فصل فی سجود السهو، ص ٤٦٥، سعیدی

پڑھ کر سوچنے لگا کہ کون سی سورت پڑھوں اور اس سوچ بچار میں اتنی دیر لگ گئی- جتنی دیر میں ایک رکن ادا کر سکتا تھا- یعنی تین بار سبحان اللہ کہہ سکتا تھا تو سجدہ سہو لازم ہوگا- اس طرح اگر پڑھتے پڑھتے درمیان میں رک گیا- یا جب دوسری یا چوتھی رکعت پر بیٹھا تو کچھ سوچنے لگا اور ان سب صورتوں میں تین مرتبہ سبحان اللہ کہہ سکنے کی مقدار دیر لگ گئی تو سجدہ سہو واجب ہوگا- غرضیکہ جب کسی چیز کے کرنے یا سوچنے میں رکن کی مقدار دیر لگ جائے تو سجدہ سہو واجب ہوگا[1]- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

دوران نماز شکوک ووسواس آنے کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک آدمی پانچ وقت نماز میں وسوسہ سے فارغ نہ ہو اور ہمیشہ وسوسہ ہوتا ہے اور کبھی کبھی نماز میں سمجھتا ہی نہیں اور وسوسہ ہوتا ہے- نماز سے فارغ ہونے کے بعد وسوسہ نہیں ہوتا- وسوسہ نماز میں ہوتا ہے- اس وسوسہ میں مبتلا ہوئے تین مہینے ہو گئے- آیا اس آدمی کی نماز ہوئی یا نہ بحوالہ کتب تحریر فرمادیں-

﴿ج﴾

تعداد رکعات میں اگر شک ہو تو گمان غالب پر بنا کرے- اگر غالب گمان کسی جانب نہ ہو تو قلیل پر بنا کرے اور وضوء ٹوٹنے کا شک لاحق ہوا ہے یا نجاست نکلنے کا وسوسہ درپیش ہوا ہے وغیرہ وغیرہ تو اس شک اور وسوسہ کا اعتبار نہ کرے- و ان کان یعرض لہ کثیرا بنی علی اکبر رایہ وان لم یکن لہ رأی بنی علی

---

۱) یجب...... سجدتان...... لترك واجب بتقديم أوتاخير أوزيادة أونقص......وأن لايؤخر السورة عنها بمقدار أداء ركن...... ويسجد للسهو لتأخير الواجب عن محله، حاشية الطحطاوى، ص ۴۵۹۔ ۴۶۰، باب سجود السهو، قديمى۔

كذا فى النهر الفائق: ص ۳۲۱، ج۱: باب سجود السهو، دارالكتب العلميه بيروت۔ فتفكر فيه أوفى غيره وطال تفكره بحيث شغله عن اداء ركن من الصلوٰة يسجد اسحستانا۔ شرح النقايه: ص ۳۶۵، ج۳: فصل فى سجود السهود، فصل فى موجبات سحودالسهو، ايچ ايم سعيد كراچى) واعلم أنه إذا شغله ذالك الشك فتفكر قدر أداء الركن...... وجب عليه سجود السهو، (الدرالمختار) (قوله: واعلم الخ) ...... ثم الأصل فى التفكر أنه إن منعه عن أداء ركن كقراءة اية أوثلاث أو ركوع أوسجود أو عن أداء واجب كالقعود يلزم السهو لاستلزام ذالك ترك الواجب وهوالاتيان بالركن أوالواجب فى محله۔ ردالمحتار: ص ۹۳، ج۲: باب سجود السهو، سعيد كراچى)

الیقین[۱] (ھدایہ) ولو علم انه ادی رکنا و شک انه کبر للافتتاح اولا او هل احدث اولا اواصابه نجاسة او هل مسح برأسه اولا ان کان اول مرة استقبل والامضی[۲]۔

سجدۂ سہو کے لیے سلام ایک جانب پھیرا جائے یا دونوں جانب

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین کثر کم اللہ تعالی اندریں صورت ذیل کہ سجدۂ سہو کے لیے سلام واحد یا دونوں طرف ہونا چاہیے مدلل ارقام ہو۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

(اقول وباللہ تعالیٰ التوفیق) اس بارے میں علامہ شامی رحمہ اللہ بالتصریح تحریر فرماتے ہیں۔ ویجب بعد سلام واحد عن یمینه فقط) لانه المعهودو به یحصل التحلیل وهو الاصح بحرعن المجتبی و علیه لواتی بتسلیمتین سقط عنه السجود و لو سجد قبل السلام جازو کره تنزیها– الخ)[۳] قال الشامی فی هذا البحث (قوله واحد) الخ هذا قول الجمهور منهم شیخ الاسلام و فخرالاسلام و قال فی الکافی انه الصواب و علیه الجمهور و الیه اشار فی الاصل الا ان مختار فخر الاسلام کونه تلقاء وجهه من غیر انحراف وقیل یاتی بتسلیمتین وهو اختیار شمس الائمه وصدر الاسلام اخی فخر الاسلام و صححه فی الهدایة والظهیریة و المفید و الینا بیع کذا فی شرح المنیة قال فی البحرو عزاه ای الثانی فی البدائع الی عامتهم فقد تعارض النقل عن الجمهور (قوله عن یمینه) احتراز عما اختاره فخر الاسلام من اصحاب القول الاول کما علمته و فی الحلیة اختار الکرخی و فخر الاسلام و شیخ الاسلام و صاحب الایضاح ان یسلم تسلیمة واحدة و نص فی المحیط علی انه الاصوب و فی الکافی علی انه الصواب قال فخر الاسلام وینبغی علی هذا ان لا ینحرف فی هذا السلام یعنی فیکون

---

۱) الهدایه۳ ص ۱۶۸، ج۱: باب سجود السهو، رحمانیه لاهور۔
۲) فتح القدیر: ص ٤٥٤، ج۱: باب سجود السهو، رشیدیه
کذا فی الدرالمختار: ص ۹۵، ج۲: باب سجود السهو، سعید
ـ) اذاشغله التفکر عن أداء واجب بقدر رکن...... وهو مقدر بثلاث تسبیحات۔ حاشیة الطحطاوی، ص ٤٧٤، باب سجود السهو، قدیمی۔
۳) الدرالمختار: ص ۷۸، ج۲: باب سجود السهو، سعید

سلامه مرة واحدة تلقاء وجهه وغيره من اهل هذا القول على انه يسلم مرة واحدة عن يمينه خاصة والحاصل ان القائلين بالتسليمة الواحدة قائلون بانها عن اليمين الافخر الاسلام منهم فانه يقول انها تلقاء وجهه و هو المصرح به في شروح الهداية ايضاً كالمعراج والعناية والفتح (قوله لانه المعهود) تعليل لكونه عن يمينه و قوله وبه يحصل التحليل تعليل لكونه واحد اوياتى وجهه قريبا (قوله البحر عن المجتبٰى) عبارة البحر و الذى ينبغى الاعتماد عليه تصحيح المجتبٰى انه يسلم عن يمينه فقط وقدظن فى البحر وتبعه فى النهر وغيره ان هذا القول قول ثالث بناء على ان جميع اصحاب القول الثانى قائلون بانه يسلم تلقاء وجهه مع ان القائل منهم بذلك هو فخر الاسلام فقط كما علمته الخ- (قوله وعليه لوأتى الخ) هذا جعله فى البحر قولا رابعًا واستظهر فى النهر انه مفرع على القول بالواحدة و تبعه الشارح و يؤيده ما وجهوا به القول بالواحدة من ان السلام الاول لشيئين للتحليل وللتحية والسلام الثانى للتحية فقط اى تحية بقية القوم لان التحليل لا يتكرر و هنا سقط معنى التحية عن السلام لانه يقطع الاحرام فكان ضم الثانى اليه عبثاو لو فعله فاعل لقطع الاحرام قال فى الحلية بعد عزوه ذلك الى فخر الاسلام حتى انه لايأتى بعده بسجود السهو كما نقله فى الذخيرة عن شيخ الاسلام و مشى عليه فى الكافى وغيره اه و فى المعراج قال شيخ الاسلام لوسلم تسليمتين لايأتى بسجود السهو بعد ذلك لانه كالكلام اه قلت و عليه فيجب ترك التسليمة الثانية[1]- الخ) انتهٰى فى الشامى-

نیز علامہ شامی نے تین اقوال بیان کیے اول میں ایک سلام کے بعد سجدۂ سہو کرنا فرمایا پھر درمیان میں برائے اظہار اختلاف دوسلاموں کو ذکر فرمایا پھر اخیر بحث میں پھر ایک سلام کو بالدلائل مرجح فرمایا- اور اپنا عقیدہ اور فتویٰ بعبارت فيجب[2] ترک التسليمة الثانية سے مؤکد کیا اور یہی ضابطہ فقہ کا ہے کہ جہاں پر تین اقوال کسی مسئلہ میں مذکور ہوں معتبر اول ہے- یا اخیر نہ درمیانہ چنانچہ شامی[3] میں درج ہے- (اذا ذكر فى مسئلة ثلاثة اقوال فالارجح الاول او الثالث لاالوسط) نیز علامہ شامی نے دو

---

۱) الردالمحتار: ، ص ۷۸، ج۲: باب سجود السهو، سعيد۔ كذا فى فتح القدير: ص ۴۳۴، ج۱: باب سجود السهو، رشيديه۔ كذا فى الفقه الاسلامى وأدلته، ص ۱۱۲۳ ج۲، الفصل التاسع، انواع خاصة من السجود، المبحث الأول ، ثالث محل سجود السهو، الخ۔

۲) الردالمحتار: ص ۷۸، ج۲، باب سجود السهو، سعيد

۳) الردالمحتار: ص ۴۳۵، ج۱: باب شروط الصلوٰة، مطلب إذا ذكر فى مسئلة ثلاثة اقوال فلا رجح الأول أوالثالث لاالوسط، سعيد كراچى)

كذا فى شرح عقود رسم المفتى، ص ۳۰: وسابق الاقوال فى الخانية، الخ، قديمى

سلاموں کو بصیغہ قیل تحریر فرمایا- جو مشعر بالضعف ہے- چنانچہ ردالمحتار میں ہے-(نقل[1] ذلک فی البحر بصیغة قالوا ونقله فی باب صلوة العید بصیغة قیل و کلام الصیغتین مشعر بالضعف- محرر سطور بالا بخدمت علماء کرام بصد ادب ملتجی ہے کہ اگرچہ بندہ کا علم بطفیل وتراب اقدام علماء کرام ہے-لیکن بموجب تحریر بالا ایک سلام کے بعد سجدہ سہو کرنے کو مرجح اور قوی اور اقوی جانتا ہے اگر یہ بندہ غلط فہمیدہ پر ہو تو اظہار فرمانویں اور نیز آج کل عصر حاضر میں معمول علماء کرام بھی یہی ایک سلام ہے- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

فرضوں کی تیسری چوتھی رکعت یا تشہد کی جگہ تلاوت کرنے سے سجدہ سہو کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ان مسائل میں کہ:

(۱) ایک شخص نے نماز ظہر کی تیسری یا چوتھی رکعت میں ضم کیا ہے- اس کا کیا حکم ہے-

(۲) ایک شخص نے التحیات کی حالت میں قرأت پڑھنا شروع کر دیا ہے- حتیٰ کہ سورۃ فاتحہ پڑھ گیا' یا قیام کی حالت میں التحیات پڑھنا شروع کر دیا اب سجدہ سہو لازم ہے یا نہیں-

﴿ج﴾

(۱) سجدہ سہو واجب نہیں ہوتا ہے' اگرچہ سہواً سورت ضم کی ہو قال فی العالمگیریه[2] ولو قرأ فی الاخیرین الفاتحة و السورة لا یلزمه السهو و هو الاصح-

(۲) التحیات کی حالت میں قرأت پڑھنے کی تین صورتیں ہیں- (۱) یا صرف قرأت پڑھی ہو گی' التحیات بھول کر نہیں پڑھی ہو گی' اس صورت میں سجدہ سہو لازم ہو گا (۲) یا قرأت اور التحیات دونوں پڑھی ہوں گی' اور قرأت پہلے پڑھ چکا ہے بعد میں التحیات تو بھی سجدہ سہو لازم ہے- اور اگر التحیات پہلے پڑھ چکا ہے اور قرأت بعد میں تو سجدہ سہو لازم نہیں' کما قال فی العالمگیریه[3] و اذا فرغ من التشهدو قرأ الفاتحة سهواً فلا سهو علیه و اذا قرأ الفاتحة مکان التشهد فعلیه السهو و کذلک اذا قرأ الفاتحة ثم

---

۱) الردالمحتار: ص ۲۱٤، ج۲: مطلب هل یسقط فرض الکفایه بفعل الصبی، سعید

۲) العالمکیریة: ص ۱۲٦-۱۲۷، ج۱: الباب الثانی عشر فی سجود السهو، رشیدیه، کذا فی البحر الرائق: ص ۱٦۷، ج۱: باب سجود السهو، رشیدیه، کذا فی تبیین الحقائق: ص ٤۷٤، ج۱: دارالکتب العلمیه، بیروت

۳) العالمکیریة: ص ۱۲۷، ج۱: باب سجود السهو، رشیدیه- کذا فی شرح النقایة: ص ۳٦٥، ج۱: فصل فی سجود السهو، فصل فی موجبات سجودالسهو، سعید کراچی- کذا فی النهر الفائق: ص ۳۲٤، ج۱: باب سجود السهو، دارالکتب العلمیه، بیروت-

التشهد كان عليه السهو كذا روى عن ابى حنيفةؒ فى الواقعات الناطفيه 'اور اگر قیام کی حالت میں التحیات پڑھے تو پہلی رکعت اور دوسری رکعت میں فاتحہ سے پہلے سجدہ سہو لازم نہیں ہوتا اور اگر فاتحہ کے بعد سورت سے پہلے پڑھے تو سجدہ سہو لازم آتا ہے اور تیسری چوتھی رکعت میں سجدہ سہو لازم نہیں آتا ہے خواہ پہلے پڑھ لے یا بعد میں-قال فى العالمگیریه[1] و لو تشهد فى قيامه قبل قراءة الفاتحة فلا سهو عليه و بعدها يلزمه فيه سجود السهو و هو الاصح لان بعد الفاتحة محل قراة السورة فاذا تشهد فيه فقد اخر الواجب و قبلها محل الثناء كذا فى التبيين و لو تشهد فى الاخيرين لايلزمه السهو كذا فى محيط السرخسى الخ-فقط واللہ تعالیٰ اعلم

نمازِ عید کی تکبیر چھوٹ جانے پر سجدہ سہو کا حکم

﴿س﴾
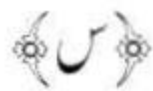
کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک امام صاحب نے نماز عید پڑھائی جب دوسری رکعت کے لیے کھڑا ہوا تو سورۃ فاتحہ اور دوسری سورۃ پڑھ کر بغیر تکبیریں کہے رکوع میں چلا گیا اور بعد تسبیح پڑھنے کے کسی صاحب نے لقمہ دیا تو امام کھڑا ہوا اور تکبریں کہنے لگا تکبیریں کہہ کر پھر رکوع میں گیا اور دوبارہ تسبیح ادا کی بعد سجدہ وقعود کے سلام پھیر کر نماز تمام کی اور سجدہ سہو بھی ادا کیا-کیا یہ نماز ہوگئی یا نہیں؟

﴿ج﴾

صحیح یہ ہے کہ نماز ہوگئی مگر ایسا کرنا نہ چاہیے تھا-درمختار میں ہے كما لو[2] ركع الامام قبل ان يكبر فان الامام يكبر فى الركوع ولا يعود الى القيام ليكبر فى ظاهر الرواية فلو عاد ينبغى الفساد-شامی[3] میں اس پر لکھا ہے وقد علمت ان العود رواية النوادر على انه يقال عليه ما قاله ابن الهمام فى ترجيح القول بعدم الفساد فيما لو عاد الى القعود الاول بعد ما استتم قائما بان فيه

---

۱) العالمكيرية: ص ۱۲۷ ج۱ : الباب الثانى عشر فى سجودالسهو، رشيديه

كذا فى النهر الفائق: ص ۳۲٤، ج۱ : باب سجودالسهو، دارالكتب العلميه، بيروت

كذا فى شرح النقاية: ص ۳٦٥، ج۱ : فصل فى سجودالسهو، فصل فى موجبات السهو، سعيد

۲) الدرالمختار: ص ۱۷٤، ج۲ : باب العيدين، سعيد

۳) ردالمحتار: ص ۱۷٤، ج۲ : باب العيدين، مطلب أمر الخليفة لايبقى بعدموته، سعيد

كذا فى النهر الفائق: ص ۳۲٤-۳۲٥، باب سجودالسهو، دارالكتب العلميه، بيروت

رفض الفرض لاجل الواجب و هو وان لم يحل فهو بالصحة لا يخل - فقط واللہ تعالیٰ اعلم

رکعات کی تعداد میں سہو کا حکم

﴿س﴾

گذارش ہے کہ دو مولوی صاحبان حسب ذیل مسئلہ میں مختلف ہیں - ایک مولوی صاحب کہتے ہیں کہ امام نے عمداً جلسہ کیا ہے - جبکہ مقتدیوں نے اس کو غلطی پر مطلع بھی کر دیا تھا اور عالمگیری کی یہ عبارت پیش کرتا ہے - اذا شک الامام فاخبره عدلان يأخذ بقولها[1] - لہٰذا نماز فاسد ہوگئی اور اعادہ صلوٰۃ سب پر لازم ہے -

دوسرے مولوی صاحب کہتے ہیں کہ نماز امام کی سجدہ سہو کرنے سے ٹھیک ہوگئی کیونکہ امام کو اس میں شک ہوا تھا اور غالب ظن سے اس نے کام کیا ہے سجدہ سہو سے نماز ٹھیک ہوگئی ہے اور دو مقتدیوں کی خبر پر اعتماد اس لیے نہیں کرتا کہ رکعت ثانیہ کے بعد پورا قیام کر چکے تھے - اس کے بعد انھوں نے لقمہ دیا تھا - پھر اپنے ظن کے مطابق یہ تیسری رکعت پر بھی اگر چہ بیٹھے تھے - چوتھی رکعت پڑھ کر سجدہ سہو امام نے ادا کیا ہے تو نماز اس کی اور مقتدیوں کی صحیح ہے - جیسے کہ تحریر سے معلوم ہوتا ہے - بنابریں آپ کو ثالث مقرر کر کے دونوں مولویوں کی تحقیق روانہ خدمت ہے - لہٰذا جو مسئلہ صحیح ہو اس کی تصحیح فرما کر نزاع کو ختم فرما دیں - عین نوازش ہوگی -

والسلام - کاتب الحروف محمد عبد الغفور عفا اللہ عنہ نقل مطابق اصل (رجل صلى بقوم فلما صلى ركعتين و سجد سجدة ثانية شک انه صلى ركعة او ركعتين فقام فى الثانية يظن انه اول ركعة ثم قعدفى الثالثة يظن انه الثانية ثم علمه رجلان فصلى رابعة ثم قعدفى الرابعة و سجد للسهو هل تفسد صلوته ام لا -

الجواب: فی القدوری[2] باب سجود السهو و من شک فى صلوته فلم يدر اثلا ثا صلى ام اربعًا و ذلک اول ما عرض له استانف الصلوة و ان كان الشک يعرض له كثيراً بنى على غالب ظنه ان كان له ظن فان لم يكن له ظن بنى على اليقين انتهىٰ وفى

---

۱) العالمكيرية: ص ۱۳۱، ج۱: الباب الثانى عشر فى سجودالسهو، رشيديه

۲) قدورى: ص ۲۸، باب سجود السهو، مكتبه اسلاميه، پشاور

الدرالمختار [1] اذا شک فی صلوته من لم یکن ذلک ای الشک عادة له کم صلی استانف وان کثرشکه عمل بغالب ظنه ان کان له ظن للحرج والا اخذ بالاقل لتیقنه وقعد فی کل موضع توهمه موضع قعوده ولوو اجبا لئلا یصیر تار کا فرض القعود او واجبه .الخ . والله اعلم بالصواب-

دستخط (محمد اسحاق بقلم خود) نقل مطابق اصل-سوال گندم جواب چنا- آپ کا سوال جواب کا مخالف ہے- آپ کے سوال میں یہ ہے- رجال صلی بقوم الخ- پھر لفظ علم رجلان موجود ہے اور جواب فی القدوری باب سجود السهو من شک فی صلوة فلم یدر اثلاثا صلی ام اربعًا الخ اس سے منفرد مراد ہے-

یعنی منفرد کے حق میں ہے اور اسی طرح فی الدرالمختار کی عبارت منفرد کے حق میں ہے- واذا شک فی صلوته-الخ یہ عبارت خود منفرد پر دال ہے- دوسرا یہ ہے-سوال میں ثم علم رجلان کا لفظ ہے- اور جواب میں علم رجلان کا لفظ نہیں ہے- تیسرا یہ ہے صورۃ مسئولہ کے بارے میں نہ منفرد کے بارے اور متنازعہ فیہ صورت امام کے بارہ میں نہ منفرد کے بارہ میں- فتاویٰ عالمگیری میں ہے-اذا شک الامام فاخبره رجلان یأخذ بقولهما [2] الخ-اور امام نے اس کی مخالفت کی ہے-تو سائل کا سوال صحیح ہے اب سائلان مدعیان جلسہ امام عمداً کے ہیں- اور عبارۃ عالمگیری سائلان کے حق میں ہے امام جلسہ عمدًا کا انکار کرتا ہے اور کوئی تائید امام کے بارہ میں نہیں ہے اب امام پر یمین ہے اگر یمین سے انکار کرے اعادہ صلوٰۃ واجب ہوگی- یا کوئی قوی دلیل پیش کریں-

﴿ج﴾

داخل صلوٰۃ میں مقتدی اگر فتح دے تو اگر امام عمل کی صحت پر یقین رکھے تو اس صورت میں وہ اپنے یقین پر عمل کرے اور فتح کا اعتبار نہ کرے لہذا صورت مسئولہ میں امام نے ان کے فتح کا اعتبار اس لیے نہیں کیا کہ وہ اپنی جحت پر یقین رکھتا تھا اور اس لیے تیسری پر بیٹھا لیکن جب دوبارہ فتح کرنے سے اس کا یقین باطل ہوا تو وہ بھی اٹھ کھڑا ہوا اور اگر ابتداء میں اسے شک تھا اور فتح سنتے ہی اس نے اپنی غلطی محسوس کر لی ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ وہ غلطی پر مطلع ہونے کے بعد تیسری پر بیٹھے البتہ یہ ہوسکتا ہے کہ اسے دوبارہ پہلی بات بھول گئی ہو- اور پھر سے سہواً بیٹھ گیا ہو تب بھی سجدہ سہو سے جبرہ ہو جاتا ہے بہرحال نماز بلاشبہ صحیح ہے اور اعادہ کسی طرح لازم نہیں سجدہ سہو

---

۱) الدرالمختار: ص ۹۲، ج۲، باب سجودالسهو، سعید

۲) العالمکیریة: ص ۱۳۱، ج۱: الباب الثانی عشر فی السجودالسهو، رشیدیه

سے جبرہ ہو گیا(۱)- واللہ تعالیٰ اعلم-

سجدہ سہو کرنا بھول گیا' سلام پھیرنے پر کسی نے لقمہ دے دیا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماءدین دریں مسائل کہ:

(۱) منفرد سے نماز میں سہو ہوا اس نے سلام دونوں طرف پھیر دیا تو اس کی نماز فاسد ہوئی ہے یا نہیں۔ بعض علماء فساد کے قائل ہیں اور بعض فساد کے قائل نہیں-

(۲) ایک آدمی سے نماز میں سہو ہوا اس نے دونوں طرف سلام پھیر دیا پھر باہر سے ایک آدمی نے لقمہ دے دیا کہ آپ کے ذمہ کچھ نماز کا حصہ باقی ہے اب اس آدمی کی نماز درست ہے یا فاسد- بینوا توجروا

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم (۱) واضح رہے کہ اس میں دو مشہور قول ہیں بعض کہتے ہیں کہ سلام دونوں طرف پھیرا جائے اور پھر سجدہ سہو ادا کیا جائے- اور یہی قول شمس الائمہ اور صدر الاسلام کا مختار ہے- ہدایہ، ظہیریہ، مفید اور بدائع میں اسے صحیح قرار دیا گیا ہے اور دوسرا قول جو شیخ الاسلام اور فخر الاسلام کا مختار ہے وہ یہ ہے کہ صرف ایک طرف سلام پھیر کر سجدہ سہو ادا کیا جائے اور اسی قول پر جمہور ہیں- اسی قول کی بنا پر بعض علماء نے یہ لکھ دیا ہے کہ اگر دونوں جانب سلام پھیرے گا تو سجدہ سہو اس سے ساقط ہو جائے گا- اور دوسری طرف سلام پھیرنے سے نماز سے خارج ہو جائے گا- بریں معنی کہ اب سجدہ سہو ادا نہیں ہو سکتا- فرض ادا ہو گیا اور سجدہ رہ گیا ہے نہ یہ کہ نماز ٹوٹ گئی ہے- بلکہ نماز (یعنی فرض) پورا ہوا- کما قال فی الدر المختار (۲) **(یجب بعد سلام واحد عن یمینه فقط) لانه المعهود و به یحصل التحلیل و هو الاصح**

---

۱) ولا یجب السجود إلا بترك واجب أو تأخیره أو تأخیر ركن أو تقدیمه أو تكراره أو تغییر واجب بأن یجهر فیما یخافت وفی الحقیقة وجوبه بشیء واحد وهو ترك الواجب۔ العالمكیریة: ص ۱۲۶ ، الباب الثانی عشر فی سجودالسهو، رشیدیه۔
كذا فی فتاویٰ قاضی خان: ص ۱۲۰، ج۱ :فصل فیما یوجب السهو مما لا یوجب السهو، رشیدیه
كذا فی النهرالفائق: ص ۳۲۱، ج۱: باب سجودالسهو، دارالكتب العلمیه، بیروت

۲) الدرالمختارمع الردالمحتار: ص ۷۸، ج۲: باب سجودالسهو، سعید
كذا فی فتح القدیر: ص ٤٣٤، ج۱: باب سجود السهو، رشیدیه
كذا فی الفقه الاسلامی وأدلته: ص ۱۱۲۳، ج۲: الفصل التاسع، انواع خاصة من السجود، ثالثا محل سجودالسهو، دارالفكر۔

بحر عن المجتبی و علیه لو اتی بتسیلمتین سقط عنه السجود– و قال الشامی تحته بعد ما حقق و اطال و فی المعراج قال شیخ الاسلام لو سلم تسلیمتین لایأتی بسجود السهو بعد ذالک لانه کالکلام --- قلت و علیه فیجب ترک التسلیمة الثانیة-

علامہ شامی کی تقریر سے اس قول کی تائید ہوتی ہے کہ دونوں طرف سلام پھیرنے سے نماز پوری ہو جاتی ہے-اور سجدہ سہو ساقط ہو جاتا ہے-

(۲) اگر اس کے یاددلانے سے اس کو یاد آ گیا یا اس کے یاددلانے سے اس نے عمل کر دیا خود اس کو یاد کرنے سے یاد نہ آ گیا تب تو اس کی نماز فاسد ہو گئی اور یہ بنا نہیں کر سکتا- بلکہ دوبارہ نماز کا اعادہ کرے گا-اور اگر اس کے یاددلاتے وقت اس کو یاد آ گیا اس نے یاددلانے کی وجہ سے نہ بلکہ خود یاد آ گیا حتیٰ کہ وہ اگر یاد نہ دلاتا تب بھی اس کو اس وقت یاد ہوتا- گویا کہ اس کا تذکر اس کی تذکیر سے نہیں اس کی تذکیر اس کے تذکر کا منشاء نہیں بلکہ اس کا تذکر اس کی تذکیر کے وقت ہوا-تو اس کی نماز فاسد نہیں ہے-نماز پوری کر کے سجدہ سہو کر لے-

کمال قال فی البحر [1] و فی القنیة ارتج علی الامام ففتح علیه من لیس فی صلا ته و تذکر فاذا اخذ فی التلاوة قبل تمام الفتح لم تفسد و الا فتفسد لان تذکرہ تضاف الی الفتح و قال الشامی فی حاشیة منحة الخالق– اقول یحتمل ان یکون المراد انه تذکرہ بسبب الفتح و ان یکون تذکر بنفسه و لکنه صادف تذکرہ و فتح من لیس فی صلوته فی وقت و احد و الظاهر الاول لانه لو کان تذکرہ من نفسه لا یظهر فرق بین اخذہ فی التلاوة قبل تمام الفتح او بعدہ و لا یظهر وجه الفساد الخ [2] -فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مقتدی کے سہو کا حکم

در کتب متداولہ متون و شرح همیں مضمون ست مقتدی را کہ سہو افتاداست سجدہ سہو او نہ معتاداست– سہو او را امام بر گیرد و طاعتی او خد اپزیرد-

لزوم اعادہ صلوة را هیچ تعرض بنظر نیامدہ لکن عبارات ذیل مصرح بلزوم اعادہ صلوٰۃ است-

---

۱) البحر الرائق: ص ۱۱، ج۲: باب یفسد الصلوٰۃ وما یکرہ فیها، رشدیه

۲) منحة الخالق علی البحر الرائق: ص ۱۱، ج۲: باب مایفسد الصلوٰۃ، ومایکرہ فیها، رشیدیه
کذا فی الدر المختار مع الرد المحتار: ص ۶۲۲، ج۲: باب مایفسد الصلوٰۃ ومایکرہ فیها، سعید
کذافی العالمکیریة: ص ۹۹، ج۱: الباب السابع فیما یفسد الصلوٰۃ ومایکرہ فیها، رشیدیه

پس تحقیق چیست بینوا توجروا- (قوله لا بسهوه اصلاً) تنبیه قال فی النهر ثم مقتضی کلامهم انه، یعید ها لثبوت الکراهة مع تعذر الجابر -[1] و فی مراقی[2] الفلاح فلا یسجد اصلاً قال صلی الله علیه وسلم الامام لکم ضامن یرفع عنکم سهوکم وقرائتکم و فی الطحطاوی[3] قوله یرفع عنکم سهوکم و قرائتکم قرن رفع السهو برفع القرأة لیفید انه کما لا اثم علی المؤتم بترک القراءة فکذا لا اثم علیه بترک السهو بل هو الواجب علیه و قال فی النهر مقتضی کلامهم انه یعیدها لثبوت الکراهة مع تعذر الجابر و قد علمت مفاد الحدیث افاده بعض الافاضل - المستفتی دولت خان-

﴿ج﴾

تحقیق این ست کہ برمقتدی دریں صورت نہ سجود سہو واجب است و نہ اعادہ صلوٰۃ- و این کہ در رد المحتار بحث کردہ درحقیقت ایں بحث متعلق بہ دلیل مسئلہ است نہ نفس مسئلہ گویا قائل اعراض مے کند کہ ازیں وجہ قول بہ عدم وجوب سجدہ سہو برمقتدی کردن کہ جابر متعذر است- درست نیست بلکہ بعد سلام امام مقتدی ہمچنین در نماز است- سلام امام از نماز خارج نمے شود- دراں وقت سجدۂ سہو ممکن است- لہٰذا دلیل تعذر جابر صحیح نیست- ازیں وجہ علامہ شامی گفتہ کہ اولی این است کہ تمسک بحدیث ابن عمر رضی اللہ عنہما کردہ شود- نہ بر دلیل مذکور بل الاولی کہ تمسک بماروی ابن عمر رضی الله عنهما عن النبی صلی الله علیه وسلم لیس علی من خلف الامام سهو انتهی[4]- ومقصد صاحب نہر این ست کہ ازیں استدلال این معلوم شد کہ جابر قبل سلام امام وہم بعد سلام او منفرد است- ونفس کراهیۃ ثابت پس حاصل کلام شامی از تنبیہ ایں است- دلیل تعذر جابر کہ مذکور شدہ ازین دلیل ترک کردن استدلال بر حدیث کردن اولی ست کہ مقتدی را درین ساھی نہ گفتہ شود- واین چنین در کلام مراقی الفلاح[5] است کہ امام سہو مقتدی را بردارد- پس بنابرین دلیل مقتدی اصلاً سہو نہ شدہ نہ اعادہ لازم است لہٰذا کلام بر دلیل است اصل مسئلہ بحال خود است کہ نہ سہو لازم و نہ اعادہ- واللہ تعالیٰ اعلم-

---

١) الدر المختار مع الرد المحتار: ص ٨٢، ج٢: باب سجود السهو، سعيد۔
٢) مراقی الفلاح: ص ٤٦٤، باب سجود السهو، قديمی
٣) حاشية الطحطاوی: ص ٤٦٤، باب سجود السهو، قديمی
٤) (ومقتد بسهو إمامه إن سجد إمامه) لوجوب المتابعة (لاسهوه) اصلاً (الدر المختار)...... بل الأولىٰ التمسك بماروى ابن عمر عنه صلى الله عليه وسلم "ليس على من خلف الامام سهو" الرد المحتار: ص ٨٢، ج٢: باب سجود السهو، سعيد۔
٥) حاشية الطحطاوری: ص ٤٦٤، باب سجود السهو، قديمی
كذا فی النهر الفائق: ص ٣٢٦، ج١: باب سجود السهو، دار الكتب العلميه، بيروت۔

باب فی احکام اللباس

نجاست لگے کپڑوں میں پڑھائی گئی نماز کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ زید نے فجر کی جماعت کرائی جماعت کے فوراً بعد مقتدی نے زید کی چادر منی سے لت پت دیکھی اور اکیلے امام صاحب کو بھی اس کی چادر دکھائی گئی اور کہا کہ یہ نماز خود بھی دوبارہ پڑھیں اور مقتدیوں کو بھی دوبارہ پڑھنے کی تلقین کریں۔ امام صاحب نے نہ صرف خود نماز کا اعلان نہ کیا بلکہ مقتدیوں سے بھی نماز پڑھنے کے لیے نہ کہا۔ بلکہ شرم یا خوف کے مارے امام مذکور نے جھوٹی کلمہ شریف کی قسمیں اٹھائیں اور قرآن شریف کی بھی جھوٹی قسم اٹھا کر اپنے جرم پر پردہ ڈالنے کی کوشش کی جب کہ مقتدی نے بھی قرآن شریف کی قسم اٹھا کر حلفیہ بیان دیتے ہوئے کہا کہ امام مذکور کی چادر منی سے لت پت تھی اور میں نے امام صاحب کو بتایا۔ امام صاحب کا چال چلن پہلے بھی مشکوک ہے کیا ایسے امام کو مستقل امام رکھنا چاہیے یا نہیں۔

﴿ج﴾

اگر واقعی امام کے کپڑے پر نجاست لگی تھی اور اسی حالت میں اس نے نماز پڑھائی ہے تو وہ نماز قابل اعادہ ہے[1]۔ منی وغیرہ کا کپڑے پر لگ جانا کوئی جرم کی بات نہیں۔ لہٰذا اس پر پردہ ڈالنے کی کوئی ضرورت نہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اس طرح کا واقعہ پیش آیا ہے پھر آپ ﷺ نے حضرات صحابہ کو انتظار کرنے کا حکم فرمایا اور خود گھر جا کر غسل فرما کر نماز پڑھائی[2]۔ البتہ اگر امام صاحب کا چال چلن مشکوک ہے اور جھوٹ بولتا ہے تو پھر

---

۱) وعفى الشارع عن قدر درهم وان كره تحريما، فيجب غسله، وما دونه تنزيها فيسن، وفوقه مبطل فيفرض، الدرالمختار: ص ٣١٦، ٣١٧، باب الانجاس، سعيد

كذا فى العالمكيرية: ص ٤٥، ج١: الفصل الثانى فى الاعيان النجسة، رشيديه

اذا انتضح من البول شيء يرى أثره لابد من غسله ولولم يغسل وصلى كذالك، وكان إذا جمع كان اكثر من قدر الدرهم أعاد الصلوة، التتارخانية: ص ٢٩٥، الفصل السابع فى النجاسات، طبع ادارة القرآن، كراچى)

٢) عن أبى هريرة رضى الله عنه أن النبى صلى الله عليه وسلم خرج إلىٰ الصلوٰة فلما كبر انصرف وأومى إليهم ان كما كنتم ثم خرج فاغتسل ثم جاء ورأسه يقطر فصلى بهم فلما صلى قال إنى كنت جنبا فنسيت أن أغتسل۔ مشكوة المصابيح: ص ٩٢، ج١: باب مالايجوز من العمل فى الصلوٰة، وما يباح منه، الفصل الثالث، قديمى۔

اس پر لازم ہے کہ گزشتہ افعال بد سے صدق دل سے توبہ تائب ہو جائے اور آئندہ کے لیے پکا وعدہ کرے کہ پھر کبھی ان گناہوں کی طرف نہیں جائے گا اگر امام صاحب صدق دل سے توبہ تائب ہو جائے تو اس کی امامت درست ہے[1] ورنہ مکروہ ہے[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ
الجواب صحیح عبداللہ عفا اللہ عنہ
۲۲ جمادی الاخری ۱۳۹۶ھ

نماز پڑھتے یا پڑھاتے وقت کالے کپڑے کے استعمال کی شرعی حیثیت
حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کس کس رنگ کا کپڑا استعمال فرمایا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسائل کہ:

(۱) کالی یعنی سیاہ چادر باندھنا یا باندھ کر نماز پڑھنا پڑھانا جائز ہے یا ناجائز۔

(۲) اس نیت سے سیاہ رنگ کا کپڑا پہننا کہ یہ رنگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مرغوب تھا۔ کوئی ایک آدھ کپڑا پہن لیا جائے تو آیا اس میں کوئی گناہ وغیرہ تو نہیں۔ واضح طور پر اس مسئلہ کو مدلل بیان فرمائیں۔

---

۱) قال الله تعالیٰ: لعنة الله علی الکاذبین ۔ سورة ال عمران: آیت نمبر ٦١۔
والکذب حرام إلا فی الحرب للخدعة۔ مجمع الانهر مع سکب الانهر۔ ص ٢٢١، ج٤، کتاب الکراهیة، فصل فی التفرقات، غفاریه کوئٹه، واتفقوا علی أن التوبة من جمیع المعاصی واجبة وانها واجبة علی الفور لایجوز تأخیرها سواء کانت المعصیة صغیرة أوکبیرة، شرح النووی علی الصحیح المسلم، ص ٣٥٤، ج٢: کتاب التوبة، قدیمی، التائب من الذنب کمن لاذنب له: مشکوٰة المصابیح: ص ٢٠٦، باب التوبة والاستغفار، قدیمی ۔

٢) ویکره إمامة عبد ......وفاسق۔ الدرالمختار: ص ٥٥٩، ج١، باب الإمامة، سعید، کذا فی البحرالرائق: ص ٦١٠، ج١: باب الامامة، رشیدیه، کذا فی الحلبی الکبیر: ص ٥١٣، کتاب الصلوٰة، ألاولیٰ بالإمامة، سعیدی۔

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ (۱) سیاہ چادر باندھ کر نماز پڑھنا پڑھانا دونوں جائز ہیں[1]۔

(۲) واضح رہے کہ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف رنگ کے کپڑے استعمال فرمائے ہیں۔ ان احادیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ''شمائل ترمذی'' میں باب ماجاء فی لباس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تحت ذکر کیا ہے۔ چند احادیث ملاحظہ ہوں۔

(۱) عن ابی ذر رضی اللہ عنہ قال اتیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم وعلیہ ثوب ابیض الخ۔ (ترجمہ) ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سفید کپڑوں میں ملبوس تھے۔ (یہ پہلی حدیث شمائل میں نہیں ہے۔ بخاری ص ۸۶۷ ج ۲ سے لی گئی ہے)[2]

(۲) عن ابی جحیفۃ رضی اللہ عنہ قال رأیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم وعلیہ حلۃ حمراء کانی انظر الی بریق ساقیہ قال سفیان اراھا حبرۃ.[3] (ترجمہ) ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سرخ جوڑا پہنے ہوئے دیکھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پنڈلیوں کی چمک گویا اب میرے سامنے ہے۔ سفیان جو اس حدیث کے راوی ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں جہاں تک سمجھتا ہوں۔ وہ سرخ جوڑا منقش جوڑا تھا۔ (سفیان اس روایت میں منقش جوڑا اس لیے بتلاتے ہیں کہ سرخ کپڑے کی ممانعت آئی ہے۔ اس وجہ سے علماء کا اس میں اختلاف ہے۔ چنانچہ حنفیہ کے بھی اس میں مختلف اقوال ہیں۔ حضرت مولانا گنگوہی رحمہ اللہ کے فتاوی میں بکثرت یہ مضمون ہے کہ سرخ رنگ مرد کے لیے فتویٰ کے رو سے جائز ہے۔ تقویٰ کے لحاظ سے ترک کرنا اولیٰ ہے کہ علماء میں مختلف فیہ ہے[4]۔

---

۱) (والرابع ستر عورتہ) ولوبما لایحل لبسہ کثوب حریر وان اثم بلاعذر (شامی ص ۴۰۴، ج۱، سعید کراچی) وکذا فی الھندیۃ: الباب الثالث فی شروط الصلوٰۃ الفصل الاول فی الطھارۃ و سترالعورۃ ص ۵۹، ج۱: بلوچستان بک ڈپو) وکذا: فی البحرالرائق: کتاب الصلوٰۃ باب شروط الصلوٰۃ، ص ۴۶۷، ج۱: مکتبہ رشیدیہ۔

۲) باب الثیاب البیض، کتاب اللباس ص ۸۶۷، ج۲: قدیمی کتب خانہ۔

۳) (شمائل ترمذی باب ماجاء فی لباس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ص ۵، ج۲: ایچ ایم سعید)

۴) وکذا فی الشامیۃ: قال صاحب الروضۃ یجوز للرجال والنساء لبس الثوب الاحمروالاخضر بلاکراھۃ وفی الحاوی الزاھدی یکرہ للرجال لبس......المحمرای الاحمر...... ونقلہ عن عدۃ کتب وفی مجمع الفتاویٰ لبس الاحمر مکروہ ص ۵۹۱، ج۹: مکتبہ رشیدیہ) وکذا کتاب تالیفات رشیدیہ(مردوں کو سرخ رنگ کا کپڑا استعمال کرنا، ص ۴۷۸، ادارۃ اسلامیات)
وکذا فی الموسوعۃ الفقھیہ (البتہ لون احمر: ص ۱۳۲، ج ۴، مکتبہ حقانیہ)

(۳) عن ابی رمثة رضی الله عنه قال رأیت النبی صلی الله علیه وسلم وعلیه بردان اخضران [1]. ترجمہ۔ ابو رمثہ کہتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو دو سبز چادریں اوڑھے ہوئے دیکھا۔

(۴) عن قیلة بنت مخرمة رضی الله عنها قالت رأیت رسول الله صلی الله علیه وسلم وعلیه اسمال ملیتین کانتا بزعفران وقد نفضته الخ [2]. ترجمہ۔ قیلہ بنت مخرمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہے کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حال میں دیکھا کہ حضور والا پر دو پرانی لنگیاں تھیں جو زعفران میں رنگی ہوئی تھیں۔ لیکن زعفران کا کوئی اثر ان پر نہیں رہا تھا۔

(۵) عن عائشة رضی الله عنها قالت خرج رسول الله صلی الله علیه وسلم ذات غداة وعلیه مرط من شعر اسود [3]. (ترجمہ) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایک دفعہ صبح کو مکان سے باہر تشریف لے گئے تو آپ کے بدن پر سیاہ بالوں کی چادر تھی۔

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سفید، سرخ، زعفرانی اور کالا رنگ استعمال فرمایا ہے۔ لہٰذا اگر کبھی کبھار اتباع سنت کی نیت سے ان رنگوں کو استعمال میں لائے تو باعث ثواب ہوگا۔ لیکن چونکہ تمام رنگوں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سفید رنگ زیادہ مرغوب تھا۔ اس لیے سفید رنگ کا استعمال زیادہ پسندیدہ اور اولیٰ ہے۔ چنانچہ احادیث میں سفید رنگ کے کپڑوں کے استعمال کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

(ا) عن ابن عباس رضی الله عنهما قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم علیکم بالبیاض من الثیاب لیلبسها احیاء کم وکفنوا فیها موتاکم فانها من خیار ثیابکم [4]. ترجمہ۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے تھے کہ سفید کپڑوں کو اختیار کیا کرو کہ یہ بہترین لباس ہے۔ سفید کپڑا ہی زندگی کی حالت میں پہننا چاہیے اور سفید ہی کپڑے میں مردوں کو دفن کرنا چاہیے۔

(ب) عن سمرة بن جندب رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم البسوا البیاض فانها اطهر واطیب وکفنوا فیها موتاکم [5]. ترجمہ۔ سمرۃ بن جندب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

---

۱) شمائل ترمذی، باب ماجاء فی لباس رسول الله صلی الله علیه وسلم ص ۵، ج ۲، ایچ ایم سعید)
۲) عن قیلة بنت مخرمة قالت رایت رسول الله صلی الله علیه وسلم وعلیه اسمال ملیتن کانتا بزعفران وقد نفضته الحدیث شمائل ترمذی، باب ماجاء فی لباس رسول الله صلی الله علیه وسلم ص ۵، ج ۲، ایچ ایم سعید)
۳) شمائل ترمذی، باب ماجاء فی لباس رسول الله صلی الله علیه وسلم، ص ٦، ص ۲، ایچ، ایم سعید)
٤) لیس فی روایة ابن عباس رضی الله عنه لفظ علیکم ص ۵، ج ۲، ایچ ایم سعید)
۵) شمائل ترمذی: باب ماجاء فی لباس رسول الله صلی الله علیه وسلم، ایچ ایم سعید)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سفید کپڑے پہنا کرو۔ اس لیے کہ وہ زیادہ پاک صاف رہتا ہے اور اس میں اپنے مردوں کو دفنایا کرو۔ واللہ اعلم۔

حررہ محمد انور شاہ غفرلہٗ
۲۵ جمادی الاولی ۱۳۸۸ھ
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ
۲۸ جمادی الاولی ۱۳۸۸ھ

کیا بغیر قمیض کے نماز پڑھنا درست ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین زید مجدھم کہ

(۱) دیہاتوں میں عام عادت ہے کہ نمازی نماز ادا کرتے وقت صرف چادر اور صافہ پہن کر نماز ادا کرتے ہیں قمیض یا کرتہ نہیں پہنتے۔

(۲) اگر ان کو کہا جاوے کہ کرتہ یا قمیض کے ساتھ نماز ادا کیا کرو تو وہ نہیں مانتے بلکہ لڑتے ہیں اور امام صاحب کی بے عزتی کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جائز ہے۔

(۳) کیا مجبوری کے وقت اس طرح نماز پڑھنی چاہیے یا ہر وقت جائز ہے بلکہ یہ سنا گیا ہے کہ صرف مکروہ ہے کیا یہ صحیح ہے۔

(۴) جس شخص کو اس قسم کے مسائل بتائے جاویں وہ بتانے والے کو مارنے پر تیار ہو جاوے کہ اپنے مال اور زمینداری کی طاقت پر امام کو یا عالم کو وہاں نہ رہنے دیں شرعاً وہ کس سزا کے مستحق ہیں۔ ان چار مسائل کا جواب عنایت فرما کر مشکور فرما دیں۔

﴿ج﴾

۱۔۲۔۳ نماز ادا کرنا مکروہ تحریمی ہے جس سے بچنا لازم ہے[1] البتہ بوقت ضرورت مثلاً شدید گرمی یا کپڑا

---

۱) کما فی الهندیه: ان صلی فی ازار واحد یجوز ویکره۔ (کتاب الصلاة۔ الباب الثالث فی شروط الصلوٰة الفصل الاول فی الطهارة۔ وستر العورة، ص ۵۹، ج۱: مکتبه رشیدیه کوئٹه)
(وکذا فی البحر الرائق: کتاب الصلوٰة، باب شروط الصلوٰة، ص ٤٦٨، مکتبه رشیدیه کوئٹه)
(وکذا فی جامع الرموز، کتاب الصلوٰة، فصل شروط الصلوٰة، ص ۱۲۹ ج۱: مکتبه ایچ ایم سعید کراچی)

نہ ملنے کی صورت میں اگر پڑھ لی جائے تو کراہت نہ ہوگی لیکن عذر حقیقۃً ہو محض بہانہ نہ ہو[1]۔

(۴) ایسے لوگوں کو مسائل بتانے والے کو بھی دیکھا جاوے کہ وہ اس کا اہل ہے یا نہیں، اگر وہ باقاعدہ عالم نہیں تو اس کا بتلایا ہوا مسئلہ اگر فی الواقع صحیح بھی ہو تو اس شخص پر حجت نہیں اور وہ غیر عالم کی بات سمجھ کر اس کا رد کرسکتا ہے۔ نیز اگر تبلیغ کا طریقہ بھی اس کے ساتھ درشت اور نامناسب ہو اور پھر علم بھی نہ ہو تو اس کی مخالفت میں کوئی حرج شرعی نہیں، البتہ اگر وہ مسئلہ بتانے والا عالم ہو اور اس کا طریقہ تبلیغ بھی مناسب حال ہو نہایت نرمی اور خلوص سے سمجھاتا ہے تو اس کی بات عوام الناس کے لیے حجت ہے اس کی مخالفت یا اس کے کہنے سے انکار کرنا بہت گناہ ہے۔ حبط اعمال کا خطرہ ہے[2]۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ

رومال باندھ کر نماز پڑھنے پڑھانے کی شرعی حیثیت

﴿س﴾

موجودہ زمانہ میں عام رواج ہو چکا ہے کہ بجائے عمامہ یا کلاہ و ٹوپی کے رومال باندھتے ہیں اور اسی کے ساتھ نماز پڑھتے پڑھاتے ہیں اکثر طلباء کرام و بعض علمائے عظام ایسا کرتے ہیں کیا حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کبھی رومال کے ساتھ نماز پڑھی یا پڑھائی ہے یا کسی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو پڑھی ہے یا سلف صالحین میں سے کسی کا یہ طریقہ رہا ہے۔ برائے کرم بحوالہ حدیث شریف یا فقہ شریف جواب سے سرفراز فرما دیں۔ بینوا توجروا۔

---

۱) کما فی الهندية: فی الحجة اذا وجد العاری حصیراً أوبساطاً صلی فیه ولا یصلی عریانا...... ولووجد مایستر به بعض العورة وجب استعماله یستربه القبل والدبر بالاتفاق (کتاب الصلاة۔ الباب الثالث فی شروط الصلوٰة الفصل الاول فی الطهارة وستر العورة۔ ص ۵۹، ج۱: مکتبه رشیدیه کوئٹه)
وکذا فی البحر الرائق: کتاب الصلوٰة، باب شروط الصلوٰة وستر العورة، ص ۴۷۸۔۴۷۹، ج۱: مکتبه رشیدیه کوئٹه)
وکذا فی الهداية: کتاب الصلوٰة، باب شروط الصلوٰة، ص ۹۳۔۹۴، ج۱: مکتبه رحمانیه لاهور)

۲) کما فی الدرالمختار مع رد: فالقائل لمن یأمر بالمعروف انت فضولی یخشی علیه الکفر فتح درالمختار ۔ قال ابن عابدین: لان الامر بالمعروف وکذا النهی عن المنکر مما یعنی کل مسلم وانما لم یکفر لاحتمال انه لم یرد ان هذا فضول لاخیر فیه بل اراد ان امرك لایؤثر أونحوذالك (کتاب البیوع، فصل فی الفضولی، ص ۱۰۶، ج۵، طبع ایچ ایم سعید کراچی)
وکذا فی البحرالرائق: کتاب البیوع، فصل فی الفضول، ص ۲۴۵، ج۶: مکتبه رشیدیه کوئٹه)
وکذا فی النهر الفائق: کتاب البیوع، باب الحقوق، فصل فی بیع الفضولی، ص ۴۹۰، ج۳، دارالکتب العلمية، بیروت)

﴿ج﴾

رومال کے ساتھ بلا کراہت نماز درست ہے بشرطیکہ رومال کچھ بڑا ہو کم از کم ایک بل سر پر آ جائے تو یہ عمامہ کے حکم میں ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا چھوٹا عمامہ بھی تھا اور یہ ایسا رومال معمول صلحاء ہے لہٰذا کراہت سے خالی ہے(۱)۔

حرام ذرائع سے کمائے ہوئے مال سے حاصل شدہ کپڑوں میں نماز کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص کا کھانا پینا اور لباس ناجائز طریقہ سے حاصل کیا ہوا ہے۔ مثلاً سود، رشوت سے لیکن وہ نماز پڑھتا ہے روزے بھی رکھتا ہے، جو فرائض دین ہیں ظاہری ادا کرتا ہے۔ کیا اس کی نیکی قبول ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

اگر کپڑا بدن پر رشوت یا سود کے روپیہ سے حاصل کیا ہوا ہے تو اس میں نماز مکروہ ہے(۲)۔

حررہ محمد انور شاہ غفرلہٗ

۲۹ محرم ۱۳۹۵ھ

---

۱) کما فی منهاج السنن: قال قد تتبعت الكتب وتتطلبت من الكتب الميسرة والتواريخ لاقف على قدر عمامته صلى الله عليه وسلم فلم أقضا على شئى حتى اخبرنى من أثق به انه وقف على شئى من كلام الشيخ ايضا مردوں كا لباس للمفتى كمال (عمامه باندهنے كا صحيح طريقه، ص ۵۷-۵۸: مكتبه ماريه اكيڈمى)

وكذا فى البحرالرائق: كتاب الطهارة، ص ۱۶۸، ج۱: مكتبه رشيديه كوئٹه)

وكذا فى فريده: عمامه كے ليے رومال كا استعمال اور مقدار عمامه: ص ۲۸۸، ج۲: مكتبه دارالعلوم صديقيه صوابى)

۲) كما فى الفقه الاسلامى: الصلوٰة فى الثوب الحرام تنعقد الصلوٰة مع الكراهة التحريم عندالحنفية (الصلوٰة فى الثوب الحرام، ص ۷۴۰، ج۱: مكتبه بيروت)

وكذا فى الموسوعة الفقهية: (الابستر المغصوبة، ص ۳۸، ج۶، مكتبه حقانيه)

وكذا فى حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح: فصل فى المكروهات، ص ۳۵۸، قديمى كتب خانه كراچى)

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماءِ دین ومفتیان شرع متین ان مسائل میں کہ:

(۱) بنا بر ضرورت شدیدہ مثلاً جمعات رمضان مبارک یا عیدین کی نمازوں میں لاؤڈ سپیکر کا استعمال امام کے لیے جائز ہے یا نہیں۔ جب کہ یہ امر محقق ہوچکا ہے کہ لاؤڈ سپیکر کی آواز بعینہ متکلم کی آواز ہوتی ہے صدائے بازگشت نہیں ہوتی۔

(۲) حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی کا رجحان کس طرف ہے۔

(۳) تعامل حرمین شریفین بھی یہی ہے جہاں ہر مکتب فکر کے علماء بھی ہوتے ہیں۔

(۴) جب کہ مجمع بہت بڑا ہوا اور دور رہنے والے مقتدیوں کو بجز تکبیرات انتقال کے اور کوئی چیز سنائی نہیں دیتی۔

(۵) جب کہ فی الجملہ اسماع قرأت مقتدیوں کے لیے مقصود شرع بھی ہو۔

(۶) دیہاتی مساجد میں عام طور پر جگہ تنگ ہونے کی وجہ سے لوگ مساجد کی چھتوں پر چڑھ جاتے ہیں اگر قرأت ان کے کانوں میں پڑتی رہے تو توجہ رہتی ہے اور اگر نہ سنائی دے تو خیالات کے منتشر ہونے کا قوی احتمال ہے۔ مندرجہ بالا ضرورت شدیدہ کی بنا پر کیا مفتیان عظام کی جانب سے جواز کا فتویٰ ہے۔ بینوا وتوجروا۔

﴿ج﴾

یہاں دو مسئلے جدا جدا ہیں ایک جواز استعمال لاؤڈ سپیکر کا اور دوسرا صحت صلوٰۃ کا ان دونوں سوالوں کا جواب مختلف ہے یعنی لاؤڈ سپیکر کا استعمال بلا ضرورت (جب کہ مقتدی قلیل ہوں یا مکبرین کا معقول انتظام ہوسکتا ہو) خلاف اولیٰ ہے کیونکہ یہ مسنون ومعتمد علیہ اور یقینی طریق تبلیغ صوت کے خلاف ہے[1] لیکن اس کے باوجود اگر کسی نے لاؤڈ سپیکر کی آوز پر اقتداء واتباع کر لی تو نماز درست ہوجائے گی غرضیکہ شدید ضرورت کے موقعوں پر بھی اولیٰ اور مفید تو یہی ہے کہ سمجھدار آدمی مکبر ومبلغ کا تقرر کر سکتے ہیں لاؤڈ سپیکر کا استعمال حتی الوسع نہ کیا جائے مگر بایں ہمہ اگر استعمال کر لیا جائے تو جائز ودرست ہے لیکن احتیاطاً مکبرین پھر بھی ہوں تو اچھا ہے۔

---

۱) كذا في ردالمحتار قال علامة شامي اجمع العلماء سلفا وخلفا على استحباب ذكر الجماعة في المساجد وغيرها الا ان يشوش جهرهم على نائم اومصلي اوقاري (مطلب في رفع الصوت بالذكر ص ٦٦٠، ج١: مكتبه ايچ ايم سعيد كراچی)

وكذا في آلات جديده: خلاصه كلام ص ٤٧، طبع ادارة المعارف۔

واللہ اعلم (۱)۔ مخلصاً من احسن الفتاویٰ وفتاویٰ (۲) دارالعلوم دیوبند

حررہ محمد طاہر رحیمی۔ (استاذ القرآن والحدیث مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۹ رمضان المبارک ۱۳۹۵ھ

الجواب صحیح محمد عبداللہ

ہندوستانی پائجامہ میں نماز کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ جو پاجامہ عام طور پر دہلی والے اور یوپی کے رہنے والے پہنتے ہیں اوراس کی تقریباً شکل ایسی ( ) ہے۔اس کا پہننا کیسا ہے۔کیا اس کے پہننے سے نماز ہوجاتی ہے یا نہیں۔ زید کہتا ہے کہ اس کا پہننا سخت گناہ ہے کیونکہ اس میں سجدے کے وقت آدمی کے اعضاء مخصوصہ ایک تھیلی سی کی صورت میں نظر آتے ہیں۔اس لیے نماز کے وقت تو خاص طور پر اور عام طور پر بھی پہننا سخت گناہ ہے۔لہٰذا مہربانی فرما کر اس مسئلے پر روشنی ڈالیں۔

﴿ج﴾

جب کہ رنگ بشرہ کا معلوم نہ ہوتو ستر ثابت ہے۔اور نماز صحیح ہے **وعادم ساتر لایصف ماتحته (درمختار) بان لایری منه لون البشرة احترازا عن الرقیق ونحو الزجاج** (۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ

---

۱) کما فی سنن ابی داؤد: عن ابن عباس رضی الله عنهما قال کان یعلم انقضاء صلوٰة رسول الله صلی الله علیه وسلم بالتکبیر (باب التکبیر بعد الصلوٰة، ص ۱۵۲، ج۱: طبع مکتبه رحمانیه، لاهور)وکذا فی مشکوٰة المصابیح (هامش، ص۱۰۲، ج۱: باب ماجاء علی المأموم طبع قدیمی کتب خانه) وکذا آلات جدیده نماز میں آله مکبر الصوت کے استعمال پر احقر کی آخری رائے ص ۵۹، طبع ادارة المعارف۔

۲) نهیں ملا لیکن امدادالفتاویٰ میں هے (کتاب الصلوٰة- مسائل منثوره متعلقه، کتاب الصلوٰة- ص ۵۸۲، ج۱: مکتبه دارالعلوم، کراچی)

۳) کما فی درالمحتار مع ردالمحتار: کتاب باب شروط الصلوٰة، جلد ۲، ص ۱۰۳، طبع جدید مکتبه رشیدیه کوئٹه) وکذا فی الهندیه: والثوب الرقیق الذی یصف ماتحته لاتجوز الصلوٰة فیه کذا فی التبیین (کتاب الصلوٰة باب الثالث فی شروط الصلوٰة الفصل الاول فی طهارته أوسترالعورة جلد ۱ صفحه ۵۸، مکتبه رشیدیه کوئٹه) وکذا فی الفقه الاسلامی: فی شروط ص ۷۳۸، ج۱: بیروت)

پنڈلی کھلی ہوتے ہوئے نماز کا حکم

بخدمت جناب حضرت مفتی صاحب سلام مسنون۔

عرض ہے کہ ہمارے علاقہ کے عوام کو چند آدمیوں نے تنگ کر رکھا ہے اور چند عقلی دلائل دے کر مندرجہ ذیل مسائل کی طرف راغب کرنے کی کوشش کر رہے ہیں مہربانی فرما کر ہماری عقلی اور نقلی دلائل دے کر رہنمائی کریں۔

(۱) حنفی امام کے پیچھے بلند آواز سے آمین کہنا اور سورۃ فاتحہ پڑھنا۔ (۲) رفع یدین کرنا (۳) مرد کا ستر پیروں کی طرف کہاں سے شروع ہوتا ہے اور اگر نماز میں پنڈلی کھلی رہ جائے تو نماز ہو جائے گی یا نہیں۔

﴿ج﴾

۱۔۲۔ آمین بالجہر اور رفع یدین عند الحنفیہ خلاف سنت ہے اور قرأۃ خلف الامام منسوخ اور ممنوع ہے۔ اور دلائل ان مسائل کے حنفیہ کے پاس بہت ہیں اور آیات واحادیث اس بارہ میں موجود ہیں۔ جو بہت سی کتابوں اور رسالوں میں شائع ہو چکی ہیں۔ آمین کے بارے میں **واخفی بها صوته** وارد ہے[۱]۔ اور قرأۃ خلف الامام کی ممانعت میں **واذا قرأ فانصتوا**[۲] مسلم کی روایت میں موجود ہے اور رفع یدین کے بارے میں حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ ترمذی میں مذکور ہے۔ **قال عبدالله**[۳] **ابن مسعود** رضی اللہ عنہ **الا اصلی بکم صلوة رسول الله صلی الله علیه وسلم فصلی فلم یرفع یدیه الا فی اول مرة . ترمذی الکتب السته ص ۱۶۶۳ ، حدیث نمبر ۲۵۷ .**

(۳) مرد کا ستر گھٹنے سے ناف تک ہے[۴]۔ پنڈلی کھلی ہوتے ہوئے بھی نماز درست ہوتی ہے۔ چادر،

---

۱) کما فی الترمذی: ابواب الصلوٰۃ، باب ماجاء فی التامین ص ۵۸، ج۱: ایچ ایم سعید کراچی)

۲) کما فی صحیح المسلم کتاب الصلوٰۃ، باب التشهد فی الصلوٰۃ، ص ۱۷۴، ج۱، طبع قدیمی کتب خانه کراچی)

۳) کما فی الترمذی: ابواب الصلوٰۃ، باب رفع الیدین ص ۵۹، ج۱: طبع ایچ ایم سعید کراچی)

٤) کما فی صحیح البخاری: عن ابی هریرة قال ما اسفل من الکعبین من الازار فی النار، کتات اللباس باب ما أسفل من الکعبین ففی النار ، ص ۸۶۱، ج۲، طبع قدیمی کتب خانه کراچی)
وایضا فیه: کتاب اللباس باب من جرثوبه من الخیلاء ص ۸۶۱، ج۲: قدیمی کتب خانه کراچی)
عن ابی هریرة رضی الله عنه: ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال: لاینظر الله یوم القیامة الی من جرازاره بطراً)

شلوار کا ٹخنے سے اوپر رکھنا ضروری ہے[1]۔ یعنی ٹخنا کھلا رکھنا چاہیے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ محمد انور شاہ غفرلہٗ
الجواب صحیح محمد عبداللہ عفااللہ عنہ
۱۴ جمادی الاخری ۱۳۹۳ھ

جیب میں فوٹو اور ہاتھ میں لوہے کی گھڑی پہنے ہوئے نماز کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسائل کہ:

(۱) اگر کسی کی جیب میں انسان کا فوٹو ہو تو نماز ہو جاتی ہے یا نہیں، فوٹو خواہ کسی صورت میں ہو۔ مثلاً پانچ دس کے نوٹ پر بھی فوٹو ہوتا ہے یا ایسے فوٹو ہو، نوٹ کا فوٹو جیب میں رکھنے پر انسان مجبور ہے۔ جواز کی صورت ہے یا نہیں۔

(۲) جس گھڑی کا چین لوہے کا ہو اس کو پہن کر نماز پڑھنا کیسا ہے اگر ناجائز ہے تو گھڑی بھی لوہے کی ہے۔ گھڑی کا پہننا بھی ناجائز ہونا چاہیے۔ بینوا توجروا۔

﴿ج﴾

(۱) نماز اس صورت میں بلا کراہت صحیح ہے۔ **لایکره لو کانت تحت قدمیه او محل جلوسه لانها مهانة او فی یده عبارة الشمنی بدنه لانها مستورة بثیابه او علی خاتمه بنقش غیر مستبین قال فی البحر ومفاده کراهة المستبین لا المستتر بکیس اوصرة اوثوب آخر بان صلی ومعه صرة او کیس فیه دنانیر اودراهم فیها صور صغار فلا تکره لاستتارها.** [2]

---

۱) کما فی تنویر الابصار (سترالعورة وهی للرجل ماتحة السرة الی ماتحة الرکبتین) کتاب الصلوٰة باب شروط الصلوٰة، ص ۹۴، طبع جدید مکتبه رشیدیه کوئٹه) وکذا فی البحرالرائق: (کتاب الصلوٰة باب شروع الصلوٰة، ص ۴۶۲، ۴۶۸، ج۱: مکتبه رشیدیه کوئٹه) وکذا فی الهندیه: (کتاب الصلوٰة الباب الثالث فی شروط الصلوٰة، ص ۵۸، ج۱: مکتبه رشیدیه کوئٹه)

۲) کما فی الدرالمختار مع رد: (کتاب الصلاة، باب مایفسد الصلاة ومایکره فیها مطلب إذا تردد الحکم بین سنة وبدعة کان السنة أولی، ص ۶۴۸، ج۱: مکتبه ایچ ایم سعید کراچی)

وکذا فی الهندیه: (کتاب الصلاة۔ الباب السابع۔ الفصل الثانی فیما یکره فی الصلاة، وما لایکره، ص ۱۰۷، ج۱: مکتبه رشیدیه کوئٹه)

وکذا فی الفقه الاسلامی: (خلاصه الرای فی التصویر: ۲۶۷۶، ج۴: بیروت لبنان)

(۲) گھڑی انسانی ضرورت کی چیز ہے اور زنجیری یا چین اس کی حفاظت کے لیے ہے جیسا کہ تلوار کے لیے دونوں سروں پر ایک یا دو حلقے ہوتے ہیں فقہاء نے تصریح کی ہے۔ اگر یہ حلقے لوہے، تانبے، پیتل کے ہوں تو جائز ہیں اور اس میں کراہت نہیں۔ اس سے بظاہر لوہے وغیرہ کے چین کی اجازت مفہوم ہوتی ہے۔ قال فی الشامیة ولایکره فی المنطقة حلقة حدید او نحاس او عظم وایضاً تحت قوله (ولایتختم الا بالفضة) ای بخلاف المنطقة فلایکره فیها حلقة حدید و نحاس[1] ۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ

۴ ربیع الاول ۱۳۸۸ھ

جائے نماز پر غیر ذی روح کی تصویر کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ اگر مصلی (جائے نماز) پر کسی مسجد یا مزار اور غیر ذی روح چیز کا نقش ہو تو اس سے نماز میں کوئی خرابی تو نہیں آتی۔

﴿ج﴾

غیر ذی روح کا فوٹو اگر مصلی پر ہو تو اس سے نماز میں کوئی خرابی نہیں آتی[2] ۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

بندہ محمد اسحاق عفا اللہ عنہ

۷ جمادی الاخری ۱۳۹۸ھ

---

١) الدرالمختار مع رد: (كتاب الحظر والإباحة۔ فصل فی الليس: ص ٣٥٩، ج٦: مكتبه ايچ ايم سعيد كراچی)

وكذا فی الهنديه: (كتاب الكراهية: الباب العاشر فی استعمال الذهب والفضة، ص ٣٣٤، ج٥: مكتبه رشيديه كوئٹه)

وكذا فی البحرالرائق: (كتاب الكراهية: فصل فی اللبس۔ ص ٣٧٩، ج٨، مكتبه رشيديه كوئٹه)

٢) كما فی الهندية: ولايكره تمثال غير ذی الروح كذا فی النهاية (كتاب الصلاة۔ الباب السابع، الفصل الثانی فيما يكره فی الصلاة وما لايكره، ص ١٠٧ ج١: مكتبه رشيديه كوئٹه)

وكذا فی الفقه الاسلامی: (خلاصة الرای فی التصوير، ص ٢٦٧٤، ج٤: بيروت لبنان)۔

وكذا فی الموسوعة الفقهيه: (افتاء واستعمال صورالمصنوعات البشرية والجوامدوالنبات، ص ١١٦، ج١٢، حقانيه كوئٹه)

سر پر بغیر باندھے رومال رکھ کر نماز پڑھنے کی شرعی حیثیت

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نماز پڑھتا ہے اور ہمیشہ سردی کا موسم ہو یا گرمی کا وہ اپنے سر پر رومال رکھتا ہے اور رومال کے دونوں طرفوں کو بغیر باندھنے کے چھوڑ دیتا ہے۔ کبھی رومال کے اوپر ٹوپی رکھتا ہے اور کبھی رومال کے نیچے ٹوپی رکھتا ہے اگر اس کو کہا جاتا ہے کہ رومال کے ایسا کرنے کو فقہاء سدل کہتے ہیں اور سدل کا حکم مکروہ تحریمی لکھتے ہیں تو وہ جواب دیتا ہے کہ اس کو سدل نہیں کہا جاتا اور الزامی جواب یہ دیتا ہے کہ عربستان میں تمام لوگ ایسا کرتے ہیں۔ اب ہم یہ پوچھتے ہیں کہ رومال کو سر پر رکھ کر اس کے دونوں طرفوں کو نیچے لٹکانے کو فقہاء سدل کہتے ہیں یا نہ اگر کہتے ہیں تو اس کا حکم کیا ہے اور اگر رومال کے لٹکانے کو سدل نہیں کہتے تو سدل کا کیا معنی ہے اور ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے۔ بینوا بالکتاب والسنۃ

﴿ج﴾

صورت مسئولہ کو فقہاء سدل کہتے ہیں اور یہ مکروہ ہے۔ قال الشامی [1] **وقال فی البحر وفسره الكرخی بان یجعل ثوبه علی راسه اوعلی کتفیه ویرسل اطرافه من جانبه اذا لم یکن علیه سراویل اه فکراهته لاحتمال کشف العورة وان کان مع السراویل فکراهته للتشبه باهل الکتاب فهو مکروه مطلقاً سواء کان للخیلاء او غیره** البتہ اگر اوپر ٹوپی رکھے تو جائز ہے [2]۔ مکروہ نہیں، واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ

۲۱ جمادی الاخری ۱۳۷۸ھ

---

۱) الشامية: (كتاب الصلاة۔ باب مايفسد الصلاة ومايكره فيها۔ مطلب فی الكراهة التحريمية والتنزيهية، ص ٦٣٩، ج١: مكتبه ايچ ايم سعيد كراچی)
وكذا فی الهنديه: (كتاب الصلوٰة، الفصل الثانی فيما يكره فی الصلاة وما يكره۔ ص ١٠٦، ج١: مكتبه رشيديه كوئٹه)۔
وكذا فی البحر الرائق: (كتاب الصلاة، باب مايفسد الصلوٰة وما يكره فيها ص ٤٢، ج٢: مكتبه رشيديه كوئٹه)

۲) كما فی فتاویٰ دارالعلوم ديوبند، باب مكروهات الصلوٰة، ص ١٠٩، ج٤: مكتبه دارالاشاعت، كراچی)

جائے نماز پر بنے ہوئے نقوش کے ادب کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اندریں مسئلہ کہ جس جائے نماز پر مثلاً بیت اللہ شریف اور روضۂ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا نقش بنا ہوا ہو۔ کیا ایسے مصلی پر نماز پڑھنا اور بیٹھنا خلاف ادب ہے یا نہ۔ بینوا توجروا۔

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ واضح رہے کہ متبرک مقامات کے جو نقوش کھینچے جاتے ہیں وہ بھی متبرک ہوتے ہیں۔ بوجہ اس کے اس نقش سے اس اصل کا تصور ہوتا ہے۔ لہٰذا ان نقوش کے ساتھ بھی بے ادبی کا سا معاملہ درست نہیں ہے[1]۔ جانمازوں پر جو متبرک نقوش بنائے جاتے ہیں۔ اگر وہ کھڑے ہونے کی جگہ پر ہوں تب تو ان پر نماز نہ پڑھی جائے کیونکہ ایسے متبرک نقوش کے پاؤں تلے آنے میں ان کی بے ادبی سی ہوتی ہے اور اگر سجدہ لگانے کی جگہ پر یہ نقوش ہوں جیسے عموماً ہوتا ہے تو اس پر نماز پڑھنے میں کوئی بے ادبی نہیں ہے۔ کیونکہ ایسے نقش پر سجدہ لگانا عرفاً خلاف ادب شمار نہیں ہوتا اس لیے اس کی کوئی پرواہ نہیں ہے اور ایسے مصلی پر نماز پڑھنی جائز ہے۔ نیز غیر ذی روح چیز کی اگر تصویر سجدہ کی جگہ پر ہو تو اس سے نماز میں کراہت نہیں ہوتی ہے[2]۔ مولانا تھانوی صاحب رحمہ اللہ[3] نقشہ نعل مبارک کی طرح مدرسہ کی مہر بنانے کے متعلق ایک سوال کے جواب میں ارشاد فرماتے ہیں! نقشہ کی بھی بے ادبی ہے اور اس نقشہ کے اندر جو الفاظ لکھے جاتے ہیں جیسے لفظ احمد وغیرہ اس کی بھی بے ادبی ہے کہ توبہ توبہ گویا نعل پر لکھا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ عبداللطیف غفرلہ، ۱۱ رجب ۱۳۸۶ھ

---

۱) کما فی القرآن المجید: ذٰلك ومن یعظم شعآئرالله فانها من تقوی القلوب۔ (سورة الحج: آیت: ۳۲، پارہ۔ ۱۷)۔ وکذا فی معارف القرآن مجید: (سورة الحج: فائدہ نمبر ۲ (خانہ کعبہ کو بیت عتیق کہنے کی وجہ) ص ۳۰۲، ج۵، مکتبہ المعارف دارالعلوم الحسینیہ شہداد پور سندھ، پاکستان)۔ وکذا فی الهندیة: (کتاب الصلاة، الباب الثالث۔ الفصل الثالث فی استقبال القبلة، ص ۶۳، ج۱: مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

۲) کما فی الهندیة: ولوصلی فی جوف الکعبة أوعلی سطحها، جاز إلی أی جهة توجه۔ (کتاب الصلاة الفصل الثالث فی استقبال القبلة، ص ۲۱، ج۱: مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)۔

وکذا فی الدرالمختار: کتاب الصلاة، باب الصلاة فی الکعبة، ص ۲۵۴، ج۲: مکتبہ ایچ ایم سعید کراچی)وکذا فی التاتارخانیة: (کتاب الصلاة، الفرائض، ص ۴۲۶، ج۱: مکتبہ ادارة القرآن، کراچی)

۳) امداد الفتاویٰ: (مسائلِ شتی ص ۳۷۴، ج۴: مکتبہ دارالعلوم کراچی)

باب فی احکام المسجد

مسجد کی چھت پر نماز کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں ایک مسجد جو مدینہ مسجد کے نام سے موسوم ہے۔اس میں بجلی کے پنکھوں کا باقاعدہ انتظام ہے۔مسجد کے نمازی حضرات مسجد کی چھت پر نماز باجماعت کرانے پر مصر ہیں۔اور امام مسجد انکار کرتا ہے۔تو مسجد کی چھت پر نماز پڑھنا از روئے شریعت (جب کہ پنکھے بھی ہیں) صحیح ہے یا مکروہ اگر مکروہ ہے تو کس قسم کی۔

﴿ج﴾

مسجد کی چھت پر بلاضرورت (یعنی تنگی مسجد) نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔البتہ اگر مسجد تنگ ہو اور نمازی زیادہ ہوں اور نیچے نہ سما سکتے ہوں تو نیچے کی جگہ پُر کرنے کے بعد چھت پر نماز پڑھنا درست وصحیح ہے لیکن صورت مسئولہ میں چونکہ یہ ضرورت متحقق نہیں۔اس لیے گرمی کی وجہ سے چھت پر نماز پڑھنا مکروہ ہوگا۔عالمگیری میں ہے۔**الصعود علی سطح کل مسجد مکروہ ولھٰذا اذا اشتد الحریکرہ ان یصلوا بالجماعة فوقہ الا اذا ضاق المسجد کذا فی الغرائب** (۱) ۔لہٰذا صورت مسئولہ میں نمازیوں کا ایک امر خلاف شریعت پر اصرار کرنا ناجائز وگناہ ہوگا۔بلکہ انھیں چاہیے کہ شرعی حکم معلوم کریں اور اس پر عامل بنیں۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

بندہ احمد عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح عبداللہ عفا اللہ عنہ

مسجد میں سونے کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ پیش امام اور دوسرے لوگ مسجد کی چھت پر چار پائیاں بچھا کر سوتے ہیں جب کہ ان کے اپنے گھر بھی موجود ہیں۔اس بارے میں مسئلہ بتادیا جائے۔

---

۱) الهنديه، كتاب الكراهية، الباب الخامس، ص ۳۲۲، ج۵: طبع رشيديه كوئٹه)
وكذا فى الشاميه (كتاب الصلوٰة، باب مايفسد الصلوٰة، الخ ص ۵۱٦، ج۲، طبع رشيديه كوئٹه)
وكذا فى البحر: (كتاب الصلوٰة باب مايفسد الصلوٰة، ص ٦٤، ج۲: طبع رشيديه كوئٹه)

﴿ج﴾

مسجد میں چارپائی بچھا کر سونا (۱) جائز ہے البتہ اولیٰ یہ ہے کہ جب ان کے گھر موجود ہیں تو مسجد میں نہ سوئیں۔ اگر سونا چاہیں تو اعتکاف کی نیت کرلیں (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ احمد عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح عبداللہ عفا اللہ عنہ

مسجد میں ذکر ومراقبہ کی شرعی حیثیت

﴿س﴾

بخدمت جناب مفتی صاحب۔ السلام علیکم کے بعد عرض ہے کہ ہم عشاء کی نماز پڑھ لینے کے بعد مراقبہ کرتے ہیں۔ مراقبہ میں ذکر اللہ ہوتا ہے۔ پہلے آہستہ آہستہ سے پھر زور زور سے اللہ اللہ کرتے ہیں۔ کیا یہ مراقبہ مسجد میں جائز ہے؟ اس مراقبہ میں جامع مسجد کی کوئی بے حرمتی تو نہیں ہے۔ اگر مراقبہ جائز ہے تو کس جگہ اور کس حالت میں۔

﴿ج﴾

مسجد میں بیٹھ کر ذکر ومراقبہ کرنا جائز ہے۔ مسجدیں بنائی ہی اس لیے جاتی ہیں کہ ان میں نمازیں پڑھی

---

۱) كما فی سنن ابن ماجة: عن نافع عن ابن عمر رضی الله تعالیٰ عنهما عن النبی صلی الله علیه وسلم كان إذا اعتكف طرح له فراشه، أويوضع له سريره وراء أسطوانة التوبة۔ (أبواب ماجاء فی الصيام، باب فی المعتكف يلزم مكاناً فی المسجد۔ ص ۱۲۷: مكتبه قديمی كتب خانه كراچی)۔
وكذا فی إعلاء السنن، كتاب الصوم، باب جواز طرح الفراش فی المسجد للمعتكف ص ۱۵۹، ج۹، إدارة القرآن، كراچی)

۲) كما فی الهنديه: ويكره النوم والأكل فيه ای المسجد لغير المعتكف واذا اراد أن يفعل ذالك ينبغی أن ينوی الإعتكاف فيدخل فيه ويذكر الله تعالیٰ بقدر مانوی اويصلی ويفعل ماشاء ......ولا بأس للغريب ولصاحب الداران ينام فی المسجد فی الصحيح من المذهب والأحسن ان يتورع فلا ينام۔ (كتاب الكراهية، الباب الخامس ص ۳۲۱، ج ۵، طبع رشيديه، كوئٹه)
وكذا فی الدرالمختار مع شرحه (كتاب الصلوٰة، مطلب فی الغرس فی المسجد ص ۶۶۱، طبع سعيد كراچی) وكذا فی حلبی كبير (كتاب الصلوٰة، مفصل فی احكام المسجد، ص ۶۱۲، طبع سعيدی)

جائیں اور اللہ کا ذکر کیا جائے۔ فی بیوت اذن اللّٰہ ان ترفع ویذکر فیھا اسمہ[1]۔ لیکن اس ذکر و مراقبہ میں مندرجہ ذیل امور کا لحاظ رکھنا از حد ضروری ہے۔ ورنہ مجلس ذکر مجلس بدعت بن جائے گی۔

(۱) مجلسِ ذکر نماز کے اوقات میں قائم نہ کی جائے۔ ایسا نہ ہو کہ اُدھر جماعت کھڑی ہو اور اِدھر ذاکرین نے حلقۂ ذکر قائم کیا ہو[2]۔ (۲) ذکر خفی ہو تو بہتر ہے اور ذکر جہری ہو تو ایسا نہ ہو کہ لوگوں کی نمازوں میں خلل واقع ہونے لگے۔ بلکہ جہر اس سے بڑھکر نہ ہو جیسے شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ[3]۔ (۳) ذاکرین کی آواز مجتمع طور پر نہ ہو۔ جیسا کہ فی الواقع مل کر نعت خوانی کرتے ہیں۔ بلکہ ہر شخص اپنے اپنے ذکر میں مشغول رہے۔ (۴) حلقۂ ذکر میں ہر شخص کو شرکت پر مجبور نہ کیا جائے۔ جس کا جی چاہے چلا جائے[4]۔ (۵) حلقۂ ذکر کی مجلس ایک طرف ہو۔

---

۱) (سورۃ النور، آیت نمبر ۳۶) کما فی مراقی الفلاح علی حاشیۃ الطحطاوی واجمع العلماء سلفا وخلفا علی استحباب ذکر اللہ تعالیٰ جماعۃ فی المسجد وغیرھا من غیر نکیر الا ان یشوش جھرھم بالذکر علی نائم اومصل اوقاری قرآن کما ھو مقرر فی کتب الفقہ۔" (کتاب الصلوٰۃ، فروع بعد فصل فی صفۃ الاذکار ص ۱۷٤۔ طبع قدیمی، کراچی) وکذا فی الشامیہ (کتاب الصلوٰۃ، مطلب فی رفع الصوت بالذکر، ص ۵۲۵، ج۲: طبع رشیدیہ جدید) وکذا فی رسائل الکنوی، الباب الأول، ص ٤۹۰، ج۳، طبع ادارۃ القرآن)۔

۲) تقدم تخریجہ اتحت حاشیۃ نمبر ۱، صفحہ ھذا، جواب مذکورہ۔

۳) کما فی الدر المختار مع شامیہ قدحرر المسئالۃ فی الخیریۃ وحمل مافی فتاوی القاضی علی الجھر المضر وقال ان ھناک أحادیث اقتضت طلب الجھر، واحادیث طلب الاسرار والجمع بینھما بأن ذالک یختلف باختلاف الأشخاص والأحوال فالاسرار افضل حیث خیف الریاء اوتأ ذی المصلین اولنیام" (کتاب الحظر ولاباحۃ، فصل فی البیع، ص ۳۹۸، ج٦، طبع سعید)

وکذا فی حاشیۃ الطحطاوی: (کتاب الصلوٰۃ، باب الإمامۃ، فصل فی صفۃ الذکر، ص ۳۱۸، طبع قدیمی کتب خانہ)۔

وکذا فی مجموعۃ الرسائل اللکنوی: رسالہ سباحۃ الفکر فی الجھر بالذکر، ص ٤٦۵، ج۳: طبع ادارۃ القرآن، کراچی)

٤) کما فی رسائل اللکنوی: الإصرار علی المندوب یبلغہ الی حدالکراھۃ" (رسالہ سباحۃ الفکر ص ۳٤، لکنوی ص ٤۹۰، ج۳، طبع ادارۃ القرآن)

وکذا فی السعایہ: (باب صفۃ الصلوٰۃ، قبیل فصل فی القرآۃ، ص ۲٦۵، طبع سھیل اکیڈمی)

ان امور کا لحاظ رکھا جائے تو خیر کی امید ہے۔ فقط واللہ اعلم

عبداللہ عفا اللہ عنہ

گرمی کے سبب مسجد کی چھت پر نماز پڑھنے کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ مسجد کے صحن پر چھت ڈالدی گئی ہے اب نماز اس چھت پر پڑھی جاتی ہے فی الحال گرمی کی وجہ سے صحن مسجد میں نماز نہیں پڑھی جاتی کیا صحن مسجد چھوڑ کر مسجد کی چھت پر نماز پڑھنی جائز ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

عالمگیری میں ہے۔ الصعود علی سطح کل مسجد مکروہ ولهذا اذا اشتد الحریکرہ ان یصلوا بالجماعة فوقه الا اذا ضاق المسجد الخ[1]۔ یہ عبارت صاف دال ہے اس بات پر کہ گرمی کی وجہ سے مسجد کی چھت پر نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

بندہ احمد عفا اللہ عنہ

جماعت کی نماز حاصل کرنے کی غرض سے مسجد میں بھاگنے کی شرعی حیثیت

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسائل ذیل میں کہ:

(۱) اگر مسجد میں سامنے والی دیوار میں گھڑی لگادی جائے جو کہ نمازیوں کو مسجد میں دکھائی دے۔ کیا اس گھڑی سے نماز میں کوئی فرق آتا ہے۔

(۲) اگر کوئی وضو کرتے وقت کلمہ نہ پڑھے تو کیا اس کا وضو نہ ہوگا۔

(۳) اگر وضوء کرتے وقت ڈاڑھی کو انگلی ڈال کر خلال نہ کیا جائے جب کہ ڈاڑھی خوب گاڑھی ہو اور جلد نظر نہ آتی ہو تو کیا وضوء ہو جائے گا۔

---

۱) الھندیه: (کتاب الکراهیة الباب الخامس، ص ۳۲۲، ج۵، طبع رشیدیه) وکذا فی الشامیه: (کتاب الصلوٰة، باب صفة الصلوٰة، ص ۵۱۶، ج۲، طبع رشیدیه)
وکذا فی البحر: (کتاب جدید الصلوٰة، باب مایفسد الصلوٰة، ص ٦٤، ج۲، طبع رشیدیه)

(۴) مسجد میں نماز کھڑی ہوچکی ہے اور بعد میں مقتدی اتنی جلدی بھاگ کر جماعت میں شریک ہو کہ اس کے بھاگنے کی آواز لوگ سنیں اور گرتے گرتے رہ جائے یا گر پڑے تو کیا یہ ضروری ہے اور جائز ہے کہ وہ مقتدی اس طرح کرے۔

(۵) اگر امام کو فرض نماز میں شبہ لگ جائے اور دوبارہ لوٹ کر پڑھے یا دوسری سورت شروع کردے تو کیا سجدہ سہو لازم آئے گا۔ اور کیا مقتدی کو فرض نماز میں لقمہ دینا جائز ہے۔

(۶) ایک امام مسجد بغیر تنخواہ کے مسجد میں رہتا ہے اور ہے بھی غریب تو اگر مسجد کے پیسے میں سے کبھی کبھار اس کی مدد کی جائے تو کیا یہ جائز ہے۔

﴿ج﴾

(۱) اچھا یہ ہے کہ گھڑی یا تو اونچی ہو کہ نمازی کی نظر اس پر نہ پڑے یا کنارے کی دیوار پر لگائی جائے اس پر نظر پڑنے سے اگرچہ نماز فاسد تو نہیں ہوتی۔ لیکن دھیان اس طرف جانے سے نماز میں نقصان ضرور آتا ہے[1]۔

(۲) وضوء ہو جاتا ہے البتہ بعد وضوء کے کلمہ شہادت پڑھنا مستحب ہے[2]۔

(۳) وضوء ہو جائے گا البتہ خلال مسنون ہے[3]۔

---

۱) کما فی البحر الرائق: ومحل الإختلاف فی غیر نقش المحراب واما نقشه فهو مکروه لانه یلهی المصلی کما فی فتح القدیر وغیره (کتاب الصلوٰة، باب مایفسد الصلوٰة، الخ، ص ٦٥، ج٢، طبع رشیدیه کوئٹه)۔
وکذا فی ردالمحتار: (کتاب الصلوٰة، مطلب کلمة لابأس الخ، ص ٦٥٨، طبع سعید کراچی)
وکذا فی فتح القدیر: (کتاب الصلوٰة، باب مایفسد الصلوٰة، ص ٣٦٨، ج١: طبع، رشیدی کوئٹه)

۲) کما فی الشامیه: وزادفی المنیة وأن یقول بعد فراغه سبحانك اللهم وبحمدك أشهد ان لا إله الا أنت استغفرك وأتوب الیك و أشهد أن محمد عبدك ورسولك ناظراً الی السماء۔ (کتاب الطهارة، مطلب فی بیان ارتقاء الحدیث الضعیف الخ، ص ١٢٨، ج١: طبع سعید)
وکذا فی حلبی کبیر: (کتاب الطهارت، فصل فی ادایه، ص ٣٥، طبع سعیدی کتب خانه، کوئٹه)
وکذا فی تبیین الحقائق: (کتاب الطهارات، فصل فی ادانه، ص ٤٤، ج١: طبع دارالکتب العلمیه)

۳) کما فی الهندیة ومنها تحلیل اللحیة ذکر قاضی خان فی شرح جامع الصغیر تخلیل اللحیة بعد التثلیث سنة۔ (کتاب الطهارت، الباب الأول ، الفصل الثانی، ص ٧، ج١: طبع رشیدیه کوئٹه)
وکذا فی تبیین الحقائق: (کتاب الطهارة، فصل فی سنة ، ص ٣٦، ج١: طبع دارالکتب العلمیه، بیروت) وکذا فی حاشیة الطحطاوی: (کتاب الطهارات، فصل فی سنن الوضوء ص ٧٠، طبع قدیمی کتب خانه)

(۴) ایسا نہ کرے بلکہ نہایت اطمینان اور وقار سے آئے۔ جو جماعت سے مل جاوے وہ امام کے ساتھ اور جورہ جائے وہ اس کے بعد ادا کرے لیکن بھاگنا نہیں چاہیے[1]۔

(۵) دوسری سورت شروع کرنے سے یا لوٹ کر پڑھنے سے نماز میں کوئی خلل نہیں آتا[2]۔ اچھا یہ ہے کہ مقتدی لقمہ دینے میں جلدی نہ کرے۔ اگر لقمہ دیدے تو نماز فاسد نہیں ہوتی[3]۔

(۶) اگر لوگ چندہ دہندگان اس پر راضی ہیں تو جائز ہے[4]۔ واللہ اعلم۔

محمود عفا اللہ عنہ

---

۱) کما فی الشامیہ: ویکرہ للمصلی...... والهرولة للصلاة (کتاب الصلوٰة، باب مایفسد الصلوٰة، ومایکره فیها، ص ۵۱۳، ج۲، طبع رشیدیه جدید)

وکذا فی صحیح البخاری: عن أبی قتاده عن أبیه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا اقیمت الصلوٰة فلا تقوموا حتی ترونی وعلیکم السکینة۔

(کتاب الصلوٰة ، باب لایقوم الی الصلوٰة، مستعجلا۔ الخ، ص ۸۸، ج۱: طبع قدیمی کتب خانه)

وکذا فی صحیح المسلم (کتاب الصلوٰة، باب استحباب، اتیان الصلوٰة، بوقاروسکینة۔ (ص ۲۲۰، ج۱: طبع قدیمی کتب خانه)

۲) کما فی الدرالمختار مع شرحه: ولابأس أن یقرأ سورة ویعیدها فی الثانیة: "قال الشامی" افاد أنه مکروه "تنزیها هذا اذا لم یضطر۔ (کتاب الصلوٰة، فصل القراءة ، ص ۵٤٦، ج۱: طبع سعید)

وکذا فی تبیین الحقائق: (کتاب الصلوٰة، باب صفة الصلوٰة، ص ۳۳٦، ج۱: طبع دارالکتب)

وکذا فی النهرالفائق: (کتاب الصلوٰة، باب صفة الصلوٰة، ص ۳۳۷، ج۱: امدادیه، ملتان)

۳) کما فی الدرالمختار مع شرحه: (بخلاف فتحه علی امامه) فإنه لایفسد (مطلقا) لفاتح وآخذ بکل حال (قوله بکل حال) ای سواء قرأ الإمام قدر ماتجوز به الصلوٰة أم لاانتقل الی آیة اخریٰ أم لاتکرر الفتح أم لا هوالأصح۔ (کتاب الصلوٰة باب مایفسد الصلوٰة، ص ٦۲۲، ج۱: طبع سعید، کراچی)

وکذا فی الهندیه: (کتاب الصلوٰة، الباب السابع ص ۹۹، ج۱: طبع رشیدیه کوئٹه)۔

وکذا فی البحر: (کتاب الصلوٰة، باب مایفسد الصلوٰة، ص ۱۰، ج۲: طبع رشیدیه)

٤) کما فی الدرالمختار: ویبدأ من غلته بعمارته ثم ماهو أقرب لعمارته کإمام مسجد و مدرس مدرسة یعطون بقدر کفا یتهم۔ (کتاب الوقف ، مطلب یبدأ من غلة الوقف، الخ، (ص ۳٦٦تا ۳٦۷)، ج٤، طبع سعید، کراچی)

وکذا فی البحرالرائق: (کتاب الوقف ، ص ۳۵۹، ج۵، طبع رشیدیه)

وکذا فی الهندیه: (کتاب الوقف الباب الحاوی عشر، ص ٤٦۳، ج۲: طبع رشیدیه)

تنگیٔ جگہ کے سبب ایک مسجد کو چھوڑ کر دوسری مسجد میں نماز پڑھنے کا حکم

(س)

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ پہلے ایک مسجد امن کے زمانہ میں بنی ہوئی ہے- جو چوہدری نرتن سنگھ مالک زمین نے اجازت دی تھی- آبادی کے لحاظ سے وہ مسجد چھوٹی ہے باہر جو زمین ملحقہ سفید ہے یا آباد ہے وہ ایک شیعہ کو الاٹ ہے- مسجد باہر اور بڑھ نہیں سکتی- ایک مسجد اس سے ۸۶ قدم دور اور بنائی گئی ہے- اگر راستہ سے قدم ماریں تو ۸۶ ہیں- اگر مکانوں کے اندر سے قدم ماریں تو ۴۰ ہیں اور جو مسجد نئی بنائی گئی ہے اس کی آبادی بھی بہت ہے اور نمازی بھی بہت ہیں کیا ہم پرانی مسجد کو چھوڑ کر نئی مسجد میں جا سکتے ہیں یا نہیں؟ نئی مسجد بہت وسیع ہے پرانی مسجد میں لوگ نہیں سما سکتے اور ہیں دونوں دیہات میں- بینوا توجروا

(ج)

پرانی مسجد کو چھوڑ کر نئی مسجد میں جانا جائز ہے بشرطیکہ پرانی میں باقاعدہ جماعت کا اہتمام ہوتا رہے[1]- وہ بدستور آباد رہے اگر نئی مسجد میں جانے سے پرانی مسجد کے غیر آباد ہو جانے کا اندیشہ ہو تو جانا جائز نہیں بہتر یہ ہے کہ پرانی مسجد میں جماعت کچھ پہلے ہوتی ہو تا کہ جو نمازی اس میں نہ سما سکیں وہ نئی مسجد میں جماعت سے نماز ادا کر سکیں جو پرانی کو آباد رکھنے کی خاطر باوجود نئی میں کثرۃ مصلین اور زیادتی جماعت کے نماز اداء کریں گے ان کو پورا پورا ثواب ملے گا[2]- واللہ تعالیٰ اعلم-

---

۱) کما فی البحر الرائق: أهل المحلة قسموا المسجد وضربوا فيه حائطا ولكل منهم امام على حدة ومؤذنهم واحد لابأس به والاولى، ان يكون لكل طائفة مؤذن- (كتاب الوقف، احكام المسجد، ص ۴۱۹، ج۵، طبع رشيديه)

وكذا فی الهندية: (كتاب الكراهية، الباب الخامس فی المسجد، ص ۳۲۰، ج۵، طبع رشيديه)

وكذا فی الدر المختار: (كتاب الصلوٰة، باب مايفسد الصلوٰة، ص ۶۶۳، ج۱: طبع سعيد)

۲) كما فی حسى كبير: ثم الأقدم أفضل لسبقه حكما الا اذا كان الحادث أقرب الىٰ بيته فإنه افضل حينئذ لسبقه حقيقة و حكما كذا فی الواقعات...... ان الأقدام أفضل فإن استويا فی القدم فالا قرب افضل (كتاب الصلوٰة، فصل فی احكام المسجد، ص ۶۱۳، طبع سعيدی كتب خانه، كوئٹه)

وفی تفسير الكشاف بحواله محموديه: وأن لايتخذ فی مدينة مسجدين يضار أحدهما صاحبه- (سورة التوبة: آيت نمبر ۱۰۷، ص ۳۱۰، ج۲، طبع دار الكتب)

وكذا فی تفسير روح المعانی: (سورة التوبة آيت نمبر ۱۰۷، ص ۲۱، ج۱۱، طبع داراحياء التراث العربی، بيروت)-

بلاضرورت مسجد کی چھت پر جماعت ادا کرانے کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء اسلام اس مسئلہ میں کہ مسجد کی چھت پر جماعت کرانا کیسا ہے اس حالت میں کہ بانی مسجد نے چھت پر پختہ فرش محراب چاروں طرف کی دیواریں بلند کر کے نماز کے لیے مقرر کیا اور شدت سردی یا گرمی کی وجہ سے نماز اوپر ادا کی جائے۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

مسجد کی چھت پر بلاضرورت یعنی تنگی مسجد نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ یعنی اگر لوگ نماز پڑھنے والے اتنے زیادہ ہوں کہ نیچے کی جگہ پُر ہو جائے اور نیچے نہ سمائیں تب جن کو نیچے جگہ نہیں ملی وہ اوپر چھت پر نماز پڑھ لیں۔ لیکن گرمی و سردی کی وجہ سے کہ نیچے کی جگہ خالی ہو اور اوپر نماز ادا کریں تو ایسی صورت میں چھت پر نماز ادا کرنا مکروہ ہے۔ کذا فی العالمگیری[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کیا وقف مسجد میں کسی طرف نماز پڑھنے کا ثواب ایک جیسا ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسائل کہ:

(۱) آیا ایک مسجد ہے اس کے چاروں طرف فرش ہے گول قسم کی جگہ مسجد کے قبضہ میں ہے۔ کسی کا حق نہیں اور مستعمل ہونے پر ہر حال میں محفوظ ہے۔ جیسے فرش پاک صاف ہوتے ہیں۔ کبھی جماعت سردی گرمی کی وجہ سے جنوب کی طرف کبھی جماعت مغرب کی طرف کبھی شمال کی طرف تو اس فرش پر جماعت کرانے کی فضیلت مسجد کے بیچ جیسی ہے یا گھروں جنگلوں جیسی ہے۔ تشریح فرمایئے شرعاً کیا حکم ہے؟

(۲) ایک امام اور ایک ہی مقتدی جماعت کراتے ہیں وہ قدرے برابر ہوتے ہیں پھر دوسری یا تیسری رکعت یا پہلی ہی رکعت میں ایک مقتدی اور آ گیا تو فرمایئے امام آگے چل کر مصلی کی جگہ میں

---

۱) كما في الهندية: الصعود على سطح كل مسجد مكروه ولهذا اذا اشتد الحر يكره ان يصلوا بالجماعة فوقه الا اذا ضاق المسجد۔ (كتاب الكراهية، الباب الخامس، ص ۳۲۲، ج۵، طبع رشيديه)
وكذا فى الشاميه (كتاب الصلوٰة، باب صفة الصلوٰة، ص ۵۱۶، ج۲، طبع رشيديه) وكذا فى البحر الرائق: (كتاب الصلوٰة، باب مايفسد الصلوٰة، ص ٦٤، ج۲، طبع رشيديه كوئٹه)۔

جائے یا مقتدی پیچھے ہٹ کر مقتدی کے ساتھ ہو جائے۔ تحریر فرمائیں شرعاً کیا حکم ہے آپ کی کمال مہربانی ہوگی۔

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(۱) اگر یہ فرش داخل مسجد ہے اور اس کو برائے نماز پڑھنے کے علی التابید وقف کر دیا گیا ہے تو اس پر نماز پڑھنے کا ثواب مسجد کے بیچ جیسا ہوگا[1]۔ ہاں اگر جماعت کرانی ہے تو مسجد یا اس کے صحن کے بیچ میں امام کا کھڑا ہو تا کہ دونوں طرف کے مقتدی تقریباً برابر برابر ہوں افضل و بہتر ہے اور اس میں ثواب زیادہ ہے[2] اور اگر یہ فرش نماز کے لیے علی التابید وقف نہ ہو تو اس پر نماز پڑھنے کا ثواب اندرون مسجد پڑھنے کے ثواب کے برابر نہ ہوگا[3]۔

(۲) دونوں طرح جائز ہے ہاں اگر آگے جگہ نہ ہو تو مقتدی کو پیچھے ہٹ جانا چاہیے اور اگر پیچھے جگہ نہ ہو تو امام کو آگے بڑھ جانا چاہیے اور اگر آگے پیچھے دونوں جانب جگہ ہو تو امام کو آگے ہو جانا چاہیے اور اگر وہ آگے نہ ہو تو مقتدی پیچھے ہٹ جائے[4]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

۱) كما في منحة الخالق على بحر الرائق: ففى الذخيره مانصه وبالصلوٰة بجماعة يقع التسليم بلاخلاف حتى أنه اذا بنى مسجدا وأذن للناس بالصلوٰة فيه جماعة فأنه يصير مسجدا۔ (كتاب الوقف فصل فى احكام المسجد ص ۲۴۸ ص ج۵، طبع رشيديه)۔

وكذا فى الشاميه: (كتاب الوقف، مطلب فى احكام المسجد، ص ۳۵۶، طبع سعيد)۔ وكذا فى الفتاوى التاتارخانيه: (كتاب الوقف، مسائل وقف المسجد، ص ۸۳۹، ج۵، طبع ادارة القرآن)

۲) كما فى الدرالمختار: السنة أن يقوم الإمام ازاء وسط الصف ألاترى أن المحاريب مانصبت الاوسط المساجد وهى قد عينت لمقام الإمام۔ (كتاب الصلوٰة، باب الإمامة، ص ۵۶۸، ج ۱ طبع سعيد)

وكذا فى الهنديه: (كتاب الصلوة، الباب الخامس، ص ۸۹، ج۱: طبع رشيديه)

وكذا فى تبيين الحقائق: (كتاب الصلوٰة، باب الإمامة، ص ۳۶۱، ج۱: طبع دارالكتب العلميه)

۳) كما فى حلبى كبير: وان صلى فى بيته بالجماعة، لم ينال فضل الجماعة فى المسجد۔ (فصل فى النوافل ص ۴۰۲، طبع سعيدى كتب خانه۔ وكذا فى حاشية طحطاوى (كتاب الصلوٰة، باب الامامه، ص ۲۸۶، طبع قديمى)

وكذا فى الهنديه: (كتاب الصلوٰة، الباب التاسع، ص ۱۱۶، طبع رشيديه كوئٹه)

۴) كما فى الشاميه: (تتمه) اذا اقتدى بإمام فجاء آخر يتقدم الإمام موضع سجوده كذا فى مختارات النوازل، وفى القهستانى عن الجلابى ان المقتدى يتأخر عن اليمين الى خلف اذاجاء اخر ولو اقتدىٰ واحد بآخر فجاء ثالث، يجذب المقتدى بعد التكبير ولوجذبه قبل التكبير لايضره وقيل يتقدم الإمام۔ (كتاب الصلوٰة، باب الإمامة، ص ۵۶۸، ج۱: طبع سعيد، كراچى)

وكذا فى البحر: (كتاب الصلوٰة، باب الامامة، ص ۶۱۷، ج۱: طبع رشيديه)۔ وكذا فى الفتح القدير: (كتاب الصلوٰة، باب الإمامة، ص ۳۵۷، ج۱: طبع مصطفى البابى الحلبى، بمصر)

تکبیرِ تحریمہ کہہ کر ہاتھ نہیں باندھے، رکوع میں چلا گیا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام دریں مسئلہ کہ زید اس وقت آیا جب کہ جماعت ہو رہی تھی امام صاحب رکوع میں چلے گئے زید نیت کر کے تکبیر تحریمہ کہتے ہوئے رکوع میں امام کے ساتھ مل جاتا ہے لیکن تکبیر کے کہنے کے بعد ہاتھ ناف پر نہیں باندھتا ہے صرف تکبیر کہہ کر رکوع میں چلا جاتا ہے آیا زید کی نماز کامل ہوگئی یا تکبیر کے بعد ناف پر ہاتھ باندھ کر رکوع کرنا ضروری تھا۔ صرف تکبیر تحریمہ کہنا کافی ہو جاتا ہے یا زیر ناف ہاتھ باندھنا بھی ضروری تھا۔

﴿ج﴾

ہاتھ باندھنا زیر ناف مسنون ہے[1] نہ فرض ہے نہ واجب اس لیے اگر تکبیر تحریمہ کو کھڑے ہو کر پورا کر لیا ہے اور تکبیر تحریمہ کو رکوع میں جا کر پورا نہیں کیا تو نماز صحیح ہے خواہ ہاتھ نہ باندھے ہوں اور اگر تکبیر کو حالت رکوع میں پورا کیا تو نماز نہیں ہوئی[2]۔

---

۱) کما فی سنن الترمذی: عن قبیصة بن وهب عن ربیعة رضی الله تعالیٰ عنه قال کان رسول الله صلی الله علیه وسلم یؤمنا فیأخذ شماله بیمینه۔ (ابواب الصلوٰة، باب ماجاء فی وضع الیمین علی الشمال الخ۔ ص ۵۹، ج۱: طبع سعید)

کما فی الدرالمختار: ووضع الرجل یمینه علی یساره تحت سرته آخذا رسغها بخنصره وابهامه هوالمختار۔ (کتاب الصلوٰة، فصل فی بیان تالیف الصلوٰة، ص ٤٨٦، ج۱، طبع سعید)

وکذا فی الهندیه: (کتاب الصلوٰة، الباب الرابع، الفصل الثالث، ص ۷۳، ج۱: طبع رشیدیه)

۲) کما فی الدرالمختار: فلوقال "الله" مع الإمام "واکبر" قبله، او ادرك الإمام راکعا فقال "الله" قائما و"اکبر" راکعالم یصح فی الأصح کما لو فرغ من "الله" قبل الإمام...... ویشترط کونه قائما فلو وجد الإمام راکعا فکبر منحنیا ان الی القیام اقرب صح ولغت نیة تکبیرة الرکوع۔ (کتاب الصلوٰة، فصل فی بیان تالیف الصلوٰة، الخ، ص ٤٨٠، ج۱: طبع سعید)

وکذا فی الهندیه: (کتاب الصلوٰة، الباب الرابع، ص ٦٨تا ٦٩، ج۱: طبع رشیدیه)

وکذا فی البحر (کتاب الصلوٰة، باب صفة الصلوٰة، ص ٥٠٨، ج۱: طبع رشیدیه)

نماز عشاء کا وقت جواز و استحباب

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ عند الشرع مغرب اور عشاء کے درمیانی وقفہ کی کم از کم مقدار کیا ہے اور آنے والی راتوں میں تراویح کم از کم کتنے وقت پر شروع کرنا زیادہ مناسب اور موزوں ہوگا- حقیقت پر مطلع فرما کر ممنون فرمائیں-

﴿ج﴾

غروب کے بعد عشاء کا وقت عند الامام ابی حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ تب ہوتا ہے کہ شفق ابیض غائب ہو جائے اور اس کی مقدار عام طور پر تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ ہوتی ہے- پس مغرب و عشاء میں ڈیڑھ گھنٹہ سے کم فاصلہ نہ کرنا چاہیے- آج کل غروب کا وقت ۷ بج کر ۲۱ منٹ کے قریب ہے- اس حساب سے عشاء کا وقت ۸ بج کر ۵۰ منٹ کے بعد شروع ہوگا- اس لیے اذان اور نماز اس کے بعد ہو- اس سے تقدیم درست نہیں- بہتر یہ ہے کہ نماز کا وقت نو بجے کے بعد مقرر کیا جائے [1]- فقط واللہ تعالیٰ اعلم-

---

۱) کما فی البحر الرائق: (قوله وهو بياض) ای الشفق هو البياض عند الإمام وهو مذهب ابی بكر الصديق وعمر ومعاذ و عائشه رضی الله تعالیٰ عنهم...... وقال فی آخره فثبت ان قول الإمام هو الأصح.
(كتاب الصلوٰة، ص ۴۲۷، ج۱: طبع رشيديه)
وكذا فی حاشية الطحطاوی: (كتاب الصلوٰة، ص ۱۷۷، تا ۱۷۸، طبع قديمی)
وكذا فی تبيين الحقائق: (كتاب الصلوٰة، ص ۲۱۸، ج۱: طبع دار الكتب)

باب فی التراویح والوتر

تراویح کی رکعات

﴿س﴾

ہمارے ہاں ۸ رکعات تراویح کا شدید اختلاف ہے- حتیٰ کہ غیر مقلدین نے یہ دعویٰ کر دیا ہے کہ ۲۰ رکعات کا کسی مرفوع حدیث سے ثبوت ہی نہیں- یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی سنت ہے جو کہ احادیث مرفوعہ معتبرہ کے سامنے کچھ نہیں بعدہ عرض ہے کہ اولاً مخالفین کے دلائل بحوالہ صفحات ثانیا احناف کے دلائل کتب معتبرہ ومعروفہ بحوالہ صفحات ثالثاً اجماع صحابہ خصوصاً دور ابوبکر رضی اللہ عنہ میں کتنی اور کس جگہ میں جماعت یا بلا جماعت پڑھی جاتی تھیں- رابعاً حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں خامساً حضرت عثمان رضی اللہ عنہ- سادساً حضرت علی رضی اللہ عنہ- بہر کیف مکمل دلائل احناف پھر مخالفین کے دلائل کا ضعف اور اگر ہمارے احناف کے کسی مستدل کے راوی کمزور ہوں تو اس کو تحریر فرمائیں-

﴿ج﴾

رمضان شریف کا ماہ مبارک گزر گیا جواب میں تاخیر ہوگئی معاف فرمائیں- غیر مقلدوں سے کوئی پوچھے کہ ۲۰ رکعت کا ثبوت تمھارے اور ہمارے پاس نہ ہو تو نہ ہو- لیکن کیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بھی نہیں تھا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کون ہیں- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ راشد ہیں مشکوٰۃ کی روایت ان غیر مقلدوں کو یاد نہیں ہے کہ آپ کیسے تاکید فرما رہے ہیں- **علیکم بسنتی و سنة الخلفاء الراشدین** - الحدیث [1]- میری اور میرے خلفاء راشدین کی سنت کو لازم پکڑو- پھر پورے ماہ میں جماعت کے ساتھ تراویح کا اہتمام بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہی کی سنت ہے [2]- کوئی ثابت کر دکھائے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

---

۱) (مشکوٰة: کتاب الأیمان، باب الإعتصام الخ، ص ۳۰، فصل ثانی، طبع قدیمی کتب خانه) وکذا فی حاشیة الطحطاوی: (کتاب الصلوٰة، باب صلاة التراویح، ص ۴۱۲، طبع قدیمی کتب خانه)

۲) کما فی الدرالمختار مع شرحه: (التراویح سنة) مؤکدة لمواظبة الخلفاء الراشدین ای اکثرهم لأن المواظبة علیها وقعت فی اثناء خلافة عمر رضی الله عنه وافقه علی ذالك عامة الصحابة، (کتاب الصلوٰة، بحث صلاة التراویح، ص ۵۹۶ تا ۵۹۷، ج۲: طبع رشیدیه)

وکذا فی حاشیة الطحطاوی: (کتاب الصلوٰة، فصل فی صلاة التراویح، ص ۴۱۱، طبع قدیمی)

وکذا فی حلبی کبیر: (کتاب الصلوٰة فصل فی التراویح، ص ۴۰۰، طبع سعیدی کتب خانه، کوئٹه)

نے تین چار دن سے زائد جماعت کے ساتھ تراویح ادا فرمائی ہوں [1] پھر یہ غیر مقلد کیوں تمام رمضان المبارک میں تراویح پڑھتے ہیں۔ اگر ان کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے چڑ ہے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے دشمنی اور عداوت کا ثبوت دیتے ہوئے پورا مہینہ کی نماز تراویح با جماعت ادا نہ کریں۔ صرف تین چار دن جماعت کریں کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پورا مہینہ با جماعت نماز تراویح ثابت نہیں ہے۔ پورا مہینہ با جماعت تراویح کا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو جمع کر کے اجراء فرمایا تھا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں بھی یہ اہتمام نہ تھا' اب ان غیر مقلدوں کے پاس کیا رہ جاتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو درمیان سے خارج کر دینے کے بعد آدھا دین ختم ہو جائے گا غیر مقلدوں کو چاہیے کہ نیا دین مرتب کریں اور حضرت عمر وحضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہم اجمعین کی تمام سنتیں چن چن کر دین سے نکال دیں۔ کیونکہ غیر مقلدین کے بقول ان حضرات نے تو بدعتیں ایجاد کی تھیں' اور معاذ اللہ یہ حضرات تو متبع سنت تھے ہی نہیں۔ بڑے متبع سنت اس چودھویں صدی کے غیر مقلد ہیں لہٰذا ان کو لازم ہے کہ نیا دین مدون فرمالیں اور تمام امت کو گمراہ قرار دیتے ہوئے اپنے نئے دین کا پرچار کریں۔ والی اللہ المشتکی واللہ المستعان تفصیلی دلائل کے لیے خیر المصابیح رسالہ حضرت مولانا خیر محمد صاحب مرحوم کا مطالعہ فرمائیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عشاء کی نماز تنہا ادا کرنے والے کی وتر کی جماعت میں شرکت کا حکم

﴿س﴾

جو شخص نماز عشاء جماعت سے نہ پا سکا ہو یا بیس رکعت تراویح کو ادا نہ کر سکا ہو' وہ امام کے ساتھ وتر پڑھ سکتا ہے یا نہیں اور تراویح پوری کرنی ضروری ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

عشاء کے فرض علیحدہ پڑھے تراویح سب یا اکثر امام کے ساتھ ادا کرے یا تراویح بالکل نہ پڑھے تینوں صورتوں میں وتر کی جماعت میں شریک ہو سکتا ہے اور باقی تراویح وتر کے بعد پڑھ لے تراویح امام کے ساتھ کل یا

---

۱) كما في البناية شرح الهداية: عن عروة بن الزبير رضى الله عنهما أن النبى عليه السلام صلى فى المسجد فصلى بصلاته ناس، ثم صلى من القابلة فكثر الناس، ثم اجتمعوا من الليلة الثالثة فلم يخرج إليهم النبى عليه السلام، فلما أصبح قال: "قدر أيت الذى صنعتم فلم يمنعنى من الخروج اليكم إلا أنى أخشى أن تفرض عليكم۔ (كتاب الصلاة، فصل فى قيام شهر رمضان۔ ص ۵۵۳، ج۲: دار الكتب العلمية، بيروت)

بعض نہ پڑھنے کی صورت میں جماعت وتر میں شریک ہونے کا جواز درمختار کی عبارت میں مذکور ہے (ولو لم یصلها) ای التراویح (بالامام) او صلاها مع غیره (له ان یصلی الوتر معه)[1] اور فرض عشاء جماعت سے نہ پڑھنے کی صورت میں وتر کی جماعت میں شریک ہونے کا جواز تعلیل علامہ طحطاوی سے معلوم ہوتا ہے۔ حیث قال فی شرح قول صاحب الدرالمختار بقی لو ترکها الکل هل یصلون الوتر بجماعة فلیراجع (قوله فلیراجع' قضیة التعلیل فی المسئلة السابقة بقولهم لانها تبع ان یصلی الوتر بجماعة فی هذه الصورة لانه لیس تبع التراویح ولا لعشاء عند الامام انتهی الطحطاوی۔ علی الدرالمختار مبحث التراویح ج ۱ ص ۲۹۷)[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

تراویح میں عورت کی امامت کاحکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ عورت اپنے گھر میں یا پڑوس محلہ میں جا کر تراویح میں ختم قرآن سنائے اور عورتوں میں کھڑی ہو کر ان کی امام بنے کیا یہ جائز ہے اور اس کا ثبوت ازواج مطہرات نبی صلی اللہ علیہ وسلم یا دیگر صحابیات سے یا ائمہ مجتہدین کی ازواج سے ملتا ہے؟ بینوا توجروا۔

﴿ج﴾

عورت کو عورتوں کا امام بننا کل نمازوں میں خواہ وہ فرض ہوں یا نفل جائز ہے لیکن مکروہ تحریمی ہے پس اگر عورتیں کراہت کے باوجود جماعت سے نماز پڑھیں تو جو عورت امام ہو وہ درمیان میں کھڑی ہو۔ لیکن اس کے درمیان میں کھڑی ہونے سے بھی کراہت دور نہیں ہوتی اور عورت امام اگر مقتدی عورتوں کے آگے کھڑی ہو جائے تو نماز فاسد نہیں ہوتی لیکن وہ گنہگار ہوگی۔ پس بیچ میں کھڑا ہونا واجب ہے اور اس میں آگے کھڑے ہونے سے کم

---

۱) الدرالمختار: (کتاب الصلوة، باب الوتروالنوافل، ص ۴۸، ج۲: طبع سعید)

۲) حاشیة طحطاوی علی الدرالمختار: (بحواله محمودیه) کتاب الصلوة، باب الوتر والنوافل، ص ۲۹۷، طبع دارالمعرفه بیروت)۔

وکذا فی حلبی کبیر: (کتاب الصلوٰة، فصل فی النوافل، ص ۴۰۸، طبع سعیدی)

وکذا فی الهندیه: (کتاب الصلوٰة، الباب ، التاسع فی النوافل، ص ۱۱۶، طبع رشیدیه)

وکذا فی البحر الرائق: (کتاب الصلوٰة، باب الوتر والنوافل، ص ۱۲۳، ج۲، طبع رشیدیه)۔

کراہت ہے (۱) عورتوں کو علیحدہ علیحدہ نماز پڑھنا ہی افضل ہے (۲)- کذا فی عمدۃ الفقہ (۳) پس صورت مسئولہ میں بہتر یہ ہے کہ سنانے والی حافظہ نوافل میں سنائے اور دوسری عورتیں بغیر نماز کے بیٹھ کر سنیں- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

چندہ کی خاطر تراویح پڑھانے والے کا حکم

﴿س﴾
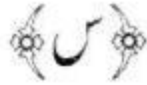
کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ہمارے ہاں تراویح پڑھانے والے کے لیے ایک سید حافظ قرآن اچھا پڑھنے والا تقریباً بیس سال سے مقرر ہے- لیکن وہ ڈاڑھی سنت کے موافق نہیں رکھتا ہے صرف نشان ہے- اس کے لیے چندہ مقرر ہے- ہر رمضان شریف کی ۲۷ تاریخ کو قرآن مجید ختم کر کے مسجد میں چندہ ہوتا ہے- حافظ صاحب کے لیے اور امام ومؤذن کے لیے جدا جدا- اب سوال یہ ہے کہ اگر حافظ صاحب چندہ کے لالچ سے قرآن سناتا ہے اس کے پیچھے نماز تراویح پڑھنا کیسا ہے اور اس کی امامت کیسی ہے- اگر بلا لالچ پڑھاتا ہے- مگر جو چندہ فی سبیل اللہ ۲۷ تاریخ کو اس کو دیا جائے تو پھر مسئلہ کیا ہوگا- اگر حافظ بے طمع ہے اس کی ڈاڑھی سنت کے مطابق نہیں تو پھر مسئلہ کیسا ہوگا؟

اگر حافظ باشرع مل سکتا ہے بلا لالچ کے نہیں پھر الم ترکیف سے پڑھنا زیادہ بہتر ہوگا یا نہیں- امداد الفتاویٰ میں لکھا ہے لینا دینا بھی جائز نہیں- اس سے الم ترکیف پر پڑھنا اچھا ہے- لہٰذا آپ مفصل جواب تحریر فرمادیں تاکہ اختلاف ختم ہو جائے-

---

۱) کما فی الدر المختار مع شرحه: (ا) یکره تحریما جماعة النساء) ولوفی التراویح "قال ابن عابدین" افاد أن الکراهة فی کل ما تشرع فیه جماعة الرجال فرضا اونفلاً (الدر المختار) فإن فعلن تقف الإمام وسطهن) فلوقدمت أثمت "قال ابن عابدین" افاد أن وقوفها وسطهن واجب کما صرح به فی الفتح وأن الصلوٰة صحیحة وأنها اذا توسطت لاتزول الکراهة وإنما أرشد وا الی التوسط لأنه أقل کراهیة من التقدم کما فی السراج- (کتاب الصلوٰة، باب الامامة ص ۳٦۵ تا ۳٦۷ طبع رشیدیه کوئٹه) وکذا فی الهندیه: (کتاب الصلوٰة الباب الخامس، الفصل الثالث، ص ۸۵، ج۱: طبع رشیدیه) وکذا فی مجمع الأنهر (کتاب الصلوٰة، فصل فی الإمامة، ص ۱٦٤ ج۱: طبع غفاریه کوئٹه)

۲) کما فی الهندیة: وصلاتهن فرادیٰ افضل (کتاب الصلوٰة، الباب الخامس، الفصل الثالث، ص ۸۰، ج۱: طبع رشیدیه)
وکذا فی خلاصة الفتاوی: (کتاب الصلوٰة، الفصل الخامس عشر، ص ۱٤۷، ج۱: طبع رشیدیه)
وکذا فی مجمع الأنهر: (کتاب الصلوٰة، فصل فی الإمامة، ص ۱٦٤، ج۱: طبع غفاریه کوئٹه)

۳) عمدة الفقه ص ۱۸٦، ج ۲، قسم اول شرائط امامت ٤۰ مذکر هونا-

﴿ج﴾

ڈاڑھی کو سنت کے موافق نہ رکھنے والا شخص فاسق ہے[1] اور فاسق کی امامت جیسے فرائض میں مکروہ تحریمی ہے تراویح میں بھی مکروہ ہے- اما الفاسق فقد علنوا كراهة تقديمه (الى قوله) بل مشى فى شرح المنية على ان كراهة تقديمه كراهة تحريم- [2] كذا فى فتاوى دار العلوم ديوبند [3] اجرت پر قرآن شریف پڑھنا درست نہیں [4] اور اس میں ثواب نہیں اور بحکم المعروف کالمشروط جن کی نیت لینے دینے کی ہے- وہ بھی اجرت کے حکم میں ہے- اور ناجائز ہے [5]- اس حالت میں الم ترکیف سے پڑھنا اور اجرت کا قرآن شریف نہ سننا بہتر ہے- اور صرف تراویح ادا کر لینے سے قیام رمضان کی فضیلت حاصل ہوجائے گی [6] -و ان القرأة لشى من الدنيا لا تجوز وان الاخذ والمعطى اثمان لان ذلك يشبه الاستيجار على القرأة و نفس الاستيجار

---

۱) كما فى مشكوٰة المصابيح: عن ابن عمر رضى الله تعالىٰ عنهما قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم خالفوا المشركين اوفرواللحى وأحفواالشوارب۔ (كتاب اللباس باب الترجل الفصل الاول، ص ۳۸۰، ج۱، طبع قديمى) وفى الدرالمختار: وأما الأخذ منها (اى من اللحية) وهى دون ذلك اى دون القبضة كما يفعله بعض المغاربة و مخنثة الرجال فلم يبحه أحد وأخذ كلها فعل يهود الهند ومجوس الأعاجم۔ كتاب الصوم مطلب فى الاخذ من اللحية ، ص ۴۱۸ ج ۲، طبع سعيد۔ وكذا فى البحرالرائق: (كتاب الصوم ، باب مايفسد العصوم، ص ۴۹۰، ج۲، طبع رشيديه)

۲) الدرالمختار مع شرحه: كتاب الصلوٰة، باب الإمامة، ص ۵۵۹ تا ۵۶۰ طبع سعيد)
وكذا فى تبيين الحقائق: (كتاب الصلوة، باب الإمامة، ص ۱۳۴، ج۱: امداديه ملتان)
وكذا فى البحر: (كتاب الصلوٰة، باب الإمامة، ص ۶۱۰، ج۱: طبع رشيديه)

۳) فتاوى دارالعلوم ديوبند: (كتاب الصلوٰة، باب الإمامة، ص ۲۰۱، ج۱: طبع دارالاشاعت)

۴) كما فى نصب الرايه: اقرؤا القرآن ولا تأكلوا به۔ (كتاب الإجارة، باب اجارة الفاسده، ص ۳۲۶، ج۴: طبع مكتبه حقانيه) وفى الشاميه: ان القرآن بالأجرة لايستحق الثواب لالميت ولاللقارى۔ (كتاب الاجارة، مطلب فى الإستجار على الطاعات، ص ۵۶، ج۶، طبع سعيد)
وكذا فى الهدايه: (كتاب الإجارة، باب اجارة الفاسده، ص ۳۰۵تا ۳۰۶)، طبع رحمانيه لاهور)

۵) كما فى معين القضاة: المعهود كالمشروط: (المقالة الأولى ، ص ۴، طبع مير محمد كتب خانه)
وكذا فى الشاميه (كتاب الإجارة، باب اجارة الفاسده، ص ۵۵، ج۶، طبع سعيد)
وكذا فى شرح عقود رسم المفتى (ص ۳۶، طبع قديمى كتب خانه كراچى)

۶) كما فى الدرالمختار مع شرحه: والجماعة فيها سنة على الكفاية فى الأصح افادان اصل التراويح سنة عين فلو تركها واحد كره۔ (كتاب الصلوٰة، باب الوتر والنوافل، ص ۴۵، ج۲، طبع سعيد)وكذا فى البحرالرائق: (كتاب الصلوٰة، باب الوتر والنوافل، ص ۱۲۰، ج۲: طبع رشيديه) وكذا فى الفتاوى التاتارخانيه: (كتاب الصلوٰة، نوم آخر فى أن الجماعة، الخ، ص ۶۵۶، ج۱: طبع ادارة القرآن)

علیھا لا یجوز [1] امداد الفتاویٰ کا قول درست ہے [2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

تراویح میں ایک جگہ قرآن پاک ختم کرکے دوسری جگہ سنانے کا حکم

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ رمضان المبارک میں تراویح کے اندر زید ایک دفعہ سنا کر دوسری دفعہ دوسری جگہ سناتا ہے تو کیا یہ سنانا اس کا درست ہے وہ سنا سکتا ہے یا کہ نہیں۔

﴿ج﴾

ایک مسجد میں پانچ سات روز میں قرآن شریف ختم کرکے دوسری مسجد میں دوسرا ختم حافظوں کو کرنا درست ہے اور دوسری مسجد والوں کی تراویح صحیح ہیں۔ کیونکہ تراویح کی نماز تمام رمضان شریف میں سنت مؤکدہ ہے۔ پس دوسری مسجد میں جو حافظ نے تراویح پڑھائی وہ بھی سنت مؤکدہ ہے اور مقتدیوں کی تراویح بھی سنت مؤکدہ ہیں لہٰذا دونوں کی نماز متحد ہوئی [3]۔ علاوہ بریں نفلی پڑھنے والے کے پیچھے سنت بھی ہو جاتی ہیں [4] اور یہ شبہ کہ ختم قرآن شریف ایک بار سنت مؤکدہ ہے دوسرا اور تیسرا ختم نفل ہے ساقط ہے کیونکہ اصل نماز امام کی سنت مؤکدہ ہے [5]۔ ختم کے سنت نہ ہونے سے وہ نماز سنت ہونے سے خارج نہیں ہوئی اور مقتدیوں کی نماز میں کچھ نقصان نہیں آیا۔ فتاویٰ دار العلوم [6]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

١) الدرالمختار مع شرحه: (كتاب الصلوٰة، باب قضاء الفوائت، ص ٦٤٤، ج٢، طبع رشيديه جديد)، (كتاب الصلوٰة، باب الوتر والنوافل، ص ٤٥، ج٢ طبع سعيد)
وكذا فى التاتارخانيه: (كتاب الصلوٰة، نوع آخر فى ان الجماعة، الخ، ص ٦٥٦، طبع ادارة القرآن)
٢) امدادالفتاوى: (كتاب الصلوٰة، باب صلاة التراويح، ص ٣٢١، ج١: طبع مكتبه دارالعلوم كراچى)
٣) كما فى الهنديه: السنة فى التراويح انما هوالختم مرة ...... والختم مرتين فضيلة، والختم ثلاث مرات أفضل (كتاب الصلوٰة، الباب الخامس، ص ١١٧، ج١ طبع رشيديه) وفى الخانيه: ولو عجل الختم له ان يفتتح من اول القرآن فى بقية الشهر۔ (كتاب فصل فى مقدار القراءة، ص ١٣٨، ج١: طبع رشيديه) وكذا فى الدرالمختار (كتاب الصلوٰة، باب الوتر والنوافل، ص ٤٦، ج٢، طبع سعيد)
٤) كما فى الشاميه: وفيه دلالة على منع اقتدا المفترض بالمتنفل ...... وبالإجماع لاتمتنع امامته بصلاة النفل معه۔ (كتاب الصلوٰة، باب الإمامة، ص ٥٨٠، ج١: طبع سعيد)
وكذا فى تبيين (كتاب الصلوٰة، باب الإمامة، ص ٣٦٢، ج١: طبع دارالكتب)
وكذا فى البحرالرائق: (كتاب الصلوٰة، باب الإمامة، ص ٦٣٢، ج١: طبع رشيديه كوئٹه)
٥) كما فى الدرالمختار مع شرحه والجماعة فيها سنة على الكفايه فى الأصح افادانْ اصل التراويح سنة عين۔
٦) فتاوى دارالعلوم ديوبند: (كتاب الصلوٰة ، باب صلاة التراويح، ص ٢٤٧، ج٤، طبع دارالاشاعت)

باجماعت تہجد کے نوافل میں ختم قرآن کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین ان مسائل میں کہ:

(۱) نماز تراویح کی جماعت ختم ہونے کے بعد اجتماعی شکل میں دوامی طور پر دعا مانگنا کیسا ہے۔

(۲) رات کو تہجد کی نماز میں جماعتی شکل میں حافظ کا قرآن سنانا کیسا ہے؟ مثلاً اس کی صورت یہ ہے کہ زید عرصہ تین سال سے رمضان المبارک میں ایک ختم تراویح میں سناتا ہے اور ساتھ ہی ساتھ دوسرا ختم نماز تہجد میں اسی سامع کو سناتا ہے، جس میں بغیر بلانے کے تین چار مقتدی شریک ہو جاتے ہیں گویا کہ ایک جماعت کی شکل اختیار ہو جاتی ہے اس کے متعلق رہنمائی فرما کر مستحق ثواب دارین ہوں۔ خلیل الرحمٰن

﴿ج﴾

(۱) تراویح کے بعد اجتماعی دعا کا التزام بدعت ہے، لیکن اگر یہ عقیدہ نہ ہو کہ یہ اجتماعی دعا شرعاً لازم ہے اور دعا نہ مانگنے والوں پر طعن وتشنیع نہ کیا جائے تو اس طرح اس کا مانگنا جائز ہے[1]۔

(۲) صورت مذکورہ میں جماعت جائز ہے لیکن بلانے اور کثرت کی صورت مکروہ ہے[2]۔ واللہ تعالیٰ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

---

۱) كما في رسائل اللكنووي: الإصرار على المندوب يبلغه الى حدالكراهة۔ (رساله سباحة الفكر، ص ٣٤، لكنوى ص ٤٩٠، ج٣، طبع ادارة القرآن)

وكذا في السعايه: (باب صفة الصلوٰة، قبيل فصل في القرأة، ص ٢٦٠، ج٢: طبع سهيل اكيڈمى)

وكذا في المرقاة المفاتيح: (كتاب الصلوٰة، باب الدعاء في التشهد، ص ٢٦، ج٣: طبع دار الكتب العلميه)

۲) كما في التاتارخانيه: وحكى عن شمس الأئمه السرخسى رحمه الله ان التطوع بالجماعة على سبيل التداعي مكروه امالو اقتدى واحد بواجد او اثنان بواحد لاتكره، وان اقتدى ثلاثة بواحد ذكر هو رحمه الله ان فيه اختلاف المشايخ قال بعضهم يكره وقال بعضهم لايكره واذا اقتدى أربع بواحد كره بلا خلاف۔ (كتاب الصلوٰة التراويح توع آخرفي المتفرقات، ص ٦٧٠، ج١: طبع ادارة القرآن)

وكذا في البحرالرائق: (كتاب الصلوٰة، باب الإمامة، ص ٦٠٤، ج١: طبع رشيديه)

وكذا في حلبي كبير: (كتاب الصلوٰة، تتمات من النوافل، ص ٤٣٣، طبع سعيدى كتب خانه كوئٹه)

تراویح میں ختم قرآن پر ہدیہ لینے کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ تراویح میں ایک حافظ پہلے تو سامع رہا ہے اور اس کو رقم ملتی رہی' اب وہی سامع امام بننے لگا ہے امکان ہے کہ اس کو رقم ملے گی۔ بندہ اس بات سے اندازہ کرتا ہے کہ سامع ہونے کی حالت میں اس کو رقم ملتی رہی اب کیسے ہوسکتا ہے کہ امام کی حالت میں اس کو رقم نہ ملے۔ بینوا توجروا۔

﴿ج﴾

تراویح میں ختم قرآن پر اجرت مقرر کر لینا خواہ صراحۃً ہو جیسے کہ بعض لوگ کرتے ہیں یا بطور عرف و عادت کے ہو جیسا کہ عموماً آج کل رائج ہے دونوں صورتوں میں دینا جائز نہیں [۱]۔ البتہ امامت اور تعلیم قرآن وفقہ واذان چند چیزوں کے متعلق متاخرین علماء نے جواز کا فتویٰ دیا ہے کیونکہ یہ چیزیں ضروریات دین وشریعت سے ہیں جن کے چھوٹ جانے سے دینی فرائض کا تعطل لازم آجائے گا اس وجہ سے کہ لوگوں سے دینی امور میں کاہلی وسستی بالکل ظاہر ہو چکی ہے [۲] اور تراویح میں ختم قرآن کوئی فرض و واجب نہیں

---

۱) كما فى الشاميه: وان القرأة بشئى من الدنيا لاتجوز وان الأخذ والمعطى اثمان لان ذالك يشبه الاستيجار على القراءة ونفس الإستيجار عليها لايجوز۔ كتاب الصلوٰة، باب قضاء الفوائت ص ٦٤٤، ج٢، طبع رشيديه) وفى نصب الرايه: اقروأ القرآن ولاتاكلوابه۔ (كتاب الإجارة، باب اجارة الفاسد، ص ٣٢٦، ج٤، طبع حقانيه، پشاور) وفى الشامية ان القرآن بالأجرة لايستحق الثواب لا للقارى ولا للميت۔ (كتاب الإجارة، مطلب فى الاستيجار علىٰ الطاعات، ص ٥٦، ج٦، طبع سعيد) وكذا فى الهدايه: (كتاب الإجارة، باب الاجارة الفاسده۔ ص ٣٠٥، تا ٣٠٦، ج ٣: طبع رحمانيه لاهور) وفى معين القضاة، لأن المعهود كالمشروط۔ (المقالة الأولى ص ٤، طبع مير محمد كتب خانه) وكذا فى شرح عقود رسم المفتى (ص ٣٦، طبع قديمى)
وكذا فى الشاميه (كتاب الإجاره باب اجارة الفاسد، ص ٥٥، ج٦، طبع سعيد)

۲) وفى الدرالمختار: ويفتى اليوم بصحتها لتعليم القرآن والفقه والإمامة والأذان، وفى الشامى، وقد ذكرنا مسئله تعليم القرآن، على الإستحسان۔ (كتاب الإجارة مطلب فى الإستيجار على الطاعات، ص ٥٥، ج٦ طبع سعيد) وكذا فى الهدايه (كتاب الإجارة، باب اجارة الفاسد، ص ٣٠٥ تا ٣٠٦، طبع رحمانيه) وكذا فى تنقيح الحامديه (كتاب الإجارة، ص ١٣٧، ج٢: طبع حقانيه پشاور)
وكذا فى البحر (كتاب الصلوة، باب الوتروالنوافل، ص ١٢١، ج٢: طبع رشيديه)
وكذا فى بدائع الصنائع: (كتاب الصلوٰة، فصل فى سننها، ص ١٧٦، طبع دارالكتب)

بلکہ سنت ہے (۱)- سنت بھی اس قسم کی کہ اگر لوگوں پر ختم قرآن سے تراویح پڑھنا مشکل ہو اور تقلیل جماعت کی نوبت آتی ہو تو ختم قرآن کی بجائے الم ترکیف سے پڑھی جائیں اور چھوڑ دینا ختم قرآن کا جائز ہے (۲) تو ختم قرآن پر اجرت (بوجہ عدم وجوب ختم قرآن مجید کے) لینا جائز نہیں قرار دیا گیا کیونکہ اصل مذہب یہی ہے کہ طاعات پر اجرت لینا جائز نہیں (۳)- لہٰذا صورت مسئولہ میں اگر یہ حافظ نماز پنجگانہ فرض کے لیے بھی اس مسجد کا مستقل امام ہے تو اس کے مشاہرہ میں زیادتی پورے سال کے لیے کردیں- لیکن صرف اس لیے لینا دینا کہ رمضان المبارک میں وہ ختم قرآن کر رہا ہے جائز نہیں اور اگر وہ صرف تراویح میں ختم قرآن شریف کرنے کے لیے رکھا گیا ہے تو لینا دینا چاہے باقاعدہ طے ہو یا اس کا عرف ہو جائز نہیں لیکن اگر پڑھنے والے کی کوئی غرض پڑھنے سے لینے کی نہیں اور دینے والے بھی غیر ضروری سمجھتے ہوئے بطور ہدیہ کچھ دیتے ہوں کہ اگر نہ بھی دیا جائے تو بھی کوئی شکایت نہ ہو تو اس صورت میں لینا جائز ہوگا (۴)- لیکن آج کل چونکہ عرف اس کے خلاف ہے اس لیے یہی کہا جاتا ہے کہ جائز نہیں (۵)- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بیس رکعات تراویح کا ثبوت حدیث سے

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ کسی حدیث سے یہ ثبوت بھی ملتا ہے کہ:

---

۱) کما فی الهندیه: السنة فی التراویح انما هوالختم مرة والختم مرتین فضیلة والختم ثلاث مرات افضل۔ (کتاب الصلوٰة، الباب الخامس ص ۱۱۷، طبع رشیدیه)
وکذا فی حلبی کبیر: (کتاب الصلوٰة، فصل فی النوافل، ص ۴۰۷، طبع سعیدی کتب خانه کوئٹه)
وکذا فی الشامیه: (کتاب الصلوٰة، باب صلاة التراویح، ص ۶۰۱، ج۲، طبع رشیدیه)

۲) کما فی الشامیه واختار بعضهم سورة الاخلاص فی کل رکعة وبعضهم سورة الفیل ای البدأة منها ثم یعیدها وهذا أحسن لئلایشتغل قلبه، بعدد الرکعات، قال فی الحلیة وعلی هذا استقر عمل أئمة اکثر المساجد فی دیارنا۔ (کتاب الصلوٰة ، باب الوتر، ص ۴۷، ج۔۲ ، طبع سعید)۔

۳) (الهبة) سببها ارادة الخیر للواهب دنیوی کعوض و محبة و حسن ثناء وأخروی...... وقبولها سنة قال النبی صلی الله علیه وسلم: "تهادوا تحابوا" (درمختار: کتاب الهبة، ص ۶۸۷، ج۵ ، ایچ ایم سعید)

۴) وفی المشکوٰة: عن عائشة رضی الله تعالیٰ عنها عن النبی صلی الله علیه وسلم قال تهادوا، فإن الهدیة تذهب الضغائن "وأیضاًفیه عن أبی هریره رضی الله تعالیٰ عنه عن النبی صلی الله علیه وسلم قال "تهادو" فإن الهدیة تذهب وحر الصدر۔ (کتاب البیوع، باب الرجوع فی الهبة، الفصل الثانی، ص ۲۶۱، طبع قدیمی) وفی اعلاء السنن: عن أبی هریرة عن النبی صلی الله علیه وسلم قال، لودعیت الی کراع لاجبت ولو أهدی الی ذراع لقبلت۔ (کتاب الهبه، ص ۱۶۷، ۱۶، طبع ادارة القرآن)

۵) تقدم تخریجه: اتحت حاشیة نمبر ۳، جواب مذکوره ایك صفحه ص ۴۸۶)

(۱) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ماہ رمضان میں آٹھ یا بیس رکعت تراویح پڑھی ہوں نیز اگر ملتا ہے تو کتنی رکعت۔ انھوں نے ہر رمضان شریف میں کتنی رات تراویح ادا کی ہیں جتنی رات ادا کی ہیں با جماعت ادا کی ہیں یا کبھی کبھی گھر پر اکیلے بھی پڑھ لیا کرتے تھے۔

(۲) اگر روزہ دار کسی غیر محرم عورت کا بوسہ لے لے تو کیا اسے صرف گناہ ہوگا یا روزہ بھی ٹوٹ جائے گا؟ روزہ ٹوٹنے کی صورت میں قضا دا کرنی ہوگی یا کفارہ۔

(۳) بعض حضرات کہتے ہیں کہ صواعق محرقہ نامی کتاب جس کے مصنف ابن حجر مکی رحمہ اللہ ہیں میں حدیث (لا یجوز احدنا الصراط الامن کتب له علی د الجواز) ترجمہ "جنت میں کوئی جانہیں سکتا سوائے اس کے جس کے پاس حضرت علی رضی اللہ عنہ کا لکھا ہوا پروانہ ہوگا۔ کیا مذکورہ بالا حدیث صحیح ہے۔ اگر حدیث ہے تو اس کی تشریح تحریر فرمادیں۔

(۴) جن اماموں کو شیعہ حضرات مانتے ہیں (جیسے امام باقر رحمہ اللہ، امام جعفر رحمہ اللہ وغیرہ) ان میں سے کسی نے تراویح نہیں پڑھی تھیں تو ان کی کتاب کا حوالہ دیں۔

﴿ج﴾

(۱) آٹھ رکعت پڑھنے کے متعلق حدیث میں وارد ہے۔ **عن ابی سلمة بن عبدالرحمان انه اخبره انه سال عائشة رضی الله عنها کیف کانت صلوة رسول الله صلی الله علیه وسلم فی رمضان فقالت ما کان رسول الله ﷺ یزید فی رمضان و لا فی غیره علی احدی عشرة رکعة**[1]۔ الحدیث۔ بخاری الکتب الستہ ص ۸۹ حدیث نمبر ۱۱۴۷

---

۱) صحیح البخاری: (کتاب التهجد، باب قیام النبی صلی الله علیه وسلم باللیل فی رمضان، رقم الحدیث نمبر ۱۱۴۷، ص ۱۵۴ ج۱: طبع قدیمی کتب خانه)

وکذا فی جامع الترمذی: (کتاب الصلوٰة، باب ماجاء فی وصف صلاة النبی صلی الله علیه وسلم باللیل، ص ۹۹، ج۱: رقم الحدیث نمبر ۴۳۹، طبع سعید کراچی)

وکذا فی صحیح المسلم (کتاب الصلوٰة، باب صلاة اللیل وعدد الرکعات النبی صلی الله علیه وسلم، ص ۲۵۳، طبع قدیمی کتب خانه)

ترجمہ:- ''ابو سلمہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز رمضان شریف میں کیسی تھی۔ انھوں نے فرمایا کہ آپ کی نماز رمضان اور غیر رمضان میں ۱۱ رکعت پر نہیں بڑھتی تھی۔ (آٹھ رکعت تہجد اور تین رکعت وتر) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بیس رکعت پڑھنے کے متعلق ایک حدیث میں وارد ہے۔ رواہ ابن ابی شیبة فی مصنفه و الطبرانی و عندالبیهقی من حدیث ابن عباس انه صلی الله علیه وسلم کان یصلی فی رمضان عشرین رکعة سوی الوتر [۱]۔

ترجمہ:- ''کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان شریف میں وتر کے علاوہ بیس رکعت ادا کیا کرتے تھے''۔

ہاں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں پھر صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین بیس رکعت ادا کیا کرتے تھے اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔ علیکم بسنتی و سنة الخلفاء الراشدین المهدیین من بعدی [۲]۔ مؤطا امام مالک میں روایت ہے۔ عن یزید بن رومان انه قال کان الناس یقومون فی زمان عمر بن الخطاب فی رمضان بثلث و عشرین رکعة [۳]۔ یعنی لوگ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں ۲۳ رکعت (جن میں تین رکعت نماز وتر ہے) ادا کرتے تھے۔

(۲) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر رمضان شریف میں تراویح ادا فرمایا کرتے تھے کبھی باجماعت اور کبھی اکیلے۔ مسلم شریف میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے۔ ان رسول الله صلی الله علیه وسلم خرج من جوف اللیل فصلی فی المسجد فصلی رجال بصلاته فاصبح الناس

---

۱) نصب الرایه: (کتاب الصلوٰة، فصل فی قیام شهر رمضان، ص ۱۵۳، طبع مکتبه حقانیه پشاور) وکذا فی سنن الکبریٰ للبیهقی: (کتاب الصلوٰة، باب ماروی فی عدد رکعات القیام الخ، ص ۴۹۶، ج۲، رقم الحدیث نمبر ۴۶۱۵، طبع اداره تالیفات الشرفیه، بهواله فتاوی محمددیه)

۲) مشکوٰة (کتاب الایمان، باب الإعتصام، ص ۳۰، فصل ثانی، طبع قدیمی کتب خانه۔ وکذا فی حاشیة الطحطاوی (کتاب الصلوٰة، باب صلاة التراویح، ص ۴۱۲، طبع قدیمی۔ وفی الدرالمختار التراویح سنة مؤکده لمواظبة الخلفاء راشدین (کتاب الصلوٰة، باب الوتر، ص ۵۹۷، طبع رشیدیه۔

۳) موطا امام مالك، (کتاب الصلوٰة، فی رمضان، باب ماجاء فی قیام رمضان، ص ۹۸، میر محمد کتب خانه)۔ وکذا فی عمدة القاری (کتاب التراویح، باب فضل من قام رمضان، ص ۱۷۷، ج۱، طبع دارالکتب العلمیه)۔ وکذا فی حلبی کبیر (کتاب الصلوٰة، باب الوتر والنوافل، ص ۴۰۶، طبع سعیدی کتب خانه کوئٹه) وکذا فی الدرالمختار مع شرحه (کتاب الصلوٰة، باب الوتر والنوافل، ص ۴۵، ج۲، طبع سعید)

یتحدثون بذالک فاجتمع اکثرمنهم فخرج رسول الله صلی الله علیه وسلم فی اللیلة الثانیة فصلوا بصلاته فاصبح الناس یذکرون ذلک فکثر اهل المسجد من اللیلة الثالثة فخرج فصلوا بصلاته فلما کانت اللیلة الرابعة عجز المسجد عن اهله فلم یخرج الیهم رسول الله صلی الله علیه وسلم فطفق رجال منهم یقولون الصلوة فلم یخرج الیهم رسول الله صلی الله علیه وسلم حتی خرج لصلوة الفجر فلما قضی الفجر اقبل علی الناس ثم تشهد فقال اما بعد فانه لم یخف علی شانکم اللیلة و لکنی خشیت ان تفرض علیکم صلوة اللیل فتعجزوا عنها- [1]

(۳) صرف گناہ ہوگا روزہ نہیں ٹوٹے گا اگر انزال نہ ہوگیا ہو ورنہ قضا رکھنا واجب ہوگا- کفارہ نہیں ہے- قال فی البدایة و لو قبل امرأة لا یفسد صومه و لو انزل بقبلة او لمس فعلیه القضاء [2]-

(۴) صواعق محرقہ نامی کتاب ہمارے پاس نہیں ہے تاکہ دیکھی جاسکے [3]-

(۵) مجھے علم نہیں ہے اور نہ ان کی کتابیں ہمارے پاس ہیں- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بیس رکعات تراویح

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ تراویح کی رکعات کتنی ہیں- کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بیس

---

۱) صحیح المسلم (کتاب الصلوٰة، باب الترغیب فی قیام رمضان، ص ۲۵۹، ج۱، طبع قدیمی کتب خانه) وکذا فی المشکوٰة المصابیح (کتاب الصلوٰة، باب قیام شهر رمضان، الفصل الاول ، ص ۱۱٤ ، طبع قدیمی) وکذا فی اعلاء السنن (کتاب الصلوٰة، باب التراویح، ص ۵۷ تا ۵۸، ج ۷، طبع ادارة القرآن)

۲) کما فی الهدایه (کتاب الصوم ، باب مایوجب القضاء والکفارة، ص ۲۳۵ طبع رحمانیه) وکذا فی لبنایه (کتاب الصوم، باب مایوجب القضاء والکفارة، ص ٤٤ تا ٤٥ طبع دارالکتب) وکذا فی تبیین الحقائق (کتاب الصوم، باب مایفسد الصوم وما لایفسد ص ۱۷۱ ، ج۲، طبع دارالکتب)

۳) کتاب صواعق محرقه

رکعت ثابت ہیں یا آٹھ- بندہ نے جتنی کتابیں دیکھی ہیں، بیس رکعت ہی ملی ہیں اب جو شخص پڑھتا ۸ ہے اور عقیدہ ۸ کا رکھتا ہے اس کی امامت جائز ہے یا نہیں یہ شخص مقلد ہے یا غیر مقلد۔

﴿ج﴾

تراویح بیس رکعت ہیں اور اجماع صحابہ اس پر ہے تحقیق یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز تراویح کی تعداد رکعات قولاً یا عملاً کسی صحیح ومعتبر حدیث سے ثابت نہیں البتہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور تمام صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اجماع سے بیس رکعت تراویح پڑھا جانا ثابت ہے اسی وجہ سے ائمہ اربعہ نے بیس سے کم تراویح کو اختیار نہیں کیا- حضرات عمر فاروق اور عثمان غنی وعلی مرتضیٰ اور ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہم نیز دیگر صحابہ سے صحیح روایات سے بیس رکعات تراویح منقول ہیں- مؤطا امام مالک میں یہ حدیث موجود ہے- **حدثنا مالک عن یزید بن هارون انه قال کان الناس یقومون فی زمان عمر بن الخطاب (رضی الله تعالی عنه) فی رمضان بثلث و عشرین رکعة انتهی** [1]- **قوله بثلث و عشرین رکعة قال البیهقی والثلث هو الوتر ولا ینافیه روایة السابقة فانه وقع اولاً ثم استقر الامر علی العشرین فروی البیهقی باسناد صحیح انهم یقومون فی عهد عمربن الخطاب بعشرین رکعة و فی عهد عثمان** [2] **و علی** الخ عینی شرح بخاری میں ہے- **روی عبدالرزاق فی المصنف عن داؤد بن قیس وغیره عن محمد بن یوسف عن السائب بن یزید ان عمربن الخطاب رضی الله تعالی عنه جمع الناس فی رمضان علی ابی بن کعب و علی تمیم الداری علی احدی و عشرین رکعة یقومون بالمئین و ینصر فون فی بزوغ الفجر قلت قال ابن عبد البرهو محمول علی ان الواحدة للوتر و قال ابن عبدالبر وروی الحارث بن عبدالرحمن ابن ابی ذیاب عن السائب بن یزید قال کان القیام علی عهد عمر بثلث و عشرین رکعة قال ابن عبدالبر هذا محمول علی ان الثلاث للوتر (الی قوله) و اما اثر علی رضی الله تعالی عنه**

---

۱) موطاء امام مالك: (كتاب الصلوفة، باب ماجاء فى قيام رمضان ص ۹۸، ج۱: طبع مير محمد كتب خانه)

۲) فی السنن الکبری للبیهقی بحواله محمودیه (کتاب الصلوٰة، باب ماروی فی عدد رکعات القیام فی شهر رمضان، ص ٤٩٦، ج۲: رقم الحدیث نمبر ٤٦١٥، طبع ادارة تالیفات اشرفیه)

فذکره وکیع عن حسن بن صالح عن عمرو بن قیس عن ابی الحسناء عن علی رضی الله تعالی عنه انه امر رجلا یصلی بهم عشرین رکعة و اما غیرهما من الصحابة فروی ذلک عبدالله بن مسعود رواه محمد بن نصر المروزی قال اخبرنا یحیی بن یحیی اخبرنا حفص بن غیاث عن الاعمش عن زید بن وهب قال کان عبدالله بن مسعود یصلی لنا فی شهر رمضان فینصرف و علیه لیل قال الاعمش کان یصلی عشرین رکعة و یوتر بثلث– الخ[1]–

اور کتب میں اس سے زائد تفصیل موجود ہے، ذکر میں تطویل ہے- خلاصہ یہ کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جن کے باب میں یہ حدیث وارد ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمسکوا بعهد ابن مسعودؓ- (الحدیث)[2]

و کان اقرب الناس هدیا و دلا و سمتا برسول الله صلی الله علیه وسلم ابن مسعودؓ[3] الحدیث بیس رکعت پڑھتے تھے اور اسی کا امر فرماتے تھے تو یہ عدد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے انھیں محفوظ تھا- اسی واسطے اس کا التزام کیا اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں- اقتدوا بالذین بعدی ابی بکر و عمر[4] مطلق اقتدا کا حکم تمام امور میں فرمایا- انھوں نے بیس کا امر فرمایا اور نیز خلفاء ثلاثہ عمر و عثمان و علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم جبکہ ان ہر سہ نے بیس کا امر فرمایا بمقتضائے حدیث علیکم بسنتی و سنة الخلفاء الراشدین المهدیین[5]- اس کا عمل امت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر

---

۱) عمدة القاری، رقم الحدیث ۲۰۱۰، کتاب الصوم، ص ۲۴۵، ج ۸، طبع دار الحدیث، ملتان وکذا فی المغنی: (کتاب الصلوٰة، صلاة التراویح، (وقیام شهر رمضان عشرون رکعة" ص ۷۹۸ تا ۷۹۹، طبع دار الکتب العلمیه) وکذا فی حلبی کبیر: (کتاب الصلوٰة، باب النوافل، التراویح، ص ۴۰۶، طبع سعیدی کتب خانه) وکذا فی الدر المختار مع شرحه: (کتاب الصلوٰة، باب الوتر والنوافل، ص ۴۵، ج۲، طبع سعید کراچی)

۲) کما فی جامع الترمذی: (ابواب المناقب، مناقب ابن مسعود، ص ۲۲۱، ج۲: طبع سعید کراچی)

۳) کما فی جامع الترمذی: عن عبدالرحمٰن بن یزید قال اتینا حذیفة حدثنا باقرب الناس من رسول الله صلی الله علیه وسلم هدیا ودلاً فنأ خذعنه ونسمع منه قال کان اقرب الناس هدیا ودلاً وسمتا برسول الله صلی الله علیه وسلم ابن مسعود رضی الله عنه (ابواب المناقب، مناقب ابن مسعود، ص ۲۲۱، ج۲: طبع سعید کراچی)

۴) فی جامع الترمذی: (ابواب المناقب، مناقب ابی بکر رضی الله تعالیٰ عنه، ص ۲۰۷، ج۲، طبع۳ سعید کراچی)

۵) مشکوٰة: (کتاب الایمان- باب الإعتصام، ص ۳۰، فصل ثانی، طبع قدیمی کتب خانه، کراچی) وکذا فی حاشیة الطحطاوی: (کتاب الصلوٰة، باب صلاة التراویح، ص ۴۰۲، طبع قدیمی کتب خانه، کراچی) وکذا فی الشامیه: (کتاب الصلوٰة، باب الوتر والنوافل، ص ۵۹۷، ج۲، طبع رشیدیه جدید کوئٹه)

لازم فرمایا اور تمام صحابہ موجودین زمانہ عمر وعثمان وعلی رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے بھی اس پر انکار نہیں فرمایا اور برغبت قبول فرمایا- یہ صاف دلیل ہے اس بات پر کہ سب کے نزدیک یہ عدد عشرین یا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے انھیں محفوظ تھا کہ کسی نے اس پر اعتراض نہ کیا اور یا باطلاق قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (جو ابھی گزرا) کو مثبت اس عدد کا سمجھا اور بطیب خاطر اس کو قبول فرمایا- لہٰذا اس عدد کو مسنون ہی کہا جائے گا[1]- مؤطا کی روایت میں اگر چہ انقطاع ہے مگر اولاً حدیث منقطع ثقہ کی صحیح ہوتی تھی کیونکہ امام مالک اور سب محدثین کے نزدیک قبل زمانہ شافعی سے منقطع ثقہ کی صحیح ہوتی تھی اور ابن عبداللہ کہتے ہیں کہ جتنے منقطعات مالک ہیں ان کا اتصال ہم نے دوسری سند سے دریافت کرلیا ہے سوائے چار روایات کے' فعل عمر رضی اللہ عنہ کا ان چار غیر ثابت الاتصال میں داخل نہیں علاوہ اس کے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ابن ابی شیبہ نے اپنے مصنف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بیس رکعات پڑھنا نقل کیا ہے- اگر چہ وہ روایت ضعیف ہے مگر آثار صحابہ سے مؤید ہے کما مر اور جو آٹھ رکعات سوائے حدیث قیام اللیل کے متعلق حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے اس سے مراد تہجد کی نماز ہے جیسے غیر رمضان کا لفظ اس حدیث میں صاف اس کا قرینہ ہے کیونکہ غیر رمضان میں تراویح نہیں ہوتی یہ جواب ماخوذ ہے- فتاویٰ رشیدیہ[2] اور فتاویٰ دارالعلوم، عزیز[3] الفتاویٰ[4] اور امداد المفتین سے[5]- اگر ان میں تفصیل مطلوب ہو تو رسالہ فی عدد رکعات التراویح جو کہ فتاویٰ رشیدیہ کامل میں[6] درج ہے آٹھ رکعات تراویح پڑھنا یہ مسئلہ غیر مقلدوں کا ہے لیکن اس امام کے حالات ہمیں معلوم نہیں اس لیے اس کی اقتداء کے متعلق کچھ نہیں لکھا جا سکتا اور یہ معلوم نہیں کہ اس مسئلہ میں کس طرح پر آٹھ کا قائل ہے- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

۱) کما فی تنویر الأبصار مع شرحه: (التراویح سنة) مؤکدة......وهی عشرون رکعة-" (کتاب الصلوٰة باب الوتر النوافل، ص ۵۹٦تا ۵۹۹، طبع رشیدیه)

وکذا فی الهدایه: (کتاب الصلوٰة، فصل فی التراویح، ص ۱۵۷، ج۱: طبع رحمانیه، لاهور)

وکذا فی البحر الرائق: (کتاب الصلوٰة، باب الوتر والنوافل، ص ۱۲۰، ج۲: طبع رشیدیه کوئٹه)

۲) تالیفات الرشید: (باب التراویح، تراویح کی رکعات کی تعداد پر مفصل بحث (یعنی رساله تراویح)- ص ۳۰٦تا ۳۲۳، طبع اداره اسلامیات)-

۳) فتاوی دارالعلوم: (کتاب الصلوٰة، صلاة التراویح، ص ۲٤۵، ج٤، طبع دارالاشاعت، کراچی)

٤) عزیز الفتاوی: (کتاب الصلوٰة، تراویح کی تفصیل، ص ٤۸۲ تا ٤۸٦، طبع ایچ ایم سعید)

۵) امدادالمفتین: (کتاب الصلوٰة، باب صلاة التراویح، ص ۲-۳۰۲، طبع دارالاشاعت)

٦) تالیفات رشیدیه: (باب التراویح، رساله تراویح، ص۳۰٦تا ۳۲۳، طبع اداره اسلامیات)

گھر میں تراویح باجماعت کا اہتمام اور اس میں خواتین کی شرکت کا حکم

﴿س﴾

(۱) کیا تراویح باجماعت گھر میں پڑھنا جائز ہے کہ عارضی طور پر ایک کمرہ منتخب کرلیا جائے اور عشاء کی نماز اور تراویح باجماعت اس میں پڑھ لی جائے۔

(۲) اگر پردے کا انتظام ہو تو عورتیں بھی شمولیت باجماعت کرسکتی ہیں یا نہیں۔

﴿ج﴾

(۱) عشاء کی نماز مسجد ہی میں ادا کرنا ضروری ہے البتہ اگر مسجد میں جماعت سے رہ جائیں اور بالیقین معلوم ہوجائے کہ مسجد میں جماعت ہوگئی ہے تو پھر گھر میں عشاء کی فرض نماز جماعت سے اداء کرسکتے ہیں ورنہ بلا شرعی عذر کے نہیں (۱)۔

(۲) عورتیں باجماعت تراویح ادا کرسکتی ہیں اگر پردے کا انتظام ہو (۲) لیکن بغیر جماعت ادا کرنا ان کے لیے اولیٰ وبہتر ہے کیونکہ ان پر جماعت کی نماز نہیں (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

۱) كما فى الهنديه: وان صلى بجماعة فى البيت اختلف فيه المشايخ والصحيح ان للجماعة فى البيت فضيلة وللجماعة فى المسجد فضيلة اخرى۔ فإذا صلى فى البيت بجماعة فقد حاز فضيلة، ادائها بالجماعة وترك الفضيلة الأخرى وكذا قاله القاضى الامام ابوعلى النسفى والصحيح ان اداء ها بالجماعة فى المسجد افضل وكذالك فى المكتوبات (كتاب الصلوٰة، الباب التاسع، افضل فى التراويح ص ١١٦، ج١ طبع رشيديه)

وكذا فى حاشية طحطاوى: (كتاب الصلوٰة، باب الامامة، ص ٢٨٧، طبع قديمى)

وكذا فى حلبى كبير: (كتاب الصلوٰة، التراويح، ص ٤٠٢، طبع سعيدى كتب خانه كوئٹه)

۲) كما فى الدرالمختار مع شرحه: (ا) يكره تحريما (جماعة النساء) ولوفى التراويح...... فإن فعلن تقف الإمام وسطهن۔ (كتاب الصلوٰة، باب الإمامة، ص ٣٦٥ تا ٣٦٧، ج٢، طبع رشيديه)

وكذا فى الهنديه: (كتاب الصلوٰة، الباب الخامس، الفصل الثالث، ص ٨٥، ج١: طبع رشيديه)

وكذا فى مجمع الانهر: (كتاب الصلوٰة، فصل فى الإمامة، ص ١٦٤، ج١: طبع غفاريه كوئٹه)

۳) فى الهنديه: وصلاتهن فرادى افضل: (كتاب الصلوٰة، الباب الخامس الفصل الثالث، ص ٨٥، طبع رشيديه)

وكذا فى خلاصة الفتاوى: (كتاب الصلوٰة، الفصل الخامس عشر، ص ١٤٧ ج١: طبع رشيديه)

وكذا فى مجمع الانهر: (كتاب الصلوٰة : فصل فى الإمامة، ص ١٦٤، ج١: طبع غفاريه كوئٹه)

تراویح کو غیر ضروری کہنے والے کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے کہا ہے کہ رمضان شریف میں تراویح پڑھنا قرآن شریف سننا یا سنانا میرے نزدیک غیر ضروری ہے یہ عبادت مذہب کا جزء نہیں محض نفل عبادت ہے۔ جس کا حکم خدا اور سول نے نہیں دیا۔ اس کا رواج حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ہوا ہے جسے قوم نے ضروری عبادت قرار دے دیا آخر ایک ان پڑھ مسلمان کو عربی کی الہامی عبارت سنانا کیا مطلب رکھتا ہے جب کہ وہ نماز میں اونگھتا رہتا ہے دن بھر کا تھکا ہوا۔ دیگر روزہ کی وجہ سے رات کو اتنی طویل غیر ضروری عبادت میں کیوں کھڑا رہے۔ یہ ایک حافظ صاحب کا قول ہے ایسے حافظ کے بارے میں کیا فتویٰ ہے۔ اس کے متعلق شرعی حکم سے آگاہ فرما کر شکریہ کا موقع بخشیں۔

مستفتی۔ منشی عبدالکریم محبوب وہاڑی روڈ ملتان

نفس تراویح سنت مؤکدہ ہے [1] حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے تراویح کا پڑھنا ثابت ہے [2] اور خلفائے

---

۱) کما فی تنویر البصار مع شرحه: (والتراویح سنة، مؤکدة...... وهی عشرون رکعة، (کتاب الصلوٰة، باب الوتر والنوافل، ص ۵۹۶ تا ۵۹۹، طبع رشیدیه)

وکذا فی الهندیه: (کتاب الصلوٰة، فصل فی التراویح، ص ۱۵۷، ج۱: طبع رحمانیه)

وکذا فی البحر (کتاب الصلوٰة، باب الوتر والنوافل، ص ۱۲۰، ج۲: طبع رشیدیه کوئٹه)

کما فی صحیح المسلم: ان رسول الله صلی الله علیه وسلم خرج من جوف اللیل فصلی فی المسجد فصلی رجال بصلاته فأصبح الناس یتحدثون بذالك فاجتمع اکثر منهم فخرج رسول الله صلی الله علیه وسلم فی اللیلة الثانیة فصلوا بصلاته فأصبح الناس یذکرون ذالك فکثر اهل المسجد من اللیلة الثالثة فخرج فصلوا بصلاته فلما کانت اللیلة الرابعة عجز المسجد عن أهله فلم یخرج الیهم رسول الله صلی الله علیه وسلم فطفق رجال منهم یقولون الصلوٰة، فلم یخرج الیهم رسول الله صلی الله علیه وسلم حتی خرج لصلوٰة الفجر فلما قضی الفجر اقبل علی الناس ثم تشهد فقال اما بعدفإنه لم یخف علی شانکم اللیلة ولکنی خشیت ان تفرض علیکم صلوٰة اللیل فتعجزوا عنها۔ (کتاب الصلوٰة، باب الترغیب فی قیام رمضان، ص ۲۵۹، ج۱: طبع قدیمی)

وکذا فی المشکوٰة: المصابیح (کتاب) الصلوٰة۔ باب قیام شهر رمضان، ص ۱۱٤، طبع قدیمی کتب خانه) وکذا فی اعلاء السنن: (کتاب الصلوٰة، باب التراویح، ص ۵۷ تا ۵۸ طبع ادارة القرآن)

۲) کما فی الدرالمختار: (التراویح سنة مؤکدة لمواظبة خلفاء راشدین۔ (کتاب الصلوٰة، باب الوتر والنوافل، ص ۵۹۷، ج۲: طبع رشیدیه جدید) وکذا فی الفتح القدیر: (کتاب الصلوٰة، فصل فی قیام شهر رمضان، ص ٤۰۷، طبع رشیدیه)۔ وکذا فی الموطاء امام مالك: (کتاب الصلوٰة، باب ماجاء فی قیام رمضان، ص ۹۸، طبع میر محمد کتب خانه)

راشدین رضی اللہ عنہم نے بھی اس پر مواظبت فرمائی ہے- باقاعدہ جماعت سے ادا کرنا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ سے شروع ہوا ہے جیسے کہ فتح القدیر میں اس کی تصریح موجود ہے (۱) پس جس چیز کے ثابت کرنے کے لیے ایسی قوی دلیل مل جائے تو اس میں چوں چرا کرنا گمراہی کے سوا کچھ نہیں ہے- فتح القدیر میں ہے-**قال صلی اللہ علیہ وسلم علیکم بسنتی و سنة الخلفاء الراشدین** (۲)-باقی ختم قرآن پاک تراویح میں تو یہ بھی سنت ہے مطلق سنت ہونا یا سنت مؤکدہ ہونا اس میں علمائے احناف کے اقوال مختلف ہیں اکثر کا قول تو تأکد ہی کا ہے بعض کا قول عدم تاکد ہے اور قرآن کا ختم کرنا تراویح میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے ''و نیز ختم قرآن دریں نماز سنت میگویند ایں از کجا نعم در حدیث آمدہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم در ہر رمضان با جبرائیل علیہ السلام مداریست قرآنی میکرد و در رمضان اخیر دو بار کرد ازیں جا سنت ختم قرآن ثابت میشود لیلاً ونهارا خارج صلوة ص۱۰۹ مجموعہ الفتاویٰ عزیزی مطبوعہ مجتبائی (۳) دہلی باقی قوم کی سستی کی وجہ سے ختم قرآن ترک نہیں کرنا چاہیے-لیکن ختم قرآن صرف ایک دفعہ رمضان میں کافی ہے-متعدد بار ضروری نہیں ہے- پس اگر ایک دفعہ ختم قرآن کے لیے کوئی قوم تیار نہ ہو یا بعض افراد ختم قرآن نہیں چاہتے ہوں تو ان کی بات مسموع نہ ہوگی **كما فى الهداية واكثر المشائخ على ان السنة فيها الختم مرة فلا يترك لكسل القوم** اس پر صاحب فتح القدیر نے لکھا ہے- **تأكيد فى مطلوبية الختم**

---

۱) كما فى فتح القدير: ظاهر المنقول ان مبدأها من زمن عمر رضى الله عنه وهو ماعن عبدالرحمن بن القارى قال خرجت مع عمر بن الخطاب رضى الله عنه ليلة فى رمضان الى المسجد فأذا الناس اوزاع متفرقون يصلى الرجل الخ (كتاب الصلوٰة، فصل فى قيام شهر رمضان، ص ۴۰۷، ج۱: طبع رشيديه)۔ وفى الشاميه : لأن المواظبة عليها وقعت فى اثناء خلافة عمر رضى الله عليه۔ (كتاب الصلوٰة، باب الوتر والنوافل، ص ۵۹۷، ج۲: طبع رشيديه جديد)

۲) وفى الفتح القدير: (كتاب الصلوٰة، فصل فى قيام شهر رمضان، ص ۴۰۷، ج۱: طبع رشيديه) وكذا فى المشكوٰة: (كتاب الأيمان، باب الإعتصام، الفصل الثانى، ص ۳۰، طبع قديمى) وكذا فى حاشية الطحطاوى: (كتاب الصلوٰة، باب صلاة التراويح، ص ۴۱۲، طبع قديمى كتب خانه)

۳) مجموعه الفتاوىٰ عزيزى، دستياب نهيں۔

۴) فتح القدير : (كتاب الصلوٰة، باب صلاة التراويح، ص ۴۰۹، طبع رشيديه كوئٹه)
وكذا فى الدرالمختار مع شرحه: (مرة سنة ومرتين فضيلة وثلاثا افضل (ولايترك) الختم (لكسل القوم) لكن فى الاختيار الأفضل فى زماننا قدر مالا يثقل عليهم۔ قال ابن عابدين۔ اى قراء ة الختم فى صلاة التراويح، سنة وصححه فى الخانية و غيرها وعزاه فى الهدايه الى اكثر المشايخ وفى الكافى الى الجمهور۔" (كتاب الصلوٰة، باب الوتر والنوافل، ص ۶۰۱، ج۲، طبع رشيديه)
وكذا فى الهدايه: (كتاب الصلوٰة، باب صلاة التراويح، ص ۱۵۸، ج۱: طبع رحمانيه لاهور)

و انہ تخفیف علی الناس لا تطویل [1] پس مذکور فی السوال حافظ کی باتیں تراویح یا ختم قرآن کے بارے میں گستاخی سے خالی نہیں اس کو چاہیے کہ اس گناہ سے توبہ کرے توبہ کرنے کے بعد اس کو معاف کرنا چاہیے [2]۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کیا عورتوں کو تراویح کی نیت سے آٹھ رکعات کا پڑھنا جائز ہے

لوگ کہتے ہیں کہ عورت کے لیے ۸ رکعت تراویح پڑھنا جائز ہے تو کیا یہ صحیح ہے۔ اور اگر آدمی نماز تراویح چھوڑ دے یا کم پڑھے تو یہ جائز ہے۔

﴿ج﴾

تراویح بیس رکعات ہیں عورت کے لیے آٹھ رکعات تراویح کی بات غلط اور بلا دلیل ہے [3] اور نماز تراویح چھوڑنا جائز نہیں ہے [4]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

۱) کما قال اللہ تعالی: یایھا الذین آمنوا توبوآ الی اللہ توبۃ النصوحاً۔ (سورۃ التحریم، آیت نمبر ۸)
وفی المشکوٰۃ عن الأغر المزنی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم توبوا إلی اللہ فإنی أتوب الیہ فی الیوم مأتہ مرۃ۔ (باب التوبۃ، ص ۲۰۳، طبع قدیمی) وفی شرح النووی: واتقفوا علی أن التوبۃ من جمیع المعاصی واجبۃ الخ۔ (کتاب التوبۃ، باب الاستغفار، ص ۳۵٤، ج۲: طبع قدیمی کتب خانہ)

۲) کما فی الدرالمختار مع شرحہ: التراویح سنۃ مؤکدۃ...... للرجال والنساء اجماعاً قال ابن عابدین "سنۃ للرجال والنساء" واشار الی أنہ لااعتداد بقول الروافض انھا سنۃ الرجال فقط علی مافی الدرروالکافی...... (وھی عشرون رکعۃ) (کتاب الصلوٰۃ، باب الوتر، ص ۵۹٦تا ۵۹۹، ج۲: طبع رشیدیہ) وکذا فی الفتح القدیر: (کتاب الصلوفۃ، فصل فی قیام شھر رمضان، ص ٤۰۷، ج۱: طبع رشیدیہ کوئٹہ)
وکذا فی حلبی کبیر (کتاب الصلوٰۃ، التراویح، ص ٤۰٦، طبع سعیدی کتب خانہ، کوئٹہ)

۳) وفی فتح القدیر: وفی النوازل ترک سنن الصلاۃ الخمس ان لم یرھا حقا کفروان رأھا وترک قیل لایأثم والصحیح انہ یأثم لانہ جاء الوعیدبالترک۔ (کتاب الصلوٰۃ، باب النوافل، ص ۳۸۳، ج۱: طبع رشیدیہ) وفی الشامیہ: ولھذا کانت السنۃ المؤکدۃ قریبۃ من الواجب فی لحوق الاثم کما فی البحر ویستوجب تارکھا التضلیل واللوم۔ (کتاب الصلوٰۃ، باب الوتر والنوافل، ص ٥٤٥، ج۲ طبع رشیدیہ جدید)وکذا فی البحرالرائق: (کتاب الصلوٰۃ، باب الوتر والنوافل، ص ۸٦، ج۲، طبع رشیدیہ کوئٹہ)

٤) ایضاً

رمضان المبارک کی ستائیسویں شب میں خاص خاص سورتوں کے پڑھنے اور عید کے روز مصافحہ، معانقہ کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسائل کہ:

(۱) ہمارے علاقے میں رمضان کی ۲۷ ویں رات کو تراویح میں قرآن پاک ختم کر کے امام صاحب سورۂ عنکبوت یا سورۂ روم وغیرہ مقتدیوں کے سامنے پڑھتے ہیں اور کار ثواب سمجھتے ہیں اور بعض لوگ امام صاحب کو گھر لے جاتے ہیں وہاں چھوٹوں بڑوں کو سناتے ہیں کیا یہ فعل بدعت ہے یا کار ثواب ہے کسی حدیث صحیح سے ثابت ہے یا کسی امام نے یہ فعل کیا ہے یا کہ منع فرمایا ہے- آپ بمع حوالہ جات بالتفصیل جواب عنایت فرمائیں-

(۲) دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ ہمارے ہاں عید کے دن جب امام دو رکعت ادا کر کے فارغ ہوتا ہے تو مقتدی امام کے اور ایک دوسرے کے ساتھ مصافحہ اور بغل گیری کرتے ہیں اور دنوں میں یہ مصافحہ نہیں کرتے - اگر کوئی شخص اس فعل کو منع کرے تو لوگ کہتے ہیں کہ پہلے سے ہمارے باپ دادا نے یہ کام کیا ہے کیا یہ درست ہے یا نہیں مفصل جواب سے مطلع فرمادیں-

﴿ج﴾

(۱) قرآن مجید کی تلاوت کرنا اور سننا بے شک کار ثواب اور باعث خیر و برکت ہے [۱] لیکن اوقات کی تعیین کرنا اور معین سورتوں کو لازم سمجھنا اور نہ پڑھنے والوں پر نکیر کرنا زیادة فی الدین اور بدعت ہے- لہٰذا اس سے اجتناب کیا جائے [۲]-

---

۱) كما في جامع الترمذي: من قرأحر فامن كتاب الله فله حسنة والحسنه بعشر أمثالها لا أقول "الم" حرف ولكن الف حرف ولام حرف وميم حرف (باب ماجاء من قرأ حرفا من القرآن فله الأجر، ص ۱۱۹، ج۲: طبع سعيد كراچى) وكذا في مصنف ابن ابي شيبه: (ص ٤٦١، ج۱۰، طبع دارالفكر بيروت) وفي بذل المجهود: فله اجران اى اجرلقرآته وأجر لتحمله وهذا تحريض على تحصيل القرأة، الجزء التاسع، باب ثواب قرأة القرآن، ص ۳۳۸، ج۲، طبع مكتبه قاسميه، ملتان)

۲) كما في رسائل اللكنوى: الإصرار على المندوب يبلغه الى حدالكراهة (رساله سياحة الفكر، ص ۳٤، لكنووى، ص ۷۹۰، ج۳، طبع ادارة القرآن)-

وكذا في السعايه: (باب اصفة الصلاة، ص ۲٦٥، ج۲: طبع سهيل اكيڈمى)

وكذا في المرقاة: (كتاب الصلوٰة، باب الدعاء في التشهد، ص ۲٦، ج۳، طبع دارالكتب العلميه)

(۲) مطلق مصافحہ کرنا مسنون ہے [۱]۔لیکن یہاں وقت کی تخصیص کرنا اور مصافحہ نہ کرنے والے کو برا سمجھنا زیادۃ فی الدین ہے۔لہٰذا اس کو ضروری نہ سمجھا جائے [۲]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مروجہ شبینہ کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ہمارے علاقہ میں شبینہ کرنے کا رواج عام ہو گیا ہے۔ کیا یہ ضروریات دین میں سے ہے یا رسومات مخترعہ میں سے۔خیر القرون میں بھی اس کا وجود تھا۔

اس کا خاص طور پر اہتمام کرنا مثلاً لوگوں سے چندہ وصول کرنا اور لاؤڈ سپیکر اور مدعووین کے خورد ونوش کا انتظام کرنا کیسا ہے۔

ایک عالم دین نے بعض حالات کی بنا پر مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمہ اللہ کے فتویٰ کے پیش نظر (جو کہ اصلاح الرسوم کے آخری صفحہ پر مرقوم ہے) شبینہ کرنے سے منع کر دیا ہے لیکن بعض حفاظ کے اس التزام مالایلتزم کے سبب ایسے وقت شبینہ کرنا کیسا ہے۔

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ شبینہ کے متعلق حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب فتاویٰ دار العلوم میں رقم طراز ہیں [۳]۔''شبینہ میں کچھ حرج نہیں ہے مگر یہ ضروری ہے کہ حفاظ جلدی نہ پڑھیں ایسی جلدی کرنا جس میں حروف سمجھ

---

۱) کما فی صحیح البخاری: قال ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ علمنی النبی صلی اللہ علیہ وسلم التشھد وکفی بین کفیہ (کتاب الإستیذان، باب المصافحہ، ص ۹۲۶، ج۲: طبع قدیمی کتب خانہ) کما فی الدر المختار: تجوز المصافحۃ، لأنھا سنۃ قدیمۃ متواترۃ۔ (کتاب الحظر والإباحۃ، باب الاستبراء، ص ۳۸۱، ج۶، طبع سعید)۔

وفی مشکوٰۃ المصابیح: عن البراء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ، قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم مامن مسلمین یلتقیان فیتصا فحان الاغفرلھما قبل أن یتفرقا۔ (کتاب الأدب باب المصافحہ، الفصل الثانی، ص ۴۰۱، ج۲: طبع قدیمی کتب خانہ)

۲) تقدم تخریجہ: (تحت حاشیہ نمبر ۲، جواب مذکورۃ، صفحہ نمبر ۴۹۳)

۳) فتاوی دار العلوم دیوبند: (کتاب الصلوٰۃ، باب صلاۃ التراویح، ص ۲۵۶، ج۴، طبع دار الاشاعت، کراچی)

میں نہ آئیں ممنوع ہے۔ بجائے ثواب کے الٹا گناہ ہوتا ہے۔ باقی اس مسئلہ کے متعلق حضرت مفتی محمود صاحب مدظلہ جوتحریر فرما چکے ہیں وہ کافی ہے۔ کیونکہ وہ اس کے متعلق ہر پہلو کا حکم تحریر فرما چکے ہیں [1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان)

تراویح میں ''الم ترکیف'' اور مکمل قرآن پاک ختم کرنے میں فرق

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین درج ذیل مسائل کے بارے میں کہ:

(۱) ایک امام مسجد ماہ رمضان المبارک میں حافظ کو قرآن سنانے نہیں دیتا اپنی جہالت کے سبب روک دیتا ہے۔

(۲) اور یہ بھی کہتا ہے کہ مکمل قرآن اور الم ترکیف کا ایک ہی ثواب حاصل ہوتا ہے۔

(۳) نماز میں قرآن معروف و مجہول پڑھتا ہے اگر اس کو کہا جائے تو جہالت سے پیش آتا ہے۔

(۴) دیگر نمازیوں کو کسی قسم کی دین کی ہدایت نہیں کرتا دیگر زبانی اردو اچھی طرح نہیں بول سکتا۔

(۵) جو لوگ اس کی امامت میں نہیں ہیں وہ چاہتے ہیں کہ ایسا امام ہو جو کہ حافظ قرآن بھی ہو اور قرآن صحیح پڑھتا ہو۔

جناب ان سب باتوں کا از روئے شریعت جواب تحریر فرمائیں۔

السائل: حافظ محمد شفیع مسجد کمہار والی بمقام کوٹ ادو ضلع مظفر گڑھ

---

۱) (نوٹ) شبینہ میں کئی مفاسد پائے جاتے ہیں، (۱) تداعی واہتمام (۲) امام کا قرأت تیز پڑھنا (۳) بعض لوگوں کا لیٹے بیٹھے رہنا۔ وغیرہ مفاسد پائے جاتے ہیں۔

كمـا فـى حاشية طحطاوى: ان اقتدى به ثلاثة لايكون تداعيا وان اقتدى به اربعه فالأصح الكراهة۔ (كتـاب الـصلوٰة، باب الإمامة، ص ۲۸٦، طبع قديمى) وكذا فى الدرالمختار: (كتاب الصلوٰة، باب الـوتر والنوافل، ص ٤٩، ج۲: طبع سعيد) وأيضاًفيه: ويجتنب المنكرات هذرمة القراء ة وترك تعوذ و تسمية وطمانينة وتسبيح واستراحة (كتاب الصلوفة، باب الوتر والنوافل، ص ٤٧، ج۲، طبع سعيد) وكـذا فـى مـراقـى الـفلاح: (كتاب الصلوٰة، فصل فى التراويح، ص ٤١٦، طبع قديمى) وفى حاشية طـحطاوى: ويكره للمقتدى ان يقعد فى التراويح فإذا اراد الإمام ان يركع يقوم (كتاب الصلوٰة، فصل فـى الـتـراويـح، ص ٤١٦، طبـع قـديـمـى) وكذا فى البحر: (كتاب الصلوٰة، باب الوتر والنوافل، ص ۱۲۲، ج۲: طبع رشيديه)

﴿ج﴾

(۱) قرآن کریم کا ختم کرنا تراویح میں سنت ہے اسے روکنا نہیں چاہیے[۱] لیکن اگر حافظ پڑھانے کا اہل نہ ہوتو اسے روکا جاسکتا ہے[۲]۔

(۲) یہ صحیح نہیں ہے کہ الم ترکیف اور پورے قرآن کے ختم کے ثواب میں فرق نہیں ہے پورا ختم سنت ہے[۳]۔

(۵،۴،۳) یہ کوئی ایسے اعذار نہیں ہیں جن کی وجہ سے کوئی شخص امامت سے معزول ہونے کا مستحق ہو جائے۔ دیکھنا یہ ہے کہ امام کی دیانت شرعی استقامت کیسی ہے اگر اس میں خاصی کمزوری ہے کہ جس کی وجہ سے اکثر لوگ ان سے بدظن ہوں تو اسے الگ کیا جاسکتا ہے ورنہ نہیں[۴]۔ واللہ تعالیٰ اعلم

نماز میں بسم اللہ سراً پڑھنے کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ قرآن مجید جو تراویح میں پڑھا جاتا ہے اس میں بسم اللہ آواز سے

---

۱) کما فی الدرالمختار: والختم مرة سنة و مرتين فضيلة وثلاث مراة افضل (ولا يترك (كتاب الصلوٰة، باب صلاة التراويح، ص ٤٦، ج٢: طبع سعيد۔ وكذا فی الهدايه: (كتاب الصلوٰة، باب صلاة التراويح، ص ١٥٨، ج١: طبع رحمانيه)

۲) كما فی الهنديه: والمتاخرون كانوا يفتون فی زماننا بثلاث آيات قصا راوآية طويلة حتى لايميل القوم ولايلزم تعطيل المسجد وهذا احسن۔ (كتاب الصلوٰة، الباب التاسع، ص ١١٨، ج١: طبع رشيديه) وكذا فی الخانيه (كتاب الصوم، فصل فی مقدار القرأة، الخ، ص ٢٣٩، ج١: طبع رشيديه)

۳) كما فی الدرالمختار: والقراء ة فی صلاة التراويح سنة) مؤكدة۔ (كتاب الصلوٰة، باب الوتر والنوافل، ص ٦٠١، ج٢، طبع رشيديه)
وكذا فی الهدايه: (كتاب الصلوٰة، فصل فی التراويح، ص ١٥٧، ج١: طبعر رحمانيه) وكذا فی البحر الرائق: (كتاب الصلوٰة، باب الوتر والنوافل ، ص ١٢٠، ج٢، طبع رشيديه)

٤) كما فی الدرالمختار مع شرحه: ولوأم قوما وهم له كارهون ان الكراهة لفساد فيه...... كره له ذالك تحريماً (كتاب الصلوٰة، باب الإمامة، ص ٥٥٩، ج١: طبع سعيد) وكذا فی حاشية طحطاوی: (كتاب الصلوٰة، باب الإمامة، ص ٣٠١، طبع دارالكتب، وكذا فی البحر الرائق: (كتاب الصلوٰة، باب الإمامة، ص ٦٠٩، ج١: طبع رشيديه كوئٹه)

پڑھنا درست ہے یا چپ چاپ- کیونکہ ہم ہر سورۃ کے ساتھ بسم اللہ آواز سے پڑھتے ہیں اس میں ایک آدمی نے اعتراض کیا کہ بسم اللہ آواز سے پڑھنا درست نہیں- اس مسئلہ پر آپ پورے حوالہ جات اندراج فرمادیں تا کہ ہم ان کو مطمئن کر سکیں-

﴿ج﴾

حنفیہ کے نزدیک نماز میں بسم اللہ کا جہر نہیں اخفاء سنت ہے- تراویح اور غیر تراویح کا اس میں کوئی فرق نہیں دونوں میں سر مسنون ہے [1] لیکن آہستہ پڑھتے ہوئے کسی ایک سورۃ کے شروع میں جہر یعنی اونچی آواز سے پڑھنا ضروری ہے تا کہ قرآن کی ایک آیت مقتدیوں کے سننے سے نہ رہ جائے [2]- البتہ خارج عن الصلوٰۃ جہر و اخفاء میں اتباع اپنے امام کا قراء میں سے کرے- شامی میں ہے- **والثالث انه لا يجهر بها فى الصلوة عندنا خلافا للشافعي و فى خارج الصلوة اختلاف الروايات والمشائخ فى التعوذ والتسمية قيل يخفى التعوذ دون التسمية والصحيح انه يتخير فيهما و لكن يتبع امامه من القراء و هم يجهرون بها الاحمزة فانه يخفيهما** [3]- باقی اگر کوئی شخص امام حفص کی اتباع میں ہر سورۃ پر جہر سے بسم اللہ پڑھے تو گنجائش ہے اس پر طعن نہ کرنا چاہیے- حضرت مولانا گنگوہی قدس سرہ فتاویٰ رشیدیہ [4] میں لکھتے ہیں- مذہب حنفیہ میں بسم اللہ کا آہستہ پڑھنا سنت ہے اور جہر سے پڑھنا اس کا ترک اولیٰ

---

۱) كما فى الشاميه: (سمى) غير المؤتم...... (سرًا فى) اوّل (كل ركعة) ولوجهرية، قال الشامى (قوله سرا فى كل ركعة) والثالث أنه لايجهر بها فى الصلوٰة، عندنا۔ (كتاب الصلوٰة، ص ٤٩٠، ج١: طبع سعيد) وكذا فى البحر الرائق: (كتاب الصلوٰة، باب صفة الصلوٰة، ص ٥٤٤، ج١: طبع رشيديه) وكذا فى الهنديه: (كتاب الصلوٰة، الفصل الثالث، ص ٧٤، ج١: طبع رشيديه)

۲) كما فى رسائل الكهنوى: لوقرأتمام القرآن فى التراويح ولم يقرأ البسملة فى ابتداء سورة من السور سوا مافى النملة لم يخرج عن عهدة السنية ولو قرأها سرا خرج عن العهدة لكن لم يخرج المقتدون عن العهدة۔ (احكام القنطرة فى احكام البسمله ص ١٧، ج١، طبع ادارة القرآن) وفى حاشية الطحطاوى وتسن التسمية ، اوّل كل ركعة قبل الفاتحه...... وهى آية واحدة من القرآن أنزلت للفصل بين السور وليست من الفاتحه ولامن كل سورة (كتاب الصلوٰة، فصل فى بيان ستها، ص ٣٦٠، طبع قديمى كتب خانه) وكذا فى الدرالمختار مع شرحه: (كتاب الصلوٰة، مطلب قراة البسملة بين الفاتحه والسورة، ص ٤٩١، ج١: طبع سعيد كراچى)۔

۳) الالشاميه: (كتاب الصلوٰة، باب صفة الصلوٰة، ص ٤٩٠، ج١: طبع سعيد) وكذا فى البحر (كتاب الصلوٰة، باب صفة الصلوٰة، ص ٥٤٥، ج١: طبع رشيديه، كوئٹه)

٤) تاليفات رشيد: كتاب الصلوٰة، قرأة و تجويد كا بيان، ص ٢٧٠ تا ٢٧١، طبع اداره اسلاميات)

ہے اور تراویح میں جو ختم ہوتا ہے اس میں مذہب حنفیہ کے موافق یہی حکم ہے۔مگر حفص قاری جن کی قرأۃ اب ہم لوگوں میں شائع ہے ان کے نزدیک بسم اللہ جزو ہر سورۃ کا ہے اور جہر کا پڑھنا ضروری ہے۔ پس اگر بوجہ اقتداء ان کے کوئی ہر سورۃ پر جہر سے بسم اللہ پڑھے تو مضائقہ نہیں۔ (الی ان قال) دونوں طرح درست ہے ایسے امور میں خلاف ونزاع مناسب نہیں کہ سب مذاہب صحیح ہیں۔انتہیٰ

مولانا گنگوہی قدس سرہ کے فتویٰ سے امور ذیل مستفاد ہوئے۔

۱- احناف کے نزدیک اصل سنت سر بسم اللہ ہے۔

۲- فرض وتراویح میں اس میں کوئی فرق نہیں دونوں میں سر مسنون ہے [۱]۔

۳- امام حفص کی اتباع میں اگر کوئی ہر سورۃ پر جہر سے بسم اللہ پڑھے تو گنجائش ہے [۲]۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

تراویح پر اجرت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین دریں مسائل کہ:

(۱) ایک شخص ہے جو سارا سال ڈاڑھی کترواتا ہے یا منڈواتا ہے اور رمضان المبارک میں ڈاڑھی رکھ لیتا ہے تو اس شخص کے پیچھے نماز تراویح پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔

(۲) اور ایک حافظ رمضان المبارک میں نمازیں اور قرآن شریف سناتا ہے تو اس کے لیے اجرت لینا جائز ہے یا نہیں۔آپ قرآن وحدیث سے ثابت کرتے ہوئے مدلل جواب عنایت فرمادیں۔

﴿ج﴾

(۱) ایسا شخص فاسق اور سخت گنہگار ہے اس کو امام بنانا جائز نہیں ہے کیونکہ اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے [۱]

---

۱) تقدم تخریجه: (تحت حاشية نمبر ۱، جواب مذکوره، صفحه هذا)

۲) تقدم تخریجه: تحت حاشية نمبر ۳، جواب مذکوره، صفحه هذا)

۳) كما فى الدرالمختار: ويكره إمامة عبد و فاسق...... ولعل المراد به من يرتكب الكبائر...... اما الفاسق فقد عللواكراهة تقديمه بأنه لايهتم لامر دينه وبأن فى تقديمه للإمامة تعظيم و قدوجب عليهم اهانته شرعاً۔ (كتاب الصلوٰة، باب الإمامة، ص ٥٥٩ تا ٥٦٠، طبع سعيد، كراچى)
وكذا فى تبيين الحقائق: (كتاب الصلوٰة، باب الإمامة، ص ١٣٤، ج١: امداديه ملتان) وكذا فى البحر: (كتاب الصلوٰة، باب الإمة، ص ٦١٠، ج١: طبع رشيديه)

اور وہ واجب الاعادہ ہے [۱] اور امام بنانے میں اس کی تعظیم ہے اس لیے اس کو امام بنانا جائز نہیں۔ **ففی الشامیة واما الفاسق فقد عللوا کراھة تقدیمه بانه لا یھتم لامر دینه وبان فی تقدیمه تعظیمه و قدوجب علیھم اھانته شرعا۔** [۲]

(۲) رمضان شریف میں قرآن پاک سنانے پر اجرت لینا جائز نہیں ہے [۳]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

تراویح سے قبل مروجہ سلام پڑھنے کی شرعی حیثیت

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک حافظ صاحب رمضان شریف میں تراویح پڑھنے کے وقت مصلی پر کھڑے ہو کر نیت کرنے سے پہلے سلام مروجہ پڑھ کر تراویح شروع کرتا ہے جو کہ ڈاڑھی کٹواتا ہے دو انگل ڈاڑھی ہے۔ ان کے پیچھے نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے۔

﴿ج﴾

یہ طریقہ بدعت ہے [۴] اسی طرح ڈاڑھی کٹوانا قبضہ سے پیشتر فسق ہے [۵] فاسق اور مبتدع کے پیچھے نماز

---

۱) کما فی حاشیة الطحطاوی: کل صلاة ادیت مع کراھة التحریم تعاد ای وجوباقی الوقت واما بعده فندبا۔ (کتاب الصلوٰة، ، باب قضاء الفوائت، ص ٤٤٠ ، طبع قدیمی کتب خانه)
وکذا فی البحر الرائق: (کتاب الصلوٰة، باب قضاء الفوائت، ص ١٧٢، ج٢، طبع رشیدیه)
وکذا فی الشامیه: (کتاب الصلوٰة، باب قضاء الفوائت، ص ٦٤، ج٢، طبع سعید کراچی)

۲) الدر المختار مع شرحه: (کتاب الصلوٰة، باب الإمامة، ص ٥٥٩ تا ٥٦٠ طبع سعید)

۳) کما فی نصب الرایه: اقروأ القرآن ولاتأکلوابه: (کتاب الإجارة باب الاجارة الفاسده ص ٣٢٦، ج٤، طبع حقانیه، پشاور) وفی الشامیة: ان القرآن بالأجرة لایستحق الثواب۔ (کتاب الإجارة مطلب فی الإستیجار علی الطاعات، ص ٥٦، ج٦، طبع سعید کراچی) وکذا فی الھدایه: (کتاب الإجارة، باب اجارة الفاسده ص ٣٠٥تا ٣٠٦)، طبع رحمانیه، لاھور)

٤) کما فی الدر المختار: (اومبتدع) ھی صاحب بدعة وھی اعتقاد خلاف المعروف عن الرسول صلی اللہ علیه وسلم (کتاب الصلوٰة، باب الإمامة، ص ٥٦٠، طبع سعید) وکذا فی البحر: (کتاب الصلوٰة، باب الإمامة، ص ٦١١، ج١: طبع رشیدیه) وفی المشکوٰة، قال علیه السلام من أحدث فی أمرنا ھذا مالیس منه فھورد۔ (کتاب الأیمان، باب الإعتصام، ص ٢٧، طبع قدیمی)

٥) کما فی مختصر الفقه علی مذاھب الأربعه قال یحرم حلق اللحیة ویسن قص الشارب (حکم ازالة الشعر ص ٤٧٩، ج١: طبع دارالقلم) وکذا فی الدر المختار مع شرحه: (کتاب الصوم باب مایفسد الصوم ص ٤١٨، ج٢، طبع سعید) وکذا فی البحر الرائق: (کتاب الصوم، باب مایفسد الصوم، ص ٤٩٠، ج٢، طبع رشیدیه)

مکروہ ہے۔ بہتر ہے کہ امام صاحب کو نرمی سے سمجھایا جائے اگر سمجھانا کارگر نہ ہو تو بدل دیا جائے اور اگر بدلنے پر قدرت نہ ہو تو کسی اور نیک امام کے پیچھے نماز پڑھے [1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

۱) کما فی الدرالمختار مع شرحہ: ویکرہ امامة عبدو أعرابی وفاسق واعمی۔ (کتاب الصلوٰۃ، باب الإمامة، ص ۵۵۹، ج۱: طبع سعید) وکذا فی البحرالرائق: (کتاب الصلوٰۃ، باب الامامة، ص ۶۱۰تا ۶۱۱، طبع رشیدیه) وکذا فی تبیین الحقائق: (کتاب الصلوٰۃ، باب الإمامة، ص ۱۳۴، ج۱: طبع دارالکتب) وفی الشامیه: فإن امکن الصلاة خلف غیرھم فھوا فضل والا فالاقتداء اولی من الانفراد (کتاب الصلوٰۃ، باب الامامة، ص ۵۵۹، ج۱، طبع سعید کراچی)

باب فی احکام السفر

کنارے پر لگی کشتی میں بیٹھ کر نماز پڑھنے کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء اس مسئلہ میں کہ دریا پر لگی ہوئی اور کنارے پر باندھی کشتی یا جہاز پر نماز پڑھنا جائز ہے یا نہ۔

﴿ج﴾

کنارے پر باندھی ہوئی کشتی میں بیٹھ کر نماز پڑھنا بالاتفاق ناجائز ہے۔ البتہ اگر سمندر کی لہروں میں باندھی ہوئی ہو اور اس میں حرکت زیادہ ہو تو عذر سے (یعنی قدرۃ علی القیام نہ رکھتا ہو) بیٹھ کر نماز پڑھنا جائز ہے اور کنارے پر ہوگی تو کشتی میں کھڑے ہو کر نماز پڑھنا جائز ہے اور دریا پر باندھی ہوئی میں کھڑے ہو کر اس وقت نماز جائز ہے کہ کشتی کا استقرار زمین پر ہو اور نکلنا کشتی سے ممکن ہو تو کھڑے ہو کر بھی کشتی میں نماز پڑھنا جائز نہیں۔ معلوم ہوا چلتی ہوئی کشتی میں امام صاحب اور صاحبین رحمہم اللہ کا جو اختلاف ہے وہ یہ ہے کہ امام صاحب رحمہ اللہ کے نزدیک باوجود قیام پر قادر ہونے کے بھی کشتی میں بیٹھ کر نماز پڑھنا جائز ہے مع الکراہت اور بیٹھ کر پڑھنے سے گنہگار ہوگا اور صاحبین رحمہما اللہ کے نزدیک قیام پر قادر ہو تو بیٹھ کر نماز پڑھنا جائز نہیں ہے۔ اس میں صاحبین کا مذہب قوی ہے درایۃً اور روایت کے بھی مطابق ہے اور مفتیٰ بہ یہی صاحبین کا قول ہے کیونکہ بلاشبہ وخلاف فرض ادا ہو جاتا ہے۔ بخلاف اس کے کہ قیام پر قدرت رکھے اور بیٹھ کر نماز پڑھے کہ اس میں شبہ ہے اس لیے کہ قیام فرض ہے اور فرض قیام کو باوجود قدرت کے چھوڑ اجا رہا ہے اور امام صاحب رحمہ اللہ بھی جواز مع الاساءۃ کے قائل ہیں (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

بندہ احمد عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح عبداللہ عفا اللہ عنہ

---

۱) کما فی الهندية: اما الصلوٰة فی السفينة فالمستحب أن يخرج من السفينة للفريضة اذا قدر على القيام...... واذا صلى قاعدا فی السفينة وهی تجری مع القدرة على القيام تجوز مع الكراهة عند أبی حنيفة رحمه الله تعالىٰ وعندهما لاتجوز ولو كانت السفينة مشددودة لاتجری لاتجوز اجماعاً كذا فی التهذيب ولوصلى فيها فإن كانت مشدودة على الجد مستقرة على الارض فصلى قائما اجزاه وان لم تكن مستقرة يمكنه الخروج عنها لم تجز الصلوٰة، فيها كذا فی محيط السرخسی وإن كانت موثقة فی لجة البحر وهی تضطرب فالأصح انه ان كانت الريح تحركها تحريكا شديد افهی كالسائرة وإن حركتها قليلا فهی كالوا قفة...... أجمعوا أنه لوكان بحال يدور رأسه لوقام تجوز الصلوٰة فيها قاعداً كذا فی الخلاصة۔ (كتاب الصلوٰة، الباب الخامس، ج۱، ص ۱۴۳ تا ۱۴۴، طبع رشيديه) وكذا فی المحط البرهانی (كتاب الصلوٰة، الفصل الرابع والعشرون، ص ۱٦٦ تا ۱٦۸، طبع غفاريه كوئٹه) وكذا فی الموسوعة الفقيهه/ المصطلح ، السفينة، ص ۷۷ تا ۷۷، ج۲۵، طبع ۲، حقانيه ، پشاور پاكستان)

چلتی گاڑی میں نماز کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ چلتی گاڑی میں نماز پڑھنا کیسا ہے آیا بیٹھ کر نماز پڑھنا جائز ہے یا کھڑے ہوکر پڑھنا ضروری ہے اور اگر گاڑی میں پانی نہ مل سکے اور اسٹیشن پر پہنچنے سے نماز قضا ہونے کا خوف ہو تو آیا تیمّم کرنا جائز ہے یا نہیں۔ بینوا تو جروا

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ گاڑی میں کھڑے ہوکر ہی نماز پڑھنا ضروری ہے (۱) ہاں اگر کوئی شخص کھڑے ہوکر گاڑی میں نماز نہ پڑھ سکے اور اسٹیشن پر اتر کر نماز پڑھنے کی کوئی صورت نہ بن سکے تو ایسی صورت میں بوجہ عذر کے بیٹھ کر نماز پڑھنا درست ہوگا (۲)۔ اگر ایک میل پانی دور ہو تو تیمّم کر کے نماز پڑھنا جائز ہے (۳) اور اگر میل سے کم فاصلے پر پانی ہو اور نماز کے فوت ہونے کا اندیشہ ہو تو تیمّم کر کے نماز پڑھ لے اور پھر اس کا اعادہ کرلے (۴)۔

---

۱) کما فی الدرالمختار: (قوله والمربوطة فی الشط کالشط) فلاتجوز الصلوٰة فیها قاعدا اتفاقا و ظاهر ما فی الهدایة وغیرها الجواز قائما مطلقا ای استقر علی الأرض اولاً۔ (کتاب الصلوٰة، باب صلاة المریض ص ۱۰۱، ج۲، طبع سعید) وکذا فی البحر: (کتاب الصلوٰة، باب صلاة المریض، ص ۲۰۶ تا ۲۰۷، ج۲: طبع رشیدیه)

۲) کما فی الدرالمختار: (ومن تعذر علیه القیام) ای کله (صلی قاعداً کیف شاء) (کتاب الصلوٰة باب صلاة المریض، ص ۶۸۱ تا ۶۸۲، طبع رشیدیه) وکذا فی مجمع الأنهر: (کتاب الصلوة، باب صلاة المریض، ص ۲۲۷، ج۱ طبع غفاریه) وکذا فی الهندیه (کتاب الصلوٰة، الباب الرابع، ص ۱۳۶، ج۱: طبع رشیدیه)

۳) کما فی الهندیة: یجوز التیمم لمن کان بعیدا من الماء میلاً هوالمختار فی المقدار۔ (کتاب الطهارة، الباب الرابع، الفصل الأوّل، ص ۲۷، ج۱: طبع رشیدیه) وکذا فی مجمع الأنهر (کتاب الطهارة، باب التیمم، ص ۵۸ تا ۵۹، طبع غفاریه) وکذا فی الخانیه (کتاب الطهارة، التیمم، ص ۵۴، ج۱: طبع رشیدیه کوئٹه)

۴) کما فی الدرالمختار مع شرحه: ان کان المانع من قبل العباد...... جازله التیمم ویعید الصلوٰة اذا زال المانع۔ (کتاب الطهارة، باب التیمم، ج۱، ص ۴۴۴، طبع رشیدیه کوئٹه) وکذا فی مجمع الأنهر: (کتاب الطهارت، باب التیمم، ص ۵۹، ج۱: طبع غفاریه کوئٹه)، وکذا فی الهندیه: (کتاب الطهارت، الباب الرابع، ص ۲۸، ج۱: طبع رشیدیه کوئٹه)

ڈرائیور کتنے میل کا سفر کرے تو مسافر ہوگا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ مثلاً ایک شخص پچاس میل سے کچھ زائد سفر ہر روز کرتا ہے اور کبھی اپنے گھر واپس پہنچ جاتا ہے اور کبھی سفر میں کسی جگہ رات گزارتا ہے جیسے کہ ڈرائیور ہے کہ ملتان سے میاں چنوں تک جاتا آتا ہے تو وہ کبھی رات اپنے گھر میاں چنوں میں گزارتا ہے اور کبھی ملتان میں رات گزارتا ہے۔ تو ایسے شخص کے لیے شرعی حکم کیا ہے کہ وہ نماز قصر ادا کرے یا تمام ادا کرے تو وہ شخص سفر کی حالت میں قصر نماز اگر ادا کرے تو آیا اپنے گھر کے قریب میں بھی قصر ادا کرے یا کوئی اور حکم ہے۔ یا مقیم والی نماز ادا کرے۔ بالتفصیل اس مسئلہ کو بیان فرمادیں۔ بینوا توجروا۔

﴿ج﴾

تین منزل کا سفر ہو تو قصر لازم ہے یعنی سفر میں اخیر تک جہاں جانے کا ارادہ ہو وہ اگر تین منزل (۴۸ میل) دور ہے تو قصر کرنا چاہیے جب تک اپنے شہر میاں چنوں میں داخل نہ ہوا ہو قصر کرے گا۔ **اقل مسافة تتغير فيها الاحكام مسيرة ثلاثة ايام– الخ– والقصر واجب** [1] **من خرج من عمارة موضع اقامته الخ– قاصدا الخ مسيرة ثلاثة ايام و لياليها الخ صلى الفرض الرباعى ركعتين وجوبا– الخ– فيقصر ان نوى الاقامة فى اقل منه اى من نصف شهر** [2]

---

۱) الهنديه: (كتاب الصلوٰة، الباب الخامس عشر، ص ۱۳۹، ج۱: طبع رشيديه) وكذا فى تبيين الحقائق: (كتاب الصلوٰة، باب صلاة المسافر، ص ۵۰۷، ج۱: طبع دارالكتب) وكذا فى تنوير مع شرحه: (كتاب الصلوٰة، باب صلاة المسافر، ص ۱۲۱، ج۲: طبع سعيد كراچى)

۲) الدرالمختار مع شرحه: (كتاب الصلوٰة، باب صلاة المسافر، ص ۱۲۱ تا ۱۲۳، ج۲: طبع سعيد) وكذا فى الهنديه: (كتاب الصلوٰة، الباب الخامس عشر، ص ۱۳۹، ج۱: طبع رشيديه) وكذا فى تبيين الحقائق: (كتاب الصلوٰة، باب صلاة المسافر، ص ۵۰۷، ج۱: طبع دارالكتب العلميه، بيروت)

جنگ بندی کے بعد سفر میں فوج کے لیے نماز کا حکم

﴿س﴾

(۱) معروض الخدمت اینکہ جنگ بندی کے بعد اب جبکہ ہم کہیں سفر کی حالت میں رہ رہے ہیں فاصلے کے لحاظ سے بھی نماز سفری ہے۔ رہنے کے لیے ہمیں کوئی علم نہیں کہ کب تک رہنا ہے۔ پندرہ دن سے زیادہ عرصہ گذر چکا ہے۔ اگر ہمیں چھوٹی فارمیشن سے اجازت مل جائے کہ پندرہ دن سے زیادہ رہنا ہے تو کیا ہم نماز پوری پڑھیں یا جب تک کسی بڑی فارمیشن سے معلوم نہ ہو جائے تو آپ حضرات کیا فرماتے ہیں۔

(۲) اگر نماز سفری ہو تو نماز عید کے متعلق آپ کیا فرماتے ہیں پڑھنا ضروری ہے یا قابل معافی ہو سکتی ہے۔

(۳) کیا کوئی مولوی صاحب یکے بعد دیگرے دو یا تین عید کی نمازیں پڑھا سکتا ہے۔

﴿ج﴾

(۱) آپ کا یونٹ جس افسر کے ماتحت ہے اس سے معلوم کیا جائے اگر یہ معلوم ہو جائے کہ پندرہ دن سے زیادہ ایک ہی جگہ رہنا ہے تو پوری نماز پڑھ لیا کریں اور اگر پندرہ دن سے کم رہنا معلوم ہو جائے تو قصر کریں۔ یعنی نماز سفر پڑھا کریں لیکن اگر متعلقہ افسر نہ بتلائے تو پھر آپ جس حالت میں ہوں اس کا اعتبار ہوگا یعنی اگر سفر میں ہوں تو قصر کریں اور اگر اقامت ہو تو پوری پڑھا کریں۔ اسی طرح اگر قرائن سے یہ معین ہو جائے کہ ہمیں پندرہ دن ایک ہی جگہ رہنا ہے پھر پوری نماز پڑھا کریں۔

والمعتبر نية المتبوع لانه الاصل (لاالتابع كامرأة) الخ– وعبد الخ (و جندى) اذا كان يرتزق من الامير اوبيت المال (و اجير) و اسير و غريم– [1]

---

۱) الدرالمختار مع شرحه: (كتاب الصلوٰة، باب صلاة المسافر، ص ۱۳۲ تا ۱۳٤، ج۲: طبع سعيد كراچی) وفی الهنديه: وكل من كان تبعا لغيره يلزم طاعته يصير مقيما باقامته ومسافر بنيته وخروجه الى السفر كذا فی محيط السرخسی فيصير الجندى مقيما فی الفيا فی بنية اقامة الأمير فی المصر۔ (كتاب الصلوٰة، الباب الخامس عشر، ص ۱٤۱، ج۱: طبع رشيديه) وكذا فی مجمع الأنهر (كتاب الصلوٰة، باب صلاة المسافر، ص ۲٤٤، طبع غفاريه كوئٹه)

(۲) سفر میں نماز عید مسافر پر نہیں ہے اگر کسی شہر میں مسافر نے عید یا جمعہ کی نماز ادا کی تو صحیح ہے۔لیکن جمعہ یا عید کی نماز اس پر واجب نہیں (۱)۔

(۳) ایک شخص ایک دن میں عید کی کئی جماعتوں کی امامت نہیں کرسکتا (۲)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

دشمن کے ہاتھوں قید ہوجانے والے مسلمان مسافروں کے لیے قصر یا اتمام کا حکم

﴿س﴾

بخدمت جناب وزیر اعلیٰ صوبہ سرحد مغربی پاکستان مولانا مفتی محمود صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔مؤدبانہ التماس ہے کہ ہم قیدی نماز کے مسئلہ پر عملی دشواری کا سامنا کررہے ہیں اگرچہ ہمیں ادائیگی نماز کی سہولتیں میسر ہیں تاہم اس بارے میں تمام قیدیوں کو دلی سکون کا فقدان ہے۔کیونکہ نماز قصر کا مسئلہ درپیش ہے۔کم علمی کے باعث ہم دوگروہ بن گئے ہیں یعنی کچھ نماز قصر ادا کرتے ہیں تو کچھ مکمل نماز۔اس سلسلے میں اولاً ہمیں فتویٰ فاضل معہ مسئلہ وحوالہ مرحمت فرمایا جائے تاکیداً عرض ہے کہ فتویٰ مذکور آپ کے اپنے دستخط اور مہر کا حامل بھی ہو۔اگر اس کی ترسیل ممکن ہو تو گورنمنٹ آف انڈیا کی وساطت سے تمام قیدی کیمپ اس سے مستفید ہوسکتے ہیں اور یہ تمام مسلمان قیدیوں پر آپ کا احسان عظیم ہوگا۔

ثانیاً: فتویٰ کی نظریاتی تفہیم کے لیے ہمارے مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات بالتفصیل مرحمت فرمایئے۔کیونکہ یہی سوالات فتویٰ ہونے کے باوجود ہمارے اتحاد میں رکاوٹ ہیں۔مثلاً اس سے قبل

---

۱) کما فی مجمع الأنهر: (وشرائطها کشرائط الجمعة، وجوباو اداء (کتاب الصلوٰة، باب صلاة العید، ص ۲۵٤، ج۱) وفی الشامیه: وشرط لافتراضها اقامة بمصر قال الشامی (قوله اقامة) خرج به المسافر/ کتاب الصلوٰة، باب صلاة المسافر، ص ۱۵۳، طبع سعید) وکذا فی البحرالرائق: (کتاب الصلوٰة، باب صلاة الجمعه، ص ۲٤۵، ج۲: طبع رشیدیه) وکذا فی الهندیه: (کتاب الصلوٰة، الباب السادس عشر ص ۱٤۵ ج۱: طبع رشیدیه) کما فی الدرالمختار مع شرحه: ویصلح للامامة فیها (الجمعة) من صلح لغیرها فجازت لمسافر۔ (کتاب الصلوٰة، باب الجمعه، ص ۳۳، ج۳، طبع رشیدیه کوئٹه)

۲) کما فی الدرالمختار مع شرحه لا (مفترض بمتنفل) لأن اتحاد الصلاتین شرط عندنا (کتاب الصلوٰة، باب الإمامة، ج۲، ص ۳۹۱تا ۳۹۲، طبع رشیدیه) کما فی الفتاوی التاتارخانیه، وان کان حال الإمام دون حال المقتدی صحت صلاة الإمام ولا یصح صلاة المقتدی۔ (کتاب الصلوٰة، باب الإمامة، ص ٤٤۰، ج۱ ، طبع ادارة القرآن) وکذا فی مجمع الأنهر (کتاب الصلوٰة، الفصل ص ۱٦۷ تا ۱٦۸، ج۱: طبع غفاریه کوئٹه)

مولانا ابوالاعلیٰ مودودی صاحب کا نماز قصر کے حق میں فتویٰ موصول ہو چکا ہے- جو اپنی جامعیت کے باوجود ہمیں متحد نہ کر سکا- اس لیے کہ وہ مفصل نہیں تھا- عام ذہن اس سے اپنے سوالات کا جواب اخذ کرتے ہوئے اتحاد سے دور رہے- تو سوالات حسب ذیل ہیں-

۱- کیا ہم قیدی نماز کے سلسلہ میں حکومت ہند کے حکم پر مقیم متصور ہوں گے یا مسافر۔

۲- قید کی حدود کے اندر ہمیں خوراک و رہائش کی تنگی نہیں- مقررہ اوقات پر نماز پڑھنے کی اجازت ہے اور بدنی صفائی' کپڑوں کی صفائی اور وضوء کے لیے پانی بمعہ لوازمات خاطر خواہ دستیاب ہے اس کے باوجود قید اور آزادی کا فرق فی نفسہ موجود ہے- تو یہ حالت شرعاً ہمیں کون سی نماز کا حکم دیتی ہے۔

۳- جیسا کہ ظاہر ہے ہم بلا ارادہ ہندوستان آئے اور ہمارا قیام مجبوراً ہے مزید براں ہندوستان میں رہتے ہوئے ہمارا قیام غیر یقینی سا ہے- یعنی ایک جگہ سے دوسری جگہ نقل و حرکت کسی وقت بھی متوقع ہے- (ہماری نیت کے بغیر) اور سب سے بڑھ کر ہماری وطن واپسی کی تاریخ بھی متعین نہیں- تو ان تمام کیفیات کے باعث ہم اپنی نیت تشکیل کرنے سے قاصر ہیں نیت کی عدم موجودگی میں ہم نماز قصر ادا کریں گے یا مکمل۔

۴- دارالاقامت (جو مانع قصر ہے) کی شرائط کیا ہیں۔

﴿ج﴾

واضح رہے کہ جو مسلمان قیدی کفار کی قید میں محبوس ہیں ان کے بارے میں ایک تمہیدی قاعدہ ذکر کر دینا ضروری ہے- وہ یہ ہے کہ سفر کرنے والے لوگ شرعاً دو قسم کے ہوتے ہیں متبوع اور تابع -متبوع اسے کہتے ہیں جو سفر کرنے اور ٹھہرنے میں خود مختار ہو دوسرے کا محتاج نہ ہو جیسا کہ ایک عاقل و بالغ و آزاد مرد- شریعت مقدسہ اس کی نیت کا اعتبار کرتی ہے اور اس کی نیت ہی پر قصر (نماز دوگانہ) پڑھنے اور اتمام (نمازیں پوری ادا کرنے) کا حکم لگاتی ہے- دوسرا شخص تابع ہوتا ہے یعنی اقامت و سفر وغیرہ امور میں دوسرے کا تابع ہوتا ہے- اس کا حکم یہ ہے کہ وہ اپنے متبوع کی نیت کا لازمی طور پر پابند ہوتا ہے- چاہے اس کا متبوع کافر ہی کیوں نہ ہو- اسے نماز کے پورا پڑھنے اور قصر کرنے میں متبوع کی طرف مراجعت کرنے اور اس کے مسافر و مقیم ہونے کے تحت قصر و اتمام ضروری ہے اس کی مثال عورت ہے جو خاوند کے تابع ہوتی ہے اور غلام ہے جو مولیٰ کے تابع ہوتا ہے اور ماتحت فوجی جو اپنے افسر اعلیٰ کے تحت ہوتا ہے اور مسلم قیدی جو دشمن کی قید میں پھنس جاتا ہے یہ سب لوگ تابع ہیں-

درمختار میں ہے والمعتبر نیة المتبوع لانه الاصل لا التابع کامرأة الی قوله اسیر [1]۔یعنی ایسی صورتوں میں اعتبار نیت متبوع کا ہے۔کیونکہ وہ اصل ہے اور تابع کا اعتبار نہیں- آگے تابع کی مثالوں میں عورت وغیرہ کا ذکر کیا ہے یہاں تک کہ قیدیوں کو بھی تابع میں شمار فرمایا ہے- فتاویٰ قاضی خان میں ہے- وحکم الاسیر فی دار الحرب کحکم العبد لا تعتبر نیته [2]۔یعنی جو شخص دار الحرب میں قید ہو چکا ہو وہ غلام کے حکم میں ہے اس کی نیت کا اعتبار نہیں ہے-

اس تمہید کے بعد اب پاکستانی جنگی قیدیوں کے احکام تحریر کیے جاتے ہیں-

(۱) ان قیدیوں کو اپنے افسران جیل کی متابعت کرنی ہوگی چونکہ وہ بظاہر مقیم ہوتے ہیں- اس لیے جنگی قیدی بھی بالتبع مقیم ہوں گے اور ان کو نماز پوری پڑھنا لازم ہوگی [3]-

(۲) اگر ان قیدیوں کو ایک کیمپ سے دوسرے کیمپ میں منتقل کیا جائے تو اگر دوسرا کیمپ ۴۸ میل یا اس سے زائد فاصلہ پر ہو تو قصر کرنا ہوگا- ذکر فی المنتقی ان المسلم اذا اسره العدو ان کان مقصده ثلثة ایام قصر -شامی حوالہ سابقہ- ترجمہ منتقی میں لکھا ہے- ایک مسلمان جب کہ کافر اس کو قید کر لے جائیں اگر قید کرنے والے کا مقصد سفر تین دن کی مسافت پر واقع ہے تو قصر کرے [4]-

(۳) اسی صورت ثانیہ میں جب کہ ان کو منتقل کیا جا رہا ہو اگر ان کو معلوم نہ ہو کہ ہمیں کہاں لے جایا جا رہا ہے تو ان افسروں سے پوچھ لینا ضروری ہے- و ان لم یعلم سأله- حوالہ سابقہ

(۴) اگر پوچھنے پر دشمن خاموشی اختیار کرے اور یہ بات نہ بتائے کہ تمھیں کہاں لے جایا جا رہا ہے تو اس خاص صورت میں اپنے اصل حال پر جس پر بحالت موجودہ قائم ہے قصر و اتمام کرے- و کذا ینبغی ان یکون

---

۱) کما فی الدر المختار مع شرحه: (والمعتبر نية المتبوع) لأنه الأصل (لاالتابع كا مرأة وفاها مهرها المعجل (وعبد)...... (واجير وأسير) كتاب الصلوٰة، باب صلاة المسافر، ص ۱۳۳، تا ۱۳٤، ج۲، طبع سعيد) وكذا فى الهنديه: (كتاب الصلوٰة، الباب الخامس عشر، ص ۱٤۱، طبع رشيديه كوئٹه) وكذا فى مجمع الأنهر: (كتاب الصلوٰة، باب صلاة المسافر، ص ۲٤٤، ج۱: طبع غفاريه كوئٹه)

۲) الخانيه: (كتاب الصلوٰة، باب صلاة المسافر، ص ۱٦٦، ج۱: طبع رشيديه كوئٹه)

۳) تقدم تخريجه (تحت حاشيه نمبر ۱-۲) جواب مذكوره، صفحه نمبر ۵۰۰)

٤) كما فى الشاميه: (قوله و اسير) ذكر فى المنتقى ان المسلم اذا أسره العدوان كان مقصده ثلاثة أيام قصر- (كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر، ص ۱۳٤، ج۲: طبع سعيد) وكذا فى حاشية الطحطاوى: (كتاب الصلوٰة، باب صلاة المسافر، ص ٤۲٤، طبع قديمى كتب خانه) وكذا فى البحر (كتاب الصلوٰة، باب المسافر، ص ۲٤٤، ج۲: طبع رشيديه)

حکم کل تابع یسئل متبوعه فان اخبره عمل بخبره والاعمل بالاصل الذی کان علیه من اقامة و سفر حتی یتحقق خلافه اھ [۲]

(۵) جہاں قیدیوں کو افسران جیل سے سوال کرنا متعذر رہو اور ان کی رسائی وہاں تک نہ ہو سکتی ہو تو ایسی صورت میں بھی اپنے اصل حال پر جس پر وہ قائم ہیں قصر واتمام کریں۔ و تعذر السوال بمنزلة السوال مع عدم الاخبار [۲]۔ اس وقت جنگی قیدی جہاں ہیں وہ اپنے متبوعین کے اتباع کی بنا پر مقیم ہوں گے اور ان کو نماز پوری ادا کرنا ہوگی [۳]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بارڈر پر ٹھہرے ہوئے فوجیوں کے لیے قصر واتمام اور جمعہ وعیدین کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ بندہ پاک آرمی میں پیش امام ہے۔ آپ کو معلوم ہے کہ فوج آج یہاں کل دوسری جگہ ہوتی ہے اور فی الحال ہم باڈروں پر ٹھہرے ہوئے ہیں۔ ہم جس جگہ خیمہ لگاتے ہیں کوئی پتہ نہیں ہوتا کہ کتنے دنوں تک ہم یہاں رہیں گے تو اسی دوران میں جمعہ بھی آتا ہے اور شاید عید الاضحیٰ بھی آجائے گی۔ اور ہماری نفری تقریباً یہاں دو یا تین سو سپاہی ہے تو آپ برائے مہربانی ہمیں ایسا تسلی بخش فتویٰ تحریر فرمادیں کہ ہمارے افسر اور سپاہی سب کو معلوم ہو جائے۔

(۱) نماز پنجگانہ ایسے حالات میں کیسے پڑھیں گے (۲) نماز جمعہ ایسی حالت میں ادا ہوتی ہے یا نہیں (۳) اور نماز عید بھی ادا ہوتی ہے یا نہیں۔ بندہ حقیر کو ان حالات کا سامنا ہے۔ بندہ کی پوری تسلی کریں۔ ایسے حالات میں ہمارے بعض فوجی علماء نماز جمعہ یا عید پڑھاتے ہیں یہ ٹھیک ہے یا غلط ہے۔

---

۱) الدرالمختار مع شرحه: (کتاب الصلوة، باب صلاة المسافر، ص ۱۳٤، ج۲: طبع سعید) وکذا فی البحرالرائق: (کتاب الصلوة، باب المسافر، ص ۲٤٤، ج۲، طبع رشیدیه) وکذا فی حاشیة الطحطاوی: (کتاب الصلوة، باب صلاة المسافر، ص ٤۲٤، طبع قدیمی)

۲) کما فی الشامیه: وکذا ینبغی أن یکون حکم کل تابع یسأل متبوعه فإن أخبره عمل بخبره والاعمل بالأصل الذی کان علیه من اقامة سفر حتی یتحقق خلافه۔ (کتاب الصلوة، باب صلاة المسافر، ص ۱۳٤، ج۲: طبع سعید) وکذا فی البحرالرائق: (کتاب الصلوة، باب المسافر، ص ۲٤٤، طبع رشیدیه) وکذا فی حاشیة الطحطاوی: (کتاب الصلوة، باب صلاة المسافر، ص ٤۲٤، طبع قدیمی کتب خانه)

۳) تقدم تخریه: تحت حاشیة نمبر ۱، ۲، جواب مذکوره بالا صفحه

﴿ج﴾

موافق روایات کتب فقہ کے ایسے مواقع پر نماز جمعہ وعیدین صحیح نہیں ہے نماز جمعہ وعیدین کی صحت اور وجوب کے لیے مصر یعنی شہر یا قصبہ یا قریہ کبیرہ یعنی بڑا گاؤں شرط ہے۔ پس ایسے موقع پر نماز ظہر باجماعت بجائے جمعہ کے پڑھا کریں۔ **ولا جمعة بعرفات فی قولهم جمیعا لانها فضاء** ۔[1] اگر کسی بستی میں مسلسل پندرہ دن قیام کا ارادہ نہ ہو تو نماز قصر پڑھا کریں۔ ایسی حالت میں جبکہ قیام کا کوئی پتہ نہیں ہوتا کہ کتنے دن ہوگا آپ قصر کریں[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

اقامۃ کے لیے یعنی پندرہ دن کی اقامت والی نیت بھی تب درست ہوگی جبکہ اقامت کے لیے مکانات قریہ بستی قصبہ موجود ہو ورنہ باڈر میں پندرہ دن کی اقامت والی نیت بھی معتبر نہیں قصر کرنا لازم ہوگا[3]۔

دوران جنگ افواج کے لیے قصر یا اتمام کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ دوران جنگ میں قصر کرنی چاہیے یا پوری نماز پڑھنی چاہیے۔

---

۱) الهدایه: (کتاب الصلوٰة، باب الجمعة، ص ۱۷۷، ج۱: طبع رحمانیه لاهور) وکذا فی البحر: شرط صحتها ای تؤدی فی مصر حتی لاتصح فی قریة ولا مفازة۔ (کتاب الصلوٰة، باب الجمعه، ص ۲٤٥، ج۲: طبع رشیدیه) وفی الهندیه: ومن لاتجب علیهم الجمة من أهل القریٰ والبوادی لهم ان یصلوا الظهر بجماعة یوم الجمعة،(کتاب الصلوٰة،، الباب السادس عشر، ص ۱٤٥، طبع رشیدیه) وکذا فی حاشیة الطحطاوی: (کتاب الصلوٰة، باب الجمعة، ص ٥۰٤، طبع قدیمی کتب خانه)

۲) کما فی الهندیه: ولا یزال علی حکم السفر حتی ینوی الإقامة فی بلدة اوقریة خمسة عشر یوماً اواکثر کذا فی الهدایه: (کتاب الصلوٰة الباب الخامس عشر، ص ۱۳۹، طبع رشیدیه) وکذا فی الدرالمختار: (کتاب الصلوٰة، باب صلاة المسافر، ص ۱۲٥ ج۱: طبع سعید) وکذا فی الهدایه: (کتاب الصلوٰة: باب صلاة المسافر، ص ۱۷٤، طبع رحمانیه لاهور)۔

۳) کما فی الدرالمختار مع شرحه: (حتی یدخل موضع مقامه ...... اقامة نصف شهر...... صالح لها) من مصرا وقریة أوصحراء دارنا "قال ابن عابدین" (قوله اوصحراء دارنا) احتراز عن صحراء أهل الحرب فحکم حینئذ لحکم العسکر الداخل فی أرضهم۔ (کتاب الصلوٰة، باب صلاة المسافر، ص ۱۲٤ تا ۱۲٥، ج۲: طبع سعید) وکذا فی البحر (کتاب الصلوٰة، باب المسافر، ص ۲۳۲، ج۲: طبع رشیدیه) وکذا فی الهندیه: (کتاب الصلوٰة، الباب الخامس عشر، ص ۱۳۹، ج۱: طبع رشیدیه)

﴿ج﴾

اگر وطن اقامت یعنی رہائش ہیڈ کوارٹر سے ۴۸ میل دور کسی جگہ جانے کے ارادہ سے سفر شروع کر لیا اور کسی ایک جگہ پندرہ دن ٹھہرنے کا آپ کو پہلے سے کوئی علم نہیں اور نہ پندرہ دن ایک جگہ ٹھہرنے کا کوئی یقین ہو تو ایسی حالت میں نماز قصر ہی ادا کرنی چاہیے اور اگر کسی ایک جگہ پندرہ دن قیام کی اطلاع ہو جائے یا متعلقہ افسر سے اس کا پتہ چل جائے کہ یہاں پندرہ دن یا اس سے زیادہ رہنا ہوگا تو پھر قصر نہ کریں بلکہ پوری نماز پڑھا کریں (۱)۔
فقط واللہ تعالیٰ اعلم

روزانہ گھر سے پچاس میل دور آنے جانے والے کے لیے نماز کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک آدمی کا گھر ملتان سے پچاس میل بعید ہے اور وہ روزانہ ایک دو دفعہ ملتان میں آتا ہے اور پھر واپس لوٹ جاتا ہے۔ تو وہ وہاں دار اصلی سے جو چلتا ہے اور ملتان آتا ہے اور پھر واپس لوٹ جاتا ہے اس کے متعلق یہ واضح کریں کہ راستہ میں جب نماز کا وقت آ جائے تو وہ قصر کرے یا پوری نماز پڑھے۔ یعنی یہ بتلائیں کہ جب گھر سے چلا اور جب تک واپس گھر نہ جائے تو وہ مسافر ہے یا کہ مقیم۔ اس کا جواب باحوالہ اور تسلی بخش دیں۔

﴿ج﴾

وہ شخص مسافر ہے جبکہ ان کا سفر تین منزل (۴۸ میل) یا اس سے زیادہ ہے احکام سفر اس پر جاری ہوں گے اور نماز کو قصر کرے گا۔ **ولا یزال علی حکم السفر حتی ینوی الاقامة فی بلدة او قریة خمسة عشر یوما او اکثر و ان نوی اقل من ذلک قصر – الخ – و لو دخل مصرا علی عزم ان یخرج غدا او بعد غدو لم ینو مدة الاقامة حتی بقی علی ذلک سنین**

---

۱) کما فی الهداية: (السفر الذی یتغیر به الأحکام ان یقصد مسیرة ثلاثة ایام ولیالها...... اذا فارق المصر بیوت المصر صلی رکعتین...... ولایزال علی حکم السفر حتی ینوی الإقامة فی بلدة اوقرية خمسة عشر یوماً او اکثر وان نوی اقل من ذالك قصر۔ (کتاب الصلوٰة، باب صلاة المسافر ص ۱۷۳ تا ۱۷٤، ج۱: طبع رحمانیه)۔ وکذا فی البحر الرائق: (کتاب الصلوٰة، باب المسافر، ص ۲۲۵ تا ۲۳۱، ج۲: طبع رشیدیه) وکذا فی تنویر الأبصار مع شرحه: (کتاب الصلوٰة، باب صلاة المسافر، ص ۱۲۱ تا ۱۲۵، ج۲: طبع سعید)

قصر۔ (۱) واللہ تعالیٰ اعلم۔

دوسرے شہر میں ملازمت والے شخص کی قصر کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ میری مستقل سکونت، رہائش ملتان میں اور اہل وعیال سب کوٹ ادو میں ہیں۔ جو ملتان سے ۶۰-۶۲ میل دور ہے۔ مگر میری مستقل ملازمت ملتان ہے، یہاں کرایہ کے مکان میں رہتا ہوں۔ ہمیں ہر ہفتہ چھٹی ہوتی ہے میں اس چھٹی میں ہر پندرھویں دن اور دیگر رخصتوں میں عموماً گھر کوٹ ادو چلا جاتا ہوں۔ بعض دفعہ محکمہ کی طرف سے ہم پر پابندی عائد ہو جاتی ہے کہ کوئی ملتان سے باہر نہیں جا سکتا۔ اس صورت میں مہینہ مہینہ بھی ہمیں مستقل طور پر ملتان ہی میں رہنا ہوتا ہے۔ اب براہ کرم مطلع فرمائیں۔

(۱) میں جو عشرہ میں گھر چلا جاتا ہوں تو پھر ملتان واپس آ کر نماز قصر پڑھوں یا پوری پڑھوں۔

(۲) اور جب ہم پر پابندی عائد ہوتی ہے کہ ملتان سے باہر نہیں جا سکتے اس زمانہ پابندی میں کونسی نماز پڑھوں۔

(۳) میرے بیٹے نے اپنی مستقل سکونت کوٹ ادو میں رکھی ہوئی ہے۔ مگر ملازمت کے سلسلہ میں اپنے بال بچے ملتان لے آیا ہے وہ بھی ہفتہ عشرہ میں کوٹ ادو چلا جاتا ہے وہ ملتان میں کیسی نماز پڑھے۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

(۱) آپ کو قصر کرنا لازم ہے (۲)۔ (۲) اس صورت میں پوری نماز پڑھیں گے (۳)۔

(۳) آپ کا بیٹا بھی ملتان میں قصر کرے گا (۴)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

۱) الهداية: (كتاب الصلوٰة، باب صلاة المسافر، ص ۱۷۷، ج۱: طبع رحمانيه لاهور) وكذا في الهندية: (كتاب الصلوٰة، الباب الخامس عشر، ص ۱۳۹، ج۱: طبع رشيديه كوئثه) وكذا في الدرالمختار مع شرحه: (كتاب الصلوٰة، باب صلاة المسافر، ص ۱۲۵، ج۲: طبع سعيد كراچی)

۲) كما في تنوير مع شرحه: (و) يبطل (وطن الإقامة بمثله و) بالوطن الأصلى و) بإنشاء السفر۔ (كتاب الصلوٰة، باب صلاة المسافر، ص ۱۳۲، ج۲: طبع سعيد) وكذا في البحر (كتاب الصلوٰة، باب المسافر، ص ۲۳۹، طبع رشيديه) وكذا في حاشية الطحطاوی: (كتاب الصلوٰة، باب صلاة المسافر، ص ٤۲۹، طبع قديمی)۔

۳) كما في الدرالمختار: (من خرج من عمارة موضع اقامته...... قاصداً...... مسيرة ثلاثة ايام ولياليها...... صلى الفرض الرباعی ركعتين...... حتى يدخل موضع اقامته...... اوينوی اقامة نصف شهر بموضع واحد (كتاب الصلوٰة، باب صلاة المسافر، ص ۱۲۲، تا ۱۲۵، طبع سعيد) وكذا في البحرالرائق: (كتاب الصلوٰة، باب المسافر، ص ۲۲٦ تا ۲۳۳، ج۲، طبع رشيديه) وكذا في الهندية: (كتاب الصلوٰة، الباب الخامس عشر، ص ۱۳۹، ج۱: طبع رشيديه)

٤) تقدم تخريجه: (جواب مذكور، حاشيه نمبر۳، صفحه هذا)

سردی گرمی کے لیے الگ الگ جگہوں پر مکان بنا کر رہنے والے کے لیے نماز کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ان مسائل کے بارے میں کہ:

(۱) اگر ایک شخص کے دو وطن ہوں- مثلاً اس کی سرمائی وگرمائی مکان علیحدہ علیحدہ ہوں- موسم سرما میں ایک علاقے میں رہتا ہے اور موسم گرما میں دوسرے علاقے میں رہائش پذیر ہوتا ہے اور یہ موسمی نقل مکانی بمعہ اہل خانہ وسامان ہمیشہ ہوتا رہتا ہے- پس اس صورت میں اگر شخص موصوف ایک علاقے سے اپنے دوسرے علاقے کو ایک دورات کے لیے بقصد سفر تنہا چلا جاتا ہے- تو کیا اس کو نماز قصر کے ساتھ پڑھنی چاہیے یا پوری نماز؟ مسئلہ بالا میں شخص موصوف اپنے دونوں علاقوں یعنی سرمائی وگرمائی میں زمین وغیرہ املاک بھی رکھتا ہے اور اس کے قبرستان، کاروبار اور پیدائش بھی دونوں علاقوں میں موجود ہے-

(۲) ٹرک ڈرائیور جو کہ ہمیشہ اپنی زندگی سفر میں گزارتے ہیں کیا ان کو نماز قصر پڑھنی چاہیے یا نہ-

﴿ج﴾

(۱) **قال فی الشامیة و لو کان له اهل ببلدتین فایتهما دخلها صار مقیما** - روایت بالا سے معلوم ہوا کہ شخص مذکور دونوں جگہوں میں پوری نماز پڑھے گا[1]- (۲) قصر کریں گے- **کما فی الشامیة و لا یزال علی حکم السفر حتی ینوی الاقامة** [2]- البتہ جتنے روز اپنے گھر میں رہیں گے اس وقت پوری نماز پڑھیں گے[3]- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

۱) الدر المختار مع شرحه: (کتاب الصلوٰة، باب صلاة المسافر، ص ۳۱، ج۲، طبع سعید وکذا فی البحر الرائق: (کتاب الصلوٰة، باب المسافر، ص ۲۳۹، ج۲: طبع رشیدیه کوئٹه) وکذا فی حاشیة الطحطاوی: (کتاب الصلوٰة، باب صلاة المسافر، ص ۴۲۹، طبع قدیمی)

۲) الدر المختار مع شرحه: (کتاب الصلوٰة، باب صلاة المسافر، ص ۱۲۵، طبع سعید) وکذا فی الهندیه: (کتاب الصلوٰة، الباب الخامس عشر، ص ۱۳۹، ج۱: طبع رشیدیه) وکذا فی الهدایه: (کتاب الصلوٰة، باب صلاة المسافر، ص ۱۷۴، ج۱: طبع رحمانیه، لاهور)

۳) کما فی الدر المختار: (من خرج من عمارة موضع اقامة...... قاصدا...... مسیرة ثلاثة ایام ولیالها صلی الفرض الرباعی رکعتین...... حتی یدخل مقام- (کتاب الصلوة، باب الصلوٰة المسافر، ص ۱۲۲ تا ۱۲۵، طبع سعید) وکذا فی البحر: (کتاب الصلوٰة، باب المسافر، ص ۲۲۶ تا ۲۳۳، ج۲: طبع رشیدیه) وکذا فی الهندیه: (کتاب الصلوة، الباب الخامس عشر، ص ۱۳۹، ج۱: طبع رشیدیه)

چلتی ریل میں نماز اور تیمّم کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین دریں مسائل کہ:

(۱) اس زمانہ میں جب کہ اکثر سفر بذریعہ ریل گاڑی کیا جاتا ہے اور بعض اوقات ریل گاڑی ہی میں نماز کا وقت آ جاتا ہے- پھر اس میں نماز ادا کی جاتی ہے- اکثر بیٹھ کر نماز ادا کرتے ہیں اور دلیل یہ پیش کرتے ہیں کہ ریل گاڑی میں حرکت زیادہ ہوتی ہے کھڑے ہونے میں خطرہ ہوتا ہے کہ کہیں گر نہ جائیں- لیکن گاڑیوں کی حرکتیں آپ کے مدنظر ہیں کیا اس عذر کو مدنظر رکھ کر بیٹھ کر نماز پڑھ سکتے ہیں نیز اگر کسی نے بیٹھ کر پڑھ لی تو کیا کسی درجہ میں فرض ادا ہوگیا- جب کہ بعد میں نماز کا وقت بھی ختم ہے-

(۲) ریل چل رہی ہے اور نماز کا وقت تنگ ہے اور اب ریل میں پانی نہیں ملتا کیا تیمّم کرسکتا ہے نیز تیمّم کس سے کرے جبکہ ریل کی دیواریں لکڑی کی ہیں اور صاف ہیں اور نیچے والی مٹی صاف ہے اور کہیں گرد وغبار نہیں ہے- بینوا بالکتاب توجروا بالثواب-

﴿ج﴾

(۱) ریل گاڑی میں نماز فرائض ونوافل دونوں جائز ہیں- ریل گاڑی بمنزلہ سریر موضوع علی الارض کے ہے- کذا حققہ علامہ تھانوی رحمہ اللہ فی مجلد الاول من امداد الفتاویٰ [1] فی اجوبۃ مسائل مختلفہ- استقبال قبلہ بھی ضروری ہے [2]- نیز قیام بھی لازم ہے- ترک قیام بغیر عذر کے جائز نہیں ہے [3] اگر بیمار ہو یا

---

۱) امدادالفتاوی: (کتاب الصلوۃ، باب صلاۃ المسافر، ص ۳۷۸، ج۱: طبع مکتبہ دارالعلوم، کراچی) وفی الدرالمختار: (وان لم یکن طرف المعجلۃ علی الدابۃ جاز) لوواقفۃ لتعلیلھم بأنھا) کالسریر- (کتاب الصلوٰۃ، باب الوتر والنوافل، ص ۵۹٤، ج۲، طبع رشیدیہ) وکذا فی حاشیۃ الطحطاوی: (کتاب الصلوٰۃ، ص ٤۰۸، فصل فی صلاۃ الفرض والواجب علی الدابۃ، طبع قدیمی) وکذا فی البحر: (کتاب الصلوٰۃ، باب الوتر والنوافل، ص ۱۱۵، ج۲: طبع رشیدیہ)

۲) کما فی الدرالمختار: (ثم الشرط (ھی) ستۃ...... والسادس استقبال القبلۃ (باب شروط الصلوٰۃ، ص ٤۲۷، ج۱: طبع سعید) وکذا فی حاشیۃ الطحطاوی (باب شروط الصلوٰۃ، ص ۲۱۰، طبع قدیمی) وکذا فی تبیین الحقائق: (کتاب الصلوٰۃ، باب شروط الصلوٰۃ، ص ۲٦۵، ج۱: طبع دارالکتب العلمیہ)

۳) کما فی تنویر الأبصار مع شرحہ: (ومنھا القیام فی فرض لقادر علیہ) وعلی السجود(باب صفۃ الصلوٰۃ ص ٤٤۵، ج۱: طبع سعید) وکذا فی البحر: (کتاب الصلوفۃ، باب شروط الصلوٰۃ، ص ٤۹۳، طبع رشیدیہ) وکذا فی تبیین الحقائق: (کتاب الصلوٰۃ، باب شروط الصلوٰۃ، ص ۲٦٤، ج۱: طبع دارالکتب)

ضعیف ہو کہ گاڑی کے چلنے سے گرنے کا اور اپنے آپ کو سنبھال کر نہ رکھنے کا خطرہ قوی ہے تو بیٹھ کر نماز پڑھے بغیر ان اعذار کے کھڑے ہو کر نماز ادا کرے[۱]۔

(۲) مسافر کو نماز کی فکر رکھنا چاہیے پہلے سے خیال رکھے کہ اس گاڑی میں پانی نہیں ہے۔اسٹیشن سے گاڑی چلنے سے قبل پانی کا انتظام کرے، لوٹا بھر لے یا وضوء کر لے اور اگر غفلت ہو گئی ہے گاڑی چل پڑی اور پانی گاڑی میں نہیں ہے اور ساتھی مسافروں سے بھی نہیں مل سکتا اور وقت تنگ ہے تو بر قول امام زفر تیمم کر سکتا ہے۔خلافاً للثلاثۃ۔ علامہ شامی نے اس امر کو ترجیح دی ہے کہ تیمم بھی کرے اور نماز پڑھ لے بعد میں وضوء کر کے نماز لوٹائے اور کہا ہے۔ **ھذا قول متوسط بین القولین و فیہ الخروج عن العھدۃ بیقین**[۲]۔اب رہا تیمم کا مسئلہ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اولاً کوشش کرے کہ پاک اینٹ پختہ یا خام مل جائے یا گرد و غبار جس سے تیمم جائز ہو سکے۔اگر تختوں پر پڑا ہوا غبار مل سکے تو اس سے تیمم کرے[۳] ورنہ شخص فاقد الطہورین کے حکم میں آ جائے گا۔فاقد الطہورین کے بارے میں راجح عند العلامۃ الشامی یہ ہے کہ نمازیوں کے ساتھ تشبہ کرتے ہوئے نماز ادا کرے۔بعد میں قضاء کر لے **المحصور و فاقد الطھورین یؤخرھا عندہ و قالا یتشبہ بالمصلین وجوبا فیرکع و یسجد ان وجد مکانا یابسا۔ والا یومی قائما ثم یعید کالصوم**[۴] اس تشبیہ والی نماز میں نہ تو نیت کرنی ہو گی اور نہ ہی قرأت پڑھنی ہو گی۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

۱) کما فی الدر المختار: (ومن تعذر علیہ القیام) ای کلہ (صلی قاعدًا کیف شاء) (کتاب الصلوٰۃ، باب اصلاۃ المریض، ص ٦٨١ تا ٦٨٢، طبع رشیدیہ جدید) وکذا فی مجمع الأنھر (کتاب الصلوٰۃ، باب صلاۃ المریض، ص ٢٢٧، ج١: طبع غفاریہ) وکذا فی الھندیہ: (کتاب الصلوٰۃ، الباب الرابع، ص ١٣٦، ج١: طبع رشیدیہ)

۲) الشامیہ:

۳) کما فی تبیین (بطاھر من جنس الأرض وإن لم یکن علیہ نقع وبہ بلا عجز......بطاھر من جنس الأرض کالتراب والحجر والکحل (کتاب الطھارت، باب التیم ص ١٢١ تا ١٢٢، ج١: طبع دار الکتب) وکذا فی النھر الفائق: (کتاب الطھارت، باب التیمم، ص ١٠٤ تا ١٠٥، طبع دار الکتب) وکذا فی الھندیہ: (کتاب الطھارت، الباب الرابع، ص ٢٦، ج١: طبع رشیدیہ)

٤) الدر المختار: (کتاب الطھارۃ، باب التیمم، ص ٢٥٢ تا ٢٥٣، ج١: طبع سعید) وکذا فی النھر الفائق: (کتاب الطھارۃ، باب التیمم، ص ٩٩، ج١: طبع دار الکتب العلمیہ) وکذا فی البحر الرائق: (کتاب الطھارۃ، باب التیمم، ص ٢٥١، ج١: طبع رشیدیہ) کما فی الدر المختار مع شرحہ: (لبعدہ میلا) قید بالبعد لانہ عندعدم البعد لایتیمم و ان خاف خروج الوقت فی صلاۃ لھا خلف خلافالزفر۔ وسیذ کر الشارح ان الأحوط ان یتیم ویصلی ثم یعید ویتفرع علی ھذا الاختلاف مالوازدحم جمع علی بئرلایمکن الإستسقاء منھا الا بالمناوبۃ الخ (کتاب الطھارۃ، باب التیمم، ص ٢٣٢ تا ٢٣٣، ج١، طبع سعید) وکذا فی البحر (کتاب الطھارت، باب التیمم، ص ٢٤٤، طبع رشیدیہ) وکذا فی التبیین (کتاب الطھارت، باب التیمم، ص ١١٨، ج١ : طبع دار الکتب)

مسافرامام کی اقتداء میں مقیم مسبوق کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک مقیم نے مسافر کی اقتداء کی اور دوسری رکعت میں امام کے ساتھ شریک ہوا اب مقیم بقیہ نماز کو کس طرح پڑھے یعنی کیا تین رکعت میں قرأۃ فاتحہ وغیرہ کرے گا یا خاموش کھڑا رہے گا مہربانی فرما کر جزیہ بھی تحریر فرمائیں۔

﴿ج﴾

شخص مذکور مسبوق لاحق ہے جس کا حکم یہ ہے کہ پہلے دو رکعت بغیر قرأۃ پڑھے پھر ایک رکعت قرأۃ کے ساتھ ادا کرے پہلے دو رکعت میں لاحق ہے اور تیسری رکعت میں مسبوق ہے اصل یہ ہے کہ لاحق گویا کہ خلف الامام ہی ہے اس لیے اس کو علی خلف الامام ہی نماز پڑھنی ہوگی اور مسبوق تو قضاء بعد فراغ الامام کرتا ہے۔ درمختار کی اس عبارت اور شامی کی تشریح سے حکم مذکور معلوم ہوتا ہے۔ثم مالام فيه بلا قرأة ثم ما سبق به ان كان مسبوقا ایضا[1]۔صریح جزیہ تلاش کرنے کی فرصت نہیں ہے۔

ریل گاڑی پر متعین ملازمین کے لیے نماز کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ جو حضرات یہاں سبی میں سبی سکاؤٹس ٹرین ڈیوٹی سرانجام دیتے ہیں۔ یہاں سے کوئٹہ جاتے ہیں ایک رات کوئٹہ میں گزارتے ہیں اور ایک رات سبی میں۔ تو کیا یہ لوگ سفر کی نماز پڑھیں یا پوری نماز پڑھیں۔

---

۱) الدرالمختار مع شرحه: (كتاب الصلوٰة، ص ٤١٤، ج٢: طبع رشيديه كوئٹه) وأيضاً فيه: اللاحق يصلى على ترتيب صلوة الإمام والمسبوق يقضى ماسبق به بعد فراغ الإمام (كتاب الصلوٰة، مطلب فيما لوأتى بالركوع اوالسجود، الخ، ص ٥٩٦، ج١: طبع سعيد) وكذا في الهنديه: (كتاب الصلوٰة، الفصل السابع في المسبوق واللاحق، ص ١٩٢، ج١: طبع رشيديه) وكذا في خلاصة الفتاوى: (كتاب الصلوٰة، الفصل الخامس عشرا ص ١٦٦، ج١: طبع رشيديه)

﴿ج﴾

سبی کے رہنے والے سکاؤٹس ٹرین ڈیوٹی کے دوران جب کوئٹہ میں رات گزاریں گے تو دوران سفر اور کوئٹہ شہر میں جو نمازیں آئیں گی ان میں قصر لازم ہے۔ البتہ جو نمازیں سبی میں رہتے ہوئے آئیں گی ان میں قصر نہیں ہے۔ اسی طرح کوئٹہ کے رہنے والے جو سبی میں رات گزاریں تو وہ بھی سفری نماز پڑھیں گے اور کوئٹہ شہر میں قصر نہیں کریں گے [1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کسی جگہ غیر قانونی طور پر رہنے والے کے لیے قصر یا اتمام کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک آدمی سعودی عرب جاتا ہے اور حکومت کی طرف سے قانونی طور پر اس کو چھ ماہ ٹھہرنے کی اجازت ہے۔ لیکن وہ خفیہ طور پر غیر قانونی کرتے ہوئے چھ ماہ سے زائد عرصہ وہاں قیام کرتا ہے۔ اب وہ اپنی نماز قصر پڑھے یا کامل ادا کرے اور قصر کی اجازت ہوگی۔ واضح رہے کہ اب اس کا مزید قیام جدید اپنے اختیار میں نہیں ہے اور گورنمنٹ کسی وقت اس کو عرب سے نکال سکتی ہے۔ اب وہ نماز کس طریق سے ادا کرے اور اس کی اقامت کون سی اقامت سمجھی جائے گی۔

﴿ج﴾

شخص مذکور اگر کسی خاص شہر یا قصبہ میں پندرہ دن یا اس سے زیادہ ٹھہرنے کی نیت کر چکا ہے تو وہ اس شہر میں مقیم ہو گیا ہے۔ اب جب تک اس جگہ سے سفر نہیں کرتا اس کی وطن اقامت ختم نہیں ہوئی اس لیے وہ اس جگہ پر رہتے ہوئے پوری نمازیں پڑھے گا۔ خفیہ طور پر رہنا اس پر اثر انداز نہیں [2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

۱) كما فی تنوير الأبصار مع شرحه: من خرج من عمارة موضع اقامته قاصدا مسيرة ثلاثة أيام ولياليها)...... صلى الفرض الرباعی ركعتين) حتى يدخل موضع مقامه (كتاب الصلوٰة ، باب صلاة المسافر، ص ۱۲۱ تا ۱۲۳ ، ج۲: طبع سعيد) وكذا فی البحر الرائق: (كتاب الصلوٰة، باب المسافر ص ۲۲۶، ج۲: طبع رشيديه) وكذا فی حلبی كبير: (كتاب الصلوٰة، فصل فی صلاة المسافر، ص ۵۳۵، طبع سعيدی۔

۲) كما فی الدرالمختار: (من خرج من عمارة موضع اقامته...... قاصدًا......مسيرة ثلاثة أيام ولياليها بالسير الوسط...... صلى الفرض الرباعی ركعتين...... حتى يدخل موضع مقامه...... اوينوی اقامة نصف شهر بموضع واحد (صالح لها) ...... الخ (كتاب الصلوٰة، باب صلاة المسافر، ص ۱۲۲ تا ۱۲۵ ، طبع سعيد) وكذا فی البحر الرائق: (كتاب الصلوٰة، باب صلاة المسافر، ص ۲۲۶ تا ۲۳۳، طبع رشيديه) وكذا فی الهنديه: (كتاب الصلوٰة، الباب الخامس عشر، ص ۱۳۹، ج۱: طبع رشيديه)

دورانِ سفر ریل میں نماز ادا کرنے کے احکام

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ اس کاروباری دنیا کے اندر انسان کو سفر کے مواقع حاصل ہوتے ہیں اور عموماً ریل گاڑی اور لاری کا سفر درپیش ہوتا ہے اور اثناء سفر میں نماز کا وقت ہو جاتا ہے اور بسا اوقات گاڑی یا لاری سے اتر کر نماز ادا کرنے کا موقع نہیں ملتا۔ اگر تاخیر کی جائے تو وقت کے نکل جانے کا خطرہ ہوتا ہے تو صورت مذکورہ میں نماز ادا کرنے کا کیا طریقہ ہے۔

(۱) گاڑی میں بسا اوقات ہجوم کی وجہ یا کسی اور وجہ سے کھڑے ہونے کی جگہ نہیں ملتی تو فریضۂ قیام کو ترک کر کے بیٹھ کر نماز ادا کرے یا نہیں۔

(۲) کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ بیٹھنے کی جگہ نہیں ملتی۔ بلکہ انسان باہر لٹکا ہوا ہوتا ہے یا اندر تنگی کے ساتھ کھڑے ہو کر وقت گزارتا ہے تو اس حالت میں نماز کس طرح ادا کرے۔ جبکہ رکوع وسجود پر بھی قادر نہیں آیا کھڑے ہو کر اشارے سے نماز ادا کرے یا نہیں۔

(۳) ریل گاڑی میں نماز ادا کرتے ہوئے بعض دفعہ جہت قبلہ منحرف ہو جاتی ہے تو نمازی نماز کے اندر قبلہ کی طرف پھر جائے یا ابتدائی قبلہ رخ کافی ہوگا۔

(۴) لاری میں کھڑے ہونے کا احتمال نہیں البتہ بیٹھنے کی جگہ مل جاتی ہے تو بیٹھ کر نماز اشارے سے پڑھے یا نہیں۔

(۵) لاری میں اکثر اوقات پانی نہیں ملتا اور نماز کا وقت بالکل قریب ہو جاتا ہے تاخیر سے قضاء کا خطرہ ہے تو تیمم سے نماز ادا کرے یا نہیں۔ اگر تیمم کرے تو کون سی چیز پر کرے جبکہ وہاں مٹی وغیرہ کا ملنا دشوار ہے۔

(۶) اگر کوئی شخص صورت مذکورہ بالا میں نماز کو اپنے وقت میں ادا نہ کرے بلکہ ترک کر کے پھر قضاء کرے تو کیا قضاء کرنے کے بعد گنہگار بھی ہوگا یا نہیں؟

(۷) گاڑی یا لاری کو کشتی کی حالت پر قیاس کیا جا سکتا ہے یا کہ نہیں۔ یہ مذکورہ صورتیں اس وقت پر محمول ہوں گی جب کہ ان کے سوا کوئی چارہ کار نہ ہو۔ ورنہ پہلے تو صحیح طریقہ پر ادا کرنے کی کوشش کی جائے گی۔ جوابات بالتعجیل مع الدلائل بحوالہ کتب تحریر فرما دیں۔

السائل نظام الدین شاہ عیدگاہ مظفر گڑھ

﴿ج﴾

(۲،۱) بیٹھ کر پڑھنے کے لیے اگر عذر دوران رأس ہے تو اس عذر سے بیٹھ کر پڑھنا اس شخص کے لیے جائز ہے جو حقیقۃً اس حال میں قیام پر قادر نہ ہو- و هو المختار للفتوى- كما قال فی الدر المختار صلی الفرض فی فلک جار قاعدا بلا عذر صح لغلبة العجز واساء و قالا لا یصح الا بعذر و هو الاظهر برهانا- قال الشامی (و هو الاظهر برهانا) و فی الحلیة بعد سوق الادلة والاظهر ان قولهما اشبه فلا جرم ان فی الحاوی القدسی و به نأخذ[1] اور اگر بیٹھ کر پڑھنے کے لیے عذر جگہ کی تنگی بوجہ ہجوم کے ہے تو اس صورت میں اگر یہ امید ہو کہ وقت کے اندر اندر گاڑی میں جگہ ہو جائے گی یا باہر اترنے کا موقع مل جائے گا تو بیٹھ کر یا اشارہ سے پڑھنا جائز نہیں ہے اور اگر وقت کے اندر اسے جگہ ملنے کی یا باہر بلا تکلیف اتر کر نماز ادا کرنے کی کوئی امید نہیں ہے تو اس وقت اسے حسب استطاعت قاعدا مع الرکوع والسجود یا قاعدا مع الایماء یا قائما مع الایماء پڑھ لینی ضروری ہے[2]- بعد میں قضا کرنا واجب ہے- دراصل صرف امام زفر رحمہ اللہ کا یہ مذہب ہے کہ خوف فوت وقت میں تیمم کرنا جائز ہے اگرچہ پانی قرب میں موجود ہو نیز اس میں بھی کہ تنگ مکان میں جہاں باقاعدہ نماز بارکوع وسجود ادا کرنا ممکن نہ ہو نماز بہ اشارہ پڑھنا ان کے نزدیک فرض ہے جب وقت میں باقاعدہ طور پر ادا کرنے کی کوئی امید نہ ہو سکے-

(اس تیمم کے کچھ اور مسائل بھی مختلف فیہ ہیں) اور ان سب مسائل میں باقی ائمہ احناف نماز کو ترک کرنے اور بعد الوقت قضاء کرنے کا حکم دیتے ہیں- لیکن مختار للفتوی (وھو الاحتیاط) یہ ہے کہ امام زفر رحمہ اللہ کے مذہب پر عمل کر کے نماز پڑھی جائے اور پھر ائمہ احناف کے مذہب کے مطابق اس کی قضا کر لی جائے تا کہ خروج عن العهده بالیقین ہو جائے- دیکھو علامہ شامی کی عبارت (لبعده میلاً) قید بالبعد لانه عند عدم البعد لا یتیمم و ان خاف خروج الوقت فی صلوة لها خلف خلافا لزفر رحمہ اللہ و سیذکر الشارح ان الاحوط ان یتیمم و یصلی ثم یعید و یتیمم علی هذا الاختلاف

---

۱) الدر المختار مع شرحه: (کتاب الصلوة، باب صلاة المریض، ص ۱۰۱، ج۲، طبع سعید کراچی) وكذا فی تبیین الحقائق: (کتاب الصلوٰة، باب صلاة المریض، ص ۴۹۵، طبع دار الکتب العلمیه)

۲) کما فی البحر الرائق: الأسیر فی یدالعدو اذا منعه الکافر عن الوضوء والصلوٰة، تیمم ویصلی بالإیماء ثم یعید اذا خرج (کتاب الطهارة، باب التیمم، ص ۲۴۸، ج۱: طبع رشیدیه) وكذا فی الشامیه (کتاب الطهارت، باب التیمم، ص ۲۳۵، ج۱: طبع سعید) وكذا فی الهندیه (کتاب الطهارت الباب الرابع، الفصل الأوسل، ص ۲۸، ج۱: طبع رشیدیه)

مـالـوازد حـم جـمـع علی بئر لا یمکن الاستسقاء منها الابالمناوبة او کانوا عراة لیس معهم الاثوب یتنا وبونه و علم ان النوبة لا تصل الیه الابعد الوقت فانه لا یتیمم و لا یصلی عاریا بل یـصبـر عـنـدنـا وکذا لو فی مکان ضیق لیس فیه الا موضع یسع ان یصلی قائما فقط یصبرو یصلی قائما بعد الوقت الخ[1]-

خط کشیدہ مسئلہ میں بھی امام زفر رحمہ اللہ کا خلاف ہے اور یہاں فتویٰ احتیاطاً یہ ہے کہ امام زفر رحمہ اللہ کے مذہب پر عمل کر کے مطابق مذہب امام ابی حنیفہ رحمہ اللہ اعادہ کیا جائے- اس لیے کہ امام زفر رحمہ اللہ کے قول کو بھی اکثر مشائخ نے اختیار کیا ہے- کما قال الشامی ثم قال ما حاصله ولعل هذا من هؤلاء المشائخ اختیار لقول زفر لقوة دلیله[2]-

(۳) اگر استقبال قبلہ پر قادر نہیں ہے تو اگر وقت کے اندر استقبال قبلہ کی قدرت متصور ہے تو نماز ادا نہ کرے اور اگر وقت کے اندر استقبال کی قدرت کی امید نہیں ہے تو حسب قدرت نماز ادا کرے- کـمـا قـال الشـامـی و ان عـجـز عـنـه (ای عـن اسـتـقـبـال القبلة) یمسک عن الصلوة امداد عن مجمع الـروایـات و لـعـلـه یـمـسـک مـا لـم یـخـف خـروج الوقت لما تقرر من ان قبلة العاجز جهة قـدرتـه -الخ[3]- اور اگر استقبال قبلہ پر قادر ہے تو استقبال فرض ہے ابتداءً استقبال کرنا ضروری ہے ورنہ نماز نہ ہوگی[4] اور اگر ابتداءً استقبال کے بعد گاڑی پھر جاوے اب اگر اس کے لیے پھر جانا ممکن ہے تو پھر جانا فرض،

---

۱) الـدرالـمـخـتـار مع شرحه: (کتاب الطهارت، باب التیمم ص ۲٤٤، طبع رشیدیه) وکذا فی تبیین: (کتاب الطهارت، باب التیمم، ص ۱۱۸، ج۱: طبع دارالکتب العلمیه)

۲) الـدرالـمـخـتـار مـع شـرحـه: (کتاب الطهارت، باب التیمم، ص ۲٤٦، ج۱: طبع سعید) وکذا فی البـحـرالـرائـق: (کـتـاب الـطـهـارت، بـاب الـتـیـمـم، ص ۲۷۷، طبع رشیدیه) وکذا فی تبیین (کتاب الطهارت، باب التیمم، ص ۱۳۳، ج۱: طبع دارالکتب)

۳) الدرالمختار مع شرحه: (کتاب الصلوٰة مطلب فی الصلوٰة فی السفینة، ص ٦۹۱، ج۲: طبع رشیدیه جـدیـد) أیـضـاً فیـه: اسـتـقـبـال عاجز عنها لمرض اوخوف عدو اواشتباه فجهة قدرته اوتحریه قبلة له حـکـمـاً- (کتاب الصلوٰة، باب شروط الصلوٰة، ص ۱۳۳، ج۲: طبع رشیدیه) وفی التبیین: والخائف یـصـلـی الـی أی جهة قدر) لتحقق العجز ویستوی فیه الخوف من العدو اوسبع (کتاب الصلوٰة، باب شروط الصلوٰة، ص ۲٦٥، ج۱: طبع دارالکتب) وکذا فی النهر الفائق: (کتاب الصلوٰة، باب شروط الصلوٰة، ص ۱۹۲، ج۱: طبع دارالکتب)

٤) کـمـا فـی الدرالمختار: (والسادس من شروط الصلوٰة) استقبال القبلة- (کتاب الصلوٰة، باب شروط الـصـلـوٰة، ص ۱۳۳، ج۲: طبع رشیـدیـه) وکـذا فی التبیین الحقائق: (کتاب الصلوٰة، باب شروط الـصـلـوٰة، ص ۲٦٤، ج۱: طبع دارالـکـتـب) وکـذا فـی الـنهر الفائق: (کتاب الصلوٰة، باب شروط الصلوٰة، ص ۱۹۱، ج۱: طبع دارالکتب)

ورنہ معاف-ویلزمه التوجه الی القبلة عند افتتاح الصلوة کذا فی الکافی فی باب صلوة المريض و کلما دارت السفينة يحول و جهه اليها فلو ترک تحويل وجهه الى القبلة و هو قادر عليه لا يجزيه(۱)-

(۴) لاری کی صورت میں ٹھہرانا ممکن ہے اس لیے ڈرائیور سے کہا جائے وہ ضرور ٹھہرالیتا ہے اور اگر وہ نہ ٹھہراوے تو اگر وقت کے اندر کسی جگہ ٹھہرنے کی امید ہے تو لاری میں جائز نہیں ورنہ بضرورت ادا کرے بعد میں اعادہ کرے-کمافی نمبرا نمبر۲(۲)-

(۵) جیسا کہ نمبر ا اور نمبر۲ میں گزر چکا ہے کہ امام زفر رحمہ اللہ کے مذہب میں فوت وقت کے خطرہ سے تیمم کرنا جائز ہے-اب اگر لاری کے کھڑے ہونے کی امید ہے تو وضو کرنا ضروری ہے-ورنہ مذہب زفر رحمہ اللہ کے مطابق تیمم کرلے اور نماز پڑھ لے-لیکن بعد میں اعادہ کرنا واجب ہے(۳)-البتہ اگر کوئی چیز تیمم کے لیے نہ ملے تو وہ حکم فاقد الطهورین میں ہے-اس کے لیے حکم یہ ہے کہ تشبیہ بالمصلین کرے-لیکن اترنے کے بعد باقاعدہ نماز پڑھے گا(۴)-

(۶) صورۃ مذکورہ میں صحیح عذر کے ساتھ گنہگار نہ ہوگا ورنہ ہوگا(۵)-واللہ تعالیٰ اعلم-

---

۱) الهنديه: (كتاب الصلوٰة، الباب الخامس عشر، ص ۱۴۴، ج۱: طبع رشيديه) وكذا في الدر المختار مع شرحه: (كتاب الصلوٰة، باب صلاة المريض، ص ۶۹۱، ج۲: طبع رشيديه) وكذا في البحر: (كتاب الصلوٰة، باب صلاة المريض، ص ۲۰۶، ج۲: طبع رشيديه كوئٹه)

۲) تقدم تخريجه: (تحت حاشية نمبر ۲، جواب مذكوره، صفحه نمبر ۵۰۸)

۳) تقدم تخريجه: (تحت حاشية نمبر ۳، جواب مذكوره، صفحه ۵۰۸)

۴) كمافي الدر المختار: المحصور فاقد الطهورين يؤخرها عنده وقالا يتشبه بالمصلين وجوبا فيركع ويسجد ان وجد مكانا يابساوالايؤمى ثم يعيد كالصّوم. (كتاب الطهارة، باب التيمم، ص ۲۵۲ تا ۲۵۳، ج۱، طبع سعيد) وكذا في النهر الفائق: (كتاب الطهارت، باب التيمم، ص ۹۹، ج۱: طبع دار الكتب) وكذا في البحر (كتاب الطهارت، باب التيمم، ص ۲۵۱، ج۱: طبع رشيديه)

۵) كما في الدر المختار: اذ التاخير بلاعذر كبيرة لاتزول بالقضا بل بالتوبة (كتاب الصلوٰة، باب قضا الفوائت، ص ۶۲۶ تا ۶۲۰، طبع رشيديه جديد) وفي جامع المهلكات: ان بين الرجل وبين الشرك والكفر ترك الصلوة، (كتاب التحذير، ص ۲، طبع دار الكتب) كما قال الله تعالىٰ: فويل للمصلين الذين هم عن صلاتهم ساهون، (سورة المصطففين، آيت نمبر ۵)

ریل کے سفر سے متعلق احکامات

س

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ فی زمانہ گاڑی میں نماز کا کیا حکم ہے۔ گاڑی کی نماز سے متعلق مندرجہ ذیل مسائل پیدا ہوتے ہیں از راہ مہربانی سب کا جواب عنایت فرمادیں۔

(۱) موجودہ کتنے میلوں کے لیے نماز کی قصر کی جائے گی۔ (۲) شہر کی حدود کہاں تک شمار ہوگی۔ اسٹیشن تک شہر کی حدود ختم ہوتی ہیں یا نہیں۔ (۳) گاڑی کے اندر نماز ادا ہوسکتی ہے یا نہیں؟ (۴) عموماً لوگ گاڑی کے اندر تختے پر بیٹھ کر جس طرف ممکن ہو قبلہ رخ کا اہتمام کیے بغیر نماز پڑھ لیتے ہیں کیا ایسا کرنا درست ہے (۵) قبلہ کا اہتمام لازمی ہے یا بہتر اور افضل (گاڑی کے اندر) (۶) اگر اہتمام ضروری ہے تو گاڑی کے اندر تو قبلہ رخ کا اہتمام مشکل ہوتا ہے کیا نماز ترک کر کے منزل پر پہنچ کر قضا کرے یا گاڑی کے اندر تحری کر کے نماز پڑھے۔ (۷) تحری نماز کی ابتداء میں ضروری ہے یا ساری نماز میں (۸) پہلے تحری کر کے شروع ہو اور درمیان میں کوئی دوسرا شخص قبلہ کا صحیح رخ معلوم کر کے نمازی کا رخ بدلتا رہے تو کیا درست ہے یا نہیں (۹) گاڑی کے اندر نماز کا وقت ہو جائے اور پانی موجود نہ ہو تو کیا تیمّم کر سکتا ہے یا نہیں (۱۰) گاڑی کے طہارت خانے میں جو پانی استنجاء کے لیے ہوتا ہے آیا اس سے اسی طہارت خانے میں وضو کرنا جائز ہے یا نہیں کیونکہ وہ جگہ ناپاک ہوتی ہے اور چھینٹیں پڑنے کا احتمال ہے۔ اس طرح بجائے طہارت کے نجاست حاصل ہوگی۔ (۱۱-الف) گاڑی کے اندر پانی نہ ملے تو کیا تیمّم کر سکتا ہے یا نہیں۔ (ب) تیمّم کے لیے گاڑی میں صعید طیب کا ملنا محال ہے تو کیا کپڑے پر تیمّم کیا جا سکتا ہے۔ (۱۲) اگر نماز کا وقت گاڑی میں آجائے اور منزل تک پہنچ کر وقت کے ملنے کا یقین ہو تو (الف) گاڑی میں نماز قصر کر کے پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟ (ب) کسی اسٹیشن پر اتر کر نماز قصر پڑھ سکتا ہے یا نہیں۔ (ج) یا وہ اپنی منزل پر نماز ادا کرے۔ (۱۳) اگر نماز کا وقت گاڑی میں آجائے اور وہ وقت منزل تک پہنچنے سے پہلے جاتا ہو تو کیا نماز قضا کر لے یا اسی وقت گاڑی میں پڑھ لے۔ (۱۴) کیا سفر میں کسی ضروری کام کی وجہ سے یا تھکاوٹ کی وجہ سے محض فرض و واجبات پر اکتفا کر سکتا ہے یا سنن مؤکدہ کا ادا کرنا بھی ضروری ہے (۱۵) اگر سفر لمبا ہو اور نماز کے وقت گاڑی کسی اسٹیشن پر اتنی دیر ٹھہرے کہ جس میں محض فرائض ادا ہو سکتے ہیں تو کیا محض فرض پر اکتفا کرے یا اس وقت سنن بھی ضروری ہے۔ (۱۶) اگر سنتیں ضروری ہیں تو کیا وہیں پڑھنا لازمی ہے یا منزل پر پہنچنے پر قضا یا ادا کی صورت میں پڑھے (۱۷) اگر کوئی شخص قصر کرنا بھول جائے تو کیا اس کی نماز ہو جائے گی یا نہیں۔ آیا گنہگار تو نہ ہوگا اور نماز واجب الاعادہ تو نہیں۔

﴿ج﴾

(۱) موجودہ اڑتالیس میل پر نماز قصر کی جائے گی[۱]۔ (۲) جہاں تک شہر کے مکانات و مصالح پھیلے ہوئے ہوں وہاں تک شہر کی حدود شمار ہوں گی مصالح مصر مثلاً چونگی، اسکول وتھانہ وقبرستان وغیرہ اسٹیشن اگر شہر سے متصل ہو جنھیں فقہاء فناء مصر سے تعبیر کرتے ہیں[۲]۔ (۳) گاڑی کے اندر نماز ادا ہوسکتی ہے (۴،۵) جسے قدرت علی القیام حاصل ہو اس کو کھڑا ہونا نماز میں فرض ہے[۳]۔ نیز استقبال قبلہ گاڑی میں بھی فرض وشرط ہے[۴]۔ لوگوں کا ایسا کرنا درست نہیں۔ قدرت علی القیام رکھتے ہوئے کوئی بیٹھ کر نماز پڑھے اور یا استقبال قبلہ پر قادر ہونے کے باوجود استقبال نہ کرے تو ہر دونوں صورتوں میں نماز نہیں ہوگی (۶،۷) تحری ابتدا سے آخر تک واجب ہے لہٰذا تحری بدلنے سے اس کا قبلہ بدلے گا اور اس پر ساتھ ساتھ بدلنا واجب ہوگا[۵]۔ (۸،۹،۱۰)

---

۱) فی تنویر الأبصار: من خرج من عمارة موضع اقامته...... قاصداً...... مسيرة ثلاثة أيام...... صلى الفرض الرباعي ركعتين۔ (كتاب الصلوٰة، باب صلاة المسافر، ص ۱۲۱ تا ۱۲۳، طبع سعيد) وكذا في تبيين الحقائق: (كتاب الصلوة، باب صلاة المسافر، ص ۵۰۷، طبع دارالكتب) وكذا في الهنديه (كتاب الصلوٰة، الباب الخامس عشر، ص ۱۳۹، ج۱: طبع رشيديه)

۲) كما في تبيين الحقائق: اما الأول فإنه يقصر اذا فارق بيوت المصر لماروى أنه عليه الصلوٰة والسلام قصر العصر بذى الحليفة...... ثم المعتبر المجاوزة من الجانب الذى خرج منه حتى لوجاوز عمران المصر قصر۔ الخ (كتاب الصلوة، باب صلاة المسافر، ص ۵۰۷، ج۱: طبع دارالكتب) وكذا في النهر الفائق: (كتاب الصلوٰة، باب صلاة المسافر، ص ۳۴۴، ج۱: طبع دارالكتب) وكذا في الهنديه (كتاب الصلوٰة، الباب الخامس عشر، ص ۱۳۹، ج۱: طبع رشيديه)

۳) كما في النهر الفائق: وفرضها التحريمة والقيام۔ (كتاب الصلوٰة، باب صفة الصلوٰة، ص ۱۹۲، ج۱: طبع دارالكتب) وكذا في تبيين (كتاب الصلوٰة، باب صفة الصلوٰة، ص ۲۷۲، ج۱: طبع دارالكتب) وكذا في الهنديه: (كتاب الصلوٰة الباب الرابع في صفة الصلوٰة، الفصل الأوّل، ص ۶۹، ج۱: طبع رشيديه)

۴) كما في تبيين: (وهى) اى الشروط...... استقبال القبله (كتاب الصلوٰة، باب شروط الصلوٰة، ص ۲۶۴، طبع دارالكتب) وكذا في النهر (كتاب الصلوٰة، باب شروط الصلوٰة، ص ۱۹۱، ج۱: طبع دارالكتب) وكذا في الهنديه: (كتاب الصلوٰة، الباب الثالث، الفصل الثالث، ص ۶۳، ج۱: طبع رشيديه)

۵) كما في الدرالمختار: (ويتحرى عاجز عن معرفة القبلة) بمامر (فإن ظهر خطؤهٗ لم يعدوان علم به في صلاته اوتحول رأيه) ولو في سجود سهو (استدار وبنى) (كتاب الصلوٰة، باب شروط الصلوٰة، ص ۱۴۳، ج۲: طبع رشيديه جديد) وكذا في النهر (كتاب الصلوة، باب شروط الصلوٰة، ص ۱۹۲ تا ۱۹۳، ج۱: طبع دارالكتب) وكذا في الهنديه: (كتاب الصلوٰة، الباب الثالث، الفصل الثالث، ص ۶۴، ج۱: طبع رشيديه)

حقیقت یہ ہے کہ جس کو اللہ تعالیٰ کے فریضہ نماز کی ادائیگی کا فکر ہوتو وقت سے پہلے وہ وضو کا اہتمام کرے اور جس اسٹیشن پر گاڑی زیادہ ٹھہرے وہاں وضو بنالے اور اگر وہاں وضو نہ بنا سکے تو گاڑی کے اندر جو بیت الخلاء ہوتے ہیں۔ان میں پانی کا انتظام ہوتا ہے- اس پانی سے وضو کرے اتنے وہ نجاست سے بھرے ہوئے نہیں ہوتے کہ بجائے طہارت کے نجاست حاصل ہو بلکہ بسہولت وضو کرسکتا ہے اور نجاست سے بچ سکتا ہے- خصوصاً اگر سفر میں وضو بنانے کے لیے لوٹا وغیرہ کوئی برتن ساتھ رکھے تو اور بھی نجس چھینٹوں کے لگنے کا احتمال ختم ہوتا ہے- نیز گاڑی میں سفر کرنے والوں کو یہ عموماً معلوم ہوتا ہے کہ فلاں اسٹیشن سے گاڑی میں اس طرح نماز پڑھنے سے نمازی ٹھیک قبلہ رخ ہوتا ہے- نیز گاڑیوں میں سفر کرنے والے عموماً مسلمان ہوتے ہیں اگر چہ خود بےعمل ہوں جب بھی کوئی نماز کے لیے جگہ کے متعلق کہتا ہے تو اس کو جگہ دے دیتے ہیں- چنانچہ تبلیغی جماعت والے جب گاڑی میں سفر کرتے ہیں تو اگر کسی اسٹیشن پر باجماعت نماز ادا کرنے کا موقع نہیں ملتا- تو ڈبے کے اندر اذان دے کر باجماعت نماز ادا کر لیتے ہیں الحاصل- نماز کے اوقات وسیع وفراخ ہیں- اگر کسی کو نماز کی ادائیگی کا فکر واہتمام ہوتو وہ گاڑی میں سفر کرتے ہوئے بھی صحیح وضو سے کھڑے ہوکر قبلہ رخ ہوکر باجماعت نماز ادا کرسکتا ہے [1]-لیکن اگر غفلت ہو تو سب کچھ کے ہوتے ہوئے بھی نماز قضا کر لیتے ہیں-

(۱۱-۱۳) گاڑی کے اندر تیمم کی یہ شرط کہ متیمم پانی سے ایک میل دور ہو نہیں پایا جاتا ہے بسا اوقات پٹریوں کے قریب قریب پانی ہوتا ہے اگر نہ بھی ہوتو پھر یہ بات کہ تا ادائیگی صلوٰۃ وہ پانی سے میل دور ہو یہ بات نہیں ہوتی اس لیے تیمّم کرنا جائز نہیں [2] لیکن اگر یہ شرط پائی جائے- نیز گاڑی میں بھی اندر اسے پانی نہ ملتا ہو اور اسٹیشن تک

---

۱) ومن اراد أن يصلي في سفينة فرضاً أونفلا فعليه أن يستقبل القبلة حتى قدر على ذلك اوليس له أن يصلي إلى غير جهتها حتى لودارت السفينة وهو يصلي وجب عليه أن يدور إلى جهته القبلة حيث دارت...... ومحل كل ذلك اذا خاف خروج الوقت قبل أن نصلى السفينة أدالفاطرة إلى المكان الذى يصلي فيه صلاة كاملةً ولاتجب عليه الاعادة اومثل السفينة القطر البخارية البريد، والكاترات ابحونه ونحوها۔ (كتاب الفقه على المذاهب الاربعة، كتاب الصلوٰة، بحث صلاة الفرض فى السفينة، ص ١٩٧، ج١، دارالفكر)۔ وكذا في الدرالمختار مع ردالمحتار: كتاب الصلوٰة، باب صلاة المريض، ص ١٠١ تا ١٠٢، ج٢: سعيد)

۲) والتقدير بالميل هوالمختار فى حق المسافر، قال الفقيه ابوجعفر: أجمع اصحابنا على أنه يجوز للمسافر أن يتيمم إذا كان بينه وبين الماء ميل، وان كان أقل من ذلك، لايجوز وان خاف خروج ...... الحلبي كبر: فصل فى التيمم ص ٦٧، سعيدى بك خانه)

وكذا فى التاتارخانيه: باب اليتمم ص ٢٣، ج١١ ادارة القرآن، وكذا فى الهندية، كتاب الطهارة، الباب الرابع فى التيمم، ص ٢٧، ج١، رشيديه)

گاڑی پہنچنے میں نماز قضا ہو جائے تو تیمم کر کے نماز ادا کر لے۔ لیکن یہ نماز دوبارہ قضا کر لے[۱] اور بہتر یہ ہے کہ سفر میں پاک ڈھیلا بھی ساتھ رکھے بوقت ضرورت اسے استعمال کر لے اور تیمم کے جواز کی صورت میں اس سے تیمم بھی کر لے۔ اگر ڈھیلا ساتھ نہ ہو تو گاڑی کے تختوں پر گرد ہو یا کپڑوں پر گرد پڑا ہو تو اس سے تیمم کر لے اوپر کے تختوں کا گرد پاک ہوتا ہے۔ اگر من جنس الارض کوئی چیز ساتھ نہ ہو اور کپڑوں و تختوں پر گرد نہ ہو تو ان سے تیمم جائز نہیں[۲]۔ (۱۲،۱۱ ب ج) جو بھی صورت اختیار کر لے جائز ہے لیکن جس صورت میں اطمینان و دھیان و خشوع و خضوع سے نماز پڑھ سکے اور گھر و منزل و اسٹیشن پر پہنچنے سے وقت مکروہ بھی داخل نہ ہو تو وہ صورت اختیار کرنا بہتر ہے۔ مکروہ وقت سے پہلے ادا کرے[۳] (۱۴، ۱۵، ۱۶) مسافر کو اگر اطمینان و سکون ہو اور کوچ و روانگی کا وقت نہ ہو تو سنتیں ادا کر لینا بہتر ہے۔ جیسے کہ حضر میں نوافل کیونکہ سفر میں فرض و واجب کے علاوہ سنتیں مؤکدہ و غیر مؤکدہ نوافل کے حکم میں ہیں۔ مسافر چاہے انھیں پڑھے یا نہ پڑھے یہ اسے شرعاً رخصت ہے۔ اگر اسے اطمینان و سکون نہ ہو اور کوچ و روانگی کا وقت کم ہو تو نہ پڑھے[۴]۔ (۱۷) اگر کوئی قصر کرنا بھول جائے اور اتمام کر لے تو اس کی نماز ہو جائے گی اور وہ گنہگار بھی نہیں ہوگا[۵]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

۱) وقيل يتيمم لفوات الوقت قال الحلبى فالاحوط أن يتيمم ثم يعيده...... فينبغى ان يقال يتيمم ويصلى ثم يعيد الوضو ، الدر المختار كتاب الطهارت باب التيمم، ص ٢٤٦ ، ج١ ، سعيد)
وكذا فى حلبى كبير : فصل فى التيمم ص ٧٥، سعيدى كتب خانه)

۲) يظهر من جنس الارض وان لم يكن عليه نقع "اى غبار" الدر المختار، ص ٢٣٨، إذا كان مسبوكين وكان عليهما غبار يجوز التيمم بالغبار الذى عليهما كما فى الظهيرية : أى إن كان يظهر أثره بمده عليه كما مر ولكن اوينظر فيه الى ولفلبة، ردالمحتار كتاب الطهارة، باب التيمم، ص ٢٤١، ج١، سعيد) وكذا فى حلبى كبير : فصل فى التيمم: ص ٧٦، ج١ : سعيدى كتب خانه) وكذا فى الهنديه: كتاب الطهارة، ص ٢٦ ، ٢٧، ج١)

۳) ولايفرط فى التاخير حتى لاتقع صلاة فى وقت مكروه، ردالمحتار : كتاب الطهارة، باب التيمم ص ٢٤٩، ج١ ، سعيد) ومثله فى البدائع: كتاب الصلوٰة، فصل وأمابيان وقد التيمم ص ٥٤تا ٥٥، ج١، رشيديه)

٤) ويأتى المسافر بالسنن ان كان فى حال أمن وقرار والا بأن كان فى خوف و فرار ياتى بها هوالمختار...... قيل الافضل الترك ترخيصاً وقيل الفعل تقرباً، الدر المختار مع ردالمحتار: كتاب الصلوٰة، باب صلوٰة المسافر، ص ١٣١، ج١ : سعيد) وكذا فى الهندية: كتاب الصلوٰة، الباب الخامس عشر فى السفر، ص ١٣٩، ج١ : رشيديه)
وكذا فى البحرالرائق: كتاب الصلوٰة، باب صلوٰة المسافر، ص ٢٢٩، ج٢، رشيديه)

٥) فلوأتم مسافر، ان قعد فى القعدة الاولىٰ، تم فرضه ولكنه أساء لوعا مداً لتا خير السلام وترك الواجب القصر۔ الدر المختار : كتاب الصلوة، باب صلوٰة المسافر، ص ١٢٨، ج٢، سعيد۔ وكذا فى تبيين الحقائق: كتاب الصلوٰة، باب صلوة المسافر، ص ٥١١، ج١ : دار الكتب العلميه)
وكذا فى الهنديه: كتاب الصلوٰة، الباب الخامس عشر فى صلاة المسافر ص ١٣٦، ج١ : رشيديه)

باب فی احکام العیدین

ایک مسجد میں دو بار نماز عید کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اندریں مسئلہ کہ ایک مسجد میں تقریباً اڑھائی سال سے از طرف اہلسنت والجماعت امام مقرر ہے- پانچ وقت نماز اور جمعہ پڑھاتا ہے- امام مسجد کی تنخواہ اور خورد ونوش و رہائش کا انتظام اہلسنت والجماعت کی طرف سے ہے- گذشتہ عید الفطر کے موقع پر غیر مقلدین نے تقاضا کیا کہ ہمیں عید کی نماز پڑھنے کے واسطے اجازت دی جائے- مصلحت کی بنا پر بغیر مسئلہ پوچھنے کے سب انسپکٹر نے حکم صادر فرمایا کہ ساڑھے سات بجے غیر مقلدین نماز عید پڑھیں اور آٹھ بجے اہل سنت والجماعت عید کی نماز ادا کریں اور اسی طرح کیا گیا- ایک جگہ دو بار عید کی نماز ادا کی گئی- عوام لوگوں نے اعتراض کیا کہ ایک جگہ دو دفعہ عید کی نماز پڑھنا منع ہے- اب قابل دریافت امر یہ ہے کہ ایک جگہ مسجد میں دو بار دو امام علیحدہ علیحدہ عید کی نماز پڑھا سکتے ہیں کہ نہیں۔

چونکہ ایک جگہ (یعنی جہاں امام مقرر ہو اور قوم بھی معلوم ہو) ایک نماز کی جماعت ہو جانے کے بعد دوبارہ اسی جگہ اسی ہیئت اجتماعیہ کے ساتھ جماعت کرنا مکروہ ہے[1]- لہٰذا صورت مسئولہ میں مذکورہ جگہ پر ایک ہی

---

۱) ویکره تكرار الجماعة باذان وإقامة فی مسجد محلة لافی مسجد طريق أومسجد لاامام له ولا مؤذن، الدر المختار: كتاب الصلوٰة، باب الامامة، ص ۵۵۲، ج۱: سعيد)

وكذا فی الهندية: كتاب الصلوٰة الباب الخامس فی الامامة، ص ۸۳، ج۱: رشيديه)

وكذا فی الفقه الاسلامی وأدلته: الفصل العاشر انواع الصلوٰة، تاسعاً، تكرار الجماعة فی المسجد ص ۱۱۸۲، ج۲، دار الفكر)

عن ابی يوسف رحمه الله: أنه ان لم تكن الجماعة على الهيئة الأولى لاتكره وهوالصحيح، وبالعدول عن المحراب مختلف الهيئة...... وبه نأخذ، ردالمحتار: كتاب الصلوٰة، باب الامة، ص ۵۵۳، ج۱، سعيد)

وكذا فی البزازية على هامش الهنديه: كتاب الصلوٰة الخامس عشر فی الامامة، ص ۵٦، ج٤، رشيدية) وكذا فی حلبی كبير: السائل المتفرقة، ص ٦١۵، ج۱، سعيدی كتب خانه)

جماعت ہو اور اہل سنت والجماعت کا امام جب اسی جگہ مقرر ہے تو انھیں حق ہے کہ وہاں عید کی نماز پڑھیں (۱) اور غیر مقلدین ان کے پیچھے عید کی نماز ادا کریں۔ جو کہ اتفاق اور جمعیت کی صورت ہے اور پسندیدہ ہے اور انتشار بین المسلمین سے بچاؤ ہے جو کہ اللہ تعالیٰ کو محبوب ہے (۲)۔ واللہ تعالیٰ اعلم

نماز عید کے بعد مصافحہ کا حکم

﴿س﴾

مسئلہ پشاور کے ایک مولانا نے تحریری حکم فرمایا ہے کہ نماز عید کے بعد معانقہ اور مصافحہ کرنے والا گناہ گار نہیں بلکہ حدیث شریف کی کتاب مشکوٰۃ میں موجود ہے اور صحابہ کے عمل سے ثابت ہے۔

(۱) مندرجہ بالا عبارت درست ہے یا غلط۔

(۲) اگر غلط ہے تو اس مولانا کی اقتداء میں نماز پڑھنا اور میل جول (تعلقات) رکھنا کیسا ہے۔

﴿ج﴾

(۱) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ واضح رہے کہ مصافحہ اور معانقہ ابتدائے ملاقات کے وقت مسنون ہے اور وداع کے وقت میں مختلف فیہ ہے۔ لہٰذا بعد از نماز عید مسنون تو ہرگز نہیں ہے کیونکہ اس کا ثبوت حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں ہے ہاں بعض علماء اس کو بدعت مباحہ کہتے ہیں اور بعض علماء اس کو بدعت مکروہہ کہتے ہیں اور مولانا عبدالحئی صاحب اپنے فتاویٰ کے ج ۲ ص ۴۵ پر فرماتے ہیں۔ **علی کل تقدیر ترک اس کا اولیٰ ہے۔**

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اگر عید کے بعد مصافحہ کرنے کو عوام دین کا ایک ضروری کام یا مسنون جانتے ہوں یا ہوتے

---

۱) وعن ابن مسعود رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ......ولا یؤم الرجل الرجل فی سلطانہ ولا یقعد فی بیتہ علی تکرمتہ إلا باذنہ "الصحیح المسلم" کتاب المساجد ، باب من احق بالامامۃ، ص ۲۳۶ ، قدیمی) وکذا فی السنن الترمذی، ابواب الصلوٰۃ، باب من احق بالامامۃ، ص ۵۵ ، ج ۱ : سعید) واعلم أن صاحب البیت ومثلہ إمام المسجد أولی بالامامۃ من غیرہ مطلقا الصلوٰۃ، باب المعاویہ، ص ۵۵۹ ، ج ۱ ، سعید) وکذا فی البحر الرائق: کتاب الصلوٰۃ، باب الامامۃ، ص ۶۰۷ ، ج ۱ : مکتبہ رشیدیہ)

۲) واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا۔ "سورۃ ال عمران ، آیت نمبر : ۱۰۳)

امرھم بالجماعۃ ونھاھم عن التفرقۃ...... عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: قال ان اللہ یرضی لکم ثلاثا...... ان تعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا وان تناصحوا من ولاہ اللہ امرکم الخ۔ تفسیر ابن کثیر: سورۃ ال عمران، الآیۃ: ۱۰۳ ، ص ۸۰ ، ج ۲ ، قدیمی)

ہوتے اس کا اندیشہ ہو تب تو بدعت مکروہہ ہے اور اس سے اجتناب ضروری ہے اور اگر عوام دین کا ایک ضروری کام سمجھ کر نہ کرتے ہوں اور نہ اس کو مسنون جان کر کرتے ہوں بلکہ ویسے خوشی کے دن مزید مسرت اور مابین الفت ومودت پیدا کرنے کی خاطر کرتے ہوں۔ تب یہ عمل بدعت مباحہ شمار ہوگا اور رحمت ایزدی سے امید ہے کہ تب مؤاخذہ نہ فرمائیں گے کیونکہ بدعت شنیعہ کی تعریف میں یہ داخل نہیں ہوتا۔

جیسا کہ علامہ شامی رحمہ اللہ اور صاحب درمختار عید کے دن عید مبارک باد کے کلمہ کے استعمال کو جائز قرار دیتے ہیں۔ کما قال فی الدرالمختار [۱] (باب العیدین) و التهنئة بتقبل الله مناومنكم لا تنكر (قوله لا تنكر) خبر قوله والتهنئة و انما قال كذلك لانه لم يحفظ فيها شئ عن ابى حنيفة و اصحابه و ذكر فى القنية انه لم ينقل عن اصحابنا كراهة و عن مالك انه كرهها و عن الاوزاعى انها بدعة و قال المحقق ابن امير حاج الاشبه انها جائزة مستحبة فى الجملة ثم ساق آثارا باسانيد صحيحة عن الصحابة فى فعل ذلك ثم قال والمتعامل فى البلاد الشامية والمصرية عيد مبارك عليك و نحوه و قال يمكن ان يلحق بذلك فى المشروعية والاستحباب لما بينهما من التلازم فان من قبلت طاعته فى زمان كان ذلك الزمان عليه مباركا على انه قد ورد الدعاء بالبركة فى امور شتى فيؤخذ منه استحباب الدعاء بها هنا ايضًا اهـ

وقال فى الدرالمختار [۲] (كالمصافحة) اى كما يجوز المصافحة انها سنة

---

۱) الدرالمختار: مع الرد ، كتاب الصلوٰة، باب العيدين، ص ١٦٩، ج٢، ايچ ايم سعيد)

۲) الدرالمختار مع ردالمحتار: كتاب الحظر والاباحة، باب الاستبراء، ص ٣٨١، ج٦، ايچ ايم سعيد)
عن البراء ابن عازب رضى الله عنه قال قال: رسول الله صلى الله عليه وسلم والمسلمان إذا تصافحا، لم يبق بينهما ذنب الا اسقطه "المشكوٰة: كتاب الأدب، باب المصافحة والمعانقه، ص ٤٠١، قديمى) وعن البراء بن عازب رضى الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم مامن مسلمين يلتقيان فيصان فحان الاغفر لهما قبل ان يتفرقا الجامع الترمذى، أبواب الاستيذان، باب ماجاء فى المصافحه، ص ١٠٢، ج٢، سعيد)
اعلم أن المصافحة سنة ومستحبة عند كل لقاء وما اعتاده الناس بعد صلاة الصبح والعصر لا اصل له فى الشرع على هذالوجه ولكن لابأس به فان اصل المصافحة سنة، كونهم محافظين عليها فى بعض الاحوال لايخرج ذلك البعض عن كونه من المصافحة التى ورد الشرع باصلها وهى من البدعة المباحة وقد شرحنا أنواع البدع فى اول كتاب الاعتصام...... فإن محل المصافحة المشروعة اول الملاقاة وقد يكون جماعة يتلاقون من غير مصافحة ويتصاحبون بالكلام ومذاكرة العلم وغيره مدة مديدة، ثم إذاصلوا يتصافحون فاين هذا من السنة المشروعة ولهذا صرح بعض علماؤنا بانها مكروهة، من البدع المذمومة، المرقاة المفاتيح: كتاب الادب، باب المصافحة ولمعانقة، ص ٤٩٤، ج٢، دارالكتب العلمية)۔

قدیمة متواترة لقوله علیه الصلاة والسلام من صافح اخاه المسلم و حرک یده تناثرت ذنوبه واطلاق المصنف تبعا للدر والکنز والوقایة والنقایة والمجمع والملتقی و غیرها یفید جوازها مطلقا و لو بعد العصر و قولهم انه بدعة ای مباحة حسنة کما افاده النووی فی اذکاره وغیره- الخ و قال الشامی تحته لکن قدیقال ان المواظبة علیها بعدالصلوات خاصة قد یؤدی الجهلة الی اعتقاد سنیتها فی خصوص هذه المواضع و ان لها خصوصیة زائدة علی غیرها مع ان ظاهر کلامهم انه لم یفعلها احد من السلف فی هذه المواضع ثم اطال فی ذالک فراجعه

(۲) مسئلہ ایسا نہیں ہے کہ اس کی اقتداء میں نماز صحیح نہ ہو نماز اس کے پیچھے درست ہے(۱)- ایسے معمولی مسائل کے سبب نزاع وفساد پیدا کرنا اور مسلمانوں کے اتحاد کو پارہ پارہ کرنا حرام ہے- نزاع اور فساد پیدا کرنے والے مصافحہ کرنے والوں سے زیادہ مستحق ملامت ہیں- مسلمانوں کو چاہیے کہ اس قسم کے مسائل پیدا کر کے مسلمانوں میں افتراق پیدا کرنے والوں سے بچیں(۲)- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عیدین کی نماز مسجد میں ادا کرنے کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ عید کی نماز مسجد میں پڑھنا منع اور گناہ ہے حالانکہ مکہ والے حضور ﷺ کی زندگی میں مسجد میں پڑھتے رہے- آپ ﷺ نے منع نہیں فرمایا- مدینہ والے اب مدینہ کی مسجد میں پڑھتے ہیں- بینوا توجروا

---

۱) صلوا خلف کل بروفاجر، حلبی کبیر: کتاب الصلوٰۃ، باب الامامة، ص ۵۱۳، سعیدی کتب خانه) وکذا فی حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح: کتاب الصلوٰۃ، باب الامامة، ص ۳۰۳، دارالکتب العلمیة، بیروت) وکذا فی شرح فقه الاکبر، ص ۲۲۷، دارالبشاقر الاسلامیه)

۲) واعتصموا بحبل الله جمیعا ولاتفرقوا- سورة ال عمران: آیت نمبر: ۱۰۳-
امرهم بالجماعة ونهاهم عن التفرقة، وقدوردت الاحادیث المعتدادة بالنهی عن التفرق، والامر باالاجتماع والائتلاف، کما فی صحیح مسلم من حدیث سهیل بن ابی صالح عن ابیه عن ابی هریرة رضی الله عنه أن رسول الله صلی الله علیه وسلم قال: ان الله یرضی لکم ثلاثا، ویسخط لکم ثلاثاً، یرضی لکم أن تعبدوه ولا تشرکوا به شیأ وأن تعتصموا بحبل الله جمیعا ولا تفرقوا وأن تناصحوا من ولاه الله أمرکم، الخ - تفسیر ابن کثیر سورة الٰن عمران، الآیة: نمبر ۱۰۳، ص ۸۰، ج۲، قدیمی کتب خانه)

﴿ج﴾

عیدین کی نماز مسجد میں بھی ادا کرنا درست ہے-لیکن افضل صحرا یعنی (عیدگاہ میں) ادا کرنا ہے-مسجد حرام اس عام حکم سے مستثنیٰ ہے-اس میں عید کی نماز بلا کراہت درست ہے-والخروج الیها ای الی الجبانة لصلوة العید سنة و ان وسعهم المسجد الجامع هو الصحیح -(۱)

و حکی الطحطاوی عن شرح الموطأ للقاری ینبغی ان لایکون خلاف فی المسجد الحرام فانه موضع للجماعات و الجمعة و العیدین و الکسوفین و الاستسقاء و صلوة الجنازة قال و هذا احد وجوه اطلاق المساجد علیه فی قوله تعالی انما یعمر مساجد الله- الایة- قلت فلو دخل فی حکمه المسجد النبوی فلا اشکال فی الصلوة علی ابنی البیضاء .(۲) فقط والله تعالیٰ اعلم

نمازِ عید میں تین زائد تکبیریں سہواً چھوٹ گئیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ عید کے موقع پر دوسری رکعت میں تین زائد تکبیریں امام سے بھول کر رہ گئیں پھر امام نے سجدہ سہو کرلیا-اب نماز ہوگئی یا نہیں-فقط

﴿ج﴾

نماز اس کی ہوگئی ہے- (و السهو فی صلوة العید والجمعة والمکتوبة والتطوع سواء) والمختار عندالمتاخرین عدمه فی الاولیین لدفع الفتنة کما فی جمعة البحر واقره المصنف و به جزم فی الدرر قال الشامی: لکنه قیده محشیها الوانی بما اذا حضر جمع کثیر والا فلا

---

۱) الدرالمختار: کتاب الصلوٰة، باب العیدین، ص ۱۶۹، ج۲: سعید)

وکذا فی حاشیة الطحطاوی کتاب الصلوٰة، باب أحکام العیدین، ص ۵۳۱، قدیمی کتب خانه)

عن ابی سعید الخدری رضی الله عنه قال: کان النبی صلی الله علیه وسلم یخرج یوم الفطر والأضحیٰ الی المصلی فأول شئی یبدأبه الصلوٰة ثم ینصرف، الصحیح البخاری: کتاب العیدین، باب الخروج الی المصلی، ص ۱۳۱، ج۱: قدیمی کتب خانه)

۲) اوجزالمسالك: کتاب الصلوٰة، الصلوٰة علی الجنائز فی المسجد، ص ۳۵۲، ج٤، دارالکتب العلمیه)

داعی الی الترک [۱] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

فناء مصر کی تحدید

(س)

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ فناء مصر اور مصلی المصر کی حدود اربعہ کتنے میل تک ہوتی ہیں- نیز ایک شہر اپنی تحصیل سے دو میل دور ہے اور اس میں کافی عرصہ سے تقریباً بیس سال تک جمعہ کی نماز ہوتی رہی ہے- اس میں نماز جمعہ اور عید ہو سکتی ہے یا نہیں- جواز و عدم جواز پر دلائل سے روشنی ڈالیں-

(ج)

تحدید بالفراسخ مطلقاً معتبر نہیں [۲] بلکہ اعتبار فناء مصر میں اس کا ہے کہ وہ جگہ مصالح مصر مثل دفن موتی و رکض خیل وغیرہ کے لیے مہیا ہو اور اگر مصالح مصر کے لیے نہیں ہے بلکہ جداگانہ قریہ ہے تو اس کا حکم درباره جمعہ مستقل ہے- یعنی اگر وہ قریہ کبیرہ ہے جمعہ اس میں واجب الادا ہوگا ورنہ نہیں- **قال فی الشامی و التعریف احسن من التحدید لانہ لا یوجد ذلک فی کل مصر و انما ھو بحسب کبر المصر و صغرہ- الخ- فالقول بالتحدید بمسافة یخالف التعریف المتفق علی ما صدق علیه بانه المعد لمصالح المصر- الخ- [۳] فقط و الله تعالی اعلم**

---

۱) الدر المختار مع ردالمحتار: کتاب الصلوٰۃ، باب سجود السھو، ص ۹۲، ج۲، سعید) وکذا فی حاشیة الطحطاوی: کتاب الصلوٰۃ، باب احکام سجود السھو: ص ٤٦٥ تا ٤٦٦، ج۱: قدیمی) وکذا فی الھندیة: کتاب الصلوٰۃ، الباب الثانی عشر فی سجود السھو: ص ۱۲۸ ج۱: مکتبه رشیدیه)

۲) ولا معتبر بالفراسخ ھوالصحیح، الھندیه: کتاب الصلوٰۃ، الباب الخامس عشر فی صلاۃ المسافر، ص ۱۳۸ ج۱: رشیدیه)
وکذا فی الھدایة: کتاب الصلوٰۃ، باب صلوٰۃ المسافر، ص ۱۷۳، ج۱: مکتبه رحمانیه)

۳) والتعریف احسن من التحدید لانه لا یوجد ذلك فی کل مصر وانما ھو بحسب کبرالمصر وصغره...... فالقول بالتحدید بمسافة یخالف التعریف المتفق علی ماصدق علیه بانه المعد لمصالح المصر فقد نص الأئمه علی ان الفناء، ما أعدلدفن الموتی و حوائج المصر کرکض الخیل والدواب وجمع العساکر والخروج للرمی وغیر ذلك وأی موضع یحد بمسافة یسع عساکر مصر ویصلح میدانا للخیل والفرسان ورمی النبل والبندق البارود و اختیار المدافع)۔ ردالمحتار: کتاب الصلوٰۃ، باب الجمعة، ص ۱۳۹، ج۲: سعید)
وکذا فی الدر المختار مع ردالمختار: کتاب الصلوٰۃ، باب صلوٰۃ المسافر، ص ۱۲۱، ج۲، سعید)
وکذا فی الھندیة: کتاب الصلوٰۃ، الباب الخامس، الخ، ص ۱۳۹، ج۱: مکتبه رشیدیه)

ضرورت کے سبب عیدگاہ کے بجائے مسجد میں نماز عید ادا کرنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین مندرجہ ذیل مسائل کے متعلق۔

(۱) ایک شہر کی ایسی عیدگاہ جس میں چالیس صفوں سے زائد صفیں ہوتی ہیں۔ ہر صف میں ڈیڑھ سو کے قریب آدمیوں کی تعداد ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ عیدگاہ کے اردگرد شمالاً جنوباً اور شرقاً غرباً کافی لوگ مزید جمع ہو جاتے ہیں اوران کی کئی صفیں بن جاتی ہیں۔ شہری آبادی کے علاوہ اردگرد کے دیہات کے لوگ بھی کافی جمع ہو جاتے ہیں۔ ریت اور مٹی کے ٹیلوں پر کافی صفیں بے ترتیبی سے بن جاتی ہیں۔ اگرچہ عیدگاہ کے امام کے سامنے لاؤڈ سپیکر بھی رکھا ہوتا ہے۔ تب بھی ہزاروں کی تعداد کے بسبب اردگرد اور پیچھے کھڑے ہونے والے دور کے لوگوں کو وقت پر تکبیرات کا صحیح پتہ نہیں لگ سکتا جس کے سبب ادائیگی نماز میں کافی دقت ہو جاتی ہے۔ تقریباً پندرہ ہزار لوگوں کے اجتماع میں مختلف طبائع کے سبب جن لوگوں کو دوبارہ وضوء کی ضرورت پیش آ جائے تو ایسی عیدگاہ میں نہ طہارت خانے موجود ہیں نہ سقاوے۔ صرف ایک دو نلکے موجود ہیں جن پر بمشکل بیک وقت دو آدمی وضو کر سکتے ہیں۔ عموماً عیدگاہ میں آنے والے لوگ اپنے گھروں سے اور اردگرد کی مساجد وغیرہ سے وضو کر کے آتے ہیں۔ جب کافی وقت نماز کے انتظار میں لگ جاتا ہے تو پھر ضرورت پڑنے پر دوبارہ وضوء کرنا بہت ہی مشکل ہو جاتا ہے۔ اس لیے ایسے لوگ شدت کے ساتھ وضوء محفوظ کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ ان حالات کے پیش نظر ایسے شہر میں ایک وسیع وقدیم شاہی مسجد ہے جو شہر کی اکثر آبادی کے ایک طرف واقع ہے اور میونسپل کی حدود میں داخل ہے۔ اس میں پانی طہارت خانوں اور غسل کا بہترین انتظام ہے۔ اس مسجد میں بڑے بڑے تبلیغی اجتماعات بھی ہوتے ہیں۔ ایسی مسجد میں اگر نماز عید پڑھنے کا انتظام کیا جائے جس میں شہریوں اور دیہاتیوں کی نماز عید آسانی کے ساتھ ادا ہو جائے تو مسجد میں نماز عید جائز ہو جائے گی یا نہ؟ ایسی مسجد میں نماز عید پڑھنے والوں کو نماز پڑھنے کا ثواب بھی ملے گا یا نہیں؟

(۲) ملتان اور بہاولپور کی شہری حدود میں کئی مقامات اور مساجد میں نماز عیدین پڑھی جاتی ہیں۔ کیا ان لوگوں کی نماز عید بلا کراہت ادا ہو جاتی ہے یا نہیں۔ ملتان اور بہاولپور تو بڑے شہر ہیں۔ خانپور کٹوریہ ضلع رحیم یار خان کی تحصیل ہے اس میں بھی شہری اور میونسپل کمیٹی کی حدود کے اندر ایک ہی مسلک کے مسلمانوں کی کئی جگہوں پر عیدین کی نمازیں پڑھی جاتی ہیں۔ کیا ایسی آبادی والے شہر کے اندر کئی جگہوں اور مساجد میں نماز عید جائز ہو جاتی ہے یا نہیں؟

(۳) عرف عام میں شہروں کی حدود کا اندازہ حکومت کی طرف سے موجودہ زمانہ میں قائم ہو چکا ہے یعنی شہر کی میونسپل کمیٹی کی حدود۔ شریعت محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی اسی عرف عام پر فتویٰ شہریت کی حدود کا دیا جائے گا

یا نہیں- کیا شرع محمدی میں شہری حدود کا مسئلہ کچھ دوسری صورت میں ہوگا- اسے بیان فرمایا جائے- فرض کیا جائے ایک زمانے میں ایک شہر کی آبادی صرف چھ ہزار تھی- اس کے تھوڑے فاصلے پر شہر کے باہر مسلمانوں نے عیدگاہ بنا رکھی تھی- کچھ عرصہ بعد شہر کی آبادی بڑھ گئی اور عیدگاہ بھی شہری حدود یعنی میونسپل کمیٹی کی حدود میں شامل ہوگئی- اب اس شہر کے لوگ نماز عید کے لیے میونسپل کمیٹی کی نئی حدود کے باہر دوسری عیدگاہ بنائیں یا اسی عیدگاہ میں پڑھتے رہیں جو شہری حدود میں شامل ہو چکی ہے- کیا نماز عید کے لیے شہری آبادی سے باہر جا کر نماز پڑھنا بطور زیادتی ثواب کے ہے یا بطور حکم ضروری سنت اور وجوب کے۔

(۴) کتب خانہ رحیمیہ یو- پی دیوبند کے طبع شدہ بہشتی زیور مکمل و مدلل کا آخری گیارھواں مکمل و مدلل حصہ بہشتی گوہر کے ص ۷۹ مسئلہ نمبر ۵ میں یہ عبارت موجود ہے- کہ نماز عیدین بالاتفاق شہر کی متعدد مساجد میں جائز ہے- اس عبارت پر حاشیہ میں ایک فقہ کی کتاب کا حوالہ بمع عبارت بھی تحریر ہے- یہ مسئلہ صحیح ہے یا غلط- نیز یہ مسئلہ کہ متعدد مساجد میں نماز عیدین جائز ہے- کسی مجبوری یا عذر یعنی بارش وغیرہ کے پیش نظر دیا گیا ہے یا بلا عذر بھی شہر کی متعدد مساجد میں نماز عید جائز ہوگی- نیز ایک شخص نے بہشتی گوہر کے اس مسئلہ کے متعلق یہ کہا کہ حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے اپنے اس مسئلہ کے غلط لکھنے سے رجوع کر لیا ہے کیا اس شخص کا کہنا کہ اس غلطی سے رجوع کر لیا ہے- صحیح ہے یا حضرت تھانوی رحمہ اللہ پر بہتان ہے- بینوا توجروا

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم- (۱) عیدگاہ (صحراء) میں عید کی نماز ادا کرنا سنت ہے- نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ عید کی نماز پڑھنے کے لیے باہر صحرا میں تشریف لے جاتے تھے[1]- سوائے ایک دفعہ کے جس میں بارش کے عذر کی وجہ سے مسجد نبوی میں عید کی نماز ادا کی گئی[2]- حالانکہ مسجد نبوی میں نماز پڑھنے کی کتنی فضیلت ہے[3]-

---

۱) عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ: قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یخرج یوم الفطر والاضحی الی المصلی، فأول شئی یبدأبہ الصلوٰۃ، البخاری، کتاب العیدین، باب الخروج الی المصلی، الخ، ص ۱۳۱، ج۱: قدیمی) وکذا فی السنن ابی داؤد: ابواب العیدین باب اذالم یخرج، الخ ص ۱۷۱، ج۱، مکتبہ رحمانیہ) وکذا فی المشکوٰۃ: کتاب الصلوٰۃ، باب صلوٰۃ العیدین، ص ۱۲۷، ج۱، قدیمی)

۲) عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ انہ اصاب مطر فی یوم عید فصلی بھم النبی صلی اللہ علیہ وسلم صلاۃ العید فی المسجد (مشکوٰۃ کتاب الصلوٰۃ، باب صلوٰۃ العیدین، ص ۱۲٦، ج۱، قدیمی) (وکذا فی ابوداؤد: ابواب العیدین، ص ۱۷۱، ج۱: مکتبہ رحمانیہ)

۳) عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلوٰۃ فی فی مسجدی ھذا خیر من الف صلوٰۃ فی غیرہ الا المسجد الحرام، کتاب الحج، باب فضل الصلوٰۃ، بمسجد، الخ، ص ٤٤٦، ج۱، قدیمی کتب خانہ)

لہٰذا عیدگاہ میں نماز عید پڑھنا مسنون ہوگا - باقی عیدگاہ میں طہارت خانوں اور وضوء کی جگہ کا انتظام کیا جا سکتا ہے - اگر یہ انتظام موجود بھی ہو تب بھی عیدگاہ کی طرف نکلنا سنت ہوگا[1] - اگر جامع مسجد میں نماز عید بلا عذر ادا کی گئی تو نماز عید ادا ہو جائے گی اگرچہ ایک سنت مؤکدہ فوت ہو جائے گی[2] - کما قال فی الدر المختار[3] (و الخروج الیھا) ای الجبانة للصلاة العید (سنة و ان وسعھم المسجد الجامع) ھو الصحیح - اسی طرح امداد الفتاویٰ میں[4] بھی مسئلہ موجود ہے -

(۲) ایک شہر میں متعدد مقامات پر عید کی نماز بلا کراہت ہو جاتی ہے - اگرچہ حتیٰ الوسع کم سے کم جگہوں میں نماز عید پڑھنے کا انتظام ہونا اولیٰ ہے - کما قال فی التنویر[5] - (و تؤدی فی مصر واحد بمواضع کثیرة مطلقاً.

(۳) شہری حدود میں عیدگاہ کے داخل ہو جانے کے بعد دوسری عیدگاہ بنانے کی ضرورت نہیں ہے[6] اسی پہلی عیدگاہ میں ہی پورا ثواب ملے گا - ان شاء اللہ تعالیٰ

شریعت میں تو شہر کے حدود وہ مقامات ہیں کہ جن کے ساتھ شہر کی ضروریات متعلق ہوں - مثلاً گھوڑ دوڑ کا میدان، چھاؤنی، قبرستان وغیرہ، اور شہر سے منفصل وہ مقامات ہیں کہ جن کے ساتھ شہری ضروریات کا تعلق نہ

---

۱) والخروج الی الجبانة فی صلاة العید سنة الخ، الهندیة: کتاب الصلوٰة، الباب السابع عشر فی العیدین، ص ۱۵۰، ج۱: مکتبه رشیدیه) وکذا فی البحر الرائق: کتاب الصلوٰة، باب العیدین، ص ۱۷۸، ج۳، مکتبه رشیدیه)

۲) لوصلی العید فی الجامع ولم یتوجه إلی المصلی فقد ترك السنة، البحر الرائق: کتاب الصلوٰة، باب صلوٰة، العیدین، ص ۲۷۸، ج۲، رشیدیة) والسنة أن یخرج الامام الی الجبانة : الخانیة علی هامش الهندیة: کتاب الصلوٰة، باب صلوٰة العیدین، ص ۲۸۳، ج۱، مکتبه رشیدیه)

۳) الدر المختار: کتاب الصلوٰة، باب العیدین، ص ۱۶۹، ج۲، سعید)

٤) امداد الفتاوٰی: باب صلوة الجمعة والعیدین ص ٤١٠، ج۱، مکتبه دار العلوم کراچی)

٥) الدر المختار: کتاب الصلوٰة، باب العیدین، ص ۱۷٦، ج۲، سعید) وتجوز إقامة صلاة العید فی موضعین الخ، الهندیة: کتاب الصلوٰة، الباب السابع عشر فی صلاة العیدین، ص ۱۵۰، ج۱، مکتبه رشیدیه) وکذا فی البحر الرائق: : کتاب بر الصلوٰة، باب العیدین، ص ۲۸۳، ج۲، مکتبه رشیدیه)

٦) وان نظرنا إنه لم یثبت مانع صریح من التعد دفالا ظهر الجواز مطلقاً والعید فیه سواء إلا أنه یستحب أن تؤدی بغیر حاجة إلا فی موضع واحد خروجاً من الخلاف، اعلاء السنن، ابواب الجمعة، ص ۷۲ تا ۹۱، ج۸، ادارة القرآن)

ہو- وہ شہری حدود سے خارج شمار ہوتے ہیں [1]- کمیٹی کی حدود کے پھیلاؤ کا مجھے تفصیلی علم نہیں ہے-

(۴) ویسے یہ مسئلے تو ہمارے ہاں صحیح ہیں- جیسا کہ جواب نمبر۲ میں ذکر کر دیا گیا ہے- جو شخص مولانا تھانوی رحمہ اللہ صاحب کے رجوع کرنے کا مدعی ہے وہ اس کا ثبوت پیش کرے- ہمیں اس کے رجوع کا کوئی علم نہیں ہے اور یہ مسئلہ بہشتی گوہر میں بعینہ اسی طرح موجود ہے- فقط واللہ تعالی اعلم-

فتنہ سے بچنے کے لیے عیدگاہ کے بجائے درسگاہ میں نمازعید ادا کرنے کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ہمارے ہاں ایک قصبہ میں چند مودودی المسلک زمیندار رہتے ہیں انھوں نے ایک مسجد تعمیر کرائی ہے- اور دوسرے محلّہ میں دیوبندیوں کی جامع مسجد علیحدہ ہے اور یہ مودودی کسی حق گو دیوبندی عالم کو مستقل طور پر ہمیشہ کے لیے اپنی مسجد میں رہنے نہیں دیتے- ایک چھوٹا سا میاں بھی رکھتے ہیں جو کہ ان چند آدمیوں کو نماز اور جمعہ پڑھا دیتا ہے اور ان کی پالیسی یہ رہتی ہے کہ اخبارات ایشیاء وغیرہ کتابی لٹریچر کے ذریعہ اپنے مسلک کی اشاعت کرتے رہتے ہیں اور گاہے گاہے مودودی مسلک کے لیڈروں کو منگا کر عوام کو دعوت دے کر لیکچر کرا دیتے ہیں اور عوام سے مودودیت کے فارم پُر کرا لیتے ہیں اور گاہے گاہے عوام کو پھنسانے کے لیے یوں بھی کرتے ہیں کہ دیوبندی مولویوں کو بلا کر اپنی مسجد میں تقریر کرا دیتے ہیں تا کہ دیوبندی عوام یہاں آنے جانے کے عادی ہو جائیں اور عوام کو ایسے موقع پر دعوتیں بھی کھلا دیتے ہیں اور دیوبندی حضرات پیسے اور دعوتوں کی لالچ میں وہاں چلے جاتے ہیں اور گاہے گاہے غیر مقلدوں کی تقریریں بھی کرا دیتے ہیں اور اس کے چند دن بعد مودودیوں کے فارم پُر کرا دیتے ہیں- ان کا بڑا زمیندار جو ہے وہ پختہ مودودی ہے- ابوالاعلیٰ کا پورا مظہر ہے-

---

[1] وفی الخانیة: ان کان بین الفناء والمصرا قل من غلوة ولیس بینهما مزرعة یشترط مجاوزته والا فلا "قال ابن عابدین و أشار الی أنه یشترط مفارقة ماکان من توابع موضع الاقامة کربض المصر وهو ماحول المدینة من بیوت و مساکن فانه فی حکم المصر وکذا القری المتصله بالربض فی الصحیح بخلاف البساتین...... واما الفناء وهوالمکان المعد لمصالح البلد کرکض الدواب و دفن الموتی والقاء التراب فان اتصل بالمصر اعتبر مجاوزته وان انفصل بغلوة او مزرعة فلا، الدرالمختار: مع ردالمحتار: کتاب الصلوٰة، باب صلوٰة المسافر ج۲، ص ۱۲۱، سعید) وکذا فی الهندیة: کتاب الصلوٰة، الباب الخامس عشر فی صلوٰة المسافر، ص ۱۳۹، ج۱، رشیدیه)

(۱) اب اس صورت حال میں دیوبندیوں کی جامع مسجد کے عالم وخطیب کے لیے یہ ضروری ہے کہ مودودیوں کے مسلک کے نقائص بیان کرے اوران کے مسلک کی تردید کرے یا نہ بلکہ خاموش رہے- اگر خاموش رہے تو گنہگار تو نہیں ہوگا-

(۲) ایسے مودودیوں کی دعوت پر جانا اوران کی مسجد میں نماز پڑھنا جائز ہے یا نہ۔

(۳) عیدگاہ ان مودودی زمینداروں نے عرصہ دوتین سال سے تعمیر کرائی ہے اوران کی تولیت و قبضہ میں ہے اور عید کی نماز عیدگاہ میں ہمیشہ دیوبندیوں کی جامع مسجد کا خطیب پڑھاتا رہتا ہے- مگر چونکہ وہ مودودیوں کا مخالف ہے اور مودودی اس کے مخالف ہیں اس لیے وہ مودودی زمیندار چاہتے ہیں کہ اس کو امامت سے ہٹا کر کوئی دوسرا اپنی منشاء کے مطابق عید کے لیے امام رکھا جائے- اس لیے عید کے موقع پر فتنہ ہو جاتا ہے- چنانچہ امسال عید کے موقعہ پر عیدگاہ میں غیر مقلدوں اور مودودیوں نے مسلک دیوبندیوں کے امام کی توہین کرائی اور اپنا دوسرا علیحدہ سپیکر منگا کر اس میں گالی گلوچ نکالی- جس کی وجہ سے جامع مسجد والی دیوبندی جماعت کو صدمہ پہنچا اور آئندہ کے لیے عزم کیا کہ ہم عید کی نماز جامع مسجد کی درسگاہ کے میدان میں جو کہ ایک کافی وسیع صحن ہے پڑھیں گے کیا اس فتنہ سے اعراض کرتے ہوئے مودودیوں کی عیدگاہ کو چھوڑ کر ہم جامع مسجد ودرسگاہ کے میدان میں عید کی نماز ادا کر سکتے ہیں شہری ودیہاتی سب دیوبندی صاحبان اس بات میں متفق ہیں- بینوا توجروا جزاکم اللہ-

﴿ج﴾

مودودی صاحب کے خیالات اوران کے مسائل شرعیہ میں مخصوص اجتہادات گمراہ کن ہیں جن کی تفصیل علماء حق کے متعدد رسائل میں موجود ہے۔ اگر مودودی صاحب کے پیروکاران مخصوص اجتہادات کی تبلیغ میں مصروف ہیں تو حکمت علمی وعملی کے ساتھ مودودی صاحب کے ان مخصوص خیالات ومجتہدات سے لوگوں کو آگاہ کیا کریں اوران کے ساتھ ایسی مجالس اور دعوتوں میں شریک نہ ہونا چاہیے- جن میں وہ ان گمراہ کن خیالات کا پروپیگنڈہ کرتے رہتے ہوں- عیدگاہ کے لیے کسی دیندار امام پر اتفاق کرانے کی کوشش کریں- جامع مسجد درسگاہ کے میدان میں عید کی نماز ادا کرنا جائز ہے [1]- بشرطیکہ صحت اور وجوب عید کے دیگر شرائط

---

۱) ثم خروجه...... أی ماشياً الى الجبانة وهى المصلى العام والخروج اليها اى الى الجبانة لصلوٰة العيد سنة، الدر المختار: كتاب الصلوٰة، باب العيدين، ص ۱۷۶، ج۲، سعيد) وكذا فى البحر الرائق: كتاب الصلوٰة، باب العيدين، ص ۲۸۳، ج۲، رشيديه) وكذا فى الهنديه: كتاب الصلوٰة، الباب السابع عشر عيدين، ص ۱۵۰، ج۱، رشيديه)

پائے جائیں [1]- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عید کی نماز سے رہ جانے والوں کے لیے دوبارہ عید کرانے کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ جو لوگ عید کی نماز میں جماعت سے رہ جاتے ہیں ان کے لیے دوسری جماعت کرنے کی اجازت ہے یا نہیں اور جو لوگ عید کی نماز میں خطبے کے بعد آتے ہیں ان کے لیے دوسری جماعت اور خطبہ پڑھنا چاہیے یا نہیں یا خود پڑھ سکتے ہیں یا ان کو دوسرا امام پڑھا سکتا ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

جو لوگ نماز عید سے رہ جائیں بایں صورت کہ عیدگاہ میں امام نے اہل اسلام کو نماز پڑھا لی اور فارغ ہو گیا۔ اور پانچ دس پندرہ یا سو آدمی رہ گئے تو ان کو الگ جماعت کرنے کی اجازت نہیں امام کا خطبہ سن لیں اور اگر خطبہ بھی ہو چکا ہو تو کچھ دیر بیٹھ کر اللہ تعالیٰ کا ذکر اور استغفار کر لیں تسبیحات و تکبیرات پڑھتے رہیں۔ پھر دعا مانگ کر چلے جائیں اور یہ کام انفرادی طور پر انجام دیں اجتماعی طور پر کرنا بھی ٹھیک نہ ہوگا۔ **وانظر دلیل عدم قضاء فی العنایة[2] علی فتح القدیر والهدایه [3] من الجلد الاول**- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

متعدد جگہوں پر نماز عید کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک قصبہ ہے جس کی مردم شماری تقریباً ۱۲۰۰ بارہ سو پر مشتمل ہے۔ جس میں ایک بڑے عرصہ سے یہ رواج چلا آ رہا ہے کہ لوگ عید کی نماز کے لیے عیدگاہ میں چلے جاتے ہیں تو سارے قصبہ کی عورتیں سنگار کے بعد بازار میں آتی ہیں۔ جو لوگوں کے واپس ہونے کے بعد بھی بازار سے نہیں

---

۱) تجب صلوتهما فی الاصح علی من تجب علیه الجمعة بشرائطها المتقدمة سوی الخطبة فانها سنة بعدها)۔ الدر المختار مع ردالمحتار: کتاب الصلوٰة، باب العیدین ص ۱٦٦، ج۲، سعید) وکذا فی الهندیة: کتاب الصلوٰة، الباب السابع عشر فی العیدین، ص ۱۵۰، ج۱: رشیدیه)

۲) قوله ومن فاتته صلاة العید مع الامام "أی صلی الامام وهو لم یدرکه وفاتته عنه لم یقضها۔ العنایة علی فتح القدیر: کتاب الصلوة، باب العیدین، ص ٤٦، ج۲؛ مکتبه رشیدیه)

۳) وکذا فی الهندیه: کتاب الصلوٰة، باب العیدین، ص ۱۵٦، ج۱، بلوچستان بکڈپو) والامام لو صلاها مع الجماعة وفاتت بعض الناس لا یقضیها من فاتته الخ، الهندیة: کتاب الصلوٰة، الباب السابع عشر فی صلاة العیدین، ص ۱۵۱ تا ۱۵۲، ج۱: مکتبه رشیدیه)

نکلتیں۔اس رسم کو بند کرنے کے لیے چنداں کوشش کی گئی لیکن ناکامی کے سوا کچھ بھی حاصل نہیں ہوا۔اب گذشتہ عیدالاضحیٰ پر ایک مولوی صاحب نے عید کی رات لوگوں کو متنبہ کیا کہ اس رسم کو بند کرنے کے لیے کوئی عملی قدم اٹھانا چاہیے۔لیکن کسی نے توجہ نہیں دی۔آخر مولوی صاحب نے چیئرمین کی اجازت سے قصبہ کی جامع مسجد میں دوسری عید کی نماز پڑھائی جس میں ایک سو سے زیادہ لوگوں نے شرکت کی اور اس رسم کو بند کیا۔اب عرض یہ ہے کہ کیا مولوی صاحب نے جو کام کیا ہے یہ از روئے شریعت جائز ہے یا نہیں اور کیا مولوی صاحب ثواب کے مستحق ہونگے یا نہیں۔

دیگر یہ کہ اس وقت یہ پروپیگنڈہ کیا جارہا ہے کہ یہ مولوی صاحب نے عید کی دوسری جماعت بنا کر ایک نیا فتنہ برپا کیا ہے اور لوگوں میں انتشار پیدا کر رہا ہے۔لہٰذا اب ان دونوں پہلوؤں کو دیکھ کر ہمیں صحیح حل سے مطلع فرمادیں۔

﴿ج﴾

عید کی نماز میں اگرچہ اولیٰ یہ ہے کہ تعدد نہ ہو نیز یہ بھی اولیٰ ہے کہ شہر سے باہر ہو۔شہر کے اندر مسجد میں نہ ہو۔لیکن اس کے باوجود شہر کی مسجد میں دوسری نماز عید پڑھنی جائز ہے [1] اگر ایک جائز طریق پر عمل کرنے سے اتنی بڑی برائی روک دی جائے تو اسے برا نہ کہا جائے۔البتہ ایک دوسال کے بعد جب یہ رسم ختم ہو جائے تو پھر سے نماز یکجا کر کے پڑھی جائے۔واللہ تعالیٰ اعلم

ریڈیو وغیرہ پر ہلال عید ورمضان کی اطلاع کا حکم

﴿س﴾
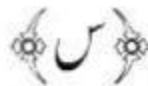
جناب محترم مفتی محمود صاحب مدرسہ قاسم العلوم، السلام علیکم!

---

۱) وان نظرنا إلی أنه لم يثبت مانع صريح من التعدد فالأظهر الجواز مطلقاً، والعيدفيه سواء إلا أنه استحب أن لاتودی بغير حاجة إلا فی موضع واحد خروجاً من الخلاف، اعلاء السنن: ابواب الجمعة، باب تعدد الجمعة، ص ۷۲، تا ۷۳، ج۸، ادارة القرآن) يجوز تعددها فی مصر واحد فی موضعين وأكثر اتفاقاً، البحر الرائق: كتاب الصلوٰة، باب العيدين، ص ۲۸۳، ج۲، مكتبه رشيديه) وكذا فی الهندية: كتاب الصلوٰة، الباب السابع عشرف العيدين، ص ۱۵۰، ج۱ رشيديه) وكذا فی الدرالمختار: كتاب الصلوٰة "باب العيدين" ص ۱۷٦، ج۲، سعيد) الخروج اليها۔ أی الجبانة لصلاة العيد، سنة وان وسعهم المسجد الجامع، الدرالمختار: كتاب الصلوٰة، باب العيدين، ص ۱٦۹، ج۲: سعيد)

وكذا فی حاشية الطحطاوی كتاب الصلوٰة، باب احكام العيدين، ص ۵۳۱، قديمی كتب خانه)

بعدہ عرض میداریم کہ دربارۂ رادیو وتلیگراف شمایان محترمان باتفاق خود علماء کرام دراحسن الفتوی تحریر داشتہ اید کہ باخبار رادیو وتلیگراف وغیرہ آلات خبر رسانی کہ از حکومت اسلامی باشد روزہ وعید کردن جائز است وحال انکہ چہار سال درمرور است کہ ازعربستان بذریعہ تلیگراف بافغانستان اعلان روزہ وعید مے شود- بازا رافغانستان بذریعہ رادیو بتمام دنیا اعلان روزہ وعیدمی شود- وحال آنکہ جید علماء بلکہ حکومت پاکستان براعلان رادیو وتلیگراف روزہ وعیدنمی کنندنمی دانیم کہ وجہ چیست کہ قول وفعل علماء کرام حکومت پاکستان مختلف است- بینوا توجروا بیاناً شافیا کہ نزاع از بین علماء وزیرستان درمحو گردد--- فقط

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم- درفیصلہ علماء دراحسن الفتاوی ایں[1] طورنوشتہ است کہ (۳) مجلس نے یہ بھی طے کیا ہے کہ اگر جماعت علماء حجاز کے سامنے تحت احکام شرع ہلال صوم یا فطر ثابت ہوجائے اوراس کا اعلان ریڈیو میں حاکم مجاز کی طرف سے ہوتو اس کے حدود ولایت میں سب کو اس پرعمل کرنا لازم ہے- وعمل علماء پاکستان مخالف ایں فیصلہ نیست - زیرا کہ مملکت پاکستان برحدود ولایت شاہ افغان داخل نیست ازیں وجہ اعلان ریڈیو مملکت افغانستان موجب عمل برائے پاکستانیان نباشد حسب[2] فیصلہ علماء مذکورہ--- اما عدم عمل علماء براعلان ریڈیو مملکت پاکستان ازیں وجہ است کہ رؤیت ہلال کمیٹی پاکستان موجودہ اولاً مشتمل برجماعت علماء نیست وثانیاً تحت احکام شرع فیصلہ نمی کنندوشہادت بطریق شرعی نمی گیرند- ازیں وجہ برکمیٹی موجودہ علماء رااعتماد نیست ودرفیصلہ علماء تصریح است کہ ثبوت ہلال صوم وفطراو بروئے جماعت علماء مجاز تحت احکام شرع شود- پس اعلان اواز جانب حاکم مجاز درریڈیوشود- آن موجب عمل است واین شرائط تاحال اینجا موجود نیست لہٰذا قول وفعل علماء پاکستان باہم مختلف نیست- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

من خود داعی ومنتظم ایں مجلس بودم درمدرسہ قاسم العلوم ملتان مجلس علماء منعقد شدہ وآنچہ دراحسن الفتاوی درج است من اورا مرتب کردہ ام بغور مطالعہ فرمائید- ہیچ تخالف درقول وفعل علماء نیست- اگر حکومت مجلس علماء قائم وبطریق شرعی شہادت گرفتہ فیصلہ کنند پس درحدود پاکستان عمل براں ضروری است وبس خارج از ولایت حکمے نافذ نمے شود- محمود عفا اللہ عنہ-

---

١) احسن الفتاوی: کتاب الصوم، رسالہ عیون الرجال، ص ۱۷۰، ج٤، ایچ ایم سعید)

٢) فاما اذا كانت بعيدة فلايلزم احد البلدين حكم الآخر لأن مطالع البلاد عندالمسافة الفاحشة تختلف فيعتبرفى اهل كل بلد مطالع بلدهم دون بلد الأخر، بدائع الصنائع كتاب الصوم، فصل وأما شرائطها، الخ، ص ٨٣، ج١، مكتبه رشيدية) وكذا فى التاتارخانية: كتاب الصوم الفصل السادس، الخ ص ٣٥٥، ج٢، ادارة القرآن) وكذا فى مجموعة الفتاوىٰ على هامش الخلاصة الفتاوىٰ: كتاب الصوم، باب الشهادة، على رويت الهلال: ص ٢٥٦، ج١: مكتبه رشيدية)

''چاہ'' پر نماز عید کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اندریں مسائل کہ:

(۱) چاہ پر جس کے اوپر چند درختوں کا سایہ اور سات آٹھ گھروں کی آبادی ہے نماز جمعہ اور پنجگانہ نماز باجماعت کا بھی وہاں کوئی بندوبست نہیں ہے اور نہ ہوسکتا ہے صرف عید کی نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔ اگر یہ نماز وہیں چاہ پر جو پڑھی گئی ہے اس میں یہ بھی کہا گیا ہو کہ فلاں جگہ جو قدیم الایام نماز جمعہ و جماعت وعیدین ہورہی تھی اس کی جماعت عید نماز کو کم کرنے کی کوشش کی گئی ہو اور لوگوں کو جبراً قہراً روکا گیا ہو کہ وہاں بالکل نہ جانا اگر کوئی گیا تو اس کو یہاں سے اٹھا دیا جائے گا۔

(۲) اگر اس چاہ پر یا اس کے اردگرد کسی اور مقام پر ہمیشہ کے لیے نماز پڑھنا جاری رکھیں تو کیا حکم ہے یعنی جو نماز پڑھی جا چکی اس کا کیا حکم ہے اور اس کے بعد جو سلسلہ نماز کا جاری رکھیں اس کا کیا حکم ہے۔ بینوا بالبرھان توجروا عند الرحمٰن۔

﴿ج﴾

(۱) قریہ میں نماز عید پڑھنا صحیح نہیں۔ بحرالرائق[1] میں ہے و افادان جمیع شرائط الجمعة وجوبا وصحة شرائط للعید الا الخطبة.

(۲) جو نماز عید اس قریہ میں پڑھی جا چکی اور جو آئندہ پڑھی جاتی ہے یہ نفل مکروہ ہوں گی نماز عید نہ ہوں گی شامی میں ہے[2]۔ علی انه عید والافهو نفل مکروه لا دائه بالجماعة۔ واللہ تعالیٰ اعلم

تکبیرات تشریق کن پر واجب ہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ تکبیرات تشریق قریہ والوں پر بھی واجب ہیں یا شہر والوں پر

---

۱) البحر الرائق: کتاب الصلوٰة، باب العیدین: ص ۲۷۷، ج۲: مکتبه رشیدیه) وکذا فی الهندية: کتاب الصلوٰة، الباب السابع عشر فی العیدین: ص ۱۵۰، ج۱، مکتبه رشیدیه) وکذا فی الدرالمختار: کتاب الصلوٰة، باب العیدین، ص ۱۶۶، ج۲، سعید) رؤیت ہلال کمیٹی کی شرعی حیثیت پر مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ نے جواہر الفقہ میں تفصیلاً بحث کی ہے۔ وہیں پر ملاحظہ فرمائیں:
جواهر الفقهه: رؤیت هلال کے شرعی احکام: ص ۴۰۱ تا ۴۰۲، ج۲، طبع مکتبه دارالعلوم، کراچی)

۲) (ردالمحتار: کتاب الصلوٰة، باب العیدین، ص ۱۶۷، ج۲، سعید)

واجب ہیں مدلل بیان فرمائیں۔

﴿ج﴾

تکبیرات تشریق نماز جمعہ وعیدین کی طرح شہر والوں، قصبات اور قری کبیرہ والوں جہاں نماز جمعہ وعیدین فرض و واجب ہوں ان جگہوں والوں پر جب کہ فرض نماز جماعت سے ادا کریں تو سلام پھیرنے پر ایک دفعہ جہر سے پڑھنا واجب ہے۔ الحاصل جو شرطیں نماز جمعہ کے لیے ہیں انھیں شرطوں سے یہ تکبیرات واجب ہیں اور جن لوگوں پر نماز جمعہ فرض ہے ان پر واجب ہیں۔ لما روی البیھقی فی المعرفة وعبدالرزاق [۱] و ابوبکر بن ابی شیبة [۲] فی مصنفیھما موقوفا عن علی رضی الله تعالی عنه لا جمعة و لا تشریق و لا صلوة فطر و لا صلوة اضحی الا فی مصر جامع۔ الحدیث بدائع الصنائع میں ہے: [۳] و اما بیان من یجب علیه فقد قال ابو حنیفة انه لا یجب الاعلی الرجال العاقلین المقیمین الاحرار من اھل الامصار المصلین المکتوبة بجماعة مستحبة فلا یجب علی النساء و الصبیان و المجانین و المسافرین و اھل القری و من یصلی التطوع و الفرض وحده۔ الخ۔ عالمگیری [۴] و اما شروطه فاقامة و مصر و مکتوبة و جماعة مستحبة ھکذا فی التبیین۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

نماز عید مساجد محلّہ میں منعقد کرنے کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ نماز عید محلّہ کی مساجد میں (کہ جن میں سوڈیڑھ سو آدمیوں کا اجتماع ہوتا ہے) بلا کراہت درست ہے یا اس اجتماع عید کے بارہ میں شرعاً عظیم اجتماع مطلوب ہے اور اس اجتماع کے لیے کیا حد ہے نیز کیا عیدگاہ کا حدود شہر سے باہر ہونا مطلوب شرعی ہے اگر مطلوب شرعی ہے تو پھر موجودہ صورت میں ملتان شہر کی غالباً کوئی سی بھی عیدگاہ حدود شہر سے باہر نہیں کیونکہ اضافہ آبادی کی وجہ سے شہر ہر طرف چار چار پانچ پانچ میل سے زیادہ پھیل چکا ہے براہ کرم اس مسئلہ کی تفصیل دلائل و براہین سے تحریر فرما کر عامہ مسلمین کی صحیح رہنمائی فرمائی جائے۔ بینوا توجروا

---

۱) مصنف عبدالرزاق: کتاب الجمعه، باب القری الصغار، ص ۷۰، ج۳، دارالکتب العلمیه، بیروت)
مصنف ابن ابی شیبه: کتاب الجمعة، ص ۱۰، ج۲، مکتبه امدادیه، ملتان)
۲) بدائع الصنائع: کتاب الصلوٰة، فصل و أمابیان، الخ ص ۱۹۷، ج۱، مکتبه رشیدیه)
۳) الھندیة: کتاب الصلوٰة، الباب السابع عشر فی العیدین، ۱۵۲، ج۱، مکتبه رشیدیه)

﴿ج﴾

معلوم ہو کہ آبادی سے باہر کی عیدگاہ میں نمازِ عید افضل ہونے پر احسن الفتاویٰ (۱) میں تقریباً چار صفحات پر مشتمل تفصیلی بحث کی ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے۔ (۱) کہ ایک شہر میں کئی جگہ نمازِ عیدین ہونے میں کچھ حرج نہیں ہے۔ وتؤدی فی مصر واحد بمواضع کثیرة اتفاقا (۲)

(۲) سنت طریق کے موافق شہر سے باہر نمازِ عیدین ادا کرنا بہتر ہے اور اس میں فضیلت ہے بہ نسبت شہر میں ادا کرنے کے۔ ثم خروجه۔ الخ۔ ای ماشیا الی الجبانة و هی المصلی العام (والخروج الیها) ای الی الجبانة لصلوة العید سنة... (۳) ای فی الصحراء فتاویٰ دار العلوم (۴) میں ہے۔ وقد وقع النزاع بین العلماء فی عصرنا فی ان الخروج الی المصلی سنة ام مستحب فافتی اکثرهم بانه سنة مؤکدة و هذا هو القول المنقول الموافق لکتب الاصول والفروع المطابق لما علیه الجمهور و قیل انه مستحب و هو قول باطل لاوجه له و افرط بعضهم فقال انه واجب و هو قول مردود لا عبرة به و للتفصیل مقام اٰخر' انتهی۔ فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

عید کے روز گلے ملنے کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماءِ دین دریں مسئلہ کہ عید کے دن مصافحہ کرنا، معانقہ کرنا، ملنا، ایک دوسرے کے پاس جانا جائز ہے یا بدعت ہے۔

---

۱) احسن الفتاویٰ: کتاب الصلوٰة، باب الجمعة والعیدین، ص ۱۱۹، ج۲، ایچ ایم سعید)

۲) الدرالمختار: کتاب الصلوٰة، باب العیدین، ص ۱۷۶، ج۲، سعید) وکذا فی البحر الرائق: کتاب الصلوٰة "باب العیدین" ص ۲۸۳، ج۲، مکتبہ رشیدیہ) وکذا فی الهندیة: کتاب الصلوٰة، الباب الرابع عشر فی العیدین، ص ۱۵۰، ج۱، رشیدیہ)

۳) الدرالمختار مع ردالمختار: کتاب الصلوٰة، باب العیدین، ص ۱۶۸ تا ۱۶۹، ج۲، سعید) وکذا فی حاشیة الطحطاوی: کتاب الصلوٰة، باب احکام العیدین: ص ۵۳۱، قدیمی) وکذا فی الهندیة: کتاب الصلوٰة، الباب السابع عشر فی العیدین، ص ۱۵۰، ج۱، رشیدیة)

٤) فتاویٰ دار العلوم دیوبند: کتاب الصلوٰة، دار الاشاعت، کراچی)

﴿ج﴾

یہ عید کے روز نماز کے بعد معانقے اور مصافحے اور مبارکبادیاں سلف صالحین کے زمانہ میں نہیں تھیں۔ اس لیے اس کا ترک ہی مناسب ہے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

نماز عید کے بعد ایک خطبہ پڑھنے کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں مفتیان عظام دریں مسئلہ کہ اگر عید کی نماز میں صرف ایک خطبہ پڑھا جائے تو نماز عید ادا ہو جائے گی یا نہیں۔

﴿ج﴾

نماز عید ادا ہو گئی ہے[۲]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

نماز عید کا ایک خطبہ بھولے سے رہ گیا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ نماز عید الاضحیٰ میں چھ تکبیرات زوائد صحیح پڑھی گئیں۔ خطبۂ ثانیہ امام صاحب بھول گئے سامعین میں سے کسی نے یاد نہیں دلایا۔ دوسرے دن یاد دلایا، اور امام صاحب کو بھی یاد آ گیا تو کیا خطبہ ثانیہ نہ پڑھنے کی وجہ سے نماز صحیح ہوئی یا نہ اور اس کا گناہ کس پر ہے اور اس غلطی کا تدارک کیا ہے۔

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں نماز عید درست ہے خطبہ رہ جانے سے نماز میں کوئی نقص نہیں آتا[۳] کیونکہ خطبہ نماز عید کے لیے شرط نہیں خطبہ کا تدارک نہیں ہو سکتا سہو کی بنا پر کوئی مجرم نہیں[۴] اللہ تعالیٰ معاف فرمائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

۱) وقد تقدم تفصيله و تخريجة على صفحه ۵۱۳۔

۲) فانها سنة بعدها...... حتى لولم يخطب أصلا صح وأساء لترك السنة، البحر الرائق: كتاب الصلوة، باب العيدين، ص ۲۷۷، ج۲، مكتبه رشيديه) وكذا فى النهر الفائق: كتاب الصلوة، باب العيدين، ص ۳۷۰، ج۱، طبع دار الكتب العلميه) وكذا فى الدر المختار مع ردالمحتار: كتاب الصلوة، باب العيدين، ص ۱۷۵، ج۲، سعيد)

۳) تقدم تخريجه صفحه هذا حاشية نمبر ۱

۴) ان الله تعالىٰ وضع عن امتى الخطاء والنسيان وما استكرهوا عليه "مجمع الجوامع حرف الهمزة، ص ۲۶۸، ج۲، دار الكتب العلمية)

ایک مسجد میں دومرتبہ عید کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین محمدی و عارف بالفقہ الحنفی مسئلہ مذکورہ ذیل میں کہ جس مسجد میں ایک بار نماز عید پڑھائی جائے تو پھر اسی ہی وقت میں کوئی دوسرا مولوی بعض لوگوں کو دوبارہ عید پڑھائے کیا یہ نماز جائز ہے یا نہیں بمع حوالہ جات کتب مستفیض فرمائیں۔

﴿ج﴾

اگر کوئی شخص یا متعدد افراد نماز عید سے رہ جائیں تو کوشش کریں کہ کسی دوسری جگہ جامع مسجد یا عیدگاہ جہاں جماعت ملنے کا امکان ہو پہنچیں کیونکہ نماز عید ایک شہر میں متعدد جگہ ہوسکتی ہے اور اگر دوسری جگہ بھی نماز عید ملنے کا امکان نہ ہو تو اب نماز عید تنہا یا چند آدمیوں کا مل کر ادا کرنا جائز نہیں۔ یعنی اسی عیدگاہ میں جہاں ایک مرتبہ نماز عید ہوچکی ہو۔ بلکہ مستحب ہوگا کہ چار رکعت مثل صلوٰۃ ضحیٰ کے بغیر تکبیرات زائد کے پڑھ لیں اور یہ صلوٰۃ ضحیٰ ہوگی۔ والدلیل علی جمیع ذالک قول صاحب الدرو [1] (و لا یصلیها وحده ان فاتت مع الامام) الی قوله- (و) لو امکنه الذهاب الی امام اخر فعل لانها (تودی بمصر) واحد (بمواضع) کثیرة (اتفاقاً) فان عجز صلی اربعاً کالضحی قال فی الرد- ای استحبابا کما فی القهستانی ولیس هذا قضاء- الخ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عیدین میں نماز سے قبل خطبہ پڑھنے کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ نماز عید سے پہلے خطبہ پڑھنا مشروع ہے یا کہ نہیں۔ بینوا توجروا۔

﴿ج﴾

نماز جمعہ میں خطبہ قبل از نماز اور عیدین میں بعد از نماز پڑھنا چاہیے عیدین میں خطبہ قبل از نماز بدعت

---

۱) الدرالمختار مع ردالمحتار: کتاب الصلوٰة، باب العیدین، ص ۱۷۵ تا ۱۷٦، ج۲، سعید)
وکذا فی البحر الرائق: کتاب الصلوٰة، باب العیدین، ص ۲۸۳ تا ۲۸٤، ج۲، مکتب رشیدیه) ومثله فی النهر الفائق: کتاب الصلوٰة، باب العیدین، ص ۳۷۰، ج۱: دارالکتب العلمیة)

ہے (۱)- فقط واللہ اعلم

بھولے سے نماز عید کی زائد تکبیرات رہ گئیں

﴿س﴾

نماز عید کی پہلی رکعت میں تکبیر تحریمہ کہنے کے بعد قبل از قرأت تکبیرات زوائد امام کو بھول گئیں تشہد میں اس کو یاد آئیں امام نے سجدہ سہو نہیں کیا شرعاً یہ نماز صحیح ہے یا نہیں نماز عید میں ہزاروں کا اجتماع تھا-

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں جبکہ ہزاروں کا اجتماع تھا تو امام نے بہتر کیا ہے کہ سجدہ سہو نہیں کیا- شرعاً یہ نماز صحیح ہے کیونکہ مجمع کثیر ہو اور اس زمانے میں عام لوگوں کو دین کے احکامات و مسائل معلوم نہیں ہوتے' تو لوگوں کے فتنہ و فساد میں پڑ جانے کا قوی امکان ہے- مندرجہ ذیل عبارات اس پر دال ہیں-

(والسهو فی صلوة العيد والجمعة والمكتوبة والتطوع سواء) والمختار عند المتاخرين عدمه فی الاولیین لدفع الفتنة كما فی جمعة البحر و اقره المصنف و به جزم فی الدر الخ- شامی میں ہے- **(قوله عدمه فی الاولیین) الظاهر ان الجمع الكثیر فی ماسواهما كذالک كما بحثه بعضهم و كذا بحثه الرحمتی و قال خصوصا فی زماننا و فی جمعة حاشية ابی السعود عن العزمية انه ليس المراد عدم جوازه بل الاولی تركه لئلا يقع الناس فی فتنة** (۲) **عالمگیری** (۳) میں ہے- **السهو فی الجمعة والعيدين والمتكوبة والتطوع واحد الا ان مشائخنا قالوا لا يسجد للسهو فی العيدين والجمعة لئلا يقع الناس فی فتنة كذا فی المضمرات** -الخ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

۱) ويخطب بعدها خطبتين "وهماسنة" فلو خطب قبلها صح وأساء ـ لترك السنة، وما يسن فی الجمعة ويكره يسن فيها ويكره۔ الدرالمختار فانهما سنة هنا لا فی خطبة الجمعة، الدرالمختار مع ردالمحتار: كتاب الصلوٰة، باب العيدين، ص ۱۷۵، ج۲، سعيد) وكذا فی تبيين الحقائق: كتاب الصلوٰة، باب العيدين، ص ۵۴۳، ج۱: دارالكتب العلمية)

۲) الدرالمختار مع ردالمحتار: كتاب الصلوٰة، باب سجودالسهو، ص ۹۲، ج۲، سعيد)

۳) الهندية: كتاب الصلوٰة: الباب الثانی عشر فی سجود والسهو: ص ۱۲۸، ج۱، رشيديه) وكذا فی حاشية الطحطاوی: كتاب الصلوٰة، باب فی احكام سجوداسهو: ص ۴۶۵ تا ۴۶۶، ج۱: قديمی كتب خانه)

تکبیرات عیدین کی حیثیت

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ نماز عید کی زائد تکبیرات واجب ہیں یا سنت یا مستحب اگر کوئی تکبیر چھوٹ جائے تو نماز عید ہو جاتی ہے یا نہیں اور سجدہ سہو ادا کرے یا نہ۔ بینوا بالکتاب۔

﴿ج﴾

تکبیرات زوائد عیدین باتفاق ائمہ احناف واجب ہیں-قال فی العالمگیری [1] فی الانفع تکبیرة الرکوع فی صلوة العیدین من الواجبات لانها من تکبیرات العید و تکبیرات العید واجبة الخ و قال فی الدرالمختار [2] ولها واجبات الی ان قال و تکبیرات العیدین– و کذا احدها و تکبیر رکوع رکعة الثانیة کلفظ التکبیر فی افتتاحه الخ ان تکبیروں میں سے ساری یا کوئی ایک تکبیر رہ جائے تو سجدہ سہو واجب ہوتا ہے-عمداً ترک کرنے والا گناہ گار ہوگا [3] لیکن کثرت ازدحام کی وجہ سے نہ کرنا بہتر ہے- قال فی العالمگیریه [4] السهو فی الجمعة والعیدین والمکتوبة والتطوع واحد الا ان مشائخنا قالوا لا یسجد للسهو فی العیدین والجمعة لئلا یقع الناس فی فتنة کذا فی المضمرات ناقلا عن المحیط و قال فی الشامیة [5] تحت قول صاحب الدر (و السهو فی صلوة العید والجمعة والمکتوبة والتطوع سواء) والمختار عند المتاخرین عدمه فی الاولیین لدفع الفتنة کما فی جمعة البحر و اقره المصنف و به جزم فی الدرر قوله عدمه فی الاولیین)

---

۱) الهندية: كتاب الصلوٰة، الباب السابع عشر فى صلاة العيدين: ص ۱۵۱، ج۱، مكتبه رشيديه)

۲) الدرالمختار مع ردالمحتار: كتاب الصلوٰة، باب شروط الصلوٰة، ص ۴۵٦ تا ۴٦۹، ج۱، ايچ ايم سعيد) ومثله فى تبيين الحقائق: باب صفة الصلوٰة، ص ۲۷۸، ج۱، دارالكتب العلمية)

۳) ولها واجبات، لاتفسد بتركها وتعاد وجوباً فى العمد والسهو إن لم يسجدله وان لم يعدها يكون فاسقاً أثماً، الدرالمختار: كتاب الصلوٰة، باب صفة الصلوٰة، ص ۴۵٦، ج۱: سعيد)

۴) الهنديه: كتاب الصلوٰة، الباب الثانى عشر فى سجود السهو، ص ۱۲۸، ج۱، رشيديه)

۵) كتاب الصلوٰة، باب سجود السهو، ص ۹۲، ج۲، سعيد) وكذا فى حاشية الطحطاوى: كتاب الصلوٰة، باب فى احكام سجودالسهو، ص ۴٦۵ تا ۴٦٦، قديمى)

الظاهر ان الجمع الکثیر فیما سواھما کذالک کما بحثه بعضھم و کذا بحثه الرحمتی و قال خصوصاً فی زماننا وفی جمعة حاشیة ابی السعود عن العزمیة انه لیس المراد عدم جوازه بل الاولی ترکه لئلا یقع الناس فی فتنة الخ قوله جزم فی الدرر) لکنه قیده محشیھا الوانی بما اذا حضر جمع کثیر والافلا داعی الی الترک، والله تعالیٰ اعلم۔

شہر سے تین میل دور گاؤں میں نماز عید کا حکم

س

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک گاؤں جو کہ شہر سے تقریباً تین میل دور واقع ہے کیا اس میں عید کی نماز ادا ہو سکتی ہے یا نہیں۔ اگر ہو سکتی ہے تو پہلے بھی ایک آدمی جو کہ ظاہری طور پر سنت کا تارک ہے وہ نماز پڑھاتا ہے اب ایک دوسرا آدمی جو کہ علم شریعت سے واقف ہے اور از سر نو شروع کرانا چاہتا ہے کیا اس کو شریعت اجازت دیتی ہے یا نہیں مفصل جواب سے مطلع فرمائیں۔

ج

جمعہ اور عیدین کے لیے مصر ہونا یا مصر کی طرح ہونا قصبہ ہو یا قریہ کبیرہ ضروری ہے۔ اسی طرح جو جگہ شہر کے مصالح کے لیے ہو یا آبادی تو الگ ہے لیکن اس میں اتصال ہو یعنی بستی اور شہر کے مکانات میں اتصال ہو تو ان جگہوں میں بھی نماز جمعہ فرض ہے اور نماز عیدین واجب ہے۔ جو جگہیں شہر کے مصالح ہیں وہ مندرجہ ذیل ہیں جیسے تھانہ، سکول، گھوڑ دوڑ کا میدان، قبرستان، چونگی وغیرہ ان جگہوں کو فقہاء فناء مصر سے تعبیر کرتے ہیں اور یہ بستی نہ تو مصالح مصر سے ہے اور نہ اس کے مکانات شہر سے متصل ہیں۔ اس لیے اس میں نماز عیدین واجب نہیں اور فناء مصر کی تعریف مسافۃ سے کرنا محققین کے نزدیک یہ صحیح نہیں ہے۔ علامہ شامی[1] تحریر فرماتے ہیں۔ **اعلم ان بعض المحققین اھل الترجیح اطلق الفناء عن تقدیرہ بمسافة الی ان قال فالقول بالتحدید بمسافة یخالف التعریف المتفق علی ما صدق علیه بانه المعد لمصالح**

---

۱) ردالمحتار: (کتاب الصلوٰۃ، باب الجمعة، ص ۱۳۹، ج۲، ایچ ایم سعید) وکذا فی الدرالمختار مع ردالمحتار: کتاب الصلوٰۃ، باب صلوٰۃ المسافر، ص ۱۲۱، ج۲، سعید) وکذا فی الھندیة: کتاب الصلوٰۃ، الباب الخامس، ص ۱۳۹، ج۱، رشیدیة)

المصر فقد نص الائمة علی ان الفناء ما اعدلدفن الموتی و حوائج المصر کرکض الخیل والدواب و جمع العساکر و الخروج للرمی و غیر ذلک۔

لہذا تین میل شہر سے دور واقع بستی میں نماز عیدین نہیں ہے اگر پڑھیں گے تو نفل کی جماعت علی سبیل ا لتداعی پڑھیں گے جو کہ مکروہ ہے [1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

۱) علی انہ عیدوالا فھو نفل مکروہ لاداۂ بالجماعۃ۔ ردالمحتار: کتاب الصلوٰۃ، باب العیدین: ص ۱۶۷، ج۲، سعید)